



جلد دوم

انوارات

- ۱- تفسیر مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ
 - ۲- شیخ العرب العجم مولانا سید حسین احمد مدظلہ
 - ۳- شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع مدظلہ
- ترتیب :

حضرت مولانا محمد عبدالقادر دہلوی مدظلہ

کتاب خافہ و جفیدۃ ملکان

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً

تشریحِ بخاری

(اُردو)

جلد دوم
افادات

قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ
شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

مرتبہ

استاذ العلماء مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ناشر

کتاب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

جملہ حقوق بحق ناشر با ضابطہ محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تشریحاتِ بحاری جلد دوم
 افادات _____ قطب عالم الشیخ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
 _____ شیخ العرب والعجم الشیخ مولانا حسین احمد مدنیؒ
 _____ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
 ترتیب، ترجمہ و تشریح _____ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب قاسمیؒ
 ناشر _____ کتب خانہ مجیدیہ ملتان
 تعداد _____ ایک ہزار
 صفحات _____ ۶۴۰
 ایڈیشن _____ طبع دوم 2004ء
 طباعت _____ حسینیہ پریس ملتان

ملنے کے پتے

کتب خانہ رشیدیہ _____ راجہ بازار راولپنڈی
 کتب خانہ رشیدیہ _____ سرکی روڈ کوئٹہ
 مکتبہ سید احمد شہید _____ اردو بازار لاہور
 مکتبہ رحمانیہ _____ اردو بازار لاہور
 مکتبہ زکریا _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 اسلامی کتب خانہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 مکتبہ قاسمیہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی
 مکتبہ بنوریہ _____ بنوری ٹاؤن کراچی



اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَصَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمُنْكَ مُنْكَ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ

كَأَبَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ لَمُنْكَ مُنْكَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عرضِ ناشر

حضرات! اکابر علماء دیوبند کے وہ افادات جو عربی زبان میں تھے۔ ان کو عوام اور خواص تک پہنچانے کے لئے ہمارے ادارے نے کئی کتابیں شائع کی ہیں مدارس عربیہ اور عوام کے استفادہ کیلئے احادیث کے عربی سے اردو میں تراجم ایک خاص نظریہ فکر کے بازار میں موجود ہیں عربی متن ترجمہ اور اکابر کی وہ تشریحات جو عربی میں تھیں۔ حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند نے بڑی عرق ریزی سے ان کو اردو میں منتقل کیا ہے تقریر ترمذی۔ تشریحات بخاری جلد اول اور اب جلد ثانی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے علم حدیث کی خدمت کی توفیق بخشے۔

بحمد اللہ! تشریحات بخاری جزء اول میں جو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے افادات پر مشتمل تھی۔ ہمارے ادارہ سے طبع ہوئی۔ اب اس جز ثانی کی اشاعت کی سعادت بھی ہمارے ادارہ کو حاصل ہو رہی ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس جلد میں حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد گنگوہی کی تشریحات کا اضافہ کر کے کتاب کے افادات کی تکمیل کر دی۔ اور ارادہ یہ ہے کہ تشریحات بخاری کی ایک ایک جلد ہر سال شائع ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین

الحمد للہ:- مولانا قاسمی کی مرتبہ کتاب تقریر ترمذی از افادات مولانا مدنی جو ہندو پاکستان میں مقبول عام ہوئی۔ اب ہمارے ادارہ اسے دوسری مرتبہ طبع کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین۔

فقط

بلال احمد

عرض مؤلف

تشریحات بخاری کی جلد اول کے مارکیٹ میں آنے کے بعد سوال ہوا کہ عنوان میں تین اکابر دیوبند کے اسماء گرامی درج ہیں۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے افادات سے جلد اول خالی ہے۔ دراصل جلد اول کی ترتیب کے وقت کتاب لامع الداری علی جامع البخاری میر نہ ہو سکی تھی۔ بعد ازاں ضمیمہ کی صورت میں جلد ثانی کے اوائل میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے افادات کو تحریر کیا گیا۔ بخاری شریف کا تیسرا پارہ موافقت الصلوٰۃ سے شروع ہو کر چوتھے پارہ کے آخر تک ہے جس میں تینوں اکابر کے افادات آگئے ہیں البتہ تحفۃ المسجد تک حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے افادات حسب سابق جاری رہے۔

۲۔ ناسپاسی ہوگی اگر ان حضرات کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنہوں نے جلد ثانی مکمل کرنے میں تعاون کیا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زرولی خان مہتمم جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی۔ سردار احمد یار خان ملغانی ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پابلیک سیکنڈری سکول ملتان نیز ! پاکستان بھر کے دیوبندی جید علماء و مہتمم مدارس عربیہ بھی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے کتاب تشریحات بخاری جلد اول خرید کر کے میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہ میں دوسری جلد کو جلد ہی منصہ شہود پر لانے کے قابل ہوں۔ انشاء اللہ اب باقی جلدیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب علماء کے بھرپور تعاون سے ہر سال ایک جلد مارکیٹ میں آجایا کرے گی۔

نیز ! قطب عالم حضرت گنگوہیؒ محدث۔ مفسر۔ اور فقہہ ہونے کے ساتھ ساتھ ادیب واریب بھی تھے۔ لامع کے متن میں ایجاز اور اغلاق تھا جس کو حل کرنے میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی شرح سے مدد لی گئی۔ نیز ! مولانا شفیق الرحمن درخواستی خانپور۔ اور مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے جلد اول کی فروختگی میں خصوصی تعاون کیا۔

جَزَاهُمْ اللَّهُ أَحْسَنَ الْجَزَاءِ

فقط

محمد عبدالقادر قاسمیؒ فاضل دیوبند

فہرست تشریحات بخاری جلد ثانی

ضمیمہ از افادات حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ از باب بد الوجی تاحیۃ المسجد بخاری شریف

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حدیث انما الاعمال بالنیات کی بد الوجی سے مناسبت کی وجہ -	۸	۱۳	آجکل کی تقلید غیر شخصی کو چھوڑ دینا واجب ہے	۴۹
۲	کیفیت وحی کی صورتیں	۹	۱۴	چھ ابواب وضو میں مقدمات وضو کا ذکر ہے	۵۱
۳	رمضان شریف میں قرآن مجید کا دور کس طرح ہوتا تھا -	۱۲	۱۵	کتے کے بارے میں امام بخاریؒ کے دلائل اور ان کے جوابات -	۵۲
۴	ہر قل بادشاہ روم اور حضرت ابوسفیان کی بات چیت -	۱۳	۱۶	پانی کی پاکی اور ناپاکی کا حکم	۶۱
۵	ہر قل کے کفر و اسلام کی بحث موقوف گنگوہیؒ	۱۴	۱۷	کتاب الغسل	۷۲
۶	کتاب الایمان	۱۸	۱۸	غسل کے مستحبات کا بیان	۷۲
۷	انیمان کے معنی میں علما کا مسلک اس میں زیادتی اور نقصان کی بحث -	۲۶	۱۹	منی کے ازالہ کیلئے غسل اور رگڑنا دونوں جائز ہیں	۷۶
۸	کفر و کفر کی بحث اور نفاق کی تعریف	۲۷ تا ۲۸	۲۰	کتاب الحيض	۷۷
۹	ایمانی کا ایمان جبرائیل کی چھ توجیہات اور ادب کے ساتھ امام بخاریؒ پر بیٹھی تنقید -	۳۰	۲۱	حيض کے احکام اور اس کی ابتداء	۷۸
۱۰	کتاب العلم	۳۲	۲۲	آیت مخلقہ اور غیر مخلقہ سے حیض پر استدلال	۸۲
۱۱	علم کی فضیلت کہ اس پر نظام عالم موقوف ہے	۳۳	۲۳	کتاب التیمم	۸۷
۱۲	رات کے وقت قصہ گوئی سے ممانعت کی وجہ	۳۵	۲۴	تیمم کی ابتداء اور اس کے احکام	۸۸
۱۳	علم تصوف پر ہمارے اکادمی کی کتابیں مطبوعہ موجود ہیں	۳۶	۲۵	جس شخص کو پانی اور مٹی دونوں نہ ملیں اس کا حکم	۸۸
	آجکل کے صوفی اکرام کا امور منکرہ کے ارتکاب پر حضرت خضرؒ کے طرز سے استدلال صحیح نہیں ہے	۳۷	۲۶	کتاب الصلوٰۃ	۹۱
			۲۷	نماز کی ابتداء اور احکام	۹۱
			۲۸	ران ننگ ہے یا نہیں	۹۵
			۲۹	حضرت عمرؓ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کو شہر فی المسجد سے روک دیا۔	۱۱۱

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۶	حضرت ابو بکرؓ کی کھڑکی کی خصوصیت خلافت کی دلیل۔	۱۱۴	۴۳	نمازیں گناہوں کیلئے کفارہ ہیں اس کی توجیہ	۲۰۲
۲۷	نماز کے اوقات اور ان کے فضائل	۱۲۵	۴۴	نمازوں کے ضائع ہونے پر حضرت انسؓ کا رد	۲۰۶
۲۸	چھ طویل عثوں کو مختصر الفاظ میں اشارہ بیان فرمایا	۱۳۲	۴۵	نمازوں کے اوّل اور آخر وقت میں اختلاف ائمہ	۲۱۳
	کتاب الاذان	۱۳۶	۴۶	نماز ظہر اور عصر کے درمیان نہ کوئی وقت مکمل ہے اور نہ مشترک۔	
۲۹	اہتمام اور احکام	۱۳۷	۴۷	نماز عصر اور عشاء کے اوقات تین طرح ہیں	۲۲۳
۳۰	سنت فجر ادا کرنے کی اہمیت	۱۴۴	۴۸	فضل صلوٰۃ الفجر والحدیث معرکہ الآراء ترجمہ	۲۳۸
۳۱	حضرت ابو بکر صدیقؓ امام نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی تکبیرات سناتے تھے۔	۱۴۵	۴۹	منوعہ اوقات میں نماز پڑھنے کے بارے میں اختلاف ائمہ۔	۲۴۲
۳۲	اس میں تین احتمال ہیں ان کا بیان	۱۵۵	۵۰	عجیب حدیث امام مالکؒ نبی کی روایت کے باوجود استواء کے وقت نماز کو جائز کہتے ہیں۔	۹۴۶
۳۳	تکبیر اور افتتاح صلوٰۃ کی حد	۱۵۸	۵۱	قضاء فوات میں ائمہ کے اقوال	۲۴۸
۳۴	رفع یدین کی حد	۲۰۲	۵۲	حیات خضر کے بارے میں اقوال	۲۵۶
۳۵	وجوب قرأت فاتحہ کی حد	۱۶۳	۵۳	حضرت صدیق اکبرؓ کی دعوت کی برکات	۲۵۹
۳۶	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی نماز کی تحقیق	۱۶۱	۵۴	تبلیغی جماعت کیلئے جہنم کیوں نہیں اور اسکی وجہ	۶۲۶
۳۷	جر آئین کی حد	۱۶۶	۵۵	تکبیر اور اذان کے کلمات میں اختلاف ائمہ کرام	۲۶۳
۳۸	تشہد میں جلوس کا مسنون طریقہ	۱۷۴	۵۶	اذان کہنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے نماز پڑھنے سے نہیں اس کی کیا وجہ۔	۲۶۶
۳۹	کتاب الجمعہ	۱۸۲	۵۷	اتمام نماز اور قضاء میں ائمہ کرام کی حد	۲۸۳
	فرض جمعہ اور غسل جمعہ کی حد	۱۸۲	۵۸	امام نخعیؒ کے نزدیک ماصلیفناہم نے نماز نہیں پڑھی یہ کہنا مکروہ ہے اس پر رد	۲۸۸
۴۰	بستی میں نماز جمعہ جائز نہیں اور اسکے دلائل	۱۸۵	۵۹	نماز باجماعت ادا کرنے میں پانچ مذاہب ہیں	۲۹۱
	ضمیمہ کی فہرست مکمل ہوئی		۶۰	اداء سنت فجر کے بارے میں اقوال ائمہ	۳۰۲
	کتاب مواقیب الصلوٰۃ پارہ نمبر ۳	۱۹۴			
۴۱	نماز کی فضیلت اور اس کے اوقات کی اہمیت	۱۹۵			
۴۲	اوقات خمسہ کی حکمت	۱۹۶			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۱	جلسہ استراحت کی بحث	۳۱۳	۷۵	کتاب الجمعة	
۶۲	الحق بالامۃ کون ہے۔	۳۱۶	۷۶	جمعہ کی فرضیت اور اس کے احکام	۴۶۴
۶۲۳	آنحضرت ﷺ کے نماز میں تشریف لانے پر	۳۲۰	۷۷	غسل الجمعة کے بارے میں اقوال ائمہ	۴۶۶
	حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے حضرت ابن		۷۸	بستی والوں پر جمعہ واجب نہیں بلکہ اس کیلئے	۴۷۶
	عوفؓ نہیں بٹے اس کی وجہ۔		۷۹	ہر کے نزدیک کچھ شرائط ہیں۔	
۶۴	امام مالکؒ فتنہ کے دور میں صلوٰۃ خمسہ بلکہ نماز	۳۳۳	۸۰	وقت جمعہ بعد از زوال سے شروع ہوتا ہے	۴۸۶
	جمعہ تک گھر میں پڑھتے تھے۔		۸۱	غیر مقلد مگر کے لفظ سے دہلی میں دس بچے جمعہ	
۶۵	مسجد کا دایاں کون سا ہوتا ہے عجیب مسئلہ ہے	۳۳۵	۸۲	پڑھ کر کے فارغ ہو جاتے ہیں اور سقوط زکوٰۃ	
۶۶	رفع یدین کا مسئلہ اتنا معرکہ الاراء نہیں تھا جتنا	۳۶۱	۸۳	کے لئے حیلے کرتے ہیں۔	
	بنادیا گیا۔ بہر حال اس میں پانچ اختلاف ہیں اور	تا	۸۴	قبیلہ اور غذا بعد از جمعہ کی صحیح توجیہ	۴۸۶
	عمدہ بحث ہے۔	۳۶۷	۸۵	حضرت محمد انور شاہؒ کا ارشاد کہ فقہ میں مولانا	۴۹۳
۶۷	تکبیر افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ وہ تین	۳۷۷	۸۶	گنگوہیؒ کا مرتبہ امام شامی سے بڑھا ہوا ہے۔	
	و عائیں ہیں۔		۸۷	منبر نبویؐ کب بنا۔ بنانے والے کا نام اور عورت	۴۹۵
۶۸	نماز میں ادھر ادھر جھانکنا ممنوع مگر	۳۸۲	۸۸	کا نام۔	
	عند الضرورت جائز ہے۔		۸۹	خطبہ جمعہ کے بارے میں مذاہب ائمہ	۴۹۷
۶۹	مسئلہ وجوب قرآۃ میں بائیس اختلاف ہیں	۳۸۴	۹۰	خطبہ جمعہ کی حقیقت کیا ہے خود علماء احناف میں	۵۰۱
۷۰	آنحضرت ﷺ کی آخری نماز کون سی تھی	۳۹۱	۹۱	اختلاف ہے۔	
۷۱	مفصلات کی تفصیل	۳۹۱	۹۲	شیخ مدنیؒ کی تحیۃ المسجد کے بارے میں	۵۰۲
۷۲	آمین بالجہر کی بحث اور روایات میں تطبیق	۴۰۲	۹۳	مکمل تحقیق انیق۔	
۷۳	التحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔ اقوال ائمہ	۴۳۶	۹۴	نماز استسقاء کی تین صورتیں	۵۰۶
	افتراش با تورک۔		۹۵	استماع اور انصات کا فرق اور ان کے فوائد	۵۰۷
۷۴	بچہ کے بالغ ہونے کی نشانیاں اور قبل از بلوغ	۴۵۸	۹۶	جمعہ کے دن ساعۃ مقبولہ ائمہ کرام کے اقوال	۵۰۸
	کے احکام۔				

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۸۸	تعدا و مقتدی کی کمی کی صورت میں نماز جمعہ پر کیا اثر پڑے گا۔	۵۰۹	۹۷	وتر کی رکعات اور اس کی حقیقت	۵۵۴
			۹۸	وتر میں سترہ مسئلے اختلافی ہیں	۵۵۶
			۹۹	وعاء قنوت کی بحث	۵۶۲
				ابواب الاستسقاء	۵۶۴
			۱۰۰	استسقاء میں سات احاث ہیں	۵۶۴
			۱۰۱	ابواب الکسوف۔ کسوف میں دس احاث ہیں	۵۸۹
			۱۰۲	جمع روایات کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کا فیصلہ۔	۶۰۴
			۱۰۳	صلوۃ کسوف میں جنت و دوزخ کو دیکھنا اس پر قول فیصل۔	۶۰۴
			۱۰۴	سجود القرآن	۶۱۲
			۱۰۵	سجدہ تلاوت سنت ہے۔ و دیگر احکام سجدہ قرآن	۶۱۲
			۱۰۶	سجدہ تلاوت تالی اور سامع دونوں پر واجب ہے	۶۱۷
				ابواب تقصیر الصلوۃ	۶۲۲
			۱۰۷	قصر کے احکام	۶۲۳
			۵۲۲	کتاب العیدین	
			۵۲۳	عید کی حقیقت اور اس کے احکام	۹۲
			۵۲۴	سماع مزامیر پر آنحضرت ﷺ کی خاموشی اور حضرت ابو بکرؓ کی نکیر کرنے کی وجہ۔	۹۳
			۵۳۷	ایام معلومات کی تفسیر ایام تشریق پر بحث	۹۴
			۵۴۰	بدعات مروجہ کی کچھ نہ کچھ اصل ضرور ہے	۹۵
			۵۵۱	عید کی نماز فوت ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے	۹۶
			۵۵۳	ابواب الوتر	

بسم الله الرحمن الرحيم

ضمیمہ

افادات قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

منقول از کتاب لامع الداری علی جامع البخاری

ابتداء از بدء الوحي

تا

تحية المسجد

کتاب لامع الداری تحية المسجد تک لکھ لینے کے بعد دستیاب ہوئی۔ اس لئے ابتداء سے یہاں تک قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے افادات بطور ضمیمہ کے دوبہری جلد میں شامل کئے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کے افادات ابتداء سے آخر کتاب بخاری تک چلے گئے ہیں۔

ترتیب و ترجمہ۔ شیخ الحدیث مولانا عبد القادر قاسمی فاضل دیوبند ملتان

بسم الله الرحمن الرحيم

باب بدء الوحي

اللهم لك على ما أوليت من آلاء لاحد لها ولانهاية وافضلت عن لغماء لبدء لها ولا غایت وعلى نبیک الصلوة والسلام على ما حمل من اعباء الرسالة ما یکاد یبهض کل ذی نجدة وبسالة وعلى من جمعه واقفی آثاره لاسیما حملة الدین الذین قصوا علينا الفجباره واثاره وصلوة یوازی عناء هم فی نشر شرائعه ویجازی امانتهم فی تبلیغ ودائعه ..

باب کیف کان بدء الوحي الی رسول الله ﷺ

متوف پر خطبہ ترک کر دینے کا الزام اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مقصود ذکر اللہ ہے جو بسملہ سے حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے اوصاف کمال کا ذکر ہے۔ لفظ جلالة کے ساتھ الرحمن الرحیم ہے۔ اور بسملہ کے بعد حمد کا ذکر ہوتا تو کتاب اللہ کی اقتداء ہو جاتی۔ یہ اشکال بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ یہ صفات کمال حمد میں بھی داخل ہیں۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ابتداء بالہ بسملہ اور بحمد اللہ کی احادیث صحیح بھی ہوں تو ان کی تعمیل الحمد للہ کہنے پر موقوف نہیں ہے۔ صرف بسملہ کا ذکر ہی کافی ہے۔ وجہ اس ترک کی غالباً جناب نبی کریم ﷺ کے وہ اکثر رسائل ہیں اور کتب ہیں جن میں صرف بسملہ پر اکتفاء کیا گیا ہے مخصوص کتاب بخاری کی حدیث نبوی جس میں ہر قل کو خط لکھا گیا ہے۔ اس میں الحمد للہ نہیں ہے۔ اور علامہ عینیؒ نے اس اشکال کے ساتھ جواب دینے کے بعد جو یہ جواب دیا ہے کہ اصل مسودہ میں الحمد للہ کا ذکر تھا فاسخین نے اسے ترک کر دیا۔ اس صورت میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

ثم لا یخفی امام بخاریؒ پر اکثر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس باب بدء الوحي کے تحت چھ احادیث لائے لیکن ان کی ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے۔ سو واضح رہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کبھی اوئی مناسبت پر اکتفا کرتے ہیں۔ کبھی باب کی ہر ہر حدیث سے ترجمہ کو ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ مجموعہ احادیث سے مناسبت ثابت کرتے ہیں اس مقام پر بھی ترجمہ کو مجموعہ روایات سے ثابت کیا ہے۔ نیز غور و فکر سے معلوم ہو گا کہ ہر حدیث ترجمہ الباب سے مناسبت رکھتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے واضح ہو گا۔ اور یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ ہر اس وقت

مؤلف ترجمہ میں کوئی آیت یا اثر لاتے ہیں جس کو باب سے مناسبت ہوتی ہے۔ یہ بات ابواب اور ان کے تراجم کی زیادہ تفصیل سے واضح ہوگی انشاء اللہ۔ اس مقام پر مقصود آیت اور روایت کی ترجمہ سے مناسبت کرنا ہے۔ پس جو شخص باب بدء الوحی میں اضافت میانہ کا قائل ہے اس کے نزدیک عبارت یوں ہوگی۔ هذا باب فی بیان هذا الامر وهو الوحی اس صورت میں مناسبت تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بعد میں جو آیت اور روایات آ رہی ہیں ان کی وحی سے مناسبت ہے اور ان میں وحی کا ذکر ہے۔ اس طرح اگر لفظ باب کو کیف بدء کا مضاف نہ بنایا جائے بلکہ اس کو الگ جملہ قرار دیا جائے اور اسے مبتدأ محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو معنی ہوں گے هذا باب من ابواب الحديث پھر اس باب کے تحت جو کچھ لائے اس کا عنوان ہے کیف کان بدء الوحی۔ اس صورت میں بھی ترجمہ اور ہر روایت واردہ میں مناسبت ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایسی روایت کا لانا مناسب ہے جس کا اثبات نبوت میں دخل ہو۔ اور ان خصائل حمیدہ کا تذکرہ ہو جن سے آنحضرت رسول اللہ ﷺ متصف تھے یا وہ عادات جو جبلی تھیں جو نبوت سے قبل آپؐ میں پائی جاتی تھیں۔ اگر اضافت میانہ نہ ہو جیسا کہ اظہر ہے تو پھر مناسبت ثابت کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تو ہم کہیں گے قوله تعالى اَنَا اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ الْاٰیةِ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ کی وحی کو انبیاء سابقین کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ کہ وہ وحی ارسال ہے جیسے وحی ارسال ان کی طرف ہوئی تھی۔ جب آپؐ کے لئے وصف ایحاء ثابت ہو گئی تو اس کی کیفیت بھی انبیاء سابقین کی وحی کی کیفیت کی طرح ہوگی اور اس کی ابتداء بھی ایسے ہوگی جیسے ان انبیاء کی طرف ابتداء ہوئی تھی۔ تو اس صورت میں بدء الوحی کی کیفیت کو بیان کرنا مقصود ہوگا جو دیگر انبیاء کی بدء الوحی کی کیفیت کے مماثل ہوگی اس طرح مناسبت ظاہر ہو گئی۔ البتہ ایک اشکال باقی رہے گا کہ آپؐ کی وحی کو نوح علیہ السلام کی وحی اور من بعدہم کی وحی سے تشبیہ دی گئی۔ اس سے آدم علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء کی وحی خارج ہو گئی۔ جواب یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان تشبیہ غیر کے اندر وجہ شبہ کے نہ ہونے کو تقاضا نہیں کرتی۔ جیسے کالے بال کو اگر کوڑے سے تشبیہ دی جائے تو دوسروں کی نفی نہیں ہوتی بلکہ وہ کوٹلے اور اندھیری رات وغیرہ کے مشابہ ہے۔ اگر بالفرض اعتراض تسلیم بھی کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ مقصود او العزم رسل سے تشبیہ دینا تھا۔ حضرت آدمؑ ومن بعدہم اگرچہ انبیاء تھے لیکن ان کے رسول ہونے میں کلام ہے کیونکہ جس قدر کفر و شرک نوح علیہ السلام اور من بعد کے انبیاء کے دور میں شائع فاعل ہوا ہے وہ ان انبیاء کے دور میں نہیں ہوا۔ تو ان کی طرف سے وحی وحی رسالت نہ ہوئی۔ بلکہ ان کے دور میں دنیا آباد کرنے کے متعلق وحی آتی تھی کفر و شرک تھا ہی نہیں۔

قوله انما الاعمال بالنیات صفحہ ۵۲۔ ۵ بظاہر اس حدیث کو ترجمہ الباب سے کوئی مناسبت نہیں اسلئے کہ اس میں سرے سے وحی کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ وقیع یہ جواب ہے کہ اگرچہ رسالت اور نبوت وہی ہے کسی نہیں محض اللہ کا فضل ہے۔ مگر بعض اعمال ایسے ہیں جن پر فواضل اور بعض انعامات مرتب ہوتے ہیں۔ آیت کریمہ ہے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور حدیث شریف میں ہے أَسْكُمْتُ عَلَيْكَ مَا أَسْلَفْتُ مِنْ خَيْرٍ۔ ترجمہ۔ کہ اپنی گزشتہ نیکیوں کی بنا پر اسلام لانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح یہ حدیث بدء الوحی کا بیان ہوئی کہ بدء الوحی میں جناب نبی اکرم ﷺ کے اخلاص نیت کو اللہ رب العالمین سے

خیر خواہی کو اور مخلوق خدا سے خیر خواہی کو جبلی خصائل کا بھی دخل ہے۔ اور وہی اس کا سبب ہیں۔ البتہ یہ توجیہ اس پر مبنی ہے کہ لفظ کیف جیسے حال الشیء کے دریافت کرنے کے لئے آتا ہے۔ اس طرح سبب وجود الامر کے لئے بھی آتا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کیف جنت جس سے مقصود آنے کا سبب پوچھنا ہے آنے کی کیفیت نہیں پوچھنا کہ پیدل آئے یا سواری پر آئے۔ تو اس صورت میں لفظ کیف جو ترجمہ میں وارد ہے اس سے عموم فی المجاز پر وہ معنی مراد لئے جائیں گے جو ان تمام معانی کو شامل ہوں۔ مشہور معنی سوال عن حال الشیء نہیں ہوگا۔ پس اس روایت کو اوّل باب بلحہ اوّل کتاب میں لانے کی وجہ سے طالب کو تنبیہ کرنا ہے کہ حصول علم حدیث سے اس کا مقصد محض رضاء الہی ہونا چاہیئے۔ اور اس کتاب میں جو مخالفین کے مذاہب کی تردید ہے اس سے بھی مقصود سنت کی مدافعت ہے تاکہ ان کے گمان کے مطابق لوگ سنت کو اختیار کریں اس کی مخالفت کو چھوڑ دیں۔ دریں صورت مناسب یہ تھا کہ اس حدیث کو ترجمہ سے پہلے ذکر کیا جاتا لیکن مؤخر اس لئے کر دیا کہ حدیث کے معنی وحی پر موقوف ہیں۔ اور کلمہ حصر کی وجہ سے جو بدون نیت عمل کی نفی معلوم ہوتی ہے وہ موجود شرعی ہے جو عند اللہ معتبر ہو۔ مطلق وجود کی نفی نہیں خواہ وہ حسی ہو یا شرعی ہو۔ تو عادت کے مطابق امام بخاریؒ ترجمہ کے بعد اس روایت کو اس لئے لائے ہیں تاکہ احتمالی معنی کی تعیین ہو جائے۔ نیز ! الاعمال پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کے لئے نہیں۔ اور نیت بھی مؤمن کی معتبر ہے۔ واللہ العالی سبیل الرشاد

قوله کیف یاتیک الوحی ظاہر یہ ہے کہ سائل نے وحی کے تمام اقسام کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ وحی اترنے کی اس کیفیت کو معلوم کرنا تھا جو اکثر اور غالب زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ پر ہوتی تھی اس کا جواب تین طرح سے ممکن تھا خود آنحضرتؐ کی طرف جو وحی ہوتی تھی اس کی کیفیت کو بیان کیا جائے یا موحی وحی لانے والے فرشتہ کی کیفیت بتلائی جائے یا نفس وحی کی کیفیت بیان ہو۔ تو آپؐ نے مثل صلصلة الجرس سے وحی کے نزول کے وقت جو خود آنحضرتؐ کی کیفیت ہوتی تھی اس کو بیان کیا یہ جبرائیل علیہ السلام کی آواز نہیں جیسے کہ بعض حضرات نے سمجھا ہے۔ اس لئے کہ صوت جبرائیل تو الفاظ اور حروف سے مرکب ہے۔ جو بات سمجھ نہ آئے اس کا تلفظ کیسے ممکن ہے۔ اس طرح وہ کلام جو مبہم اور چپ کر دینے والی ہو اس کی قرأت کیسے ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَرَقِلَ الْقُرْآنُ تَوْفِیلاً تو اس صورت میں احیاناً بتمثل یہ اصل جواب سے ایک زائد افادہ ہوگا جس سے بتلانا یہ ہے کہ وحی محض اسی ایک طریقہ پر منحصر ہے بلکہ اس کے اور وجوہ بھی ہیں۔ تو اس سے وحی کی کیفیت کا بیان واضح ہو گیا۔ یہ وحی مطلق کی کیفیات تھیں۔ تو بدء الوحی کی بھی مختلف صورتیں ہوں گی۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اب مجموعہ اجزاء ترجمہ کو ہر روایت سے ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اور یہی حال آنے والی روایات میں رہے گا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قول عائشةؓ ان جبینہ فیفصد عرفاً صفحہ ۲-۱۱ نزول وحی کے وقت آپؐ کی پیشانی سے پسینہ بہتا تھا حالانکہ غار حراء سے نزول وحی کے بعد آپؐ نے زملونی زملونی فرمایا جیسے ٹھنڈک سے بخار والے پر کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں میں منافات نہیں۔ اس لئے کہ ایک میں نزول وحی کے وقت کی حالت بیان کی گئی اور دوسری حدیث میں نزول وحی کے بعد کی کیفیت بتلائی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ آپؐ کے باطن میں حرارت تھی۔ لیکن کبھی خوف اور دہشت کی وجہ سے ظاہر پر بردت آجاتی تھی۔ یہاں تک کہ آپؐ پر کپڑے ڈالے جاتے۔ تو دو مختلف حالتیں ہونیں۔

قوله حتى بلغ مني الجهد صفحہ ۲-۱۵ لفظ جہد یا مفعول ہے تو فاعل ملک ہو گا یا وہ غلط ہو گا جو غطی میں مذکور ہے۔ جہد سے جہد نبی اکرم ﷺ بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور بطور مجاز کے جہد الملک بھی ہو سکتا ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ اگر فرشتہ کی جائے وہاں پر کوئی انسان ہو تا تو اس کو بھی یہ مشقت (سختی) پہنچتی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ الجہد فاعل ہو معنی ہوں گے کہ یہ مشقت (سختی) میری طرف سے اپنی انتہا کو پہنچی۔ بہر حال یہ نہایت مشقت (سختی) سے کنایہ ہے۔ اسی بنا پر فرشتہ نے آپؐ کو چند مرتبہ دبایا ہے تاکہ آہستہ آہستہ آپؐ اس کے عادی ہو جائیں۔

ولقد خشيت على نفسي الخ صفحہ ۳-۱۵ ترجمہ۔ مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ اور یہ خوف و دہشت اس وجہ سے تھی کہ میں رسالت کی کماحقہ ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے سے عاجز ہوں۔ یا آپؐ کو سینہ چاک ہونے اور چھپڑنے کی وجہ سے جو سختی پہنچی اس کی وجہ سے اپنی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ ان صورتوں میں آپؐ کے لئے جو اجر و ثواب اور ستائش مقدر تھی اس سے محرومی تھی۔ مہاجرین حضرت خدیجہؓ نے یہ کہہ کر اس کی نفی کر دی کہ لا یمزک اللہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خصائل اور اخلاق کریمانہ پر آپؐ کو پیدا کیا ہے جو عموماً کسی عام انسان میں کاملاً نہیں پائے جاتے اور نہ ہی کسی انسان کے جمیع جسم میں یہ عادتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ تو معاملہ ایسا نہیں ہو گا جس کا آپؐ کو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی ذات ستودہ صفات کو جن بھوت کے حوالے کر دے۔ بلکہ انشاء اللہ تبلیغ و رسالت کا یہ کام آپؐ کے ہاتھوں انجام پائے گا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

وكان يكذب الكتاب صفحہ ۳-۶ یہاں سے زبان میں ان کی مہارت کا بیان ہے۔ اور یہ کہ وہ کتب منزلہ کی مرادات پر پوری اطلاع رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کا ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کر سکتا ہے۔ اور ترجمہ کرنے کی طاقت اسی کو ہوتی ہے جو اپنے ہجو یوں پر مہارت تامہ اور فوقیت کاملہ رکھتا ہو۔ اور اس میں شہرت کا مالک ہو اس بنا پر عربی اور عبرانی کتابوں کی مراد اور مطالب ایک ہو گا۔

قوله هذا لنا موس الخ صفحہ ۳-۹ جاننا چاہیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ تو رسالہ کے معاملہ میں شک و شبہ تھا اور نہ ہی اس پیغام میں شبہ تھا کہ یہ وحی ہے۔ جیسا کہ ہم نے خشیت کی وجہ میں بیان کیا ہے کہ یہ خشیت شک و شبہ دریب کی وجہ سے نہیں تھی۔ جیسا کہ بعض کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ البتہ بایں ہمہ یہ شک ممکن ہے کہ اس بارے میں ہو کہ آپؐ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ فرشتہ جو میرے پاس بھیجا گیا ہے یہ وہی ہے جو دیگر انبیاء سابقین علیہم السلام کی طرف وحی لایا کرتا تھا اور نہ ہی آپؐ کو اس کے نام کا علم ہو تو یہ کوئی نقصان کی بات نہیں ہے۔

قوله باليتنى اكون حيا صفحہ ۳-۸ یعنی اگر میری جوانی اور طاقت نے ساتھ نہ دیا پھر بھی میں اگر زندہ نہ رہا تو آپؐ کی زبان سے یا جو صورت بھی ممکن ہوئی آپؐ کی ضرورت مدد کروں گا۔ یہ دعا علی سبیل التذلل ہے۔ اَوْ مَحْرَجَتِي ھم آنحضرت ﷺ نے قوم کے

نکالنے کو تعجب اور استفہام انگاری کے طور پر اس لئے بعید سمجھا کہ آپؐ نے سوچا میں ان کو نصیحت کرتا ہوں اور خیر کی طرف دعوت دیتا ہوں پھر بھی وہ مجھے اپنے شر سے نکال دیں گے۔ آپؐ کا گمان تھا کہ کوئی عاقل اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جو شخص ان کو بھلائی بلکہ نجات کی دعوت دیتا ہو اس سے دشمنی کریں۔ میں ان کو نفع پہنچانے کی کوشش کروں اور وہ مجھے نقصان پہنچائیں یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ تو درقہ بن نوفل نے ایک ایسا عجیب جواب دیا جس کے بعد حدیث کی ضرورت نہیں رہتی کہ عادت اللہ ایسے ہی جاری ہے کہ جو ذات عوام کی خیر خواہی کی طالب ہو لوگ اس سے عداوت رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ مدعی اس طرح بھی ثابت کرنا ممکن تھا جس میں قدرے طوالت تھی کہ انسانی نفوس کی جبلت یہ ہے کہ جن امور کے وہ عادی ہوتے ہیں اس کی مخالفت کو وہ ناپسند کرتے ہیں حالانکہ اس میں ان کی بھلائی اور بہتری ہوتی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل بعد میں آئے گی۔

و یحدث من فترة الخ صفحہ ۳ - ۱۲ مطلب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ایک ایسی حدیث بیان کی جس کا اوائل ایام وحی سے تعلق تھا یہاں تک کہ ان کی حدیث یہاں تک پہنچی۔ الی قولہ وهو یحدث تین سال تک وحی اس لئے منقطع رہی تاکہ آنحضرت ﷺ پہلے نازل شدہ آیات کے معانی اور مفہام پر غور فکر کر لیں۔ وجہ یہ کہ کتاب کا جو حصہ پہلے نازل ہوا اس میں جمع نصوص کی مراد سمجھنے میں اجمالی اشارہ ہوتا ہے۔ جس پر فکر اور تدبر کی حاجت ہوتی ہے۔ دوسرے تاخیر وحی کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ شوق میں اضافہ ہو۔ اور مسلسل نازل ہونے میں کلفت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ آپؐ پر جب وحی کا نزول ہوا تو کلفت کا سامنا کرنا پڑا اور اسی طرح فترت کے بعد جب نزول ہوا تو سختی اور مشقت میں مبتلا ہوئے۔ اگر پہلے سے ہی وحی کا تسلسل ہو تا تو ممکن ہے آپؐ کی ہلاکت کی نوبت آجاتی۔ یا آپؐ کا جسم اطر سخت مصائب و آلام کا نشانہ بنتا۔

قوله فرغت منه صفحہ ۳ - ۱۲ یہ دہشت فرشتہ کو اپنی اصلی صورت میں دیکھنے سے لاحق ہوئی۔

ثم علينا ان نقرء صفحہ ۳ - ۲۲ قرأت سے دونوں جگہ ایک مراد نہیں بلکہ دوسری قرأ یعنی اِنَّ عَلَيْنَا لَنَاقرء میں محض بیان مقصود نہیں بلکہ قرأ بھی مراد ہے۔ جبکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بیان کی تفسیر انہوں نے قرأ سے کی ہے۔ اور پہلا مقام یعنی اِنَّ عَلَيْنَا لَجَمْعُهُ وَقُرْآنُهُ میں قرآن سے قرأ مراد ہے۔ اور دونوں قرأتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلی قرأ سے مقصد یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کو آپؐ کے سینہ اور دل میں اس طرح جمادیں گے کہ آپؐ خود اس کے پڑھنے پر قادر ہو جائیں گے اور دوسری قرأ سے مراد قرأ علی الامۃ ہے۔ کہ وہ ایسی قرأ واخو ہوگی جو امت پر خلط ملط نہیں ہوگی۔ اور یہی لفظ بیان کا مدلول ہے۔ تو بیان سے مراد قرأ قرأ علی القوم ہے جس میں بیان کے معنی ملحوظ کے ہیں۔ کہ وہ قرأت نہایت واضح اور ظاہر ہوگی۔ نیز ! حدیث کو باب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جب اوائل ایام نبوت میں آپؐ کا یہ حال تھا تو پہلے پہل جو آپؐ پر وحی نازل ہوئی اس میں بھی یہی حال ہوگا۔ تو بدء الوحی کی بعض کیفیت کا بیان ہو گیا۔ کہ نزول وحی کے وقت آپؐ سختی برداشت کرتے تھے۔ اور یہ بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کیفیت وحی کا بیان بظاہر وحی کا سبب کیا بنا کہ ان میں سے ہر ایک فضل اور احسان الہی تھا۔ آیت نازل شدہ کا اور حکم نازل کردہ کا حال بیان ہوگا۔

اور منزل علیہ یعنی جن کی طرف وحی کی گئی ان کی اردات کامیان یا فرشتہ کی بعض کیفیات کامیان اور اس کے احوال کامیان ہو گا۔ چنانچہ اس روایت میں موحی الیہ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی کیفیت میان کی گئی ہے۔ اگر یوں کہا جائے کہ یہ حدیث اسلئے لائی گئی کہ اس میں وحی کا ذکر ہے اس سے کوئی حث نہیں کہ اس کی ابتداء یا کیفیت کیا تھی تو اس صورت میں کسی تکلف کی ضرورت نہیں رہتی مناسبت واضح ہے۔

اخبرنا یونس بن معمر نحوه الخ صفحہ ۳ - ۲۵ نحوہ سے اشارہ ہے کہ معمر راوی کے الفاظ حدیث یونس راوی کے الفاظ حدیث کے خلاف ہیں۔ اگرچہ دونوں کا معنی میں اتحاد ہے۔ اگر لفظ اور معنی دونوں میں اتحاد ہو تو مثلہ کا لفظ لا جاتا ہے۔

فیدارسہ القرآن صفحہ ۳ بظاہر روایت ترجمہ سے مناسبت نہیں ہے مگر امام سیوطیؒ کی یہ روایت صحیح ہو کہ حضرت جبرائیلؑ ہر سال رمضان شریف میں قرآن مجید کا آپ کے ساتھ دور کرتے تھے۔ خواہ وہ نازل ہو چکا ہو یا نازل نہ ہوا ہو۔ بعد ازاں آنحضرت ﷺ اس کو بھول جایا کرتے تھے۔ تو پھر جبرائیلؑ کا آپ پر قرآن کرنا یہ بھی وحی کی ایک قسم ہوگی۔ کہ فرشتہ آپ کے سامنے آجاتا تھا تو اس کی ابتداء غیر منزل کے مقابل میں ظاہر ہے۔ یعنی وحی کی ابتداء کبھی پہلے طریقہ کے خلاف ہوئی تھی۔ کہ نزول ملک کی صورت میں ایک دوسری کیفیت ہوتی تھی۔ اور عادت کے خلاف ایک قرآن کا ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اگر مشہور روایت پر قرآن ہو کہ جبرائیلؑ مانزل یعنی جو حصہ اتر چکا تھا اس کی آپ پر قرآن کرتے تھے۔ پھر بھی یہ قسم اقسام وحی میں سے ہوگا۔ کہ دوسری مرتبہ قرآن وحی کی یہ قسم ہوگی کہ فرشتہ قرآن کرتا تھا۔ البتہ تکرار وحی کا الزام رہے گا کہ موحی ایک ہے اور قرآن دوبارہ ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیوں کہ بعض صورتوں کا نزول دوبار ہوا ہے۔ ہاں یہ تکرار تکرار سُور سے کم درجہ کا ہوگا۔ کیوں کہ یہ اسی فرشتہ کی طرف سے ہے آسمان سے اس کا نزول نہیں ہے اور کوئی بعید نہیں اگر یہ توجیہ بیان کی جائے کہ جب رمضان شریف میں جناب جبرائیلؑ سے ملاقات کے وقت آنحضرت نبی اکرم ﷺ کا یہ حال ہوتا تھا کہ باہمی دونوں کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر چڑھ جاتا تھا تو بدو وحی کے وقت جب آپ کی جبرائیلؑ سے ملاقات ہوتی ہوگی تو یہی حال اس وقت بھی ہوتا ہوگا جیسا کہ روایت دلالت کرتی ہے کہ پہلی مرتبہ بدو الوحی میں جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو توجہ القائی کے لئے جھپٹا تو جیسے جھپٹنے کا اثر آپ پر ظاہر ہوتا تھا۔ ایسے ہر ملاقات میں اثر خفی ضرور ہوتا ہوگا واقعی یہ غور طلب بات ہے۔ واللہ اعلم

قوله من الريح المرسلة صفحہ ۳ - ۱۳ جیسے سخت آندھی ہر چیز تک پہنچتی ہے آنحضرت ﷺ کی سخاوت اس سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ کہ جو چیز بھی آپ کے ملک میں ہوتی تھی اس کو آپ باقی نہیں چھوڑتے تھے۔

قوله ان هرقل ارسل اليه في ركب صفحہ ۳ - ۳۳ فی ركب یا الیہ کی ضمیر مجرور سے متعلق ہے۔ تو معنی ہوں گے کہ یہ بھی اس قافلہ میں تھے۔ یا اس کا تعلق ارسل فعل سے ہے۔ کہ ان کی طرف پیغام اس لئے بھیجا تاکہ ان سے قافلہ کا حال معلوم کریں اور پھر ان کو اپنے ہاں بلائیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ فی اجلیہ ہو۔ پھر بھی اوسفیانؑ کا اس قافلہ سے خارج ہونا لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی ان کی طرف ارسال کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ قافلہ کے سردار تھے اور ان سب سے افضل تھے۔

وقوله وهم بايليا صفحہ ۴ - ۳ س وجہ یہ ہوئی کہ کسریٰ بادشاہ فارس نے حملہ کر کے ہر قل بادشاہ روم سے اس کا ملک چھین لیا تھا ہر قل نے منت مانی تھی کہ اگر کسریٰ سے اس کا ملک ہر قل کو واپس مل گیا تو وہ پیدل ایلیاء یعنی بیت المقدس آکر عبادت کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جب اس کا ملک اسے واپس کر دیا تو وہ بیت المقدس میں آکر ایک رات وہ خواب دیکھ رہا تھا جس کا روایت میں ذکر ہے کہ ختنہ کرنے والوں کا بادشاہ اس ملک پر غالب آجائے گا۔ اتفاق سے بادشاہ غسان نے بھی ایک آدمی بھیج کر اس کی تصدیق کر دی۔ تو ہر قل نے رومیہ کے حاکم کی طرف دریافت احوال کے لئے خط لکھا۔ ابھی اس کا جواب نہیں آیا تھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا والائامہ اس کے پاس پہنچ گیا۔ جس سے آنحضرت ﷺ کی بعثت اس کے نزدیک واضح ہو گئی۔ تو یہ تینوں واقعات ایلیاء بیت المقدس میں اس کے سامنے پیش آئے۔ تو اس نے اپنے وطن واپس ہوتے ہوئے دوبارہ اس کی تحقیقات شروع کی۔ چنانچہ جب وہ اپنے دار الخلافہ حمص میں پہنچا تو اسے حاکم رومیہ کا جواب موصول ہوا۔ تو اس نے اپنے حاشیہ نشینوں کو جمع کیا۔ اس طرح واقعات کی ترتیب مناسب رہے گی۔

قوله ايلك اقرب نسباً صفحہ ۴ - ۵ س یہ اس نے اس لئے پوچھا کہ صاحب البیت ادری مالہ کے مطابق قریبی رشتہ دار ہی اپنے قریبوں کی خوبیوں اور برائیوں سے خوب واقف ہوتا ہے۔

قوله ان كذبنى الخ صفحہ ۴ - ۳ س یہ بادشاہ نے ان سے اس لئے کہا کہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ یہ سب لوگ کفر میں اس کے شریک رہے ہیں۔ میرا گمان ہے کہ جھوٹ کی قباحت بالخصوص بادشاہ کے سامنے اس کے جھٹلانے سے ان کو خاموش نہیں رہنے دے گی۔ اب جبکہ میں خود بادشاہ ان کو حکم دے رہا ہوں تو وہ کیسے اس کی تکذیب نہیں کریں گے۔ نیز ! بادشاہوں کا رعب داب اور ان کا ہمارے شہروں کو آنا جانا یہ ایسے حالات ہیں جو اس کو بچنے والے پر مجبور کریں گے۔ اگر بالفرض اس نے اپنی گفتگو میں کوئی جھوٹی بات کہہ بھی دی تو اس کی جھوٹی باتیں کسی پر غنی نہیں رہیں گی۔ اگرچہ کچھ زمانہ بعد ہی کیوں نہ ہو۔ شہروں میں اس کا جھوٹا پن مشہور ہو جائے گا۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ بادشاہ کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ لوگ کفر میں ابو سفیان کی موافقت کرتے ہیں۔ اور ابو سفیان کی پیٹھ کے پیچھے اس لئے بٹھلایا کہ آمنے سامنے کسی کو جھٹلانا آسان نہیں ہوتا۔ شاید لحاظ و مروت اور آنکھوں کے سامنے ہونا ان کو اس کی تکذیب سے مانع ہو۔ اس لئے پیٹھ کے پیچھے بٹھایا۔

قوله ان يائرو الخ صفحہ ۴ - ۸ س یعنی جب ان لوگوں کو میرے جھوٹے ہونے کا علم ہو جائے گا تو میری بعد کی گفتگو پر سے ان کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور رعب کا جو آدمی بھی یہ واقعہ سنے گا وہ مجھے جھوٹا شمار کرے گا اس طرح اکناف علم میں شہر و دیہات میں میرے جھوٹ کا چرچا ہو گا۔ عام شراح بھی معنی لے لے رہے ہیں۔ اور علی کو عسی کے معنی میں لیتے ہیں۔ شیخ مکتوبی کے نزدیک دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ہر قل کی مجلس میں قوم عرب کا ان کو جھٹلانا اگرچہ معنی بعید ہے لیکن صحیح ہے۔ اس لئے کہ ابو سفیان کو اعتماد تھا کہ یہ لوگ میری تصدیق کریں گے۔ اور جو کچھ میں کہوں گا اس پر خاموش رہیں گے۔ کیونکہ معنی یہ ہو جائیں گے کہ یہ لوگ بادشاہ کی طرف

نقل کریں گے کہ میں نے جھوٹ بولا حالانکہ یہ معنی بعید ہیں۔

قوله ونحن منه في مدة الخ صفحہ ۴ - ۱۲ اس ابوسفیانؓ کا مقصد یہ ہے کہ ہم اس وقت آنحضرت ﷺ سے غائبانہ نہیں جان سکتے۔ کہ آپؐ اس بارے میں کیا کرنے والے ہیں یا ہم نے ان سے صلح حدیبیہ کر تولی ہے اب دیکھیں وہ اس میں کیا کرتے ہیں۔ صلح کو نبھاتے ہیں یا نہیں۔ ہر حال جو احتمال بھی ہو وہ اپنے اس قول سے اپنے ضمیر کے اعتقاد کے خلاف خبر دے رہے ہیں۔ اس لئے اسے یقین تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ دھوکہ باز نہیں۔ اور نہ ہی عہد شکن ہیں لیکن دل کے احوال اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر میں نے آپؐ کی طرف غدر کی نسبت کر دی تو مجھے کوئی نہیں جھٹلائے گا کیونکہ وہ کہہ سکتا تھا کہ مجھے جناب نبی اکرم ﷺ پر وثوق نہیں ہے کہ وہ غدر نہ کریں۔ تو یہ بات اس کے گمان کے مطابق جھوٹی نہ ہوتی۔ مگر اس کا یہ گمان واقع اور نفس الامر کے خلاف ہوتا۔ نیز ! اس نے اپنے اس گمان کو کذب سے اس لئے تعبیر کیا کہ وہ اس کے یقین کے مخالف تھا کیونکہ وہ آپؐ کی صداقت امانت اور اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ آپؐ نے کبھی اپنے عہد و پیمان میں غدراری نہیں کی۔

قوله وكذلك الرسل تبعث الخ صفحہ ۳ - ۱۶ یہ اس لئے تاکہ اہل قدر و منزلت انبیاء و رسل علیہم السلام کے پاس بیٹھنے سے نفرت نہ کریں۔ لو کوئی ان کی اطاعت سے گھمن نہ کرے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ مصائب اور نتائج کی وجہ سے رسولوں کو عار دلانی جائے۔

قوله لو كان احد الخ صفحہ ۴ - ۷ اس معلوم ہوا کہ ان کی قوم میں سے کسی کی یہ عادت نہیں کہ وہ اس قسم کے دعاوی کرے کہ **قوله ويكذب على الله الخ** صفحہ ۴ - ۲۰ یہ دلیل اگرچہ کفار قریش پر حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ لوگ تو حشر و نشر کے منکر تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک حجت بن سکتی ہے۔ کیونکہ آپؐ تو حشر و نشر کا اقرار کرنے والے ہیں اور یہ رسالت کے دعویٰ کرنے والے پر حجت تامہ ہے۔ اس لئے کہ جب اس نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو آپؐ کے نزدیک یہ بات حق ہے کہ جھوٹ کا انجام آپؐ کو بھگتنا ہوگا۔ کیونکہ جو کام بھی آپؐ اچھایا بُرا کریں گے اس کا بدلہ ملے گا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دعویٰ کے باوجود آپؐ اللہ تعالیٰ پر افتراء کریں اور وہ چیز کہیں جو آپؐ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔ نیز ! یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مشرک اور کافر اکثر حشر و نشر اور اللہ کی طرف واپس جانے کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن مجموعی طور پر وہ لوگ اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ آدمی کو اپنے اعمال کا بدلہ ملے گا نیکی ہے تو نیک بُرائی ہے تو برا ہر حال بدلہ ملے گا۔ آخرت میں نہ سہی دنیا میں بدلہ ملنے کا ان کو بھی اعتراف تھا کیونکہ جو قبائح اور برائیاں ان میں شائع ذائع تھیں ان میں سے اکثر کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ وہ اپنے گمان فاسد کے مطابق انہیں قربات اور طاعات شمار کرتے تھے۔ تو ہو سکتا ہے کہ آپؐ کا یہ ارشاد خود ان پر بھی حجت ثابت ہو۔ نیز ! بادشاہ کا قافلہ کو طلب کرنا اور ان سے پوچھ گچھ کرنا اس سے اس کا مقصود جناب نبی اکرم ﷺ کے حالات کی تفتیش کرنا تھا۔ اور آپؐ کی بعثت پر یقین حاصل کرنا تھا کیونکہ اس نے ایک تو خود ستاروں سے غور و خوض

کرنے کے بعد معلوم کر لیا تھا۔ دوسرے غسانی بادشاہ کی طرف سے حالات پہنچے تھے۔ اس سے اس کا مقصد تو حاصل ہو گیا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ جو خیر و برکت اس کو ان سے حاصل ہوئی تھی وہ اپنے پاس سے بھی ان کو فائدہ پہنچائے۔ تاکہ غرور و تدبر کے بعد جو بات انہیں بھی معلوم ہو اسے اختیار کریں۔ نیز! جناب نبی اکرم ﷺ کی جو محبت اس کے اندر پیدا ہو چکی تھی اس نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنی وسعت کے مطابق آنحضرت ﷺ کی ضرورت مدد کرے بایں ہمہ وہ اپنی سلطنت کے عمائدین کو حاضرین کو سنانا چاہتا تھا کیونکہ یہ بات ان کیلئے زیادہ نفع بخش تھی اس سے کہ بادشاہ خود ان سے بالمشافہ بات کرتا۔ اس طرح اب یہ کہنا خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہو گا اس لئے کہ یہ خطاب غیر لوگوں کو ہے۔ اور ہر قل کی قوم کتاب اور ملہ والے لوگ تھے تو اس کا یہ کہنا لم یکن لیذر الخ یہ اہل ملہ پر حجت قائم کرنا ہے اسلئے کہ یہ لوگ حشر و نشر کو تسلیم کرتے تھے۔ اور حشر و نشر پر ان کا یقین تھا۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا سیملک موضع قد قطعی ہاتین کہ عنقریب وہ میرے ان دو قدموں کی جگہ کا بھی مالک ہو جائے گا۔ اس سے بھی اس کا مقصد اپنی قوم کو سنانا تھا تاکہ بعد میں اس کی دعوت خطاب نتیجہ خیز ثابت ہو سکے ولہم یدکو الخ روایت میں گیارہ باتوں کا سوال تھا۔ جواب میں نوہ کا ذکر ہوا۔ دو باتیں یعنی آپ کے قتال اور ان کے قتال کا ذکر چھوڑ گئے صرف یہ جواب دیا کہ الحرب بیننا و بینہ سجال کیونکہ بادشاہ قتال کے سوال سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا یہ وہی نبی موعود ہے یا کوئی اور ہے۔ اور کتب قدیمہ سادہ میں قتال کے بارے میں لکھا ہوا تھا اس کو اس لئے نہیں دہرایا کہ یہ کوئی بڑی علامت کی چیز نہیں تھی اور نہ ہی دشمن اور مخالف پر کوئی جتہ قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہر دو لڑنے والوں اور مخالف گرد ہوں میں یہی عادت جاری ہے کہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے کبھی دوسرے کا۔ البتہ الحرب سجال پر ایک اشکال ہے کہ جب سے ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے محاربہ اور مقاتلہ شروع کیا ہے۔ نہ تو آپ نے شکست کھائی ہے اور نہ ہی کبھی آپ کی مدد چھوڑ دی گئی ہے۔ تو پھر الحرب سجال کیسے ہوا۔ جواب یہ ہے کہ بادشاہ نے نبی کی شکست اور بھاگ جانے کے متعلق اس لئے سوال نہیں کیا کہ اس کو یقین تھا کہ رسول کی شان ثابت قدمی اور صبر سے مصائب کو جھیلیں گے۔ تو اب مقصود یہ ہو گا کہ آیا یہ لوگ قتل کرتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں یا معاملہ مختلف رہتا ہے۔ تو یہ حق جس میں کوئی شک نہیں کہ کفار نے مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں قتل کیا اور بدر کی لڑائی میں مقتول ہوئے۔ اور حرب کے ڈول سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ جب ڈول کسی کے ہاتھ میں ہو اور دوسرے لوگ خالی کھڑے ہوں تو جب فتح و کامیابی کا معاملہ مختلف ہو تو ڈول کی طرح ہو گیا۔ کہ ایک مرتبہ وہ اس کو پکڑتا ہے اور دوسرے مرتبہ دوسرے کو پکڑتا ہے۔ لکڑی کے دونوں کنارے پر ڈول باندھ دیتے تھے۔ جب کنویں میں پانی بھر نے کیلئے ان کو ڈالتے تو ان میں سے ایک نیچے چلا جاتا دوسرا اوپر کورہ جاتا۔ واللہ اعلم

قولہ سخطۃ لدینہ الخ صفحہ ۴ - ۲۳ اس قید کے اضافے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ارتداد کبھی دوسرے عوارض اور اسباب کی وجہ سے ہوتا ہے جو اسلام لانے کے بعد مرتد کو لاحق ہو جاتے ہیں۔ ایسا ارتداد نہ اسلام کے باطل ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اس بات کی نشانی ہے کہ وہ دین جس سے وہ پھر گیا ہے اس میں کوئی نقص یا کچھ مفسد ہیں۔ اسی وجہ سے ابوسفیانؑ نے ارتداد کی نفی کر دی۔ اگر مطلق ارتداد سے سوال کرتا تو پھر نفی سے جواب دینے کی گنجائش نہیں تھی۔ ورنہ وہ کہہ سکتا تھا کہ بعض لوگ اسلام سے پھر گئے ہیں۔

جیسے عبداللہ بن الخطل وغیرہ کیونکہ ان کا ارتداد عن عوارض اور اسباب کی وجہ سے تھا جن کا ذکر تواریخ میں ہے ملت اسلام سے کراہت کی وجہ سے نہ تھا۔ عبید اللہ بن جحش زوج ام حبیبہ نصرانی اس لئے بن گیا کہ وہ اسلام میں علی وجہ البصیرت داخل نہیں ہوا تھا۔

لَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهُ مِنْكُمْ صفحہ ۲۶-۲۷ حالانکہ کتب سماویہ میں بھی لکھا ہوا تھا کہ نبی آخر الزمان عرب اور قریش میں سے ہوگا لیکن معلوم نہیں تھا کہ ابوسفیان خاص کر وہ تمہارے خاندان میں سے ہوگا تو وہ مناف میں سے ہونا مخفی نہ ہو بلکہ وہ تو اسکے نزدیک ظاہر تھا۔
قوله ثم دعا بكتاب رسول الله ﷺ صفحہ ۴ - ۲۷ یہ ہر قل کی کمال دانشمندی ہے کہ جب تک خط بھیجنے والے کی حقیقت اور اصلیت معلوم نہیں کر لی اس وقت تک خط کو نہیں کھولا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت دجیہ کلبیؓ کو عظیم بھرنی تک والا نامہ پہنچانے کا حکم دیا تھا۔ اور عظیم بھرنی اس کو لیکر بیت المقدس پہنچا اس لئے کہ ہر ایک کو بادشاہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہوتا۔

قوله يؤتلك الله اجرک مرتین صفحہ ۵ - ۲ یا تو اس کو کثرت پر محمول کیا جائے کہ یہ اجر و ثواب بار بار ملتا رہے گا اس لئے کہ اپنی رعایا اور تابعین کے اسلام لانے پر اسے ثواب ہوگا۔ یا حقیقتاً ثبوتیہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لایا اور آنحضرت ﷺ پر بھی ایمان لے آیا جس سے وہ دوہرے ثواب کا مستحق ہوا۔

قوله الى كلمته سواء بيننا والخ صفحہ ۵ - ۳ اس سے مقصود یہ ہے کہ میں تمہیں ایسی بات کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو فریقین کے درمیان تسلیم شدہ ہے۔ اور غیر اللہ کو رب بنانا کہ ان کے احکام کی اطاعت کی جائے یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے اسلئے کہ انجیل میں وجوہی حکم موجود ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے۔ تو آپ پر ایمان لانا درحقیقت اپنی کتاب کے مضمون پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہے۔ بشرطیکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم انجیلی کی تعمیل کریں اور اپنے علماء کی بات کو نہ مانیں جو انہیں اسلام لانے سے روک رہے ہیں۔

فَان تَوَلَّوْا الخ صفحہ ۵ - ۵ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہے۔ شاید ہر قل کو یہ معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسلئے اس کو اس پر تنبیہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ نیز! کلام کا سیاق سابق بھی یہی بتلاتا ہے۔ اس لئے اس کی تصریح کی ضرورت نہیں رہی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

قوله کثر عنده الصخب الخ صفحہ ۵ - ۵ شاید ان لوگوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے معاملہ اور والا نامہ کے جواب دینے میں باہمی مشورہ کیا ہو۔ انجمنی زبان ہونے کی وجہ سے ابوسفیان اور ان کے ساتھی اس کو نہ سمجھ سکے ہوں جس کو انہوں نے شور و شغب سے تعبیر کیا۔

قوله وكان ابن الناطور الخ صفحہ ۵ - ۷ یہاں سے امام زہری کے قول کے مطابق قصہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔

اور امام بخاریؒ نے بغیر فصل کے ایک قصہ کا دوسرے قصہ پر عطف اس لئے کر دیا کہ ان کے پاس یہ دونوں قصے ایک سند سے پہنچے ہوں گے۔ اور اس سے مقصد یہ ہے کہ ابن طاہور نے ہر قل کے قصہ میں سے وہ حصہ بیان کیا جو امام زہریؒ تک نہیں پہنچا۔ اور جو کچھ ان تک پہنچ چکا تھا اتنا حصہ اس قصہ میں سے انہوں نے چھوڑ دیا جیسا کہ قصص کی ترتیب ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں۔ اگر اعتراض ہو کہ جب ہر قل کے نزدیک مختلف اسباب کی بدولت آنحضرت ﷺ کی رسالت کا معاملہ بیت المقدس میں واضح ہو چکا تھا تو پھر اس نے اس کو اپنے لواحقین تک پہنچانے میں حصص تک تاخیر کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ اسے خود تو یقین ہو چکا تھا مگر اپنی رائے کے ساتھ اپنے ساتھی رومیہ والے کی رائے بھی ملانا چاہتا تھا۔ کیونکہ ہر قل کے علم کی طرح اس کے ساتھی کا علم بھی قوم کے نزدیک تسلیم شدہ تھا اور ان دونوں کی دانشمندی کے لوگ معترف تھے۔ تو کسی معاملہ پر ان دونوں کا اتفاق کر لینا غلطی کے احتمال کو زیادہ دور کرنے والا تھا اس لئے تاخیر ہوئی اور فوائد بھی ہوں گے۔

قوله فلا لا يهمنك شأنهم صفحہ ۵۔۱۱ کیونکہ یہودیوں کی کوئی سلطنت اور حکومت نہیں تھی وہ تو ضربت علیہم الذلۃ والمسكنۃ کا مصداق ہیں۔ تو وہ آپؐ کی رعایا اور ذی بن کر رہیں گے جن کا قتل کرنا تھوڑی سی ہمت کرنے سے آسان ہو جائے گا۔

ثم كتب هرقل الى صاحب له صفحہ ۵۔۱۵ جناب رسول اللہ ﷺ کے والا نامہ کے آنے اور ہر قل کے ابوسفیانؓ سے سوال جواب یہ اس کے ساتھی کے جواب آنے سے پہلے واقع ہوئے۔ کیونکہ اس کا جواب ہر قل کو اس وقت پہنچا جب وہ ایلیا بیت المقدس سے اپنے دار الخلافہ کو واپس پہنچا ہے۔

قوله فلم يرهم حمص الخ صفحہ ۵۔۱۵ ظاہر یہ ہے کہ ساتھی کے خط کے جواب کے لئے اس نے حمص میں انتظار نہ کیا کیونکہ اس سے پہلے اسے علم تو حاصل ہو چکا تھا لیکن اتفاقاً جب اسے حمص میں قیام کرنا پڑا تو وہاں اسے خط کا جواب موصول ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں پر اس نے انتظار بھی کیا ہو۔ البتہ یہ انتظار حصول یقین کے لئے نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تو اسے حاصل ہو چکا تھا۔ بلکہ انتظار اس لئے ہوگا تاکہ قوم پر جتہ پوری ہو جائے۔

ثم امر بابوا بھا صفحہ ۵۔۱۷ دروازے اس لئے بند کرائے تاکہ حاضرین میں سے کوئی کھسک نہ سکے جس سے فتنہ برپا ہوگا اور جب سب قیدی اور محصور ہوں گے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ معاملہ طے شدہ تھا۔ چنانچہ بعد میں اس نے سب کے سامنے اس کا اظہار کیا۔ دراصل اس طرح وہ انہیں مانوس کرنا چاہتا تھا اور ان کی وحشت کو دور کرنا تھا۔ لیکن قوم بھڑک اٹھی۔ اس کے بعد اس سے کوئی اسلام کی علامت ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے اپنے اسلام کو چھپا دیا۔ شاید سلطنت کی حرص تھی۔ یا اپنی جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ یا اپنے ساتھ یقین سے پھر گیا۔ امام بخاریؒ کا کلام اس پر محمول ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں كان هذا آخر شان هرقل یعنی آخر میں جو اس نے بات کہی وہ یہی تھی کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ ثابت ہوا کہ تم اپنے دین پر پختہ ہو۔ اب بین اللہ و بینہ کیا حکم ہے یقین اور جزم سے کچھ کہنا مشکل ہے اور نہ ہی کسی کو اس کی جرأت ہو سکتی ہے پس مؤلف امام بخاریؒ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے ہر قل کے کفر کا حکم دیا ہے

یہ ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ غزوہ تبوک میں اس کا آنجناب محمد ﷺ کے مقابل میں آنا۔ اور اسی طرح غزوہ موتہ میں خروج کرنا یہ اس کے کفر کی دلیل نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان دونوں واقعات سے اس کا فسق لازم آئے گا۔

هل لكم في الفلاح والرشد صفحہ ۵-۱۸ جو چیز فلاح میں ہے وہ رشد میں نہیں۔ بنا علیہ دونوں حقیقی بھی ہو سکتے ہیں اور اضافی بھی۔ فلاح اور رشد کی حقیقت اسلام ہے یہاں دونوں جمع ہو گئے۔ اور ان میں سے ایک اضافی ہو اور ایک حقیقی۔ کفر اور سرکشی کی صورت میں دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ البتہ جزئیہ خرچ کرنے اور ذمی ہونا قبول کر لینے میں فلاح ہے رشد نہیں ہے۔

قوله تبایعوا دونوں امور کو شامل ہے کیونکہ مباہلہ مباہلہ اسلام کی بھی ہو سکتی ہے۔ اور مباہلہ عہد اور ذمی ہونے کی بھی ہونے کی بھی ہے۔ تو اس نے ان کو افضل الامورین اسلام کی ہدایت کی پھر مفضل بتلایا کہ اہل کتاب رہ کر جزئیہ ادا کرتے رہو۔ واللہ اعلم

قوله حمر الوحش صفحہ ۵-۱۹ گدھے زیادہ وحشت اختیار کرتے ہیں اور یہی وجہ شبہ ہے کہ انہوں نے سخت نفرت کا اظہار کیا

كِتَابُ الْإِيمَانِ

قوله وقول وفعل الخ صفحہ ۵-۲۵ شاید فعل سے امام بخاریؒ کی مراد عام فعل ہو جو فعل قلب اور فعل الجوارح کو شامل ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف اعضاء کا فعل مراد ہو۔ تو اس صورت میں ایمان کا تیسرا کن تصدیق کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ علماء کا اتفاق ہے کہ تصدیق قلبی ایمان میں بہر حال معتبر ہے۔ پھر اس عبارت سے مقصد مرجیہ پر رد کرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ کرنے سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور معتزلہ پر بھی رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان فسق کا ایک درجہ ثابت کرتے ہیں اور اس سے ہمارے فقہاء اور متکلمین کے مقصد کو بیان کرنا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ ایمان زیادہ اور نقصان کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ قول اور فعل کی بیشی کو قبول کرتے ہیں۔ چونکہ مرجیہ کے عقائد ایسے ہیں جن سے اعمال کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ اس لئے مؤلفؒ نے آیات روایات اور آثار کثرہ سے ان کا رد کیا ہے۔ پھر امام بخاریؒ کے نزدیک ایمان اور اسلام میں اتحاد ہے۔ اس لئے ان کے استدلال کا درود مار بھی اسی پر ہے جس کے حق ہونے میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ جو ایمان شریعت میں معتبر ہے وہ کبھی اسلام سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ حمائہ کیوں نہ ہو اور ایمان انقیاد بالطنی کا نام ہے۔ اپنے گناہوں اور تقصیرات کا اعتراف کرنا ہے۔ اگر اعمال میں کوئی خلل آجائے یا کئی گناہ اس سے سرزد ہوں تو توبہ سے ازالہ ہو سکتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہو گا۔ اس طرح اسلام شرعی کا بغیر ایمان کے متحقق نہ ہوتا بھی

ظاہر ہے۔ اور عبارت میں الہدیٰ سے مراد ایمان ہے۔ روایات اور آیات میں سے جو ایمان کی زیادتی معلوم ہوتی ہے وہ مؤلف امام حزاریؒ کے نزدیک مؤمن بہ کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے۔ یا یقینان کے مراتب اور تصدیق کی کیفیات کی زیادتی پر محمول ہے نفس ایمان میں کوئی زیادتی نہیں کیونکہ وہ تو ایک بسیط شئی ہے مرکب نہیں ہے۔

قوله ان للايمان فرائض الخ صفحہ ۶-۲ آثار کا بیان شروع کیا ظاہر ہے فرائض اور شرائع نفس ایمان نہیں ہیں۔ کیونکہ ایمان تو تصدیق عند الكل کا نام ہے۔ کیونکہ ایمان کے دو فرائض ہونے کے کوئی معنی نہیں ہیں جب تک کہ اعمال کا بھی اس میں دخل نہ ہو۔ اور خود امام حزاریؒ سے الایمان فرائض کے الفاظ منقول ہیں۔ اس صورت میں اعمال کا ایمان میں داخل ہونا بدیہی امر ہو گا۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اثر کے یہ معنی تو ممکن نہیں ہیں کہ جس شخص کے اعمال میں خلل ہو وہ اس کی تکفیر کرتے تھے۔ جیسے اعمال کو ایمان میں داخل ماننے کی صورت میں یہ لازم ہے۔ کیونکہ یہ تو بالکل بعینہ مرجیہ کا مذہب ہے۔ جو نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ لہذا ان کی مراد یہ ہوگی کہ اعمال ایمان کامل میں داخل ہیں اور یہی بعینہ ہماری مراد ہے۔

قوله فمن استكملها الخ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے کلام سے دوسرا استدلال ہے۔

ولكن يطمئن قلبي صفحہ ۶-۴ اطمینان زیادہ یقین کا نام ہے۔ اس سے پہلے یقین کی نفی ممکن نہیں کیونکہ اگر ایمان علیہ السلام اس سے پہلے مؤمن تھے۔ تو لازم آیا کہ یقین اور تصدیق کے مراتب میں تفاوت اور تشکیک ہے اسی کو زیادتی الایمان کہا گیا ہے۔ اور اس آیت کو دوسری آیات سے الگ کر کے اس لئے لائے ہیں کہ حضرت امیر ایمان علیہ السلام کا کلام ہے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے۔ اگرچہ بطور حکایت قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت معاذ کا ارشاد کہ آؤں اگر وہ سے کچھ گھڑی ایمان میں اضافہ کر لیں۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ کا قول بھی۔ یہ سب کے سب اقوال مؤلف امام حزاریؒ کے مقصد پر دلائل ہیں۔ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ کیفیات میں زیادتی تو تسلیم شدہ ہے سب کے نزدیک۔

قوله اليقين الايمان كله صفحہ ۶-۵ یعنی یقین کل ایمان ہے اس میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایمان کی تاکید لفظ کل سے لائی گئی ہے۔ اور لفظ کل سے تاکید ہمیشہ ذواجزاء اور ذولعاض کی ہوا کرتی ہے۔ تو لازم آیا کہ اعمال ایمان میں داخل ہیں کیونکہ نفس ایمان میں تو کوئی جز اور حصہ نہیں ہے وہ بسیط ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ایمان کا یقین پر حمل ہے یا اس کا عکس۔ کہ یقین پر ایمان کا حمل ہے۔ اور یقین کے مراتب مختلف ہوتے ہیں۔ لازم آیا کہ ایمان کے بھی اسی طرح مختلف مراتب ہیں۔

قوله حقيقة التقوى صفحہ ۶-۶ تقویٰ بھی ایمان ہے تو لازم آیا کہ جس طرح تقویٰ کے مراتب ہیں جو ایک دوسرے سے افضل ہوں گے۔ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شرک سے بچے اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ماسوا اللہ کو چھوڑ دے۔ اس طرح ایمان کے بھی ادنیٰ اور اعلیٰ درجات ہوں گے۔ کیونکہ ایمان کا نام تقویٰ رکھا گیا ہے۔

قَوْلُهُ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ الْخ صفحہ ۶-۶ حضرت مجاہد کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور دین ایک چیز ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ شرائع اور احکام کے درمیان اختلاف ہے تو ایمان و دین کی وحدت کا تقاضا یہ ہو گا کہ دین کی طرح ایمان میں بھی زیادتی و نقصان ہو۔ اس مطلب پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ دیگر ادیان میں جو کی تھی آپؐ نے اسے مکمل کر دیا۔ اور یہی معنی حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لئے ایک راستہ۔ سبیل اور طریقہ بنایا ہے۔ تو بعض سبیل میں زیادہ ہدایت ہو گی۔ اور بعض میں کم ہو گی تو اس سے بھی ایمان کے درجات میں تفاوت پایا گیا۔ کیونکہ دین اور ایمان ایک ہے۔ اور یہ توجیہ بھی ممکن ہے۔ لکل الخ سے افراد امت نبی اکرم ﷺ مراد ہوں۔ کہ ہم نے ہر ایک کے لئے شرع و منها جمانایا ہے۔ تو اس صورت میں خطاب خاص طور پر امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو ہو گا۔ دوسری اہم مراد نہ ہوں گی۔ مطلب یہ ہو گا کہ مناج اور شرائع مختلف ہونے کے باوجود ان کا مقصد ایک ہے جب کہ ان کی شریعت اور ان کی کتاب ایک ہے۔ تو ہر ایک پر شریعت اور منہاج کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ تسلیم کر لیا جائے کہ تعدد مراتب سے دین میں تعدد نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی اس کے اوصاف شدت اور کمزوری میں تفاوت کی وجہ سے دین میں تفاوت ہو گا۔ ثواب آخری توجیہ پر شرع و منها جماً کے معنی یہ ہوں گے کہ غلام۔ آزاد۔ مرد۔ عورت۔ مقتدا۔ اور مقتدی۔ جوان۔ اور بوڑھے۔ تندرست۔ اور بیمار وغیرہ کے احکام میں بہت اختلاف ہے۔ بایں ہمہ دین ایک ہے۔ یا امت کا ہر فرد جو عمل کرتا ہے اس میں کثرت عبادت۔ قلت عبادت دین میں سختی اور کمزوری۔ جموعہ۔ جماعات کی کثرت سے پابندی کرنا یا تھوڑی پابندی کرنا ان میں باہمی تفاوت کے باوجود دین ایک ہے تو ایمان کے درجات کے تفاوت کے باوجود ایمان ایک ہو گا۔ اسی طرح تصدیق کے بھی منازل ہوں گے۔ اگر اس نے اعمال کو ان میں داخل کر لیا تو پھر تفاوت اور زیادہ ظاہر ہو گا۔ محشیؒ نے ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ پہلی آیت کی تفسیر مجاہد باب ترجمہ سے مناسب نہیں ہے۔ البتہ تفسیر ابن عباسؓ اس کے مناسب ہے۔ تو قطب گنگوہیؒ اس کے متعلق فرما رہے ہیں کہ دونوں تفسیروں کا مجموعہ ایک دلیل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تفسیر مجاہد کا حاصل یہ ہے کہ تمام ادیان متحد ہیں۔ اور ابن عباسؓ کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سنن اور مناج وہی شرائع ہیں۔ تو دونوں آیات میں جمع کی یہی صورت ہو گی کہ فروع ایمان یعنی اعمال میں جو تفاوت ہے اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ کیونکہ ادیان میں اتحاد ہے۔ اور فروع اعمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تو معلوم ہوا کہ دین واحد ہے اس میں کمی و بیشی قلت اعمال اور زیادۃ اعمال کی وجہ سے ہے۔ اگر یہ وہم ہو کہ جب دین اور ایمان اعتقاد اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے تو جز کا تغیر کل کے تغیر کو لازم ہو گا۔ تو تغیر جز کے بعد مجموعہ باقی نہ رہا یہ وہم اس لئے ساقط ہے کہ ایک اجزاء متقومہ ہوتے ہیں جن کے تغیر سے مجموعہ میں تغیر آجاتا ہے۔ دوسرے اجزاء مکملہ ہوتے ہیں جن کے ایک جز کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ اس مقام پر اجزاء متوقفہ الوجو دیں بحث نہیں ہے۔ بلکہ ایمان کامل کے اجزاء سے بحث ہے۔ جیسے انسان بلکہ سب حیوانات میں مشاہدہ ہے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کان ناک دانت اور ذم ان کے اجزاء ہیں۔ لیکن ان میں سے کسی کے تغیر سے کل میں تغیر نہیں آتا۔ الحاصل اجزاء دو قسم ہوئے۔ ایک وہ جن پر وجود اور تحقق موقوف ہوتا ہے

دوسرے وہ جو وصف کمال پیدا کرتے ہیں۔ تو اعمال کا ایمان میں داخل ہو نا دوسرے قسم کمال میں سے ہے۔ اجزاء معقودہ میں سے نہیں۔ جیسے آدمی کی ناک یا کان کٹ جائے یا آلہ تناسل کٹ جائے تو اس کے وصف کمال میں تغیر آیا وجود میں نہیں۔ اسی طرح اعمال کا تعلق ایمان کامل سے ہے مطلق ایمان سے نہیں۔

قولہ بنی الاسلام علی خمس الخ ۶-۹ اگر اشکال ہو کہ یہ حدیث تمہارے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی اس لئے کہ اس سے اسلام اور اعمال کی مغایرت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ مبنی اور مبنی علیہ مغایر ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ اسلام مجموعہ اعمال ہے اور مجموعہ ہر ہر رکن کے مغایر ہوتا ہے۔ تو وجود کل وجود اجزاء کے مغایر ہوں۔

باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل الخ صفحہ ۶-۱۰

قول اللہ الخ کا عطف امور الایمان پر ہے۔ جو ترجمہ میں داخل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس باب میں دو باتیں بیان ہوں گی۔ ایک امور ایمان یعنی اس کا ذکر ہو گا کہ حقیقت ایمان ایک امر مبسوط ہے جس کا کوئی جز نہیں۔ دوسرا یہ کہ یہ حقیقت تالیغیہ ہے جو چند امور پر مبنی ہے۔ جس کے ثبوت سے دوسرے امر کا ثبوت ہو گا اس کی طرف **قولہ لَیْسَ الْإِيمَانُ** سے اشارہ کیا ہے۔ الغرض باب کے تحت میں جو روایت لائی گئی ہے وہ دونوں امور کو ثابت کرتی ہے۔ اس لئے کہ روایت سے ثابت ہوا کہ ایمان کی سانچہ سے زائد شائیں ہیں۔ تو ایمان ایک ایسی چیز ہوتی جو دو اجزاء والی عارض ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ ایمان ایک ایسی حقیقت ہے جو اجزاء متناسبہ سے مرکب ہے۔ اسی طرح **قولہ تبارک وتعالیٰ لکن البر من آمن بالله الخ** کو اگر ظاہر پر حمل کیا جائے بھر طیکہ مضاف محذوف مانا جائے۔ اسی ذوالبر من آمن اور ہر حقیقی وہی ایمان ہے۔ تو سب امور مذکورہ ایمان میں داخل ہوں گے۔ اگر سوال ہو کہ امور الایمان کا معنی یہ ہے کہ وہ امور جن پر لفظ ایمان کا اطلاق ہوتا ہے۔ تو یہ اطلاق الکمل علی بعض اجزاء نہ ہو تو علاقہ مجازی تصحیح کے لئے ان اجزاء کو ایمان میں داخل ماننا پڑے گا جواب یہ ہے کہ علاقہ مجاز صرف کل اور جز میں منحصر ہے۔ ممکن ہے سبب و مسبب کا علاقہ ہو۔ یا انجام کے اعتبار سے ہو کہ مؤمن بلا آخر ان امور کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ جیسے مبتدی کو مولوی کہہ دیتے ہیں وہ مابینوں کے اعتبار سے ہے۔

قولہ لَیْسَ الْإِيمَانُ صفحہ ۶-۱۰ ہر سے ایمان مراد ہے۔ کیونکہ وہی اعلیٰ البر ہے۔ اسی طرح **لکن البر من آمن بالله الخ** میں بھی اگر شبہ ہو کہ عطف تو مغایرت چاہتا ہے جیسا کہ ضابطہ ہے۔ جب تک اس کے خلاف پر کوئی دلیل قائم نہ ہو تو معطوف علی الایمان ایمان کے مغایر ہو گا نہ کہ اس میں داخل ہو گا۔ تو جواب یہ ہے کہ ایمان دو قسم ہے کامل جس کو البر سے تعبیر کیا گیا تو وہ بھی ایمان ہے۔ اور وہ جن امور کا اس پر عطف کیا گیا ہے۔ دوسرا ناقص جس کو الایمان سے تعبیر کیا گیا تو معطوفات اس سے خارج ہوں گے۔ یہ ظاہر ہے اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

قولہ قد افلح المؤمنون الخ صفحہ ۶-۱۱ قولہ سے پہلے واؤ عطف کو اس لئے حذف کر دیا کہ یہاں کوئی التباس نہیں ہے۔

ورنہ روایت اصلی میں واؤ عطف موجود ہے۔ اور آیت کا دلیل ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ لفظ المؤمنون کے بعد جو صفات ذکر کی گئی ہیں۔ وہ ایمان اور مؤمنین کا بیان ہیں قید احترازی نہیں ہیں۔ اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ترجمہ میں ہے باب امور الایمان تمام شرائع اس پر متفق ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض جزیہ اعمال ثابت کرنا ہے۔ یا یہ کہ ایمان زیادہ و نقصان کو قبول کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بحث تو ختم ہو چکی ہے بلکہ اس جگہ مقصود ایمان کے بعض مقتضیات اور اس کے آثار کی تفصیل کرنی ہے جس سے تنبیہ کرنا ہے کہ مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ ان امور میں سے کسی کو چھوڑ دے۔ بلکہ یہ ان صفات سے متصف ہو۔ اس باب میں جو آیات اور روایات ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اس کی تائید کرتی ہیں معارض نہیں ہیں۔

قوله الایمان بصنع الخ صفحہ ۶-۱۳ یعنی ایمان کا کمال اور اس کا اثر کئی شاخیں ہیں۔ لیکن ذات ایمان منقسم نہیں ہے

وقال ابو معاویہ صفحہ ۶-۱۷ اس سے تصریح کرنا ہے کہ شبہی کا عبد اللہ سے سماع ہے اور بھی فوائد ہیں۔ نیز انکی اسناد سے روایت میں قوت پیدا کرنا ہے۔

بین ایدیکم وارجلکم صفحہ ۷-۱۷ اس سے فعل افترا کی قباحت بیان کرنا ہے کہ اس میں جھوٹ تو ہے ہی لیکن بین ایدیکم کا لفظ اگرچہ سامنے کی قریب اور بعید چیزوں پر صادق آتا ہے مگر لفظ بین ایدیکم وارجلکم قریب ترین چیز پر صادق ہے۔ جیسا کہ وجدان کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو قریب ترین چیز کے اندر جھوٹ بولنا یا زیادہ معلوم ہونے والی چیز کے اندر افتراء ہوگا۔ جس کا خوب علم حاصل ہو۔ اور اس کے باطل ہونے سے اچھی طرح واقفیت ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد نفس یا دل مراد ہو۔ کیونکہ وہ بھی ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان ہیں۔ یا اس کا فرج مراد ہو تو اس بنا پر افترا کی تخصیص سے نسب کا ثابت کرنا اور اس کی نفی کرنا لازم آئے گا۔ تو اس صورت میں اس کا مصداق عورتیں ہو گئی۔ اگرچہ مردوں پر بھی اس کا صادق آنا ممکن ہے۔

قوله یغزو بدینہ صفحہ ۷-۲۲ ظاہر یہ ہے کہ دین سے مراد اعمال ہیں۔ کیونکہ فتنہ و فساد ان کے ارتکاب سے مانع ہے۔ لیکن نفس اعتقاد کو فتنہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا اعمال میں ضرور گڑبڑ ہوتی ہے۔ منہدیں یہ دلیل پوری ہو گئی کہ فرار من الفتن بھی دین ہے۔ یا یہ کہ اعمال دین ہیں کیونکہ روایت میں ان پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن یہ ہمارے بیان کردہ مقصد کے خلاف ہے البتہ اس میں مؤمنین کی بعض خصلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ جنہیں مؤمن کو اختیار کرنا چاہیے۔ تو اب کسی توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی البتہ یہاں پر یہ اشکال ضرور ہے کہ روایت ترجمہ کے مطابق نہیں۔ کیونکہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فتنوں سے بھاگنا دین کے بعض اجزاء میں سے ہے۔ جیسا کہ من تبعیضہ کا تقاضا ہے۔ اور مؤلفؒ بھی اس کے ثابت کرنے کے درپے ہیں۔ تو قطب گنگوہیؒ کا جواب والد محترم مرحوم یا تو بھول گئے یا شیخؒ سے رجوع کا موقع نہیں ملا۔ البتہ فتح الباری میں شیخؒ نویدیؒ کی نظر میان کی ہے کہ فرار من الفتن تو دین نہیں بلکہ دین کی حفاظت کرنا ہے۔ جس پر لفظ دین کا اطلاق کیا گیا۔ علامہ عینیؒ نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ دین کے خوف سے بھاگ جانا یہ بھی دین کے

شعبوں میں سے ایک شعبہ ہے اس لئے من جمیعہ ذکر کیا۔ اس سے قطب گنگوہی کے اشکال کا جواب ہو جائے گا۔

باب قول النبی ﷺ انا اعلمکم باللہ الخ صفحہ ۷-۲۲

جاننا چاہیے کہ علم دو قسم ہے۔ ایک کسی جو اختیار سے حاصل ہوتا ہے دوسرا غیر کسی اور وہی جس کا جو اضطرار اول میں القاء ہوتا ہے۔ ایمان میں جو تصدیق معتبرہ وہ ہے جو اپنے اختیار سے ہو۔ جو اضطرار اول میں واقع ہو۔ وہ ضروری ہے کسی نہیں۔ جس کا اعتبار تصدیق میں نہیں۔ اسی کو یعرفونہ کما یعرفونہا ہم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور کسی مدوح ہے اور وہی انا اعلمکم باللہ میں مراد ہے۔ اور یہ فعل قلب ہے آیت سے اس پر مواخذہ ثابت ہے۔ تو ترجمہ کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے لئے اعلم ہونا ثابت کیا اور علم یہی ایمان ہے۔ تو افراد ایمان اور مؤمنین میں فرق واضح ہوا۔ جب ایمان علم کی طرح کسی ہوا مطلق نہ ہوا تو آیت سے استدلال صحیح ہوا۔ کیونکہ مواخذہ افعال اختیار پر ہوتا ہے تو مأمور بہ علم کسی ہو گا علم ضروری نہیں ہو گا۔ اور روایت میں یہی مراد ہے کیونکہ یہ مدح کے موقع پر لایا گیا ہے۔ اور مدح امر اختیار پر ہوتی ہے۔

قوله اتفاق یہ دوسری دلیل ہے کہ ایمان کی پیشی کو قبول کرتا ہے اس لئے کہ تقویٰ ایمان ہے۔ یا اس لئے کہ تقویٰ برائیوں سے بچنے کا نام ہے تو تقویٰ ایمان میں داخل ہوا۔ اور تقویٰ میں کمی و بیشی کا فرق ایسے ہو گا جیسے ایمان میں زیادتی و نقصان کا فرق ہوتا ہے کیونکہ جب کل میں تغیر آگیا تو اجزاء ضرور تغیر سے متصف ہوں گے۔ واللہ اعلم

باب تفاضل الایمان الخ صفحہ ۸-۲

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض متکلمین اور فقہاء کے مسلک کو ثابت کرنا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور نقصان یہ کیفیات زائدہ اور ثمرات مرتبہ میں سے ہے۔ نفس تصدیق جو غلوط جہنم سے نجات دینے والی ہے وہ امر بسیط ہے جس میں ترکیب نہیں ہے۔ وہ زیادتی اور نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ اس لئے فرمایا کہ تفاضل الایمان بحسب الاعمال تو ترجمہ میں لفظ اعمال کے اضافہ کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ روایات میں جو اس قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں مثلاً قریب میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت گزری ہے۔ اس میں جو تفاوت ہے وہ بھی بحسب الاعمال ہے۔ نفس تصدیق سب میں موجود ہے۔ تو اس طرح امام بخاریؒ کی ترتیب ابواب اس پر دال ہے کہ زیادہ نفس ایمان میں بطور جزئیہ کے مراد نہیں ہے۔ تاکہ ہمارے اور ان کے درمیان اختلاف ثابت کیا جائے۔ بلکہ ان کی غرض مرجعہ کار ذکرنا ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ اعمال کا ایمان میں کوئی دخل نہیں اور نہ ہی ان کا کوئی فائدہ ہے۔

قوله الدین صفحہ ۸-۱۱ ترجمہ میں لفظ اعمال کا اضافہ اس بنا پر ہے کہ دین عمر میں زیادتی کو اس پر محمول کیا جائے۔ اس لفظ من کا اضافہ جس پر پہلی حدیث مشتمل ہے کہ ان حضرات کے دین کا کمال کثرت عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس سے ہمیں مزید فائدہ

یہ بھی ہو کہ جزئیہ کی نفی ہو گئی۔ یعنی اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

بَابُ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ الْخ

ان لوگوں پر مواخذہ نہ کرنے کو تو یہ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ سے معلق کیا گیا۔ کہ ایمان کا کمال بغیر ان دونوں کے معتبر نہیں۔ تو یہ دونوں ایمان کا مل کے اجزاء ہوئے یہی مراد ہے جس کو آیت اور روایت دونوں سے ثابت کیا ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ الْإِيمَانُ هُوَ الْعَمَلُ ص ۸-۲۰

اس عنوان سے امام بخاری متلانا چاہتے ہیں کہ اگرچہ متبادر عمل کے ذکر سے اعضاء کے اعمال مراد لئے جاتے ہیں مگر کبھی فعل قلبی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت اور روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص ایمان کی تفسیر عمل سے کرتا ہے اس کی مراد جوارح نہیں ہوتے تاکہ اس پر اعتراض ہو کہ یہ بدہمت کے خلاف ہے بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان میں عمل قلبی ہے قَوْلُهُ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ صفحہ ۸-۲۱ ظاہر ہے کہ ایمان جنت کی وراثت کے اسباب میں سے سب قوی ہے تو لفظ عمل سے وہی مراد ہو گا اور یہی مقصود مؤلفؒ ہے۔

قوله عدة من اهل العلم الخ صفحہ ۸-۲۱ اہل علم کی مراد حصر نہیں کہ لفظ عمل سے صرف ایمان ہی مراد لیا جائے۔ بلکہ ان کی مراد عمل میں تعمیم ہے۔ تاکہ وہ عمل قلب اور افعال جوارح کو شامل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر آیت میں مراد صرف ایک ہی ہو تو بظاہر دوسرے کا ثواب سے خالی ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ ثواب کا تعلق ان دونوں کے ساتھ متعلق ہے۔ لیکن جبکہ بظاہر عمل انہیں افعال پر صادق آتا ہے جو اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں تھی۔ نیز! جن اعمال پر مواخذہ ہوتا ہے ان میں سے ایمان اعلیٰ درجہ کا عمل ہے پس بہتر تھا کہ اسی کا ذکر کیا جاتا۔

قوله اى العمل افضل صفحہ ۸-۲۴ اس حدیث سے ترجمہ تو ثبات ہے ہی۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ کیونکہ کامل مؤمن وہی ہے جس کا عمل بہتر ہو۔ اس لئے عمل ایمان میں داخل ہے۔ پس دیگر اولیات اور اس روایت سے جو بعض اعمال کی فضیلت دوسرے اعمال پر ثبات ہوتی ہے اور فضیلت میں بھی زیادتی معلوم ہوتی ہے تو اس صورت میں بعینہ ایمان میں بھی زیادتی ہوگی۔

باب اذا لم يكن الاسلام على الحقيقة ص ۸-۲۶

جاننا چاہیے کہ جو اسلام شریعت میں معتبر ہے وہ ایمان کو لازم ہے۔ اسی طرح ایمان بھی اسلام کو لازم ہے۔ اگرچہ اسلام اور انقیاد حکمی ہو حقیقی نہ ہو پھر بھی ان میں تلازم ہے۔ جس کا تھوڑا سا بیان گذر چکا ہے۔ تو جب ایسا ہے تو اسلام اور ایمان کبھی ایک دوسرے سے

جدا نہیں ہوں گے۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کے بغیر ان کا تحقق ہوگا۔ البتہ جس طرح اسلام کا اطلاق اسی معنی پر ہوتا ہے جو ایمان کو لازم ہیں اسی طرح ہساوقات اس کا اطلاق اس انقیاد ظاہری پر بھی ہوتا ہے جس کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے۔ ہاں ایسے شخص پر مسلمانوں کے احکام جاری کرنے کے لئے اس کے اسلام کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ دلوں کے سرار اور موز پر لوگوں کا واقف ہونا مشکل ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے البتہ کسی علامت کا ہونا ضروری ہے۔ جس سے مسلمان کی غیر مسلم سے تمیز ہو سکے۔ اسلام کا ایسا اطلاق عرف شریعت میں جاری ساری ہے۔ اور بہت سی آیات اور روایات سے بھی ثابت ہے۔ اس لئے مؤلفؒ نے اس کیلئے ایک باب باندھ کر اشارہ کر دیا کہ اگرچہ اسلام اور ایمان جو شریعت میں معتبر ہیں وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاتے۔ لیکن کبھی شریعت میں لفظ اسلام کا اطلاق اس شرعی معنی کے علاوہ بھی ہوتا ہے جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اس لئے دیکھنے والے پر معاملہ خلط ملط ہو جاتا ہے۔ نیز! مؤلفؒ کے کلام میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ وہ بعض حضرات کے کلام سے ان دونوں میں مغایرت ثابت ہوتی ہے۔ تو ان حضرات کی غرض تقایر باعتبار مفہوم کے ہے مصداق کے اعتبار سے نہیں۔ کیونکہ مسلم اس کی صفت باعتبار ظاہر ہے۔ اور مؤمن اس کی صفت باعتبار اعتقاد کے ہے۔ اگرچہ ان دونوں میں تحقق اور وجود کے اعتبار تلازم ہے۔ یا مغایرہ سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان دونوں کا تقایر اس اسلام کے دوسرے اطلاق کی وجہ سے ہے جو شریعت میں معتبر نہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلَيْكُنْ قَوْلُكُمْ أَوْسَلَمْنَا الْآيَةَ** کیونکہ اس آیت میں ان کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اپنے آپ کو اس حقیقی اسلام کی طرف منسوب کریں جس کا شریعت میں اعتبار ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس سے متصف ہوتے تو ان سے ایمان کی نفی صحیح نہ ہوتی کیونکہ ان دونوں میں تلازم ہے۔ بلکہ ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی طرف صورت اسلام اور ظاہر اسلام کی نسبت کر سکتے ہیں اور اس روایت میں بھی یہی مراد ہے۔ جس میں حضرت سعدؓ کو روک دیا گیا کہ وہ کسی آدمی پر ایمان کا حکم نہ لگائیں۔ کیونکہ وہ تو پوشیدہ معاملہ ہے جو خود اس پر مخفی ہے۔ اسلام حقیقی کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ جس شخص کو دیکھو کہ وہ احکام شرعیہ پر عامل ہے اور منہیات شرعیہ سے چپتا ہے تو اس پر حکم لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مسلم ہے یعنی فرمانبردار ہے۔ اس لئے کہ یہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ایمان اور اسلام حقیقی کا حکم ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے گمان کے درجہ میں ممکن ہے کیونکہ ہمیں ظاہر کی بنا پر حکم لگانے کا امر ہے۔ البتہ یہ خلاف ادب ضرور ہے اس لئے کہ یہ حکم درحقیقت ان امور پر ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ خوب غور کرو کیونکہ یہ باریک مسئلہ ہے پھر معلوم رہے کہ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں **أَوْ مُسْلِمًا ظَاهِرِي** ہے کہ کلمہ او بمعنی ہل کے ہے۔ کیونکہ جس چیز کو انہوں نے جزم اور یقین سے کہا آپؐ نے ان کو اس سے روک کر امر متقین کی طرف واپس کیا۔ وہ انقیاد ظاہری ہے۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ کو ان کے دل کے کفر و ایمان کا یقین نہیں تھا اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ وہ مؤمن ہے۔ جیسا کہ آپؐ کے قول **وَلَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ** سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ **أَوْ مُسْلِمًا** کے لئے ہو۔ اس لئے کہ جب تک ایمان اور نفاق اس کے نزدیک واضح نہ ہو جائیں بلکہ مشتبہ رہے تو ان میں سے ایک متعین کر دینا ان کی شان نہیں ہے۔ ان کو لائق یہ تھا کہ یوں کہتے کہ میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں اگر اس کا باطن ظاہر کی طرح ہے یا اسے مسلمان سمجھتا ہوں اگر وہ اس طرح ممکن ہے پس آنحضرت ﷺ کے ارشاد **أَوْ مُسْلِمًا** کا عطف قولہ اراد کے مفعول پر ہوگا۔

اور کلام عرب میں ایسا استعمال بہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهُ أَحَبَّ إِلَيَّ صفحہ ۹-۶ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایمان کی پیشی کو قبول کرتا ہے اسلئے کہ ایمان کے مراتب بڑھنے سے جناب نبی اکرم ﷺ کی محبت بڑھتی ہے۔ سیاق سابق حدیث اس پر دلالت کرتا ہے۔ پھر جب غیر کے لئے ثابت ہو گیا کہ آپ کو محبوب ہے تو اس کا ایمان اس شخص سے زائد ہو جو آپ کو محبوب نہیں ہے۔ اور حدیث کی باب سے مناسبت مسلمان کے لفظ سے حاصل ہو گئی۔ اس لئے کہ ایمان اور اسلام میں فرق ہو گیا۔ تو اب اطلاق ثانی جائز ہو گا اطلاق اول جائز نہ ہو گا۔ یہ اس لئے کہ اسلام کے لئے ایک ایسے معنی ہیں جو اس کے شرعی معنی سے عام ہیں۔ وہ معنی انقیاد ظاہر کے ہیں خواہ ان کے ساتھ پایا جائے یا نہ پایا جائے۔

قوله الانصاف من نفسك صفحہ ۹-۷ باب كفر ان العشير وكفردون كفر الخ صفحہ ۹-۱۱

اس میں صراحت ہے۔ ہمارے مذہب کے مطابق اعمال ایمان میں داخل نہیں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کفر دون کفر کا تحقق نہ ہوتا بلکہ گناہ کرنے والا اور ان کے چھوڑنے والا کافر ہوتا مؤمن نہ ہوتا۔ اس لئے کہ ایمان اس پر صادق نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا ایک جز اعمال کا لانا اس پر صادق نہیں ہے اور اس باب کے منعقد کرنے سے امام بخاریؒ کی غرض معتزلہ پر رد کرنا ہے جو ایمان اور کفر کے درمیان ایک درجہ مانتے ہیں اور یہ کہ گناہ کبیرہ کرنے والا ایمان سے خارج ہے۔ رد کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات اور روایات میں مرتکب کبیرہ پر مؤمن کا اطلاق شائع ذائع ہے۔ اور وہ جو بعض گناہوں پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے اس سے وہ کفر مراد نہیں ہے جو ایمان کی ضد ہے۔ اس لئے کہ کفر کے بھی کئی اقسام ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کا کفر وہ ہے جو ایمان کا مقابل ہے۔ روایت ترجمہ پر صراحت ذوال ہے۔

ان امرء فيك جاهلية الخ صفحہ ۹-۱۵ حضرت ابو ذرؓ کو جاہلیت کی طرف منسوب کیا گیا۔ حالانکہ جاہلیت کوئی آسان چیز نہیں ہے اس نسبت کے باوجود انہیں تجدید ایمان کا حکم نہیں دیا گیا۔ پافکر کے دوسرے احکام جاری نہیں کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ کہاؤ کے ارتکاب سے عاصی کا کفر نہیں بن جاتا۔

اذا التقى المسلمان صفحہ ۹-۲۱ لڑائی جھگڑے میں مشغول ہونے کے باوجود انہیں مسلمان کہا گیا۔ حالانکہ مسلمان سے مقابلہ گناہ ہے۔

اينا لم يظلم صفحہ ۱۰-۲۰ صحابہ کرامؓ نے آیت سے متبادری سمجھا کہ لم یلبس ایمانہم بظلم میں مکرہ تحت النفی واقع ہے اس لئے ظلم کو عموم پر رکھا۔ نیز! ہم ہر قسم کے ظلم سے جو مکروہات تزیہیہ تحریمیہ اور چھوٹے بڑے گناہوں سے چپا مشکل ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام ہی اپنی معصومیت کی وجہ سے ان سے بچ سکتے ہیں۔ دوسروں کا چپا مستدر ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ لبس کا لفظ اس بات کا قرینہ ہے کہ ظلم سے اس کا معظم فرد شرک مراد ہے۔ چھوٹے گناہوں کا قصد کرنا اس سے اسلام میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح بڑے بڑے گناہوں کا قصد کرنا بھی ایمان کے مقابل میں کچھ نہیں ہے جب تک کہ کفر کو اختیار نہ کرے۔

پس اس آیت نے بیان کر دیا کہ ظلم کا اطلاق کفر اور شرک پر ہوتا ہے۔ اور وہی اس کا بڑے سے بڑا فرد ہے۔ رہ گئی تنکیر سواس کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے اندر تنکیر تعظیم کیلئے ہے جس پر لفظ بس قرینہ ہے۔ کیونکہ ایمان کا شرک کے ساتھ خلط ملط اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

باب علامة المنافق صفحہ ۱۰-۳

ان احادیث کو اس لئے لایا گیا تاکہ مسلمان ان قبائح سے چٹا رہے۔ نیز! اس باب میں اس پر بھی دلیل ہے۔ کہ ان صفات اور دوسرے گناہوں کے ارتکاب سے ایمان سے خروج لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان روایات میں نفاق سے نفاق عملی مراد ہے۔ یا اس کو نفاق صورتہ کہا گیا ہے حقیقتہً نفاق نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ایسے شخص پر لفظ نفاق کا اطلاق نہیں کیا گیا بلکہ اس کی علامتیں اور نشانیاں بتلائی گئی ہیں کہ جس میں ایک نشانی ہوگی اسی قدر اس میں نفاق ہوگا۔ جس میں زیادہ علامتیں ہوں گی اس میں زیادہ نفاق ہوگا۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ منافق ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے اجزاء نہیں ہیں۔ پس یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسا شخص جس میں ایک علامت یا دو علامتیں یا تین علامتیں نفاق کی پائی جائیں تو اس کے لئے کچھ حصہ ایمان کا ثابت کیا جائے۔ اور کچھ حصہ کفر کا ثابت ہو۔ نیز ایہ بھی معلوم ہوا کہ ان علامات کے پائے جانے کے باوجود ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا جس کی دلیل حتی یدعھا کا لفظ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض چھوڑ دینا ہی کافی ہے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں۔ نیز! اس سے ایمان کا زائد اور ناقص ہونا بھی معلوم ہو گیا کیونکہ جب وہ شخص منافقوں کی علامات سے متصف ہو تو اس قدر اس کے ایمان میں نقص آگیا خوب غور کرو۔

قوله ایمانا واحتسابا صفحہ ۱۰-۱۰ روایت کا ترجمہ سے مناسب ہونا اس پر موقوف ہے کہ کسی چیز کا اثر اور اس کا حاصل بھی اس کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ تو جب قیام ایمان پر مرتب ہو اور اس کا مسبب بنا تو اس سے لاحق ہو گا اور اس کا جزئے گا۔ اس کے بعد بہت سے تراجم میں اس کا لحاظ کیا گیا ہے۔ تو یہ کہنا ممکن ہو گا کہ اس قسم کے تراجم سے امام بخاریؒ کا مقصد جزئیہ ثابت کرنا نہیں ہے جس کے لئے تکلف کرنا پڑے۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ چیزیں ثابت کی جائیں کہ جو ایمان کا تقاضا اور اس کا سبب بنتی ہیں تاکہ مسلمان ان کی طرف متوجہ ہو اور انہیں عمل میں لائے۔

قوله ولو يشاد الدين احد الخ صفحہ ۱۰-۲۲ یعنی جس شخص نے عظمت کے اعلیٰ مرتبہ کو لازم پکڑا تو دین اس پر غالب آجائے گا کہ اس مرتبہ پر قائم دائم رہنے کی اسے جرأت نہ ہو سکے گی کیونکہ عزیمت کا یہ درجہ بڑا سخت ہے جس پر پہنچنے کی بڑی دشواری ہے۔ نیز! عزیمت کے بھی مختلف مقامات ہیں ہر مرتبہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہے۔ مزید برآں اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زیادتی اور نقصان کے اعتبار سے ایمان میں تفاوت ہوتا ہے کیونکہ جو شخص عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کو اختیار کرے گا وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح سب سے زیادہ قوی ایمان والا ہوگا۔

قوله واستعينوا الخ صفحہ ۱۰-۲۳ یعنی جب عزیمت کے اعلیٰ مرتبہ کا التزام باقی نہ رہے تو بالکل اسے چھوڑ دینا چاہئے

بلکہ جس قدر کثرت نوافل اور عبادات کا ان اوقات میں التزام ہو سکے اس پر بیشکی کرنی چاہیے۔ ان اوقات عبادت کی تخصیص ظاہر ہے بہر حال دین میں نرمی اختیار کرے۔ عبادات میں تشدد و تعق عبادات کو ترک کر اے گا وہ غیر محمود ہے۔

قوله ما كان الله ليضع ايما نكم صفحہ ۱۰-۲۴ اس آیت سے ترجمہ کی تائید ہوئی کہ اس میں ایمان کا اطلاق نماز پر ہوا جو اطلاق الكل على الجزء کا مصداق ہے۔ تو نماز اگرچہ اعمال میں سے ہے لیکن وہ ایمان میں داخل ہے۔ نیز! نماز کے تفاوت کی وجہ سے نمازیوں کے مراتب مختلف ہوں گے۔ یہ تفاوت حسن و قبول کے اعتبار سے ہوگا۔ تو اس سے ایمان کے مراتب بھی مختلف ہو جائیں گے اور شاید صحابہ کرام کے سوال کی غرض محض نفس ثواب نہ ہو بلکہ ان کا سوال اس لئے ہو کہ وہ جانتے تھے کہ ناخ منسوخ سے بہتر ہوتا ہے۔ یا اس کے برابر ہوتا ہے نیز! ان کو اس کا بھی علم تھا کہ دین تو دن بدن مکمل ہو رہا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ایک حکم کے بعد آنے والا حکم پہلے سے اکمل اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہوگا۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کعبہ کی طرف پھر جانے کو پسند کرتے تھے۔ تو یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھنا افضل ہوگا۔ تو آیت نے ثابت کر دیا کہ وہ ثواب جو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے پر مرتب ہو گا وہ یا تو صلوٰۃ الی الکعبہ کے مساوی ہو گا یا اس سے کم ہوگا۔ بالکل یہ اسے ضائع نہ کیا جائے گا۔

قوله اول صلوٰۃ صلاھا الخ صفحہ ۱۰-۲۷ روایات باب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ تحویل قبلہ کا واقعہ ظہر کی نماز کا ہے تو باقی روایات میں تاویل کی جائے گی۔ اس طرح کہ راوی نے ظہر کی نماز آپ کے ہمراہ نہ پڑھی ہوگی تو انہوں نے اپنے گمان کے مطابق کہہ دیا کہ پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ عصر کی نماز تھی یا معنی یہ ہوں کہ عصر کی نمازوں میں سے پہلی نماز جو انہوں نے کعبہ کی طرف پڑھی وہ یہی تھی مطلقاً نمازیں مراونہ ہوں۔ اس کے علاوہ اور تاویلات بھی ہو سکتی ہیں۔ کہ مسجد نبوی میں جو پہلی نماز پڑھی وہ عصر کی تھی ظہر انہوں نے ہو سلسلہ میں پڑھی تھی۔

قوله فحسن اسلامه صفحہ ۱۱-۶ حسن اسلامہ اور الی سبعمائہ ضعف دونوں جملے اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ایمان زیادتی اور نقص کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ حسن میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح دس سے سات سو گنا تک کا ثواب بھی اس تفاوت کی خبر دیتا ہے اس طرح باب سابق میں لا یضع ایما نکم بھی مراتب ایمان کے تفاوت پر دلالت ہے۔ جیسے کہ نماز کے مراتب حسن و قبول میں مختلف ہیں کیونکہ جب نماز ایمان ہے تو اس کے درجات میں تفاوت اسی طرح ہوگا جس طرح ایمان کے درجات اور مراتب میں تفاوت ہے اور نمازیوں کے درمیان تفاوت تو کسی بیان کا محتاج نہیں ہے۔

باب احب الدین الخ صفحہ ۱۰-۱۱

محبت کے مختلف مراتب ہیں۔ تو جو ایمان اس پر مرتب ہو گا وہ بھی متفاوت ہوگا۔ جیسا کہ روایت سے یہ ترتیب واضح ہے۔ اور باقی معنی حدیث ظاہر ہیں۔

باب زیادة الایمان ونقصانه صفحہ ۱۳۱۱

اس زیادۃ و نقصان سے مراد مؤمن بہ کے اعتبار سے کمی و بیشی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ الخ اس پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اس اکمال سے مراد احکام اور شرائع کا اکمال ہے۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور یہی مراد اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں ہے۔ وَزِدْنَا لَهُمْ هُدًى اور لِيُزِدَاكَ الَّذِينَ اٰمَنُوا اِيْمَانًا۔ کیونکہ جب کوئی حکم نازل ہوا تو وہ اس پر ایمان لائے تو احکام کی زیادتی سے ان کے ایمان میں زیادتی ثابت ہوئی اور مولف کے قول کے بھی یہی معنی ہیں۔ کہ جب کمال میں سے کوئی چیز چھوٹ گئی تو وہ ناقص ہو گا اس لئے جب دین کامل ہے تو اس سے کم پر ایمان لانا اس اعتبار سے ناقص ہو گا۔ جس پر اکمال کے وقت امر قرار پایا تھا اگرچہ درحقیقت یہ بھی کامل ہے پس جو لوگ اکمال سے پہلے وفات پا چکے ہیں ان کے ایمان میں نقصان لازم نہیں آئے گا یہ ایمان تفصیلی کے اعتبار سے ہے۔ پس جو لوگ احکام کے مکمل ہونے کے بعد ایمان لائے ان کی ان مؤمنین پر فضیلت ہوئی جو اکمال سے پہلے وفات پا گئے لیکن ایمان اجمالی کے اعتبار سے سب کے سب برابر ہیں۔ کیونکہ پہلے لوگ بھی بعینہ اسی پر ایمان لائے جس پر آخری لوگ ایمان لائے ہیں۔ ہاں اس صورت میں روایت ترجمہ پر منطبق نہیں ہوگی کیونکہ مؤمنین میں مؤمن بہ کے اعتبار سے تفاوت ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ اخر جو امن كان في قلبه مشغال ذرة من الایمان میں یہ تعلیل مؤمن بہ کی قلت کے اعتبار سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بعض پر ایمان لانا اور بعض پر نہ لانا یہ تو بعینہ کفر ہے۔ البتہ تفاوت کے اعمال کے اعتبار سے جواب دینا ممکن ہے تو روایت کا حاصل یہ ہو گا کہ جن امور پر مؤمنین کو ایمان لانے کا حکم تھا اس پر وہ ایمان لے آئے۔ البتہ ان کے درمیان اعمال خیر کے اعتبار سے بہت تفاوت ہو گیا۔ کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے پاس ایک ذرہ سے زیادہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اس سے زیادہ نیکی ہے۔ البتہ اگر ترجمہ میں تعمیم کر دی جائے کہ وہ زیادتی اور نقصان باعتبار کیفیت کو شامل ہو۔ اور تفاوت مؤمن بہ کے اعتبار سے ہو تو اس طرح ترجمہ اور روایت میں مطابقت آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ کیفیات کے مراتب اور تصدیق کے درجات میں تفاوت ہے۔ بعض کا یقین پختہ ہو گا بعض کا اس سے کم ہو گا۔ مگر ان میں ہر ایک اس ایمان سے متصف ہو گا جس پر خلود من النار سے نجات کا وارود ہے۔ اور یہ مراتب ذرہ سے لے کر اوپر تک اور اس سے اوپر تک جاسکتے ہیں۔

قولہ بقیرا طین صفحہ ۱۲-۸ ثواب کی مقدار بیان کرنے اور اس کو اُحد پہاڑ سے تشبیہ دینے میں اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ جنت کے قیراط اس مقدار پر ہیں تو ان وزنوں کا کیا کتنا جو قیراط سے اوپر ہوں۔ نیز اس سے بھی جاہل نہیں رہنا چاہیے کہ قیراط کو اُحد پہاڑ کے ساتھ تشبیہ دینے میں کوئی تعین اور تحدید کرنا نہیں ہے۔ بلکہ ان کے خیال خانہ میں ثواب کی کثرت ٹھکانا ہے۔ ورنہ نماز جنازہ کا اور اس میت کو دفن کرنے کا ثواب اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ ایسے ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو سنتیں پڑھنے کا ثواب سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ چونکہ سرخ اونٹ عرب کے نزدیک عمدہ مال شمار ہوتا تھا تو اس پر اس کو فضیلت دینے سے مقصد یہ ہے کہ ان دور کثرت فجر پر بیشکی کی جائے۔ یہ نہیں کہ بس اتنا ہی ثواب ملے گا اور بس اس لئے کہ جب سبحان اللہ کہنا اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا

دینا اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے۔ تو فجر کی دو سنتوں نماز جنازہ اور ان میں جو ذکر کثیر ہے اس کی تو کوئی انتہا نہیں۔ پھر جنازے کے ساتھ جانا و جنازہ کی نماز پڑھنا چونکہ ایمان کے مسببات اور اس کے ثمرات میں سے ہیں لہذا ان کو بھی ایمان کے ساتھ لاحق کر دیا گیا جیسا کہ گذر چکا۔ ہمارے ترجمہ میں من الایمان ولیہ زیادۃ ونقصان للایمان یہ بھی اسی کے مطابق ہو گا جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اعمال ایمان میں داخل ہیں تو جو نماز جنازہ پڑھنے والا اور دفن کرنے میں شریک ہونے والا ہے تو یہ اس شخص سے کامل ایمان والا ہو گا جو ان میں ایک پر کفایت کرتا ہے۔

باب خوف المؤمن ان یحبط عملہ الخ صفحہ ۸۱۲

اس سے اشارہ ہے کہ مؤمن کو اپنے اعمال ضائع اور کفر کے خطرہ سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ جب آدمی زندہ ہے اس کا فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہمیشہ مراقبہ اور انقطار میں رہے۔ پھر حبط اعمال کے بھی کئی مدارج ہیں۔ اس کا ادنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنے افضل اعمال سے محروم ہو جائے۔ درمیانہ یہ ہے کہ اس کی قبولیت نہ ہو۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایمان سلب ہو جائے اور کفر تک پہنچا دے۔ ان مراتب کے اعتبار سے ایمان میں قوت اور ضعف کے اعتبار سے تفاوت ہو گا۔ اگرچہ کسی مؤمن کو حبط کے ان تمام مراتب سے بے خونی نہ ہو مگر غالب یہ ہے کہ ان کا حال ان مراتب میں سے کسی ایک مرتبہ پر ضرور ہو گا اور اسی کے مطابق اس کا ایمان سے متصف ہونا مختلف ہوتا رہے گا۔ اسی طرح ایمان جبرائیل سے تشبیہ دینے سے معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے درمیان اپنے ایمان کے اعتبار سے فرق ہے۔ بعض مؤمن وہ ہیں جو یقین کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں بعض اس سے کم درجہ کے ہیں اسی طرح گناہ کبیرہ پر اصرار کرنا انسان کو کفر تک اور اعمال کے ضائع ہونے تک پہنچانے والا ہے۔ تو جو مؤمن اصرار کبیرہ سے جس قدر دور ہو گا اسی قدر وہ کفر سے بعید ہو گا۔ اور اس شخص کی نسبت یہ قوی ایمان والا ہو گا جو کفر کے زیادہ قریب ہے جو کہ گناہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے۔ اور وہ روایت جو باب کے تحت لائی گئی ہے وہ اسی معنی پر محمول ہو گی جس پر ترجمہ باندھا گیا ہے۔ تو روایت کے اندر جو ہے اس سے جو کچھ مراد ہے ترجمہ اس کا بیان ہو گا۔ اور جب مؤمن پر ہر وقت حبط اعمال کا خطرہ ہے خود اس کے اقسام مذکورہ میں سے کسی ایک قسم کا حبط بھی ہو تو کبار پر اصرار کرنا کفر تک پہنچانے والا ثابت ہو گا۔ تو اس سے مر جیہ پر رد ہو گا جو اس بات کے قائل ہیں کہ گناہ سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ پس گویا کہ باب کا انعقاد بھی اسی مقصد کے لئے ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو باب کے تحت لائی گئی ہے۔ اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ امام ہمام قدوة الامام ابی حنیفہ نعمان بن ثابتؒ پر رد کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایمانی کا ایمان جبرائیل علیہ السلام اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا یہ قائل کتاب ہے فَحَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ کیونکہ امام اعظمؒ کا نہ تو اس مقالہ سے یہ مقصد ہے اور نہ ہی انہوں نے اس میں کسی قسم کی غلطی اور زلیخ کار کتاب کیا ہے۔ اولاً تو اس لئے کہ یہ مقالہ جو ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ ان کی بعض تصانیف سے اس طرح واضح ہوتا ہے ایمانی کا ایمان جبرائیلؑ ولا أقول مثل ایمان جبرائیلؑ اور ان دونوں میں فرق ہے۔ اس لئے کہ پہلے جملہ سے کسی نہ کسی وصف سے مشارکتہ معلوم ہوتی ہے۔ اور دوسرا جملہ مماثلہ اور مساوات کا تقاضا کرتا ہے پس اپنے ایمان کو جبرائیلؑ کے ایمان سے

تشبیہ دینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ مؤمن بد میں اتحاد ہے۔ تو جبرائیلؑ بھی بعینہ اسی ذات پر ایمان لانے والے ہیں جس پر ہر مؤمن کا ایمان ہے۔ کیونکہ ایمان اجمالی میں سب کے سب متحد ہیں البتہ فرق اور تفاضل اگر ہے تو وہ تفاضل کے اعتبار سے ہے تو حضرت امام اعظمؒ نے اپنے تفصیلی ایمان کو جبرائیلؑ کے تفصیلی ایمان سے تشبیہ نہیں دی بلکہ ایمان اجمالی سے تشبیہ دی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ مراتب یقین کے بڑھنے سے ایمان میں زیادتی آتی ہے۔ اور ان کے اندر نقص سے ایمان ناقص ہوتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ ایمان کی حد شرعی کے اندر اس یقین کو داخل مانا جائے۔ اگر یقین سے کوئی کم درجہ ہے جو تصدیق اور یقین میں داخل نہیں ہے تو اس سے ہماری حد نہیں۔ ہماری گفتگو تو یقین کے مراتب میں ہے۔ تو جب ایمان کی قوت اور ضعف کا دار و مدار یقین پر ہے تو اگر مؤمن بدوں میں سے کوئی اذعان اور یقین کے اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں فرشتے پہنچے ہیں تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ اگرچہ علم الیقین اور عین الیقین میں فرق بہت ہے۔ مگر اگر کسی کے علم الیقین کے درجات اس حد تک پہنچ جائیں جہاں تک دوسروں کا یقین مشاہدہ پہنچتا ہے تو اس میں سے کون سی چیز مانع ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ لو کشف الخ اگر درمیانی پردے ہٹ جائیں تو میرا یقین اور بڑھ جائے گا۔ تو اگر حضرت علیؑ کے اس ارشاد پر کوئی اشکال وارد ہو سکتا ہے تو مقالہ امام حاتمؒ پر وارد ہو جائے تو کوئی ضرر نہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ روحوں کی حاضری اور ان بعض پر واقفیت جن پر اللہ تعالیٰ کسی کو مطلع کرے اس کا کوئی منکر نہیں ہے۔ تو اس میں کون سی دشواری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض مخلص بدوں کو ان چیزوں پر مطلع فرمادیں جن کی اطلاع فرشتوں کو ہے اور فرشتوں کی طرح وہ بھی ان کا مشاہدہ کریں تو ان کا ایمان بھی فرشتوں کی طرح ہو گیا۔ کہ سماع اور بیان کے علاوہ مشاہدہ اور معائنہ دونوں سے ان کو تقویت ملی۔ اور ان احوال و مقامات کی واقفیت بہت سے مشائخ سے منقول ہے۔ تو اگر امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ مشاہدہ کر لیں تو اس کے جواز میں کون سی قباحت ہے۔ اس لئے کہ شیخ عبدالعزیز باغؒ کی کتاب الابویز کا مطالعہ کافی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ قوی ایمان والے اذعان اور یقین کی اس حد تک پہنچ جاتے ہیں بلکہ شرائع اور احکام کے تسلیم کرنے والے بھی اس حقیقی تسلیم کے اعتبار سے جو دوام کو مستلزم ہے ایسے مقام تک پہنچ جاتے ہیں کہ اس حد تک پہنچنے کے بعد مشکل ہے کہ ان کو کوئی ایسا عارض پیش آجائے جو ان کو مامورات سے روک دے۔ چہ جائیکہ تسلیم اور اذعان سے روکے۔ کیونکہ ان کو وثوق اور اعتماد ہے کہ اب وہ اپنے معتقدات سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بارے میں وہ حدیث ثبوت کے طور پر کافی ہے جس میں آپؐ کا جملہ دعائیہ ہے۔ اللہم ثبت قلبی علی دینک و طاعتک جس پر ایک صحابیؓ نے پوچھا یا نبی اللہ هل تخاف علینا صحابہ کرامؓ کو یہ معلوم تھا کہ یہ دعامت کو تعلیم کے لئے ہے۔ لیکن انہیں اپنے اوپر اعتماد اور وثوق کی وجہ سے یہ مشکل نظر آیا اور اسے بعید سمجھا کہ جن منازل اور مقامات تک ہم پہنچ چکے ہیں وہ بدل جائیں یا ان سے یہ واپس آجائیں گے۔ تو متلاؤ ان حضرات کا یہ کہنا هل تخاف علینا یا رسول اللہ یہ امام اعظمؒ کے اس مقولہ کی طرح نہیں ہے جس پر آپؐ لوگ نکیر کر رہے ہیں۔ آنحضرتؐ رسول اللہ ﷺ نے ان کے استبعاد پر شدت یقین کو رد نہیں فرمایا

بلکہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے قلوب پر قدرت حاصل ہے۔ وہ دلوں کو پھیرتے رہتے ہیں کفر و ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے جو چاہے وہ کر سکتے ہیں اور جس چیز کا ارادہ کریں اس کا حکم دے سکتے ہیں تو کسی بندے کے لائق نہیں اگرچہ وہ یقین کے اعلیٰ مقام تک پہنچ چکا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہ رہے۔ لایؤمن مکر اللہ الا الخاسرون امام اعظمؒ کے اس کلام کا بھی یہی مقصد ہے کہ وہ یقین کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچ چکے ہیں لیکن اپنے آپ پر فتنہ سے بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ارتداد اللہ تعالیٰ کی مقدورات میں سے ہیں۔ جب ایسا کلمہ کوئی قلیل الفہم نہیں بول سکتا تو ایسا علامۃ جلیل بحر فہم نبیل کیسے کہہ سکتا ہے۔ تو جیسے یہ بے خونی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امام اعظمؒ کو نہیں اس طرح ملائکہ اور دیگر اللہ کے مکرّم و معزّم بندے بھی بے خوف نہیں ہیں۔ کیونکہ کفر و ایمان ان کے حق میں بھی مقدور اللہ میں سے ہیں۔ تو امامؒ کے تشبیہ دینے میں کون سی وجہ ممانعت آگئی۔

پانچواں جواب یہ ہے کہ عالم ارواح میں ان کا ایمان فرشتوں کی طرح ہو جب کہ کفر و طغیان کے عوارض طاری نہ ہوئے ہوں کیونکہ اس عالم سے پہلے ارواح کا وجود تھا اور اس دنیا کی پیدائش سے پہلے بھی پیدائش تھی جہاں نہ کفر تھا نہ سرکشی تھی وہاں پر محض اذعان اور تسلیم تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے بیثاق و عہد لیا جہاں ہر ایک نے اپنے اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ پھر جب ان کو دار تکلیف دنیا میں بھیجا گیا تو فرقہ بندی ہو گئی اور آپس میں کئی طبقوں میں بٹ گئے۔ بعض لوگ تو اپنے عہد و ميثاق پر قائم و دائم رہے۔ اور بعض نے اپنے قول اور وعدے کا احساس بھی نہ کیا کہ بالکل منکر ہو گئے۔ پس جو شخص اللہ پر ایمان لے آیا اس کے رسولوں کی تصدیق کی اور ان کے احکام کو اس طرح مانا کہ اوامر پر عمل کیا اور منہیات کو چھوڑ دیا تو اس کا ایمان بے شک فرشتوں کی طرح ہے جن میں کوئی مانع پیش نہیں آیا جو ایمان کے منافی ہوتا جب کہ اس شخص کے پیش آگیا جس نے اپنے برے اختیار سے کفر و ارتداد کا ارتکاب کر لیا۔ تو ملائکہ اور یہ لوگ جب سے انہوں نے ایمان قبول کیا اس وقت سے اس پر قائم و دائم ہیں۔ شیخ سعدی شیرازیؒ کا شعر ہے۔

النت از ازل بچناں شان بچوش بفریاد قلوبی در خروش

چھٹا جواب یہ ہے کہ یہ جو نقل کیا جاتا ہے کہ ہم نے تیس ۳۰ علماء میں سے کسی سے نہیں سنا کہ اس نے ایسا کہا ہو یہ بھی کوئی نفع بخش قول نہیں ہے۔ اس لئے کہ ان حضرات کا ایسا قول نہ کرنا اس کے بطلان کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ بہت سے اعتقادی امور ایسے ہیں جن کو بولنے کی زندگی بھر نوبت نہیں آتی۔ کیا ان تحویلات اور مختلف اسناد کے بولنے کی ان کو نوبت آئی۔ یا کسی نے اس پر کوئی تالیف یا تصنیف لکھی۔ تو کیا ان کی طرف سے یہ حکم لگایا جائے گا کہ سب ناجائز ہیں۔ یا ان میں سے کسی نے فن حدیث کے اندر کوئی جمع کردہ کتاب پڑھی ہو تو کیا یقین و وثوق سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ صحیح بخاری کا پڑھنا اور استاد کے سامنے پیش کرنا یا اسناد کا اپنے شاگردوں پر اس کا پڑھنا ناجائز ہے۔ یہ ایسے واضح دلائل ہیں جو حضرات امام اعظمؒ کے مقالہ کے صحیح ہونے پر دال ہیں۔ اگر امام بخاریؒ کی رفعت شان اور علوم کے اندر ان کی جلالت قدر مانع نہ ہوتی تو ہم کہہ دیتے کہ حضرات امام اعظمؒ کے مقالہ کی مراد کو امام بخاریؒ سمجھے ہی نہیں۔ لیکن ہم ایسا اقدام نہیں کریں گے۔ البتہ انتہا ضرور کہیں گے کہ امام اعظمؒ پر اعتراض کرنے والے اس کی مراد سمجھے نہیں۔ ان کا مقصود تو یہ ہے کہ ایمان کے مراتب

مختلف ہیں۔ کیونکہ بہت سے ایسے ہیں جن کا ایمان ایمان ملائکہ اور ایمان عامۃ المؤمنین اور اہل فسق کے ایمان کے درمیان بہت ہی دوری ہے۔ وغیرہ ذلك والله اعلم

وقوله رُدُّوْهُ الْخ صفحہ ۱۲-۱۶ آنحضرت ﷺ کا ردوہ حکم اس جاننے کے باوجود ہے کہ یہ لوگ اس کی واپسی پر قادر نہیں ہیں۔ اس لئے دیا کہ تاکہ ان کے تعجب میں اضافہ ہو۔ اور جو کچھ انہوں نے سنا اس کے یاد رکھنے کی طرف پوری توجہ ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ سے فرشتے نے سوال وجواب ان کی تعلیم کے لئے کئے تھے۔

قوله وكذلك الايمان حتى يتم الخ صفحہ ۱۳-۳ ایمان کے تمام ہونے سے ہر قل کا مقصد تو ایمان کے شرائع اور احکام کا مکمل ہونا اور ان کا شہروں کے اندر پھیلنا ہے۔ لیکن امام بخاریؒ تمام کے لفظ سے اس پر دلیل قائم کر رہے ہیں کہ ایمان پورا بھی ہوتا ہے اور ناقص بھی ہوتا ہے۔ محدثین کے بہت سے دلائل اسی پر مبنی ہوتے ہیں کہ وہ عموم لفظ سے استدلال کرتے ہیں اگرچہ معنی مرادی وہ نہیں ہوتے جن سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ نیز! یہ اگرچہ ہر قل بادشاہ روم کا کلام ہے مگر آنحضرت ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی ہے۔ بلکہ آپؐ کے زمانہ میں بھی اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی تو اس کو سنت کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تمام سے مؤمن بہ کی زیادتی کے اعتبار سے تمام اور کمال مراد ہو جو دن بدن بڑھنے والا ہے۔ اس بنا پر لفظ تمام سے جو ہر قل کے کلام میں وارد ہے مؤلف کا استدلال کرنا ظاہر ہے۔

باب فضل من استبرأ لدينه الخ صفحہ ۱۳-۴

کیونکہ استبرأ مختلف ہوتا ہے لہذا ایمان میں بھی تفاوت ہوگا۔

قوله ان تعطوا من الغنم الخمس الخ اعطاء خمس کو ایمان میں داخل کرنے سے معلوم ہوا کہ زیادہ اعمال سے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن یہ تقریر ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو امور مذکورہ کو ایمان کی تفسیر قرار دیتے ہیں باقی تین امور کا یہاں ذکر نہیں ہے جو مذکور ہیں وہ ایمان کی تفسیر ہیں اور یہ ایمان ان چار میں سے ایک ہے۔

باب ما جاء ان الاعمال بالنية صفحہ ۱۳-۱۷

امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ اعمال کا ثواب نیت کے مطابق ہو گا یہی اعتنا کا مسلک ہے۔

قوله حتى ياتيكم امير صفحہ ۱۳-۲ حضرت امیر مغیرہؓ نے ان کو تقویٰ کا حکم اس لئے دیا کہ ان کے شر کا امیر سے خالی رہنا ان کیلئے فساد کا باعث ہوگا۔ کہ گناہوں کے ارتکاب پر جب حدود اور تعزیرات قائم کرنے والا کوئی نہ ہوگا تو فساد و فتنہ برپا ہوگا۔ اس لئے ان کو تقویٰ اللہ کی وصیت کی۔

استعينوا لاميركم صفحہ ۱۴-۱۵ جیسے پہلے دو کام قوم کی خبر خواہی کے لئے تھے۔ اور یہ حکم امیر کی خواہی کے لئے ہوگا۔

ثم قال اپنے آپ کو لہارت کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو لہارت کی طرف منسوب کریں یہ لائق نہیں ہے واللہ اعلم بالصواب ..

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْعِلْمِ

باب فضل العلم صفحہ ۱۴/۱۵

علم کی فضیلت دو آیتوں سے ثابت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے زیادتی علم کا سوال کریں۔ دوسرے علم کو علماء کے درجات کی بلندی کا سبب قرار دیا۔ لیکن اس بارے میں حدیث کوئی نہیں لائے۔ جس سے اشارہ کرتا ہے کہ مسائل کو آیات سے نکالا جائے یا یہ کہ ان کی شرط پر کوئی حدیث انہیں ملی نہیں۔ حقیقت حال تو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والے ہیں بظاہر یہ ہے کہ دوسرے باب کی روایت سے ان کا مدعی ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ان کے درمیان باب کو ایک نئے فائدہ کے لئے لایا گیا ہے۔ جب کہ مؤلفؒ کی بہت سے تراجم میں یہ عادت ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ حدیث جس سے مدعی ثابت ہوتا ہے وہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ اِذَا وَتِدَ الْاَمْرُ اِلٰی بَخِيْرَاهِلَ الْحَدِيثِ کہ جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں گے تو قیامت کا انتظار کرو اور یہ اس پر موقوف ہے کہ معاملات کے مراتب اور ان کے اہل ان کی وضاحت کی جائے تو اس کا علم پر موقوف ہوتا واضح ہے۔ حاصل معنی یہ ہوا کہ تمام عالم کی ہواء اس پر موقوف ہے کہ معاملات ان کے اہل کے سپرد کئے جائیں اور یہ علم پر موقوف ہے۔ تو علم کی فضیلت یہ ہے کہ اس پر ہواء نظام عالم موقوف ہے۔

باب من سئل علماء وهو مشغول صفحہ ۶/۱۳

اس حدیث میں سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مستفتی کا جواب دینا فوری طور پر ضروری نہیں جب تک وقت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

فقال بعض القوم صفحہ ۸/۱۳ ای فی نفوسہم یعنی بعض نے بعض سے کہا۔

قوله اذا وسد الامر الى غير اہلہ صفحہ ۸/۱۳ یہ بھی امانت کو ضائع کرنے کی ایک قسم ہے اس لئے کہ ہر کام کا یہ حق ہے کہ وہ اس کے اہل میں ہو۔ جب نالائق کے سپرد ہو گیا تو یہ امانت تھی جو اس کے اہل کے پاس نہ پہنچی بلکہ ضائع ہو گئی۔ یہ حدیث مدعی پر دلالت کرنے میں زیادہ ظاہر تھی بایں ہمہ ضیاع امانت کو بعید بھی نہیں سمجھا جاتا اس لئے اس حدیث کی طرف رجوع کیا۔ تاکہ قاعدہ کو ایک صورت جزئیہ یا اس کے افراد میں سے ایک معین مثال کی صورت میں پیش کیا جائے۔

باب من رفع صوته قوله فنأدى بأعلى صوته صفحہ ۹/۱۳

چونکہ آواز کو بلند کرنا اور شور مچانا عرف میں عیب شمار کیا جاتا ہے۔ اور شریعت میں اس سے ممانعت آچکی ہے۔ حضرت لقمان کی حکایت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وَاحْضِضْ مِنْ صَوْتِكَ آواز کو پست کرو۔ اس لئے وہ ہم ہوتا تھا کہ شاید رفع صوت ناجائز ہو۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر ثابت کر دیا کہ دور کے لوگوں کو خبر سنانے کی ضرورت کی بنا پر رفع صوت جائز ہے۔

باب قول المحدث اخبرنا حدثنا وابنانا صفحہ ۱۳/۱۳

امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ محققین کے یہاں ان سب الفاظ کا استعمال جائز رہا ہے وہ ان الفاظ کے بولنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ تو ان الفاظ کا استعمال ایک دوسرے کی جگہ جائز ہو گا۔ کیونکہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ رہ گیا فرق اصطلاحی شاید اس کا کوئی بھی انکار نہ کرے۔ چہ جائیکہ مؤلف اس کا انکار کرے۔ تو مؤلف کے اس مقالہ کا مقصد اس مقام پر یہ ہو گا کہ اکثر شرعاً ان الفاظ کو ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جائے تو یہ بھی جائز ہو گا۔ اگرچہ لوثی یہ ہے کہ اصطلاحی فرق ملحوظ رکھا جائے۔ اس بارے میں جو روایت امام بخاریؒ لائے ہیں وہ بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ کہ لفظ حدثنا کا اطلاق معلم کی طرف سے جائز ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے حَدَّثُونِي مَا هِيَ تو انصبر واعص ماہی کی جائے تحدیث سے تعبیر کیا گیا۔ نیز اگر جناب رسالت ﷺ کو وہ لوگ ماہی کی خبر دے دیتے تو لفظ ان کے فائدہ کے لئے ہوتا نہ کہ آپ کے فائدہ کے لئے غور کرو اور غنیمت سمجھو۔

باب القراءة والعرض على المحدث وقوله يقرء على القوم صفحہ ۱۳-۲۵/۲۲

دستاویر کو یا تو قاضی پڑھے گا یا اس کے اجماع میں سے کوئی ایک پڑھے گا۔ اس کے باوجود گواہ یہی کہیں گے کہ ہمیں فلاں نے گواہ بنایا تو گواہ بنانے کی نسبت یا تو وہ مدعی کی طرف کریں گے یا قاضی کی طرف کریں گے۔ حالانکہ لفظ مدعی کے نہیں ہیں کیونکہ یہ یا تو ان دو میں سے

ایک غیر معین ہے۔ یا قاضی کے نائب کے الفاظ ہیں تو وہ متعین ہے اور گواہ اسے قاضی کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ یہ گفتگو اس دستاویز کے بارے میں ہے جس کو قاضی اپنے دوسرے قاضی کی طرف بھیجتا ہے۔ یا اس صورت میں ہے جب کہ بائع اور مشتری میں سے کوئی ایک اسے لکھ دیتا ہے تو مثلاً بائع کے حکم سے کاتب اس دستاویز کو پڑھتا ہے جس میں یہ مضمون تحریر ہو کہ یہ وہ چیز ہے جس کو فلاں نے فلاں سے خرید کیا۔ پھر کاتب اس کے بعد اس مضمون کو متعاقدین یعنی بائع و مشتری اور گواہوں کو پڑھ کر سناتا ہے۔ کہ فلاں نے ہمیں گواہ بنایا۔ بائع یا مشتری کا نام لیتے ہیں۔ کاتب کا کوئی نام نہیں لیتا۔ تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عرض جائز ہے اور جس کی طرف روایت منسوب ہے وہ صرف ہاں کہنے پر اکتفاء کرے۔ اور اس طرح جو کچھ قاری قرآن کرتا ہے کہ شاگرد استاد کے سامنے قرآن پڑھتا ہے نہ کہ استاد شاگرد پر قرآن پڑھتا ہے پھر لوگ ایسی قراءت پر اعتماد کرتے ہیں۔ اسے فضول اور بے فائدہ شمار نہیں کرتے۔ شرقا و غربا ان دونوں فعلوں کا پھیل جانا اور علماء کا ان کو قبول کرنے پر اتفاق کر لینا یہ اس کے جواز کے سبب سے قوی دلیل ہے۔

باب ما یدکر فی المناولۃ صفحہ ۱۷۱۵ ۱۷۱۵ قولہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین صفحہ ۲۳

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مکاتبہ (خط و کتابت) جائز ہے۔ اگر کتابتِ علم کے لئے فائدہ بخش نہ ہوتی تو آپ ﷺ بادشاہ روم کی طرف خط نہ بھیجتے۔ کتابت کی طرح مناولۃ کا جواز بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فوج کے سالار کو خط دیا کہ مقام ٹلہ پر جا کر ان کو سنانا

قولہ باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس صفحہ ۲۶۱۵

اس باب کے باندھنے کی غرض یہ ہے کہ مردوں میں جو غرور و نخوت پائی ہے کہ وہ قوم کے اواخر میں بیٹھنے کو پسند نہیں کرتے اس کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علم کا ادب یہ ہے کہ اس مجلس میں جہاں پر جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جائے۔ اس جگہ بیٹھنے سے گھن نہ کرے اور نہ ہی اس قسم کی مجالس سے روگردانی کرے۔ استحیاء جو روایت کے اندر موجود ہے اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں پر بھیڑ بھڑکنا کرنے سے گریز کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے حیاء کرنا یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے اور اس کے خفت کو بڑھائے۔ اور استحیاء سے جو لوگ استحیاء عن الاعراض مراد لیتے ہیں اس سے میری توجیہ بہتر ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مطلق کو مقید پر محمول کرنا اسی طرح بعض کو بعض پر محمول کرنا اگرچہ فقہاء اور مجتہدین کے نزدیک شائع ذائع اور کثیر الوقوع ہے۔ لیکن محدثین کی جماعت میں ایسا کرنا قلیل الوقوع بالخصوص امام بخاریؒ کے یہاں۔ کیونکہ وہ تو مطلق کو الگ دلیل بتاتے ہیں اور مقید کو الگ دلیل بتاتے ہیں اور جب تک خلاصی ممکن ہو ایک بعض کو دوسرے بعض پر محمول نہیں کرتے۔

باب رب مبلغ أو عی من سامع صفحہ ۵۱۶

اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے اس مشہور مفروضہ کا دفعہ کیا ہے کہ شاگرد کا علم استاد سے کم ہوتا ہے اور کہہ دے تے ہیں

کہ (جائے استاذ خالی است)

قوله فسکتنا صفحہ ۱۶/۷ ان حضرات کے خاموش رہنے کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کا اس بارے میں سوال کرنا اسلئے تو نہیں تھا کہ آپؐ پر یہ امر پوشیدہ تھا۔ کوئی حکمت ضرور ہوگی اس لئے اللہ ورسولہ اعلم کہہ دیا۔

قوله عسی ان یبلغ صفحہ ۱۶/۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے وہ آدمی جن تک بات پہنچے وہ اس شخص سے زیادہ بات کو محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں جو بغیر واسطے کے خود سنے۔

باب العلم قبل القول والعمل صفحہ ۱۶/۱۰

آیات کریمہ سے واضح ہوا کہ وعظ و نصیحت کرنے اور ان کے تقاضے پر عمل کرنے سے پہلے علم ضروری ہے کیونکہ وہ افضل ہے اور جس پر دار و مدار ہو اس کو دوسرے سے پہلے لانا لوٹی ہے۔ اسی طرح لائی ہوئی روایات اور آثار میں تھوڑا سا غور کرنے سے یہ فضیلت علم ظاہر ہوگی۔

قوله حکماء علماء فقہاء صفحہ ۱۶/۱۶ علم کے مراتب میں سے اعلیٰ مرتبہ حکمت و دانش کا ہے۔ ادنیٰ درجہ علم کا ہے اور فقہ یعنی دین کی سمجھ ہو یہ درمیانی درجہ ہے۔ باوجود کم درجہ ہونے کے علماء کو درمیان میں اس لئے ذکر کیا تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ علم فضل کے مراتب میں سے خارج ہے۔

ویقال الربانی ربانی کے اصل معنی بیان کرنے کے بعد یقال للربانی سے ظاہر یہ ہے کہ اس کی الگ تفسیر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بھی ممکن ہے علماء کو ربانین کہنے کی وجہ تسمیہ کرنا ہو تو پھر یہ معنی اول کا تہہ ہو گا نہ کہ دوسرے معنی کا۔

قوله کراہیة السأمة صفحہ ۱۶/۱۸ اس باب سے مقصد اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ جب علم کے یہ فضائل ہیں جو ذکر کئے گئے ہیں تو ضروری ہے کہ انسان ہر گھڑی اس میں مشغول رہے۔ کوئی وقت اس سے خالی نہ ہو۔ فرمایا علم ہو جس سے نفرت پیدا نہ ہو۔

باب من جعل لاهل العلم ایاما معلومة صفحہ ۱۶/۲۰

جن امور میں زمانی اور مکانی تعین ہو شرعاً ثابت نہ ہو اسے بدعت اور کراہت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تو لام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کر دیا کہ علم میں لایم کی تعین جائز ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو طلاب حرج و تنگی میں ہوں گے حالانکہ علم واجب التحصیل ہے جس کا چھوڑنا ممکن نہیں۔ اس لئے کوئی دن اس کے لئے مقرر کرنا ضروری ہو۔ تاکہ لوگ اس مقررہ وقت میں حاضر ہوں اور فیض حاصل کریں اسی طرح ان کے گذرانی معاملات میں حرج نہیں ہو گا۔ اور مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم

باب الفہم فی العلم صفحہ ۱۶/۲۶

اس سے امام بخاریؒ یہ ثابت کر رہے ہیں کہ فقہ علماء کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔ اگر کسی کو یہ مقام حاصل نہ ہو سکے تو کم از کم مطالب (معانی) سمجھنے کی کوشش ضرور کرے اور یہ مدوح بھی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا ذہن کجیور کی طرف گیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے اسے کیوں ذکر نہیں کیا۔ اس سے مجھے فخر حاصل ہوتا۔ حر نعم (سرخ اونٹ) سے بہتر تھا۔ اس سے فہم فراست کی انتہائی مدح و منقبت ثابت ہوئی۔ لیکن یہ فقہ نہیں وہ تو مسائل کے نکالنے اور شریعت کی باریکیوں پر واقفیت حاصل کرنے کا نام ہے۔ تاکہ احکام شریعت کے دلائل اور علل معلوم ہوں۔ البتہ یہ بھی ممکن ہے اس باب سے امام بخاریؒ یہ بیان کرنا چاہتے ہوں کہ فقہ اور فہم کوئی دو الگ متغایر چیزیں نہیں بلکہ دونوں ایک شئی ہیں۔ واللہ اعلم

باب الاغباط فی العلم والحکمة صفحہ ۲۰/۱

اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت میں جو مفسد کا لفظ ہے وہ غلط اور اوٹک پر محمول ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سرداری فقہ میں مشغول ہونے سے مانع ہو تو فقہ کو پہلے حاصل کرو۔ کیونکہ سرداری میں فقہ حاصل کرنے میں بڑی مشکلات اور اشتغال رکاوٹ بنتے ہیں پس بہتر یہ ہے کہ سردار بننے سے پہلے فقہ بن جاؤ یہ مطلب نہیں کہ سرداری کے بعد فقہ حاصل نہ کرو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرداری کے بعد اس کا حصول آسان نہیں رہے گا۔ پس مؤلفؒ نے اپنے قول بعدہا سے حضرت عمرؓ کی مراد پر تنبیہ کر دی تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سیادت کے بعد علم حاصل کرنے سے روک دیا ہے

قوله لَا حَسَدَ صفحہ ۶/۱ مطلب یہ ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو ان دو چیزوں علم اور مال میں ہوتا۔ یا یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی حسد کرنا چاہے تو ان دو چیزوں پر حسد کرے۔ ان دونوں صورتوں میں حسد کے حقیقی معنی مراد ہوں گے۔ لیکن ان دو کے علاوہ اور کوئی چیز اس لائق نہیں ہے کہ ان پر حسد کیا جائے۔

باب ما ذکر فی ذہاب موسیٰ فی البحر الی الخضر صفحہ ۶/۱

الی الخضر کے لفظ نے حضرات شراح کو مشکل میں ڈال دیا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندری سفر حضرت خضر علیہ السلام کی طرف نہیں تھا۔ جواب یہ ہے کہ کلمہ الیٰ معنی کلمہ مع کے ہے۔ اور یہ استعمال میں کثیر واقع ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی طرف جانے کا حکم ملا تو ان پر واجب تھا کہ جس طرح ممکن ہو ان تک پہنچیں خواہ ان کا سفر خشکی کا ہو یا سمندری ہو۔ تو لفظ بحر اس حکم ذہاب کے اطلاق سے مفہوم ہوا۔ لیکن پہلی توجیہ بہتر ہے۔

قوله بلی عبدنا خضر اعلم منك صفحہ ۱۲/۱ یعنی بعض وہ علوم جو آپ نہیں جانتے۔

قوله اثر الحوت فی البحر صفحہ ۱۳/۱ جار مجرور اثر کے متعلق ہے تتبع کے متعلق نہیں ہے خوب سمجھو۔

باب قول النبی ﷺ اللہم علمہ الكتاب صفحہ ۱۵/۱۷

اس میں اشارہ ہے جس شخص کے پاس کتاب اللہ کا علم ہو گویا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ گویا کہ اس کا سینہ جناب اکرم ﷺ کے سینہ مبارک سے مل رہا ہے۔ کیونکہ آپ آنحضرت ﷺ نے اپنا سینہ حضرت لکن عباسؓ کے سینہ سے ملا یا تھا اس میں لطیف اشارہ ہے۔

قوله منی یصح سماع الصغیر صفحہ ۱۶/۱۷ باب کا مقصد یہ ہے کہ تحمل علم کے لئے بلوغ شرط نہیں ہے البتہ دوسرے کو سنا بعد البلوغ ہے۔

باب الخروج فی طلب العلم صفحہ ۲۱/۱۷

چونکہ سفر کے بارے میں ہے السفر قطعة من النار اور یہ بھی وارد ہے کہ لا تشد الزجال الا الى ثلاث الخ اگرچہ اسکی مراد خاص سفر ہے لیکن یہ باب باندھ کر امام حاریؒ نے ان سب اوہام کو دفع کر دیا کہ حصول علم کے لئے ہر قسم کا سفر جائز ہے۔

باب فضل من علم وعلم صفحہ ۳/۱۸

حضرت شیخ النذ کے تراجم میں ہے کہ ابواب ساہجہ میں تحصیل علم کی فضیلت بیان ہوئی اس سے فراغت کے بعد چند ابواب میں تعلیم کی فضیلت پر حبیہ فرماتے ہیں۔

قوله ونفعه بما بعثني الله صفحہ ۶/۱۸ شاید اس جملہ میں وضع المظهر موضع المضموع ہے یا یہ باب تنازع فعلن میں سے ہے بہر حال اس سے مشہور اعتراض کا جواب دینا ہے کہ مشبہ بہ کی جانب میں تین اقسام ہیں۔ مشبہ میں دو قسم بیان ہوئے۔ قلب گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ یہ جملہ تینوں اقسام کو شامل ہے۔ مشبہ کے دو قسم تو آپؐ کے قول فعلم وعلم میں داخل ہیں کیونکہ تعلیم کا نفع فقط غیر تک پہنچے گا۔ جیسے محدثین حضرات کہ جنہوں نے مسائل کا استنباط نہیں کیا یا اس کا نفع اپنے آپ کو اور غیر دونوں کو ہوگا۔ جیسے فقہاء عظام جن کا نفع محدود ہے تو اہل نفع کو ایک ہی زمرہ میں بیان کر دیا۔ اور طائفہ مدمومہ جن میں کوئی نفع نہیں ان کو شور زمین سے تشبیہ دی اور الگ ذکر کیا۔

قوله ومثل من لم يرفع بذلك رأسا صفحہ ۶/۱۸ بظاہر اس سے کافر مراد ہے۔ اگرچہ اس کو اس شخص پر محمول کرنا ممکن ہے جس نے مسلمان ہو کر علم قبول نہیں کیا۔ اور وہ شخص بھی مراد ہو سکتا ہے جو لفظ حدیث کے ظاہری معنی بھی نہیں جانتا۔ فقہ اور دین کی سمجھ تو اس سے بہت دور ہے۔

قوله قال يعلوه الماء صفحہ ۹/۱۸ یعنی وہ چٹیل میدان جس پر پانی چڑھتا تو ہے لیکن نہ تو زمین اسے جذب کر کے

قبول کرتی ہے اور نہ ہی پانی کو روک لیتی ہے۔ گویا کہ پانی اور زمین دونوں میں سے ہر ایک دسرے سے انکاری ہے اور اونچا ہے۔ اور ضعف کی تفسیر اس لئے کر دی کہ وہ قاع کے پہلو میں آیت کریمہ کے اندر واقع ہے۔ قَاعًا مَّفْصَلًا۔

قوله ان يضيع نفسه صفحہ ۹/۱۸ یعنی جو شخص اپنے علم پر عمل کرنے سے اور امت کو تعلیم دینے سے رک گیا جس سے اس نے اپنے آپ کو ضائع کر دیا۔

قوله تشرب الخمر وتظهر الزنا صفحہ ۱۱/۱۸ شراب خوری اور زنا کی کثرت علم دین کے اٹھ جانے کی وجہ سے ہوگی جو کہ گناہوں کے قبائح کو ظاہر کرنے والا تھا۔ علم کے نہ ہونے کی وجہ سے کثرت اور شرارت آجائے گی۔

قوله لا يحدثكم احد بعدى الخ صفحہ ۱۲/۱۸ یعنی میرے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے درمیان بلا واسطہ حدیث بیان کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اس لئے صحابہ کرام میں سے کوئی بھی میرے سوا اس جگہ موجود نہیں ہے۔

قوله باب فضل العلم صفحہ ۱۲/۱۸

اول باب میں علماء کی فضیلت بیان ہوئی اس باب میں علم کی فضیلت بیان فرمائی لہذا تکرار نہیں ہوگا۔

قوله يخرج في اظفارى صفحہ ۱۵/۱۸ اس جملہ میں کنایہ اور مبالغہ ہے۔ کہ علم ان کے دواخل بدن میں اس قدر سرایت کر جائے گا حتیٰ کہ بہنے لگ جائے۔ اور مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے باب میں علم کی فضیلت جزئی بیان ہوئی۔ اور اس باب میں فضیلت کلیہ کا ذکر ہے فلا تکرار۔ اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے علم کا جس قدر حصہ حاصل کیا۔ اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے نصیب سے ایک حصہ حاصل کیا اور یہ علم کی بہت بڑی ظاہری فضیلت ہے۔ اس طرح روایت ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی حضرت شیخ السنہ کے تراجم میں ہے کہ اس جگہ علم سے فاضل عن الحاجة مراد ہے تب بھی تکرار نہیں ہوگا۔ زیادۃ علم کی ترغیب ثابت ہوئی جو قدر حاجت سے زیادہ ہو۔

قوله باب الفتيا وهو واقف على ظواهر الدأبته وقوله وقف في حجة الوداع صفحہ ۱۵/۱۸

اور حجة الوداع میں آپؐ نے اونٹنی پر کھڑے کھڑے خطبہ دیا جیسا کہ روایات سے معلوم ہے۔ اس مقصد کے لئے امام بخاریؒ کو مستقل باب باندھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ احادیث میں وارد ہے کہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے دابہ پر ٹھہرنا چھوڑ دو چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَوْ أَن تَخَذُوا لَطُهُورَ كَوَاتِهِمْ مَّنَا بُو یعنی اپنے جانوروں کی بیٹھوں کو منبر نہ بناؤ۔ نیز! اس صورت میں جانوروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کا دفعیہ کیا کہ اشاعت علم کی ضرورت کے لئے وقوف علی الدابہ جائز ہے۔ ورنہ دوسری صورت میں سوائے نزدیکی لوگوں کے اور کوئی آپؐ کے خطبہ کو نہ سن سکتا۔

باب من اجاب الفتيا باشارة اليد والرأس

مصنفؒ نے ترجمہ سے جواز اشارہ بالید والرأس کو ثابت فرمایا

قوله فحرفها صفحہ ۲۲/۱۸ یعنی راوی نے واضح کر دیا کہ ہاتھ اشارہ تحریف تھا جیسے قتل کے وقت تلوار کو حرکت دی جاتی ہے اس طرف ہاتھ کو حرکت دی تو اس ہیئت کی طرف اشارہ ہوا۔

قوله اشارت برأسها صفحہ ۲۳/۱۸ ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آسمان کی طرف اشارہ کرنا اور سبحان اللہ کہنا یہ دونوں سوال کے جواب کی نیت سے نہیں تھے۔ بلکہ یہ ان کی اپنی طرف سے ایک نئی نیکی تھی۔ پس اس سے نماز کا فاسد ہونا لازم نہیں آئے گا۔ شیخ منگوہنیؒ نے تسبیح اور اشارہ ایک حکم میں جمع کر دیا۔ جیسے تسبیح مفید صلوٰۃ نہیں ایسے اشارہ سے بھی فساد لازم نہیں آئے گا۔

باب الرحلة في المسئلة النازلة صفحہ ۹/۱۹

مقصود یہ ہے کہ جیسے کلیات العلم کے لئے سفر جائز ہے ایسے کوئی جزئی مسئلہ پیش آجائے تو اس کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے جمالت کوئی عذر نہیں ہے۔

قوله باب التناوب في العلم صفحہ ۱۳/۱۹

تراجم شیخ المنذہ میں ہے کہ جو شخص تحصیل علم کے لئے اپنی ضروریات کی وجہ سے تمام وقت نہ دے سکے تو اسے وقفہ وقفہ سے علم سیکھنا چاہیے اگر خود علم کی مجلس میں حاضر نہیں ہو سکتا تو کسی معتمد علیہ کو بھیج کر علم حاصل کرے۔ جیسے حضرت عمرؓ کرتے تھے۔

قوله فاذا هي تبكي جب لوگوں میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ تو اس خبر سے حضرت حمہؓ رورہی تھیں یا اس وجہ سے رونا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا اپنی بیویوں سے ناراض ہو کر بالا خانہ پر جانے کا علم ہوا تو یہ رونے لگیں۔ حضرت عمرؓ کے سوال پر جب آپؐ نے فرمادیا کہ میں نے ان کو طلاق نہیں دی تو اپنے انصاری کے گمان پر کہ انہوں نے علیحدگی پسندی کو طلاق سمجھ لیا۔ تعجب کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا کہ مرد لوگ ایسی باتیں کر دیتے ہیں جن کا کوئی اصل نہیں ہوتا ان ہو الاظن

باب الغضب قوله لك اولا خيك صفحہ ۲۶/۱۹

ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس باب سے واعظ اور معلم کے لئے صرف غصہ کرنے کا جواز ہی نہیں بلکہ استحسان ثابت کر رہے ہیں البتہ حاکم کو غصہ کی حالت میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے لك او لا خيك میں متعلق محذوف ہے۔ یعنی تم گم شدہ بھری گم شدہ اونٹ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کو پکڑ لو۔ اگر تم نہیں پکڑو گے تو اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ آئے گی یا بھیڑ یا اٹھا کر لے جائیگا۔

باب من برك على ركبتيه صفحہ ۲۰/۲

حاکم اور امام کے پاس بردک سے ظاہر امر ادیہ ہے کہ اپنے اوپر کے نصف اعلیٰ حصہ کو اپنے گھٹنوں پر کھڑا رکھے۔ جیسا کہ کوئی شخص بیٹھے ہوئے کسی چیز کو جھانک رہا ہو۔ اور اس کی طرف تک رہا ہو چونکہ یہ ہیئت ادب کے خلاف تھی۔ بلکہ اس کے منافی تھی۔ جواز کو ثابت کیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا جب کہ ان کو وہم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غضب ناک ہیں۔ اور ان لوگوں پر ناراضگی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر بردک سے مراد الخیات والا بیٹھنا مراد ہے تو پھر مسئلہ ظاہر ہے کہ امام اور حاکم کے پاس کس طرح بیٹھنا چاہیے۔ لیکن اس پر اعتراض ہو گا کہ جب حضرت عمرؓ آپ کے بیٹھے تو انہوں نے اس ادب پر عمل کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ ان کی بات چیت کے وقت یہ بردک تشدد تو نہیں تھا۔ اس کا جواب یہی دیا جاسکتا ہے کہ خطاب کی بابت میں وہ اہتمام کرنا پڑتا ہے جو غیر خطاب کی حالت میں نہیں کرنا پڑتا۔ پس مآدب کا تقاضا یہ ہے کہ خطاب کے وقت ان کا بیٹھنا اسی حالت و ہیئت پر ہو جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر بیٹھتے تھے جب کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ایمان۔ اسلام۔ اور احسان کے متعلق سوال کیا تھا۔ اور غیر حالت خطاب میں ادب اور مستحب طریقہ وہی ہے۔ عام شرائط نے دوسرے معنی لئے ہیں لیکن حین قعد کے اعتراض کا جواب نہیں دیا۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے معنی مراد لے کر اعتراض سے چپنی کو شش کی ہے کہ متآدب کے لئے رکوب تشدد واجب ہے۔

باب من اعاد الحديث ثلاثا ليفهم صفحہ ۲۰/۳

اس علت کی زیادہ نے بتلادیا کہ روایت میں جہاں پر تثلیث وارد ہے۔ اس سے وہ تثلیث مراد ہے جو سمجھانے کے ارادہ سے ہو وہاں یہ اہتمام اور توجہ تام کی جائے یا جہاں پر بھید و بھڑکے کی وجہ سے نہ سنے جانے کا خدشہ ہو اس بنا پر۔

قوله سلم ثلاثا یہ تاویل مناسب ہو گی کہ مسلم علیہ سلام نہ سن پائے تو تین مرتبہ سلام کیا جائے۔ لیکن اس صورت میں یہ حکم دروازے سے واپس چلے جانے کے بارے میں ہو گا جیسا کہ حضرت ابو ذرؓ کی روایت میں وارد ہے کہ تین مرتبہ سلام کرنے پر اجازت نہ ملے تو دروازے سے واپس لوٹ جاؤ۔ اور جو لوگ تین تسلیمات میں سے ایک کو استیذان اجازت طلب کرنے پر معمول کرتے ہیں۔ اور دوسرا سلام دخول کے وقت ہو اور تیسرا واپسی کے وقت ہو۔ اگرچہ معنی روایت کے طور پر صحیح ہے۔ لیکن ترجمہ الباب کے مناسب نہیں ہے۔ اور عرف عام میں گزرنے والا سلام پر تکرار نہیں کرتا۔ طبرانی میں حضرت جناب بن عبد اللہؓ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا اذا استاذن احدكم ثلاثا فلم يؤذن فليرجع۔ حضرت ابو ذرؓ سے یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔

باب تعليم الرجل امته واهله صفحہ ۲۰/۸

یعنی اپنی باندی اور بیوی کو دین کی تعلیم دینے سے نفرت نہ کرنی چاہیے اس لئے کہ اگرچہ باندی اور بیوی سے خدمت لینے کا

اسے حق حاصل ہے تو ان کو تعلیم دینے کا حق بھی اس پر واجب ہے۔ **قَوْلُهُ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا** حدیث میں باندی کا لفظ صراحۃً ہے اہل کی تعلیم کو قیاس سے ثابت کیا۔ ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ جب باندیوں کی تعلیم کا حکم ہے تو اہلیہ حرہ کی تعلیم اس سے زیادہ اہم ہے۔ کہ ان کو فرائض اللہ اور سنن رسولہ کی تعلیم دی جائے۔

باب عظة الامام النساء وتعليمها صفحہ ۳۰/۲۰

چونکہ عورتوں کا خلوت اور تنہائی میں مردوں کے ساتھ جمع ہونا ممنوع تھا اس لئے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی حرمت فتنہ کی وجہ سے ہے۔ اگر فتنہ کا خطرہ نہ امام کو ہو اور نہ عورتوں پر ہو تو ان کے لئے خیر خواہی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امام اعظم تھے۔ آپ کا وعظ اور تعلیم امیر المؤمنین کی حیثیت سے تھا نہ کہ نبی کی حیثیت سے۔ لہذا امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کر دیا کہ ہر امام اور اس کا نائب یہ فریضہ انجام دے سکتا ہے۔ اسے آنحضرت ﷺ امام اعظم کی اقتدا کرنی چاہیے۔

قوله حتى يكون العلم سراً صفحہ ۲۰/۲۲ مولانا حسین علی پناہیؒ کی تقریر میں یہ زائد قول ہے کہ علماء باریک مسائل کو لوگوں سے پوشیدہ رکھیں تاکہ کوئی ان جیسانہ ہو جائے۔

باب من سمع شيئا فلم يفهمه فراجعه صفحہ ۲۱

جو شخص کوئی مسئلہ سمجھ نہ آئے تو دوبارہ اس کا سوال کر سکتا ہے۔ روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہوا۔ بلکہ استجاب معلوم ہوا۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس پر پیشگی کی۔ اور آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے اس کی تقریر فرمائی۔ نیز! حضرت عائشہؓ کا من حوسب هلك جس کا حساب ہو لوہہ تباہ ہوا۔ کے متعلق سوال کرنا اختلاف کے اصول کے مطابق ہے کہ لفظ عام کو اپنے عموم پر رکھنا چاہیے جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ اگر عقل اس کا استثناء کر دے تو اس سے ہماری بحث نہیں۔ کیونکہ وہ تو عقلاً خارج ہے ہماری گفتگو تو شریعات میں ہے۔ اگر ہر عام مخصوص البعض ہو تا جیسا کہ شوافع کے یہاں ضابطہ ہے تو پھر حضرت عائشہؓ کو سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ آیت کو ان بعض افراد پر حمل کر سکتی تھیں۔ جو من حوسب هلك کے عموم سے خارج تھے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ آیت کے اندر جو حساب کا ذکر ہے اس سے مراد پیشی ہے۔ جس کا نام حساب رکھا گیا۔ کیونکہ صورت محاسبہ کی ہے۔ دراصل حساب نہیں ہے کیونکہ حساب تو اس کو کہتے ہیں کہ نقصان کی پوری پوری حطائی کر دی جائے۔ لیکن اس پیشی میں نہ تو حقوق واجبہ کا بالکل مطالبہ ہو گا۔ اور نہ ہی تمام کبیرہ گناہوں پر بلکہ محض اس کے اعمال نیک و بد کے پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے گا اور بس۔ واللہ اعلم بالصواب

قَوْلُهُ صَدَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صفحہ ۲۱/۱۴ جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی قوم اور اپنی امت میں تلوار چلنے کا خطرہ محسوس ہوا تو آپؐ نے خون بہانے اور عزت برباد کرنے کی حرمت کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپؐ نے خبر دی تھی۔

اگرچہ اس حدیث میں صراحۃً آپؐ نے خون بہانے کی خبر نہیں دی تھی۔ لیکن قتل کے بارے میں آپؐ کی تاکیدات سے یہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپؐ نے فرمایا ان دمانکم الخ ہمیشہ اسی حکم کی تاکید کی جاتی ہے۔ جس پر عمل نہ کرنے کا خدشہ ہو۔ اور نہی کی تاکید وہاں لائی جاتی ہے جہاں کسی کام کے عمل میں آنے کا خطرہ ہو۔ تو قطب گنگوہیؒ کے نزدیک ابن سیرین کے مقالہ میں ذلک کا اشارہ سفک الدماء یعنی خون بہانے کی طرف ہوا دیگر شرح حضرات کی توجیہات سے یہ توجیہ عمدہ ہے اور یہی مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر سے واضح ہوتا ہے

كان ذلك اى القتال اى وقع بعده ﷺ القتال ...

باب اثم من كذب على النبي ﷺ

یہ ترجمہ ترجمہ سابقہ کا تتمہ اور مکمل ہے تاکہ آنحضرت ﷺ پر کذب بیانی سے بچا جائے۔

باب کتاب العلم صفحہ ۲۱/۲۲

جن روایات سے کلمات علم کی نہی معلوم ہوتی ہے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ نہی و ممانعت اول الامر میں تھی۔ بعد میں رخصت دی گئی کیونکہ ابتداء اسلام میں قرآن مجید سے غلط ملط ہونے کا خطرہ تھا بعد ازاں جب یہ خطرہ نہ رہا تو اجازت دی گئی۔ بلکہ کلمات علم مستحب ہے تاکہ نسیان کی وجہ سے علم ضائع ہونے سے بچ جائے۔

قوله الاما كان من عبد الله بن عمر وابن عاصؓ صفحہ ۲۲/۲۱ حضرت عبد اللہؓ کی کلمات کے متعلق یہ حضرات

ابو ہریرہؓ کا گمان ہے ورنہ ان کی روایات روایات ابو ہریرہؓ سے قلیل ہیں۔ حالانکہ حضرت عبد اللہؓ حضرت ابو ہریرہؓ سے بہت پہلے اسلام لائے تھے۔ اور ان کا روایت کو سننا حضرت ابو ہریرہؓ کے روایات کو سننے سے زیادہ ہے۔ تو اب یہ اشکال وارد نہیں ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے محفوظات تو ان کی کلمات سے اس لئے کم نہ ہوں گے کہ ایک آپؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے چادر والا عمل کیا۔ جس سے ان کے حافظہ میں اضافہ ہوا کوئی چیز بھولی نہیں۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عبد اللہؓ کو مستثنیٰ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اعتراض اس لئے وارد نہیں ہو سکتا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کا سماع تو حضرت ابو ہریرہؓ کے آنے سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں رہا ہے۔ اور دونوں اوقات میں برابر لکھتے رہے۔ جس سے ان کی روایات کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ اعزاز صحابہ کرامؓ میں سے اور کسی کو حاصل نہیں۔ اسلئے وہ محض سماع پر اکتفاء کرتے تھے کلمات سے رکے رہتے تھے۔

قوله فخرج ابن عباسؓ صفحہ ۲۲/۱۱ حضرت نبی اکرم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب صحابہ کرامؓ کا اختلاف

اس حد تک پہنچا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ وجدال تک نہایت پہنچی اور اس میں لاکھوں جانیں قربان ہوئیں تو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو صحابہ کرامؓ کے اس عمل پر افسوس ہوا کہ انہوں نے صرف کتاب اللہ پر اکتفا کیا۔ حسبنا اللہ کتاب اللہ

اگر آنحضرت ﷺ بالترتیب خلفاء کی خلافت کی تصریح فرمادیتے تو کسی کو نہ مخالفت کی جرأت ہوتی نہ قتل و قتل تک نوہت پہنچتی۔ اور حضرت عمرؓ کا معاملہ اس لئے قابل تحسین ہے کہ ان کو علم تھا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق لکھنے والے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت ادعیٰ لی ابانک حتیٰ اکتب کتابا الخ کہ اپنے باپ کو بلاؤ میں اس کو کتاب لکھ دوں کہیں کوئی آرزو مند آرزو کرنے لگے کیونکہ ہم تو اس پر اتفاق کرنے والے ہیں اس کے کھول کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی یہ بات اس لئے پسند آئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کتابت واجب ہوتی تو کسی کے کہنے پر آپؐ اسے ترک نہ کرتے روایت کی دلالت ترجمہ پر ظاہر ہے۔ کہ اگر آپؐ لکھ دیتے تو وہ چیز لکھتے جو قرآن میں نہیں یہ وہ احکام تھے جن کی وصیت کی جاتی تو اس سے کتابت العلم کا جواز ثابت ہوا۔ آپؐ اس واقعہ کے پانچ دن بعد تک زندہ رہے چند وصایا فرمائیں۔ وفود کی تعظیم۔ جزیرۃ العرب سے مشرکین کو باہر نکال دینا وغیرہ۔ اگر خلافت کی وصیت کرنی تھی تو اس کے بعد بھی کی جاسکتی تھی۔ نیز آپؐ نے کاغذ قلم دوات لانے کا حکم حضرت علیؓ کو دیا تھا وہ کیوں نہ لائے بلکہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اسمع و اعمیٰ میں سنتا ہوں اور محفوظ کر رہا ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ کا شبہ ان کے دوسرے شبہات کی طرح ہے۔ کہار صحابہؓ نے آپؐ کا مقصود سمجھ لیا اس لئے کتابت نہ ہوئی۔

باب العلم والعظة باللیل صفحہ ۱۲/۲۲

رات کے وقت قصہ گوئی ممنوع ہے۔ اس باب سے بتلایا گیا کہ قصہ گوئی ممنوعہ امور دنیا کے بارے میں ہے۔ مطلقاً ممانعت نہیں ہے کیونکہ سمر عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہوتا ہے۔ سونے کے بعد قصہ گوئی ہمارے ہوگی۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ہر مقصد کے لئے الگ باب باندھا ہے۔

باب السمر بالعلم صفحہ ۵/۲۲

جواز کی وجہ یہ ہے کہ قصہ گوئی لذائذ ممنوع نہیں بلکہ وہ ممنوع ہے جو فجر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سبب بنے یا جماعت نہ مل سکے علمی گفتگو عادی ان امور کا باعث نہیں بنتی۔ کیونکہ اتنا لب و لہجہ جس سے قوم آگتا جائے اس کی ممانعت ہے۔ بس وعظ تو تھوڑے وقت کیلئے ہو گا خلاف سمر فی امور الدنیا یا قصہ گوئی کے کہ نفس ان کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لمبے قصے کہانیاں۔ کھیل تماشائے اور آجکل کے ڈرامے۔ وی سی آر۔ ان سے تو نمازیں قضا اور فوت ہو جاتی ہیں۔ دوسرے علم اور وعظ کی مجلسیں خیر کے لئے معاون بنتی ہیں۔ اس لئے نیند میں اگر وقت سے تاخیر ہو جائے تو خیر کی توفیق ملنے سے اس کا نقصان پورا ہو جائے گا۔ نقصان نہیں ہو گا خلاف لمو لعب اور کھیل تماشائے ڈرامہ وغیرہ سے جو بیداری ہوتی ہے اسے اس سے ایک تو بلاوت پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے وہ شر سے نہیں روکتی بلکہ شر کا اثر اس میں ہوتا ہے لہذا مصیبت پر مصیبت کا اضافہ ہوا۔

قولہ نام الغلیم صفحہ ۲۰/۱۲ لڑکا سو گیا۔ شاید استفہام کے لئے ہو یا خبر دینا ہے تاکہ آدمی اپنی بیوی سے بوس و کنار میں

مشغول ہو سکے۔ نام العلیم ہی محل ترجمہ ہے۔ کہ سر کا اطلاق کبھی ایک جملہ پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور آپ کے استفسار سے ثابت ہوا کہ نبی سے چھیڑ چھاڑ پوشیدہ ہونی چاہیے ہے بھی نہ دیکھیں یہی علم ہے۔

قوله بشبع بطنہ صفحہ ۲۲/۲۳ یعنی پیٹ بُرداری پر قناعت کرتے تھے۔ زیادہ مال حاصل کرنے کی کوشش اس لئے نہیں کرتے تھے کہ ایسا کوئی شخص موجود نہیں تھا جن کا حق ان کے ذمہ ہوتا ہو یعنی بال بچوں کی کفالت ان کے ذمہ نہیں تھی۔ یہ حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کرام کا حال بیان ہوا۔ جس سے ان کی کثرت روایات کا سبب واضح کرنا ہے کہ یہ لوگ اسی کام کے لئے فارغ تھے۔ معاشی مسئلہ سے بے نیاز تھے۔ معاذ اللہ! ان حضرات کی تحقیر یا بے قدری کرنا مقصود نہیں ہے کہ یہ لوگ روٹی کھانے کے لئے میاں پڑے رہتے تھے حاشا و کلاً ایسا نہیں تھا۔ واما الآخر کو بَشْتَتُہ الخ اگر میں دوسرے علم کو پھیلا دوں تو میری گردن اڑا دی جائے۔ صوفیاء کرام نے اس کو اپنے ڈھب پر ڈالا ہے اور وہ بعید بھی نہیں ہے۔ کہ پہلا علم الاحکام ہے اور دوسرا علم الاسرار ہے۔ جو اغیار سے محفوظ ہے اور علماء نے اسے امراء سوء پر محمول کیا ہے۔ شیخ المشائخ نے اسے علم الفتن اور تغیر احوال الناس پر محمول کیا ہے۔ شیخ لنگوہی کے نزدیک اس سے باطنیہ فرقہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ تصوف پر شاہ ولی اللہ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتب موجود ہیں جس کی صحت پر قرآن و احادیث سے دلائل پیش کئے گئے ہیں۔ التشریف فی احادیث التصوف مولانا تھانویؒ کا رسالہ چھپا ہوا ہے۔

باب الانصات للعلماء صفحہ ۲۴/۲۵

قوله استنصت الناس حدیث باب سے ثابت ہوا کہ علم کے لئے چپ کرانے کا حکم دینا جائز ہے۔ اگرچہ لوگ ذکر و اذکار میں مشغول ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے جب چپ کرانے کا حکم دیا تو لوگ تلبیہ **كَلِمَاتُكَ اللَّهُمَّ تَبِيَّتُكَ** کہہ رہے تھے۔ اور تلبیہ ذکر ہے۔ اس جواز کو ثابت کرنے کے لئے باب باندھنے کی ضرورت پیش آئی۔ ورنہ ظاہراً ذکر تلاوت قرآن اور دوسری طاعات سے روکنا جائز معلوم نہیں ہوتا روایت سے ثابت کر دیا کہ علم اور وعظ نصیحت کے لئے ذکر وغیرہ سے روکنا جائز ہے۔ ان بطلان فرماتے ہیں کہ علماء کیلئے شاگردوں پر چپ کرنا لازم ہے۔ تراجم شیخ السنہ میں ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ کسی قوم کے کلام کو قطع نہ کرو۔ اس باب سے ثابت ہوا کہ ضرورت کے لئے قطع کلام جائز ہے۔

باب ما يستحب للعالم اذا سئل أى الناس اعلم صفحہ ۲۳/۲۴

جب کسی عالم سے یہ پوچھا جائے کہ لوگوں میں سے کون سا شخص سب سے زیادہ عالم ہے تو بظاہر اس کے لئے جائز ہے کہ وہ انا اعلم کہہ سکتا ہے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اس سے بلند تھی کہ وہ اپنے آپ کو صاحب کمال گمان کرتے۔ کیونکہ اس سے کبر اور عجب کا دروازہ کھلتا ہے۔ بالخصوص ہو اسرائیل کے لئے۔ کیونکہ وہ تو اس میدان کے شہسوار تھے۔ سرکشی اور کبر کے جھنڈے اٹھانے والے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کلام جلدی میں کہنے کی اس لئے ضرورت لاحق ہوئی کہ ان کو معلوم تھا کہ اللہ کا رسول اللہ تعالیٰ کے

ہندوں میں سے برگزیدہ اور برتر ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تو انہیں اپنے شہروں کی طرف رسالۃ کے لئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ اپنے اس گمان کے اندر صائب تھے۔ کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ علم الاحکام والشرائع میں اعلم ہونا لازم آتا ہے جو بالکل صحیح ہے۔ لیکن کریم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی مخلوقات میں کئی طرح کے عجائبات ہیں۔ بظاہر اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علی الاطلاق اعلم ہیں۔ یعنی ہر قسم کے علوم کو خوب جاننے والے ہیں۔ اس لئے ان پر عتاب ہوا۔ کہ انہیں کیا معلوم شاید کوئی اور شخصیت بعض دوسرے علوم کے اعتبار سے ان سے اعلم ہو۔ اگرچہ ان کو اقسام علوم میں سے اعلیٰ قسم کے علم میں فضیلت حاصل ہو۔ وہ علم الشریعت ہے جو تمام علوم سے افضل ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خضر علیہ السلام کی پیروی کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام جو کچھ کر رہے تھے وہ بالکل قطعی طور پر حق تھا۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ خضر علیہ السلام کی کارگزاری پر صبر کرتے۔ پس آجکل ہمارے زمانہ کے صوفیاء جو شرعی امور منکرہ کار تکاب کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم پر اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ ہم تو حضرت خضر علیہ السلام کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔

میں سجادہ رنگین کن گرت پیر منال گوید کہ سالک بے خبر نبود ذراہ و رسم منزلما (از مرتب غفرلہ)

اس لئے کہ حضرت خضر علیہ السلام تو نبی تھے تم تو نبی نہیں ہو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں تھے ولی تھے پھر بھی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کی پیروی کرتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے وہ یقیناً ٹھیک تھا۔ لیکن جن خلاف شرع امور کو تم لوگ انجام دیتے ہو ان پر یقین نہیں کہ وہ شرع کے موافق ہوں۔ لہذا کسی اہل علم کو تمہاری ان بدعات اور رسوم پر خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی تمہارے لئے جائز ہے کہ تم ان منکرات کا ارتکاب کرو۔ البتہ جو شخص جذب کی حالت میں اپنے آپ پر اختیار نہ رکھتا ہو وہ تو پاگلوں میں داخل ہے اس سے تکلیف شرعی مرفوع ہے۔ بہر حال حضرت شیخ السند کے تراجم میں ہے کہ علماء کو تواضع اختیار کرنے پر تنبیہ کی گئی ہے۔ کیونکہ علماء میں کبر و عجب کے بہت اسباب پائے جاتے ہیں۔

قوله وهو اعلم منك صفحہ ۸۲۳ یعنی وہ بعض علوم میں تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں دراصل نوف ہکالی کو ان دونوں ہم نام موسیٰ کے درمیان مغایرت کا وہم ہوا کہ انہوں نے سمجھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام او لو العزم پیغمبر ہیں اور کلیم اللہ ہیں وہ خضر علیہ السلام کی شاگردی اور تعلیم کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس تعلیم کا حکم انہیں کیسے دیا جاسکتا ہے۔ درحقیقت نوف ہکالی کعب الاحبار کی بیوی کا بیٹا تھا جس نے تورات میں پڑھا تھا کہ وہ موسیٰ بن میثا تھا۔ اس لئے ابن عباس کو غصہ آیا۔ کیونکہ خضر علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ جو ما فعلتہ عن اموی فرما رہے ہیں۔ ایک نبی دوسرے نبی سے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (از مرتب)

قوله فنا ما صفحہ ۹۲۳ نوم سے مجاز الینما مراد ہے۔ کیونکہ یوشع علیہ السلام سوئے ہوئے نہیں تھے۔ اگر سو جاتے تو انہیں مچھلی کا حال کیسے معلوم ہوتا۔

وقوله وکان لموسیٰ ولتاه عجباً صفحہ ۱۰/۲۳ شبہ ہے کہ جب دونوں سوئے ہوئے تھے یا ایک سویا ہوا تھا تو دونوں کے لئے تعجب کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ یہ قصہ کے آخر کا بیان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگرچہ یوشع علیہ السلام کے لئے تعجب نہیں تھا لیکن آخر الامر جب دونوں تعجب میں شریک ہو گئے تو اختصاراً دونوں کو جمع کر دیا۔ یا ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ مچھلی کا چلا جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی کے لئے تعجب کا باعث بن گیا تو اس وقت سبب تو متحقق ہو گیا۔ لیکن اس میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ انہیں تعجب ابھی لاحق ہوا تاکہ اشکال وارد ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان دونوں حضرات نے اس معاملہ کو دیکھا تو یہ حضرت موسیٰؑ اور یوشعؑ کے لئے تعجب کا سبب بن گیا۔ خواہ وہ دونوں حضرات اس معاملہ پر اکٹھے واقف ہوئے ہوں۔ یا یوشعؑ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے مطلع ہوئے ہوں خوب سمجھ لو اللہ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

قوله قال نعم هل ابعلك صفحہ ۱۳/۲۳ اس مقام پر عبارت محذوف ہے محض مدعی پر اکتفاء کیا گیا ہے عبارت یوں تھی ای فقام والتقيا وتخطبا یعنی خضر علیہ السلام کھڑے ہوئے۔ دونوں پیغمبر آپس میں ملے اور گفتگو شروع کی جو کچھ موسیٰؑ نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں کیاں میں آپ کی پیروی میں چل سکتا ہوں۔

قوله وانت علی علم من علم اللہ الخ صفحہ ۱۴/۲۳ اس سے صاف واضح ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کی اعلمیۃ مخصوصہ تھی۔

قوله فقال الخضر یا موسیٰ مانقص الخ صفحہ ۱۷/۲۳ یہ حضرت موسیٰؑ پر لطیف چوٹ ہے کہ انہوں نے علم کو کوئی معتد بہ شئی سمجھ لیا۔ اور خضر علیہ السلام کو یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی یا تو خود موسیٰ علیہ السلام کے بیان سے ان کو معلوم ہوا یا ذریعہ کشف انہیں اس کا علم ہوا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں نقص محال ہے۔ اس لئے علم بمعنی معلوم ہو گا۔ ورنہ علم تو اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

قوله لا تؤاخذنی بما نسیت صفحہ ۱۸/۲۳ نسیان کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے ایک منکر شرعی کو دیکھا تو اس پر صبر نہ کر سکے تفسیر منکر کا غلبہ ہوا۔ اور اسی طرح باقی میں سے پہلے یعنی قتل غلام وغیرہ میں یہ غلبہ کار فرما تھا۔ یہ نسیان مع شرط تھا۔

قوله فقال له موسیٰ لو شئت الخ صفحہ ۲۲/۲۳ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر کہی کیونکہ اب وہ جدائی کے طالب تھے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ اس علم اسرار میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں ہے۔ دوسرے یہ شان نبوت کے خلاف ہے اس لئے اس میں اسرار و موزکی باتیں ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو ظاہر امور کے لینے کا حکم ہے۔ دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کی غرض بھی پوری ہو گئی۔ کہ خضر علیہ السلام کے ایک قسم کے علم کی واقفیت ہو گئی۔ وهو المطلوب

باب من سئل وهو قائم صفحہ ۲۳/۲۴

اس باب اور آئندہ باب سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جن کو وہم ہے کہ کھڑے ہو کر سوال کرنا اور مفتی کی مشغولیت کی حالت میں سوال کرنا مسئلہ پوچھنا بے ادبی ہے۔ اس کا دفعیہ اس طرح ہوا کہ ضروریات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مناسک حج کے بارے میں سوال کرنے والا اگر آنحضرت ﷺ کے بیٹھنے کا انتظار کرتا یا آپ کی مشغولیت سے فراغت کا منتظر ہوتا تو وقت بیت جاتا۔ نیز اس باب سے یہ بھی واضح ہوا کہ اگر مفتی عبادات میں مشغول ہو تو مسائل اس سے مسئلہ پوچھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ کلام ان عبادات کے منافی نہ ہو اگر منافی ہے جیسے نماز میں کلام مفسد ہے تو پھر مسئلہ پوچھنا جائز نہ ہو گا۔ شیخ السنہ کے تراجم میں ہے کہ یہ جواز اس پر تنبیہ کرنے کے لئے بیان کیا کہ امام اور محدث کے سامنے گھنٹوں پر بیٹھنا زانوا دبت نہ کرنا واجب نہیں ہے۔

قوله باب وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا صفحہ ۲۲/۲۳

ہول علامہ یعنی اس باب سے مقصود اس پر تنبیہ ہے کہ بعض علوم ایسے ہیں جن پر نبی کو اطلاع ہوتی ہے اور نہ غیر نبی کو۔ اس ترجمہ سے مقصود غیر اللہ تعالیٰ سے علم غیب کلی کی نفی کرنا ہے۔ اور شیخ السنہ کے تراجم میں ہے کہ اس باب سے غرض تنبیہ کرنا ہے کہ کوئی اگرچہ اکابر علماء میں سے ہو وہ بھی اپنے علم کو قلیل اور ناقص شمار کرے۔ کیونکہ جب لوگوں کے جمیع علوم قلیل ہیں تو ہر فرد کے متعلق کیا گمان ہے۔ اس کا شمرہ انتہائی تواضع ہے تاکہ عجب میں مبتلا نہ ہو۔

باب من ترك بعض الاختيار صفحہ ۲۴/۲۵

یعنی فتنہ کے خوف سے بعض مختارات اور مستحبات کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ کو عام رکھا ہے۔ قول ہو یا فعل اس کا ترک کرنا جائز ہے۔ حالانکہ آنے والی روایت میں صراحت ہے کہ فعل کا چھوڑنا جائز ہے قول کا ترک جائز نہیں۔ امام بخاریؒ کی تعمیم سے اس طرف اشارہ ہے کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ جب فتنہ کے خوف سے مستحبات اور سنن کا ترک جائز ہے تو مباحات کو کیسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ چونکہ آئندہ ترجمہ بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اس لئے یوں فرق کیا گیا کہ یہ ترجمہ اقوال کے بارے میں ہے۔ اور وہ افعال کے بارے میں یا دونوں کے لئے ہے۔ اور صاحب فیض نے یوں فرق بیان کیا ہے کہ پہلا باب سمجھ داروں کی اور بے وقوف اور غبی کے درمیان فرق کے لئے ہے۔ اور دوسرا باب شریف اور ذلیل کے درمیان فرق کرنے کے لئے ہے۔ حالانکہ دون معنی ادون کے نہیں بلکہ سومی کے معنی میں ہے۔ نیز اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تقلید غیر شخصی اگرچہ دراصل چھوڑ دینا جائز ہے لیکن ہمارے زمانے میں تقلید غیر شخصی کا چھوڑ دینا واجب ہے۔ کیونکہ ہر شخص نہ تو استنباط کے طریقوں کو جانتا ہے اور نہ ہی اسے روایات کے قواعد کا علم ہے۔ چہ جائیکہ زبان عربی سے ماہلہ ہوں بلکہ محض تراجم پر ان کی نظر ہو۔

باب الحیا فی العلم

کلام شیخ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ علم میں حیا کو چھوڑ دینا چاہیے۔ آثار اور روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت شیخ المند کے تراجم میں ہے کہ بظاہر اس سے عدم استحباب ثابت ہوتا ہے۔ لیکن نظر دقیق کے اعتبار سے اس میں تفصیل ہے۔ البتہ اشارات لطیفہ سے بیان کرنا ہے کہ غرض یہ نہیں کہ علم میں حیا نہ کرنا چاہیے بلکہ تعلیم میں حیا کا اہتمام کیا جائے۔ یہی ترجمہ کی غرض اصلی ہے۔ کیونکہ آپ نے چہرہ کو ڈھانپ لیا تبت یداک فرمایا تیرے دنوں ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ جس کی تائید بعد والے باب سے ہوتی ہے۔

قوله لان تكون قلتها احب الي الخ اگر تم کہہ دیتے حیا نہ کرتے تو مجھے زیادہ پسند تھا۔ اس سے ترجمہ ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ نے لکن عمرؓ کے حیا کی وجہ سے نہ مٹانے پر نکیر کیا اور اس پر وہ ان سے راضی نہ ہوئے۔ اگر ان عمرؓ کی اور کے ذریعہ بتا دیتے تو حیا بھی رہ جاتا اور حضرت عمرؓ کو مسرت بھی حاصل ہوتی دراصل ان کا عتاب اسی پر تھا۔ چنانچہ مصنفؒ اسی کو دوسرے باب سے واضح کر رہے ہیں

باب من استحيى فامر غيره

یعنی کوئی شخص حیا کی وجہ سے خود مسئلہ نہیں پوچھتا تو دوسرے کو حکم دے وہ مسئلہ پوچھ لے۔ تو امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ پہلے باب میں جو مسئلہ میں حیا کی کراہت معلوم ہوئی اگر دوسرے کو حکم دے کر مقصود حاصل ہو جائے اور حیا بھی برقرار رہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ حیا کلمہ خیر ہے۔ اور اپنی طرف سوال کرنے کی نسبت بنی الامیر المدینہ کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ حضرت علیؓ نے حضرت عمارؓ اور مقدادؓ کو سوال کرنے کو کہا تھا۔

باب ذکر العلم والفتيا في المسجد الخ صفحہ ۲۲۵

امام بخاریؒ نے اس باب سے اس وہم کا دفع کیا ہے کہ جب مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے حتیٰ کہ علماء کرام نے ذکر جہری کو اس صورت میں مکروہ قرار دیا ہے جب کہ اس سے نمازیوں کو نقصان پہنچتا ہو۔ پس اوّلیٰ ہے کہ علم اور فتویٰ بھی مسجد میں نہ ہو۔ کیونکہ عادتاً یہ بھی رفع صوت سے خالی نہیں۔ تو جواب دیا کہ رفع صوت کی کراہت تب ہے جب کہ حد معتاد سے بڑھ جائے۔ اگر حد کے اندر رہ کر علم کے لئے رفع صوت ہو تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ خود جناب نبی اکرم ﷺ نے مواقت احرام کو مسجد نبوی کے اندر بیان فرمایا۔ اگر رفع صوت نہ ہوتی تو لکن عمرؓ جو ابھی چھ تھے وہ کیسے سن لیتے۔ اگر کہا جائے ممکن ہے کہ وہ آپ کے قریب ہوں۔ تو کہا جائے گا پھر میقات پل علم ان پر کیوں مبہم رہا۔ معلوم ہوا کہ وہ قریب نہیں تھے۔ شیخ المند کے تراجم میں ہے کہ مساجد میں تعلیم افتاء اور قضاء کے بارے میں کراہت کا گمان تھا۔ مصنفؒ نے اس باب کے انعقاد سے اس کی وسعت بیان کر دی۔ جیسے کہ کتاب العلم والقضاء سے واضح ہے۔

افسوس یہاں تک شیخ الحدیث کے تراجم ختم ہو گئے امراض اور مشاغل کی وجہ سے ان کی تکمیل نہ ہو سکی۔ نور اللہ مرقدہ

باب من اجاب السائل صفحہ ۲۵

فضول باتوں سے رکنا اور سوال سے زیادہ بات نہ کرنا روایات سے واضح ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید جواب میں زیادتی اسی میں داخل ہو۔ تو اس وہم کو دفع کرتے ہوئے ثابت کیا کہ ایسا مکروہ نہیں بلکہ مندوب ہے۔ اس لئے کہ ہمیں علم دین کی اشاعت کا حکم دیا گیا ہے اور روایت ترجمہ پر ظاہر طور پر دلالت کر رہی ہے۔ کیونکہ سائل نے محض ملبوسات کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ملبوسات بھی بتلائے۔ اور جس لباس کو چھوڑ دینا ہے وہ بھی بتلایا بلکہ جوتے اور موزوں کے متعلق بھی بیان فرمایا جب کہ جوتے نہ ہونے کی صورت میں موزے پہن لئے ہوں تو ان کو کاٹ کر جوتے کی شکل بنالیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کِتَابُ الْوُضُوءِ

وَقَوْلُهُ بَيِّنَ النَّبِيِّ ﷺ صفحہ ۲۵/۱۰ اگر آنحضرت ﷺ اس کو بیان نہ بھی کرتے تب بھی حکم اسی طرح تھا۔ اس لئے کہ امر تکرار کو نہیں تقاضا کرتا۔ تو مصنف کی غرض یہ بتلانا نہیں ہے کہ ہر ہر عضو ایک مرتبہ دھونا اس کی مشروعیت سنت سے ثابت ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جس طرح افراد یعنی ہر ہر عضو کا ایک مرتبہ دھونا کتاب اللہ سے ثابت ہے اسی طرح سنت سے بھی ثابت ہے۔

باب لا تقبل صلوۃ بغیر طہور

یہ روایت مسلم کی ہے جو امام حارثی کی شرط کے مطابق نہیں تھی اسلئے اس کو ترجمہ میں رکھ دیا اور باب میں اس کے قائم مقام کولائے۔
قوله ما الحدث الخ صفحہ ۲۵/۱۳ جب کہ حدث کے معنی مشترک تھے اس حدث کو بھی کہتے ہیں جو طہارت کے مقابل ہے اور احدث امر کے معنی میں بھی کہ معاملہ خلط ملط رل مل گیا تو سائل نے ایک معنی کی تعیین کے بارے میں پوچھا آپ نے پہلے معنی وہ بھی اس طرح کہ اس کے بعض افراد کو بیان کر دیا۔ سب اقسام اس لئے نہیں بیان کئے کہ ان کے بغیر مقصود حاصل ہو گیا۔

قولہ غر المحجلین صفحہ ۱۵/۲۵ بظاہر یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا روشن ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت مرحومہ کی تعظیم اور ان پر احسان ہے۔ ورنہ وضو تو پہلی ام کے اندر بھی تھا غر محجل ہونا یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

باب اسباغ الوضوء صفحہ ۲۵

باب سابق سے معلوم ہوا تھا کہ وضو میں تخفیف افضل ہے۔ اس باب سے اس کا دفعہ کر دیا کہ تخفیف کے ساتھ اکمال ضروری ہے۔ دراصل اسباغ سے مراد انقاء ہے۔ کیونکہ محدود شرعی سے کیت میں زیادتی کرنا بھی اکمال نہیں۔ اور نہ ہی تعداد میں زیادتی اکمال ہے۔ بلکہ مراد اکمال کیفیت ہے۔ تاکہ انقاء اور صفائی حاصل ہو جائے۔ تو ان دونوں باتوں کا مقصد وضو کے دونوں طرف بتلانے ہیں ادنیٰ تخفیف ہے اور اعلیٰ اکمال ہے۔

قولہ نزل فتوٰ ضاء صفحہ ۱/۲۶ ہمارے علماء احناف کے نزدیک وضو پر وضو کرنا اس وقت تک مستحب نہیں ہے جب تک ان دونوں میں کسی چیز کا فصل نہ کر لیا جائے۔ یعنی ذکر ہو یا کوئی نماز ادا کر لی جائے اس لئے کہ وضو عبادت تب بنے گا جب وہ نماز یا ذکر کیلئے مقابح بنے۔ تو جب تک اس سے اس کا کام نہ لیا جائے وہ عبادت نہیں بنے گا۔ کیونکہ عبادت مقصودہ تو ہے نہیں بلکہ عبادت کا ذریعہ ہے۔ پس اس میں تسلسل مناسب نہیں ہے۔ روایت کا جواب یہ ہے کہ کبھی ان دونوں کے درمیان ذکر حائل ہو جاتا ہے۔ دوسرے پہلا وضو نامکمل تھا پس اس کو مکمل کرنا چاہا اس لئے دوسرا وضو کیا تاکہ فرائض کی ادائیگی میں طہارت نامکمل نہ رہے۔ پس دوسرا وضو پہلے کے منافی نہ ہوا بلکہ اس سے پہلے کی تکمیل ہوئی۔ نیز! مراقی الفلاح میں ہے کہ وضو علی الوضوء تب نور علی نور ہو گا جب کہ مجلس بدل جائے یا پہلے وضو سے عبادت ادا کر لی جائے۔

قولہ ثُمَّ أَخَذَ عُرْفَةً مِنْ مَّاءٍ فَجَعَلَ بِهَا الْخُصْفَ صفحہ ۴/۲۶ مقصد یہ ہے کہ پانی ایک چلو کے برابر ایک ہی ہاتھ سے لیا جائے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے دھوئے تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ دوسرے دونوں ہاتھوں سے دھونے پر زیادہ قدرت حاصل ہوگی جسبت ایک ہاتھ کے۔

باب التَّسْمِيَةِ عِنْدَ كُلِّ حَالٍ الْخُصْفِ

تراجم کی ترتیب میں امام بخاریؒ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس مقام پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا تو منہ دھونے سے پہلے ہوتا ہے نہ کہ اس کے بعد پھر ابواب الوضوء میں غلاء اور جماع کی بحث چھیڑ دی۔ پھر کتاب الوضوء کے چھ ابواب ایسے ذکر کئے ہیں جن میں مقدمات وضو تو ہیں اوصاف وضو نہیں ہیں۔ تو ایک تو مصنفؒ نے ان ابواب سے یہ بتلانا ہے کہ ترتیب اور ولاء وضوء میں شرط نہیں ہے۔ نیز! تھوڑے سے غور سے ان کی مناسبت باہمی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ جیسا کہ اس جگہ مقصود اصلی تسمیہ عند الخلاء ہے کہ بیت الخلاء جاتے وقت

بسم اللہ پڑھے اس لئے خلاء کو وضوء پر مقدم کر دیا۔ جب خلاء اور جماع کے وقت تسمیہ سنت ہے وضوء کے وقت بطریق اولیٰ ہو گا۔
قوله فاخبر الخ صفحہ ۱۵۲۶ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس فعل کو جو انہوں نے بغیر کسی کے اشارے کے خواہ انجام دیا تھا کہ استنجاء کے لئے پانی رکھ دیا اس فعل کو اچھا سمجھا اور انہیں دعا دی۔ آپ ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ابن عباسؓ صحابہ کرامؓ میں فقیہ مشہور ہوئے۔

باب من تبرز علی لبئین صفحہ ۱۶۲۶ ترجمہ۔ جو شخص دو کچی اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ پھرے

باب سابق سے جو مقصد حاصل تھا روایت باب نے بھی اسی کو بتلایا لیکن اس میں ایک فائدہ ہے کہ قضاء حاجت والے کو کسی اونچی چیز پر بیٹھنا چاہیے تاکہ نجاست اس کے بدن کو نہ پہنچے۔ اس زیادتی پر تنبیہ کرنے کیلئے الگ باب باندھا۔ گویا روایت باب سابق کے مضمون پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ قضاء حاجت والا کس طرح بیٹھ اس کا ادب بھی بتلادیا۔ اس طرح کے فوائد جلیلہ مصنفؒ کی کتاب میں بہت ہیں جنہیں خوب یاد رکھنا چاہیے۔ پھر پہلے ترجمہ میں عند البناء جدار او نحوہ سے دور اینٹوں کے محل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا تاکہ روایات جمع ہو جائیں۔ اور اختلاف معانی کی وجہ سے جو تعارض پیدا ہوتا ہے وہ رفع ہو جائے۔ دراصل یہاں مشہور اختلافی مسئلہ ہے کہ عند قضاء الحاجت استقبال و استدبار قبلہ کیسے ہے۔ امام بخاریؒ نے بیان اور صحاریؒ میں فرق بیان کر کے ائمہ ثلاثہ کا مسلک بیان کر دیا کہ آبادی میں استقبال استدبار جائز ہے اور صحاریؒ میں ناجائز ہے۔ احناف کا مسلک ہے کہ دونوں مطلقاً ممنوع ہیں۔ تیسرا مذہب اہل ظواہر کا ہے جو مطلقاً حاجت کے قائل ہیں اور احادیث نبویؐ کو منسوخ مانتے ہیں۔ اس کی تفصیل کو کتب درسی بذل و غیرہ میں ہے۔

قوله فانزل الله الحجاب صفحہ ۲۶۱/۲۶۲ اس جاب سے وہ تسمیہ یعنی کپڑوں سے چھپنا مراد ہے جو حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کیونکہ جاب شرعی تو اس سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ یہ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات پردے میں بھی باہر نہ نکلیں اور قضائے حاجت گھروں میں ہو۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ایسے ہی مستحب ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد جواز اب بھی باقی ہے۔ تو قولہ فانزل الله میں فاء ایسی تعقیب کے لئے نہیں ہے جس میں ترافی نہ ہو۔ تو ازواج مطہرات کے علاوہ دوسری نساء مؤمنین کے لئے براہِ اذکیلئے باہر نکلتا اب بھی جائز رہا۔ جیسا کہ دیہات میں آج کل رائج ہے۔ ازواج مطہرات کے لئے جاب سے وَكُونِ فِیْ یُؤْتِیْكَ وَالْحَاجِبُ ہے۔ کہ وہ گھروں سے نہ نکلیں حضرت عمرؓ یہی چاہتے تھے۔

باب التبرز فی البیوت الخ صفحہ ۲۷۱/۲۷۲

جب کہ گھر میں پاخانہ پھرنے سے گندری کا قریب ہونا اور اس کا گھر میں موجود ہونا ناپسندیدہ فعل تھا۔ چنانچہ دیہات والے گھروں کو پاک صاف رکھتے ہیں۔ قضائے حاجت باہر کھیتوں میں جا کر کرتے ہیں۔ تو اس وہم کو رد کرتے ہوئے گھروں میں اس کا جواز

ثابت کرتے ہیں۔ ساتھ ہی پاکی اور صفائی بھی مطلوب ہے۔ اس لئے گندگی کے بدبودار اور خراب ہونے سے پہلے گھر سے اسے دور کر دینا چاہیے۔ اور اسے چھوڑا نہ جائے کہ گندگی کے ذہر لگ جائیں۔ حدیث میں ہے کہ اذا اراد البراء ابعده (الحديث) آپؐ قضائے حاجت کے لئے بہت دور نکل جاتے تھے۔

باب الاستنجاء بالحجارة صفحہ ۱۶/۲۷

اس باب سے ان لوگوں کا رد کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ استنجاء پانی کے ساتھ مختص ہے۔ دوسرے مؤلف کا استنجاء بالحجارة کی حقیقت میں جو اختلاف ہے اس کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اس سے طہارتہ تعبدی حاصل ہوتی ہے۔ احناف اور مالکیہ کے نزدیک نجاست کو قلیل کرنے والا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی عادت کے مطابق کوئی حکم بیان نہیں کیا۔

قوله باحجار صفحہ ۱۷/۲۷ پیشاب کرنے کے بعد پتھر سے استنجاء نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا مطلوب قطروں کو جذب کرتا ہے۔ پتھروں میں جاذبیت نہیں ہے کچے ڈھیلے میں ہے۔ البتہ اگر کسی کو تقاطریول ہو یعنی پیشاب کے قطرے نہ رکتے ہوں تو وہ استنجاء کے لئے پتھر استعمال کر سکتا ہے۔ اگر تقاطریول نہ ہو تو استنجاء بالحجر سے تلوٹ ہو گا کہ بدن بڑا جائے گا۔

قوله وقال انھار کس صفحہ ۲۱/۲۷ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جانوروں کا گوہر نجس ہے ایسے نہیں جو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ گوہر پاک ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی مسلک احناف کی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قوله ما بينه وبين الصلوة صفحہ ۴/۲۸ مطلب یہ ہے کہ اس بندے کی ذات اور اس نماز کے درمیان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور نفس سے مراد اس کا حد تکلیف کو پہنچنا ہے۔ کیونکہ بلوغ سے پہلے گناہوں کا شریعت میں کوئی اعتبار اور شمار نہیں۔ یہ تقریر اس وقت ہے جبکہ ما تقدم میں موصولہ مع صلہ کے فعل مجہول یعنی غفرلہ کا مفعول ہو۔ اگر کلمہ ماضیہ ہو تو معنی ہوں گے کہ وضو شروع کرنے کے اوقات سے لیکر نماز کے تمام کرنے کے وقت کے اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ مزید بحث کو کب درری میں دیکھی جائے

باب الاستجمار ووتر الخ صفحہ ۲۸

یہ باب بھی باب سائیک کی طرح ایک زائد فائدہ پر مشتمل ہے۔ وہ یہ کہ پتھروں سے استنجاء کرنے میں ایثار یعنی طاق اور وحدت کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے ایک باب کا اضافہ کر کے اس فائدہ پر متنبہ کر دیا۔

قوله ذكره عثمان صفحہ ۶/۲۸ یعنی اس باب میں روایت ان حضرات سے بھی مروی ہے اختصار ایسا کیا ہے۔

باب غسل الرجلين ولا يمسح صفحہ ۲۸

پاؤں کو وضوء میں دھویا جائے ان کا مسح نہ کیا جائے۔ اس لئے اگر مسح کرنا جائز ہو تا تو پھر اس پر جنم کی دھمکی نہ دی جاتی۔ دوسرے کسی مسح میں استعاب یعنی پورا کرنا شرط نہیں مسح ہوتا ہی بعض اعضاء پر ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ غسل ورجلین یعنی پاؤں کا دھونا ہی فرض ہے۔ اس باب کو باب الاستجمار والمضمضہ کے درمیان داخل کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مصنفؒ اس باب کو پہلے باب کے بعد اس لئے لائے ہیں کہ اس سے اشارہ لطیف کرتا ہے کہ مأمور بہ میں اپنی طرف سے معنی کی طرف نظر کرتے ہوئے بدل مقرر نہیں کرنا چاہیے جیسے مسح قدمین ان کے غسل کا بدل نہیں ہو سکتا۔ اور کپڑے اور انگلی سے ناک کو صاف کرنا ناک میں پانی ڈالنے اور ناک جھاڑنے کا بدل نہیں ہو سکتا۔ ان اشارات لطیفہ کے لئے مصنفؒ نے ابو اب الوضوء کی ترتیب رکھی ہے۔ اس ترجمہ سے ایک توشیحہ کا رد کرتا ہے دوسرے حدیث کی شرح کرنی ہے۔ جس میں نمسح علی الرجلین کا لفظ وارد ہوا ہے۔ اس سے مسح علی نعلیہ وقد میہ کارڈ کرتا ہے۔

باب غسل الاعقاب

مصنفؒ اس باب کو باب المضمضہ کے بعد لائے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے لانا چاہیے تھا۔ شیخ الشرنبلانی نے اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ پہلے باب سے روانہ کرنا ضروری تھا جو قائل ہیں کہ پاؤں کا حکم مسح کا ہے دھونا نہیں ہے۔ دوسرے اس باب سے بتلانا ہے کہ اعضاء وضوء میں استیجاب واجب ہے۔ اور اعقاب کو اس لئے ذکر کیا کہ وہ حدیث میں وارد ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس باب سے ایک دقیقہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح پاؤں کے آخری حصہ کو دھونے کا خاص اہتمام کرنا ہے وہی الاعقاب کی وجہ سے اس طرح مضمضہ یعنی کلی کرنے میں بھی منہ کے آخری حصہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ آخری حصہ میں پانی کو گھمایا جائے۔ یعنی غرغہ کیا جائے۔ البتہ پاؤں کا دھونا فرض ہے اس کے آخری حصہ کو چھوڑ دینے پر عذاب ہے۔ کلی کرنا فرض نہیں۔ لہذا اس کے آخری حصہ کے ترک پر عذاب نہ ہوگا۔ قالہ الشیخ زکریا

باب غسل الرجلین فی النعلین ولا یمسح علی النعلین

غرض یہ ہے کہ جب پاؤں جوتے کے اندر ہوں تب بھی ان کا دھونا ضروری ہے جو توں پر مسح کرنا کافی نہیں ہوگا اور قولہ فیہما سے مراد یا تو یہ ہے کہ پاؤں دھو کر تریز ان کو جو توں میں داخل کر دیا جائے تو بعد ازاں جو توں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جب پاؤں دھوئے جائیں تو وہ جو توں کے اندر ہوں ان کو جو توں سے نہ نکالا جائے۔ اس صورت میں بھی جو توں پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن یہ عربی جو توں میں صحیح ہے۔ ہندی جو توں میں پاؤں چھپ جاتا ہے اس لئے ان کا نکالنا ضروری ہے۔ ربو کے چپل پہنے ہوں تو ان میں پاؤں دھولینا جائز ہے۔ شیخ زکریا کے نزدیک ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے جب کہ جوتے میں مشغول ہونے کے باوجود دھونے کے لئے پاؤں کو جوتے سے نکالنا ضروری ہے۔ اس طرح کلی کرتے وقت اگر منہ میں کوئی چیز پان تمباکو ہو تو

اس کو نکال کر کلی کرنی چاہیے ان کے ہوتے ہوئے کلی کرنا ترک نہ کیا جائے۔

قَوْلُهُ اَبْدَانُ بَمَيِّمِيهَا صفحہ ۲۱۲۹ جب مردے کو غسل دینے میں دائیں جانب سے شروع کرنے کا حکم ہے تو زندہ میں بطریق اولیٰ دائیں جانب سے شروع کرنا ہوگا۔ اس حدیث سے مصنفؒ نے پاؤں کو دھونے کا ادب بتلایا ہے۔ یہ باب ابواب ساہجہ کا تکرار ہے۔

باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوة

جب نماز کا وقت آجائے تو وضو کا پانی تلاش کرنا چاہیے مقصد باب یہ ہے کہ تیمم کرنے کی اجازت تب ہے جب تلاش کرنے کے باوجود وضوء کے لئے پانی نہ مل سکے۔ تو تفصیح تلاش ضروری ہو۔ جس پر فالتمیو ماء کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ مناسبت ظاہر ہے کہ مفسولات کے میان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد اب مسح ہی باقی رہ گیا۔ اس کے بعد اب پانی کے احکام بیان کر رہے ہیں جس کی غسل یعنی دھونے کے لئے ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لئے طلب الماء کو بیان کیا۔ کیونکہ پانی کا پایا جانا طلب پر مرتب ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد صحابہ کرامؓ کی عادت بتلانا ہے۔ کہ جواز تیمم کے لئے صرف پانی کا موجود ہونا کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کی تلاش کے بعد تیمم کرتے تھے۔

باب الماء الذى يغسل به شعر الانسان

امام بخاریؒ طلب ماء کے بعد احکام میاہ بتلا رہے ہیں۔ فرماتے ہیں وہ پانی جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں اس سے وضو جائز ہے۔ کیونکہ بال پاک ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں انسان بالوں سے نفع نہ حاصل کرنے کا اس لئے حکم ہوا کہ اس طرح اس کے بالوں کی اور باقی اجزاء بدن کی تعظیم ملحوظ ہے۔ حضرت عطاءؒ نے جو انسان کے بالوں سے رسیاں اور دھاگے بنانے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس سے ان کی غرض یہ ہے کہ بالوں کی طہارت کی طرف نظر کرتے ہوئے ایسا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا مکروہ بلکہ ممنوع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لباۃ اور حرمت کبھی الگ الگ دلیلوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ وہ دونوں ایک چیز میں پائے جاتے ہیں تو حرمت یا لباۃ کا حکم اس دلیل پر مبنی ہوگا کہ ایک علت اس کا جواز ثابت کرتی ہے دوسری علت اس کے خلاف کو ثابت کر رہی ہوتی ہے۔ مثلاً انسان کے بالوں کے بارے میں دونوں احتمال جاری ہیں۔ طہارت کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانی اجزاء سے نفع حاصل کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ لیکن انسان کی اہانت کرنا اس کی حرمت کی مقتضی ہے۔ ہمیں انسان کی اکرام و تعظیم کا حکم دیا گیا ہے۔ تو جہاں محترم اور مبیح دونوں جمع ہو جائیں وہاں محترم کو ترجیح دی جاتی ہے۔ تو انسانی بالوں میں حکم حرمت کا ہوا۔ حضرت عطاءؒ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا

قوله سور الکلاب وممرها صفحہ ۲۹۹ کتوں کا جھوٹا اور ان کا مساجد میں سے گذرنا۔ امام بخاریؒ اس باب میں روایت نہیں لائے اگلے باب کی روایت ان کے مدعی پر صریح دلالت کرنے والی ہے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے وہ اس روایت کو اس باب میں نہیں لائے۔

قوله باب اذا شرب الكلب الخ

یہ باب درباب کے قبیلہ میں سے ہے۔ اور اس کو درمیان میں لانا الگ دوسرے مسئلہ پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔ جو ایک مزید فائدہ ہے جو پہلے ذکر نہیں ہوا بایں ہمہ یہ پہلے ترجمہ پر بھی دلالت کرنے والا ہے۔

قَوْلُهُ يَتَوَضَّاءُ وَيَتَيَمَّمُ صفحہ ۲۹/۹ گویا کہ امام بخاریؒ نے سور کلب کی نجاست کے قائل ہیں اور نہ ہی اس کا خیال ان کو آیا ورنہ وضو اور تیمم دونوں کو جمع نہ کرتے۔ بلکہ اس سے اس کی پاکی کا فائدہ دینے میں شک پیدا کر دیا۔ جیسا کہ ما مشکوٰۃ کا حکم ہے اگر دونوں کو جمع کرنا جائز ہو اتو یقیناً طوریت ثابت ہو جائے گی۔

قَوْلُهُ احب الي من الدنيا الخ صفحہ ۲۹/۱۲ یہ قول اور اس طرح اول من اخذ من شعره کا قول دونوں اس کی طہارت پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ مسلمان کو حکم ہے کہ وہ نجاست سے بچے نہ یہ کہ نجاست کا تلبیس کرے یعنی ان کو استعمال میں لائے۔

قَوْلُهُ فَجَعَلَ يَغْرِفُ لَهُ بِهِ صفحہ ۲۹/۱۷ یعنی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب اس واقعہ کا ذکر فرمایا تو یہ ذکر نہیں فرمایا کہ اس کے اس فعل سے اس کا موزہ نجس ہو گیا۔ اور اسی طرح آنے والی روایت میں جو یہ ہے **لَقَتْلَ كُكُلِ الْخِ** لاریب کتے نے اپنے منہ سے شکار کو پکڑا ہو گا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں کہ اتنے حصے کو کاٹ کر پھینک دیا گیا ہو تو یہ تو آنحضرت ﷺ کی طرف اس کی طہارت کی دلیل ہو گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے نجس ہونے کے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت اس لئے پیش نہیں آئی کہ اس سے پہلے آنحضرت ﷺ جس برتن میں کتابانی پی جائے اس برتن کو دھونے کا حکم دے چکے تھے۔ اسی طرح کی چیزیں بہت سی ہیں جن کا ذکر اس جگہ نہیں ہے۔ مثلاً یہ نہیں فرمایا کہ نہ اس کے پاخانہ کو کھاؤ ورنہ ہی اس کے پیشاب کو پیو۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے اجزاء بدن کا ذکر نہیں ہے جن کا کھانا جائز نہیں۔ اور آنحضرت ﷺ نے صرف اپنے قول فکل کھاؤ پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ بعض روایات میں ہے **كُلْ مَا امْسَكَ عَلَيْكَ** یعنی جو شکار اس نے تمہارے لئے روک رکھا ہے اس کو کھا سکتے ہو۔ پس کھانے کا حکم تو سارے حیوان پر واقع ہے پھر تو شکاری جانور کے سارے اجزاء کھانے کا حکم ہوا۔ پس اس اشکال سے بچنے کیلئے جو جواب تمہارا وہی جواب ہماری طرف سے اس اشکال کا ہے جو خلاصی کی صورت آپ نکال لیں گے وہی خلاصی کی صورت ہمارے لئے ہے۔ جاننا چاہیے کہ سور کلب کے بارے میں جمہور علماء اسکی نجاست کے قائل ہیں کہ کتے کا جھوٹا نجس اور ناپاک ہے امام مالکؒ اس کی طہارت کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ بھی اسی طرف مائل ہیں۔

فَلَا يَكُونُوا يَرِشُونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ صفحہ ۲۹/۱۹ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارودار اس پر ہے کہ کتوں کا مسجد نبوی میں آنے کا یہ فعل عام ہے جو کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ کتوں کے مسجد آنے جانے سے کبھی مسجد ناپاک نہیں ہوتی۔ خواہ وہ گیلے بدن سے مسجد میں داخل ہوں یا خشک پاؤں سے وجہ یہ ہے کہ جب کتوں کی عادت ہے کہ وہ مسجد داخل ہوتے رہتے ہیں تو بارش

اور کچھڑ کے بعد ان کو داخل ہونے سے کوئی روکنے والا نہیں۔ پس اگر کتے ناپاک ہوتے تو مسجد بھی ناپاک ہوتی۔ اور یہ ثابت نہیں ہے کہ صحابہ کرامؓ کو مسجدوں کے پاک کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔

پہلا جواب یہ ہے ذکوۃ الارض یبسھا کہ جب زمین خشک ہو جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے پس پانی چھڑکنے کی کوئی ضرورت نہیں اور صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت نہ ہونا ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔

دوسرا جواب جو بالکل حق ہے وہ یہ ہے کہ کتے کا جھوٹا نجس ہے نہ اس کا پسینہ ناپاک ہے اور نہ ہی اس کے بدن کے چمڑے کا کوئی حصہ ناپاک ہے۔ پس اگر اس کا چمڑا کسی چیز کو لگ گیا تو وہ چیز نجس نہیں ہوگی۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ کسی کتے کا اس طرح منہ بند کر دیا جائے کہ اس سے کوئی چیز باہر نہ نکلے پھر کتے کو کنویں میں اس طرح ڈال دیا جائے کہ اس کا منہ پانی سے باہر رہے تو کتے کے کنویں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ اسی بنا پر کتے کے مسجد میں داخل ہونے سے مسجد ناپاک نہیں ہوگی۔ اگرچہ کتا گلیا کیوں نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ احناف کا مذہب اسحٰیہ ہے کہ کتا نجس العین نہیں ہے۔ تو اس کا چمڑا ہمارے نزدیک طاہر اور پاک ہوگا۔ خواہ کتے کے پاؤں تر ہوں یا خشک اس کے داخلہ سے مسجد ناپاک نہ ہوگی۔ البتہ شوائع کے نزدیک کتا نجس العین ہے تو اس کا چمڑا بھی نجس ہوگا پھر وہ حدیث کو خشک پاؤں پر محمول کریں گے۔

باب من لم یز الوضوء الا من المخرجین صفحہ ۲۹

اگلی اور پچھلی طرف کے علاوہ جس جگہ سے بھی نجاست نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس پر جس قدر دلائل پیش کئے گئے ہیں ان سے امام مختاریؒ کا مدعا ثابت نہیں: و تا کیونکہ جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ قبل اور دبر کے علاوہ کسی اور جگہ سے نکلنے والی چیز ناقض وضو نہیں۔ ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے کہ اِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ مِنَ الْغَائِطِ کہ جس میں صرف پاخانہ کا ذکر ہے۔ ان کا استدلال اس سے اس لئے صحیح نہیں کہ کسی خاص چیز کے حکم کا ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں ان سے حکم کی نفی ہے یہ تو ظاہر ہے۔ اور جو لوگ ان دور استوں کے علاوہ نکلنے والی چیز کو بھی ناقض سمجھتے ہیں پھر بھی وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ طہارت ان سے زائل نہیں ہوتی تو جس سے وہ اپنے مدعی کو ثابت کرتے ہیں اس میں اس کے خلاف کا احتمال ہے۔ کہ ممکن ہے اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہو۔ تو جب احتمال اکیلا دلیل باطل ہوگئی۔ نماز نہیں ہنس دینا اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اس سے ہم بھی متفق ہیں۔ البتہ احناف کے نزدیک نماز میں زور سے ہنسا اس سے وضو نہیں رہتا نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ رہ گیا موزے اتارنے سے وضو کا ٹوٹ جانا ہم بھی اس کے قائل نہیں ہمارے نزدیک موزے اتارنے سے دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ فرمانا کہ حدث کے بغیر وضو نہیں ٹوٹتا یہ دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ بحث تو اس میں ہے کہ حدث کیا چیز ہے۔ اگر حدث سے وہی مراد ہے جس کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ نے پھسکی اور پاد سے کی ہے پھر تو ان پر لازم آئے گا کہ پیشاب نکلنے سے پاخانہ نکلنے سے منی نکلنے سے اور مذی کے آنے سے بے ہوشی طاری ہونے سے

جنون یعنی پاگل ہو جانے سے یا انزال کے بغیر محض ذکر کے داخل کرنے سے وضو نہ ٹوٹے۔ حالانکہ اس کے آپ لوگ بھی قائل نہیں ہیں اور قولہ فنزله الدم فركع وسجد کہ خون نکل آیا پھر بھی رکوع اور سجدہ کرتے رہے۔ تو اس سے دونوں فریق پر اشکال ہے کہ اس میں کپڑوں کے نجس ہونے کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ نیز اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہو راوی نے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہو۔ اور امام بخاری کا یہ استدلال کہ مسلمان برابر اپنے زخمی ہونے کی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ یہ حکم یا تو نہ پہننے والے خون کے بارے میں ہے یا وہ لوگ معذور تھے۔ معذور خون پہننے کی حالت میں بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جیسے مستحاضہ پڑھتی ہے۔ اسی طرح ان کا یہ کہنا کہ خون میں وضو نہیں ہے ممکن ہے نہ پہننے والے خون کے بارے میں ہو۔ اس طرح جب پھوڑے کو نچوڑنے سے خون نکل آئے تو وہ خود نکلنے والا نہیں بلکہ نکالا گیا ہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔ یہی حکم اس تھوک کے بارے میں ہے جب کہ خون مغلوب ہو تھوک غالب ہو تو اس سے طہارت زائل نہیں ہوتی۔ اور حضرت حسن بصریؒ اور ان کے ساتھیوں کا یہ کہنا کہ صرف کچھنے لگانے کی جگہ کو دھونا لازم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھنے لگانے سے غسل واجب نہیں البتہ جس جگہ خون لگ گیا ہے اس جگہ کے دھونے پر اکتفا کرے۔ رہ گیا وضو کرنا اس بارے میں نہ نفی ہے اور نہ ہی اس کا اثبات کا حکم دیا گیا ہے۔ باقی جو روایات مؤلفؒ لائے ہیں ان سے دلیل پکڑنے کا خلاصہ یہ ہے کہ دوسری چیزیں کا ان میں ذکر نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ بغیر ان چیزوں کے اور کوئی چیز ناقض وضو نہیں کیونکہ محل بیان میں سکوت اختیار کرنا بیان ہی کا حکم رکھتا ہے۔ آپ کو اس کا جواب معلوم ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک معتبر نہیں ہے یعنی یہ ضروری نہیں کہ جس چیز کا ذکر نہ ہو اس کا حکم نفی ہے۔ کو کب درمی میں قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ وضو واجب ہونے کے اسباب میں تین قول ہیں۔ پہلا قول احناف اور امام احمدؒ اور سفیان ثوریؒ کا ہے۔ کہ بدن سے نجاست کا نکلنا وضو کا سبب ہے۔ اس لئے جو نجس چیز مخرج معتاد اور غیر معتاد سے نکلے گی اس سے وضو کرنا واجب ہو گا۔ خون نکسیر اور تھے وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دونوں راستوں سے عاۓہ خارج ہوتی ہے یا نکالی جائے تو اس سے وضو واجب ہو گا ورنہ نہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مخرج معتاد سے جو چیز نکلے وہ ناقض وضو ہے اور کچھ نہیں۔ شرح حضرات امام بخاریؒ کا مسلک امام شافعیؒ کے مسلک کے مطابق کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام شافعیؒ تو مس ذکر اور مس مرآۃ کو بھی ناقض وضو کہتے ہیں۔ اور امام بخاریؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان حضرات کے مسلک پر احنافؒ کی طرف سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی کی ناف میں نیزہ مارا جس سے پیشاب اور پاخانہ نکل آیا تو تمہارے نزدیک بھی وضو نہیں رہتا۔ معلوم ہوا مخرج معتاد وغیر معتاد برابر ہیں۔

قوله ولم يقل غندر ويحيى عن شعبة الوضوء صفحہ ۳۰/۱۱ اس عبارت کے معنی میں شرح کا اختلاف ہے

بعض فرماتے ہیں کہ آپؐ نے لفظ الوضوء نہیں فرمایا صرف لفظ عليكؑ پر اکتفا کیا۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں و عليكؑ لفظ بھی نہیں فرمایا کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک جملہ بن جاتا ہے۔ امام بخاریؒ نے لفظ الوضوء کی نفی کر کے لفظ عليكؑ کی بھی نفی کر دی جو کچھ بھی ہو جناب نبی اکرم ﷺ نے جو کچھ جن الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ غسل کی نفی فرمادی۔ معنی ہوئے ليس عليكؑ غسل۔

قوله باب الرجل یوضی صاحبہ صفحہ ۳۰

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ حدیث باب یاد دوسری روایات سے جو عبادات میں دوسرے سے مدد لینے کی ممانعت وارد ہے وہ تحریم کے لئے نہیں بلکہ عند الضرورت مدد لی جاسکتی ہے۔ یعنی ایک آدمی دوسرے کو وضوء کر سکتا ہے۔

باب قراءة القرآن بعد الحدث وغیرہ صفحہ ۳۰

وغیرہ سے سلام اور ذکر اذکار مراد ہیں جن کے لئے وضو کا پہلے ہونا ضروری نہیں ہے اگرچہ افضل ہے۔ حمام وغیرہ میں اکثر بے وضو لوگ داخل ہوتے ہیں تو باب سے متلادیا کہ طہارت والا اور بے وضو داخل ہو سکتے ہیں۔ اس مسئلہ کی خصوصیت سے ضرورت اس لئے پیش آئی کہ منصور اور ابراہیم حمام میں قراءۃ قرآن کو جائز کہتے ہیں تو معلوم ہوا کہ قراءۃ کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ اس طرح خطوط وغیرہ جو ذکر اللہ اور آیت قرآنیہ مثلاً بسم اللہ وغیرہ سے خالی نہیں ہوتے۔ جب ان کی کلمات بغیر وضو کے جائز ہے تو ان کا پڑھنا بھی جائز ہوگا اسی طرح حمام والوں پر سلام کرنا جائز ہوگا۔ حالانکہ وہ ذکر ہے جس کا تقاضا ہے کہ ذکر بے وضو جائز ہے۔ اس لئے کہ جب سلام کرنے والا ان پر سلام کرے گا تو لازماً وہ لوگ اس کو سلام کا جواب دیں گے اور وہ بے وضو ہوں گے۔ تو معلوم ہوا کہ بے وضو ذکر اللہ تعالیٰ جائز ہے۔ کیونکہ سلام بھی تو ذکر ہے۔ اسی طرح روایت سے بھی استدلال ہے۔ کیونکہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو سے پہلے آپؐ نے ان آیات کو پڑھا۔ اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی مگر رات کے وقت گھر والوں سے دل لگی بھی ہوتی ہے جس سے مذی نکل سکتی ہے پیشاب اور پاخانہ وغیرہ بھی نکلتے ہیں۔ دوسرے حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ کے فعل کی نقل اتاری تو وہ طہارت پر نہیں تھے۔ یہ کام انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں کیا جس سے ان کے فعل کی آپؐ کی طرف سے تقریر بھی ہو گئی۔ تو اس فعل کو بھی دلیل بنایا جاسکتا ہے۔

باب من لم يتوضأ الا من الغشی المثلث

امام بخاریؒ اس باب سے ان لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں جن کے نزدیک مطلق غشی ناقض وضو ہے۔ روایت اس معنی پر ظاہر ہے کیونکہ حضرت اسماءؓ پر غشی طاری ہوئی لیکن انہوں نے وضو نہیں کیا۔ اس لئے ثقیل بے ہوشی وہ ہے جس سے اپنے حال کی بالکل خبر نہ رہے حضرت اسماءؓ تو آسمان کی طرف اشارہ کر رہی ہیں اور گرمی کی شدت سے اپنے اوپر پانی بھی ڈال رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر غشی ناقض وضو نہیں۔ البتہ جس غشی کے بعد اپنے حال کا بالکل علم نہ رہے وہ ناقض ہے۔ اس طرح جنوں اور نشہ آجانا بھی ناقض ہے۔

باب مسح الرأس كله صفحہ ۳۱

فَامَسَحُوا بِرُؤُسِهِمْ (الایۃ) میں آیت کریمہ تو مطلق ہے۔ اس سے سر کے بعض حصہ میں فرضیت ثابت کرنا اور

دوسرے حصہ میں فرضیت کا نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے۔ تو آیت مجملہ ہوئی آنحضرت ﷺ کے فعل سارے سر پر مسح کرنے نے اجمال کو دور کر دیا۔ لہذا سارے سر کا مسح واجب (فرض) ثابت ہوا۔ اس طرح امام بخاریؒ نے آیت اور حدیث سے سارے سر کے مسح کی فرضیت ثابت کر دی۔ جواب واضح ہے کہ آپؐ سے بعض حصہ سر کا مسح کرنا بھی ثابت ہے۔ پیشانی پر مسح کر کے آپؐ نے سارے سر پر مسح کرنے کی فرضیت کو ساقط کر دیا۔ باقی آپؐ کا سارے سر کا مسح کرنا وہ سنت کے طور پر ہے۔ جس سے ہمیں کوئی نقصان نہیں۔ مسح کل راس کی سیئۃ ثابت ہونے سے ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اگر آپؐ نے ناصیہ و مادون الکحل کا کبھی مسح نہ کیا ہوتا تو پھر نقصان تھا۔ جب وہ ثابت ہے تو فرضیت ساقط ہوئی کل راس کے مسح کی سیئۃ ثابت ہوئی جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ مسح راس میں مشور یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک سارے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک سر کے بعض حصہ کا فرض ہے جس قدر بھی ہو۔ احنافؒ کے نزدیک مقدار ناصیہ فرض ہے۔ دیے جمیع راس کا مسح با اتفاق العلماء مستحب ہے۔

باب استعمال فضل وضوء الناس صفحہ ۳۱

ماء مستعمل امام بخاریؒ کے نزدیک طاہر ہے۔ روایت سے احنافؒ کا رد کرتا ہے۔ جو ماء مستعمل کو طاہر مانتے ہیں بطور تسلیم نہیں کرتے۔ امام بخاریؒ کے استدلال کا دارودار طاہر اور بطور کے درمیان فرق نہ کرنے پر ہے۔ حالانکہ ان دونوں میں فرق ہے۔ احنافؒ کے نزدیک ماء مستعمل طاہر ہے۔ غیر بطور یعنی دوسرے کو پاک نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ اس پانی کو عبادت کیلئے استعمال کیا گیا ہو۔ اگر ٹھنڈک حاصل کرنے یا نظافت کے لئے استعمال ہو تو وہ اپنی طہارت پر باقی رہے گا۔ روایت ابو حنیفہؒ سے ماء مستعمل کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہمارے نزدیک بھی مسلم ہے۔ لیکن وہ مطہر نہیں ہے۔ اگر فضل وضوء سے وہ پانی مراد ہو جو برتن میں جمع جاتا ہے تو اس کے طاہر اور بطور ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ دوسری روایت ابو موسیٰؒ میں اس پانی سے کوئی عبادت ادا نہیں کی گئی بلکہ وہ تو تبرک کے لئے ہے۔ جس سے پانی کی صفت بطوریت کا زائل ہونا لازم نہیں آتا۔ ہماری بحث تو اسی میں ہے۔ گویا کہ ان حضرات نے دھونا بڑے عبادت اور بغیر عبادت میں فرق نہیں کیا۔ حالانکہ یہ فرق تو ملحوظ ہے۔ چوتھی روایت سے جو پینے کا جواز معلوم ہوتا ہے وہ بھی مسلم ہے کہ اسے عبادت کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ علاج مرض کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس کی طہارت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہمارا نزاع اس پانی کی بطوریت کے بارے میں ہے جس سے کوئی عبادت ادا کرنا مقصود ہو۔ اور روایات سے جو کچھ ان حضرات نے ثابت کیا ہے وہ اس سے عام ہے۔ جس سے ہم پر الزام عائد نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان کے لئے مفید ہو گا۔ تیسری حدیث کا ذکر قطب گنگوہیؒ نے اس لئے نہیں کیا کہ اس کا جواب حضرت ابو حنیفہؒ کی روایت میں آچکا ہے۔ حدیث سائبؒ میں صرف مستعمل نے باب بلا ترجیح ذکر کیا ہے۔ باقی حضرات نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ اگر باب کا لفظ نہ ہو جیسے اکثر کی روایت ہے پھر تو کوئی اشکال نہیں۔ اگر لفظ باب موجود ہو تو اس سے مؤلفؒ فضل الوضوء کی دو قسمیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ جن کا ذکر اول باب استعمال الفضل میں آیا ہے ایک باقی رہنے والا برتن میں

اور دوسرا ماء مستعمل ہے۔ اس کے بعد مؤلفؒ نے مضمعه اور استعاق من غوفہ واحدة کا ذکر کیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امام بخاریؒ ماء مستعمل (استعمال) کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں اس لئے اس جگہ اس کا ذکر کیا۔

قوله وتوضاء عمرؓ صفحہ ۹۱۳۲ جانا چاہیے کہ مؤلفؒ نے دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وضوء الرجل مع

اہلہ دوسرا وضوء بفضل المرأة یہی دوسرا ترجمہ مقصود بالذکر ہے۔ اس لئے کہ نص حدیث سے یہی ثابت ہے۔ اور دوسرا ترجمہ دلیل کے طور پر ہے اور بمنزلہ شرح حدیث کے ہے کہ عورتوں سے خاص کر گھر کی عورتیں مراد ہیں۔ اس لئے ترجمہ میں مع امراتہ کے الفاظ لائے۔ حضرت عمرؓ کا اثر ترجمہ پر اس طرح دلالت کرتا ہے کہ عام لوگوں کی عادت ہے کہ جب پانی آگ پر گرم ہو رہا ہو تو انگلی ڈال کر اس کی حرارت کی مقدار معلوم کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان سے یہ نہیں پوچھا آیا کسی نے اس گرم پانی میں ہاتھ ڈالا ہے یا نہیں ڈالا۔ تو معلوم ہوا کہ اس القاء اور عدم القاء سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ آیا یہ ہاتھ قرمت اور عبادت کے لئے ڈالا گیا ہے یا کسی اور ضرورت کے لئے ڈالا گیا ہے۔ تو جب گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا تو ماء مستعمل کے استعمال کا جواز ثابت ہوا اور دماء مستعمل کے جواز سے گرم پانی کے استعمال کا جواز ثابت ہوا۔ یہ ایک واقعہ ہوا۔ دوسرا نصرانیہ کے گھر سے وضو کرنے کا دوسرا مسئلہ اس طرح ہے کہ حضرت عمرؓ نے نصرانیہ عورت سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے اس پانی کو استعمال کیا ہے یا نہیں کیا۔ یا کیا اس نصرانیہ نے اس پانی میں ہاتھ ڈالا یا نہیں ڈالا معلوم ہوا کہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو اس سے حضرت عمرؓ کے اس دوسرے اثر سے ترجمہ کا دوسرا جزء وضوء بفضل المرأة ثابت ہوا۔ کیونکہ اس میں کوئی تفصیل نہیں۔ نیز یہ بھی جائز ہے کہ وہ کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور اس نے حیض سے غسل کیا ہو تاکہ اس سے وطی حلال ہو سکے پس اس سے پانی بیج رہا ہو۔ اور اس بات کی دلیل بھی ہے کہ مسلمان عورت کے وضو کے پائے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے کیونکہ وہ نصرانیہ سے تو بری نہیں ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بغیر تفصیل کے اہل کتاب کے پانی پر استعمال کرنا جائز ہے۔

باب الغسل والوضوء فی المخضب والقدر والخشب والحجارة الخ صفحہ ۳۲

نپ اور پیالے۔ لکڑی اور پتھر یا جوئب اور پیالہ لکڑی اور پتھر سے بنے ہوئے ہیں ان میں سے غسل کرنا اور وضو کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں والخشب والحجارة میں واؤ خطف تفسیر کے لئے ہو گا اس باب کا فائدہ یہ ہے کہ سارے برتن زمین کی پیداوار ہیں پاک اور صاف ہیں غسل اور وضو دونوں جائز ہیں بشرطیکہ ان میں نجاست نہ ہو۔ البتہ پیتل کے برتن جو ہمارے زمانہ میں ہندوؤں کے لئے خاص تھے اور ان کی علامت ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال مشابہت کی وجہ سے ممنوع ہو گا۔ کلمہ فی اس پر دال ہے کہ برتن اس متوضی وغیرہ کے فعل کے لئے ظروف ہوں گے۔ خواہ وہ غاسل ان میں بیٹھ کر غسل اور وضو کرے۔ جیسے آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے کیا۔ اپنی مرض کے زمانہ میں ایسا کیا۔ یا غسل اور وضو تو باہر ہو لیکن غسل کے قطرے اس میں پڑتے ہوں۔ تو یہ بھی ان میں سے ایک قسم

وضو ہے۔ کیونکہ جب آپ کسی حوض سے اس طرح وضو کریں کہ غسلہ کے قطرے اس میں گرتے ہوں۔ تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے حوض میں وضو کیا۔ لیکن ٹپ اور پیالے سے وضو کرنا تب ہوگا جب کہ آپ اس سے پانی لیں اور بدن کے کسی عضو کو اس سے اس طرح دھوئیں کہ دوبارہ پانی برتن میں نہ جائے کیونکہ کلمہ من میں ابتداء کے معنی ملحوظ ہیں، مگر اس کا ترجمہ جس میں ہے باب الوضوء من التور اس پر یہ اشکال نہ ہوگا کہ جب ان برتنوں کی طہارت معلوم ہو گئی تو پھر تکرار ترجمہ کی کیا ضرورت تھی۔ تو دونوں ترجموں میں فرق ظاہر ہو گیا کہ پہلے ان برتنوں کا بیان تھا جن میں غسلہ کے قطرے گرتے تھے۔ تو یعنی چھاگل اور ٹھلیہ وہ برتن جس میں استعمال شدہ پانی واپس نہیں جاتا۔ اس لئے ترجمہ میں تکرار نہیں رہے گا۔ لیکن اس میں خوب غور فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ روایات کے بعض الفاظ اس مقصد پر دلالت نہیں کرتے۔ کلمہ من ابتداء دوسرے باب میں ہے پہلے ترجمہ میں نہیں ہے وہاں فی مخصب ہے۔ اور اس تقریر سے یہ دوسرا اشکال بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ حضرت انسؓ کی حدیث کو دونوں باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ تو اس کی تاویل یہ ہوگی کہ پہلے باب میں تو اس اعتبار سے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں ڈالا تھا اور دوسرے باب میں اس حیثیت سے ذکر ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے اس برتن سے وضو کیا۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث دونوں باب میں اس لئے دوبارہ لائی گئی کہ اس باب میں حدیث ابو موسیٰؓ میں وضو بالکل نہیں بلکہ پانی کا استعمال اعضاء وضوء پر ہے۔ لیکن وضو کرنے کی نیت سے نہیں ہے تبرک کے لئے ہے۔

قوله كان عمي يكثر من الوضوء صفحہ ۳۳/۴ مقصد یہ ہے کہ ان کے چچا ہر نماز کے لئے الگ وضو کرتے تھے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر فصل نماز کے وہ وضوء پر وضوء کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر حدث کے بعد وضوء بنا لیتے تھے۔ کیونکہ ہمیشہ با وضوء ہونا پسند کرتے تھے۔

قوله سأل عمر عن ذلك صفحہ ۳۳ حضرت عمرؓ کا سوال کرنا شاید اس لئے ہو کہ ان کو حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کے قول پر اعتماد نہ ہو یا اس لئے کہ اس سے مزید اطمینان حاصل ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ وہ خبر واحد کو قبول نہیں کرتے تھے۔ اس لئے کہ بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابن عمرؓ سے فرمایا جب حضرت سعدؓ نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات روایت کریں تو پھر کسی دوسرے سے اس کے متعلق مت پوچھو۔ دوسرے خود حضرت ابن عمرؓ سے مسح علی الخفین کی روایات مرفوعہ مروی ہیں تو ممکن ہے پہلے ان کو علم نہ ہو بعد میں علم ہو گیا ہو تو روایت کرنے لگے۔

قوله ادخلتهما طاهرتين الخ صفحہ ۳۳/۲۶ اس سے معلوم ہوا کہ جواز مسح کے لئے موزے پہننے وقت حدث سے پاک ہونا ضروری ہے۔ پہننے وقت جواز مسح کے لئے کمال طہارت شرط نہیں ہے۔ شیخ مگنوبیؒ نے ایک اختلافی جزیئہ کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی توضیح یہ ہے کہ خوارج اور شیعہ تو بالکل مسح علی الخفین کا انکار کرتے ہیں لیکن اہل سنت والجماعہ اس پر متفق ہیں کہ جب موزے کا مل طہارت پر پہنے جائیں تو ان پر مسح کرنا جائز ہے پھر ائمہ اربعہ میں ایک جزیئہ میں اختلاف ہو گیا۔ جس کی طرف شیخ مگنوبیؒ نے

اشارہ کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے وضوء کی ترتیب میں عکس کرتے ہوئے پاؤں پہلے دھو لئے۔ موزے پہن کر پھر وضوء مکمل کیا۔ آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کے لئے مسح موزوں پر کرنا جائز نہیں ہے۔ علماء حنفیہ فرماتے ہیں کہ مسح جائز ہے۔ ترتیب وضوء میں واجب نہیں ہے۔

قوله فمضمض ومضمضنا صفحہ ۱۱۳۴ / کئی مرتبہ گزر چکا ہے کہ باب درباب کا اضافہ وہاں ہوتا ہے جہاں کوئی مزید فائدہ ہو چونکہ روایت ایک مستقل مسئلہ پر مشتمل تھی۔ اس لئے باب درباب لائے۔ تو اب یہ اشکال نہیں ہو گا۔ اس باب میں حدیث میمونہؓ کو کیوں لائے جس میں بحری کے کندھے کے گوشت کا ذکر ہے۔ تو یہ ترجمہ کے مناسب نہ ہوئی۔ لیکن کہا جائے گا کہ اس باب سے ستو کھانے سے وضوء نہیں کرنا۔ البتہ اس سے کلی کرنا مستحب ہے۔ تو فائدہ جدیدہ یہ ہوا کہ ستو کو اسی طرح آگ کی پکی ہوئی چیز سے صرف کلی کرنا ہی کافی ہے۔ وضوء کی ضرورت نہیں ہے۔

باب الوضوء من النوم صفحہ ۱۳۴ / ۱۳

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے دو مسئلے بیان کئے ہیں پہلا یہ ہے کہ نیند سے وضوء ہے اور دوسرا یہ کہ اوگٹھ سے وضوء نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ نیند میں غفلت کی وجہ سے ہوا کے خارج ہونے کی اطلاع نہیں ہوتی کیونکہ اوگٹھ میں معلوم نہیں رہتا کہ اس کے اندر سے کیا خارج ہوا ہے۔ تو جب سو جائے بطریق اولیٰ معلوم نہیں ہو گا کہ سرین سے کیا نکلا اس لئے نیند میں اوگٹھ سے زیادہ غفلت ہوتی ہے۔ امام اسحاق بن راہویہؒ کے نزدیک نیند ہر حال میں ناقض ہے۔ امام اوزاعیؒ کا مسلک اس سے بالکل برعکس ہے۔ کہ نیند کسی حال میں ناقض وضوء نہیں۔ تیسرا مسلک آئمہ اربعہ کا یہ ہے کہ نوم کثیر ناقض ہے۔ قلیل ناقض نہیں ہے پھر قلیل و کثیر کی تفسیر ہر ایک کے نزدیک الگ ہے۔ بہر حال باب کی دونوں روایتیں اس معنی پر واضح ہیں۔

باب الوضوء من غیر حدث صفحہ ۱۸۳۴ / ۱۸

بغیر بے وضوء ہونے کے وضوء کرنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں سے پہلی روایت ترجمہ کے دونوں جزؤ پر دلالت کر رہی ہے۔ اور دوسری روایت محض دوسرے جزء پر دال ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے عدم وجوب پر اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اِذَا تَبَرَّزَ لِحَاجَتِهِ اَتَيْتَهُ بِمَاءٍ صفحہ ۶۱۳۵ / ۶۱

بظاہر حدیث ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ ترجمہ غسل البول کے بارے میں ہے حدیث سے غسل بر از معلوم ہوتا ہے۔ شیخ منگوینیؒ نے جواب دیا کہ قضاء حاجت کے لئے پانی لے جائے گا تو اس سے قبل دو دبر دونوں کو دھوئے گا یہ نہیں کہ صرف ایک کو دھوئے

تو اس سے بول کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔ تو اس عموم سے امام بخاریؒ نے ثبوت غسل من البول پر استدلال کیا۔ اگرچہ اس کے دھونے کیلئے تھوڑا سا پانی لینا پڑے۔ اس مقام پر امام بخاریؒ نے مطلق کو علی الاطلاق نہیں رہنے دیا بلکہ اسے مقید پر محمول کر دیا حالانکہ یہ نہ ان کا مسلک ہے اور نہ ہی اس کتاب میں ان کی یہ عادت ہے کہ لا یستتر من البول بول مطلق کو خاص کر بول الناس پر محمول کیا ہے۔

ولنا روایات کثیرہ اس سے شیخ گنگوہیؒ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا۔ امام مالکؒ وغیرہم جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے پیشاب کو نجس کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے تنزه امن البول کہ پیشاب سے جو ہر ایک کا پیشاب نجس ہے حالانکہ استنزه امن البول کا حکم خاص طور بحر یوں کے پیشاب کے بارے میں تھا۔

قوله باب صفحہ ۷۳۵

اس باب کی غرض بیان کرنے میں کئی اقوال ہیں۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ پہلے باب میں بول انسان کے ساتھ مقید کیا تھا اس لفظ باب بلاترجمہ کے اضافہ سے مطلق بول کی طرف اشارہ کیا تو وہ ہر بول کو شامل ہو گا۔ پھر یہ وہم نہ کیا جائے کہ حکم نئی تو اپنے پیشاب کے ساتھ خاص تھا۔ تو اسکے غیر کو کیسے شامل ہو گا۔ خواہ وہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے ایسے مواقع پر حکم کسی شخص کے ساتھ مختص نہیں ہوتا۔ بلکہ حکم عام ہوتا ہے۔ چنانچہ استنزه ہوا کا حکم بھی عام ہے۔ (۲) شیخ الشیخؒ کی رائے ہے کہ اس جگہ لفظ باب کا اضافہ صحیح نہیں ہے۔ شیخ الہندؒ کی رائے ہے کہ تنبیہ کرنا ہے کہ پیشاب عذاب قبر کا باعث بنتا ہے۔ حافظؒ کی رائے ہے کہ جب پیشاب اپنے محل سے دوسری جگہ پھیل جائے تو اس کا دھونا واجب ہے اس پر تنبیہ کرنا ہے۔ علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ اختلاف مسئلہ پر تنبیہ کرنا ہے کرمانیؒ کی رائے ہے کہ وجوب غسل البول پر تنبیہ کرنا ہے۔ اور مولانا زکریا کاندھلویؒ کے نزدیک وجوب الاستنجاء پر تنبیہ کرنا ہے امام بخاریؒ نے اپنے قول ولیم یدکر سوی بول الناس سے اس نئی مخصوص کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ وَالنَّاسُ الْأَعْرَابِيُّ الخ صفحہ ۱۲/۳۵

پیشاب کے بارے میں سخت احکام نازل ہوئے تھے۔ جن کا تقاضا تھا کہ جو کام دیہاتی نے کیا کہ مسجد نبویؐ میں پیشاب کر دیا ایسے شخص پر سخت تشدد کیا جاتا۔ امام بخاریؒ نے اس کے لئے الگ باب منعقد کر کے اشارہ کیا کہ دیہاتی کو پیشاب کرنے سے روکنے پر بہت سے مفاسد کا سامنا کرنا پڑتا جو اس سے اکثر اور اشد تھے۔ مثلاً اگر اسے روکا جاتا تو ممکن ہے وہ ساری مسجد کو ناپاک کر دیتا۔ اور اس کے اپنے کپڑے بھی ناپاک ہوتے۔ یا اس کے مرض میں اضافہ کا باعث بنتا جو پیشاب روک دینے سے پیدا ہوتا تھا۔ دوسرا باب صب الماء امام بخاریؒ لائے ہیں۔ اس کے بارے میں قطب گنگوہیؒ نے کوب درمی میں اور حاشیہ ابو داؤد میں لکھا ہے کہ پانی کا ڈول اس پیشاب پر اس لئے ڈالا گیا ایک تو اس وجہ سے کہ بدبو کا ازالہ ہو۔ دوسرے اگرچہ زمین خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے پھر بھی لوگوں کے دفع و سواوس کے لئے پانی کا ڈول بہایا گیا۔ تیسرے جب پانی اس مقام پر بہا دیا گیا تو نجاست اس جگہ سے زائل ہو گئی۔ اب وہ جگہ نماز پڑھنے اور تیمم کرنے کے

لا تَقْ ہو گئی۔ خشک ہونے سے محض نماز پڑھنے کے قابل ہوتی تیمم کے قابل نہ ہوتی۔ اور زمین کا جو پانی جمع ہوا ممکن ہے وہ مسجد سے باہر ہو جس کا نجس باقی رہنا کوئی مضر نہیں۔ یا اگر وہ ماء جاری کی حد تک پہنچ جائے تو پھر اس جگہ کی طہارت بھی بعید نہیں ہے۔

باب البول قائماً وقاعداً

امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو جزء بیان کئے لیکن ان میں سے ایک مسئلہ کے اثبات کے لئے حدیث لائے ہیں دوسرے کے لئے نہیں۔ دراصل امام بخاریؒ مسلک امام احمدؒ کی طرف مائل ہیں کیونکہ بول قائماً میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام احمدؒ اسے مطلقاً مباح فرماتے ہیں امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھینے اڑ کر بدن اور کپڑوں پر نہیں پڑتے پھر تو کوئی حرج نہیں ورنہ بول قائماً مکروہ ہے۔ جامۃ العلماء فرماتے ہیں کہ بول قائماً مکروہ ہے۔ کراہت بھی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔ اللعذر مگر عذر کی وجہ سے کوئی کراہت نہیں۔ اور بول قاعد آیا تو قیاس سے ثابت ہے یا اس کی دلیل اس لئے ذکر نہیں کی کہ وہ متفق علیہ ہے۔

باب غسل الدم صفحہ ۶۳۶

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بیان کرنا ہے کہ اگرچہ خون نکلنے سے نقص وضوء میں ائمہ کا اختلاف ہے لیکن وہ اس کی نجاست پر متفق ہیں۔ باب کی پہلی روایت سے کپڑے سے خون دھونے کا حکم ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت سے اگر بدن کو خون لگا جائے تو بدن کو دھونا واجب ہے۔ ممکن ہے ترجمہ کی غرض ان لوگوں کے قول کو ترجیح دینا ہے۔ جو خون کے قلیل و کثیر کا فرق نہیں کرتے بلکہ مطلقاً خون سے دھونے کا حکم دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خون کے بارے میں جو نضح کے الفاظ وارد ہیں ان کی شرح کرنا مقصود ہو کہ نضح سے غسل مراد ہے۔ جیسے بول صبیان میں علماء احنافؒ نضح سے غسل مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ پہلے حدیث نضح کو لائے بعد ازاں حدیث غسل کو لائے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے ترجمہ سے بتلانا ہو کہ خون کے لئے غسل ضروری ہے رگڑنا کافی نہیں۔ جیسے منی میں رگڑ دینے پر بھی اکتفا کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ دونوں باب متصل لائے ہیں تاکہ دونوں کے حکموں کے درمیان فرق ہو جائے۔

باب غسل المني وفركه وما يصيب من المرأة صفحہ ۱۲/۲۶

اصل مسئلہ کے بارے میں قطب گنگوہیؒ کو کب درمی میں طویل بحث کر چکے ہیں کہ احنافؒ کے نزدیک منی نجس ہے۔ اس کا قلیل معاف ہے۔ اور خشک منی کو رگڑنا کافی ہو گا۔ تر منی کے لئے غسل ضروری ہے۔ امام مالکؒ منی کو نجس کہتے ہیں لیکن تر اور خشک منی دونوں کے لئے غسل ضروری ہے۔ فرک جائز نہیں امام احمدؒ سے تین روایات ہیں ان میں سے ایک میں ہے کہ منی طاہر ہے۔ دوسری نجس کی ہے خون کی طرح قلیل معاف ہے۔ تیسری یہ ہے کہ قلیل بھی معاف نہیں البتہ رگڑنا دونوں کے لئے کافی ہو گا۔ خواہ تر ہو یا خشک ہو امام شافعیؒ سے بھی تین روایات ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ منی طاہر ہے دوسری یہ ہے کہ مرد کی منی طاہر ہے عورت کی نہیں۔ تیسری روایت

یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے۔ ترجمہ کے تین اجزاء ہیں۔ ترجمہ کا پہلا جزء کہ منی کو دھونا واجب ہے وہ دونوں روایات کے الفاظ سے ثابت ہے۔ تیسرا جزء کہ عورت کی طرف سے مرد کو جو کچھ لگ جائے وہ جنابت کے لفظ سے ثابت ہے۔ کیونکہ جنابت مطلق ہے۔ چنانچہ رجل اور مرآۃ دونوں کو شامل ہے۔ ترجمہ کا دوسرا جزء فرک وہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ جب نماز اس کپڑے میں جائز ہے جس میں منی کا کچھ اثر باقی ہو تو اس کپڑے میں بھی جائز ہوگی جس سے منی کو رگڑ دیا گیا ہو اور اسے دھویا نہ گیا ہو۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں میں نجاست کو تھوڑا کرنے کا مقصود حاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منی کے معاملہ میں اکثر لوگ جتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا بالکل ازالہ واجب نہیں کیا گیا بلکہ نجس ہونے کے باوجود اس کا تھوڑا حصہ معاف کر دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے ترجمہ کے تینوں اجزاء میں سے کوئی جزء بھی فوت نہ ہو گا۔ باقی شرح حضرات اثبات ترجمہ میں پریشان ہیں۔ شیخ گنگوہی نے دوسرے جزء کو قیاس سے ثابت کر کے بہت اچھا کارنامہ انجام دیا۔ نیز! امام بخاری نے اس باب میں منی کی روایات ذکر کی ہیں۔ اور آنے والے باب میں اکسال کی روایات لائے ہیں جس میں منی نہیں ہوتی۔ اس میں صرف فرج کی رتوت ہوتی ہے۔ جس کا حکم کتاب الغسل کی آخری حدیث عثمان میں بیان کیا ہے۔ اس صورت میں مؤلف پر تکرار ترجمہ کا اشکال بھی وارد نہیں ہو گا۔

قوله وان بقع الماء في ثوبه الخ بقع الماء سے مراد اس جگہ بقیہ منی ہے کیونکہ اس سے خشک منی کے رگڑ دینے کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اور اس پر بعد کا ترجمہ باب اذا غسل الجنابة او غيرها فلم يذهب اثره کی ضمیر منی کی طرف راجع ہے۔ بقع جمع بقعة کی ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہے۔ ایک تو اس پانی کی تری جس سے کپڑا دھویا گیا ہے۔ دوسرے اثر چنانچہ جس کو پانی سے دھویا گیا ہے۔ اس صورت میں ضمیر اثر الجنابة کی طرف راجع ہوگی۔ اثر الماء کی طرف راجع نہیں ہوگی۔ کیونکہ دوسری روایت میں ہے كانت تغسل المني سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ ضمیر اقرب کی طرف راجع ہے۔

باب ابوالا بل صفحہ ۳۶/۲۳

امام بخاری کی تبویب سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا میلان اونٹوں کے پیشاب کی طہارت کی طرف ہے جو امام مالک کے مسلک کے تو موافق ہے لیکن احناف اور شوافع اور جمہور علماء کے خلاف ہے۔ نیز! امام بخاری نے لفظ الدواب کے اضافہ سے اہل ظاہر کے مذہب کی موافقت کی ہے۔ جو تمام حیوانات کے پیشاب کو اونٹوں کے پیشاب پر قیاس کر کے ان کی طہارت کا حکم لگاتے ہیں۔ اس لئے وصلی ابو موسیٰ کہہ کر تمام حیوانات کے گوہر اور ان کے پیشاب کی طرف اشارہ کیا ہے احناف اور شوافع سب حیوانات کے گوہر کو نجس کہتے ہیں امام مالک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کے گوہر ان کے پیشاب پر قیاس کرتے ہوئے طہارت کا قول کرتے ہیں۔

قوله والسرقيين الى مجنبه صفحہ ۳۶/۲۵ دار ایرید میں حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ امیر کوفہ کے گندگی کے قریب نماز پڑھنے سے امام بخاری نے جانوروں کے گوہر اور پیشاب کے پاک ہونے پر اس طرح استدلال کیا کہ اگر یہ جگہ ناپاک ہوتی تو حضرت ابو موسیٰ

نماز نہ پڑھتے۔ امام بخاریؒ کے اس استدلال پر یہ اشکال تھا۔ اثر ابو موسیٰؓ سے گور کا پاک ہونا معلوم ہوتا ہے پیشاب کی پاکی کیسے ثابت ہو گئی شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دیتے ہیں اور امام بخاریؒ کے استدلال کو پختہ کر رہے ہیں کہ ناممکن ہے کہ ایسی جگہ پر پیشاب نہ ہو۔ کیونکہ جانور جب پیشاب کرتا ہے تو اس کے چھینٹے اس جگہ اور اس کے کناروں میں پھیل جاتے ہیں۔ تو ضروری ہے کہ اس کا کچھ حصہ حضرت ابو موسیٰؓ کے قدموں کے نیچے ہو گا لہذا پیشاب اور گور دونوں کا پاک ہونا ثابت ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے۔ ان کا نماز پڑھنا اور کسی چیز پر نہیں تھا جائز ہے۔ کہ انہوں نے کسی پاک چیز پر نماز پڑھی ہو اس سے اہمنا و فہم کا رد ہونا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ گور کی نجاست پر سب کا اتفاق ہے۔ تو یقیناً اس جگہ کوئی کپڑا اچھا کر نماز پڑھی ہو گی۔ لیکن یہ سبقت قلم ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کے نزدیک حیوانات کا گور اور پیشاب دونوں پاک ہیں۔ دراصل اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے ایسی جگہ نماز پڑھی جس کے قریب گندگی تھی۔ جس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا کہ آپ دروازے کے پاس نماز پڑھ لیتے اس جگہ نہ پڑھتے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ نے قصہ عربین کو اس لئے پیش نہیں کیا کہ وہ کوکبؒ کی میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔

قوله فی موابض الغنم صفحہ ۵۸۳ بحریوں کے بازے میں نماز پڑھنے سے مخالفین کا مدعی اس وقت ثابت ہوتا جب آپؐ نے بغیر حائل کے اس جگہ نماز پڑھی ہوتی۔ ممکن ہے جائے نماز اچھا کر نماز پڑھی ہو نیز! ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ زمین گندگی کے بعد سوکھ جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور عقل بھی اس کو قبول نہیں کرتی کہ جناب نبی اکرم ﷺ جیسا لطیف مزاج انسان ایسی جگہ نماز پڑھے جو جانوروں کے پیشاب سے ترتر ہو۔ نیز! آپ لوگ جو چھینٹوں کے پھیل جانے کا استدلال کرتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ زمین کی بہت چھینٹیں جلدی خشک ہو جاتے ہیں۔ پہلی روایت یعنی اثر ابو موسیٰؓ میں بھی جواب چل سکتا ہے۔

قوله ما یقع عن النجاسات فی السمن الماء صفحہ ۵۸۳ امام بخاریؒ کے اس کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک پر ہے۔ کہ اگر پانی میں نجاست گر پڑے اس وقت تک پانی نجس نہیں ہو گا جب تک اس کی تین اوصاف میں سے کسی ایک میں تبدیلی نہ آئے۔ وہ رنگ ہو اور ذائقہ ہیں۔ خواہ پانی تھوڑا ہو یا بہت ہو۔ اس بارے میں امام بخاریؒ ایک اثر لائے ہیں اور حدیث بیان کی ہے۔ یہ مسئلہ مشہور اختلافی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس کی تفصیل کو کب درری میں بیان کر دی ہے۔ ظاہر یہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست غالب ہے تو پانی نجس ہو گا ورنہ نہیں۔ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ جب تک تین اوصاف میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ قلتین کا اعتبار کرتے ہیں قلتین سے کم نجس ہو گا زیادہ نجس نہ ہو گا۔ پھر قلتین کی مقدار میں اختلاف ہے۔ احناف کا اصلی مسلک رائے المبطلی بہ کا اعتبار ہے۔ وہ درودہ اس کی لمبک صورت ہے۔ امام زہریؒ کا کلام امام مالکؒ کے مسلک پر ظاہر الدلالت ہے۔ حضرت حمادؒ جو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں ان کا ارشاد ہے کہ لا بأس یریش المیتۃ الخ تو ان کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ کسی پرندے کا پر یا مردہ جانور کی ہڈی جب پانی میں گر جائے تو جب تک پانی میں تغیر نہ آئے پانی نجس نہیں ہو گا اور اسی طرح امام زہریؒ نے ہاتھی دانت کے بارے میں فرمایا ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ محض کسی نجاست کا پانی سے مل جانا یہ نجاست کا

موجب نہیں جب تک اس کا غلبہ نہ ہو۔

امام حکاریؒ کے استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ گھی اور پانی کا ایک حکم ہے۔ اگر گھی میں چوہا گر کر مر جائے تو گھی نجس نہیں ہوگا کیونکہ گھی کی کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ مردہ پر ندے کا پر جو نجس ہے بھول حمادؒ اس کے گرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا کیونکہ تغیر نہیں آیا ہاتھی دانت کی ہڈی نجس ہے جب تیل اس سے مل گیا تو وہ نجس ہوتا لیکن علماء اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ معلوم ہوا کہ نجاست کا دارودہ اوتین اوصاف میں سے کسی ایک کے تغیر پر موقوف ہے۔ ان کا جواب یہ ہے کہ امام زہریؒ کا پہلا کلام ماکشیر میں ہے۔ مطلقاً کے بارے میں نہیں اس طرح حضرت حمادؒ کے کلام میں جو مردار کے پر کا ذکر ہے جب پر کے اوپر کی نجاست خشک ہو جائے تو وہ نجس نہیں۔ اس لئے کہ وہ ہڈی ہے۔ اسی طرح ہاتھی کا دانت ایک ہڈی ہے۔ ہڈی پاک ہے۔ اور یہی بال کا حکم ہے۔ تو اسی طرح امام زہریؒ کا تیسرا کلام اس سے بھی دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ نیز! ان حضرات کے کلام کا اس لئے اعتبار نہیں کہ وہ آنحضرت ﷺ کی حدیث کے مخالف ہے۔ اور روایات جو امام حکاریؒ باب کے تحت لائے ہیں ان کی مؤلف کے مقصد پر دلالت ظاہر ہے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ گھی نجس اس لئے نہیں ہوا کہ اس میں چوہے کے گرنے سے کسی وصف میں تغیر نہیں آیا۔ اسی طرح امت کا کتوری کے پاک ہونے پر اتفاق ہے۔ حالانکہ وہ دراصل خون ہے۔ تو معلوم ہوا کہ طہارت سے نجاست کی طرف تغیر یا نجاست سے طہارت کی طرف تغیر تغیر ذات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اوصاف کے تغیر سے حکم متغیر ہوتا ہے۔ تو جب تک کسی وصف میں نجاست کے گرنے سے تغیر نہیں آئے گا طہارت سے نجاست کی طرف حکم متغیر نہیں ہوگا۔ ان سب کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ پانی کی نجاست کا حکم دیتے ہیں۔ اگرچہ اوصاف میں سے کسی میں تغیر نہ آئے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں تغیر صرف ان اوصاف میں منحصر نہیں ہے جن کا آپ لوگوں نے ذکر کیا بلکہ تغیر کبھی ایسی چیز کی وجہ سے بھی آجاتا ہے جن کا ادراک حواس خمسہ نہیں کر سکتے۔ بلکہ شارع علیہ السلام کے بتلانے سے اس کا علم ہوا پھر اس تحدید شارع میں دونوں مذاہب مختلف ہیں۔ شوافعؒ کے نزدیک قلنتین کے بعد تغیر آتا ہے۔ احنافؒ کے نزدیک دائی منبلی بہ سے اس کی تعیین ہوتی ہے۔ بہر حال اس سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ پانی تھوڑا ہوا یا بہت اس میں نجاست کے وقوع سے مطلق تغیر مراد نہیں بلکہ اس کی تحدید ہے۔ کہ پانی وقوع نجاست سے نجس نہیں ہوگا۔ ماء قلیل نجس ہو جائے گا۔

باب اذا القی علی ظهر المصلی قدر او حیفة لم تقسد علیہ صلوٰۃ صفحہ ۱۷۳

جب نمازی کی پیٹھ پر کوئی گندگی یا مردار ڈال دیا جائے تو اس سے اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ حدیث باب کی دلالت ترجمہ پر غیر واضح ہے اس لئے کہ شاید آپؐ نے نماز لوٹائی ہو۔ اس مقام پر اس لئے نہیں لوٹائی کہ وہاں شیاطین سرکش قریش کا اجتماع تھا۔ رہے آثار کہ ابن عمرؓ نے اپنے کپڑے پر خون دیکھا اور وہ نماز پڑھتے رہے ممکن ہے کہ وہ خون قدر درہم سے کم ہو تو استدلال تام نہ ہوا اور اسی طرح ابن المنیب اور شعبیؒ کے آثار ہیں کہ وہ خون لور جنات کے علم ہو جانے کے بعد بھی نماز پڑھتے رہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ

اتنی مقدار ہو جو قابل معافی ہے تب بھی استدلال تام نہ ہو۔ کیونکہ علماء احناف کے نزدیک جو شخص نماز میں کسی نجاست پر مطلع ہو اور وہ مقدار درہم سے کم ہے تو اس کی نماز جائز ہے۔ البتہ حالت نماز میں تیمم والے نے پانی دیکھ لیا تو ہمارے اور ان دونوں حضرات کے درمیان اتفاق ہے کہ تیمم کی صورت میں اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر نماز میں معلوم ہو کہ استقبال قبلہ نہیں ہوا تو نماز ہی میں صحیح سمت کی طرف پھر گھوم جانا چاہیے۔ یہی احناف اور شوافع کا قول ہے۔ یاد رہے کہ امام بخاری کے اس طرز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ منیٰ ان کے نزدیک نجس ہے۔ ورنہ اس باب میں لانا صحیح نہ ہوتا۔ قطب گنگوہی نے جو آثار کی توجیہات بیان فرمائی ہیں مسلک حنفیہ کے مطابق ہیں۔ اور امام بخاری کا استدلال تب مکمل ہوتا ہے کہ ان میں سے کچھ مقدار معاف نہ ہو۔ اور دوران صلوٰۃ ان کا علم ہو جائے۔

قوله بسلا جز ورنہی فلان صفحہ ۲۶/۳۷ جناب نبی اکرم ﷺ نماز میں تھے کہ اشقی القوم نے وہ جھلی جس میں چہرہ ہوتا ہے۔ خون پیشاب اور گوبر سمیت آپ کی پیٹھ پر رکھ دیا جس کا آپ کو علم نہ ہو سکا کہ کوئی پاک چیز رکھی ہے یا نجس ہے۔ ممکن ہے وہ چیزیں رکھتے وقت سوکھ چکی ہوں۔ رہ گئی اوجھر کی نجاست۔ سجدے کی حالت میں آپ کی پیٹھ پر رکھی ہوئی چیز کا علم نہ ہو سکا۔ وہ جھلی جس میں چہرہ ہوتا ہے وہ ایک قسم کا پٹھ ہے جو فی ذالہ نجس ہے۔ محض اس کی طرف نظر کرتے ہوئے تو آپ کی نماز فاسد نہیں ہو سکتی۔ باقی اشیاء کا علم نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے نماز جاری رکھی۔ علم ہو جانے کے بعد نماز کا اعادہ کر لیا ہو روای نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نماز کو لوٹانے کی تصریح پائی نہیں جاتی۔

قوله واثا انظر لا اغنی شینا صفحہ ۲۷/۳۷ حضرت ابن مسعودؓ قبیلہ ہذیل میں سے تھے جو قریش کا حلیف تھا باقی اشقیاء قریش میں سے تھے۔ نہ تو میں اکیلے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اپنی قوم کے ساتھ مل کر ان سے مقابلہ کر سکتا تھا۔ ہاں حضرت فاطمہؓ قریش میں سے تھیں جن کو وہ کچھ زک نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اگر انہیں کوئی گزند پہنچتی تو دونوں گروہوں میں لڑائی چھڑ جاتی۔

قوله اذا دعا علیہم صفحہ ۲/۳۸ قریش کو علم تھا کہ جناب محمد ﷺ کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ بالخصوص مکہ معظمہ میں وکانو یرون سے یہ بتلانا ہے کہ ان کا مقصود حصر کو ایک شق میں بند کرنا نہیں تھا۔ بلکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آنحضرت ﷺ کی دعا بھی مقبول ہے۔ اور مکہ مکرمہ میں جو دعائیں مانگی جائے وہ بھی مقبول ہوتی ہے۔

قوله دلک بہا وجہہ صفحہ ۷/۳۸ تھوک کو صحابی نے اپنے چہرہ پر مل لیا جس سے معلوم ہوا کہ تھوک پاک ہے کیونکہ نجس کا استعمال ناجائز ہوتا ہے اور ما تنخم سے دوسری حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا معاملہ حدیبیہ میں پیش آیا۔ اس سے امام بخاری نے اشارہ کیا کہ اگر تھوک اور رینک پانی میں گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوگا اس سے وضو کرنا جائز ہے۔

باب لا یجوز الوضوء بالنیذ ولا بالمسکر صفحہ ۷/۳۸

امام بخاریؒ نبیز کو مسکر کے مقابلہ میں لائے ہیں۔ جس سے واضح کرنا ہے کہ نبیز سے وہ نوع مراد ہے جو نشے کی حد تک نہ پہنچی ہو۔ نبیز جو حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو جائز نہیں ہے۔ تیسرا قسم کھجور یا کشمش کو پانی میں ڈالا جائے اس میں نہ مٹھاس آجائے اور نہ ہی رقت دور ہو یعنی پتلا پن باقی ہو اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔ اختلاف دوسرے قسم میں ہے جس میں مٹھاس تو آجائے لیکن اس کا پتلا پن زائل نہ ہو۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اس سے وضو کو جائز فرماتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماء مطلق نہیں رہا۔ امام اعظمؒ صاحب آیت سے اس کی تخصیص اس لئے کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ کی لیلۃ الجن والی روایت اس بارے میں آچکی ہے۔ تو اس خبر واحد سے کتاب اللہ کی تخصیص نہیں ہوگی۔ بلکہ آیت میں ماء طہور واقع ہو۔ اس حدیث نے اس کی تفسیر کر دی۔ شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اس مسئلہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو نبیز حد سکر کو پہنچ جائے اس سے بالاتفاق وضو کرنا جائز ہے۔ دوسری قسم کے جواز میں ائمہ ثلاثہ احناف کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایک چوتھی قسم ہے جس میں خود احناف کے درمیان اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احناف کے خلاف کوئی روایت نہیں لائے تابعین کے آثار ذکر فرمائے ہیں۔ حضرت حسن ابصریؒ ابو العالیہؒ وغیرہ تابعین ہیں۔ جن کا اتباع امام اعظمؒ پر لازم نہیں ہے کیونکہ وہ بھی تو ان کی طرح تابعی ہیں ہم رجال ونحن رجال ترجمہ وہ بھی آدمی ہیں ہم بھی آدمی ہیں۔

حدیث باب ترجمہ کے ایک جزء پر دلالت کرتی ہے۔ وہ یہ کہ مسکر سے وضو کرنا حرام ہے۔ رہ گیا نبیز اس سے وضو کرنا اگر حد سکر تک پہنچ گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ اگر حد سکر تک نہیں پہنچا تو اس میں ایک قسم کا خفاء ہے یہی وجہ ہے کہ شراح کو مطابقت حدیث بالترجمہ میں اشکال پیش آیا کہ حدیث جو ثابت ہے وہ یہ کہ مسکر کا پینا حلال نہیں اور نہ ہی اس سے وضو جائز ہے۔ اور جو نبیز مسکر نہیں وہ باقی رہ گیا۔ شاید امام بخاریؒ کی اس جگہ مسکر لفظ لانے سے اور باب میں اس روایت کے لانے سے جو مسکر کا حکم بیان کرنے والی ہے۔ نبیز کے دو معنی میں سے ایک کی تعیین کرنا ہو پھر تو احناف کے موافق ہے۔ کہ جس نبیز میں نشہ آجائے وہ جوش مارنے لگے اور جھاگ پھینکے اس سے وضو کرنا حرام ہے۔ اور جو ایسا نہیں اس سے وضو جائز ہے۔ تو امام بخاریؒ احناف کے موافق ہو گئے۔

باب غسل المرأة اباحا الدم صفحہ ۳۸/۱۱

عورت کا اپنے باپ سے خون کو دھونا۔ بظاہر اس ترجمہ کے انعقاد سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر مسمرأة یعنی عورت کو ہاتھ لگانا ناقض وضو ہو تا تو نہ حضرت فاطمہؓ اپنے باپ کو ہاتھ لگاتیں اور نہ آپؐ اُسے ہاتھ لگاتے۔ معلوم ہوا کہ دونوں جائز ہیں اور اس حدیث فاطمہؓ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر مسمرأة ناقض ہے تو اس چھونے سے مسمرأة کی حرمت لازم نہیں آتی اور نہ ہی اس کی کراہت لازم آتی ہے اور ممکن ہے اس باب سے امام شافعیؒ پر تقریض کرنا ہو جو فرماتے ہیں کہ مسمرأة سے طہارت چلی جاتی ہے وہ اس طرح کہ حضرت فاطمہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا زخم دھویا اور یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے دوبارہ وضو کیا ہو۔ نیز اگر مسمرأة ناقض ہو تا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو ان کے مس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جن کے مس کرنے سے وہ انتقاض وضوء لازم نہیں آتا جو عورت کے مس کرنے سے لازم آتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمیشہ

وضو کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے جو محتاج بیان نہیں ہے۔ یہ شوافعؒ پر ہمارا الزام ہے۔ ورنہ ہمارے احنافؒ کے نزدیک تو خون بہنے سے آنحضرت ﷺ کی طہارت زائل ہو گئی۔ اور حضرت ابو العالیہؓ کے اثر کو بھی انہیں دو جہوں پر حمل کیا جاسکتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ ابو العالیہؓ کی روایت میں اَمْسَحُوا کا امر ہے جو صیغہ عموم کے ساتھ ہے کسی کی تخصیص نہیں۔ تو یہ امر عورتوں اور مردوں دونوں کو شامل ہے اگر مس مرأتہ ناقض ہو تا تو آپؐ عورتوں کو روک دیتے معلوم ہوا کہ مس مرأتہ ناقض وضوء نہیں ہے۔ اسی طرح مس ذکر بھی ناقض نہیں ہمارے امام بخاریؒ نے ان کا ترجمہ نہیں باندھا اس اثر کی باب سے مناسبت ظاہر ہے کہ ازالہ نجاست دوسرے کے ہاتھ سے جائز ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

كِتَابُ الْغُسْلِ

آیت کریمہ میں فَاَطَهَّرُوْا کا صیغہ مبالغہ کا ہے جس کا مصداق غسل ہی ہو سکتا ہے۔

قوله دخلت انا اخو عائشة الخ صفحہ ۱۲۳۹ شاید ابو سلمہ ان دنوں چھوٹے ہوں اس لیے حضرت عائشہؓ کے پاس حاضر ہوئے یا ان کے رضاعی بھائی ہیں تب بھی داخل ہونا جائز ہو۔ بیننا و بینہا حجاب حجاب سے بالکل ستر مراد نہیں ہے۔ ورنہ ان کی موجودگی میں غسل کرنا کیسے ثابت ہو گا۔ بلکہ حجاب سے ننگ کی مقدار کو چھپانے والا حصہ مراد ہے۔ گویا کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ کا وہ حصہ دیکھا جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ جیسے سرو غیرہ بدن کا وہ اوپر کا حصہ جس کو محرم دیکھ سکتا ہے۔ اور بدن کا نچلا حصہ جس کی طرف محرم کو بھی دیکھنا جائز ہے وہ حصہ انہوں نے چھپا رکھا تھا حضرت عائشہؓ کا یہ فعل دلیل ہے کہ تعلیم فعلی مستحب ہے۔ ان حضرات کا سوال کیفیت اور کیت سے تھا کیفیت تو پانی بہانے سے بتلائی اور ایک صاع پانی پر اکتفاء کر کے کیت بتلائی۔

قوله الصحيح مارواه ابو نعیم صفحہ ۱۱/۳۹ مقصد یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی ایسے امور میں اکثر روایات ان کی

حضرت میمونہؓ سے ہو کر تہی ہیں۔ بعض نے اس مقام پر حضرت عائشہؓ کے نام کا اضافہ کیا ہے جو صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ بہت سے صحابہ کرام اور حضرت میمونہؓ کے علاوہ باقی ازواج مطہرات سے بھی روایت کرتے ہیں۔ شاید یہ روایت حضرت میمونہؓ کے علاوہ کسی اور ملی بی سے مروی ہو۔ بہر حال اس صورت میں حدیث مسانید میمونہؓ سے ہوگی۔ اور پہلی صورت میں مسانید ابن عباسؓ میں سے ہے۔

قوله يعرض بالحسن صفحہ ۲۱/۳۹ یہ مقولہ ابو جعفر کا ہے۔ اور یعرض کا فاعل جاہل ہے۔ ابو جعفر سے امام باقر محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب مراد ہے۔ اور حسن سے حسن بن محمد بن الحلیفہ مراد ہے۔ بہر حال حسن بن محمدؓ دونوں مسئلوں میں حضرت جاہلؓ سے جھگڑا کرنے والے ہیں۔

باب من بدء بالحلاب والطيب قبل الغسل صفحہ ۲۶/۳۹

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ غسل سے پہلے خوشبو کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ جناب نبی اکرم ﷺ سے غسل سے پہلے خوشبو کا استعمال ثابت ہے۔ یہ اس لئے کرتے تھے تاکہ خوشبو کا اثر سارے جسم کے اطراف میں پھیل جائے۔ ترجمہ کا حاصل یہ ہوا۔ ان هذا باب يذكر فيه جواز الابتداء بالحلاب من غير ان يتقدمه طيب گویا کہ خوشبو سے غسل کی ابتدا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ جب روایت میں ابتداء بالحلاب کا ذکر آگیا تو اس سے معلوم ہوا کہ خوشبو کو چھوڑ دینا جائز ہے۔ ابتداء غسل میں خوشبو کا استعمال کرنا واجب نہیں ہے۔ اگرچہ اس روایت کے علاوہ دوسری روایت میں وارد ہونے کی وجہ سے ابتداء بالطیب جائز ہے خوب غور کرو یہ مسئلہ معرکہ آراء ہے۔ مثلث اور شرح امام بخاریؒ کی مراد بیان کرنے میں بڑی مشکل میں ہیں۔ بعض حضرات نے حلاب دودھ دہنے والا برتن کی بجائے ایک قسم کی خوشبو مراد لی ہے۔ اور بعض نے اور معنی مراد لئے ہیں۔ فیض الباری میں ہے کہ حلاب سے دودھ والا برتن مراد ہے۔ جس میں دودھ کی چکناہٹ باقی رہ گئی ہو۔ تو امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر برتن میں دودھ کی بو اور رنگ رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی طرح خوشبو کا اثر بعد از غسل رہ جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

باب المضمضة والاستنشاق صفحہ ۱/۴۰

کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا دونوں حدیث سے ثابت ہیں۔ بعض ان کے وجوب کے قائل ہیں جیسے احنافؒ اور بعض اس کے سنت ہونے کے قائل ہیں جیسے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ وضو اور غسل دونوں میں سنت کہتے ہیں۔ احنافؒ وضو میں سنت اور غسل میں واجب کہتے ہیں۔

باب المسح بالتراب صفحہ ۶/۴۰

علماء احنافؒ کے نزدیک مخرج کی طہارت اور ہاتھ کی طہارت کے بارے میں اختلاف ہے۔ جب کہ جرم نجاست زائل ہو جانے کے بعد

ہاتھ میں کچھ بدبو رہ جائے تو بعض نے کہا ہاتھ پاک ہے۔ اور بعض نے کہا جب تک نجاست کا اثر زائل نہ ہو ہاتھ ناپاک رہے گا۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اس اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس بات کو رائج قرار دیا ہے کہ زمین پر ہاتھ کا ملنا تطہیر کیلئے نہیں بلکہ تنظیف کے لئے ہے۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے کوکب دری میں اسی طرح اشارہ کیا ہے فرماتے ہیں۔ هذا الدلك للمبالغة في التنظيف

باب هل يدخل الجنب يده في الاثناء قبل ان يغسلها صفحہ ۸۴۰

کیا جنبی آدمی ہاتھ کو دھونے سے پہلے اسے برتن میں ڈال سکتا ہے۔ امام بخاریؒ کا جواب یہ ہے کہ ہاں ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اگرچہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ ان کو دھولے۔ روایات اور آثار دونوں امور کے جواز پر دلالت کرتے ہیں جس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ کیا ہے۔ اس سے غرض ماء مستعمل کی طہارت اور طہوریت کو ثابت کرنا ہے۔ لیکن اس سے پہلے معلوم ہو جائے ماء مستعمل اس وقت بتا ہے جب پانی کسی عبادت کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا حدث کے ازالہ کے لئے استعمال ہو۔ جمہور کے نزدیک ابھی اس کا تحقق نہیں ہوا اور امام بخاریؒ کے استدلال کا دارودار اس پر ہے کہ وہ اس پانی کے درمیان فرق نہیں کرتے جواز الہ حدث کے لئے استعمال ہوا ہو یا اس کے بغیر کسی اور مقصد کے لئے استعمال ہو۔ اور نہ ہی طاہر اور طہور کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ دراصل امام بخاریؒ ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں داخل کرنے کے جواز کو بیان کر کے ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جن کے نزدیک ہاتھ داخل کرنے سے باقی پانی نجس ہو جاتا ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں جو تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا کے الفاظ ہیں اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ہم ہاتھوں کو پہلے دھوتے تھے یا نہیں دھوتے تھے۔ اسی طرح ابو الولید کی تیسری اور چوتھی روایت جس میں ہے کہ ہم ایک ہی برتن سے غسل جنابہ کرتے تھے۔ اس میں بھی ہاتھوں کو پہلے دھونے کا ذکر نہیں ہے۔ البتہ ان کے درمیان جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ہاتھ کو پہلے دھونا مستحب ہے۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس میں ادنیٰ غور و فکر سے مخالفت کے دلائل کے جوابات حاصل ہو جاتے ہیں۔ مؤلفؒ کے استدلال میں غور کرنے سے بھی جواب مل جاتا ہے کہ دونوں امر جائز ہیں۔

باب من افرغ يمينه على شماله صفحہ ۱۸۴۰

اس ترجمہ سے امام بخاریؒ اس مشہور بات کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ غسل سے پہلے استنجاء کرتے وقت دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا یہ عورتوں کا شیوہ ہے۔ روایت باب اگرچہ اس کے جواز پر دلالت ہے کہ جب شرمگاہ کو دھونے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالے۔ تو یہاں مطلق مقید کے ضمن میں ثابت ہوا۔ بہر حال اگرچہ شرمگاہ دھونے کا ارادہ نہ بھی ہو پھر بھی اس سے اس فعل کا جواز واضح ہوا تو مقید سے مطلق کو ثابت کیا گیا۔ دراصل امام بخاریؒ نے ایک باریک مسئلہ پر تنبیہ فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ غسل فرج میں دو حکم ہیں ایک پانی ڈالنے کا دوسرا اعضاء کو دھونے کا اور یہ معلوم ہے کہ افعال شریفہ دائیں ہاتھ کے ساتھ شروع کئے جاتے ہیں تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی کہ پانی کا ڈالنا اعضاء کو ملنے سے اشرف ہے۔ لہذا اصب الماء دائیں ہاتھ کا وظیفہ ہوگا۔ اور ذلك الاعضاء بائیں کا فریضہ ہوا

نیز ! ترجمہ سے صب الماء باليمين على اليسرى کی ترجیح پر تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالنا افضل ہے

باب تفریق الغسل والوضوء صفحہ ۲۳/۴۰

بعض حضرات جیسے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وضو اور غسل میں تسلسل مستحب ہے۔ امام احمدؒ اس کے وجوب کے قائل ہیں ان میں تفریق نہ ہونی چاہیے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تفریق جائز ہے۔ تسلسل ضروری نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے ان حضرات پر رد کیا جو موالات اور تسلسل کی فرضیت کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ کے فعل سے ثابت کیا کہ ارکان غسل میں باہمی تفریق جائز ہے۔

قوله ثم تمحی من مقامه صفحہ ۲۶/۴۰ شاید کوئی مٹی و کچھڑ لگ گیا ہو اس کے ازالہ کے لئے دوسری مرتبہ پانی طلب کیا یا اور کوئی امور انجام دیئے۔ حالانکہ تھوڑی سی تفریق وجوب موالات کے متافی نہیں ہے۔ پس اگر موالات واجب ہوتی تو اس مکان سے الگ ہونے سے پہلے اپنے دونوں پاؤں کو دھو لیتے۔ پھر اگر چاہتے تو کچھڑ وغیرہ کے دور کرنے کے لئے دوسری مرتبہ انہیں دھو لیتے۔ اگر چاہتے تو گارے کو دور کرنے کے لئے پاؤں کو کسی چیز کے ساتھ مل دینے پر کفایت کرتے۔ بہر حال ثم تمحی میں لفظ ثم بھی تراخی پر دال ہے۔ اور یہ لفظ وضو اور غسل دونوں میں موجود ہے۔ لہذا دو اجزاء ترجمہ ثابت ہوئے۔ توجہ وضو میں تفریق کا جواز ثابت ہوا تو غسل میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

قوله كما في انظر الي وبیض صفحہ ۱۱/۴۰ پہلی روایت میں اسکی تصریح نہیں تھی۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ اسلئے زائد کئے تاکہ بیان ہو جائے کہ خوشبو ڈھونڈنے والی تھی۔

قوله كنت اغتسل انا الخ صفحہ ۱۳/۴۱ حضرت عائشہؓ اس قول سے ظاہر کرنا چاہتی ہیں کہ وہ اس قصہ کو خوب جانتی ہیں کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے پاس موجود تھیں۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایک اختلافی مشہور مسئلہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک غسل جنابت اور غسل حیض دونوں برابر ہیں۔ خلاف امام احمدؒ کے ان کے نزدیک غسل حیض میں مینڈھیوں کا کھولنا واجب ہے غسل جنابت میں واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حنفیہ پر رد کرنا ہو۔ کہ وہ غسل کے وقت مرد کے لئے بال کھولنا ضروری قرار دیتے ہیں عورتوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔ حالانکہ ابو داؤد کی روایت احتناف کیلئے نص صریح ہے۔

باب اذا ذكر في المسجد انه جنب صفحہ ۲۵/۴۱

یعنی جب کسی کو مسجد میں داخل ہونے کے بعد یاد آئے کہ وہ جنبی ہے تو کیا اسے تیمم کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ تو شاید امام بخاریؒ کی مراد

اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہو کہ اگرچہ مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم کر لینا مستحب ہے جیسا کہ احناف کے ہاں مشہور ہے لیکن واجب نہیں ہے کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مسجد سے نکلنے کے لئے تیمم نہیں کیا اگر اس ترجمہ سے احناف پر رد کرنا مقصود ہو جو اسے مستحب کہتے ہیں تو یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حدیث سے جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت علیؓ کے لئے تو جنبی حالت میں مسجد سے نکلنا گزرنا اور داخل ہونا ایک حدیث سے جائز ثابت ہوتا ہے۔ ترمذی میں ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لا یحل لاحد ان یطرق هذا المسجد جنباً غیری وغیرک ترجمہ۔ یعنی میرے اور تیرے سوا اور کسی کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ جنابت کی حالت میں اس مسجد کو راستہ بنائے۔ توجو لوگ ان حضرات کے مرتبہ کے نہیں ان کو ان دو پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے۔

باب من اغتسل عریاً واحده صفحہ ۱۴۲/۱

جو شخص اکیلے ہو کر نہکا نہائے۔ اس ترجمہ سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اکیلے آدمی کے لئے بھی پردہ کرنا عند الغسل افضل ہے جب کہ اس پر دلیل دال ہے۔ کہ ان اللہ حکمہ سبب اللہ تعالیٰ حیاء دار اور پردہ پوش یا پردہ پسند ہیں۔ اور تستر یعنی پردہ اس وقت افضل ہے جب کہ کسی کے جھانکنے کا خطرہ ہو۔ اگر اس سے بے خونی ہو جیسا کہ غسل خانہ میں تو پھر پردہ نہ کرنا جائز ہے تو یہ حکم اس حکم کے خلاف نہیں ہو گا جو ہمارے علماء کے درمیان مشہور ہے۔ ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے کہ آیا جناب نبی اکرم ﷺ نے چادر باندھ کر غسل کیا ہے یا نہیں۔ شیخ گنگوہی کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ آنحضرت ﷺ بغیر ساتر کے غسل نہیں کرتے تھے۔

قوله ثوبی یا حجو صفحہ ۱۴۲/۵ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پتھر نے حیوانات کے کام شروع کر دیئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا۔ اور بنی اسرائیل کی ایک مجلس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایسی زندگی رکھ دی ہے جو حیوانات اور جمادات سے بڑھ کر ہے تو اس کو خطاب کرنا پکارنا صحیح ہوا۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کی مار کے نشانات اس کے جسم میں پڑ گئے۔

ومن هذه صفحہ ۱۴۲/۱۲ شاید ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز شروع نہ کیا۔ اور اپنے کپڑے پورے طور پر نہ اتارے ہوں۔ یا غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہن لئے اس لئے گفتگو شروع کر دی۔

قوله یحتجم الجنب ویقلم الخ صفحہ ۱۴۲/۲۲ یعنی آدمی بچپنے لگوا سکتا ہے اور ناخن کاٹ سکتا ہے۔ اس باب سے امام بخاریؒ یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ جنبی آدمی پر جلدی غسل کرنا واجب نہیں ہے۔ حضرت عطاءؓ کے قول کے مطابق ان امور میں اس کا مشغول ہونا جائز ہے۔ جب غسل میں تاخیر کرنا جائز ہو تو بازار وغیرہ کی طرف جانا بھی جائز ہوا۔ کیونکہ پھر بازار وغیرہ حکم میں برآمد ہیں۔ اس لئے کہ ایک کے جواز ثابت کرنے سے دوسرے کا جواز ثابت ہو جائے گا۔ یا یوں کہا جائے کہ جب مطلق ثابت ہے تو اس کا جواز جس فرد میں چاہے ثابت ہو جائے گا۔ توجو بازار وغیرہ بازار ثابت ہوا۔

باب اِذَا التَّقَى الْحَتَاتَانِ صَفْحہ ۵۴۳

اس پر اجماع ائمہ ہے کہ محض دوشر مگاہوں کا ملنا وجوب غسل کے لئے کافی نہیں بلکہ ایک کا دوسرے میں داخل کرنا ضروری ہے۔ تو التقاء ختائین ایلاج سے کتنا یہ ہوا۔ یہ مسئلہ صحابہ کرامؓ میں مشہور رہا ہے۔ ابتداء میں کچھ لوگ اس کے قائل تھے کہ جب تک منی کا انزال نہ ہو غسل واجب نہیں۔ الماء من الماء لیکن بعد میں امت کا اجماع ہو گیا کہ محض ایلاج سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ انزال کبھی مخفی رہتا ہے۔ لیکن مشکل معاملہ امام بخاریؒ کا ہے۔ جو اس میں اختلاف کرتے ہیں کہ ایلاج سے غسل کرنا مستحب ہے۔ دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ تو التقاء ختائین کا باندھا اور جو حدیث اس کے تحت لائے ہیں اس سے ایجاب غسل معلوم ہوتا ہے۔ حدیث اکسال کو اس جگہ ذکر نہیں کیا کہ جو شخص انزال سے پہلے آلہ تناسل کو نکال لے۔ اور جب حدیث اکسال کا ذکر کیا تو اس پر ترجمہ باندھا کہ شرمگاہ کی رتومت کو دھونا ضروری ہے۔ اور امام بخاریؒ کا الغسل احوط کہنا دونوں احادیث کے تعارض کی وجہ سے ہے۔ یعنی دین میں احتیاط برتنا ضروری ہے۔ تو یہی امام بخاریؒ کی شان کے لائق ہے تاکہ اجماع کی مخالفت لازم نہ آئے۔ تو قولہ احوط کے معنی یہ ہوں گے اس صورت میں غسل واجب کرنا احتیاط کی وجہ سے ہے جیسے نیند میں احتیاطاً وضوء واجب ہے۔

وقوله هذا اجود واوكد صَفْحہ ۷۴۳ ہذا کا اشارہ وجوب کی طرف ہے اور دوسرا حکم الماء من الماء کا منسوخ ہے جو معمول بہ نہیں رہا۔ کیونکہ ائمہ حدیث کے نزدیک الفعل التفضیل کا صیغہ اثر توکید اور تشدید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماخذ اشتقاق کی دوسرے پر زیادتی مراد نہیں ہوتی۔ پس الآخر اور مفضل علیہ بہر اور زیادہ مؤکد نہ ہو گا۔ اور جو لوگ اکسال کی صورت میں وضو کی روایت نقل کرتے ہیں کہ اس میں یہ صراحۃً نہیں کہ ان حضرات کا مذہب یہی ہے۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ ان کی پہلی روایت ہو۔ اور بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا ہو۔ اور اس طرح کے احکام بہت ہیں۔ اس لئے راوی حضرات بسا اوقات احکام منسوخہ کو روایت کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عدم ایجاب غسل ان کا مذہب ہو۔ جب ان کو شہن کا حکم پہنچا تو انہوں نے اپنے مذہب سے رجوع کر لیا اور اسے چھوڑ دیا تو ذلك الآخر موصوف صفت مل کر مبتدأ ہوا انما بینا ہ اس کی خبر ہوگی یہ نہیں ذلك مبتداء اور باقی اس کی خبر ہو۔

كِتَابُ الْحَيْضِ

امام بخاریؒ نے کثرت ابواب کی وجہ سے کتاب الحيض کا ترجمہ قائم کیا اور کتاب میں استحاضہ اور نفاس کو جمعاً ذکر کیا۔

وقال بعضهم ارسل صفحہ ۱۷۴/۳۳ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر بطور عذاب کے بھیجا امام بخاری کا یہ قول کہ قول النبی اکثرو یعنی نبی اکرم ﷺ کا قول بنات آدم اور بنات اسرائیل کو شامل ہے۔ شیخ گنگوہی فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرنے کی ایک یہ صورت بھی ممکن ہے کہ مطلق حیض کی ابتدا تو حضرت حواء کو ان کے بعد آنے والی عورتوں سے ہوئی ہو۔ لیکن اس کی کثرت ہو اسرائیل سے ہوئی ہو۔ جیسا کہ لفظ ارسل اس پر دلالت کرتا ہے۔

قوله هذا امر كتبہ اللہ علی بنات آدم صفحہ ۲۰/۳۳ امام بخاری اس روایت کو اس لئے لائے ہیں کہ بنات آدم کا کلمہ ثابت کرنا ہے اس اور کوئی مقصد نہیں۔ جس سے بتانا ہے کہ حیض کا وجود کسی زمانہ کے ساتھ مختص نہیں ہے۔ کہ ایک زمانہ میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو جب سے بنات آدم کا وجود ہے حیض کا وجود بھی ہے۔ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ احرام کے وقت حائضہ کو بھی نفاظت کیلئے غسل کرنے کا حکم ہے۔

ترجمہ۔ حیض والی عورت اپنے خاوند کا

قوله باب غسل الحائض

سر دھو سکتی ہے۔

رأس زوجها صفحہ ۲/۳۳

امام بخاری اس ترجمہ کو اس وجہ کے دفع کرنے کے لئے لائے ہیں کہ اس نجاست حمیہ کی وجہ سے حائضہ سے مصاحبہ اور مخالطہ حرام نہیں۔ جیسے کہ یہود کا گمان تھا۔ اور وہ ایسے کرتے تھے کہ حائضہ کو الگ ایک کوٹھڑی میں بند کر دیتے تھے اس کے ساتھ کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب حرام تھا۔ اسلام میں حائضہ سے جماع کرنا حرام باقی سب جائز ہے۔ مصاحبہ کی نسبت جائز ہے۔ آپ کا ارشاد لَيْسَتْ حَيْضَتُكَ فِي يَدِكَ کہ تیرے ہاتھ میں حیض نہیں ہے۔ آپ مجھے مسجد سے چٹائی اٹھا کر دے سکتی ہیں۔ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ یہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا تھا۔

ترجمہ۔ آدمی اپنی حائضہ بیوی کی گود میں

باب قراءة الرجل في

قرآن مجید پڑھ سکتا ہے۔

حجر امرأته صفحہ ۲۷/۳۳

حضرت ابو داؤد اہل اپنے خادم کو قرآن مجید کا نسخہ دے کر حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجتے تھے جس کو وہ غلاف سے پکڑ لیتی تھیں اس اثر سے ترجمہ کی تائید ظاہر ہے۔ کہ جب حائضہ نقش قرآن کی مقارنت کر سکتی ہے تو الفاظ قرآن کی نزدیکی اس کے لئے جائز ہوگی گویا کہ نقش اور الفاظ دونوں قابل احرام ہیں۔ جب ابو داؤد اہل کے اثر سے حائضہ کے لئے نقش قرآن کی نزدیکی ثابت ہوئی تو حائضہ کی جمولی میں قرآن کا پڑھنا بھی جائز ثابت ہوا۔ اگرچہ اس میں حائضہ کو الفاظ قرآن کے ساتھ ایک قسم کی نزدیکی ثابت ہے۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ

اس باب سے حائضہ کا قرآن اٹھانا جائز ثابت کرنا ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہؓ حائضہ تھیں۔ ان کے کپڑے بمنزلہ علاقہ کے ہو گئے۔ اور شارع علیہ السلام بمنزلہ مصحف کے ہوئے۔ قرآن آپؐ کے سینہ میں تھا اور آپؐ اس کے حامل تھے۔ تو حضرت عائشہؓ بھی اس طرح قرآن کی حامل ہو گئیں۔ ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کیا ہے۔

باب من سمي النفاس حیضا صفحہ ۲۴۴

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے۔ کہ حیض اور نفاس دونوں خون ہیں جو بجمہ دانی سے نکلنے ہیں۔ تو اس اشتراک مطلق کی وجہ سے نفاس کا اطلاق حیض پر اور حیض کا نفاس پر جائز ہو گا۔ اس باب سے غرض اسی صفت میں اشتراک کو بتلانا ہے۔ یہ اطلاق دونوں کے جمیع احکام میں اشتراک کو مقتضی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے احکام مخصوص ہیں البتہ احکام میں دونوں شریک ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے اطلاق مجازی میں بھی اشتراک ہے۔ کہ ہر ایک کا دوسرے پر اطلاق مجازاً جائز ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ قولہ حیضا سبی کا مفعول اول ہو۔ والنفاس مفعول ثانی ہو۔ تو اس صورت میں روایت کی مطابقت ترجمہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ تو پھر اس باب کی غرض اس وہم کو دفع کرنا ہے کہ اشتراک اسی کی وجہ سے کہیں احکام میں اشتراک نہ سمجھ لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ روایات میں جو نفاس کا اطلاق حیض پر آیا ہے وہ محض اشتراک اسی ہے۔ کہ دونوں خون ہیں۔ جو بجمہ دانی سے نکلنے ہیں۔ ایک ولادت بجمہ کے بعد اور دوسرا ہر ماہ میں کچھ مدت کے لئے خارج ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ سب احکام میں متحد ہوں۔ لکن عابدین نے نفاس کا حیض سے سات چیزوں میں افتراق بیان کیا ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اس میں کچھ خفاء ہے۔ شیخ گنگوہیؒ نے اس قول سے اس طرف اشارہ کیا کہ جب احکام میں اشتراک نہیں ہے تو اتحاد اسی کا کیا فائدہ ہوا شیخ کاندھلویؒ کے نزدیک امام بخاریؒ نے اس سے دونوں کے احکام کے اتحاد پر استدلال کیا ہے۔ کہ جب اشتراک اسی ہے تو اشتراک احکام بھی ہو گا۔

باب تقضى الحائض المناسك كلها ترجمہ۔ حائضہ سب عبادات ادا کر سکتی ہے

اس مقصد پر روایت باب کی دلالت ظاہر ہے۔ اس کے بعد امام بخاریؒ نے آثار سے بھی اس ترجمہ کو ثابت کیا ہے۔ ان آثار سے قرآن قرآن اور ذکر کا جواز ثابت کیا ہے۔ جب ذکر جائز ہے تو سب احکام حج جلالا نے جائز ہوں گے۔ کیونکہ ان سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان میں ذکر ہے۔ جب ذکر اور قرآن قرآن حائض کے لئے جائز ہوا تو باقی احکام حج کا جلالا بھی جائز ہو گا۔ البتہ طواف زیارت اس کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ وہ مسجد حرام میں ہوتا ہے۔ اور عورت حائضہ کا داخلہ مسجد میں ممنوع ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طواف حول البیت ایسے ہے جیسے نماز کا حکم ہے۔ جب نماز جائز نہیں ہے تو حائضہ کے لئے طواف بھی ممنوع ہو گا۔ یہ سب تقریر اس وقت ہے جب مؤلفؒ امام بخاریؒ کا ان آثار کے ذکر کرنے سے مقصد ترجمہ کو ثابت کرنا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان آثار کا اس مقام پر لانا اس مناسبت سے ہو کہ جب حائضہ کے روزیہ نماز اور حج کا ذکر ہوا تو اب بعض دوسرے احکام بھی ذکر کر دیئے۔ بہر حال دونوں تقاریر کی بنا پر

احنافؒ پر تھوڑا اور شوافعؒ پر زیادہ اعتراض ہو گا۔ کہ ابن عباسؓ جہنمی کو قرآن کی اجازت دیتے ہیں۔ احنافؒ اس کا یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ رخصت مَادُونِ الْآیَةِ یعنی آیت سے کم کی قرآن پر محمول ہو۔ البتہ شوافعؒ جہنمی کو کثیر اور قلیل قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے ان سے خلاف رہے گا۔ احنافؒ کے ساتھ خلاف نہیں رہے گا۔ روایت سے استدلال اس طرح ہو کہ جب آنحضرتؐ نبی اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الہی کرتے تھے تو جہنم کی حالت میں بھی ذکر کرتے ہوں گے۔ کیونکہ جہنم بھی آپؐ کا ایک حال ہے۔ تو جہنمی اور حائضہ کا حکم مختلف نہ ہو گا۔ تو حائضہ کو بھی ذکر اور اداء مناسک کی اجازت ہو گی۔ نیز! امام بخاریؒ نے آپؐ کے خط سے استدلال اس طرح کیا کہ آنحضرتؐ نبی اکرم ﷺ نے ہر قل کی طرف اپنا والا نامہ لکھتے ہوئے آیت قرآنی تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ الْخ لکھی۔ حالانکہ آپؐ کو علم تھا کہ وہ مشرک ہے۔ اور مشرکین جہنم سے غسل نہیں کرتے یہ استدلال قوی نہیں۔ اسلئے کہ اصل انسان میں طہارت ہے اور کسی عارض کا ان عوارض میں سے پیش آ جانا جو انسان کو اس کی اصل جبلت سے نکالنے والے ہوں۔ اس عارض کے طاری ہو جانے کے احتمال سے رسالہ کے اہم امر تبلیغ کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور آیت کریمہ آپؐ کی عبادت سے مقصودی معنی پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ نیز! آیت کریمہ میں اعجاز بلاغت اور دلوں کے اندر اثر کرنا ایسے فوائد ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ احنافؒ کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کہ کافر کا وضو اور اس کا غسل کرنا صحیح ہے۔ کیونکہ کوئی کافر ایسا نہیں جس نے کبھی غسل نہ کیا ہو بلکہ ان کے نزدیک تو ہر دن صبح کو غسل کرنا معروف و مشہور ہے۔

باب الاستحاضة صفحہ ۲۷/۲۴

یعنی اس کا کیا حکم ہے۔ شیخ مگنوبیؒ نے اس ترجمہ سے جو مصنفؒ کی غرض ہے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ روایات میں مختلف احکام وارد ہوئے ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے تو ہر حکم پر ایک مستقل ترجمہ قائم کیا ہے۔ بہر حال جمہور ائمہ کے نزدیک حیض کے ختم ہونے پر ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہو۔ اور روایت جواب میں لائے ہیں اس سے فریقین کے دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

باب غسل دم الحیض

اس باب کی غرض اور جو کتاب الوضوء میں گذرا ہے قطب مگنوبیؒ نے ان میں فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ چونکہ منی اور حیض میں ابتلاء عام ہے۔ منی میں تخفیف کا حکم تھا کہ غسل اور فرک دونوں جائز تھے۔ شاید حیض میں بھی یہی حال ہو تو مؤلفؒ حیض کو منی پر قیاس کرنے کے واہمہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں سہولت نہیں دی گئی۔ کیونکہ منی میں تخفیف کا حکم خلاف قیاس تھا۔ لہذا اس کی تعدی نہیں ہوگی۔ بلکہ حیض کے خون کو دھونا ہی پڑے گا۔

باب اعتکاف المستحاضة صفحہ ۴/۳۵

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہے کہ استحاضہ کی حالت میں عورت کسی چیز سے نہیں رُک سکتی جن سے حالت حیض میں بچتی تھی۔ مثلاً حالت حیض میں مسجد میں اعتکاف نہیں بیٹھ سکتی استحاضہ کی حالت میں بیٹھ سکتی ہے۔ البتہ مساجد وغیرہ کو اپنے خون سے ناپاک کرنے میں احتیاط دیتے یہ مسئلہ متفق علیہا ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ امام بخاریؒ کو اس باب کے منعقد کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ بظاہر احکام مسجد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اعتکاف مستحاضہ حرام ہوگا۔ لیکن روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مستحاضہ کا مسجد میں اعتکاف بیٹھنا جائز ہے۔

قوله من کست اظفار صفحہ ۱۴/۳۵ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ قوله من کست اظفار در اصل من کست و اظفار عطف کے ساتھ تھا کیونکہ یہ دونوں خوشبو کی قسمیں ہیں۔ لیکن کست کی اظفار کی طرف اضافت قلت میں تشبیہ دینے کیلئے ہے۔ ای من کست مثل اظفار کست الکث ہے اور اظفار رنگ ہے۔ نیز اظفار ایک شہر کا نام بھی ہے۔ اور بگ ہندوستان میں ایک مشہور خوشبو ہے جو ناخن کی طرح ہوتی ہے۔ عموماً دامن کے کپڑے اس سے مکائے جاتے ہیں۔ اسے کٹ ہندی میں بولتے ہیں فارسی میں کوشٹہ اور یونانی میں قرطوس کہتے ہیں بہر حال عبارت میں حرف عطف محذوف ہے۔ اور یہ محاورت میں جاری ساری ہے۔ اس سے مراد قسط اظفار ہے۔ الحاصل یہ دونوں خوشبو ہوں یا کوئی اور خوشبو ان کے علاوہ ہو عدت گزارنے والی عورت کے لئے اس خوشبو کا استعمال جائز ہے۔ تاکہ رائجہ کریمہ کا ازالہ ہو حالانکہ عدت گزارنے والی کو خوشبو استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن روایت باب کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے کہ جب معتدہ عورت کو اس خوشبو کے استعمال کی اجازت ہے تو غیر معتدہ کو تو بطریق اولیٰ اجازت ہوگی۔ تاکہ خون کی بدبو کو اس سے دفع کرے۔ کیونکہ بعد میں اس نے نماز ادا کرنی ہے۔

قوله تَتَّبِعِي بَہَا اثر الدم صفحہ ۱۸/۳۵ یہ خوشبو لگانا اس وقت سودمند ہوگا جب اس جگہ سے خون زائل کر دیا جائے تو ضرورت کی بنا پر اس جگہ کارگزار نہ ملنا ثابت ہو۔ کیونکہ خون بغیر خوشبو ملنے کے زائل نہیں ہوتا۔ یہ مطلب اس وقت ہو سکتا ہے اگر ترجمہ کے لفظ نفس سے مقام مخصوص مراد لیا جائے جو خون کی جگہ ہے۔ اگر نفس سے مراد عورت کی ذات اور اس کا باقی بدن ہے تو پھر دلک اور رگڑنے کو محض قیاس سے ہی ثابت کیا جائے گا۔ اس لئے کہ جب خون والی عورت کو اس اہتمام کے ساتھ مقام مخصوص سے میل پچھل دور کرنے کا حکم ہے اور غسل کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا اور خوب ملنے کا حکم بھی ہے تو بدن کے باقی حصہ کے لئے بھی اس کا حکم ثابت ہوگا کیونکہ اس مدت میں وہ بھی میلا پھیلا ہو چکا ہے پھر اس نے مسلمان عورتوں سے ملنا ہے اور رب تبارک و تعالیٰ کے دربار میں نمازوں اور دعاؤں میں حاضر ہونا ہے اور فرشتوں سے بھی ملاقات ہوگی۔ پس بہتر ہوگا کہ اس کو سارے بدن کے صاف ستھرے کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور سب میل پچھل دور کی جائے۔ اور یہ سب کچھ دلک یعنی بدن کو خوب ملنے سے حاصل ہوگا۔ صرف پانی بہانے سے کام نہیں چلے گا۔ مولانا مکیؒ فرماتے ہیں کہ بدن کو خوب ملنا قوله تطہری اور قوله تَتَّبِعِي سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں صیغے مبالغہ کے ہیں تو جیسے طہارت میں مبالغہ باطن بدن کے اندر تھا اس طرح ظاہر بدن میں بھی مبالغہ کرنا ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں

الدلك کا لفظ بڑھا کر اس طرف اشارہ کیا کہ غسل کرنے میں دلك کے مناسب مراد ہے خوشبو مراد نہیں۔ کیونکہ اس کو تو پہلے ترجمہ سے ثابت کر چکے ہیں۔

باب غُسل المحيض صفحہ ۱۸/۴۵

اگر غسل بضم الغین ہے اور محيض مصدر ہے تو اضافۃ اختصاص کے لئے ہوگی معنی ظاہر ہیں۔ اگر غسل بفتح الغین ہو اور محيض اسم مکان ہو تو حدیث ترجمہ کے مطابق ہوگی لیکن تکرار لازم آئے گا۔ کیونکہ باب غسل دم الحيض گذر چکا ہے۔ اس کا جواب قطب گنگوہی کے یہاں یہ ہے کہ پہلے باب میں کپڑے نئے دھونے کا حکم تھا جس کو خون لگ جائے۔ اور اس جگہ بدن کے دھونے کا حکم ہے جیسا کہ ان دونوں روایات سے واضح ہوتا ہے جو اس باب میں لائی گئی ہیں۔ تو اس وقت جو کسی روایت بھی ہو تکرار لازم نہیں آئے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام بخاریؒ نے پہلے باب غسل الجنابة کو بیان کیا اور اس باب میں حیض سے غسل کرنے کی کیفیت بیان کی ہے۔ اس بیان فرق کی وجہ سے دونوں ابواب میں تکرار نہیں رہے گا۔

باب امتشاط المرأة عند غسلها من الحيض صفحہ ۴۵

ترجمہ۔ حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا استعمال کر سکتی ہے۔

یہاں اشکال یہ ہے کہ حدیث باب میں کہیں حیض سے غسل کرتے وقت کنگھا کرنے کا حکم نہیں ہے تو حدیث باب سے حکم ثابت کرنا قیاس سے ہو گا۔ وہ اس طرح کہ حضرت عائشہؓ کو احرام کے وقت غسل کرنے اور اس کے بعد کنگھا کرنے کا حکم ہے۔ غسل عند الاحرام سنت ہے۔ اور غسل حیض فرض ہے۔ جب غسل احرام میں کنگھا کرنا سنت ثابت ہو تو غسل حیض میں بطریق اولیٰ ثابت ہو گا کیونکہ اس سے مقصود نظافت ہے۔ تو حیض جو نجاست غلیظہ ہے اس کے اثر کو زائل کرتے وقت اس امتشاط کا ہونا اہم ہو گا۔ دوسرے یہ کہ جب نفل میں مسنون ہے تو فرض میں بطریق اولیٰ ہو گا۔ حضرت عائشہؓ اس غسل میں حائضہ تھیں۔ تو جب ان کو اس غسل احرام میں کنگھا کرنے کا حکم ہوا تو غسل حیض میں افضل ہو گا۔ کیونکہ اس میں خوشبو اور طہارت زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ وہ نماز کے لئے ہے۔ اور یہ غسل افعال حج کے لئے ہے۔ بلکہ ایک امر زائد ہے جس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ غسل احرام تو اس سے پہلے تھا۔ ذوالحلیفہ میں اب تو وہ احرام باندھنے والی نہیں رہی تھیں کیونکہ وہ عمرہ چھوڑ چکی تھیں۔ ارفضی عمر تک کا حکم ہوا تھا۔

باب قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَعَزَّ وَجَلَّ مُخَلَقَةٌ وَغَيْرُ مُخَلَقَةٍ صفحہ ۱۸/۴۶

اس ترجمہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ مخلوقہ کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے ایک تو وہ بوجہ جس کی پیدائش پوری اور مکمل ہو چکی ہو تو اس اعتبار سے غیر مخلوقہ وہ ہو گا جس میں کچھ نقص ہو۔ اور دوسرے وہ جس نے ابھی کوئی صورت اختیار نہ کی ہو۔ اور ولد کا ابھی

تھوڑا سا حصہ پیدا ہوا ہو۔ مثلاً ہاتھ پیاؤں تو اس صورت میں غیر مخلقہ کا معنی یہ ہو گا کہ ابھی تک اس سے کچھ بھی پیدا نہ ہوا ہو۔ پس اس مقام پر اگر مخلقہ کے پہلے معنی مراد ہیں۔ تو اس باب کے اندر اس کے لانے کی غرض یہ ہو گی کہ مخلقہ اور غیر مخلقہ احکام میں دونوں برابر ہیں۔ مثلاً عدت ختم ہونے میں اور نفاس وغیرہ کے حکم میں۔ اگر مراد دوسرے معنی ہیں تو پھر اس باب کے لانے کا فائدہ یہ ہے کہ مخلقہ اور غیر مخلقہ حکم میں برابر نہیں ہیں۔ بلکہ مخلقہ کا حکم ان احکام مذکورہ میں ولد کا حکم ہے۔ غیر مخلقہ میں یہ حکم نہیں ہو گا۔ حتیٰ کہ غیر مخلقہ کے اس معنی کے اعتبار سے جو خون اس کے بعد آئے گا وہ نفاس نہیں بلکہ حیض ہو گا۔ اس حیثیت سے اس تفسیر کا کتاب الحيض میں لانا صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ علماء احناف کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں آتا اس لئے کہ حمل پورا ہو جاتا ہے۔ اور چہ دانی اس میں مصروف ہو جاتی ہے جو خون وغیرہ اس سے ٹپکے گا وہ غذا کا فضلہ ہے۔ تو حیض کا خون نہ ہو اور حم سے نکلتا ہے۔

بَابُ اِقْبَالَ الْحَيْضِ وَاِدْبَارِهِ الْخ ۹/۴۶

حیض کے آنے اور جانے کے کچھ علامات ہیں۔ جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں اور حیض کے آنے کا حکم جانے کے حکم کے خلاف ہے۔ پہلے میں نماز و روزہ وغیرہ چھوڑنا پڑے گا اور دوسرے میں اس کے خلاف کرنا پڑے گا۔ بشرطیکہ یہ سب خون کا آنا حیض کے ایام میں ہو اور حیض کے جانے میں اختلاف ہے۔ بعض تو خشک ہو جانے کو علامت قرار دیتے ہیں بعض نے کہا سفید خالص پانی نکلے۔ امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ وہ خون کے رنگوں کا اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ وجہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے اثر کو لائے ہیں۔

حتیٰ ترین القصۃ البیضاء اس سے غرض حضرت عائشہؓ کی یہ ہے کہ طہر اس وقت تک متحقق نہیں ہو گا جب تک خاص سفید پانی نہ دیکھیں۔

قوله وكانت اختی مَعَهُ الْخ ۲۵/۴۶ یہ سب آنے والی عورت کے گفتگو کے الفاظ میں سے ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے۔ قالت المرأة وكانت اختی معه

قوله اذا حَاضَتْ فِي شَهْرِ ثَلَاثِ حَيْض ۲/۴۷ اس کا دارودار اس پر ہے کہ اس کے قائل کے نزدیک اقل مدت حیض واکثر مدت متحقق نہیں ہے۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض دو مسئلے بتانا ہے۔ ایک تو یہ کہ مدت حیض میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ اس جزء کو اس دعویٰ سے ثابت کیا کہ ایک مہینہ میں عورت کو تین حیض آسکتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیض کے بارے میں غورتوں کی بات کو سچ مانا جائے گا۔ روایت باب سے پہلا جز ترجمہ اس طرح ثابت ہوا۔ آیت کریمہ مطلق ہے اس میں کسی مقدار کا ذکر نہیں ہے۔ تو اپنی طرف سے دنوں کی قید نہ لگائی جائے۔ جب کہ حیض کے بارے میں بغیر تعیین ایام کے عورتوں کی رائے کا اعتبار ہے۔ امام اعظمؒ کے نزدیک جب روایت ثابت ہو گئی کہ اقل حیض تین دن ہے اور اکثر حیض دس دن ہے۔ تو اقبال اور اوبار شرعاً متعین ہو گئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ میں ہے لَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَكُونَنَّ الْآيَةُ تَوَالِدَ تَعَالَى کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب اس آیت کی رو سے حسان یعنی چھپانا

حرام ہے تو ان کی بات کو جھوٹ پر محمول کرنا ایک مسلمان کی گفتگو کو جھوٹ پر محمول کرنا ہوا جو جائز نہیں ہے۔

ایذا ذکر عن علی و شریح صفحہ ۴۴۷ حضرت علیؓ اور قاضی شریحؒ کے مکالمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقل الطہر متعین نہیں ہو سکا تو فیصلہ کیسے ہو گا۔ اور حضرت عطاءؒ کا یہ قول کہ اس کے حیض وہی ہیں جو اس کی عادت تھی۔ ان اقوال سے ظاہر ہے کہ امام بخاریؒ ان کے اطلاق اور کسی مدت کے قید نہ ہونے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایام حیض متعین نہیں ہیں۔ اور جو کچھ عورت کے اس کی بات مان لی جائے گی۔ خواہ وہ ایک مہینہ میں تین حیض کا قول کرے۔

وقول عطاء الحيض يوم الى خمسة عشر الخ صفحہ ۵۴۷ اس سے مصنفؒ اپنا دعویٰ ثابت کر رہے ہیں کہ جب طہر کی اقل مدت متعین نہیں ہے تو ایک مہینہ میں تین حیض کا گذرنا کیسے ناممکن ہو گا۔ اس طرح اگر پانچ دن طہر ہو تو ایک ماہ میں پانچ حیض ممکن ہیں۔

قوله ومعنى قول ابن سيرين الخ در اصل لفظ قرء کے معنی احنافؒ کے نزدیک حیض کے ہیں۔ اور ائمہ ثلاثہ اس سے طہر مراد لیتے ہیں۔ اب اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور ایک مہینہ کے اندر تین حیض گذر جانے کا دعویٰ کرتی ہے تو امام احمدؒ کے نزدیک اس عورت کی تصدیق کی جائے گی۔ جب کہ اس پر گواہ قائم ہوں۔ اس طرح امام مالکؒ کے نزدیک تیس دن اور چار لحظات میں اس کی بات مانی جائے گی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بتیس ۳۲ دن اور دو لحظہ میں اس کا قول قابل قبول ہو گا۔ اور احنافؒ کے نزدیک ساٹھ ۶۰ دن سے کم میں اس کی بات مقبول نہیں ہو گی۔ اس بناء پر امام بخاریؒ کا ترجمہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مسلک کے موافق ہو گا۔ لیکن احنافؒ اور شوافعؒ کے مذہب کے موافق نہ ہو گا۔ اور لن سیرینؒ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے سوالوں کے بارے میں ان عورتوں کو ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ان کی اپنی بات معتبر ہو گی۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے۔ تو اس سے بھی مؤلفؒ کے دعویٰ کی دلیل ثابت ہوئی کہ جب عورتیں اپنے حالات کو بہتر جاننے والی ہیں تو اپنے حالات کے متعلق جو کچھ وہ دعویٰ کریں اس کی تصدیق کی جائے گی۔ پس اگر کوئی عورت خبر دیتی ہے کہ ایک مہینہ میں اس کے تین حیض گذر چکے ہیں تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

باب الصفرة والكدرة صفحہ ۱۲۷

وقوله في غير آيाम الحيض اس لفظ کی زیادتی سے امام بخاریؒ روایات میں تطبیق دینا چاہتے ہیں جن میں تعارض ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جلدی نہ کرو جب تک سفید پانی نظر نہ آئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زردی مثیلا رنگ حیض کا ہے۔ اور اتم عطیہؒ کی روایت سے صفرت اور کدرت یعنی زردی اور مثیلا خون حیض میں سے نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تنبیہ کر دی کہ صفرت اور کدرت کا حیض ہونا ایام حیض کے ساتھ مختص ہے اگر ایام حیض کے نہ ہوں تو وہ کوئی چیز نہیں ہے تو امام بخاریؒ نے دونوں احادیث کے جمع کی طرف اشارہ فرمایا کہ صفرت کدرت کا حیض نہ ہوتا تب ہے جب کہ حیض کے ایام نہ ہوں۔ اور ایام حیض میں انہیں حیض کا خون شمار کیا جائیگا۔

باب عرق الاستحاضة صفحہ ۱۰/۴۷

یعنی اس باب میں یہ بیان کرنا ہے کہ استحاضہ کا خون رگ کا خون ہے بچہ دانی کا نہیں ہے کیونکہ یہ احد السبیلین یعنی قعر الرحم اور فم الرحم میں سے کسی سے نکلنے والا نہیں اس لئے دونوں خون کا حکم ایک نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اصل اور ذات میں ان کے بہت دوری ہے۔ لہذا آثار اور ثمرات میں اختلاف کا باعث ہوگا۔ بات یہ ہے کہ حیض اس خون کا نام ہے جو عورت کی چہ دانی کی گہرائی سے نکلتا ہے۔ اور استحاضہ وہ خون ہے جو رحم کے منہ کے پاس ایک رگ سے خارج ہوتا ہے۔ تو جب یہ دونوں مختلف خون ہوئے تو ان کے احکام میں بھی اختلاف ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے تصریح فرمادی۔ انما ذلك عرق ليست بالحیضة واحد السبیلین میں سبیل سے مراد پیشاب جاری ہونے کی جگہ ہے فرج مراد نہیں ہے۔ قعر رحم سے حیض کا خون اور فم رحم سے استحاضہ کا خون جاری ہوتا ہے۔

قوله لا تنفر الخ صفحہ ۱۸/۴۷ حضرت ابن عمرؓ فتویٰ دیتے تھے کہ چونکہ طواف صد ریا طواف وداع واجب ہے اس لئے اسے نہیں چھوڑا جائے گا۔ حائضہ عورت اس کے لئے انتظار کرے لیکن جب انہیں آنحضرت ﷺ کی طرف سے نص پہنچ گئی تو انہوں نے اپنے قیاس کو چھوڑ دیا اور نص کی طرف رجوع کیا۔ یا بھول گئے تھے اب انہیں یاد آگیا۔

باب اذارات المستحاضة الطهر صفحہ ۱۹/۴۷

قال ابن عباس تغتسل الخ اس ترجمہ کی مراد میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مراد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جب مستحاضہ طہر دیکھے یعنی اس کا خون منقطع ہو جائے تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر ایک گھڑی کا ہو۔ اس کی دلیل اثر ابن عباسؓ ہے جس کو اس کے بعد ذکر کیا ہے۔ کہ ابن عباسؓ کے نزدیک طہر کی اقل مدت ایک گھڑی ہے اور جمہور علماء کے نزدیک طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہے۔ دوسرا مسئلہ امام بخاریؒ نے مسئلہ استظهار میں مالکیہ کا رد کیا ہے۔ جو فرماتے ہیں کہ حیض میں نہ عادت کا اعتبار ہے نہ تمیز لون کا اعتبار ہے۔ اگر عورت متمیزہ نہ ہو تو زمانہ عادت کے بعد تین دن انتظار کرے بغير طیکہ پندرہ دن سے تجاوز نہ کرے اس کے بعد وہ مستحاضہ ہوگی۔ ائمہ ثلاثہ میں سے کوئی استظهار کا قائل نہیں ہے۔ تیسرا مسئلہ ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو مستحاضہ سے وطی کرنے کو منع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس پر ان کا قول يَأْتِيهَا زَوْجُهَا کہ اس کا خاوند مستحاضہ سے وطی کر سکتا ہے۔ اثر ابن عباسؓ اور قولہ وَالصَّلَاةُ اعْظَمَ سے استدلال کیا کہ جب نماز جائز ہے تو وطی بطریق لوٹی جائز ہوگی۔ شیخ مگنکوہیؒ فرماتے ہیں کہ سب توجیہات سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ مستحاضہ جب پاک ہو مطلب یہ ہے کہ جب اس کی جو مدت حیض ہے ختم ہو جائے تو اس کے بعد وہ اور کسی شے کا انتظار نہ کرے۔ بلکہ دن اور رات کی جس گھڑی میں بھی فارغ ہو تو غسل کرے اور نماز پڑھے یا یہ مطلب ہے کہ اگر دن کی ایک گھڑی بھی باقی ہو تو مدت گزرنے کے بعد اور کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔ اگر اس سے وہ مطلب لیا جائے کہ جس گھڑی بھی پاک ہو اسی وقت نماز پڑھے اس سے انتظار دم مراد نہیں کیونکہ وہ تو مستحاضہ ہے۔ بلکہ انتظار حیض مراد ہے کیونکہ یہ ابن عباسؓ کی شان سے

بعید ہے کہ وہ ایام حیض میں خون کے بند ہونے پر اگرچہ وہ ایک گھڑی بھی ہو۔ نماز پڑھنے کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اور یہ اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایام حیض کے علاوہ ایام استحاضہ میں نماز پڑھنے کے حکم کا ارادہ کر رہے ہوں۔ کیونکہ استحاضہ کی حالت میں نماز طہر پر موقوف ہے اور نہ ہی خون کے بند ہونے پر موقوف ہے۔ کیونکہ روایات اس پر ظاہر اولالت کر رہی ہیں کہ استحاضہ اسے نہ نماز سے روکتا ہے اور نہ ہی روزہ رکھنے سے روکتا ہے۔ تو ترجمہ میں مستحاضہ سے حائضہ مراد ہوگی یا وہ عورت مراد ہے جو استقرار عادت کے بعد اب اس کا خون بند ہونے میں نہیں آتا۔ تو جب اس کی عادت کی مدت گزر جائے اور اس کے ایام طہر آجائیں تو وہ غسل کرے اور نماز پڑھے اگرچہ اس کا طہر معتاد ایک گھڑی کا بھی ہو۔ پس وہ اسی گھڑی غسل کر کے نماز پڑھے تو حضرت ابن عباسؓ سے ایسی عورت کے متعلق سوال ہو گا جس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔

قوله وَالصَّلَاةُ اعظم یعنی جب نماز اس عظمت کے باوجود استحاضہ کی حالت میں جائز ہے تو خاند کا بیوی مستحاضہ سے وطی کرنا اس سے آسان ہے۔

فاغسلی عَنْكَ الدَّم صفحہ ۲۲/۴ شیخ مکتوبیؒ نے اس جملہ سے استدلال کیا ہے کہ ترجمہ میں طہر سے مراد اور ابن عباسؓ کے اثر میں طہر سے مراد انقضاء الحيض ہے انقطاع دم نہیں ہے کیونکہ مدت حیض ختم ہو جانے کے بعد خواہ وہ عادت سے ہو یا تمیز سے ختم ہو جمع فقہاء کے نزدیک یہی اوبار حیض ہے۔ کہ حیض چلا گیا حالانکہ خون ابھی موجود ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النِّسَاءِ صفحہ ۲۳/۴

امام بخاریؒ نے اس باب میں دو مسئلے بیان کئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ نفاس والی عورت اگرچہ اس کا حکم شہداء کا ہے لیکن شدید قتال نہیں ہے کہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے بلکہ نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے اس کی نماز جنازہ پڑھاتے وقت امام کہاں کھڑا ہو تو پہلے مسئلہ کے بارے میں شیخ مکتوبیؒ فرماتے ہیں کہ متوہم کا یہ واہمہ دفع کرنا ہے کہ اگر نفساء موت کی وجہ سے نجس نہ ہوتی تو شارب علیہ السلام اسے حکم نہ دیتے کہ نہ وہ نماز پڑھے نہ روزہ رکھے اور نہ ہی وہ مسجد میں داخل ہو۔ اور میت پر نماز پڑھنے کی شرط یہ ہے کہ وہ ظاہر ہو تو نفاس والی عورت کی نماز جنازہ نہ پڑھی جاتی۔ حالانکہ نماز پڑھنا حدیث باب سے ثابت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قول غلط ہے کہ ابن آدم موت سے نجس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نفاس والی نے تو موت کو بھی جمع کیا اور اس نجس خون کو بھی اٹھالیا ہے جو اس کے ساتھ لازم ہے لیکن بایں ہمہ یہ اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ تو جس سے خون نہیں بہہ رہا وہ بطریق اولیٰ ظاہر ہے۔ اور ترجمہ کا دوسرا جز یہ ہے کہ حائضہ نفسا وغیرہا کے جنازہ میں امام کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ چارپائی کے درمیان میں کھڑا ہو تاکہ پردہ حاصل ہو۔ چونکہ اس زمانہ میں جنازہ پر نعش پردہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ اس لئے عورت کے تسر کے لئے اس کی سرین کے پاس کھڑا ہونے کا حکم تھا۔ اب نعش بن چکے ہیں لہذا اب جیسے مردوں کے لئے سینے کے وسط میں امام کھڑا ہوتا ہے عورتوں کے لئے بھی یہی حکم ہے اس لئے عورتیں بھی مرکوں کی جوڑ ہیں

پس عارض کے اٹھ جانے کے بعد ان کے لئے بھی مردوں والا حکم ہو گا۔ البتہ یہ اشکال باقی رہے گا۔ کہ اس مسئلہ کا محل کتاب الجنائز ہے کتاب الحيض سے اس کو کیا مناسبت ہوگی۔ تو کہا جائے گا کہ امام بخاریؒ اس سے تنبیہ کرنا چاہتے کہ نساء وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے کتاب الجنائز میں وہ بر محل ہے۔

وَهِيَ مُفْتَرِكَةٌ صفحہ ۲۶/۳۷ اس ترجمہ کی مناسبت یہ ہے کہ حائضہ لو نساء دونوں پاک ہیں۔ جیسے نساء پر نماز جنازہ ہے ایسے حائضہ کے قریب بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ کہ حائضہ کا قرب نماز کے جواز سے مانع نہیں ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا کپڑا اس بی بی کو لگتا تھا جب کہ آپ سجدہ میں جاتے تھے حالانکہ وہ حائضہ ہوتی تھیں۔ تو یہ مسئلہ پہلے باب کی نظیر کے طور پر ہو گا۔ اس لئے اس باب کو بلا ترجمہ لائے۔ لیکن ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلا کیونکہ پہلے نساء میں قرب سے اس پر نماز جنازہ پڑھنا مراد ہے خلاف ثانی کے اس سے محض سامنے لیٹنا مراد ہے جو مقصود نہیں۔ دوسرا ان کے لئے پہلا باب نساء کے ذکر کے لئے منعقد ہوا ہے۔ اور دوسرے میں حائضہ کا ذکر ہے۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ پہلے باب میں نمازی کے آگے لیٹنے والی مقصود ہے کیونکہ اس پر نماز جنازہ قصد پڑھنی ہے خلاف ثانی کے کہ وہ اتفاقی طور پر امام کے آگے سوئی ہوئی ہے۔ چوتھا فرق یہ ہے کہ دوسرے باب میں نماز ہیئت مراد ہے اور پہلے باب میں میت پر محض دعا کرنا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر اس باب کو پہلے باب سے الگ کر دیا اور باب بلا ترجمہ لائے جو فصل کی طرح ہے۔

کِتَابُ التَّيَمُّمِ

صفحہ ۲۷/۳۷

قوله الآية بعض نسخوں میں لفظ آیت کے بعد تمام آیت ذکر کی گئی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں کو جمع کرنا اچھا نہیں ہے۔ دراصل بخاری کے دو نسخے ہیں بعض نسخے میں آیت بتما مہا مذکور ہے اور بعض میں صرف لفظ آیت پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ آیت کے ذکر سے مبداء تیمم کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب اذا لم يجد ماءً اولاً ثانياً صفحہ ۱۱/۳۸

جس کو نہ پانی ملے اور نہ مٹی ملے جسے فاہد الطہرین کہتے ہیں امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ وہ بالکل نماز نہ پڑھے اور نہ اس پر قضاء ہے جیسے حائضہ کا حکم ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں ادا بلا وضو واجب ہے۔ قضاء واجب نہیں۔ امام شافعیؒ کے چار قول ہیں۔ امام اعظمؒ کا مسلک وجوب القضاء اور ادا واجب نہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان امام احمدؒ کے مسلک کی طرف ہے کہ بغیر وضو کے نماز پڑھے تیمم نہ کرے اور نہ قضا واجب ہے۔ روایت سے استدلال ظاہر ہے کیونکہ جب انہیں مٹی کا حکم معلوم نہیں تو مٹی ان کے بارے میں عدم کے حکم میں ہے۔ اس سے مصنفؒ پر جو اشکال ہوتا تھا کہ ترجمہ میں تو مٹی اور پانی دونوں کا ذکر کیا تھا روایت میں پانی کا بیان ہے تو اس کا جواب یہ ہے ہوا کہ جب ان کو مٹی کا حکم معلوم نہیں تو گویا مٹی ان کے حق میں نایاب ہے احنافؒ کی طرف سے جواب کا دارودار اس پر ہے۔ جب کہ وہ قضاء کو واجب کہتے ہیں اور ادا کو نہیں کہ نماز کے قضاء نہ کرنے کا ثبوت مل جائے۔ اور وہ ثابت نہیں اور عدم ثبوت عدم کے برابر نہیں ہوتا۔ کہ جو چیز ثابت نہیں وہ ہے ہی نہیں۔ نیز ابھی تک ان کو تیمم کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا یہ نہیں کہ انہیں حکم تو تھا لیکن انہیں حکم کا علم نہ ہو سکا کیونکہ حکم تو تبلیغ کے بعد واجب العمل ہوتا ہے ابھی تک حکم پہنچا نہیں تو عمل کیسے واجب ہو گا۔ اور حدیث میں ہے لَا صَلَوةَ اِلَّا بِطَهْوَر جس سے معلوم ہوا کہ جب طہارت نہ ہو تو نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے احنافؒ نے پانی اور مٹی دونوں کی عدم موجودگی میں عدم جواز صلوة کو اختیار کیا اور اس کی صورت آجکل تو یہ ہے کہ ہوائی سفر میں اگر دونوں پانی اور مٹی نایاب ہوں تو نماز قضا پڑھے اور شوافعؒ کے نزدیک رائج قول یہ ہے کہ ادا بھی واجب اور قضا بھی واجب ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے بغیر وضو کے نماز پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور قضا اس لئے واجب ہے کہ اصل الطہور دین مل گیا۔

باب التيمم في الحضر صفحہ ۱۵/۴۸

آیت تیمم سفر کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ تو اس ترجمہ سے اشارہ ہوا کہ سفر کی قید اتفاقی ہے۔ حضر میں بھی تیمم جائز ہے۔ جبکہ مریض کو پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے مرض کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیمم کی اجازت تو ہے لیکن وجوب قضاء اور عدم قضاء میں ان کا اختلاف ہے۔ لیکن نماز میں تیمم کا حکم قیاس سے ثابت کیا ہے۔ کہ جب ان صورتوں میں تیمم حضر کے اندر جائز ہے جو فوت ہونے کے خطرہ پر موقوف نہیں ہیں تو نماز بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ کیونکہ وہ اہم ہے۔ مگر وہ فوت کے خطرہ پر موقوف ہے اس لئے رد اسلام کے لئے حدیث تیمم ثابت ہے جو بغیر طہارت کے بھی جائز ہے۔ تو جب نماز کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اس کے لئے تیمم بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔

باب هل ينفخ في يديه صفحہ ۱۹/۴۸

چونکہ تیمم وضو کا خلیفہ ہے۔ اور جیسے وضو میں ہر وہ عضو جیسے دھویا جاتا ہے اس کو پورا دھویا جائے تو یہاں پر بھی وہی ہوتا تھا۔ کہ شاید عضو مسموح پر مٹی کو پورے عضو پر استعمال کیا جائے تو اس واہمہ کا دفعیہ اس طرح کیا کہ اگرچہ استیعاب مشروط ہے مگر مٹی کا استیعاب

سارے عضو پر مشروط نہیں ہے اور روایت اس معنی پر واضح الدلالة ہے۔ کیونکہ مٹی کا بھی استیعاب مقصود ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں پر پھونک نہ مارتے۔ کیونکہ اس سے مٹی کم ہوتی ہے۔ اور اس صورت میں مٹی کا کم کرنا خلاف مقصود ہے۔ اور لفظ هَلْ تردد کے لئے نہیں بلکہ احتمال اور اختلاف مذاہب کے لئے ہے۔ کیونکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تیمم صرف ایک ضرب ہے جو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے لئے کافی ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ احنافؒ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اَلتَّيْمُمُ ضَرْبَتَانِ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایک ضربہ فرض اور دوسری سنت ہے۔ اور پہلی ضربہ چہرے کے لئے اور دوسری دونوں ہاتھوں کے لئے کہیوں تک ہے۔

وقال النضر انا شعبة الخ صفحہ ۲۵/۳۸ اس سند میں اس کی تصریح ہے کہ حکم کا روای سے سماع ثابت ہے۔
وقال الحكم وسمعه الخ صفحہ ۲۶/۳۸ اس سے بتلاتا ہے کہ جس طرح حکم نے اس روایت کو خود روای سے لیا ہے اس طرح ان کے استاد سے بھی اسے سنا ہے۔ پھر مؤلف کا مقصود ان کثیر اسانید کو لانے سے یہ ہے کہ حضرت عمارؒ کی روایت جو کثیر الاضطراب ہے جس کا مشاہدہ کتب حدیث بالخصوص ابوداؤد میں کیا جاسکتا ہے اور اس التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين کی وجہ سے مرجوح ہوا اور روایت ضربة للوجه والكفين کی روایت کثرت طرق کی وجہ سے رائج ہے۔ حالانکہ ائمہ صحیح نے باوجود اضطراب کے عمارؒ کی حدیث پر اتفاق کر لیا ہے۔

باب الصعيد الطيب طهور المسلم صفحہ ۵/۳۹

اس ترجمہ سے مقصود امام بخاریؒ کا یہ ہے کہ پانی کی عدم موجودگی میں پاک مٹی کا حکم پانی کا ہے تو پانی سے وضو کی طرح اس سے بھی فرائض اور نوافل سب ادا کئے جاسکتے ہیں۔ جب تک بے وضو نہ ہو۔ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کا حنفؒ سے اختلاف ہے۔ امام بخاریؒ احنافؒ کی موافقت میں ہیں اور حدیث باب میں ترجمہ عليك بالصعيد فانه يكفيك سے ہے۔ کیونکہ کفایت کے لفظ سے متبادری معلوم ہوتا ہے کہ پاک مٹی کا حکم پانی کی طرح ہے ورنہ کفایت ناقصہ ہوگی۔ نیز اثر حسن بھریؒ سے بھی احنافؒ کی موافقت ثابت ہوتی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ہر عبادت کے لئے الگ الگ تیمم کرنا پڑے گا۔

قوله علي السبخة صفحہ ۶/۳۹ سبخہ شور زمین کو کہتے ہیں۔ اس سے ترجمہ میں وہ زمین مراد ہے جس میں کچھ شور ہو بالکل شور زمین نہ ہو جس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ طیب کے معنی طاہر کے ہیں۔ اور سبخہ طاہرہ ہے۔ اس لئے اس سے تیمم کرنا جائز ہوگا۔ اسحاق بن راہویہ مخالفت کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ حدیث میں دار الہجوت مدینہ کو سبخہ ذات نخیل کہا گیا ہے۔ اور مدینہ کا نام آپؐ نے طیبہ رکھا ہے۔ لہذا سبخہ طیبہ میں داخل ہوگا۔ جس سے تیمم کرنا جائز ہوگا بالکل شور کی نفی اس لئے کر دی تاکہ مذہب احنافؒ کے خلاف نہ ہو۔ صراح میں ہے سبخہ شورہ گندھک لیکن محیط اعظم میں ہے کہ گندھک اور چیز ہے جسے عربی میں کبریت کہا جاتا ہے۔ کلام شیخ سے یہ معنی واضح ہوئے کہ شورہ فوراً آگ سے جل جاتا ہے اور بالکل شور زمین

آگ سے نہیں جلتی۔

أَمْسَى هَذَا السَّاعَةَ صفحہ ۱۵/۴۹ تو اس سے ایک دن رات کی مسافت ثابت ہوئی۔

وَنَفَرْنَا خَلْقًا یہ عورت کا پانی لینے کے لئے جانے کا عذر بیان کرنا ہے۔ کہ ہمارے مرد سفر پر گئے ہوئے ہیں۔ مخالف معنی
سافر کے ہے۔ اور ہم عورتیں باقی رہ گئی ہیں جن کو پانی وغیرہ ضروریات کا انتظام خود کرنا پڑتا ہے۔

فَاسْتَنْزَلُوها صفحہ ۶/۴۹ اس کو نیچے اتار لو تاکہ محل برکت سے دور ہو جائے کیونکہ وہ مشترکہ تھی۔ اس کے پانی میں
تصرف اس لئے کیا گیا کہ وہ حریہ تھی۔ یا آنحضرت ﷺ نے کئی وغیرہ کرنے سے اس میں تصرف کر کے اسے پورا کر دیا۔ یا ممکن ہے آپ
نے اس پر کچھ پڑھا ہو۔ جس سے پانی بڑھ گیا۔ یا آپ کی تھوک مبارک پانی کے ساتھ ملائی ہوئی تو اس کی برکت سے پانی میں اضافہ ہوا۔

قَالَتْ بِاصْبِعِهَا الْوُسْطَى الْخ صفحہ ۲۳/۴۹ یعنی دونوں انگلیوں کو ملا کر پہلے اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا
بعد ازاں زمین کی طرف۔

ان هؤلاء القوم صفحہ ۲۴/۴۹ حرف ان بالکسر والفتح یعنی زبردستوں کی طرح پڑھا گیا ہے۔ بہر حال دونوں صورتوں
میں کلمہ ما موصولہ ہوگا۔ پہلی صورت میں کلمہ ان مع جملہ کے قائم مقام خبر کے ہوگا۔ اور دوسری صورت فتح میں بتاویل مفرد ہوگا
مفعول بنے گا۔

اِذَا لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ لَا يَصْلِي صفحہ ۱/۵۰ اور یہ اختلاف جنبی کے بارے میں تھا جیسا کہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں
یعنی لکن مسعود اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جنبی کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔ اور یہ حضرات آیت کریمہ أَوْ لَا مَسْئِمَ الْيَسَاءِ سے
لمس بالید مراد لیتے ہیں کہ جس نے عورت کو شہوت سے ہاتھ لگالیا تو اس کا وضو نہیں رہے گا۔ آیت کے جواب سے حضرت ابن مسعودؓ کا
خاموش رہنا جیسا کہ بعد میں اس کی تصریح ہے وہ اس پر دلالت ہے کہ ان کے نزدیک مس سے مراد جماع ہے۔ ورنہ اگر لمس بالید مراد ہوتا
تو وہ آیت کی تفسیر کرتے وقت خاموش نہ رہتے بلکہ فرمادیتے کہ اس سے جماع مراد نہیں بلکہ ہاتھ لگانا مراد ہے۔

قوله وزاد يعلى عن الاعمش صفحہ ۱۴/۵۰ اور زیادہ اس میں باعتبار معنی کے ہے۔ اس لئے کہ مؤلف اس کے ثابت
کرنے کے درپے ہیں کہ تیمم کی ایک ہی ضربہ ہے۔ اور پہلی روایت اس کو ثابت نہیں کرتی جس طرح دوسری روایت جو اس کے بعد ہے
ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ ضربہ ایک ہے۔ پہلی روایت میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی تین وحدت کے
فائدہ دینے میں نص نہیں ہے۔ نیز اس میں زیادہ لفظیہ بھی ہے۔ وہ لفظ انا وانت ہے۔ اور ترجمہ الباب میں جو ضربہ واحدة ہے
مکن ہے اس سے مسحة واحدة مراد ہو جو لفظ واحدة سے ظاہر ہے۔ پھر تیمم ضربتین رہے گا۔

کِتَابُ الصَّلَاةِ

صفحہ ۵۰/۱۶

نماز واقعہ معراج میں فرض ہوئی۔ معراج اور اسراء کو امام بخاریؒ نے ایک باب میں ذکر کر کے اس کو ترجیح دی ہے۔ ورنہ اس میں اختلاف مشہور ہے۔ بعض اسے خواب کہتے ہیں لیکن درحقیقت جمہور کے نزدیک ہیداری میں ستائیس ربیع الثانی ہجرت سے ایک سال پہلے معراج ہوئی۔ امام زہریؒ کے نزدیک پانچ سال بعثت کے بعد ہوا ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت خدیجہؓ نے نماز کی فرضیت کے بعد آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور ان کی وفات ہجرت سے تین یا پانچ سال پہلے ہے۔ اور اس باب میں فرضیہ صلوٰۃ کے تین وقت کی تعیین بتلائی گئی اور اس میں دیگر شرائط صلوٰۃ کا ذکر بھی ہوا۔

قوله لستم بنیة صفحہ ۵۰/۲۷ کہ آدم کے پٹوں کی صورتیں دکھائی گئیں یا خود اشخاص دکھائے گئے۔ شاید یہ وہ ہوں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے تھے۔

ثم مردت بموسى الخ صفحہ ۵۱/۴ حضرت انسؓ جیسے میان فرما چکے ہیں ان کے قول کے مطابق لفظ ثم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت انسؓ نے اس واقعہ کو حضرت ابوذرؓ کے علاوہ اور کسی سے بھی سنا ہو۔

قوله فاذا فيها حبال اللؤلؤ صفحہ ۵۱/۱۳ بعض حضرات نے اس میں تصحیف قرار دیتے ہوئے جہاں بل پڑھا ہے جس کے معنی خیمہ کے ہیں۔ کہ موتیوں کے خیمے ہوں گے لیکن شیخ گنگوہیؒ کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں۔ جہاں فل جمع جہالہ کی جس طرح اس کے معنی خوشے کے آتے ہیں اس طرح ہار کو بھی کہتے ہیں تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے موتیوں کے ہار تیار کئے ہیں جن کو وہ پہنیں گے۔

قوله وزيد في الحضر اس سے شیخ گنگوہیؒ نے ایک مشہور اعتراض کا جواب دیا ہے۔ اشکال یہ ہے کہ یہ حدیث دو وجہ سے آیت قرآنیہ لَيسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوا کے خلاف ہے اسلئے کہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ سفر میں قصر کی گئی ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر نہیں بلکہ حضر میں زیادتی ہوئی ہے۔ دوسرے یہ حضرت عائشہؓ کے فعل کے مخالف ہے۔ کیونکہ ان سے مروی ہے کہ وہ قصر نہیں بلکہ سفر میں بھی پوری نماز پڑھتی تھیں۔ تو قطب گنگوہیؒ نے ایک توجیہ یہ بتلائی کہ صلوٰۃ سفر کو قصر باعتبار انجام کے کہا ہے۔

کہ پوری نماز میں کمی کی گئی۔ تو اس اعتبار سے باقی نماز اپنے حال پر مقصودہ یعنی کمی شدہ رہی۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں فاقوت صلوة السفر یعنی باعتبار انجام کے تخفیف رہی۔ یہ نہیں کہ اسی طرح برقرار ہی جیسا کہ فرض ہوئی تھی۔

بَابُ وُجُوبِ الصَّلَاةِ صَفْهُ ۱۶/۵۱

ترجمہ کی غرض مالحیہ پر رد کرنا ہے کہ ان کے نزدیک مُحَذِّوْ اِزْیَنْتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ الآیہ سے تستویٰ یعنی بدن کو چھپانا سنت ہے جس کے چھوڑنے سے نماز باطل نہیں ہوگی۔ دوسرے جان بوجھ کر کرنے والا اور بھول کر کرنے والے میں بھی فرق کرتے ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ سے تسکین کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی کہ جس سے کم از کم بدن چھپ جائے اس پر اكتفاء کیا جاسکتا ہے اس آخری جزئی کچھ تفصیلات ہیں اور اس کے کئی شعبے ہیں۔ جن کے اکثر پر امام بخاریؒ نے تنبیہ کی ہے۔ اور ان اقسام کے تمام ابواب اس پہلے باب کی تفصیل ہیں۔ لہذا اکثر اتراجم کا اعتبار لازم نہیں آئے گا۔ گویا کہ خَذْ وَ زَنْتَکُمْ سے مطلق بدن چھپانا مراد ہوا اگرچہ وہ کسی چھوٹے لباس سے بھی ہو۔ تحمل اور عرفی زینت مراد نہیں۔ بناہیں وَمِنْ صُلٰی مَلْتَحِفًا یہ آیت کی تفسیر ہوگی۔ اسی کی طرف امام بخاریؒ نے یہ باب باندھ کر اشارہ کیا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ لا یطوف بالبيت عریان کہ کوئی ننگے بدن بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ چونکہ آیت میں محض بدن ڈھانکنا مراد ہے اور طواف بیت اللہ نماز کا حکم رکھتا ہے اس لئے ترجمہ کے اس جز کو الگ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

قوله لتلبسها صاحبہا صفحہ ۲۰/۵۱ کہ اگر کسی کے پاس پردہ کا کپڑا نہ ہو تو اس کی ساتھی عورت اسے اپنی لمبی چادر میں لے لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کپڑے کے بغیر نماز جائز نہیں ہوتی۔ خواہ وہ کپڑا عاریت کا یا کسی اور طریقہ سے حاصل کیا گیا ہو جب یہ حکم نماز عید کے لئے ہے تو فرض نماز کے لئے بطریق اولیٰ یہ حکم ثابت ہوگا۔

وقوله احمق مثلك صفحہ ۲۳/۵۱ ترجمہ کی غرض ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس کو ثابت کرنا ہے اور احمق سے جاہل مراد ہے جو واجبات سنن اور مستحبات میں امتیاز نہیں کرتا۔ اس سخت لفظ کو استعمال کرنے کی غرض یہ ہے کہ علماء پر انکار نہیں کرنا چاہیے کبھی وہ میان جواز کے لئے بھی ایک کام کر لیتے ہیں جس پر لوگ عیب گیری کرتے ہیں۔ ان روایات اور آثار کے لانے سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ہر قسم کے کپڑے میں نماز جائز ہے۔ اگر چادر چھوٹی ہے تو اس کو لٹگی کی طرح باندھ لے۔ اگر لمبی چادر نہیں تو اس کو کندھے پر ڈال کر گدی کے پاس گرہ باندھ دی جائے جب کہ یہ ممکن ہو۔ اگر اس سے بڑی لمبی چادر ہے تو اسے لحاف کی طرح اوڑھ لے تاکہ زیادہ تاکید کی رعایت ہو جائے۔

یصلی فی ثوب صفحہ ۲۵/۵۱ جناب نبی اکرم ﷺ سے جو ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا ثابت ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ اسے لحاف کی طرح لپیٹے ہوئے تھے۔ اگرچہ التحاف سے کم میں بھی نماز جائز ہے لیکن افضل التحاف ہے۔

ذہبت الی رسول اللہ ﷺ صفحہ ۶/۵۲ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے دن حضرت ام ہانیؓ کے گھر میں تھے وہ کسی کو لمان دینا چاہتی تھیں جسے حضرت علی المرتضیٰؓ لمان نہیں دے رہے تھے تو یہ اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لئے لمان لے آئیں یا وہ اپنی کسی ضرورت کے لئے اپنے گھر کی کسی کو ٹھڑی کی طرف گئیں۔

اولکل لکم ثوبان صفحہ ۱۰/۵۲ اس سے اشارہ ہے کہ یہ سوال بے محل ہے۔ کیونکہ جب جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور انہیں نہیں روکا تو یہ آپؐ کی طرف سے تقریر ہو گئی۔ پھر اس کے بعد اس کے متعلق سوال کرنا بے معنی ہے مطلب یہ ہو کہ سوالات نہیں کرنے چاہئیں۔ اس تنگی کے وقت کو یاد کرو کیا تم میں سے ہر ایک کیلئے دو کپڑے ہو کر نہ تھے۔
قوله فلیجعل علی عاتقہ الخ صفحہ ۹/۵۲ اپنے کندھوں پر کپڑے کو ڈالنے کا حکم اس وقت ہے جب کہ کپڑا میں وسعت ہو ورنہ اس کی لنگی باندھ لے۔

قوله هذا الاشتمال صفحہ ۱۶/۵۲ اشتمال یہ ہے کہ کپڑے کو بدن پر اس طرح لپیٹ لے کہ ہاتھ بھی اس سے نہ نکال سکے۔ ابو داؤد میں حضرت جابرؓ کے واقعہ کی تفصیل بیان ہوئی ہے کہ میری ایک چادر تھی جس کو میں اپنے دونوں کندھوں پر مخالفانہ باندھنا چاہتا تھا لیکن وہ پوری نہیں تھی۔ میں نے اس کے کناروں کو ٹیڑھا کر کے اس کو اس طرح جھکا لیا کہ وہ گر نہ پڑے۔ یہ سارا واقعہ آنحضرت ﷺ دیکھ رہے تھے مجھے علم نہیں تھا میں نماز سے فارغ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کپڑا وسیع ہے پھر تو کندھوں پر ڈالو۔ تنگ ہو تو اسے کمر پر باندھ لو اگر یہ اشتمال کا اور تو اقص والا واقعہ ابو داؤد والا ایک ہیں پھر تو کوئی اعتراض نہیں۔ البتہ اگر یہ دو واقعے ہیں تو پھر اشکال ہے کہ ممانعت کے بعد حضرت جابرؓ نے اس کا کیوں ارتکاب کیا۔ جواب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ ان کا گمان یہ تھا کہ اگرچہ کپڑے میں الخفاف کی گنجائش نہیں ہے کم از کم اتنا کر لو کہ اس کی توڑ مروڑ سے سینہ اور پیٹ تو چھپ جائے۔ اسی گمان کی بنا پر انہوں نے اس سے لنگی نہیں باندھی اور ٹیڑھا توڑ مروڑ کر کے سینہ اور پیٹ چھپا لیا۔ اگر یہ معلوم ہو کہ کپڑا فراخ ہے تو پھر ادب یہ ہے کہ اس سے الخفاف کیا جائے یہی قصہ پر دال ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْجُبَّةِ الشَّائِبَةِ صفحہ ۱۹/۵۲

کفار اور مشرکوں کے علاقہ کے کپڑوں میں بغیر دھوئے نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارضی ہے جب تک دلیل نہ ہو اصل کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر نجاست کا علم ہو جائے تو پھر انہیں دھو لینا چاہیے۔ جیسے آجکل امریکہ، برطانیہ سے ہمارے ملک میں لنڈے کے کپڑے آتے ہیں جن میں شراب وغیرہ کے پڑنے کا احتمال ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ تو انہیں دھونے کے بعد استعمال کیا جائے۔

وما صبغ بالبول یعنی جن کپڑوں کو پیشاب کے ساتھ رنگا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رنگ میں پیشاب ڈال کر

عادت یہ ہے کہ یہ لوگ دھو لینے کے بعد اسے پچھتے ہیں اسلئے نجاست کا وہم نہ کیا جائے جب تک اس کا نشان ظاہر نہ ہو۔ یا جب تک کہ ان کے دھونے کا یقین نہ ہو جائے۔ جب کہ نجاست کے ڈالنے کا پہلے سے یقین ہو پھر وہ نہ دھوئیں تو استعمال نہ کیا جائے۔

باب کراہیۃ التعری فی الصلوۃ وغیرھا صفحہ ۵۲/۲۳

نماز اور غیر نماز میں ننگا ہونا پسندیدہ ہے۔ آخری جملہ سے باب سے مطابقت ہو گئی ورنہ نماز کے لئے کپڑا کا ہونا ضروری ہے اس کامیان ہو چکا ہے۔ تو جب غیر نماز میں روایت سے کراہیہ ثابت ہو گئی تو نماز میں یہ حکم بطریق اولیٰ ثابت ہو گا۔

باب الصلوۃ فی القميص والسراويل والتبان والقباء وغیرھا صفحہ ۵۲/۲۶

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ جس کپڑے سے ننگ ڈھکا جاسکے۔ اس میں نماز جائز ہے۔ خواہ وہ قمیص ہو یا سلوار ہو یا کچھا (جانگیہ) ہو یا چکن ہو۔ تما جانگیہ میں اگرچہ نماز کے اندر تسنن نہیں ہو سکتا لیکن دوسرا کپڑا ملا کر بدن چھپایا جاسکتا ہے۔ پس اسی طرح وہ کپڑا جس کے ساتھ دوسرے کپڑے کو ملانے سے ستر ہو جائے اس سے نماز جائز ہے یہ جواز کا حکم ہے۔ مستحب یہ ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو وہ لباس میں وسعت اختیار کرے۔ جس پر اِذَا وَتَعَّ اللَّهُ فَأَوْسَعُوا دِلَالَتِ کرتا ہے۔

قوله ولا یلبس القميص الخ شاید اس روایت کو اس جگہ لانے کی وجہ یہ ہو کہ اس قسم کے کپڑوں سے جس کو روکا گیا ہے کہ وہ پہنے ہوئے نہ پہنے وہ محرم یعنی احرام باندھنے والا ہے۔ تو غیر محرم کے لئے ان کا پہننا جائز ہو گا۔ کیونکہ اس محرم کو بھی نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ زعفران اور گیر و کار ننگا ہو کپڑا بھی محرم کے لئے ناجائز ہے لیکن اس کا ثبوت دوسری نص سے ہے۔ یا یوں کہا جائے گا کہ رنگدار کپڑے عورتوں کے لئے کافی ہیں ان سے وہ نماز ادا کر سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث کا اس مقام پر لانا اس وجہ سے ہو کہ وہ کپڑے جن میں نماز ادا کرنا جائز ہے ان کے استثناء کے بعد اب باقی دو کپڑے چادر اور لنگی رہ گئے۔

باب ما یستر من العورة صفحہ ۵۳/۷

ننگ کتنا چھپانا ضروری ہے ننگ کی حد میں اختلاف ہے۔ اہل ظواہر کے نزدیک تو قبل اور دبر کے علاوہ مرد کے لئے اور کوئی ننگ نہیں۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ننگ ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ گھٹنا بھی ننگ میں شامل ہے۔ بستر کا میضہ معروف اور مجہول دونوں طرح سے پڑھا جاسکتا ہے۔ پہلی صورت میں مفعول محذوف ہو گیا کلمہ من زائد ہو گا۔

قوله احییئت ان یرانی الجہال صفحہ ۵۳/۱۸ پہلے ایک روایت میں احمق مثلك کے الفاظ گزرے ہیں اس جگہ جہاں مثلك کے الفاظ ہیں۔ اپنی گفتگو میں یہ الفاظ کا فرق اس لئے ہے کہ یا تو روایات بالمعنی ہیں ہر راوی نے اپنی سمجھ کے مطابق کہہ دیا

یا بعض روایات میں اختصار سے کام لیا گیا۔ اور دوسری میں اس کی تفصیل آگئی۔ یا واقعات میں تعدد ہے کہ کئی واقعات ہیں۔ اگرچہ نماز میں کپڑا پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ مگر تعلیم کی وجہ سے کراہت نہ رہے گی۔ وجہ اس تعلیم کی یہ ہے کہ عوام سنن اور آداب کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو واجب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اس لئے کبھی کبھی تعلیم کے لئے سنن اور مستحبات کو چھوڑ دینا چاہیے۔ زبانی کلامی کہہ دینا اتنا کارگر نہیں ہوتا جس قدر فعل اوقع فی النفس ہوتا ہے۔

باب ما یدکر فی الفخذ صفحہ ۵۳/۱۹

ران ننگ ہے یا نہیں۔ ائمہ کا اس بارے میں اختلاف گذر چکا۔ امام بخاریؒ نے اپنے مسلک کی تائید میں کہ ران ننگ نہیں ہے حضرت انسؓ کی حدیث باب بیان کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ران کھلی رہ گئی تھی۔ شیخ گنگوہیؒ قولہ حسر النبیؐ صفحہ ۵۳/۲۰ سے جواب دے رہے ہیں کہ ران کے کھل جانے کی نسبت جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مجاز ہے۔ کیونکہ یہ کھل جانا جانور کے دوڑنے کی وجہ سے تھا۔ آپؐ نے قصد ایسا نہیں کیا بھڑک بھاڑ کی وجہ سے ایسا ہو گیا۔ جس پر حضرت انسؓ کے گھٹنے کا آپؐ کی ران کو چھونا دالالت کرتا ہے چنانچہ مسلم کی روایت ہے میں حسر کی بجائے اُفحس کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ دوسرا استدلال حضرت امام بخاریؒ نے حضرت عثمانؓ کے واقعہ سے کیا ہے کہ جب وہ داخل ہوئے تو آپؐ نے اپنی تنگی پنڈلی یا ننگے گھٹنے کو ڈھانپ لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ڈھانپنا ننگا ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ فرج گھٹنے اور پنڈلی یہ سب پہلے سے ڈھکے ہوئے تھے۔ پنڈلی یا گھٹنے سے کپڑا کھسک گیا تو اس کو آپؐ نے ٹھیک کر لیا جب گھٹنے یا پنڈلی کا ڈھانپنا ثابت ہو گیا تو ران جو فرج کے زیادہ قریب ہے اس کا ڈھانپنا بطریق اولیٰ ہو گا۔ تیسرا استدلال امام بخاریؒ کا حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے ہے جس میں فخذہ علی فخذی کہ آپؐ کی ران میری ران پر تھی۔ لیکن یہ استدلال اس پر موقوف ہے کہ فخذ کا لفظ جب بولا جائے اس کے ساتھ کپڑا نہ ہو۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ کہ دونوں کے فخذ مستور اور چھپے ہوئے تھے۔ امام بخاریؒ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کپڑا کا ہونا یہ امر زائد کا ثابت کرنا ہے جو محتاج دلیل ہے۔ شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجاہد اصل ضابطہ یہی ہے لیکن ہمیں یہ بتلایا جائے کہ کیا وہ ران جس پر کپڑا ہو کیا اس کے لئے فخذ کے سوا کوئی اور لفظ بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ ران ہو یا بدن کا کوئی اور عضو ہو ستر چھپانے سے پہلے جو بھی ان کے نام تھے ستر کے بعد ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ نیز اگر ہم یہ کہیں کہ ران ننگ نہیں ہے تو پھر حضرت جبرہؓ کی قولی حدیث جس میں ہے کہ الفخذ عودہ کہ ران ننگ ہے مہمل رہ جاتی ہے جس کا مہمل ہونا جائز نہیں۔ تعجب ہے کہ یہ حضرات فخذہ علی فخذی میں تو بلا حائل کے قائل ہیں اور حدیث عائشہؓ میں جب کہ نماز میں آپؐ ان کی چٹکی کاٹتے تھے تو وہاں یہ حضرات کہتے ہیں کہ پاؤں پر کوئی کپڑا ہوا گا۔ حالانکہ پاؤں عموماً کھلے ہوتے ہیں۔

بہین تفاوت الخ

قوله من كان عنده شيء فليجي به صفحہ ۵۳/۸ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ لے آئے بظاہر یہ ترجمہ بعید معلوم ہوتا ہے

کیونکہ ولیمہ ہمیشہ شوہر کے مال سے ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے دیگر ازواج مطہرات کے ولیمہ جات میں اور کسی سے کچھ نہیں لیا تو ملی صفیہؓ کے ولیمہ میں آپؐ صحابہ کرامؓ سے کیسے طلب کر رہے ہیں کہ جو کچھ جس کے پاس ہو وہ لے آئے۔ حالانکہ ابھی آپؐ خیبر سے واپس لوٹے تھے اور وہاں سے آپؐ کو بہت کچھ مال حاصل ہوا۔ پس یہ وہم بھی نہیں کیا جاسکتا کہ آپؐ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ عام شراحؒ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اپنا مال پیش کرنا بطور تبرع و احسان کے تھا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ کا ایک عجیب جواب ہے جو کسی شارحؒ کو نہیں سوجھا۔ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کا ان کا خالص مال نہیں لیا۔ بلکہ مال غنیمت تقسیم کرنے سے پہلے جو کھانے پینے کی چیزیں جن کے وہ ضرورت مند تھے ان میں بانٹ دی تھیں ان کو لوٹو لیا۔ اور تقسیم غنیمت سے پہلے جو کچھ امام کسی کو عطا کرے اس میں سے جو کچھ چاہے اس کو واپس لانے کا حکم دے سکتا ہے۔ جب کہ وہ حد سے بڑھ جائے۔ پھر آپؐ نے جو کچھ بھی صحابہ کرامؓ سے واپس کر لیا اس کا واپس کرنا ان پر واجب نہ تھا۔ اور یہی تواحنافؒ کی دلیل ہے کہ امام و حاکم کی تقسیم غنیمت سے پہلے اور قبضہ کرانے سے پہلے مجاہدین کا ملک ثابت نہیں ہوتا۔ اگرچہ امام اور حاکم اموال غنیمت ان کو دے بھی دے۔ کیونکہ اگر ملک ان کا ثابت ہوتا تو امام عطیہ کرنے کے بعد ان سے کیسے واپس لے سکتا ہے۔ حالانکہ خمس کی وجہ سے امام خود اس سے مستغنی ہے۔ جب ان کا ملک ثابت ہو جائے تو معلوم ہوا کہ یہ ولیمہ آپؐ کے اس خالص حق میں سے تھا جو غنیمت کے خمس میں سے آپؐ کے لئے تھا۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے اہل کوفہ پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں مال غنیمت کو دار الحرب میں تقسیم نہ کیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ ملک غلبہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ اور غلبہ اس وقت تک مکمل نہیں جب تک اسے دارالاسلام میں محفوظ نہ کر لیا جائے۔ لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ امام کے اختیار اور اجتہاد پر موقوف ہے۔ جب مال مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو غلبہ حاصل ہو گیا۔

متلفعات بمر و طہن صفحہ ۱۲/۳۵ عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپیٹی ہوئی تھیں۔ امام بخاریؒ اس سے ترجمہ یوں ثابت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان عورتوں سے یہ نہیں پوچھا کہ آیا کہ ان کی چادروں کے نیچے کوئی اور کپڑا ہے یا نہیں۔ تو آپؐ کی تقریر ہو گئی۔ کہ جب کپڑا ننگے بدن کو چھپالے تو اس کپڑے پر نماز میں کفایت کرنا جائز ہے۔ تو ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض سلف کے اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے۔ بعض نے چار کپڑے، بعض نے تین کپڑے ضروری قرار دیئے ہیں جمہور علماء فرماتے ہیں کہ عورت ایک کپڑے میں بھی نماز پڑھ سکتی ہے۔ بھر طیکہ وہ ایک کپڑا جس سے بدن اور سر کو چھپایا جائے۔ اس سے عورت نماز ادا کر سکتی ہے۔

باب اذا صلی فی ثوب لہ اعلام ترجمہ۔ جب کہ کوئی ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں نقش و نگار ہوں صفحہ ۱۲/۵۳

اس ترجمہ سے مقصد یہ ہے کہ اگرچہ اس صورت میں دل کو مشغول رکھنا خلاف اولیٰ ہے لیکن نماز جائز ہے۔ اس لئے شیخ المشائخؒ

فرماتے ہیں کہ اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ اور یہ دونوں جو حدیث سے ثابت ہیں کہ آپؐ نے نماز جاری رکھی بعد ازاں کراہت کا اظہار فرمایا۔

باب ان صلی فی ثوب مصلب صفحہ ۱۶/۵۴

قوله لاتزال تصاویرھا صفحہ ۱۹/۵۴ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کپڑا میں صلیب کا نشان بنا ہوا ہو یا اس کا نقش ہو یا کپڑا تصاویر اور فوٹو والا ہو تو چونکہ صلیب اور تصاویر کی پوجا کی جاتی ہے۔ لہذا ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ حدیث باب اگرچہ تمام ترجمہ کو ثابت نہیں کرتی لیکن تامل کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ساتر ہونے کی وجہ سے نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی کراہت ضرور ہے اس طرح آنے والی روایت کہ جس میں ریشم کے ٹکڑے استعمال کئے گئے لیکن آپؐ نے ان کو اتار پھینکا۔ جس سے واضح ہے کہ ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا لائق نہیں ہے۔ یعنی ایک قسم کی کرہت ہے پھر بھی نماز جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

قوله فنزعہ نزعا شديدا ۱ الخ صفحہ ۲۱/۵۴ معلوم ہوتا ہے کہ وحی کا نزول دوران نماز ہوا معجبی تو آپؐ نے کپڑے اتارنے کی جلدی کی تاکہ نماز اس سے محفوظ رہے۔ آپؐ نے جلدی سلام پھیر دیا۔ جس سے واضح ہوا کہ نماز جائز ہے۔ جواز کے ساتھ حرمت جمع ہو گئی جیسا کہ حنفیہؒ فرماتے ہیں۔ کیونکہ یہ حرام ایک دوسری حیثیت سے جو حرام نہیں ایک نعمت کا سبب بن گیا۔ اعادہ صلوٰۃ آپؐ نے اسلئے نہ کیا کہ یہ واقعہ ریشم کی حرمت سے پہلے کا تھا۔ الحاصل امام بخاریؒ کے ان ابواب مختلفہ کے لانے کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ ان امور سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔ البتہ کراہت اور استحباب دوالگ امور ہیں۔ آپؐ نے یہ محض اس لئے کیا تاکہ میان جواز حاصل ہو جائے سرخ کپڑے کے اندر بھی یہی تاویل جاری ہوگی۔ کہ سرخ کپڑے کے استعمال میں جواز تو ہے لیکن کراہت بھی ہے۔ اسی بنا پر اگر صمصر اور زعفران کا رنگا ہوا کپڑا ہو تو وہ بھی اس لئے نقصان دہ نہیں ہے کہ اس سے نفس جواز نماز ثابت کرنا ہے کہ فریضہ کی ادائیگی تو ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی ساتھ رہے گی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر ان کردہات کا استعمال تعلیم دینے کے لئے ہو تو کراہت بھی ساقط ہو جائیگی چنانچہ کوکب درری اور فتاویٰ رشیدیہ میں صراحت ہے کہ فتویٰ توجواز کا ہے۔ والنقوی فی الاحتیاط جیسے صلوٰۃ فی ثوب واحد اور صلوٰۃ علی المنبر کے بارے میں ہے۔ اور یہ حضرت بریرہؓ کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے فرمایا اشتراطی واعتقطنی کہ شرط مان لو خرید کر پھر آزاد کر دو۔

قوله علی ظهر المسجد بصلوة الامام صفحہ ۱/۵۵ یعنی مقتدی مسجد کی چھت پر اور امام مسجد کے اندر ہو تو یہ نماز جائز ہے۔ البتہ احنافؒ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام مسجد کے اندر اکیلا نہ ہو اور یہ دونوں مسئلے ظاہر ہیں **قوله وقام رسول اللہ ﷺ** صفحہ ۴/۵۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا قوم سے اونچا کھڑا ہونا جائز ہے ہر طیکہ وہ ہمدی مقدار مخصوص سے زائد نہ ہو۔ اب اس کی تعین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انسان کے قد کے برابر اونچائی ہو

بعض کے نزدیک ایک ذراع یعنی ہاتھ کے برابر ہو۔ اس پر یہ ہے کہ ایک ذراع سے کم میں کراہت نہیں ہے۔ اگر اونچائی ایک ہاتھ سے اوپر ہو تو مکروہ ہے۔ اگر یہ اونچے حصہ پر کھڑا ہو تا خواہ منبر پر ہو یا اور کسی چیز پر ہو تو تعلیم و تبلیغ کے عارض کی وجہ سے یہ کراہت بھی رفع ہو جائے گی اگر امام مقتدیوں سے انسان کے قد کی مقدار اوپر ہو یا نیچے ہو تو اقتدافاسد ہو جائے گی۔ وجہ یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب سے مشابہت ہو جاتی ہے۔ تھوڑی سی بلندی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نیز! حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عمل قلیل کے ساتھ نماز جائز ہے جیسے دو قدم یا اس سے زائد کے ساتھ تھوڑا سا آگے پیچھے چلنا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فصلی بہم جالساً صفحہ ۱۴/۵۵ مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام قوم سے ایک انسان کے قد سے اوپر کھڑا ہو جب کہ اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی ہوں تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ ایسے اس جگہ بھی ایسا ہی تھا کہ قوم کا ایک گروہ آپ کے ہمراہ بالا خانہ پر تھا اور دوسرے لوگ نیچے مسجد میں تھے۔ شیخ گنگوہیؒ کی اس توجیہ کی تائید مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس میں ہے عَنْ جَابِرٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّيْنَا وَرَأَاهُ وَهُوَ قَاعِدًا وَأَبُو بَكْرٍ يَسْمَعُ النَّاسَ تَكْبِيرَ (الاحديث) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے تھے تو ہم نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی جبکہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور ابو بکرؓ آپ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔ اگر طائفہ قلیلہ ہوتا تو تکبیر سنانے کی ضرورت ہی نہیں تھی معلوم ہوتا ہے کہ طائفہ کثیرہ آپ کے پیچھے تھا۔ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض چھت پر نماز پڑھنے کا جواز ثابت کرنا ہے۔ اور بیٹھ کر نماز آپ نے تین جگہ پڑھی ہے۔ ایک تو ۵۵ میں جب کہ آپ گھوڑے سے گر پڑے۔ دوسرے مرض وصال میں۔ تیسرے غزوہ احد میں جب کہ آپ زخمی ہو گئے تھے۔ تو آپ نے ظہر کی نماز بیٹھ کر پڑھائی جب کہ مسلمان بھی آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نیز امام بخاریؒ کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ اور واقعہ ایلاء ایک ہی وقت میں ہوئے۔ حالانکہ گھوڑے سے گرنے کا واقعہ ۵۵ کا ہے۔ اور ایلاء کا واقعہ ۹۷ کا ہے۔ اس جگہ امام بخاریؒ سے تسامح ہو گیا۔ جیسا کہ ظاہر الفاظ حدیث انسؓ سے معلوم ہوتا ہے۔

قوله ما لم تشق على اصحابك صفحہ ۲۰/۵۵ مسئلہ یہ کہ نماز میں قیام فرض ہے۔ کشتی میں سوار ہونے والا اگر قیام پر قادر ہے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔ ورنہ بیٹھ کر نماز ادا کرے یہی صاحبین کا مسلک ہے۔ آجکل ریل گاڑی کا بھی یہی حکم ہے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ کشتی اور ریل گاڑی میں بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے خواہ قیام گراں ہو یا نہ ہو کیونکہ سب کو سبب کے قائم مقام کیا جاتا ہے جیسے سفر میں مشقت ہو یا نہ ہو قصر صلوٰۃ کا حکم ہے۔ کیونکہ احکام عامہ ہوتے ہیں خواہ پہلے ان کی ممانعت پر ہو۔ حضرت حسن بصریؒ کے کلام کا محمل بھی یہی امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ حضرت حسن بصریؒ کے اثر کی توجیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راکب سفینہ پر کھڑا ہونا گراں نہ ہو۔ چونکہ عادت یہ ہے کہ جو خود اپنے اوپر گراں ہو وہ دوسرے پر بھی گراں ہوتی ہے۔ اس لئے فرمایا ما لم تشق على اصحابك کہ جب تک تمہارے ساتھیوں پر گراں نہ ہو جب رفقائے پر گراں ہے تو عادت یہ ہے کہ اس کے اپنے اوپر بھی گراں ہو گا تو یہ حکم عادت پر مبنی ہو اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر سے معلوم ہوا کہ حکم کا مدار عدم استطاعت پر نہیں بلکہ رفقائے کی رعایت پر جواز کا حکم دیا ہے۔

قوله بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخَمْرَةِ الْخ

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ ترب و جھک کہ اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرو۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین پر نماز پڑھی جائے۔ کشتی۔ چٹائی۔ اور قالین پر نماز جائز نہ ہو۔ امام حذریؒ نے ان ابواب کو ذکر کر کے بتلادیا کہ کشتی اور زمین کے اوپر چٹائی اور قالین بچھا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ خمرہ وہ چھوٹی چٹائی جو کھجور کے خوشے کے پتوں سے بنائی جائے۔ تو چھوٹے مصلیٰ کو خمرہ کہتے ہیں بڑے کو حصیر کہتے ہیں اس باب سے ثابت کرتا ہے کہ اگر نمازی کا کچھ حصہ زمین پر اور کچھ چٹائی اور قالین پر ہو تو اس کی نماز جائز ہے تو صلوة فی السفینہ اور صلوة علی الخمرہ دو مسئلے محتاج بیان تھے۔ اس لئے ان کو بیان کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ زمین کے علاوہ دوسری اشیاء پر نماز جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِرَاشِ صفحہ ۵۵/۲۶

بعض حضرات نے کہا کہ یہ ترجمہ مہمل ہے فائدہ ہے حالانکہ اثر اور افعال محلہ کراٹ سے اس باب میں ثابت کیا ہے کہ بستر پر نماز جائز ہے۔ خواہ سب کا سب بستر پر ہو۔ یا بعض بستر پر نہ ہو۔ جیسے کپڑے پر سجدہ جائز ہے ایسے پاک بستر پر بھی جائز ہے۔ خواہ اس کے ساتھ بیوی سوئی ہوئی ہو یا نہ ہو۔ اون پر نماز پڑھنا سوائے شیعہ کے باقی سب مسلمانوں کے نزدیک جائز ہے۔ تو اون اور بالوں کے قالین پر نماز پڑھنا جائز ثابت ہوا۔

باب السجود علی الثوب صفحہ ۵۶/۶

کپڑے پر نماز پڑھنا جائز ہے جب کہ سخت دھوپ ہو۔ پہلے تعلیقات سے اس پہلے کو ثابت کیا تھا اب سند ذکر کر کے اسے بیان کیا لہذا انکار نہ ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے شوافع کا رد کرنا ہو۔ کوجو ثوب منفصل یعنی الگ کپڑے پر نماز کو جائز کہتے ہیں اور جو کپڑا انسان کے بدن کے متصل ہے اس پر نماز جائز ہے۔ حدیث باب سے ثابت ہوا کہ پگڑی کے پلے پر سجدہ کر کے دھوپ سے بچتے تھے۔

قَوْلُهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ صفحہ ۵۶/۲۱ کہا جاتا ہے کہ امام حذریؒ کو جب کہیں کلمت یا جمع کرنے میں لکھتے لکھتے کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو وقفہ کے بعد جو کلمہ شروع کرتے ہیں تو اس کی بسملہ سے ابتدا کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ مؤلفؒ ایک ہی کتاب میں ابواب کے درمیان بسملہ لکھ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤلفؒ نے باب فضل استقبال القبلة میں یہ قول ذکر کیا ہے۔ یُسْتَقْبَلُ بِطَرَفِ رِجْلَيْهِ یعنی اپنے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ کی طرف متوجہ کرے تو یہ قولہ بے محل نہیں۔ بلکہ استقبال قبلہ میں مبالغہ کیلئے بیان کیا ہے۔

قوله وَاكْلُوا ذِيْهِمْتَنَا صفحہ ۵۶/۲۵ یہ قید ان کفار کو خارج کرنے کیلئے لگائی گئی جو مسلمان کا ذبیحہ کھانا پسند نہیں کرتے ورنہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ دونوں مذہب والے مسلمان کا ذبیحہ کھاتے تھے تو یہ ان سے احتراز نہ ہوگا۔ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پُر

اقتضار ہے اور رسالۃ بھی اس کے ضمن میں مراد ہے۔ دوسرے اقرار توحید کے بعد ان افعال ثلاثہ کا ذکر کرنا اس لئے ہے کہ واجبات دین میں سے اعظم ہیں۔ اور پہلے دن کی ملاقات سے اس کی نماز اور کھانے پینے کا علم ہو جاتا ہے۔ روزہ کا علم تو سال میں ایک مرتبہ ہو گا اور حج تو کہیں مہینوں اور سالوں کے بعد معلوم ہو گا اور کبھی تو بالکل واجب نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور بعض مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں کھاتے۔ تو بعض روایات میں ہے ذبح مثل ذبیحتنا اس سے پہلے فریق پر اور اکل ذبیحتنا سے دوسرے فریق پر رد ہوا۔

باب قِبْلَةُ اهل المدينة واهل الشام صفحہ ۵۷/۴

یعنی مدینہ اور شام والوں کا قبلہ کہاں ہے۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کے درمیان ہے پھر قولہ المشرق اگر قولہ قبلۃ پر معطوف ہے تو باب کے تحت داخل ہو گا۔ مطلب یہ ہو گا کہ مشرق و مغرب پر قبلہ دار و مدار نہیں ہے۔ بلکہ قبلہ بیت اللہ ہے جس سمت پر بھی واقع ہو بہر صورت مغرب کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ مشرق و مغرب اس حکم میں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے۔ ایک کا ذکر نادرے کے ذکر سے بے پرواہ کرنے والا ہے۔ اور ہا و اوقات معطوف کو اس لئے حذف کر دیتے ہیں کہ معطوف علیہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ترجمہ سے مؤلف نے نئی کو عام اور شرق و غروب کو اہل مدینہ اور اہل شام کے ساتھ خاص کر کے ابو عوانہ کے مذہب کا رد کیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ قبلہ کی طرف استقبال اور استدبار اہل مدینہ اور ان کی سمت والوں کے لئے ہے۔ دوسرے لوگوں کے لئے استقبال و استدبار جائز ہے۔ مؤلف نے ان کا رد کرتے ہوئے نئی کو عام رکھا۔

باب قَوْلُ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى صفحہ ۵۷/۱۰

اس باب سے قبلہ کے حکم کو پکا کیا گیا۔ چنانچہ جب یہ آیت وارد ہوئی تو جناب نبی اکرم ﷺ نے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے وقت استقبال قبلہ کے فرض کو نہیں چھوڑا۔ نیز! ترجمہ منعقد کرنے میں اس پر دلالت ہے کہ آیت مقام ابراہیم کے استقبال کو واجب نہیں کرتی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ بیت اللہ کے سامنے نماز نہ پڑھتے اس لئے اس صورت میں مقام ابراہیم آپ کے پیچھے ہو جاتا ہے۔ پس امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں امر ایجاب کے لئے نہیں بلکہ یہ امر سنہ اور انتخاب کا ہے۔ بہر حال امام بخاری کے ترجمہ پر دواعراض تھے۔ ایک تو یہ کہ آیت استقبال مقام ابراہیم کے امر کو متقاضی ہے۔ لیکن اس پر روایات دلالت نہیں کرتیں۔ قطب گنگوہی نے اس کے دو جواب دیئے ایک تو یہ کہ اس آیت سے استقبال الی الکعبہ کے امر کی تاکید کی ہے کہ اس امر کے باوجود آپ نے استقبال الی الکعبہ نہیں چھوڑا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جوام آیت ترجمہ میں ہے وہ مذہب اور انتخاب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں ہے۔ نیز! اگر استقبال مقام واجب ہو تا تو آپ خانہ کعبہ کے اندر نماز نہ پڑھتے معلوم ہوا کہ تمام جہات کعبہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے۔

قوله حرف القوم صفحہ ۵۷/۲۶ حدیث باب سے ترجمہ واضح ہوا کہ مسجد حرم میں کسی خاص ایک جگہ پر نماز پڑھنا

ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جس جگہ بھی نمازی ہو اسے کعبہ کی طرف منہ کرنا چاہیے کیونکہ جہاں نبی اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے وہاں قوم نے

نہیں پڑھی بلکہ تحویل قبلہ کے وقت آپ اس طرح پھر گئے کہ مرد مقتدی بھی اس طرح پھر گئے کہ وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور عورتیں اس طرح پھریں کہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ تو کسی مقام کی تخصیص نہ رہی جیسا کہ اہل القبلیین نے کیا اس طرح آپ نے سجدہ سو میں کیا۔ سر و حضر میں یہی حکم ہے۔

قوله فَنَتَبَّهَ رُجُلِيْهِ صفحہ ۴/۸۵ یعنی اپنے دونوں پاؤں موڑ لئے اور استقبال قبلہ کیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی حال میں استقبال کعبہ کو ترک نہیں کیا۔ فنی رجليہ محل استدلال ہے۔

ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِيَ صفحہ ۴/۵۸ یعنی جو کچھ رہ گیا تھا بعد ازاں اسے پورا کیا معلوم ہوا کہ جو استقبال قبلہ بھول جائے وہ معاف ہے اور یہ عمل کثیر نسخ کلام سے پہلے کا ہے۔ جب کلام منسوخ ہوا تو جو کچھ اس کے ضمن میں تھا وہ بھی منسوخ ہوا یعنی وہ قبلہ کی دوسری طرف کو پھرنا ہے۔ کیونکہ فرائض نماز اور اس کے مفصلات میں ذکر اور نسیان دونوں برابر ہیں۔ یعنی پہلے جو نسیا نافھو عفو گذرا ہے وہ امام بخاری کے استدلال کے مطابق ہے۔ ورنہ مولانا حسین علی پنجابیؒ کی تقریر کے مطابق جس شخص نے سوا تیسری رکعت کے بعد سلام پھیر دیا اور اپنے سینہ کو کعبہ کی طرف سے ہٹا لیا تو احناف کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوگی اور اس حدیث کو منسوخ ماننا پڑے گا جیسا کہ اس کے بعد نماز میں کلام کرنا منسوخ ہوا۔ امام بخاریؒ نے پہلے ترجمہ میں مختلف احادیث بیان کیں جن سے استقبال قبلہ کی ضرورت بیان ہوئی ہے۔ اور دوسرے ترجمہ سے بتایا گیا کہ اگر نسیا نا کوئی استقبال ترک کر دے تو اس کے اعادہ کرنے میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک اعادہ ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں۔ البتہ اگر قبلہ کو تلاش کرنے میں غلطی ہو جائے اور وقت نہ رہے تو اعادہ لازم نہیں ہے۔

قَوْلُهُ وَاتَّخَذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى صفحہ ۱۰/۵۸ آیت سے استدلال اس طرح ہوا کہ فرض استقبال کو کسی صورت میں نہیں چھوڑا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے اس پر اس طرح عمل کیا کہ اس پر عمل کرنے سے استقبال قبلہ فوت نہیں ہوا۔ آیت میں مصلی فرمایا گیا قبلہ نہیں فرمایا جو اس بات کی دلیل ہے کہ مقام کو مصلی بنانے کی صورت میں قبلہ کی طرف توجہ ضروری ہے۔

باب حَلَّتِ الْبِزَاقُ صفحہ ۱۷/۵۸

کھگار کو مسجد میں کھر چنا اگرچہ طبعاً مکروہ ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ ایسا کرنا جائز نہ ہو۔ لیکن امام بخاریؒ نے اس پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو جناب نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ لہتہ کیسی۔ اس باب سے لے کر آگے بچپن ۵۵ ابواب تک کا تعلق احکام مسجد سے ہے حدیث باب سے ثابت کیا کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ یا لکڑی کے ذریعہ کھگار یا رینک کو دور کیا ہے تو مسجد کو اس سے پاک رکھنا ثابت ہوا۔

قَوْلُهُ اِنْ دَطَّتْ عَلٰی قَلْبِرِ رَطْبٍ صفحہ ۲۶/۵۸ حضرت ابن عباسؓ کا اثر نقل کر کے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ رینک

اور کھنکار کی کراہت کی وجہ صرف گندگی نہیں ہے کہ وہ فضلہ ہے ناک یا سینہ کا بلکہ احترام قبلہ مقصود ہے۔ جس میں خشک اور تر کا فرق نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ابن عباسؓ نے جوتے میں اس کا فرق کیا ہے۔ کہ خشک گندگی کو تو رگڑنے سے پاک کیا جائے گا اور تر گندگی کے ازالہ کے لئے دھونا ضروری ہوگا۔ کیونکہ رطب تو پھیلنے سے اور پھیلے گا اس کا ازالہ نہیں ہوگا۔

قوله ولكن عن يساره صفحہ ۵۹/۷ یہاں سے امام بخاریؒ نے پانچ تراجم ایسے قائم کئے ہیں جن میں باہمی قرب کی وجہ سے باب سے مناسبت واضح نہیں ہوتی۔

۱۔ پہلا باب ان میں سے **باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلوۃ** ہے

اس سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آیا دائیں نہ تھوکنے نماز کے ساتھ مختص ہے یا عام ہے۔ خارج صلوٰۃ بھی دائیں جانب نہ تھوکنے چاہیے۔ امام بخاریؒ کا میلان پہلے قول کی طرف ہے۔ امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے جن روایات میں مطلق حکم ہے اس کو وہ اپنی عادت کے مطابق مقید پر محمول کر رہے ہیں۔ جمہور ائمہ کے نزدیک ممانعت کا حکم عام ہے۔ داخل صلوٰۃ ہو یا خارج صلوٰۃ مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں منع کا حکم عام ہے۔

۲۔ دوسرا ترجمہ **باب لیبصق عن یساره اوتحت قدمہ الیسری**

پہلا ترجمہ مقید بالصلوٰۃ تھا اور حدیث مطلق تھی۔ تو یہ ترجمہ اس کا برعکس ہے کہ ترجمہ مطلق ہے اور حدیث مقید ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بائیں طرف تھوکنے کی اجازت تب ہے جب کہ نہ تو مسجد میں ہو اور نہ ہی اس کے بائیں طرف کوئی دوسرا آدمی ہو۔ اور بائیں قدم کے نیچے تھوکنے کا جائز ہے جب کہ مسجد میں ہو یا اس کے بائیں جانب اور کوئی موجود ہو۔

۳۔ **باب کفارة البزاق فی المسجد خطیئة والی حدیث ذکر کر کے اس کی برائی اور غلطی**

کی طرف اشارہ کیا جس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ

۴۔ چوتھا باب ہے **دفن النخامة فی المسجد** جمہور کا مسلک یہ ہے کہ ریک اور کھنکار کو مسجد کی مٹی

یا اس کی کنکریوں اور ریت میں دفن کر دے۔

۵۔ پانچواں باب **اذا بدرہ البزاق الخ** کہ جب بزاق نکل کرے تو گندگی کی وجہ سے بغیر ضرورت کے

کپڑے میں نہ تھو کے۔

قوله وذكر القبلة صفحہ ۵۹/۲۲ یعنی یہ وہ باب ہے جس میں قبلہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ کس سمت کو ہونا چاہیے واللہ اعلم

امام بخاریؒ نے یہاں دو ترجمے قائم کئے ہیں۔ پہلا عظة الامام ہے اور دوسرا ذکر القبلة ہے۔ مقصود اصلی پہلا ترجمہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کے احوال کا لحاظ کرنا چاہیے کوئی کوتاہی ہو تو متنبہ کرے۔ اور دوسرے جز کو اس سے ثابت کیا کہ میرا قبلہ ایک جنت میں نہیں میں تو پیٹھ پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

قوله باب هل يقال مسجد بني فلان

چونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس کی عبادت کی جگہ ہے جس سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید غیر اللہ کی طرف اس کی نسبت کرنا شرک ہو یا کم از کم مکروہ ہو گا اور بے ادبی بھی ہے۔ تو روایت لا کر امام بخاریؒ نے ثابت کر دیا کہ غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے مسجد بنی زریق کہا گیا۔

باب القسمۃ وتعلیق القنوی صفحہ ۲۰/۱

جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ان هذه المساجد لا يصلح فيها شيء من امور الناس کہ ان مساجد میں لوگوں کے کام نہیں ہونے چاہئیں۔ دوسری روایت میں ہے ان المساجد لم تبين لهذا کہ مساجد ان کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں۔ بظاہر اس سے ہر قسم کے معاملہ کی ممانعت معلوم ہوتی تھی۔ تو یہ باب منعقد کر کے مؤلفؒ نے واضح کر دیا کہ ان معاملات سے وہ معاملات مراد ہیں جو غیر ضروری ہیں ضروری معاملات تو مسجد میں ہونے چاہئیں۔ امام بخاریؒ تقسیم کی روایت تولائے ہیں لیکن تعلیق القنوی مسجد کے دروازہ پر کھجور کے خوشے لٹکانے کی روایت نہیں لائے۔ تو کہا جائے گا کہ اس حکم کو قیاس سے ثابت کیا کہ جب مال غنیمت محتاجوں میں تقسیم کرنے کیلئے رکھنا جائز ہے تو اصحاب صفہ یا دیگر محتاجوں کے لئے خوشے کا لٹکانا بھی جائز ہو گا۔ علت میں شرکت ہے۔ یا یہ کہ اس میں بھی کھجور کو مساکین میں تقسیم کرنا ہوتا ہے لہذا وہ بھی جائز ہو گا۔ کو کب درمی میں قطب گنگوہیؒ نے اس سے مساجد میں بچھے لٹکانے کا حکم ثابت کیا ہے۔

قوله ولم يلتفت اليه صفحہ ۲۰/۴ حدیث باب سے ثابت ہو کہ اہم کام سے ابتدا کرنا افضل ہے۔ اور یہ کہ دنیاوی اموال کی طرف بالکل توجہ نہ کی جائے۔ اور اہم کام نماز ہے جس سے آپؐ نے ابتدا فرمائی بعد ازاں مال تقسیم فرمایا۔

قوله فانتی فادیت نفسی صفحہ ۲۰/۵ بظاہر الفاظ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ تاوانوں کی وجہ سے حضرت عباسؓ فقیر ہو گئے تھے اسلئے زکوٰۃ کا مصرف قرار پائے۔ حالانکہ واقعہ بدر کے بعد تو وہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ تو فادیت نفسی سے اپنا افلاش اور غربت و ناداری کو بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ان مصائب کا بیان کرنا ہے جنہوں نے ان کے کثیر مال کو تباہ کر دیا جس کی بنا پر آج وہ امداد کے طالب ہوئے۔ غزوہ بدر میں انہوں نے اپنی طرف سے اور اپنے بھائی عقیل کی طرف سے فدیہ ادا کیا تھا۔ تو آپؐ نے ان کو بغیر کمیال و میزان یعنی بغیر ناپ تول کے مال دیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکے۔ اس سے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر مصارف زکوٰۃ میں سے آٹھ قسموں میں سے کسی ایک پر اقتصار اور ہدش کر لی جائے تو جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابن عباسؓ کو دوسروں کے برابر نہیں دیا بلکہ بغیر وزن کے زائد دیا

قوله فارفعه انت قال الخ صفحہ ۷۶۰/۷ حضرت ابن عباسؓ جب خود مال کو نہ اٹھا سکے تو اپنے لئے جناب نبی اکرم ﷺ سے مدد کرنے کی اپیل کی۔ آپؐ نے نہ خود اٹھوایا اور نہ دوسرے کو حکم دیا۔ یہ اس لئے کیا تاکہ مال کی مقدار ان کے پاس کم رہے ضرورت کے مطابق لیں حرص نہ کریں۔ دوسرے یہ بتلانا تھا کہ کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا کرتا خود ہمت کرو۔

قوله قلت نعم صفحہ ۱۲/۶۰ امام بخاریؒ کے ترجمہ پر اشکال وارد ہوتا تھا کہ حضرت انسؓ کی حدیث باب میں تو دعوت طعام کا ذکر نہیں ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوگا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کا نعم ارسلنی لطعام یہ دعوت للطعام میں داخل ہے۔ اس لئے کہ دلالت النص سے ثابت ہوا کہ جب مسجد میں طعام کا لینا جائز ہے تو اس کی طرف دعوت بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ توفی المسجد کا تعلق جب طعام سے ہوگا تو مناسبت ظاہر ہے۔ کیونکہ طعام مسجد میں موجود ہے۔ دعویٰ کے ساتھ متعلق کرنے کی ضرورت نہیں۔ تو باب منعقد کرنے کی وجہ یہی ہے جو ہم نے ابھی بیان کی ہے کہ امور ضروریہ مسجد میں ناجائز ہیں۔

قوله باب القضاء واللعان صفحہ ۱۳/۶۰

امام بخاریؒ کی غرض اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ مسجد میں فیصلے کرنا اور لعان کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ فرمایا جائز ہے بناہیں کتاب الاحکام میں یہ ترجمہ دوبارہ لارہے ہیں۔

باب من قضی ولعن فی المسجد

لفظ بین الرجال والنساء کو بعض حضرات نے زائد قرار دیا ہے۔ حالانکہ بین الرجال والنساء کا تعلق قضاء سے ہے لعان سے نہیں ہے۔ البتہ لفظ لعان اجنبی درمیان میں لایا گیا سو ایسا کرنا جائز ہے۔

قوله ان اصلی بقومی صفحہ ۲۱/۶۰ چونکہ امام کو دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ اہتمام کرنا پڑتا ہے اسلئے اسے مسجد میں ضرور حاضر ہونا چاہیئے۔ اس کا ذکر کر کے انہوں نے چاہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس کے لئے ایک ایسی جگہ مقرر کر دیں جس میں وہ ان بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز پڑھا کریں۔ اور وہ مقتدیوں سے کہہ دیں گے کہ وہ ان دنوں اس کا انتظار نہ کریں۔ نیز! حدیث کے الفاظ سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس مقام پر نماز پڑھی جہاں کا صحابی نے حکم دیا۔ اپنی مرضی سے آپؐ نے کوئی جگہ مقرر نہیں کی۔

قوله فلم یجلس صفحہ ۲۵/۶۰ اس سے واضح ہوا کہ پہلے مقصود کو جلدی پورا کرنا چاہیئے بعد ازاں دوسرے کاموں میں مشغول ہو کیونکہ وہ مقصود کے توابع میں سے ہے۔

قوله ذلک لنا فقی صفحہ ۶۱ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس شخص کے ظاہر حال اور علامتوں سے مشاہدہ ہو تو اس پر نفاق کا

علم لگانا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کے اس قول پر سختی نہیں فرمائی۔ البتہ چونکہ آپ کو اس کے مؤمن ہونے کا علم تھا اس لئے ان کے گمان کے خلاف انہیں منافق کہنے سے روک دیا گیا۔ بہتر یہ حدیث سے واضح ہوا کہ ایسے مواقع پر کلام میں تاویل کی جائے اور بھلائی کا گمان کرنا چاہیے۔ اور جہاں تک ممکن ہو ایسے شخص کے کلام کو کسی صحیح حمل پر حمل کیا جائے۔ یا بھڑیت کے تقاضا کے مطابق اس کا ادنیٰ مرتبہ اختیار کیا جائے۔ کیونکہ نفاق کا حکم لگانا سخت حکم ہے۔ البتہ فسق اور گناہ پر حمل کرنا آسان ہے۔ انہیں ظاہری علامات کی بنا پر حضرت عمرؓ نے مخاطب بن ابی بلتعہؓ پر نفاق کا حکم لگایا تھا۔

قوله فصدقه صفحہ ۵۶۱ سوال یہ ہے کہ جب محمود عادل تھے تو امام زہریؒ نے دسرے سے کیوں پوچھا جنہوں نے ان کی تصدیق کی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزید اطمینان کے لئے سوال کیا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ سوال اس لئے کیا کہ حضرت محمود بن سیدہ بزرگوں میں سے نہیں تھے۔ ممکن ہے بچپن میں انہوں نے حدیث سنی ہو کیونکہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ محمود بمسفل پانچ سال کے تھے۔ اور حضرت عثمانؓ کی وفات خلافت معاویہ کے دور ۴۰ھ میں ہوئی ہے۔

باب هل ينبش قبور المشركين ويتخذ مكانها مساجس صفحہ ۸۶۱

مشرکوں کی قبور کو تو پھوڑ کر ان کی جگہ مساجد بنانا جائز ہے اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول ہے کہ لعن اللہ الیہود النجیہ یهود لغتی اس لئے بنے کہ انہوں نے بت پرستوں کی مشابہت کا ارتکاب کیا تو ان کی قبروں کو ہموار کر دیا جائے۔ تاکہ مشابہت کی صورت ختم ہو کر وہاں پر نماز پڑھنا جائز ہو سکے۔ اب یہ زمین کا ہموار کرنا دو طرح سے ممکن تھا۔ یا تو قبر توڑ پھوڑ دی جائے یا اس جگہ سے میت کی ہڈیاں تک نکال دی جائیں۔ یا قبر کو برباد کر دیا جائے تاکہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے جس سے مشابہت کا خطرہ پیدا ہو تو جب معاملہ اس طرح ہے تو مشرکین کی قبور کو تو بالکل اکھیڑ دیا جائے کیونکہ وہ محل غضب الہی ہیں۔ ان کو تو مساجد باقی رکھنا کسی طرح مناسب نہیں ہے مسلمانوں کی قبور کو نہ اکھیڑا جائے۔ کیونکہ ان کی ہڈیوں کا مسلمانوں کے قدموں کے نیچے ہونا کوئی نقصان کی بات نہیں ہے اور کراہت کی وجہ بت پرستوں سے مشابہت تھی سو وہ یہاں منتفی ہے۔ پس روایت سے استدلال تو کافر اور مؤمن دونوں کو شامل ہوا کہ قبور پر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور قبور کی توڑ پھوڑ وہ کفار کے لئے خاص ہوئی جو روایت کا خلاصہ ہے اس مقام پر زیادہ غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ترجمہ اور اس کا اہمیت کرنا مشکلات تراجم میں سے ہے۔ تو دلیل کا خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے مکانات پر جہاں قبور ہوں نماز پڑھنا جائز تو ہے لیکن کراہت تحریمی ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے نماز کے لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ حکم دیا کہ قبر سے چا جائے۔ معلوم ہوا کہ جب قبر کی طرف سجدہ نہ ہو تو مقبرہ کی طرف نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ قبور خواہ مشرکین کی ہوں یا مسلمانوں کی ان پر مساجد بنانا اس وقت جائز ہے جب کہ قبور کو زمین کے ساتھ برباد کر دیا جائے۔ کہ قبور کا نام و نشان نہ رہے۔ یا انہیں اکھاڑ پھینکا جائے پھر مشرکین کی ہڈیاں کسی جگہ پھینک دی جائیں۔ اور مسلمانوں کی ہڈیاں کسی مکان میں دفن کر دی جائیں۔ بہر حال ان کی تعظیم کرنی چاہیے

کہتے ہیں کہ میزاب رحمت کے نیچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔ لفظ هل یا تو بمعنی قد کے ہے یا اس سے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ ہے کہ امام اوزاعیؒ قبور کی جگہ مساجد بنانے کے قائل نہیں ہیں اور ترجمہ میں مایکروہ کا عطف لفظ قول النبی ﷺ پر ہے۔ جو ترجمہ سابقہ کی دلیل ہے کہ نبش کے بعد مسجد بنانا جائز ہے۔ لیکن ایسی مساجد فی المقابر میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قوله اولئك شرار خلق الله صفحہ ۱۳۶/۱۳ حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں اور اس مکان میں جس میں تصویریں ہوں نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن کراہت ضرور ہے اور بُرا کام ہے جس سے چنا چاہیئے۔ چونکہ تصویر کشی گناہ ہے۔ لوگ ان کی پوجا پاٹ بھی کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو شرار خلق اللہ کہا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے کافروں والا کام کیا۔ بلکہ غیر اللہ کی عبادت کفر ہے۔ متبریں شیخ گنگوہیؒ نے اس کے لئے اسأۃ کا لفظ اختیار کیا ہے کراہت کا لفظ نہیں لائے۔

قوله اربعاً وعشرين لیلۃ صفحہ ۱۵۶/۱۵ قبائیں چوبیس راتیں قیام کرنے کے باوجود آپؐ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا معلوم ہوا کہ بستیوں میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ پہلا جمعہ آپؐ نے موسالم میں ادا کیا ہے جیسا کہ فریقین کے نزدیک مسلم ہے حالانکہ جمعہ مکہ مکرمہ میں واجب ہو چکا تھا۔ پس اگر جمعہ بستیوں میں جائز ہو تا تو آپؐ اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

باب الصلوة فی مواضع الابل صفحہ ۲۵/۶۱

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ پر نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیاطین میں سے ہیں۔ متبریں اہل ظواہر مبارک اہل یا معاطن اہل میں نماز کے فساد کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ نے مبارک اور معاطن کی جائے عام لفظ مواضع ترجمہ میں لائے۔ اس سے ظاہر یہ پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ان مواضع میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اونٹوں کی ذات میں کوئی خرابی نہیں۔ بلکہ کراہت کی وجہ دل کی تشویش ہے اور فکر کی پریشانی ہے۔ اس لئے کہ سدھائے ہوئے اونٹوں میں ایک قسم کا اطمینان اور تسلی ہوتی ہے کہ اونٹوں کو بٹھادینے کے بعد وہ کھڑے نہیں ہوتے اور نہ ہی بٹھادینے کے بعد وہ وحشی بن کر بھاگتے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا کہ ایک اونٹ ہو تو پریشانی اور بھاگ جانے کا خدشہ ہوتا ہے بہت ہوں تو کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بات تو اطمینان اور تسلی کی ہے۔ اس میں ایک ہو یا زیادہ ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ متبریں حضرت امام بخاریؒ کا حضرت ابن عمرؓ کے اس فعل سے استدلال کرنا صحیح ہوا کہ وہ اپنی اونٹ کی سواری کو بٹھا کر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اطمینان کے وقت مبارک اہل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ جیسا کہ خود اونٹوں سے اطمینان کے وقت نماز جائز ہے۔

مبارك الابل اونٹوں کے بٹھانے کی جگہ اصطبل اور معاطن خاص ہے کہ جہاں پانی کیلئے اونٹ بٹھائے جائیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نئی معاطن اہل کے ساتھ خاص ہے۔ ورنہ دوسرے مواضع اہل میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

باب من صَلَّى وَقَدِ امَّه تَنُورًا

اَوْشَعُ مَمَّا يَعْبُدُ الْخُصْفُ صَفْحَ ۲۷/۶۱

ترجمہ۔ جس شخص نے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ اسکے آگے تنور ہے یا آگ ہے یا ایسی چیز ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔

توجہ نمازی کی نیت محض اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہے۔ لیکن چونکہ اس میں یوں کی پرستش سے مشابہت ہے اس لئے کراہت سے خالی نہیں ہوگی۔ البتہ فریضہ صلوٰۃ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ معبودات باطلہ کا قبلہ کی طرف ہونا کوئی نقصان دہ نہ ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں قبلہ کی طرف آگ کو دیکھا جس سے آپ کی نماز میں کوئی فرق نہیں آیا امام بخاریؒ نے اس روایت سے ایک لطیف طریقہ پر استدلال کیا ہے۔ کیونکہ امام بخاریؒ نے اس استدلال سے ظاہر کر دیا کہ وجہ شبہ مخفی غیر مدرك بالعقل تھی جس کا تقاضا تھا کہ کراہت بھی نہ ہوتی کیونکہ آنحضرت ﷺ کو جو آگ نماز میں دکھائی گئی وہ آگ معبود نہیں تھی وہ تنور یا جنم تھی جو لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ تھی۔ اور یہ فقہاء کا مسئلہ ہے کہ اگر کسی نمازی کے آگے آگ ہو یا تصویر ہو یا قبر ہو اگر اس کے آگے پردہ کر لیا جائے تو پھر یوں کی پرستش سے مشابہت نہیں رہتی۔ اس طرح یہ آگ جو لوگوں کی آنکھوں سے غائب تھی جس کو آپ نے اپنے آگے نماز میں دیکھا تو یہ بھی مشابہت کا سبب نہیں بنے گی کیونکہ وہ پردہ میں ہے۔ اس سے ترجمہ کے اندر جو تنور کا ذکر ہے اس کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ آگ تنور کے اندر پردہ میں ہے۔ لہذا کراہت کی علت اس سے بھی اٹھ جائے گی۔ اسی طرح آگ۔ قبور اور تصاویر کا حکم ہے کہ علت کے رفع ہو جانے کی وجہ سے نماز میں کراہت بھی نہیں رہے گی۔ جب کہ یہ اشیاء آنکھوں سے اوجھل ہوں۔ بہار میں آنحضرت ﷺ کا نماز کے اندر آگ کو دیکھنا اس سے بھی آپ کی نماز مکروہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ حقیقی آگ کی تصویر تھی جس کو دیوار میں دکھایا گیا۔ بعض حضرات نے آپ کی نماز میں کراہت کو تسلیم کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ یہ روئے اضطراری تھی اختیاری نہیں تھی۔ یہ جواب اس لئے بعید ہے کہ اگرچہ آگ آپ کے اختیار میں نہیں تھی لیکن اس کا دیکھنا تو آپ کے اختیار میں تھا۔ پس اگر کراہت ہوتی وہ بھی تحریمہ تو آنحضرت ﷺ ضرور اس نماز کو توڑ دیتے۔ خوب غور کرو دقیق مقام ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْخُسْفِ وَالْعَذَابِ صَفْحَ ۵/۶۲

جہاں زمین دھنس جائے یا کوئی عذاب کی جگہ ہو وہاں پر اگرچہ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔ کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ایسے عذاب کے مقامات پر نہ ٹھہرنے کا حکم ہے۔ جب نماز پڑھنی شروع کر دی تو ایسے امکان عذاب پر ٹھہرنا ہو گیا۔ ہالانکہ یہ عبرت کے مقامات ہیں جہاں سے ہمیں جلدی گزر جانے کا حکم ہے بلکہ روتے ہوئے گزر جانا چاہیئے نہ کہ ایسے مقامات کو وطن بنایا جائے۔ نماز کے لئے تو طہانیت چاہیئے۔ لہذا نماز پڑھنا مکروہ ہوگا۔ ترجمہ میں والعذاب کی قید تعمیم بعد تخصیص ہے۔ یعنی بتلانا ہے کہ کراہت صلوٰۃ کوئی خسف کے لئے خاص نہیں بلکہ عام عذاب کی جگہ پر نماز نہ پڑھے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْعَةِ صَفْحَةُ ۹۶۲

بیعہ معبد نصاریٰ اور کثیمہ معبد یہودیہ۔ لیکن ایک دوسرے پر اطلاق کی وجہ سے روایت میں کثیمہ وارد ہے۔ ترجمہ میں بیعہ کا لفظ لائے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی فرق نہیں۔ شاید امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ ہو کہ معابد غیر مسلم میں نماز بلا کراہتہ جائز ہے۔ بعرض طیکہ اس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو مثلاً اس میں شرک نہ ہو تا ہو تصویریں نہ ہوں اور نہ ہی قیور وغیرہا ہوں جن کی طرف سجدہ کیا جاتا ہو۔ اگر امور مذکورہ میں سے کوئی چیز ان معابد میں موجود ہو تو جو از صلوة مع الکراہتہ اس لئے ہو گا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا ترجمہ کہ تمام روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔ اس باب میں جس قدر روایات اور آثار ذکر کئے گئے ہیں وہ اس معنی پر واضح دلالت کرنے والے ہیں کیونکہ ان معابد میں تصویروں کا ہونا اور ان کا رکھنا یہ موجب لعنت ہے۔ پھر یہ لعنت کا سبب ان لوگوں کے لئے بن جائے گا جو ان مقامات پر عبادت میں ان کے شریک ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ لعنت تصویر بنانے والوں پر ان مسلمان عبادت گزاروں سے زیادہ پڑے گی۔

قَوْلُهُ وَاسْلَمْتُ صَفْحَةُ ۳۶۳ وہ لڑکی خادمہ جس پر چمڑے کا ہار چرانے کا شبہ کیا گیا اس کی تلاشی لی گئی اسے بہت بے عزت کیا گیا۔ حالانکہ چمڑے کا یہ ہار کوئی اتنا قیمتی نہیں تھا جس کے گم ہونے پر اس بے چاری سے اتنا بُرا سلوک ہوا۔ یہ بد سلوکی ان لوگوں سے اور ان کے دین سے نفرت کا باعث بنی۔ اگرچہ وہ پہلے سے ان کے نزدیک بڑی باعزت اور قابل احترام تھی۔ چیل جو ہار اٹھا کر لے گئی تھی اس کے واپس پھینک جانے کے بعد اس کو قبیلہ والوں سے بالکل نفرت ہو گئی۔ چنانچہ ان کو اور ان کے دین کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت ﷺ نے اس کے لئے مسجد نبوی کے اندر خیمہ بویا جہاں وہ رہائش پذیر ہوئی اور حضرت عائشہؓ سے اپنے اس واقعہ کا ذکر کرتی تھی

الَا قَالَتْ وَيَوْمَ وَشَاح صَفْحَةُ ۴۶۳ یہ شعر بطور تحدیث نعمت کے وہ پڑھا کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر بہت انعام کیا کہ اسے اسلام کی دولت نصیب ہوئی۔ اس لئے وہ بار بار اس شعر کو پڑھتی تھی۔ وہ ہر ایک دلہن کا تھا جو غسل خانہ میں داخل ہوئی اسے اتار کر رکھا چیل نے اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اچک لیا اور لڑکی کی دعا کی بدولت اسے لوگوں کے سامنے پھینک گئی۔

قَوْلُهُ وَكَانَ أَصْحَابُ الصُّفَّةِ الْفُقَرَاءُ الخ صَفْحَةُ ۷۶۳ اصحاب صفہ فقراء طلبہ کا ایک گروہ تھا جن کی تعداد ستر سے چار سو تک جو گھٹتے بڑھتے تھے۔ ان کا نہ اہل تھا نہ مال نہ کوئی حویلی تھی نہ کوئی گھر تھا۔ ان کا قیام اور نیند کھانا پینا سب مسجد نبوی میں ایک چبوترہ کے اندر ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کے لئے مسجد سے باہر الگ ایک مکان بویا تھا۔

قَوْلُهُ أَيْنَ ابْنِ عَمَّكَ صَفْحَةُ ۱۱۶۳ بسا اوقات محاورات میں ابن عم کا اطلاق ایک دادے کی اولاد پر بھی ہوتا ہے اس طرح پوتے اور اولاد کی اولاد پر بھی ہوتا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے ابن عم نہیں تھے

تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا۔ کہ یہاں حرف مضاف ہے۔ اِیُّہُ الْاَبْنِ عَمِّ اَبِیْلَکَ یہ قرابت قریبی مرہبان ہونے کے لئے جنمائی گئی۔

قوله فَمَ ابَا تُرَابٍ صفحہ ۶۳/۱۲ حضرت علیؓ کے لئے اگرچہ جائز نہ تھا کہ وہ بغیر اپنے گھر کے مسجد نبویؐ میں قیلولہ کرنے گئے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا اے ابو تراب یہاں سے اٹھو اور گھر جا کر آرام کرو۔ معلوم ہوا کہ فقیر مسافر کے علاوہ کے لئے بھی مسجد میں سونا جائز ہے۔ اگر جائز نہ ہوتا تو جناب نبی اکرم ﷺ حضرت علیؓ کے عزم مسجد پر انکار کر دیتے۔ بہر حال حضرت جبرین بن مطعمؓ کی روایت ہے **لَا تَمْنَعُوا الْقَائِلَةَ فِي الْمَسْجِدِ مُقِيمًا وَلَا ضَيْفًا** الحدیث ترجمہ۔ کسی شہری اور مہمان کو مسجد میں سونے سے نہ روکو۔ تو غیر فقرا کے لئے مسجد میں سونا ثابت ہوا۔

قَوْلُهُ فَيَجْمَعُهُ بَيْنَهُ صفحہ ۶۳/۱۷ اصحاب صفہ پر ایسی چھوٹی کملی ہوتی تھی جو پنڈلیوں تک پہنچتی اور بعض کو ٹخنوں تک چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ اپنے چلنے کے وقت رکوع اور سجدہ میں اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تاکہ کہیں ان کا تنگ ظاہر نہ ہو جائے۔

قَوْلُهُ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ صفحہ ۶۳/۲۲ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ محض بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا کرے وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اعتکاف کی نیت سے تھوڑا سا بیٹھ جانے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تاکہ اسے اعتکاف کا ثواب بھی حاصل ہو جائے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اعتکاف کا صحیح ہونا کوئی بیٹھنے پر موقوف نہیں ہے۔ وہ تو مسجد میں داخل ہوتے اگر کوئی اعتکاف کی نیت کر لے تو وہ محکف ہو جائے گا۔ دوسرے روایت میں تصریح ہے کہ بیٹھنے سے پہلے تحیۃ المسجد ادا کرے۔ تحیۃ المسجد کو خواخواہ مؤثر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو اگر کوئی ادائے صلوٰۃ سے عدا پہلے بیٹھ گیا تو تحیۃ المسجد کا وقت فوت ہو گیا احناف اور مالکیہ کے نزدیک جلوس سے تحیۃ المسجد کا وقت فوت نہیں ہوتا۔

باب بنیان المسجد صفحہ ۶۴/۱

اس ترجمہ کے تحت جو آثار امام بخاریؒ لائے ہیں اور وہ روایت جو بظاہر ترجمہ کے مخالف ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے اشارہ کیا کہ مسجدوں کا نقش و نگار ان کو چوڑے اور سینٹ سے پختہ کرنا اس وقت مکروہ ہے جب یہ فخر اور ریا کے لئے ہو۔ اور نمازیوں کے شغل کا سبب بنے۔ اور ان کے دلوں کے توجہ کا مرکز بنے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔ یہی سیدنا عثمانؓ کے مسجد نبویؐ میں تعمیر کرنے کا جواب ہے۔ کہ انہوں نے کھجور کی لکڑیوں کی بجائے ساگون کی لکڑی استعمال کی۔ اور کچی اینٹوں کی بجائے پتھر رکھے۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے سب کچھ اپنے مال سے بنایا ہے بیت المال کا پیسہ خرچ نہیں کیا۔ جس پر صحابہ کرامؓ نے سکوت کیا۔ گویا کہ جواز صحابہ کرامؓ کے سکوتی اجماع سے ثابت ہوا۔

قوله باب التعاون في بناء المسجد

مسجد کے مانے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ اس ترجمہ سے امام حارثی نے دواہر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک تویہ کہ مساجد کے مانے میں قتلون کرنا جائز ہے۔ دوسرے قتلون کے عدم جواز کے وہم کو دفع کیا کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد نبوی کے لئے بنو نجار سے مفت زمین حاصل نہ کی بلکہ اس کی قیمت ادا فرمائی۔ ترجمہ میں آیت کو ذکر کرنے سے اشارہ کیا کہ مشرکین کی تعمیر مسجد قبول نہیں جب کہ وہ اشراک کی صفت پر ہو۔ یعنی اس میں ان کے معبودان باطلہ کی تعظیم مقصود ہو یا فخر ریا اور شریت مقصود ہو۔ اسی طرح مسلمانوں میں سے بھی جس نے ایسا کیا اس کی تعمیر بھی غیر مقبول ہوگی۔ جبکہ وہ اس سے شریت اور فخر حاصل کرنا چاہتا ہو۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہو تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ تعمیر کرانے والا مشرک کیوں نہ ہو۔ اور اس کی دلیل جناب نبی اکرم ﷺ اور امت کے مسلمانوں کا حرم مکہ میں نماز پڑھنا ہے۔ حالانکہ وہ مشرکین کا مکہ کر وہ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں لائی گئی۔ خوب غور کرو۔ واللہ التوفیق

قوله يدعونه الى النار صفحہ ۱۲/۶۳ حضرت عمار بن یاسرؓ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد تھا کہ فعله الفتنۃ الباغیۃ يدعونه الى النار او کما قال ترجمہ کہ انہیں ایک باغی گردہ قتل کرے گا جو انہیں جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ اس حدیث سے حضرت علیؓ کے حامیوں نے اپنی حقانیت پر استدلال کیا حضرت امیر معاویہؓ کے لوگ بتویل کرتے تھے کہ ہم باغی نہیں بلکہ ہم تو حضرت عثمانؓ کے خون کے طالب ہیں۔ تو باغیہ بغاوت سے نہ ہوا بلکہ غلطی سے ہوا جس کے معنی طلب کرنے کے ہیں۔ حضرت قلب گنگو بھٹی جو اب دے رہے ہیں کہ واقعی یہ فعل قتل امیر معاویہؓ کے لوگوں کے بارے میں صحابہ کبار کا باعث بنا لیکن چونکہ اجتہادی غلطی تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں نے قتل عمار کا ارتکاب کیا جو حقوق اور نار کا سبب تھا۔ البتہ یہ گناہ خطا اجتہادی کی وجہ سے رفع ہو جائے گا۔ جس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے کہ لَوْلَا رَحْمَةُ رَبِّكَ لَأَكِيدَنَّ فَصْلَكَ مِنَ الَّذِينَ سَبَقُوكَ فِي الْأَوَّلِينَ کہ اسارائی بدر کے فدیہ لینے میں آنحضرت ﷺ اور دیگر صحابہ کرام سے سوائے حضرت عمرؓ کے اجتہادی غلطی ہوئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمایا ورنہ آپ کا ارشاد ہے کہ نزول عذاب کے وقت سوائے حضرت عمرؓ کے اور کوئی نہ چلتا۔ اس آیت کی تفسیر میں امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اور توجیہات بھی کی ہیں جن میں سے چوتھی توجیہ یہی ہے۔ نیز ! اقل الموبتین کو اعلیٰ مرتبہ کے اعتبار سے عذاب اور نار سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور ایک معنی ضائع ہونے کے بھی ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ اصحاب معاویہؓ حضرت عمارؓ کو امام عادل کی مخالفت کی دعوت دیتے تھے۔ جو ان کے اپنے کو ضائع کرنے کے برابر تھا۔

قوله انکم اکثرتم صفحہ ۲۰/۶۳ حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی بنا میں تبدیلی کی تو عوام صحابہ کرام نے ان پر اعتراضات کی جو چھاڑ کر دی۔ بعض حضرات نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے مساجد کی زیب و زینت سے منع کیا ہے۔ یہ نئی عام تھی جس کی انہوں نے مخالفت کی ہے۔ اور بعض دوسرے حضرات اگرچہ یہ سمجھتے تھے کہ نئی فخر و شہرت اور مقابلہ بازی سے متعید ہے۔ تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو فخر و مباہات پر محمول کیا تیسرے گردہ کا اعتراض محض اس وجہ سے تھا کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی عمارت میں تبدیلی کر دی۔ اور پہلے کے قدیم اصحاب اسی کو پسند کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بنیاد تعمیر باقی رہ جاتی۔ یہ نہیں کہ وہ اسے ناجائز

سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی نہیں کہ منہوں نے حضرت عثمانؓ کے فعل کو مباحات اور شریعت پر محمول کیا ہو۔ اور جو حقے گردہ نے اس لئے اعتراض کیا کہ وہ اس طمع سازی کو زہد اور میانہ روی کے خلاف سمجھتے تھے جس کو اختیار کرنے کا ہر ضروری کام میں حکم ہے۔ حضرت عثمانؓ کی نقل کردہ یہ روایت ان سب اعتراضات کا جواب ہے۔ کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کی ماسجد کی ترغیب کے حکم کی تعمیل میں ایسا کیا ہے۔ اس روایت کو بہت سے کبار صحابہؓ نے نقل کیا ہے۔ اور مغلہ فی الجنۃ کہ جس نے دنیا میں مسجد بنائی تو جنت میں اس کی طرح اس کا محل بنایا جائے گا یہ مماثلت جو حدیث میں مذکور ہے وہ مساوات میں نہیں ہے بلکہ وہ ایسے ہے جیسے دنیا میں اور آخرت کے قیام میں نسبت ہے۔ تو ایسے جنت کے محلات اور آخرت کے مکانات جو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو عطا فرمائیں گے وہ دنیا کے مکانات اور محلات کی حسب اعلیٰ اور ارفع ہوں گے۔ ان کی کیفیت اور کیت کو اللہ تعالیٰ بھر جانے والے ہیں۔

باب المرو فی المسجد صفحہ ۲۳/۶۳

ترجمہ کی غرض میں اختلاف ہے۔ قلب گنگوئی ترجمہ کی غرض بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شاید اس سے مراد یہ ثابت کرنا ہو کہ مسجد میں سے گزرنا اس وقت جائز ہے جب کہ اس سے کوئی مفسدہ لازم نہ آتا ہو۔ مثلاً نمازیوں کو نقصان پہنچانے یا مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ ہو۔ جب کہ لوگ وہاں سے گزرنے کی عادت بنالیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ غرض ترجمہ امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ جنت والے ناپاک آدمی کے لئے مسجد سے گزرنا جائز ہے۔ دلیل یہ ہے کہ لفظ رجل مطلق ہے جو جنبی اور غیر جنبی دونوں کو شامل ہے اور قرآن مجید کی آیت وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرُوْا سَبِيْلًا سے بھی استدلال ہے۔ جواب یہ ہے اس جگہ قید اس لئے نہیں لگائی کہ وہ معلوم ہے کہ جنبی مسجد سے نہ گذرے جیسے لسن کھانے سے بدلا والا اور جس کا خون بہتا ہو۔ یہ ان کے لئے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد کے خون سے آلودہ ہونے کا خطرہ ہے۔ حالانکہ لفظ مطلق تو ان دونوں کو بھی شامل ہے۔ حق مسئلہ یہ ہے کہ کسی چیز کے جواز اور عدم جواز کا فتویٰ اس کی ذات پر نظر کرنے پر مبنی ہوتا ہے۔ جو عوارض اس حکم کو بدل دیں ان کی طرف نہیں دیکھا جاتا جیسے ہمت سے مباحات جو کسی عارض کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں یہ ایک ضابطہ ہے کیونکہ سب ممنوعات کو ایک نص میں ذکر نہیں کیا جاتا۔

قَوْلُهُ هَلْ سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ صفحہ ۲۷/۶۳ حضرت حسانؓ مسجد میں شعر پڑھنے پر حضرت ابو ہریرہؓ کو اس لئے گواہ بنا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں مسجد میں شعر پڑھنے سے روک دیا تھا۔ تو حضرت ابو ہریرہؓ نے تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں! جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت حسانؓ کو مسجد نبوی میں اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

اَجِبْ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَيُّدِهِ بَرُوْجُ الْقُدْسِ ترجمہ اللہ کے رسول کی طرف سے کفار کی جھوکا جواب دواے اللہ! روح القدس سے ان کی تائید فرمادے۔ قلب گنگوئی فرماتے ہیں کہ حق وہی ہے جو حضرت عمرؓ فرماتے تھے کیونکہ حضرت حسانؓ ایسے اشعار پڑھتے تھے جن کا مسجد میں پڑھنا جائز نہیں تھا۔ مثلاً وہ عورتوں کے حسن و جمال کی تعریفیں اور فخر و مہابت کی باتیں جن کی اب ضرورت

نہیں رہی۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے وقت کفار کی جو وند مت کے جواب میں ضرورت تھی وہ اب نہیں رہی۔ بلکہ اس زمانہ میں شعر کے ذریعہ جواب دینا تلوار سے زیادہ اثر کرتا تھا اس لئے اسے مستحب گردانا گیا۔ حق پر ہونے کے باوجود حضرت عمرؓ اس لئے خاموش ہو گئے کہ حدیث نبوی کا ادب ملحوظ تھا اور وہ اپنے آپ کو چاہنا چاہتے تھے کہ کہیں صورۃ ان کا روایت سے مقابلہ نہ ہو جائے۔ اگرچہ درحقیقت یہ مقابلہ نہیں تھا۔ کیونکہ ہر زمان اور مکان میں ہر قسم کے شعر کی اجازت نصوص کی مراد کے خلاف ہے۔ چنانچہ ترمذی اور ابو داؤد میں روایت موجود ہے۔ جس میں مساجد کے اندر اشعار پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ بہر حال قطب گنگوہیؒ نے دونوں بزرگوں حضرت عمرؓ اور حضرت حسانؓ کے مرتبوں کا لحاظ کرتے ہوئے عجیب محکمہ کیا ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ أَصْحَابِ الْحَرَابِ فِي الْمَسْجِدِ صَفْحَةُ ۱۶۵

پہلے گذر چکا ہے مسجد میں ننگا نیزہ لے کر نہ گذرنا چاہئے کیس نیزہ اور تیر کا پھل کسی مسلمان کی تکلیف کا باعث نہ بن جائے۔ اس باب سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر جہاد کے لئے نیزہ بازی کی جائے تو جائز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اس قسم کے مباحات جن میں عبادت کی نیت ہو ان کو مساجد میں لانے سے کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ عام لوگوں کی عادت نہ بن جائے۔ اور نہ ہی اس سے نمازیوں کو کوئی نقصان پہنچے اور نہ ہی اس سے کوئی اور خرابی پیدا ہو۔

قوله زاد ابراهيم ابن المنذر الخليلي بحراهم اس حراهم کی زیادتی سے پہلی حدیث کا اس باب میں لانا صحیح ہو گیا قولہ فاتنی قبرہ فصلی علیہا صفحہ ۲۳/۶۵ خادم مسجد کے فعل کی فضیلت پر تنبیہ کرنے کے لئے امام بخاریؒ نے باب منعقد کیا ہے کہ اس خادمہ کی خدمت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کو اس قدر فکر ہوئی کہ اس کی قبر پر جا کر دعا مانگی۔ یاد دوبارہ نماز جنازہ پڑھی تو مسجد میں جھاڑ دینے کو کوئی معمولی کام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ موجب اجر و ثواب ہے تبھی تو آپؐ نے اس کی قبر پر جا کر نماز جنازہ دوبارہ پڑھی

باب تحريم تجارة الخمر في المسجد صفحہ ۲۳/۶۵

شراب اور خنزیر اگرچہ اکبر الفواحش ہیں لیکن ان گندنی و حرام چیزوں کا ذکر مسجد میں اگر کسی غرض صحیح کے لئے ہو تو جائز ہے جیسے ان کی جرمت یا ان کی تجارت وغیرہ حرام ہے ان مسئلوں کا بیان کرنا مساجد میں جائز ہے۔ ان کے نام لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

باب الخدام للمسجد صفحہ ۲۶/۶۵

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ مسجد کے متولی وغیرہ کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ مسجد کے لئے ایک ایسا خادم مقرر کرے جو مسجد کی دیکھ بھال کرے اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھے۔ خواہ وہ مسجد کی ضروریات مسجد کے مال سے پوری کرے۔ جب کہ اس کی ضرورت ہو۔ یا اپنے مال سے کرے۔ یا یہ کرایہ اور اجرت پر حاصل کرے۔ یا یہ کہ کوئی حسبہ للہ مسجد کی خدمت کرے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

البتہ جب کسی کو تنخواہ پر مقرر کیا جائے تو اس عبادت کا ثواب تنخواہ دینے والے کو ملے گا اسے حاصل نہیں ہوگا بل یسئل ثوابہ الی المستاجر
جب کہ وہ عبادت مستحب ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ فرض عین یا فرض کفایہ پر اجرت لینا جائز نہیں۔ البتہ متاخرین نے ان پر بھی
اجرت لینے کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ فساد میں ہر دین کے کام کرنے والے کو تنخواہ لینا ضروری
ہے تاکہ وہ پابندی سے کام کرے بغیر تنخواہ پابندی نہیں ہو سکتی۔

بَابُ الْاِغْتِسَالِ اِذَا اسْلَمَ صفحہ ۷۶۶

یہ ترجمہ دو فائدوں کی غرض سے قائم ہوا ہے۔ مؤلفؒ کو ربط الاسیر ایضاً کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسلئے کہ
قیدی اور مدیون کو مسجد میں باندھنے کا حکم پہلے معلوم ہو چکا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ باب درباب ہے جب کوئی مشرک اسلام لانا چاہے تو
اسے پہلے غسل کر کے مسجد میں داخل ہونا چاہیے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے اکثر اہل علم اسے استحباب پر محمول کرتے ہیں۔ امام احمدؒ
کے نزدیک مشرک کو اسلام لانے کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ پہلے ترجمہ کا اعادہ کر کے اسی پر تنبیہ کی
ہے اور ایضاً کے کلمہ سے اس پر تنبیہ کی ہے کہ یہ حکم اگرچہ حدیث سابق سے ثابت تھا لیکن قصہ عفریت پر قیاس کر کے اسے ثابت کیا گیا ہے
ایسے الفاظ ذکر کئے جس سے صراحۃً قیدی کو مسجد میں باندھ دینے کا جواز دلیل سے ثابت کرنا ہے کہ حدیث عفریت کے بعد اس کی مطابقت
ربط الاسیر سے ظاہر ہے۔ اور غریم کا حکم اسیر پر قیاس کرتے ہوئے ثابت کیا۔ الاغتسال للاسلام کا بظاہر ابواب مسجد سے کوئی ربط
نہیں لیکن مشرک کا اسلام لانے کے لئے مسجد میں داخل ہونا اس کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بنا پر اسے ابواب مساجد میں ذکر کر دیا

فاذا سعد یغذو دما صفحہ ۱۶۶/۱۶۷ حضرت سعد بن معاذؓ کو خندق کی لڑائی میں رگ کے اندر تیر لگا جس سے خون بہنے لگا۔

آپؓ نے اس خیال سے کہ ان کی عبادت کرنے میں آسانی ہو مسجد نبویؐ میں ان کے لئے خیمہ لگوا دیا۔ اس پر اشکال تھا کہ جب خون بہہ رہا ہے
تو آپؓ نے مسجد میں خیمہ لگانے کی اجازت کیوں دی کیونکہ خون تو نجس ہے۔ قطب گنگوہیؒ جواب دے رہے ہیں کہ جب خیمہ لگایا گیا تو اس
وقت خون نہیں بہہ رہا تھا ورنہ مسجد کے خون آلودہ ہونے کی بنا پر آپؓ خیمہ زن ہونے کی اجازت نہ دیتے۔ دراصل ان کا خون کبھی جاری
ہو جاتا تھا اور کبھی بند ہو جاتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ مسجد جس کا اس جگہ ذکر ہے اس سے نہ تو مسجد نبویؐ مراد ہے اور نہ ہی کوئی اصطلاحی
مسجد مراد ہے بلکہ اس سے وہ جگہ مراد ہے جو خندق کھودتے وقت نماز ادا کرنے کے لئے بنائی گئی تھی کیونکہ مسجد نبویؐ تو چھ میل کے فاصلہ
پر تھی آپؓ قریب سے کیسے ہمار پر ہی کر سکتے تھے۔ اصحاب سیر نے اسے مسجد کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ امام بخاریؒ کا اس حدیث سعدؓ کو
ابواب المساجد میں ذکر کرنا پہلے جواب کی تائید کرتا ہے۔ چونکہ امام بخاریؒ ہر احتمال سے استدلال کرنے کے عادی ہیں ممکن ہے احکام
مساجد میں توسیع بیان کرنے کے لئے ایسا کیا۔ تو یہ ان کے اصول تراجم میں داخل ہے۔ فلا اشکال الخ تفصیل قصہ سعدؓ کتاب المغازی
میں آئے گی۔

بَابُ ادْخَالِ الْبَعِيرِ فِي الْمَسْجِدِ صُحْہ ۶۶ / ۱۶

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی ضرورت کی بنا پر جانور کو مسجد میں داخل کرنا ہو تو یہ جائز ہے۔ نئی اس لئے تھی کہ مسجد بول بھرا ہو تو اس سے طوٹ نہ ہو۔ یا جانور سدھایا ہو اور اس کے پیشاب کرنے اور گود کرنے کا خدشہ نہ ہو تو پھر اسے مسجد میں داخل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

باب قلب گفتگوئی نے باب جلا ترجمہ لانے کی غرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کبھی باب درباب کی مناسبت پہلے باب سے چلی ہوتی ہے۔ الجواب سے اس کی طرف اشارہ کیا لیکن ذکر کرنے کا اتفاق نہ ہو سکا۔ حضرت مولانا محمد نجی کاندھلویؒ نے اس جواب کا خلاصہ درس میں بیان فرمایا۔ کہ ہر دو صحابی کے عصا کے سر لوٹ کے سر کے مشابہ تھے۔ اس مناسبت سے اس واقعہ کو ادخال البعیر میں لانے اور اسے ابو اب المساجد میں امام حارثیؒ نے اس لئے ذکر کیا کہ وہ دونوں صحابی حضرت عباد بن یحضر اور اسید بن حنظلہؒ جہاں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دیر تک مسجد میں ٹھہرے رہے۔ تو آنحضرت ﷺ کی برکت اور مسجد کی فضیلت اور اس میں زیادہ دیر تک رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی لاشیوں میں روشنی پیدا کر دی جو پھر یں کا کام دیتی تھی۔ العاصل اس باب کو سابق باب سے مناسبت کے بارے میں اللہ کے دس گیارہ اقوال ہیں جن کو لامع کے حاشیہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

بَابُ الْخُوخَةِ وَالْمَمْرِ فِي الْمَسْجِدِ صُحْہ ۶۶ / ۲۴

الممر مصدر می نہیں تاکہ مکرار ترجمہ لازم آئے بلکہ یہ حلف تفسیری ہے کہ خو خہ سے وہ چھوٹی کھڑکی مراد ہے جو مسجد میں گزرنے کے لئے بنائی جائے۔ اور کچھ بڑی کھڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں طاق کہا جاتا ہے۔ شیخ گفتگوئی بھی یہی فرما رہے ہیں کہ جب کوئی مانع مثل جنامہ وغیرہ کے نہ ہو تو مسجد سے گزرنا جائز ہے۔ اس کے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت اسلئے پیش آئی کہ جب خو خات والوں کو اپنے خو خات بند کرنے کا حکم ہوا تو شاید مسجد سے گزرنا بھی منسوخ ہو اس کے جواز کو مختلف کیا۔ ورنہ حضرت ابو بکرؓ کی تخصیص کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی افراد امت میں سے ایک فرد ہیں جیسے گزرنے والوں کے لئے جائز ہے دوسروں کے لئے بھی جائز ہوگا۔ البتہ ان کے خصوصی ذکر سے بتانا ہے کہ وہ امامت صغریٰ کے زیادہ حقدار ہیں۔ تاکہ اس سے ان کے لئے امامت کبریٰ کے لئے زیادہ شرف اور عزت ظاہر ہو۔ کہ جس طرح مسجد میں امامت کے لئے جانے کے لئے محض ان کو اجازت دی گئی باقی لوگ روک دیئے گئے اس طرح خلافت بھی ان کے لئے خاص ہے دوسرے اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ بہر حال اس سے حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت واضح طور پر ظاہر ہوئی۔

ولکن خلة الاسلام صُحْہ ۱۰ / ۶۷ خلاصہ یہ ہے کہ دلی دوستی اسلام پر مبنی ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا اسلام اعلیٰ مرتبہ کا ہے تو جو خلة اس پر مبنی ہوگی وہ بھی خلة کے اعلیٰ مراتب میں سے ہوگی۔ ورنہ عام خلة تو تمام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ اور خلت یہ ہے کہ

دوسروں سے بالکل انقطاع ہو صرف ایک ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ حضرت ابو بکرؓ اس درجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن ایک مانع کی وجہ سے وہ میرے غلیل نہیں بن سکتے وہ مانع یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو غلیل بنا چکا ہوں لو کنت متخذاً غلیلًا غیرو اللہ لا تعبدت اباہمکو غلیلًا۔

باب الابواب والغلق صفحہ ۱۱۶

مسجدوں کے دروازے رکھنا اور ان کو تالے لگانا وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدًا لِلّٰہِ سے وہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید مسجدوں کے دروازوں کو تالے لگا کر بند کرنا مکروہ ہو۔ جس کا نتیجہ مسجد کی وضع کو توڑنے کے مترادف ہو گا۔ کیونکہ مسجد ایک مشترک حق ہے۔ کوئی ایک شخص اس کا مالک نہیں بن سکتا کہ وہ مسجد کو تالا لگا کر بند کر دے۔ اور دوسرے کو آنے سے روک دے۔ تو امام حاریؒ نے اس توہم کا دلہیہ کرتے ہوئے طاعت کیا کہ ایسا کرنا کسی فائدے کے پیش نظر جائز ہے مثلاً مسجد کے سامان کی حفاظت کرنا ہے یا اس کے علاوہ کو محفوظ کرنا ہے روایت اور اثر کی دلالت اس مقصد پر ظاہر ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی یہ مسجد طائف میں تھی جب کہ وہ طائف میں قتل ہوئے تو وہاں مسجد ہوئی جو عجیب و غریب تھی جس کو مقلد رکھا جاتا تھا۔

قوله ترفعان اصواتکم صفحہ ۶۳/۶۷ شاید ان دونوں حضرات نے رخصت کی حد سے زیادہ اپنی آواز کو بلند کیا ہو گا جس پر حضرت عمرؓ نے ان کو اوجھٹکھا کی دھمکی دی۔ یا ان لوگوں نے کسی امر خیر کے علاوہ کسی اور معاملہ میں آواز کو بلند کیا ہو گا جس کا مسجد میں کرنا درست نہ ہو گا۔ بہر حال امام حاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ امام مالکؒ مسجد کے اندر مطلقاً کسی طرح رفع صوت کی اجازت نہیں دیتے۔ خواہ علم کے لئے ہو یا کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ ائمہ علاوہ غرض دینی اور رفع ندوی میں فرق کرتے ہیں تو ممانعت اس صورت میں ہو گی جبکہ اس میں کوئی منفعت دینی نہ ہو ورنہ حضرت کعبؓ کی روایت کے مطابق جواز طاعت ہو گا

قوله لارفعن اصواتہما صفحہ ۲۷/۶۷ ان حضرات کی بلند آوازی اس حد تک نہیں پہنچی ہو گی جس پر انکار کیا جائے نیز اس رفع صوت میں تو اپنے حق کو زندہ کرنا تھا جو منفعت پر مبنی ہوا لہذا جائز ہے۔ چنانچہ امام حاریؒ نے دو مختلف روایتیں لا کر اشارہ کیا کہ ہر رفع صوت ممنوع نہیں ہے۔ اور نہ ہی رفع صوت کی رخصت دی گئی ہے۔ اگر اشکال ہو کہ رفع صوت حد ممنوع تک پہنچی گئی تھی تو آنحضرت ﷺ مگر سے باہر تشریف لائے اور حضرت کعبؓ کو آدمی رقم چھوڑنے کا حکم دیا۔ جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ان کی آواز کو سن لینا مسجد کے چھوٹے اور حجرہ کے قریب ہونے کی وجہ سے تھا اب اشکال نہ رہا۔

قوله باب الحلق فی المسجد صفحہ ۲۸

بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بندی سے منع فرمایا اور بعض سے اس کا جواز طاعت ہوتا ہے تو جہاں حلقہ بندی سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد وہ حلقہ بندی ہو گی جو نماز کے معاملہ میں غلبہ انداز ہو یا نماز ادا کرنے سے رکاوٹ بنے

اگر یہ اجتماع کسی اور مقصد کے لئے ہو۔ خطبہ سنا ہے یا وعظ و نصیحت سنا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ ان حضرات کا ارد گرد بیٹھنا وعظ اور علم کے لئے تھا۔ تو اجتماع حلقہ ہندی کی صورت میں ممکن ہے۔ صف ہندی کی صورت میں اس لئے ممکن نہیں کیونکہ حلقہ ہندی کی صورت میں پوری توجہ ہوتی ہے اور واعظ کی طرف پورا دھیان ہوتا ہے جو وعظ میں مفید ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں واعظ سے قرب ہوتا ہے۔ خلاف صف ہندی کے اس میں بعض کو واعظ کا قرب حاصل ہو گا بعض کو نہیں ہو گا۔ تیسری روایت میں تو اس کی صراحت بھی آگئی ہے جو پہلی دو روایتوں میں اس کا قرینہ ہو گا کہ ان حضرات صحابہ کرام کا آپ کے گرد جمع ہونا خطبہ سننے کے لئے تھا۔ کیونکہ پہلی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ منبر پر تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ خطبہ دے رہے تھے تو صحابہ کرام کا اجتماع خطبہ سننے کی غرض سے ہوا۔ واللہ اعلم

بَابُ الْإِسْتِئْذَانِ فِي الْمَسْجِدِ صَفْحَ ۱۸/۶۸

حدیث میں مسجد کے اندر چت لینے سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔ اور روایت باب سے اس کا جواز ثابت ہے۔ تو نہی اس صورت میں ہو گی جب کہ تنگ کہ کھل جانے کا اندیشہ ہو اگر کشف عورت کا خطرہ نہ ہو تو پھر مسجد میں چت لینا جائز ہو گا۔ تو امام بخاریؒ حدیث باب جواز ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں نہی منسوخ ہو گی۔ شیخ منگوینیؒ نے اسے پاؤں دراز کرنے پر محمول کیا ہے۔

باب المسجد یكون فی الطريق

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ راستہ کی طرح مسجد بنانا بھی عوام کا حق ہے۔ ہر شخص کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے ملک میں بعض حصہ کو مسجد بنائے بھر طیکہ عوامی مفاد کو نقصان نہ پہنچے اس طرح ہر ایک کو یہ بھی حق ہے کہ اگر نقصان نہ ہو تو پھر بھی راستہ میں مسجد بنانے سے روک سکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جب راستہ تنگ نہ ہو تو عوام کو حق حاصل ہے کہ راستہ میں کوئی نئی چیز پیدا کریں بشیر طیکہ عوام کو نقصان نہ پہنچے۔ خواہ وہ احداث خاص کر اپنے فائدہ کیلئے یا اس سے عوام کو فائدہ پہنچتا ہو۔ جیسے سایہ بنالینا یا جوپال بنالینا تو جس طرح ہر ایک کو راستہ میں کسی ایجاد کا حق ہے۔ اس طرح اشتراک کی وجہ سے ہر ایک کو منع کرنے کا بھی حق ہے۔ بہر صورت جواز اس سے مفید ہے کہ کسی ہمسایہ اور گزرنے والے کو نقصان نہ پہنچے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَسْجِدِ السُّوقِ صَفْحَ ۱۸/۶۹

مسجد سوق سے وہ جگہ مراد ہے جس کو کسی شخص نے اللہ کی رضا کے لئے اس لئے وقف کر دیا کہ وہاں نماز ادا کی جائے۔ اس کیلئے مسجد کا حکم نہیں ہے کیونکہ مسجد کا حکم ثابت کرنے کیلئے کچھ شرائط ہیں جو فقہ میں مشہور ہیں کہ اذن عام ہو۔ مسجد ہند نہ ہو۔ حدیث باب مسجد سے اصطلاحی مسجد مراد نہیں اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں صلواتہ فی سوقہ کے الفاظ ہیں اگر اس سے مسجد اصطلاحی مراد ہوتی تو صلواتہ مسجد کا ثواب کم کیوں ہوتا۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو اس لئے ذکر کیا کہ بظاہر بازار شور و شغب کی جگہ ہے۔ اس میں خرید و فروخت ہوتی ہے

جھوٹی سچی قسمیں اٹھائی جاتی ہیں۔ وہم ہوتا تھا کہ شاید ایسے مقامات بازاری میں نماز جائز ہو۔ اس باب سے بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کے جواز کو ثابت کر دیا کہ جب بازار میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو بازار کی مسجد میں نماز ادا کرنا بھی جائز ہوگا۔ اس لئے علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ ترجمہ میں مسجد سے مسجد اصطلاحی مراد ہے۔ مولانا کئی فرماتے ہیں کہ مسجد سے جماعت فی السوق مراد نہیں۔ بلکہ اگر دکان میں کوئی شخص اکیلے نماز پڑھ لے تو اس کو مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے مسجد کے علاوہ گھر یا بازار میں یا کسی اور جگہ جماعت سے نماز ادا کر لی تو کیا اسے مسجد کی جماعت کا ثواب ملے گا یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ ثواب نہیں ملے گا۔ ۵ اگر درخانہ صد محراب داری نماز آں بہ کہ در مسجد گذاری (از مرتب)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پچیس ۲۵ گنیا ستائیس ۷۷ گنیا کا ثواب جماعت پر مرتب ہے۔ تو اس میں مسجد اور غیر مسجد برابر ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ کئی گنا ثواب بظاہر مسجد کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ لہذا مسجد کا ثواب زیادہ ہوگا۔ بہر حال ہر دو حضرات کے نزدیک ثواب ایک کے لئے ہے دوسرے کے لئے نہیں۔ لیکن دونوں اقوال پر مسجد کا ثواب معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا ہے۔ اور دوسرے حضرات کے نزدیک اگر مسجد کا ثواب معلوم ہے تو پھر جماعت کا ثواب معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کیا ہے۔ حدیث باب میں جو ثواب کی تعیین ہے ظاہر یہی ہے کہ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو اسے مسجد کے لئے کہتے ہیں۔ کیونکہ سوائے ان تین مساجد یعنی مسجد حرام مسجد نبوی اور مسجد بیت المقدس کے باقی سب مساجد برابر ہیں۔ کہ وہ ایسی عبادت گاہیں ہیں جن کی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ جماعت تو اس طرح نہیں ہے کیونکہ وہ ثواب توجع ہونے والوں کے اختلاف پر مبنی ہے تعدد زیادہ ہے تو ثواب زیادہ ہوگا۔ تعدد کم ہے تو ثواب کم ہوگا۔ اسی طرح کیفیت میں بھی اختلاف کی وجہ سے ثواب مختلف ہوگا۔ اب اس میں صحیح فیصلہ کن بات یہ ہے کہ حدیث باب میں جو ثواب مذکور ہے وہ جماعت پر مرتب ہے۔ البتہ جب کوئی شخص جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرے گا تو اس کا ثواب یقیناً زیادہ ہوگا جو نماز گھر میں ادا کی جائے۔ اگرچہ فضیلت کیفیت کے اعتبار سے ہوگی کیت کے اعتبار سے فضیلت نہ ہوگی۔ حاصل یہ نکلا کہ جو نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کی جائے وہ مسجد میں اکیلے نماز پڑھنے سے افضل ہے اور گھر میں اکیلے نماز پڑھنے سے گھر میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور ہر دو جماعتوں کو پچیس یا ستائیس کی فضیلت حاصل ہوگی۔ خواہ وہ نماز مسجد میں ادا کی جائے یا گھر میں اور بازار میں ادا کی جائے۔ کیونکہ مسجد میں جماعت سے نماز ادا کرنا ثواب میں اضافہ کے علاوہ شعار اسلام کا اظہار ہے۔ جس کا گھر اور بازار میں نماز یا جماعت ادا کرنے سے اظہار نہیں ہوتا۔ مسجد میں تکثیر جماعت بھی ہوگی۔ لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ سنن اور آداب کے ساتھ نماز کو مکمل کیا جائے گا اگر ہمارے زمانہ کے اماموں کے طرز عمل کے مطابق استحکام سنن و آداب نہ ہوتا ہو تو گھر میں جماعت کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

قوله مادام فی مجلسہ صفحہ ۶۹/۷ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ساری مسجد ہے خاص کر وہ جگہ مراد نہیں جہاں پر رکوع و سجود کیا ہے بلکہ مسجد کے جس حصہ میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کرے تو اسے نماز کا ثواب ملے گا۔ اس طرح دونوں احادیث میں متخالف نہیں رہیگا۔

باب تشبیک الاصاب صفحہ ۸/۶۹

نماز میں انگلیوں کے چٹکارے نکالنا اگرچہ حرام نہیں بلکہ محض ادب ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح اس نماز میں توجہ نہیں رہے گی جس کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ حالانکہ جب سے وہ گھر سے نماز کی نیت سے نکلا ہے وہ نماز میں رہتا ہے۔ اس لئے چٹکارے نکالنے سے نماز سے روگردانی ہو جائے گی۔ اور روایات میں اسے عمل شیطان کہا گیا ہے۔ نماز کے علاوہ چٹکارے نکالنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اگر تشبیک کسی غرض صحیح کے لئے ہے تو جائز ہے۔ عبث ہو تو ناجائز ہے۔ آپؐ نے مؤمن کی مثال میں تشبیک اصابع کیا ہے جس سے مؤمن کو ایک دوسرے کا اس طرح مددگار ہونا چاہیے جیسے آپس میں یہ انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ تشبیک سے انگلیوں کو ملانا۔ اور فرقہ کے معنی چٹکارے نکالنا ہے۔ ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں۔

فقوہہ لمی واقعہ صفحہ ۱۰/۶۹ واقعہ جو عاصم کے بھائی ہیں۔ عاصم بن محمد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے اپنے باپ سے سنی تھی لیکن اچھی طرح اسے ضبط نہ کر سکا۔ تو میں نے اسے اپنے بھائی واقعہ سے ضبط کیا جنہوں نے اپنے باپ سے اسے روایت کیا جو میرے بھی باپ ہیں اور میرے استاد شیخ بھی ہیں۔

قولہ بھذا صفحہ ۱۳/۶۹ امام حناریؒ کا مقصد اس تعلق سے صحابی کی تعیین کرنا ہے۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ہیں پہلی روایت میں واقعہ راوی نے اسے شک سے بیان کیا تھا۔ ہذا سے اشارہ ان گڈڈ لوگوں کی طرف ہے کہ اب وہ اس طرح ہو گئے ہیں سنجیدہ کوئی نہیں رہا۔

باب المساجد التي على طرق المدينة صفحہ ۲۶/۶۹

آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے تو جن جن مقامات پر آپؐ نے آتے جاتے پڑاؤ کیا۔ اس باب میں ان مواضع کا ذکر ہے۔ تاکہ ان مواقع پر نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر مدکت حاصل کی جائے۔ اس طرح ان کی ابواب مساجد سے مناسبت ظاہر ہے۔ پھر حضرت سالم اور نافعؓ کی عبارتوں میں اختلاف ہے غالباً ان کا مقصد ایک ہے۔ چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ان مکانات میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا جس سے سننے والے پر مقصود رمل گیا اسلئے بیان کی ضرورت پیش آئی۔ اس باب میں جن مقامات کا ذکر ہے وہ سات مواضع ہیں۔ غالباً بعض مقامات حضرت ابن عمرؓ پر اس لئے پوشیدہ رہے کہ وہ ان میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ نہیں تھے۔ ورنہ حرمین شریفین کے درمیان منزلیں سات سے بھی بڑھ کر ہیں۔ یا جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے سفر میں جس میں ابن عمرؓ آپ کے ہمراہ تھے سات ہی مقام پر پڑاؤ کیا۔ ان میں سے پہلی منزل کو اپنے اس قول سے بیان کیا کہ کان بنزل بذي الحليفة حاصل یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف آتے جاتے جہاں پڑاؤ کیا وہ جگہ ایک ہی ہے یعنی دلولی مئیت یا اس کے قریب ہے وہاں پر دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک کے اندر آپؐ نے جاتے ہوئے نماز پڑھی ہے اور دوسری میں واپسی پر نماز دلولی کی وہ دونوں مسجدیں اس دلولی کے کنارہ پر بالکل آنے سے سامنے ہیں

اور راستہ وادی کے اندر جا رہا ہے۔ ان دو مسجدوں میں سے پہلی مسجد تو واضح ہے جس کو اپنے قول صحت مسموۃ سے بیان کیا۔ پھر یہ بھی تنبیہ کر دی کہ وہ مسجد جواب ذی الحلیفہ میں بنائی گئی ہے وہ بعینہ اسی جگہ پر ہے اس کا معاملہ تو واضح ہو گیا۔ لیکن دوسری مسجد کے بیان میں خفا تھا اس کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں لیلۃ شرتی سے ظاہر ہونے کے بعد پڑاؤ کیا جاتا ہے شاید وادی کے کنارے پر دو کنکر یلی جگہیں ہوں ایک شرقی اور غربی۔ پھر چونکہ اس جگہ دو اور مسجدیں بھی ہیں تو ان کو ممتاز کرنے کے لئے شروع کیا۔ تاکہ سامع پر یہ تینوں مسجدیں زل نہ جائیں۔ مبالغہ میں فرمایا کہ اس مقام پر دو اور مسجدیں ہیں جن میں سے ایک تو اس جگہ ہے جس کے پاس پتھر ہیں اور دوسری ٹیلوں کے اوپر ہے اور مسجد مقصود جس میں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی وہ زمین کی گہرائی میں ہے لیکن سیلابوں کی وجہ سے اب وہ جگہ ہموار ہو گئی ہے۔ جس میں کچھ مٹی پڑی ہوئی ہے اور کچھ کنکریاں ہیں۔ لیلۃ سے اس جگہ کی مراد ہے۔ یہاں تک دو مسجدوں کا بیان مکمل ہوا۔ اب اس تیسری مسجد کا بیان شروع ہوتا ہے جو شرف روحا میں ہے۔ روحا ایک جگہ کا نام ہے جس کے دو حصے ہیں ایک اوپر کا اور دوسرا نیچے کا۔ جیسے کہ عموماً شہروں کے اندر نشیب و فراز کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ تو شرف روحا کے الفاظ سے بیان کر دیا کہ اس کے دو ٹکڑوں میں سے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور اوپر کے حصہ میں یہاں دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی اور دوسری بڑی۔ پس چوٹی مسجد وہ ہے جس کو لوگوں نے مسجد النبی ﷺ قرار دیا ہے۔ ان کا گمان ہے کہ یہی وہ جگہ ہے جہاں پر جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے۔ دوسری مسجد اس شہر کے لوگوں کی ہے۔ جس میں وہ لوگ نماز ادا کرتے ہیں۔ جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اس چھوٹی مسجد کے قریب ہے وہ چھوٹی مسجد نہیں ہے۔ تو اس مقام کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تم چھوٹی مسجد میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رخ کرو جہاں نمازی کھڑا ہوتا ہے تو یہی دائیں جانب وہ موضع مقصود ہے۔ پس اگر تم اس جگہ نماز پڑھنا چاہو جہاں آنحضرت نبی اکرم ﷺ نے پڑھی تھی تو تم چھوٹی مسجد کو اپنی بائیں جانب رکھو اور تم خود دائیں جانب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر ارادہ کیا مسجد صغیر کے مقام کی نشاندہی کریں جس کے بغیر مسجد میں التباس ہو جائے یا زمانہ کے تغیرات کی وجہ سے اس جگہ کے نشانات مٹ جائیں تو فرمایا کہ جب تم مکہ معظمہ جا رہے ہو تو وہ مسجد صغیر تمہارے دائیں جانب ہوگی۔ اور وہ بڑی مسجد سے کوئی پتھر پھینکنے کی دوری پر ہوگی۔ پھر اس کی مزید وضاحت کے لئے اور اس مکان کی تعیین کے طور پر فرمایا کہ وہ پہاڑ جو روحا کے موڑ پر ہے یہاں تک پہنچے تھے۔ کہ بقیہ حدیث کی شرح اس طرح نہ ہو سکی جس طرح شروع میں وضاحت ہوئی۔ اور انا ضائع ہو گئے جس کا سخت افسوس ہے۔

باب قدر کم ینبغی ان یکون بین المصلی والسترة صفحہ ۱۷۱

نمازی اور سترہ کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیئے۔ ظاہر یہ ہے کہ مصلی فاعل کے وزن پر ہے اور وہ فاصلہ جو نمازی اور سترہ کے درمیان ہو اس سے وہ فاصلہ مراد ہے جو نمازی کے سجدہ کرنے کی جگہ سے دیوار تک ہے۔ عقلی طور پر مصلی جائے نماز پر بھی محمول کرنا ممکن ہے۔ لیکن روایت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ تو مصلی سے تمام وہ جگہ مراد ہوگی جو نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اس کی سجدہ کرنے کی جگہ تک ہے۔ تو دونوں صورتوں میں مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ دیوار اور پیشانی رکھنے کی جگہ تک زمین کی کتنی مقدار ہونی چاہیئے

وہ عمر المشاة ہے یعنی بحری کے گزرنے کی جگہ ممکن ہے۔ اس سے مراد یہ ہوا کہ اتنی جگہ جس سے بحری ٹنگی اور وقت کے ساتھ گزر سکے۔ اور اگلی روایت میں ہے کہ بحری وہاں سے آسانی اور فراخی کے ساتھ نہ گزر سکے یا ممکن ہے یہ مراد ہو کہ اس جگہ سے کمزور اور چھوٹی بحری کا گزر جانا ممکن ہو۔ لیکن بڑی اور موٹی بحری کا گزر نا وہاں سے ممکن نہ ہو۔ تو کلام مثبت نے جو کچھ ثابت کیا تھا لا تکاد الخ کی نفی نے اس کے غیر کو ثابت کیا۔ اگر سب کو ان کے گمان کے مطابق اندازے پر محمول کیا جائے یا اسے محض تقریب قرار دیا جائے تو جواب دینے کی جائے یہ معاملہ نہایت آسان ہو گا۔ امام بخاریؒ نے مصلیٰ بکسر اللام کو ترجمہ میں ذکر کر کے اختلاف بین العلماء کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ المشائخ فرماتے ہیں کہ قدم سے لیکر پیشانی کی جگہ تک اتنی مقدار ہو کہ لوگوں پر راستہ تنگ نہ ہو اور موضع سجود اور دیوار کے درمیان ممر المشاة قریباً تین ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔ اور ممر المشاة صرف نصف ذراع کا فاصلہ ہے۔ البتہ بعض نے بالشت برابر قرار دیا ہے۔ لیکن عادیہ سجده کے لئے اتنی جگہ نا کافی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک کوئی حد نہیں۔ جس قدر جگہ پر رکوع و سجود آسانی سے ہو سکے وہ کافی ہے باقی ائمہ نے اسے تین ذراع یعنی تین ہاتھ پر محمول کیا ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الْحَرْبَةِ صَفْحَةُ ۲۰۱

نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔ دراصل ان چیزوں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنا ممنوع ہے۔ جن سے مت پرستوں سے مشابہت لازم آتی ہو۔ اس کا تقاضا تھا کہ چھوٹا نیزہ ہو یا بڑا یا اور کوئی ہتھیار ہو ان کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھنی چاہیئے کیونکہ بعض فرقے اس کی تعظیم کرتے ہیں جیسے ہمارے ملک میں سبھ کرپان کی تعظیم کرتے ہیں اور مصری لوگ ہتھیاروں کی پوجا کرتے تھے۔ تو ان کا رد کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے باب باندھا کہ نبی کا اثر ان لوگوں کے عقائد پر ہو گا جو قابل بیان گروہ ہو اور ہتھیاروں کی عظمت کی شہرت ہو۔ جو جاہل لوگ تھوڑی تعداد میں ہوں ان کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اس پر امام بخاریؒ نے کئی ابواب ذکر کئے ہیں جن کے افراد چھوٹے بڑے میں فرق بیان کیا ہے۔ بتائیں اگر آج کوئی گائے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو اس میں اتنی کراہت نہیں ہو گی جس قدر آگ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کراہت ہے اس لئے کہ آگ کی عبادت کی شہرت گائے کی عبادت کی شہرت سے زیادہ ہے۔ اور آگ کے پرستاروں میں گائے کے پرستاروں کی نسبت آگ کی تعظیم زیادہ ہے۔ اور اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ سترہ کی مقدار بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کی لمبائی کتنی ہو۔ غنہ چھوٹا نیزہ اور حویہ بڑا نیزہ ترجمہ میں دونوں کا ذکر کر کے اشارہ کیا کہ سترہ کے طول و عرض میں کوئی حد بندی نہیں ہے۔

قوله ومعنا عكازة صفحہ ۲۰۱ پوری حدیث کو ذکر نہیں کیا۔ جس میں ہے کہ آپؐ جب نماز پڑھتے تھے تو اس لاٹھی کو جس کے سر پر نوک ہوتی تھی زمین میں گاڑ دیتے پھر اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ تو اس اعتبار سے ترجمہ اور روایت میں مطابقت ہو جائے گی۔ تو ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہوا۔

باب السّترۃ بمکة وغیرہا صفحہ ۱۰۷۲

طواف کرنے کی جگہ اور مسجد حرام میں نمازنی کے لئے سترہ ضروری نہیں ہے۔ اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید حرم میں مطلقاً سترہ کا حکم نہ ہو۔ اس وہم کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ نے اس باب سے اشارہ کیا کہ سترہ حل اور حرم مکہ اور دوسرے شہروں میں برابر ہونا چاہیے لیکن مسجد حرام میں اس کی تاکید اسلئے ساقط ہو گئی کہ اگر حرم میں بھی سترہ کا حکم دیا جائے جیسے غیر حرم میں حکم ہے تو پھر اس سے طواف کرنے والوں پر تنگی ہوگی اور ان کے لئے حرج کا باعث ہوگا۔ اس لئے سترہ کا تاکید حکم ساقط ہو گیا۔

باب الصّلوة الی الاسطوانۃ صفحہ ۳۰۷۲

ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کی ممانعت پر وہم ہوتا تھا کہ شاید ستون کے درمیان ذاتی طور پر نماز پڑھنا ممنوع ہو تو باب کے انعقاد سے بتلادیا کہ اسطوانۃ کے درمیان نماز پڑھنا اس کی ذات میں خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ ممانعت اس بنا پر ہے کہ اس طرح صفوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو ان کے درمیان نماز پڑھنا جائز ہے۔ صفوں کے نہ ٹوٹنے کی وجہ سے نماز کے جائز ہونے کو باب الصّلوة بین السواری فی غیر جماعۃ صفحہ ۱۰۷۲ سے ثابت کیا اور آنے جانے والوں کو تکلیف نہ ہو اور صفیں بھی نہ ٹوٹیں ان دونوں کو جناب نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے سے ثابت کیا آپؐ نے کعبہ مکرمہ میں ستونوں کے درمیان نماز پڑھی۔ جب کہ نبی کی دو علتوں میں سے کوئی علت موجود نہیں تھی۔ چونکہ مسجد نبوی کے ستون آمنے سامنے نہیں تھے اس لئے صف ہمدی ان کے درمیان سیدھی نہیں ہو سکتی تھی۔ جس کی بنا پر آپؐ نے بین السواری یعنی مسجد نبوی کے ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمادیا۔ جس مسجد کے ستون آمنے سامنے ہوں جن کی وجہ سے صفوں میں کوئی خلل نہ پڑتا ہو ان کے درمیان نماز جائز ہوگی۔ کعبہ درمی میں شیخ گنگوہیؒ نے ممانعت کی چونکہ وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ ستونوں کے درمیان کی جگہ آپؐ نے جنوں کے لئے مختص فرمائی تھی۔ یا یہ کہ وہ جوتوں کے رکھنے کی جگہ ہے۔ بالعموم وہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے۔ نیز کعبہ کے ستون چھ تھے۔ جن میں سے تین تو آپؐ کے پیچھے رہے دو ستونوں کے درمیان آپؐ نے نماز پڑھی۔ ایک کو دائیں جانب رکھا اور ایک کو بائیں جانب تیسرا ستون بھی دائیں جانب تھا دور ہونے کی وجہ سے اس کا اعتبار نہیں۔ جو ستون متصل اور قریب تھے ان کا اعتبار کیا گیا۔ اس طرح ایک عمود دائیں جانب ہوا دوسرا بائیں جانب ہو گیا۔ تیسرے کا ذکر نہ ہوا۔

وقولہ ولیس علی احدنا باس الخ صفحہ ۲۰۷۲ اگرچہ کعبہ میں جس جگہ چاہے نماز پڑھنا جائز ہے مگر جناب رسول اللہ ﷺ کی موافقت کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے کوشش کی گئی۔ ویسے حضرت ابن عمرؓ امور عادیہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی موافقت کے سامنے رہتے تھے۔

قوله اذا هبت الרכاب صفحہ ۲۳۰۷۲ بعض شراح نے ہبت کے معنی حاجت اور تحرکت کے لئے ہیں جو اس جگہ

مراد لینے غلط ہیں۔ کیونکہ اس صورت میں جب کہ اونٹوں میں پہچان ہو نماز ہی درست نہیں ہے۔ پھر کجاوے کے آگے رکھنے سے تشویش کیسے رفع ہوگی جو اونٹوں کے پہچان سے پیدا ہوئی۔ بلکہ سائل نے حضرت نافعؓ سے پوچھا کہ جب اونٹ چراگاہ کو چرنے کے لئے چلے جاتے تو حضرت ابن عمرؓ اس وقت نماز کیسے پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا کہ پالان کو آگے رکھ کر نماز ادا کر لیتے تھے۔ بعض روایات میں بغیر کے اور بعض میں شجر کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ تو اونٹ کو سامنے بٹھا کر اور درخت کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے روایت میں صرف راحلہ کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ نے باقی اس پر قیاس کر لیا ہے۔

قوله اعتدلتُمونا بالکلب والحمار صفحہ ۲۵/۷۲ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ فساد صلوٰۃ کے بارے میں آپ لوگوں نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ حالانکہ کتے اور گدھے میں جو قباحت ہے وہ عورت میں نہیں ہے۔ کتے کا جھوٹا اور اس کا پسینہ نجس ہے۔ جو لوگ اسے نجس العین کہتے ہیں۔ اور گدھے کی خرابی یہ ہے کہ وہ لات مارتا ہے۔ اور ایسی مزاحمت کرتا ہے جس سے نماز کے فاسد ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے عورت میں یہ بات نہیں۔ زیادہ سے زیادہ دل اس کی طرف راغب ہوگا تو اس کے سامنے آجانے سے نماز میں خلل نہیں پڑے گا خصوصاً جب انسان کو اس سے بے پرواہی ہو تو ذہنی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی آنحضرت ﷺ کے سامنے حضرت عائشہؓ سوئی رہتی تھیں آپؐ چٹکی بھی کاٹتے تھے لیکن بے رغبتی کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی۔ تو تینوں کو نماز کے فاسد کرنے میں برابر قرار دینا غلطی ہوگی اگرچہ آنحضرت ﷺ نے تینوں کو ایک ہی لفظ میں ذکر کیا ہے لیکن آپؐ کا مقصد تینوں میں برابر ی ثابت کرنا نہیں تھا۔ بلکہ کتے اور گدھے میں تو خلل نماز کا ارادہ تھا عورت میں قطع صلوٰۃ مراد نہیں تھا۔ ہاں اگر ان حضرات کا ارادہ اس قول سے روایت اور حدیث کے بیان کے طور پر ہوتا تو پھر حضرت عائشہؓ بھی ان پر اعتراض نہ کرتیں۔ ان کا اعتراض اس فتوے پر تھا جو انہوں نے دیا اور نصوص کی مراد کو نہ سمجھ سکے بایں ہمہ ان تینوں چیزوں کے آگے گزرنے سے نماز بھی فاسد نہیں ہوتی۔ تو ان کا قطع صلوٰۃ کا حکم دینا یہ بھی حضرت عائشہؓ کے نزدیک ان کی دوسری غلطی تھی۔ اور یہ جو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نماز کی حالت میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھی اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اٹھ کر سیدھی آپؐ کے سامنے بیٹھ جاتی تھی۔ اور چارپائی کے اگلے دوپائیوں کی طرف اس لئے کھسک جاتی تھی کیونکہ پچھلے دوپائیوں کی طرف سے نکلنے میں آپؐ کے سامنے سے گزرتا پڑتا جب کہ آپؐ نماز پڑھنے والے تھے اور بغیر ضرورت کے ایسے کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ اور سریر سے مراد تخت ہے اور چارپائی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ترجمہ کے مناسب یہی ہے کہ چارپائی کی طرف آپؐ نے نماز پڑھی ہے۔

ورد ابن عمرؓ فی التشہد صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ نے تشہد کی حالت میں گزرنے والے کو دفع کیا جو نماز کا آخری حصہ ہے۔ بتلانا یہ ہے کہ اول تحریمہ سے لے کر آخر سلام تک گزرنے والے کی مداخلت جائز ہے۔

وقوله وفی الکعبۃ صفحہ ۲۷/۷۲ یعنی حضرت ابن عمرؓ تشہد کی حالت میں کعبہ کے اندر بھی گزرنے والے کو روکتے تھے حالانکہ مزاحمت کی وجہ سے کعبہ میں نمازی کے آگے گزرنے کا جائز ہے۔ تو حضرت ابن عمرؓ کا یہ فعل یا تو افضل کو طلب کرنے کے لئے تھا

کہ جب جگہ میں وسعت تھی گزرنے والا سامنے سے گزر جانے میں مجبور نہیں تھا اس لئے اس سے دفع کیا۔ اور یا یہ بھی ممکن ہے گزرنے والے نے آپ سے مزاحمت کی ہو۔ تو اس مقابلہ کی وجہ سے انہوں نے اسے سامنے سے دفع کیا ہو۔

باب الصلوۃ خلف النائم صفحہ ۱۸/۷۳

خلف کے معنی عام مراد ہیں مشہور معنی نہیں لئے گئے۔ اس لئے حدیث باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سوئے ہوئے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ خلف سے اقتداء مراد نہیں ہے۔ بہر حال جواز کو ثابت کیا گیا۔

باب التطوع خلف المرأة

اس ترجمہ کی غرض یا تو احتلاف کے مسئلہ معاذافہ پر ذکر کرنا ہے کہ کوئی عورت اگر مرد کے ساتھ تحریمہ اور اداء میں شریک ہو جائے اور امام اس عورت کی امامت کی نیت بھی کر لے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب کہ امام نے اس کی امامت کی نیت نہیں کی پہلی صورت میں مرد نے اپنا مقام چھوڑ دیا۔ دوسری صورت میں عورت نے **اَحْزَوْهُنَّ حَيْثُ اَحْزَوْهُنَّ اللّٰهُ** یعنی ان کو پیچھے رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب مرد اپنی نماز پڑھ رہا ہے اگر اس کے پہلو یا عورت کے پیچھے نماز پڑھنے سے مرد کی نماز میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔ غلط اس وقت ہے جب کہ تحریمہ اور اداء میں اشتراک ہو۔ اور ممکن ہے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنا ہو کہ اگر کوئی نماز کسی عورت کے پہلو میں یا اس کے پیچھے نماز ادا کر لے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے رہے جب کہ حضرت عائشہؓ آپ کے آگے لیٹے ہوئی تھیں بہر حال جو کچھ بھی مراد ہو امام بخاریؒ کے استدلال کا دائرہ ادراک پر ہے کہ عورت غلوہ مرد کی نماز میں شریک ہو یا نہ ہو بہر صورت نماز آدمی کی فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل تام نہیں۔ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھیں۔ نہ تحریمہ میں نہ اداء میں۔ احتلاف کا مسئلہ محاذات یہ ہے کہ عورت مرد کی نماز میں شریک ہو۔

ثم ان قوله غمضني حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ نے میری چٹکی کاٹی۔ یہ حدیث باب احتلاف کی جتہ ہے۔ کہ مس مراءۃ کہ عورت کے چھونے سے وضو نہیں جاتا۔ ورنہ اس لمس سے آپ کی وضو جاتی رہتی آپ نماز نہ پڑھتے اس پر قطب گنگوہیؒ نے دو دلیل پیش کی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ پہلے باب کشف الفخذ میں ذکر ہوا کہ شوافعؒ فرماتے ہیں کہ فخذ یعنی ران تنگ نہیں ہے۔ احتلاف نے جواب دیا کہ مطلق کو مقید کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح لفظ کے مدلول سے امر زائد کو ثابت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ اب یہاں لفظ غمضنی مطلق ہے۔ اس کو حائل کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں۔ دوسرے حائل کی موجودگی میں چٹکی نہیں کاٹی جاسکتی۔ تیسرے اصل یہ ہے کہ کسی زائد چیز کو ثابت نہ کیا جائے آپ لوگوں نے حائل امر زائد کو کیسے ثابت کر لیا پس یا تو تسلیم کرو کہ فخذ عورت ہے اور عادت یہ ہے کہ ران چھپی ہوئی رہتی ہے یا تمہیں اعتراف کرنا پڑے گا کہ عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں جاتا دونہ خوط قنادان دونوں میں سے

ایک کو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

قوله فانسل من عند رجلہ صفحہ ۲۷/۷۳ کہ میں جناب کے دونوں پاؤں کے پاس سے آہستہ سے کھسک گئی یہ قول حضرت عائشہؓ کے پہلے قول کے منافی نہیں ہے کہ میں چارپائی کے اگلے دو پاؤں سے نکل گئی۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاؤں کے پاس سے نکل جانا چارپائی کے اگلے دو پاؤں سے نکل جانے کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ کلمہ من ابتداً یہ ہے۔ کھسنے کی ابتداء آنحضرت ﷺ کے پاؤں سے ہوئی۔ اور اس کی انتہاء چارپائی کے پاؤں تک پہنچی۔ اس صورت میں من عند رجلہ کی ضمیر اگر سریر کی طرف راجع ہو تو پھر بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں دونوں روایتوں میں کوئی خلاف نہیں ہوگا۔

باب إذا حمل جارية صغيرة صفحہ ۴/۷۴

جب کوئی شخص نماز کی حالت میں کسی بچہ کو اٹھالے تو یہ جائز ہے۔ اس سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا رد کرنا چاہتے ہیں جو اس کے قائل ہیں کہ مس مرأة سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ وہ چھوٹی بچی ہی کیوں نہ ہو۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بڑی عورت کو ہاتھ لگانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جب بچی کو اٹھالینا نماز میں خلل انداز نہیں تو عورت کے آگے سے گذرنا کیسے قاطع صلوة ہوگا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو نماز میں اٹھا کر اس کے جواز کو بیان کر دیا۔ اب بھی ایسا کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ اسے اب منسوخ مانتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت امامہؓ آنحضرت ﷺ سے بہت مانوس تھیں آپؐ سجدہ میں جاتے تو پیٹھ پر یا کندھے پر بیٹھ جاتیں۔ گر جانے کے خطرہ سے آپؐ اسے سنبھال لیتے تھے۔ جد کرنے کی صورت میں وہ روتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے اہون البلیتین کو اختیار کیا۔ اور یہ سب کچھ نماز نافلہ میں ہوا۔ اگر فرض نماز ہو تو عمل کثیر کی وجہ سے اسے منسوخ ماننا پڑے گا۔

قوله وثبت النبی ﷺ صفحہ ۲۱/۷۴ آنحضرت ﷺ نماز میں بدستور مشغول رہے۔ اس خوف سے کہ کہیں آپؐ کے کھڑے ہونے سے پیٹھ والی چیز گر نہ پڑے۔ اور آپؐ کو اس کا حال معلوم نہیں تھا کہ کیا چیز میری پیٹھ پر رکھ دی گئی ہے۔ اور شاید اس سے اور خرابی پیدا ہو جائے۔ کہ کہیں کپڑے گندگی سے آلودہ نہ ہو جائیں۔ اگر وہ نجس اور ناپاک چیز ہوتی اور یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر اس میں کوئی پتھر وغیرہ ہوئے تو ممکن ہے اس سے کوئی چوٹ لگ جائے یا کوئی زخم آجائے اس طرح کے اور احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اصل جواب یہ ہے کہ آپؐ کو اپنی پیٹھ کی چیز کا علم نہیں تھا۔ امام بخاریؒ دوبارہ اس حدیث کو یہ بتانے کے لئے لائے ہیں کہ پیٹھ کی چیز کو ہٹانا ہر جہت ممکنہ سے ہوگا جب وہ جائز ہے حالانکہ یہ سخت ہے جو قاطع صلوة نہیں ہے۔ عورت کے آگے سے گذر جانا نماز کے لئے کیسے قاطع ہوگا۔ ان ابواب سے مؤلفؒ کا مقصد اسی کو ثابت کرنا ہے۔

قوله حتی ألقته عنه صفحہ ۲۳/۷۴ اس حدیث سے امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گندگی اور ناپاکی کا نماز کی پاس ہونا نماز میں خلل انداز نہیں ہے اس صورت میں ترجمہ میں تکرار لازم نہیں آئے گا۔ مس مرأة جن حضرات کے نزدیک ناقض وضو ہے

وہ یہاں بھی تاویل کرتے ہیں جو غمضی یعنی چٹکی کاٹنے میں کرتے تھے۔ کہ ممکن ہے درمیان میں کوئی چیز حائل ہو۔ ایسے قصہ فاطمہ الزہراءؑ میں بھی یہی احتمال پیدا کرتے ہیں کہ درمیان میں کوئی حائل ہو لیکن یہ امر زائد کو ثابت کرنا ہے۔ اور مطلق لفظ کو مقید کرنا ہے اور فصل کے عموم کو خاص کرنا ہے جو اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لیکن یہ علماء اہل حدیث خصوصاً مؤلف امام بخاریؒ اقوال کی طرح افعال اور وقائع میں بھی عموم کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کے نظائر گزر چکے ہیں۔

ثم ان المنطلق حضرت فاطمہؑ کے پاس جانے والا شاید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہو۔ جو وہاں موجود تھے۔ جیسا کہ گذر چکا اور ممکن ہے کوئی اور صحابی ہو جنہوں نے قریش سے مقابلہ نہیں کیا۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ بنی ہاشم کی ایک عورت تھیں اگر قریش ان کو کوئی گزند پہنچاتے تو یہ سب ہو ہاشم کے لئے عار کا باعث تھی جس کا بدلہ لینے کے لئے سب ہو ہاشم کھڑے ہو جاتے۔ البتہ جناب نبی اکرم ﷺ پر یہ غصی نہیں تھا کہ وہ آپ کو گزند پہنچائیں گے۔ لیکن چونکہ آپ کسی مشرک سے مدد لینا نہیں چاہتے تھے اس لئے آپ نے ان سے بدلہ نہیں لیا۔ نیز اکثر ہو ہاشم کو آنحضرت ﷺ سے دعوت اسلام کی وجہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس لئے وہ خود بدلہ لینے کے لئے نہیں کھڑے ہوئے۔ البتہ حضرت فاطمہ الزہراءؑ کو تکلیف پہنچانا ان کے تکلیف پہنچانے کے برابر تھا اس لئے کسی کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ مَوَاقِیْتُ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا ص ۲۵ / ۱

امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق ہر کتاب کے اوّل میں ہر حکم کی ابتدا ایسی ہوئی اس کو نص اور اشارہ بیان کرتے ہیں۔ تو حسب معمول اس مقام پر بھی مبداء الصلوٰۃ کو بیان کیا۔ اور پھر اس کی تفصیل کو بیان کیا۔ ظاہر ہے کہ نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے دو دن میں دس مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ اس سے بڑی اہمیت نماز کی اور کیا ہوگی۔

قوله ان جبرائیل علیہ السلام نزل فصلی صفحہ ۲۵ / ۶ امام مالکؒ نے اپنے مؤطا میں نمازوں اور ان کے اوقات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اس جگہ مختصر لائے ہیں دراصل امام مالکؒ نے نہیں امام ابو داؤدؒ نے ان کی تفصیل بیان کی ہے۔ امام مالکؒ کا ذکر کرنا سبقت قلمی ہوگی۔

قوله اَدَان جبرائیل اقام صفحہ ۸/۷۵ ترجمہ کیا جبرائیل آگے کھڑے ہوئے۔ گویا کہ انہوں نے مفعول کی لامنت فاضل کو بعید سمجھاس لئے سوال کیا۔

قوله ولقد حَدَّثَنِي عَائِشَةُ صفحہ ۹/۷۵ تمام نمازوں کے ذکر کے بعد عصر کی نماز کو الگ ذکر کرنا اس کی عظمت شان کی وجہ سے ہے جس سے اشارہ کرنا ہے کہ عصر کی نماز کو اس کے مستحب وقت سے پیچھے نہیں کرنا چاہیے یہی حضرت عروہ کا مقصد تھا جبکہ انہوں نے حضرت عمر بن عبد العزیزؓ اور حضرت مغیرہؓ کو عصر کی نماز مؤخر کرنے پر یہ حدیث عائشہؓ سنائی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ الخ صفحہ ۱۰/۷۵

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز چھوڑنے کا ذکر لفظ اشراک سے کیا ہے فرماتے ہیں **أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ** تو نماز کا چھوڑنا شرک کرنا ہو یا مشرکین کا فعل ہو۔ اور روایت کی دلالت بھی اسی معنی پر واضح ہے۔ کیونکہ نماز کو ایمان کا جز قرار دیا گیا ہے۔ اور جز کے انشاق سے **الكل من حيث الكل** منتفی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نماز ایمان کا کامل کا جز ہے مطلق ایمان کا جز نہیں ہے۔ لہذا ترک صلوٰۃ سے کمال کی نفی ہوگی۔ او آیت کریمہ میں اشراک کا لفظ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مشرکوں والے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ یا یہ شرک دون شرک کے قبیلہ میں سے ہے جیسے کفر دون کفر اور ظلم دون ظلم ہے۔ الحاصل ترجمہ کی غرض ان آیات اور روایات کی مراد بیان کرنا ہوا جن میں تارک صلوٰۃ کو کافر یا مشرک کہا گیا ہے۔ دوسرے باب کی کتاب سے مناسبت ثابت کرنا ہے۔ کہ اقامت صلوٰۃ یہ ہے کہ نماز کے اوقات۔ آداب۔ مستحبات۔ فرائض۔ سنن سب کی محافظت کی جائے تیسری حدیث کے ترجمہ سے مناسبت ثابت کرنا ہے کہ نماز ایمان کا جز ہے تو حدیث سے قرآن کے معنی بیان کر دیئے اور نماز کو چھوڑ دینا مشرکوں کا کام ہے۔ یہ نہیں کہ نماز چھوڑنے سے مشرک بن جاتا ہے۔

قوله اَنْتَ عَلَيْهِ لَجَرِي صفحہ ۱۹/۷۵ حضرت عمرؓ نے جب حضرت حذیفہؓ سے فتنہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپؐ نے اس بارے میں جو کچھ فرمایا وہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ تو ان کی مدح کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ واقعی تمہیں آپؐ سے بات کرنے کی بڑی جرأت اور جسارت ہے۔ تو یہ ان کے علم اور تدلیس پر حرص کی مدح کرنا ہے۔ کہ فائدہ دینے اور فائدہ حاصل کرنے میں تم بڑے جری ہو۔ یا اس سے حفظ اور یاد رکھنا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم کس قدر اچھے خلق والے اور کس قدر مناسبت والے ہو۔ اہل۔ ولد۔ مال وغیرہ کے فتنہ کا کفارہ نماز اور دیگر عبادات ہوں گے۔ بایں معنی کہ مؤمن جو ان امور میں مبتلا ہو کر گناہ حاصل کرتا ہے اس گناہ کا کفارہ عبادت ہوں گے۔ رہ گئے حقوق العباد ان کا کفارہ عبادات نہیں ہو سکتے۔ نہ ہی اس مقام پر ان کا کوئی ذکر ہے۔ پھر عبادات کا گناہ ہوں گے لئے کفارہ ہونا اس میں اختلاف ہے کہ صغائر کا کفارہ یا کبائر کا۔ اکثر علماء انہیں صغیرہ گناہوں کا کفارہ قرار دیتے ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے بعید نہیں ہے اگر وہ کبائر کو بھی معاف کر دے۔

قوله ان بینک وبينها صفحہ ۲۱/۷۵ یعنی اس بڑے فتنے کے آگے ایک ہند دروازہ ہے جس سے مراد حضرت عمرؓ کی ذات اور آپ کی زندگی ہے اس صورت میں مستور آپ کا دین ہو گا یا آپ کی روح ہو گی اگر دونوں مراد ہوں تو بھی کوئی ڈر نہیں ہے۔ کیونکہ مقصد واضح ہے کہ وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں ان کے بعد جو فتنے شروع ہوئے اور مسلمانوں میں تلوار چلی وہ آج تک ہند ہونے میں نہیں آتی۔

قوله فذلك مثل الصلوة الخمس صفحہ ۸/۷۶ پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جبکہ ان کو اپنے اوقات میں ادا کیا جائے۔ ترجمہ میں نماز باجماعت کی قید نہیں ہے۔ لہذا حدیث باب سے ترجمہ اپنے دونوں جز کے ساتھ ثابت ہو جائے گا۔ کہ خواہ نماز جماعت سے ادا ہو یا بغیر جماعت کے۔ بہر حال اوقات میں ادا ہونے والی پانچوں نمازیں گناہوں کا کفارہ نہیں گی۔

قوله لا أعرف شيئاً صفحہ ۱۳/۷۶ حضرت انسؓ کا معنی یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے امور میں سے سوائے نماز کے اور مجھے کوئی چیز نہیں ملی۔ سوائے بھی ضائع کر دیا گیا ہے کہ وقت پر اسے ادا نہیں کیا جاتا اس لئے رورہا ہوں۔ یا معنی حدیث یہ ہیں کہ اگر چہ حج۔ روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بھی باقی ہیں مگر نماز اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے کہ اسے دیر سے پڑھا جاتا ہے۔ حجاج کو دیکھ کر آپ نے یہ فرمایا تھا جب کہ وہ دمشق تشریف لائے۔

باب الابراء بالظہر فی شدۃ الحر صفحہ ۲۲/۷۶

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض امام شافعیؒ پر رد کرنا ہے جو فرماتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو ہر زمانہ میں مطلقاً جلدی ادا کرنا مستحب ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ تعجیل افضل ہے تاخیر عارض کی وجہ سے ہے۔ جبکہ لوگ جماعت میں نومت آتے ہوں۔ بہر حال پہلے مسئلہ کے رد کے لئے یہ باب منعقد کیا اور تاخیر کے لئے جو لوگ قیود میان کرتے ہیں اس کے لئے الگ باب باندھا والتعجیل فی السفر ہے کیونکہ لوگ سفر میں جمع ہوتے ہیں انتیاب کی ضرورت نہیں پڑتی آنحضرت ﷺ نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم اس لئے دیا کہ سخت گرمی فیح جہنم میں سے ہے جس میں کوئی تخصیص نہیں۔ خواہ اکیلا پڑھ رہا ہے یا جماعت سے پڑھ رہا ہے۔ مسجد میں ہے یا غیر مسجد میں لہذا ابواء کی احادیث دیگر احادیث کے لئے ناخذ ہوں گی۔ کیونکہ یہ آپ کا آخر حکم ہے جس کی تائید حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ ہم ظہر کی نماز فوراً زوال کے بعد پڑھ لیتے تھے۔ تو آپ نے ہمیں نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرنے کا حکم دیا۔

قوله اکل بعضی بعضاً صفحہ ۳/۷۷ آگ نے اللہ تعالیٰ سے اپنی شدت کی شکایت کی تو اکل بعضی بعضاً گرمی کی سختی سے کنایہ ہوا کہ میرا برا حال ہو جاتا ہے حقیقی کھانا مراد نہیں ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو یہ بھی بعید نہیں ہے۔

قوله يتقيو صفحہ ۱۰/۷۷ یہ آیت کا لفظ ہے جس کی تفسیر روایت میں فنی کے لفظ سے وارد ہونے کی مناسبت سی کی ہے تاکہ دونوں کے معنی معلوم ہو جائیں يتقيو ای يتمثل بھلکانا کے معنی ہیں۔

باب وقت الظهر عند الزوال صفحہ ۱۱/۷۷

امام حارثیؒ نے ظہر کا اول وقت اور عصر کا آخر وقت بیان کیا ہے۔ لیکن عصر کا اول وقت اور ظہر کا آخر وقت بیان نہیں کیا۔ ظاہر یہ ہے کہ مؤلف کے نزدیک مثل اور مثلین کی روایات اس کی شرط کے مطابق ثابت نہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے محدثین اور امام شافعیؒ کے مسلک کو رد کرنا مقصود ہو۔ جو فرماتے ہیں کہ ظہر اور عصر کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنا جائز ہے۔ گویا کہ ان کا وقت مشترک ہے۔ امام حارثیؒ نے پہلے تو یہ دلیل بیان کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُورًا جب ہر نماز کے لئے وقت مقرر ہے تو پھر دو نمازوں کو ایک دوسرے کے وقت میں جمع کرنے کے کیا معنی ہیں۔ یہ تو وقت میں اشتراک ہو گیا۔ پھر زوال سے لیکر مغرب تک جیسے وہ ظہر کا وقت ہے ایسے عصر کا بھی ہے پس توقيت کہاں رہی۔ جن روایات سے جمع معلوم ہوتی ہے وہاں جمع صوری مراد ہے اس ترجمہ سے امام حارثیؒ نے دو گروہوں کا رد کیا ہے ایک تو وہ جو زوال سے قبل ظہر کی نماز ادا کرنا جائز کہتے ہیں۔ دوسرے اس گروہ پر جو کہتے ہیں کہ ظہر کا وقت زوال سے صرف ایک شرک کے برابر ہے۔

قوله من ابی صفحہ ۱۵/۷۷ حضرت حذافہؒ کے چٹے حضرت عبداللہؒ نے آنحضرت ﷺ سے اپنے باپ کے بارے میں اس لئے دریافت کیا کہ لوگ ان کے نسب میں طعن کرتے تھے کہ وہ حضرت حذافہؒ کے چٹے نہیں ہیں۔ یہ سوال ان کے لئے مفید تھا۔ ان کا گمان تھا کہ آنحضرت ﷺ نے جواب میں غیر اب کا ذکر کیا تو بھی انہیں کوئی نقصان نہیں۔ کیونکہ لوگ تو ویسے ہی ان کو غیر اب کی طرف منسوب کرتے تھے اگر آپؐ نے ان کے اصلی باپ کا ذکر فرمادیا تو لوگوں کے طعن و تشنیع سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

قوله واحدنا یذهب الی العوالی صفحہ ۱۷/۷۸ اس سے وقت کی کوئی تعیین نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ معلوم ہے کہ عادی چلنے والے کوئی تیز رفتار ہوتے ہیں کوئی سست روی سے کام لیتے ہیں۔ پھر عوالی بھی کچھ قریب ہیں کچھ بعید ہیں تو حدیث میں ایہام رہا۔

قوله والشمس لم تخرج من حجرتها صفحہ ۲۷/۷۷ یہ حدیث بھی پہلی روایت کی طرح مبہم ہے۔ کیونکہ اس سے نہ تو دیوار کی لمبائی کا علم ہو سکا اور نہ ہی حجرہ کی لمبائی اور چوڑائی کا علم ہوا۔ نیز سورج کی دھوپ کا حجرہ سے نکلنا یہ اس وقت بھی صادق آسکتا ہے جب کہ سورج ایک ہاتھ کے برابر باقی ہو یا انگلی کی مقدار کے برابر باقی ہو یا ان دونوں سے زیادہ ہو ایہام کی صورت میں وقت کی تعیین نہ ہو سکی تو استدلال تام نہ ہوا۔

قوله بعض العوالی من المدینة صفحہ ۱۸/۷۸ بعض عوالی چار میل کے فاصلہ پر تھے۔ جس سے عصر کی تعین ثابت کرنا ہے لیکن یہ تب ہو گا کہ یہ حضرات اس کو ثابت کر دیں کہ روایت میں جو عوالی مذکور ہیں اس سے وہی مراد ہیں جو چار میل کے فاصلہ پر ہیں اس سے کم والے مراد نہیں اس کے بغیر دلیل تام نہیں۔ کیونکہ اگر اقرب عوالی مراد لیا جائے تو وہ دو میل کے فاصلہ پر ہے پھر تعین ثابت نہ ہو سکے گی۔

قوله بَيِّنُوا بِلُصْلُوَةِ الْعَصْرِ صفحہ ۲۲/۷۸ عصر کی نماز کو جلدی ادا کرو۔ امام بخاری روایت باب سے اس طرح استدلال کر رہے ہیں کہ جب نماز کا چھوڑنا گناہ کا باعث ہے تو جتنی جلدی نماز ادا کی جائے گی وہ نماز کو فوت اور ترک کرنے سے زیادہ بعید ہو جائے گی خلاف تاخیر کے کہ نماز میں تاخیر کرنے سے نماز کو فوت کا نشانہ بنانا پڑے گا۔ فوت میں اختیار کو دخل نہیں ہوتا ترک میں اختیار ہے اس لئے دو باب باندھے اور حبط عمل کا حکم تشدید اور تغلیظ ہے۔ کیونکہ اعمال شرک سے حبط اور باطل ہوتے ہیں۔ جیسے لا یؤتی الزانی حین یؤنی وهو مؤمن میں ہے۔

قَوْلُهُ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ الْخ صفحہ ۲/۷۹ مقصد باب فقہل عصر اور فجر کو جمع کرنا ہے وہ اس طرح کہ آسمان کو چڑھنے والے فرشتے اترنے والے فرشتوں کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو جب یہ دونوں عصر اور فجر کی نمازوں کے اوقات میں جمع ہوتے ہوں گے تو بہر یہ ہے کہ ان نمازوں کو ان اوقات مسجد کے لوائل میں ادا کیا جائے تاکہ فرشتوں کے دونوں گردہ تمہارے لئے گواہی دینے والے بن جائیں۔ اگر ان میں تاخیر کی گئی تو ان دونوں گردہوں سے صرف ایک باقی رہ جائے والے کی شہادت حاصل ہوگی۔ دونوں کی شہادت حاصل نہ ہو سکے گی۔ لیکن احناف اسی حدیث سے نماز عصر کی تاخیر پر استدلال کرتے ہیں۔ ثم يعرج اللہین ہاتھ الیکم یعنی جن فرشتوں نے تمہارے اندر رات گزاری ہے وہ نماز سے فراغت کے بعد اوپر کو چڑھتے ہیں۔ تو تاخیر کی صورت میں ملاحظہ الہی اور ملاحظہ النہار کا اجتماع ہوگا۔ لوریہ بھی ممکن ہے کہ فرشتوں کا اجتماع اس وقت ہوتا ہو جب کہ اہل محلہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں بنا بریں حدیث سے اشارہ ہوگا کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی پابندی کی جائے اس کو فوت نہ ہونے دیا جائے تاکہ فرشتوں کی شہادت سے کوئی محروم نہ رہے۔ عام شرائط نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ صفحہ ۳/۷۹

جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس نے عصر کو پالیا امام بخاری نے ترجمہ میں رکعت کا ذکر کیا ہے اور روایت میں سجدہ کا لفظ ہے۔ یا تو ترجمہ سے حدیث کی تفسیر کر دی یا یہ کہ سجدہ سے مراد رکعت ہے۔ یا اس سے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جس کو پورے رکعت مل گئی اس نے نماز کو پالیا اس سے کم والا درجہ رکعت صلوٰۃ نہیں ہوگا۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک رکوع میں مل جانے والا درجہ رکعت ہوتا ہے۔ شوافع کے دو قول ہیں امام بخاری نے ترجمہ میں رکعت کا لفظ ذکر کر کے اشارہ کیا یہ قید احترازی نہیں ہے۔ نیز دوسری روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس امت کے جس فرد نے غروب شمس تک جو نیک کام کر لیا اسے پورا ثواب ملے گا کیونکہ اجارہ غروب شمس کے وقت کو شامل ہے۔ پس جو شخص غروب سے تھوڑا سا پہلے بھی کوئی کام کر لے گا پھر طیکہ اس کا نام کام کرنے والوں میں شمار کرنا ممکن ہو تو وہ بھی ان عاملین میں داخل ہوگا۔ کیونکہ اجرت پر کام کرنے والوں کی خصوصاً شرفاء کی عادت ہے کہ وہ کام کرنے والوں کی جانچ پڑتال کام سے فراغت کے بعد کرتے ہیں پس جو بھی اس وقت وہاں موجود ہوگا اگرچہ وہ دوسروں سے بہت دیر کے بعد

آیا ہو مگر اس کو بھی پورے عمل کی اجرت ملے گی۔ اس طرح جس شخص نے غروب شمس کے قریب کچھ حصہ نماز کا پالیا تو اسے بھی ثواب ملے گا۔ اور ثواب کا مستحق وہی ہو گا جو تمام نماز کو پالنے والا ہے۔ تو بعض پر کل کا ثواب حاصل ہو گا جو محض فضل الہی ہے۔ حدیث باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت غروب شمس تک ہے۔

باب ذکر العشاء والعتمۃ صفحہ ۸۰ / ۳

نماز عشاء کو عتمہ کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ نئی تنزیہ ہے۔ کیونکہ اخبار اور آثار میں دونوں لفظوں کا اطلاق ایک دوسرے پر جاء زہے۔ البتہ لفظ عشاء کا اطلاق تو مغرب اور عشاء دونوں پر ہوتا ہے۔ لیکن عتمہ کا اطلاق محض عشاء پر ہوتا ہے اس کے علاوہ پر نہیں ہے۔

باب النوم قبل العشاء لمن غلب صفحہ ۸۰ / ۲

عشاء کی نماز سے پہلے سونا اس شخص کیلئے مکروہ ہے جس پر نیند کا غلبہ نہ ہو جس پر نیند کا غلبہ ہو اس کے لئے عشاء سے پہلے سونا جائز ہے۔ اور غیرہ مغلوب کے لئے بھی اس وقت کراہت ہے جب کہ سو جانے سے جماعت کے فوت ہو جانے کا خدشہ ہو۔ ورنہ اس کے لئے بھی کراہت نہیں ہے۔ اس طرح امام بخاری نے دونوں ترجموں سے نئی اور رخصت کی روایات کو جمع کر دیا۔ بعض حضرات نے رخصت کو صرف رمضان کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یا کوئی جگانے والا ہو پھر بھی کراہت نہیں ہے۔

قوله نام النساء والصبيان صفحہ ۸۱ / ۲ اس سے مراد وہ عورتیں اور بچے ہیں جو مسجد میں موجود تھے یا عام معنی مراد ہیں تو پھر حاضرین اور غائبین سب کو شامل ہو گا۔ بہر صورت ترجمہ کے مطابق ہے کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا ثابت ہے۔ تو نئی تنزیہی ہو گی۔

قوله ثم ضمها حضرت عطاء وہ کیفیت بیان کر رہے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نماز گھر سے باہر تشریف لائے تو سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کے کنارے سر کے ایک جانب رکھے ہوئے تھے۔ پھر ان کو ملا کر سر کے اوپر اس طرح گزار رہے تھے کہ آپؐ کے انگوٹھے نے کان کو جا کر چھو لیا مقصد یہ ہے کہ سر کے بالوں کو نہ تو نچوڑا اور نہ ہی سختی سے ان کو پکڑا بلکہ اس طرح انگلیاں بالوں پر رکھ دیں اور انہیں نیچے کے حصہ سے ملالیا تو کذلک سے مراد یہ ہے کہ آپؐ کے ہاتھ نے بالوں کی ہیئت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔

باب وقت العشاء الى نصف الليل صفحہ ۸۱ / ۱۴

ترجمہ۔ عشاء کا وقت آدھی رات تک ہے۔ اس سے وقت مستحب مراد ہے۔ بعض روایات میں نصف اور بعض میں ثلث الليل کے الفاظ ہیں۔ تو وہ اندازہ لگانے میں اختلاف کی وجہ سے ہے اور معاملہ کو قریب کر کے دکھانا ہے۔ یا یہ اختلاف اس بنا پر ہے کہ ثلث لیل میں شروع کرنے کا ارادہ فرمایا اور نصف لیل تک جا کر فراغت ہوئی۔

باب فضل صلوٰۃ الفجر والحديث صفحہ ۱۷۸/۱

یہ ترجمہ بھی ان چند معرکہ الآراء تراجم میں سے ہے جو مشکل ہیں اس باب میں لفظ حدیث مشکل ہے۔ جس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ کیونکہ لفظ الحدیث کی مناسبت واضح نہیں ہوتی۔ اور بعض نسخوں میں یہ لفظ وارد نہیں ہے بہر حال اشکال اس صورت میں ہے جہاں یہ لفظ الحدیث وارد ہے۔ خیر جاری میں ہے کہ امام بخاریؒ نے میان کرنا چاہا کہ فجر کی نماز کی فضیلت حدیث مشہور سے ثابت ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی فضیلت ومنقبت بیان کرنا ہے جو اس باب میں وارد ہوئی ہے وہ قیامت کے دن رویت باری تعالیٰ کی بشارت ہے۔ اور مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے کہ لفظ الحدیث کا عطف فضل پر ہے اور اس سے مراد کلام الناس ہے۔ مثلاً یہ ہے کہ آیا نماز فجر کے بعد کلام کرنا کیسا ہے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ سے معلوم ہوا کہ چونکہ یہ وقت تسبیح و تحلیل کا ہے لہذا کلام الناس مکروہ ہو گا اور فیض الباری میں ہے کہ امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق کسی فائدہ پر تنبیہ کرنے کے لئے وہ ترجمہ میں کسی لفظ کا اضافہ کر دیتے ہیں اگرچہ وہ ترجمہ سے مناسبت نہ رکھتا ہو۔ یہاں الحديث بعد العشاء پر تنبیہ کرنا ہے کہ عشاء کے بعد باتیں کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ صرف صلوٰۃ فجر کا ہے۔

قوله من صلي البر دين صفحہ ۲۳/۸۱ بر دین سے فجر اور عصر کی نماز مراد ہے جو ٹھنڈے وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ اس سے فجر کا ارادہ کرنا تو ظاہر ہے۔ لیکن عصر کا مراد لینا اس پر مبنی ہے کہ عصر کے وقت سے ٹھنڈک کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ ان دو نمازوں کی خصوصیت یہ ہے کہ عصر کا وقت کاروبار میں مصروف ہونے کا ہے۔ اور فجر کا وقت نیند اور غفلت کا ہے۔ جس نے ان دو نمازوں کی نگرانی کی دوسری نمازوں کی بھی حفاظت کرے گا جس سے وہ جنت کا مستحق بنے گا۔

قوله قدر خمسين صفحہ ۲۷/۸۱ امام بخاریؒ حدیث باب سے یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ صبح کی نماز کا اوّل وقت تو طلوع فجر ہے کہ سحر سے فراغت کے بعد نماز فجر میں داخل ہونے کے درمیان پچاس آیات قرآنی پڑھنے کی مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ غسل یعنی اندھیرے میں نماز فجر کی ابتدا فرمایا کرتے تھے اور باب میں وقت بیان سے یہی مراد ہے یا باب میں مراد نماز فجر کے شرعی وقت اور اس وقت سے عام وقت مراد ہے۔ جس میں جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ جناب نبی اکرم ﷺ فجر کی نماز اوّل وقت میں ادا کرنے کی جلدی فرماتے تھے۔ البتہ سحر کا لفظ قرینہ ہے کہ یہ محض رمضان شریف میں ہوتا تھا۔ ورنہ فجر میں اسفار مستحب ہے۔

قوله لا يعرفن احد من الغلس صفحہ ۷/۸۲ کہ اندھیرے کی وجہ سے ان نمازی عورتوں کو نہیں پہچان سکتا تھا۔ اس معرفت سے پیڑہ اور شکل کی پہچان مراد ہے۔ کیونکہ چہرے چھپے ہوئے ہوتے تھے۔ پیڑہ کا علم اس لئے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسجد میں تاریکی ہوتی تھی یا دوری کہ وجہ سے پہچان نہیں ہو سکتی تھی۔ ورنہ نزدیکی آدمی پر پیڑہ اور شکل مخفی نہیں رہتی۔ بالخصوص جب کہ پو پھٹ چکی ہو

اس کے بعد تو ہیئت کی پہچان ہو جاتی ہے۔ الحاصل آنحضرت ﷺ ازل وقت میں نماز میں داخل ہوتے اور ابھی اندھیرا باقی ہوتا کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

باب لا تتحرى صلوٰۃ صفحہ ۸۲ / ۲۳

اوقات منہیہ میں نماز پڑھنے میں ائمہ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں طلوع اور غروب کے وقت نماز پڑھنے کی کوشش کرنا اور اس کا وقوع دونوں مکروہ ہیں۔ حدیث باب امام اعظمؒ کا مستدل ہے۔ کہ جب تک سورج کا طلوع نہ ہو بعد الفجر نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور عصر کے بعد غروب شمس تک نفل مکروہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان اوقات میں فریضہ اور وہ نافلہ پڑھی جاسکتی ہے جس کا کوئی سبب ہو۔ بعض حضرات فرماتے ہیں فریضہ اور نافلہ کوئی نماز ادا نہیں کی جاسکتی بعض حضرات مکہ میں جائز اور دیگر مقامات میں ناجائز کہتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کے نزدیک نوافل ادا کرنا حرام ہے فرائض حرام نہیں امام احمدؒ بھی ان کی موافقت کرتے ہیں البتہ طواف کی دو رکعتوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ اہل ظواہر کا مسلک ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت نماز کا قصد کرنا مکروہ ہے۔ تو نئی تحریری کے ساتھ مختص ہوئی۔ اور بعض ظاہریہ مطلقاً باحت کے قائل ہیں تو جو لوگ تحریری صلوٰۃ کو حرام کہتے ہیں مطلق وقوع صلوٰۃ فی ہذین الوقتین کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ امام بخاریؒ نے ان کی دلیل کو اس باب میں بیان کیا ہے۔ اور قبل ازیں ان لوگوں کی دلیل پر تنبیہ فرمائی تھی جو تحریری اور وقوع کے عموم کی نئی کے قائل ہیں لا تحروا بمعنی لا تقصدوا کے ہے۔ امام بخاریؒ نے دونوں ترجموں میں سے ایک کے اندر تحریری کا ذکر کیا ہے دوسرے میں نہیں کیا۔ شاید جمہور کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہو کہ صبح میں نئی مطلق ہے اور عصر میں ظاہریہ کا مسلک رائج قرار دیا ہو کہ وہاں عصر میں نئی تحریری کے ساتھ مقید ہے۔ غالباً اس دقیقہ میں مسلک احنافؒ کے نظریہ کو اختیار کیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد تو نوافل نہ پڑھنے میں وہ شدت اختیار کرتے ہیں اور بعد العصر عصر یومہ کو مباح کہتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

باب من لم یکرہ الصلوٰۃ الا بعد العصر والفجر صفحہ ۸۳ / ۴

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ عصر اور فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں لیکن استواء شمس کے وقت نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے علماء احناف اس وقت نہ نفل نماز کی اجازت دیتے ہیں اور نہ ہی فرض نماز کی۔ شوافعؒ اور امام ابو یوسفؒ خاص کر جمعہ کی نماز کو مستثنیٰ کرتے ہیں اور مکحول مسافر کو مستثنیٰ کرتے ہیں شاید ان حضرات کو استواء شمس کے وقت نئی کی روایت نہ پہنچی ہو حالانکہ نئی کی روایت عام ہے اور رائج ہے

قوله شغلنی فاس صفحہ ۸۳ / ۹ قطب گنگوہیؒ نے چھ طویل جثوں کو مختصر الفاظ میں اشارہ بیان فرمایا ہے۔ ا۔ اوقات منہیہ میں قضاء نماز ادا کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ سنن اور نوافل کو قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔ غیر السن سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ان کو قضاء کرنا واجب نہیں تو کسی کو حق نہیں ہے کہ انہیں قضاء کرے خصوصاً اوقات مکروہ میں تو بالکل قضاء نہ کرے۔ اوقات منہیہ پانچ ہیں طلوع۔ غروب۔ استواء۔ بعد العصر اور بعد الفجر اور تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ لا سیمما المکروہتہ سے بیان فرمایا سنن وغیرہ کا اوقات مکروہ میں

قضاء کرنا جائز ہے۔ اور جو قضا مسئلہ یہ ہے کہ عصر کے بعد آنحضرت ﷺ سے روایت میں جو دور کعتیں پڑھنا ثابت ہے وہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت ہے اس پر قیاس نہ کیا جائے۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ بعض آثار صحابہ کرام سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عصر کے بعد نوافل پڑھے ہیں۔ اس کا جواب من صلی من الصحاح سے دیا ہے۔ چنانچہ حدیث باب سے جو دور کعتیں پڑھنا ثابت ہیں حضرت عائشہؓ اس کا اثبات کر رہی ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ اس کی موافقت کرتی ہیں اور بعض اس کی نفی کرتی ہیں۔ شیخ نگویں نے ان دونوں کے جمع کی طرف اپنے قول ثالثاً صلی اللہ علیہ سے اشارہ کیا ہے۔ پہلی صفحہ کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو لو قات نمی وغیرہ میں قضاء کرنا جائز ہے۔ علماء احناف کے نزدیک فوت شدہ فرائض کو لو قات نمی وغیرہ میں قضاء کرنا جائز ہے۔ علماء احناف کے نزدیک طلوع اور غروب اور استواء کے وقت کوئی نماز خواہ نافلہ ہو یا مکتوبہ ادا اور قضا نہیں کی جاسکتیں۔ البتہ غروب کے وقت اس دن کی عصر پڑھی جاسکتی ہے۔ بقیہ اوقات منہیہ میں فرائض کی قضاء جائز ہے نوافل کی نہیں۔ دوسری صفحہ کی تفصیل یہ ہے کہ نوافل اور تلوعات کی قضا بالاجماع واجب نہیں ہے۔ قضا وتر میں اختلاف اس لئے ہے کہ احناف کے نزدیک وتر واجب ہیں قضا بھی واجب ہے۔ چونکہ دیگر حضرات کے نزدیک وتر طلوع اور نفل ہے اس لئے ان کے نزدیک قضا وتر واجب نہیں ہے۔ تیسری صفحہ یہ ہے کہ احناف کا مسلک ہے کہ فرض واجب اور سنت کی قضاء علی الترتیب فرض واجب اور سنت ہے۔ اور تمام عمر قضا کا وقت ہے۔ سوائے ان تین اوقات کے جن میں نماز ادا کرنا ممنوع ہے۔ البتہ سب الفجر کی قضا فرض کے تابع ہے بعد الزوال وہ بھی نہیں۔ چوتھا بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعات کے قضا کرنے پر جناب نبی اکرم ﷺ کی موافقت ہے۔ حالانکہ آپؐ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ آپؐ کی خصوصیت ہوگی۔ جس پر قیاس کرنا جائز نہیں ہے۔ بوجہ نمی کے یہ ایسے ہو گا جیسے آپؐ نے وصال صوم سے منع فرمایا۔ لیکن خود وصال کرتے تھے۔ پانچویں صفحہ یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام عصر کے بعد نوافل پڑھتے تھے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ نمی کے بعد جو آنحضرت ﷺ نفل پڑھتے تھے۔ انہوں نے آپؐ کے اس فعل کو تشریح پر محمول کیا حالانکہ امر تشریحی نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایسے نمازیوں پر نکیر کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ بحث یہ ہے کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بعض روایات سے اثبات ہے۔ اور بعض سے نفی معلوم ہوتی ہے۔ توضیح نگویں فرماتے ہیں کہ چونکہ ان دور کعتوں کی قضاء کی ابتدا ام آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کی ہادی کے دن سے کی تھی اس لئے آنحضرت ﷺ ان کو انہیں کے گھر میں پڑھتے رہے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اس توجیہ کی تائید حضرت عائشہؓ کی حدیث باب کے آخر الفاظ سے ہوتی ہے۔ الاصلی رکعتین لیکن طہوی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سل ام سلمة فانها صاحب الواقعة ..

قوله مخافة ان ينقل علي امته صفحہ ۸۳/۱۱ آنحضرت ﷺ رکعتین بعد العصر کو مسجد میں اس خوف سے نہیں

پڑھتے تھے کہ امت پر گراں نہ ہوں کیونکہ اگر آپؐ انہیں علانیہ پڑھتے تو سنت نبویؐ بن جاتی۔ اس لئے آپؐ کو ان کے پکار اور مؤکد ہو جانے کا خوف تھا یہ حضرت عائشہؓ کا گمان ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ کا ان دور کعتوں کو گھر میں پڑھنا اس لئے تھا کہ امت سے انہیں چھپا کر پڑھیں

کہیں وہ بھی ان کو پڑھنے نہ لگ جائیں۔ اور آپ امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله لا يدعها سراً وعلانية صفحہ ۱۵/۸۳ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دور کعتیں ایسی ہیں جن کو آپ نے چھپ کر اور ظاہر اکھی نہیں چھوڑا۔ دور کعتیں صبح کی نماز سے پہلے اور دور کعتیں عصر کے بعد۔ لیکن یہ اس لئے مشکل ہے کہ صحابہ کرام میں سے کوئی بھی اور اس طرح ازواج مطہرات میں سے سوائے حضرت ام سلمہ کے کوئی بھی عصر کے بعد دور کعتوں کو پروایت نہیں کرتا وہ بھی محض ایک مرتبہ۔ پس اگر آپ علانیہ انہیں پڑھتے تو کسی پر پوشیدہ نہ رہتیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سرا وعلانیہ حضرت عائشہ کے اعتبار سے ہے مطلقاً نہیں ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے ان دونوں وقتوں میں نماز نفل پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور جب حضرت ام سلمہ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے عصر کے بعد کی دور کعتوں کو پڑھنے کا عذر بیان کر دیا کہ ظہر کی بعد کی دور کعت کسی مصروفیت کی وجہ سے فوت ہو گئی تھیں ان کو عصر کے بعد قضا کیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو حضرت عائشہ کی سمجھ داری اور دانش مندی کی وجہ سے یہ گمان ہوا ہو گا کہ حضرت عائشہ پر یہ عذر مخفی نہیں ہو گا کہ آنحضرت ﷺ امت کو باوجود ممانعت کرنے کے عصر کے بعد دور کعت کیوں پڑھتے تھے یا تو یہ آپ کی خصوصیت ہے یا انہوں نے سمجھ لیا کہ امت پر ان کا پڑھنا گراں ہو گا پھر انہی یہ بات ان حضرت عائشہ پر پوشیدہ رہی۔

قوله بَكَرْتُوا بِالصَّلَاةِ صفحہ ۱۹/۸۳ کہ نماز کو جلدی ادا کرو جب کہ باطل ہوں۔ اگر نماز سے نماز عصر مراد ہو تو پھر حدیث کا ترجمہ سے مطابق ہونا بطور ایک قیاس کے ہے اور عموم علت کی وجہ سے حکم کا عام ہونا ہے۔ اگر نماز سے مطلق نماز مراد ہے تو پھر مطابقت بالکل واضح ہے۔ لیکن **مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ** سے ہر نماز کو جلدی سے ادا کرنے پر دلیل قائم کرنا قیاس کا محتاج ہو گا کہ عموم علت سے حکم میں عموم ثابت کیا گیا۔ نیز! تمام نمازوں کا وقت کامل ہے سوائے عصر اور عشاء کے۔ کہ ان دونوں کا آخری وقت مکروہ اور ناقص ہے۔ تو ان دونوں نمازوں میں آخر وقت تک تاخیر کرنا نماز کو خواہ مخواہ کراہت میں داخل کرنا ہے بہرہ بنابرین ہمارے علماء احناف فرماتے ہیں کہ دن یعنی غیم بادل کے دن عین والی یعنی عصر اور عشاء کی نماز کو جلدی ادا کرنا چاہیئے۔ تاکہ وہ کراہت میں داخل نہ ہوں۔ عشاء کے آخری وقت کو ناقص اسلئے کہا گیا کہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک عشاء کا وقت جواز صرف نصف اللیل تک ہے مستحب ثلث لیل ہے۔ اس کے بعد نصف لیل وقت مباح ہے کراہت تقلیل جماعت کی وجہ سے ہے کراہت تحریمی ہے۔ لیکن اظہر یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے واللہ اعلم بالصواب

باب الاذان بعد ذهاب الوقت الخ صفحہ ۹/۸۳

وقت چلے جانے کے بعد قضاء نماز اور فوت شدہ نمازوں کے لئے اذان دینا جائز ہے۔ بھر طیکہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کی جائے اگر اکیلا ہو تو اس کے لئے بہتر اپنے فعل کو چھپانا ہے کیونکہ فوت شدہ نماز کو ظاہر کرنا ایک قباحت ہے۔ بلکہ دیدہ دلیری ہے۔ پس اس کیلئے اذان دینا مستحب نہیں ہے۔ بلکہ اس پر تو ایسی جگہ نماز قضاء کرنی چاہیئے جہاں پر کسی کو اطلاع نہ ہو سکے۔ امام بخاری نے مسئلہ اختلافی میں خلاف معمول صراحتہ حکم اسلئے متادیا کہ اس حکم کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے جو قوی دلیل ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کا یہی مسلک ہے

حضرت امام مالکؒ کے نزدیک فائیدہ نماز کے لئے اذان نہ کہی جائے البتہ پہلی فائیدہ کی اذان کے بعد دیگر تمام فوائت کے لئے اقامت کہی جائے حضرت امام حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے اذان اور اقامت ہونی چاہیے۔ کیونکہ جو چیز ادا کیلئے مسنون ہے وہی قضاء کیلئے مسنون ہے قوله ان الله قبض ارواحكم صفحہ ۲۴/۸۳ جب آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے صلوٰۃ فجر قضا ہو گئی تو آپؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ غیند کی وجہ سے ایسا ہوا ہے اور یہ نیند صاحب حق کی طرف سے وارد ہے۔ نہ تمہاری اس میں کو تاہی ہے اور نہ ہی تم پر اس کا کوئی گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ردحوں کو روک رکھا۔ تم لوگ دنیاوی معاملہ میں مشغول نہیں تھے۔

قوله فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةُ الْخ صفحہ ۲/۸۴ جب کوئی شخص کسی نماز کو بھول جائے تو جب بھی اسے یاد آئے تو اس نماز کو قضا پڑھے۔ صرف وہی ایک نماز قضا کرے اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھے۔ اس سے امام بخاریؒ نے روایت کے بعض ان الفاظ پر رد کیا ہے۔ اوداؤ میں ہے من فاتہ صلوٰۃ فان علیہ قضا و ما مضیٰ یعنی جس شخص کی کوئی نماز چوک جائے تو اس پر اس نماز کی قضا بھی ہے اور اس جیسی اور نماز بھی واجب ہے۔ اس سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ اس پر صرف ایک نماز واجب ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے احناف پر رد کیا ہے۔ جو قضا فوائت میں وجوب ترتب کے قائل ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ اس جگہ وجوب قضا یاد آجانے کے فوری بعد ہے۔ اور یاد آجانے کا تقاضا ہے کہ نسیان پہلے ہو۔ اور احنافؒ کے نزدیک نسیان سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور حدیث میں کوئی ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے وجوب ترتیب ثابت کرنے والوں پر الزام عائد ہو۔ بلکہ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام بخاریؒ بعد میں لائے ہیں۔ کہ خندق کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ سے کئی نمازیں فوت ہو گئیں اور وہ کئی مرتبہ فوت ہوئیں۔ اگر ترتیب واجب نہ ہوتی تو کسی مرتبہ تو آپؐ اس ترتیب کو چھوڑ دیتے۔ بلکہ آپؐ نے ترتیب کا برہر لحاظ فرمایا ہے۔ ترتیب کا وجوب احنافؒ کے نزدیک اس حدیث سے ہے صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ اَصِلُّی الْحَدِیْثُ تم لوگ ایسے نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔ نیز احنافؒ کے نزدیک پانچ نمازوں سے زیادہ کے بعد بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

قَوْلُهُ بَابُ السَّمْرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ صفحہ ۲۴/۸۴

امام بخاریؒ نے اس باب میں حدیث بعد العشاء کی کراہت والی روایت لا کر اشارہ کیا کہ عفا کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے۔ دیگر کلام خیر وعظ ذکر گھر والوں اور مہمان سے بات کرنا سمر میں داخل نہیں ہے۔ چنانچہ پہلے ایک باب میں سمر فی الفقہ و الخیر سے استعنا کیا اب السمر مع الاہل و الضیف سے استعنا کر دیا تو عفا کے بعد ہر کلام کرنا مکروہ نہ رہا مکروہ وہ ہے جو فجر کی نماز فوت ہو جانے کا سبب بنے۔

قوله فهو انا صفحہ ۲۷/۸۴ حضرت نبی اکرم ﷺ کے مہمانوں کے قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے مہمانوں کا قصہ مبعور اور استطراداً بیان کر دیا۔ فهو انا یہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا کلام ہے جس کی عبارت یوں ہے فهو میں ہوں ضمیر شان ہے۔ انا مبتدأ اور اس کی خبر محذوف ہے۔ انا فی الدار یا انا قاتل

قوله ان ابابکر تعشی صفحہ ۱/۸۵ حدیث باب سے واضح ہوا کہ عشاء کے بعد کھانا کھانا جائز ہے۔ اور میزبان پر واجب نہیں ہے کہ وہ مہمانوں کے ہمراہ ضرور کھانا کھائے۔ بلکہ یہ اسکی رائے پر ہے۔ چاہے ان کے ساتھ کھائے چاہے اکیلا کھائے جیسا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے قصہ میں خیال نے مہمانوں کو کھلایا خود عمل میں مصروف رہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اپنے مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا۔ چنانچہ **قوله فقال واللہ لا اطعمہ** صفحہ ۴/۸۵ یہ اسی قصہ الی بکرؓ سے متعلق ہے۔ جس کو مؤلف نے اختصاراً حذف کر دیا ہے۔

قوله انما کان ذلک من الشیطان صفحہ ۶/۸۵ اس میں تنبیہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا قسم کھالینا کہ میں ان کے ساتھ کبھی نہیں کھاؤں گایہ شیطانی عمل تھا اس میں بھلائی نہیں تھی۔ اور مہمانوں نے بھی قسم کھالی تھی کہ وہ میزبان کے بغیر نہیں کھائیں گے۔ ان حضرات کی اس گفتگو پر امام حاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ نے جب ان کا قصہ سنا تو کوئی نکیر نہیں کیا۔ حالانکہ یہ تو سر مخاطبہ ملاطفتہ اور محاسنہ پر مشتمل ہے۔ اس لئے اس کا جواز معلوم ہوا۔

قوله وکان بیننا و بین قوم عقد فمضی الّا جمل صفحہ ۷/۸۵ ایک قوم سے کچھ مدت تک معاہدہ تھا۔ جب وہ مدت ختم ہو گئی تو آپؐ کے پاس وہ لوگ تجدید عہد کے لئے آئے جن کے بارہ گروہوں پر نمائندے مقرر کئے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے قتال کرنے کا وقت آیا تو آپؐ نے ان کے قتال کے لئے بارہ آدمی بھیجے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ تھے ان سب نے اس بڑے طہن سے کھانا کھایا جو سب کو پورا ہو گیا۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے بھی اس بزرگت کھانا کو تناول فرمایا۔ حالانکہ حضرت ابو بکرؓ کی نیت فقرا کو کھلانے کی تھی۔ جو برکت اس کے اندر پیدا ہوئی وہ بھی فقرا کے لئے ہو گئی۔ پھر اس طعام کا جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف بھیجا تھا حدیث نعمت کے طور پر ہو گا۔ اور جو احسان اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا تھا حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے اصحاب اور احباب کو شریک کرنا پسند کیا۔ اس لئے آپؐ کے پاس بھیجا یہ حضرت ابو بکرؓ کی کرامت تھی جس کی ازل برکت ان کے گھر میں ظاہر ہوئی۔ اور آخری برکت آنحضرت ﷺ کے پاس ظاہر ہوئی کہ وہ سارے لشکر کو پورا ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ کا معجزہ ہوا۔ حضرت الی بکرؓ کی کرامت ہوئی۔ اولیاء اللہ کی کرامت کے الی سنت والجماعت قائل ہیں۔

کِتَابُ الْأَذَانِ

صفحہ ۹/۸۵

قَوْلُهُ وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ الْآيَةِ جب آیت کریمہ سے اذان ثابت ہوئی تو اس سے اس کی ابتداء بھی

ثابت ہو گئی۔ اگرچہ آیت میں صراحۃً اُتد کا ذکر نہیں ہے۔ یہی حال دوسری آیت کا ہے۔ نیز! آیت میں محض اذان کا ذکر ہے۔ اُتد کا ذکر نہیں۔ لیکن صرف اذان کا ذکر آیت اور ترجمہ میں مناسبت کے لئے کافی ہے۔ آیت کے اندر اُتد انکی بدایت کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

قوله ذكر النار والنا قوس ذكر واليهود والنصارى صفحہ ۱۲/۸۵ یہاں اختصار ہے کیونکہ آگ مجوس کیلئے ہے جن کا روایت میں ذکر نہیں۔ اور لوق یعنی سیگ جانا یہودیوں کے لئے تھا جن کا ذکر نہیں۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ نے اس کا ذکر کیا تھا۔
قوله قم فنادبا للصلوة الخ صفحہ ۱۶/۸۵ اٹھو اور نماز کے لئے اعلان کرو۔ اگر ندائے مراد اصطلاحی اذان ہے۔ تو روایت کے درمیان میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ مشہور اذان حضرت عمرؓ کے قول پر مرتب نہیں ہوئی۔ پس درمیانی قصہ کا ذکر نہیں ہوا۔ اگر ندائے مراد نماز ہے جو ان کے اس قول میں ہے کہ **الصلوة جامعة** تو پھر قصہ کا آخری حصہ محذوف ہے۔ وہ فرشتہ کا اذان دینا ہے تو اذان کی وہ صفت ذکر نہیں کی گئی۔ کوکب درری میں شیخ گنگوہیؒ نے اس دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے اور پہلے کی نفی کی ہے تو ناد بالصلوة سے مشہور اذان نہیں بلکہ **الصلوة جامعة** کا کلمہ مراد ہو گا۔ کیونکہ مشہور اذان تو حضرت عبداللہ بن زید ابن عہد رہ کے خواب سے شروع ہوئی ہے۔ تو ترجمہ کا محل اس حدیث سے حذف کر دیا گیا۔ اس طرح حدیث میں اختصار ہوا۔

قوله ان يو تو الاقامة صفحہ ۲۷/۸۵ لفظ ایثار سے وہم ہوتا تھا کہ شاید لفظ اللہ اکبر بھی اقامت میں ایک مرتبہ کہا جاتا ہو شیخ گنگوہیؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر دونوں کا مجموعہ ایک کلمہ ہے۔ اس لئے کہ چاروں ائمہ میں سے کوئی بھی ان کو ایک بار لانے کا قائل نہیں ہے۔ تو یہ مجمع علیہا ہوا۔ باقی اقامت میں حنیۃ ایثار کے قائل نہیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ امام مالکؒ کے نزدیک اقامت کے دس الفاظ ہیں۔ وہ **قد قامت الصلوة** کو بھی ایک مرتبہ کہنے کے قائل ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک گیارہ الفاظ ہیں۔ وہ **قد قلمت الصلوة** کو دو مرتبہ کہنے کا قول کرتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے جب کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کو ایک کلمہ قرار دیا جائے۔ اور یو تو الاقامة کے معنی احتاف کے نزدیک یہ ہیں کہ ایک سانس میں **قد قامت الصلوة** دو مرتبہ کہا جائے۔

قوله اذانا سمعنا صفحہ ۲۷/۸۵ اس اثر کی زیادتی سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ روایت اور ترجمہ میں جو رفع اذان کا حکم ہے اس سے وہ آواز مراد ہے جس میں ایسی سختی نہ ہو۔ یعنی آواز انتہائی بلند نہ کی جائے جو اذان دینے کے لئے کوفت کا باعث ہو۔ بلکہ بغیر کوفت اور مشقت کے رفع صوت ہو۔ جس میں گانہ نہ ہو کیونکہ گانے کو ناپسند کیا گیا ہے۔

قوله فقولوا مثل ما يقول المؤذن صفحہ ۱۰/۸۶ یعنی اس طرح کہ جس طرح مؤذن کہتا ہے۔ یہ حکم تغلیب کے طور پر ہے ورنہ حیلتین یعنی **حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ** میں ایسے جواب نہیں دینا چاہیے ورنہ مزاح بن جائے گا۔ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے۔

قوله الى قوله صفحہ ۱۳/۸۶ یعنی کلمہ شہادت تک تو مؤذن کے قول کی طرح کہے اس کے بعد نہیں کیونکہ بعد ازاں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ کہنا ہے۔

فاقرع بینہم صفحہ ۱۸/۸۶ علماء احناف کے نزدیک کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے قرعہ اندازی منسوخ ہے۔ البتہ دل کی تسلی اور اپنے آپ سے ظلم کی تہمت کو دور کرنے کے لئے اب بھی جائز ہے۔

باب الکلام فی الاذان صفحہ ۲۱/۸۶

اذان کے درمیان کوئی دوسرا کلام کرنا مکروہ ہے۔ البتہ امام احمدؒ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ جو لَا بَأْسَ بِهِ فرما رہے ہیں۔ اس سے اباحت مراد نہیں بلکہ اس کی مشکایہ ہے کہ خلاف اولیٰ ضرور ہے۔ لیکن اذان کے اعادہ نہ کرے۔ کیونکہ اس سے اذان باطل نہیں ہوتی۔ جب تک مقصود اعلام میں خلل انداز نہ ہو۔ یعنی دوران اذان ایسا کلام نہ کرے جو اسے اذان کی افادیت سے نکال دے۔ اور روایت میں جو ہے کہ ایسا اس ذات نے کیا جو ہم سے بہتر ہے تو جب جناب نبی اکرم ﷺ نے خود کیا اور اس کا حکم دیا تو یہ دلیل ہے کہ دوران اذان کلام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ آپ کے ارشاد کے کلام ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یاد رہے کہ حدیث ابن عمرؓ اس بارے میں صریح ہے کہ عذر کی وجہ سے صَلُّوا رَفِیْ یُؤْتِکُمْ اذان سے فراغت کے بعد کہا جاتا تھا تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کے ایسے معنی لئے جائیں جس سے مخالفت نہ ہو۔ بلکہ محض مماثلہ اور اتحاد ثابت کرنا ہو۔ ورنہ حبیعلتین کے عوض ان الفاظ کو داخل کرنے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

قوله باب اذان الاعمی اذا کان له من یخبرہ صفحہ ۲۵/۸۶

ناپینا کا اذان دینا درست ہے۔ جب کہ کوئی ثقہ آدمی اس کو وقت کی خبر دے۔ مقصد یہ ہے کہ وقت کے اطلاع دینے میں کوئی خلل نہیں پڑتا تو ناپینا کے اذان دینے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابن ام مکتومؓ ناپینا صحابیؓ اس وقت اذان فجر کہتے تھے جب انہیں کہا جاتا کہ أَصْبَحْتُ أَصْبَحْتُ پس امام نوویؒ نے جو حنفیہ کی طرف سے نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک ناپینا کی اذان صحیح نہیں ہے یہ غلط ہوا۔ البتہ امام صاحبؒ کربلہ کے ضرور قائل ہیں اس لئے کہ ناپینا وقت کا مشاہدہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔ البتہ جب کسی ثقہ نے اطلاع دے دی تو ناپینا پینا کی طرح ہو گیا۔

قوله کان اذا عتکف المؤذن للصبح صفحہ ۲/۸۷ جب مؤذن صبح ہونے کے لئے کھڑے ہوئے انتظار کرتا اور جب صبح ظاہر ہو جاتی تو آپؐ بلکی سی دور کھینچ پڑتے تھے۔ اس سے واضح ہے کہ اذان فجر کے بعد ہوتی تھی۔ کیونکہ جب ثابت ہوا کہ صبح کا انتظار کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ صبح کے بعد اذان کہتے تھے۔ اگر رات کے وقت اذان ہوتی تو انتظار کرنے کا کیا فائدہ یہ ظاہر ہے۔

اور بعض روایات میں وارد ہے کہ جب مؤذن چپ ہو جاتا جب کہ صبح ظاہر ہوتی۔ تو اس میں واؤ حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔ معنی یہ ہوئے کہ صبح اس سے پہلے ظاہر ہو چکی ہوتی تھی۔

قوله بین النداء والاقامة اذان اور اقامتہ میں کتنا فصل ہوتا تھا۔ ترجمہ پر دلالت ایک دوسرے مقدمہ پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نماز اور سحری کھانے کے درمیان پچاس آیات پڑھنے کے مقدار کا فاصلہ ہوتا تھا۔ اور سحر آخر وقت میں ہوتا تھا۔ اس صورت میں اذان صبح ہو جانے کے بعد ہوگی۔ اس لئے کہ اگر اذان رات کے وقت ہوتی تو دور کعت ستہ فجر ان دونوں کے درمیان واقع نہ ہوگی۔ کیونکہ بعد فجر جب پڑھی جاتی تھیں تو آپ اذان کے بعد انہیں پڑھتے تھے۔ تو اس سے لازم آیا کہ اذان بعد الفجر ہوتی تھی۔ دراصل مؤلف نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے بعض طرق سے استدلال کیا ہے۔ جس میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپ اٹھ کر دور کعت صبح کی نماز سے پہلے فجر کے خوب ظاہر ہونے کے بعد پڑھتے تھے۔

باب الاذان قبل الفجر صفحہ ۵۸۷

معلوم ہوتا ہے کہ یہ اذان نماز کے لئے نہیں تھی ورنہ اس پر اکتفا کیا جاتا اور لن ام مکتوم دوبارہ اذان نہ دیتے بلکہ وہ تو تہجد والوں کو سحر کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی تھی۔ سحر اور تہجد کے لئے علماء احناف کے نزدیک یہ اذان سنت نہیں رہی۔ اس لئے کہ خلفاء راشدین کے دور میں اس پر عمل کرنا چھوڑ دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سنت نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے کسی عارض کی وجہ سے یہ اذان دلوائی تھی۔ جس کی طرف آپ نے خود ہنمائی فرمائی کہ اذان بلال رات کے وقت اس لئے ہوتی تھی تاکہ قائم اللیل سحر کے لئے آجائے اور سونے والا بیدار ہو جائے۔ یاد رہے کہ فجر کے علاوہ اور کسی نماز کے لئے وقت سے پہلے اذان جائز نہیں۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ ائمہ ثلاثہ فجر میں تقدیم کے اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ مولام محمدؒ فرماتے ہیں کہ طلوع فجر سے پہلے اذان نہ کی جائے۔

قوله بین کل اذانین صلوة لمن شاء صفحہ ۱۴۸/۸۷ ہر اذان اودا اقامت کے درمیان نماز ہے جو پڑھنا چاہے۔ آنحضرت ﷺ سے خود نماز مغرب کی دو اذانوں کے درمیان نماز پڑھنا حجت نہیں ہے۔ البتہ صحابہ کرامؓ سے حجت ہے جس کی آپ نے تقریر فرمائی منع نہیں فرمایا شاید آنحضرت ﷺ نے اسلئے نہیں پڑھی تاکہ سنت نہ بن جائے۔ اور فریضہ نماز ادا کرنے میں خلل انداز نہ ہو اور چونکہ آنحضرت نے صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھتے دیکھ کر منع نہیں فرمایا تو یہ سنت قولی اور تقریری ہوئی جس کے ہم بھی قائل ہیں۔ قطب گنگوہیؒ کے اس قول سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر دور کعت جلدی جلدی پڑھ لی جائیں تو اچھا ہے بھر طیکہ مغرب ادا کرنے میں تاخیر نہ ہو۔ اکثر حضرات نے مکرہ اسلئے کہا کہ مغرب کی دور کعت پڑھنے میں تقدیم و تاخیر ہو گا جس سے مغرب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائیگی ورنہ تکبیر تحریمہ تو ضرور فوت ہو جائے گی بہر صورت مامور بہ کا ترک کرنا لازم آئے گا اور مغرب کے وقت میں قلت ہوتی ہے تو خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہو گا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ ہر دو اذانوں کے درمیان فصل ضرور ہونا چاہیے اگرچہ وہ تھوڑا سا بھی کیوں نہ ہو

دیکھئے مغرب کا وقت بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں جلدی کرنے کا حکم ہے۔ جب اس میں فصل ثابت ہے تو دوسرے اوقات میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگا۔

باب من قال لیؤذن فی السفر مؤذن واحد الخ صفحہ ۸۷/۲۱

باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں صرف ایک مؤذن اذان کے۔ وجہ یہ ہے کہ دوبارہ اذان کی ضرورت اسلئے پڑتی ہے کہ لوگ شروں کے اطراف میں پھیلے ہوئے ہوتے ہیں۔ سفر میں ایسا نہیں ہو تا بلکہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہیں۔ لہذا ایک اذان ہی کافی ہے اس ترجمہ کے منعقد کرنے کی غرض یہ ہے کہ اذان کے اندر کئی مؤذنین کے جمع ہونے کی نفی کرتا ہے۔ جیسے کہ حرمین میں کئی مؤذن ایک اذان دیتے ہیں یہ بدعت ہو اسلئے نے ایجاد کی تھی۔ سفر کی قید اتفاقی ہے ورنہ حضر میں بھی ایک اذان کافی ہے۔

قوله ذکر اشیاء احفظها ولا احفظها صفحہ ۵/۸۸ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں چنبا تمیں بتائیں جنہیں میں یاد رکھتا ہوں یا یاد نہیں رکھتا ہوں۔ راویوں میں سے کسی ایک کو شک ہے کہ ان کے استاد نے روایت کرتے وقت ان کو دو کلمات میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔

قوله ویذكر عن بلالؓ انه جعل اضبعيته الخ صفحہ ۱۲/۸۸ اس اثر بلالؓ کی ترجمہ سے مناسب یہ ہے کہ کان میں انگلی داخل کرنا آواز کے بلند کرنے میں مددگار ہے۔ جیسے اذان میں ادھر ادھر منہ پھیرنا آواز پہنچانے میں مددگار ہے۔ کہ دائیں اور بائیں والے لوگوں تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔ بعد ازاں امام بخاریؒ نے اذان کی مناسبت سے اس کے چند احکام بالتحقیق ذکر فرمادیئے۔ چونکہ اذان ارکان صلوٰۃ میں سے نہیں ہے اس لئے جو شرائط نماز کے لئے ہیں وہ اذان کے لئے نہیں۔ مثلاً اذان میں طہارت شرط نہیں وضو اور بغیر وضو اذان کی جاسکتی ہے۔ استقبال قبلہ بھی شرط نہیں ہے خشوع بھی شرط نہیں۔ اس لئے التفات یعنی ادھر ادھر منہ پھیرنا اور کانوں میں انگلیاں ڈالنا ممنوع نہیں ہے۔ نماز میں ممنوع ہیں۔ چونکہ ان احکام میں علماء کا اختلاف ہے اس لئے امام بخاریؒ نے کلمہ ھل سے بیان کیا۔ ہر ایہم تھی فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے بغیر وضو کے اذان پڑھ دی تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ وضو حق اور سنت ہے۔ جس کے معنی اولیٰ اور معمول بہ ہے۔ تاکہ ان کا قول حضرت ابو ایہمؓ کے قول کے خلاف نہ ہو۔ یہ ترجمہ حدیث کے الفاظ التبع فاه ھھنا وھھنا بالاذان سے ثابت ہے۔ کہ میں حضرت بلالؓ کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنا منہ اذان دیتے وقت ادھر ادھر پھیرتے تھے۔ تو حضرت ابو حنیفہؒ نے اسی طرح پھیرا۔ جس پر لفظ التبع دلالت کرتا ہے۔ ابواب اذان ختم ہو رہے ہیں۔ اس لئے مؤلفؒ نے بطور تکرار کے اذان کے متفرق احکام ذکر کر دیئے بعد ازاں احکام جماعت ذکر ہو رہے ہیں۔ اذان کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رُو ہو کر با وضو اذان کہے۔ اور حیعلنین کے وقت اپنے چہرہ کو دائیں اور بائیں پھیرے۔ اور اس التفات کے وقت اس کے قدم قبلہ سے نہ پھریں۔

باب هل يخرج من المسجد الخ صفحہ ۸۹

اذان کہنے کے بعد مسجد سے باہر نکلنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ بغیر ضرورت کے نہ نکلے۔ البتہ ضرورت کے وقت نکلنا جائز ہے۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے پس بے وضو۔ جنبی۔ یا کسی دوسری مسجد کے امام کے لئے اذان کے بعد مسجد سے نکل جانا جائز ہوگا۔

باب اذا قال الامام مكا نكم صفحہ ۸۹/۴

یعنی جب امام کسی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے اور نمازیوں سے کہہ دے کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ تو جب ان لوگوں کو امام کے قول یا کسی قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ واپس آجائے گا تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر چلے جانے کے بعد اس کے حال کا علم نہ ہو سکے کہ واپسی آئے گا یا نہیں تو پھر کسی اور کو امام بنا کر نماز ادا کریں۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں یا بیٹھ جائیں۔ جب کہ امام نے کسی کو خلیفہ نہ بنایا ہو۔ امام بخاریؒ کی ترجمہ سے غرض یہ ہے کہ جب امام نے کوئی خلیفہ نہیں بنایا تو لوگ کھڑے کھڑے امام کا انتظار کریں۔ احنافؒ کے نزدیک خالی کھڑے رہنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

باب وجوب صلوة الجماعة صفحہ ۸۹/۱۴

نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا امام لوزاعیؒ وغیرہ کے نزدیک فرض عین ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ حنفیہؒ اور مابقیہ کے نزدیک سہ مؤکدہ ہے۔ اور ابن رشد کے نزدیک مندوب ہے۔ قدوریؒ میں سنت مؤکدہ کہا گیا ہے۔ اور ہدایہ میں جماعت کو واجب کہا ہے۔ تو سنت سے مراد بھی یہی ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے۔ تو عبارت کا فرق ہوا ورنہ معنی ایک ہیں۔ اور حضرت حسنؒ کا یہ قول اگر مجھے میرا شفقت کے طور پر عفا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے منع کرے تو میں اس کی اطاعت نہیں کروں گا۔ اگر جماعت واجب نہ ہوتی تو اس کے ترک کرنے میں وہ ماں کی نافرمانی کیوں کرتے۔ معلوم ہوا کہ جماعت واجب ہے۔ حضرت حسنؒ بھریؒ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

قوله فاذن واقام صفحہ ۸۹/۲ راستہ کی مسجد جس کا کوئی امام اور مؤذن مقرر نہ ہو اس میں دوبارہ نماز باجماعت اذان اور اقامت کے ساتھ پڑھی جاسکتی ہے۔ جس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہو وہاں جماعت ثانیہ مکروہ ہے۔ کیونکہ صلوة خوف میں آپؐ نے تکرار جماعت کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ ہی آنحضرت ﷺ سے جماعت ثانیہ ثابت ہے۔ اور نہ ہی صحابہ کرامؓ سے اس کا ثبوت ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ احنافؒ کے نزدیک کرہ ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔

قوله ذلك اذا توضاء صفحہ ۸۹/۲۶ یہ ثواب کے بڑھنے کا بیان نہیں ہے۔ بلکہ اپنے ہندوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان اور انعام

جتلانا ہے۔ کہ جب ان امور پر جو مقاصد نہیں اللہ تعالیٰ ثواب عطا کرتا ہے جو عبادت مقصودہ ہے۔ یعنی اس پر کیسے ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ وہ تو قسمت مقصودہ ہے اس پر کئی گنا ثواب ملے گا۔ البتہ نمازی کا چلنا اور نماز کی طرف آنا یہ مضاعفہ کا باعث تو ہے لیکن مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پھر جو مسجد میں مقیم ہے جس نے مسجد کو گھر بنا لیا ہے اور کبھی اس سے نہیں نکلتا تو اس کو اس مضاعفہ میں سے کوئی ثواب نہ ملے خوب سمجھ لو یہ غریب ہے۔ تو ذلک انہ اس مضاعفہ کا بیان نہ ہوا بلکہ تنبیہ ہوئی۔ کہ جو اللہ تعالیٰ غیر مقصودی امور پر ثواب دیتے ہیں وہ عبادت مقصودہ پر ضرور ثواب دیں گے۔ بلکہ رفع درجات فرمائیں گے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةِ الْخ

صفحہ ۹۰/۴

فجر کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی فضیلت کے بارے میں ہے۔ اگرچہ دیگر نمازوں میں بھی باجماعت نماز کو فضیلت حاصل ہے لیکن فجر کی نماز میں مشقت زیادہ ہے۔ نیند چھوڑ کر آنا تاریکی میں چلنا فرشتوں کا اس نماز میں حاضر ہونا۔ یہ ایسے امور ہیں جو فضیلت کا باعث ہیں۔ نیز روایات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ بسا اوقات فضیلت اور زیادتی ثواب کا مدار عارضی امور پر ہوتا ہے۔ اور ان اسباب پر ہوتا ہے جو خارجی ہیں۔ تو فجر کی فضیلت اس لئے زیادہ ہو جائے گی کہ اس میں ایسے امور اور اسباب موجود ہیں جو زیادہ فضیلت کا باعث ہیں۔ دراصل روایات کی مطابقت ترجمہ سے مخفی تھی۔ اس لئے مشائخؒ نے اس کی کئی توجیہات کی ہیں۔ شیخ المشائخؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب درباب ہے ربط کی کوئی حاجت نہیں۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ پہلے مواقیت الصلوٰۃ کے ترجمہ سے اخذ ہے اور ابن الرشد نے اَنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا سے مزید استدلال کیا ہے۔

قوله والله ما عرف من امة محمد ﷺ صفحہ ۹۰/۸ حضرت انسؓ نے دمشق میں حجاج کو ظہر کی نماز میں تاخیر کرنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ حضرت ابو الدرداءؓ دمشق میں رہتے تھے مدینہ میں طاعات اور عبادات میں تبدیلی دیکھ کر افسوس کرنے لگے کہ میں جناب محمد ﷺ کے زمانہ کی کوئی چیز نہیں دیکھ رہا سوائے اس کے کہ اکٹھے نماز پڑھتے تھے۔ ظاہر یہ ہے کہ اس سے اشارہ ہے کہ طاعات اور عبادات میں سے روزہ زکوٰۃ وغیرہ میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ ایک نماز باقی رہ گئی تھی اس کی بھی آنحضرت ﷺ کے زمانہ کی صرف ظاہری صورت رہ گئی ہے اس میں بھی تبدیلی رونما ہونے لگی ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے آخری زمانہ میں فرما رہے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ان کی مراد یہ ہو کہ وہ نماز جس کو ہر دیکھنے والا دیکھ سکتا ہے اور اس کا حکم ہر ایک کو شامل ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دولت مند ہو یا فقیر ہو۔ صبح ہو یا شام ہو ہر دو اطراف میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میں بھی تبدیلی آگئی۔ خلاف دوسری عبادات بدنیہ اور مالیہ کے کہ وہ نماز کی بنسبت قلیل الوقوع ہیں۔ کیونکہ روزہ سال میں صرف ایک مہینہ ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہے جو دولت مندوں کے ساتھ مختص ہے۔ غریب زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتا۔ یکی حج کا حال ہے کہ وہ بھی زندگی میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے جو اس کی طاقت رکھتا ہو ہر ایک پر نہیں ہے۔ بایں ہمہ اس کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں جو اسے مزید قلت میں داخل کر دیتے ہیں۔ ان سب میں سے نماز اکثر بھی ہے

اور اشہر بھی ہے۔ دوسری عبادات نماز کے علاوہ دیکھنے والے کے سامنے نہیں ہوتیں۔ اس لئے کہ روزہ تو بالکل مخفی ہے جس کی کوئی حالت ایسی نہیں جو روزے پر دلالت کرے۔ اس طرح زکوٰۃ بھی دل کا فعل اور اس کا عزم ہے۔ اگرچہ دوسرے کو دینا یہ اس کے آثار میں سے ہے لیکن یہ بھی اس کے ساتھ مختص نہیں۔ اس لئے کہ جس طرح زکوٰۃ میں دوسرے کو دینا ہوتا ہے صدقات نافلہ۔ ہبہ۔ امانت۔ عاریہ اور رہن وغیرہ میں بھی دوسرے کو دینا ہے۔ تو زکوٰۃ کی خصوصیت نہ ہوئی۔ حج ایک سفر ہے جو احرام باندھنے کے بعد ہی دوسرے سفر سے ممتاز نہ ہوتا ہے تو اس کا ظہور بھی زمانہ حج میں اور مکان حج کے ساتھ مختص ہوا۔ عموم و شمول نہیں ہے۔ البتہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جو اپنے عموم اور اہل اسلام کے افراد کو شامل ہونے کی وجہ سے کسی زمان اور مکان کے ساتھ مختص نہیں۔ اس طرح اس کا ظہور ان حالات مخصوصہ سے بھی ہوتا ہے جو عبادات اور طہائع جہلیہ کے مخالف ہیں اور یہ کسی فرد کے ساتھ مختص بھی نہیں۔ پس اس تقریر کی بنا پر حضرت ابو الدرداءؓ کے اس قول ما اعراف من امر امتہ محمد ﷺ الخ کا مطلب یہ ہو گا کہ امت محمدیہ کی طاعات و عبادات میں سے مشہور اور معروف نماز تھی جس کو ان لوگوں نے ضائع کر دیا۔ تو دوسری عبادات کو زیادہ ضائع کرنے والے ہوں گے۔ اور ان کے قول مغضبا کا مطلب یہ ہے کہ بہت غم افسوس اور حسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اس سے اگر حقیقی غضب مراد ہو تو یہ لوگ جو اس کے ضائع کرنے والے ہیں ان پر غضب ناک ہوئے۔ اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ توجیہ مدینہ والوں کی علوشان کے اعتبار سے ہے۔ کہ نماز جیسی عبادت میں تبدیلی کر دی دیگر عبادات کا کیا حال ہو گا یہ حال خیر القرون کا ہے بعد کے ادوار میں جو تبدیلی آئی اس کا تو کچھ نہ پوچھو۔ الحاصل ترجمہ مخصوص تھا فجر کی نماز کے بارے میں حدیث سے عام صلوٰۃ کا حکم معلوم ہوتا ہے۔ پس امام بخاریؒ کی اس کتاب میں یہ عادت ہے کہ کبھی وہ جزئ ترجمہ کو کل روایات سے ثابت کیا کرتے ہیں۔

قوله ان يعرفو المدينة صفحہ ۱۸/۹۰ صرف مدینہ کو خالی کر دینے پر نئی کا مدار نہیں۔ بلکہ نقل مکانی سے منع فرمانا دونوں امر پر مبنی ہے۔ ایک تو مدینہ کا خالی کرنا مکروہ ہے۔ دوسرے اگر وہ لوگ مسجد کے قریب منتقل ہو گئے تو ان کو پیدل چل کر جو قدم قدم پر ثواب ملتا تھا اس میں کمی آجائے گی۔ کہتے ہیں کہ اَلْكَتَبُ مَا كَلَمُوا وَاَنْتَاهُمْ انہیں جو سلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جیسا کہ ابن ماجہ میں سند قوی کے ساتھ مروی ہے۔

قوله ثم ليؤتمكمما اكبر كما الخ صفحہ ۲۴/۹۰ کہ تم میں سے بڑا امامت کرائے۔ اس میں مجاز ہے ورنہ امام تو ان دو میں سے ایک کا ہو گا ان دونوں کے مجموعہ کا نہیں ہو گا۔ جو ضمیر شنیہ کا مدلول ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت مالک بن الحویرث کے ساتھ ایک جماعت آئی تھی لیکن یہ دوسرا واقعہ ہے۔

قوله من غدا الى المسجد صفحہ ۹/۹۱ شاید اس صبح اور شام کو مسجد کی طرف جانے سے فریضہ نماز ادا کرنے کے لئے جانا ہو ورنہ نفل نماز تو گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے حدیث کے لفظ غدا کی بجائے خروج کا لفظ ترجمہ میں رکھا ہے۔ اس سے

اشارہ ہے کہ حدیث میں خدا کے لفظ سے صبح کو چلنے کے معنی مراد نہیں بلکہ عام خروج کے معنی مراد ہیں۔

قوله باب اذا أقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة الخ صفحہ ۱۰/۹۱

جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو فرض نماز کے سوا اور کوئی نماز جائز نہیں۔ اس باب سے احتاف پر رد کرنا ہے جو اس کے قائل ہیں کہ تکبیر ہو جانے کے بعد اگر سنت فجر ادا کر لی جائے تو حدیث بالا کا خلاف نہیں ہوگا۔ قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کے مکان پر سوائے مکتوبہ کے اور کچھ نہ پڑھا جائے۔ البتہ صفوف سے الگ کسی جگہ سنت فجر ادا کرنا جائز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سنت فجر کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ حتیٰ کہ **وَكُوفُ طَرَفَيْكُمْ الْخَيْلُ** یعنی اگر تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں تب بھی سنت فجر کو نہ چھوڑو۔ ادھر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کی بھی تاکید ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اب طریق عمل یہ ہے کہ اگر جماعت کے فوت ہونے کا خدشہ نہ ہو تو مکان جماعت سے الگ دوسری جگہ سنت فجر پڑھ لی جائے تاکہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں۔ اور دونوں شرائط اور عظمتوں کو حاصل کر لیا جائے۔ جب کہ پہلی کی روایت میں رکعتی الفجر کا استعنا موجود ہے۔ الا المکتوبہ کے بعد ہے۔ الارکعتی الفجر اور اس کو علامہ نیوٹی نے آثار السنن میں نقل کیا ہے دراصل یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تو مطلقاً اجازت نہیں دیتے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خارج مسجد ان دور رکعت سنت فجر کو پڑھ لیا جائے۔ جب کہ یقین ہو کہ امام کو پہلی رکعت میں پالے گا۔ احتاف فرماتے ہیں کہ اگر دوسری رکعت کے التحیات تک نماز کو پالینے کا یقین ہو تو صفوف سے الگ سنت فجر ادا کر لے۔

باب حد المريض ان يشهد الجماعة الخ صفحہ ۱۶/۹۱

مریض کو کس حد تک جماعت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ چونکہ مرض اور ضعف و کمزوری کا تقاضا یہ ہے کہ مریض مسجد میں حاضر نہ ہو۔ خطرہ ہے کہ اس کی بیماری میں اضافہ نہ ہو جائے۔ دوسرے مسجد کے بھی آلودہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اس احتمال کو دفع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مریض کے لئے مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا جائز ہے۔ جب تک کسی خرابی اور آلودگی کا خدشہ نہ ہو۔ محض احتمال اور وہم کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حد المریض سے مسجد میں اس کی حاضری واجب ہو۔ کیونکہ فقہاء میں سے کوئی بھی وجوب حضور کا قائل نہیں ہے۔ جب کہ اس کے لئے پاؤں پر چلنا ممکن نہ رہا ہو۔ حتیٰ کہ اسے دوسروں کی مدد لینی پڑے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر حضور مسجد مستحب یا واجب ہو تا تو آنحضرت ﷺ اپنی بیماری کے ایام میں مسجد کی حاضری کو ترک نہ کرتے۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ ایام مرض میں بہت سی نمازوں میں شریک نہیں ہوئے۔ البتہ سترہ نمازیں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتداء میں ادا فرمائی ہیں۔ بہر حال ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ حتیٰ الامکان جماعت میں حاضر ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ شیخ المشائخؒ بھی حد المریض کی جائے حد المریض فرماتے ہیں کہ مریض کو کوشش کرنی چاہیے۔

قوله ابو بکر يصلي بصلوة الخ صفحہ ۲۴/۹۱ یعنی حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھتے تھے مقصد یہ ہے

کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کے امام نہیں تھے امام تو خود جناب نبی اکرم ﷺ تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کی تکبیرات ان کو سنانے تھے اور آپ کے افعال کی ترجمانی کرتے تھے۔ چنانچہ امام بخاریؒ اس کی تصریح فرمائیں گے۔ تو اس سے یہ لازم نہ آیا کہ لوگ مقتدی کو امام بنا رہے تھے۔ اور امام شافعیؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ آپؐ نے اپنی مرض میں مسجد کے اندر صرف ایک مرتبہ نماز پڑھی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مرض الموت میں آپؐ نے مسجد نبوی میں دو نمازیں پڑھی ہیں۔ ایک میں آپؐ امام تھے اور دوسری میں مقتدی تھے۔

قَوْلُهُ اِسْتَاذَنْ اَزْوَاجَهُ اِنْ يُعْمَرُ مَضَىٰ فِي بَيْتِي فَاَذِنَ لَهُ الْخ صفحہ ۲۶/۹۱ یعنی جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات سے اجازت طلب کی کہ وہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں صلا کیے کے لیے گزاریں تو سب نے آپؐ کو اجازت دے دی۔ یہ روایت ترجمہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ اس میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہونے کا ذکر ہے۔ مسجد کی طرف جانے کا ذکر نہیں ہے۔ اگر روایت کو اختصار پر محمول کیا جائے تو پھر خروج الی المسجد کا قصہ اس لئے ذکر نہیں ہوا کہ اس سے روایت کے بعض طرق کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یا پوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب کہ خروج بن دجلہ سے خروج من بیت عائشہؓ الی المسجد مراد ہو۔ خروج الی بیت عائشہؓ مراد نہ ہو۔ تو پھر روایت کے درمیان میں اختصار ہو گیا۔ اور جو مقصود تھا یعنی اپنی صلا کی مسجد کی طرف جانا اس پر اکتفا کیا گیا۔ قطب لنگوئیؒ فرماتے ہیں کہ احسن اور بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جو کچھ ذکر ہوا وہ خروج الی بیت عائشہؓ ہے خروج الی المسجد نہیں ہے اس لئے کہ آپؐ پہلے حضرت میمونہؓ کے گھر میں تھے۔ جہاں سے بیت عائشہؓ میں منتقل ہوئے اور جو حکم مقصود ہے خروج الی المسجد وہ قیاس یا دلالت علی النص سے ثابت ہے۔ وہ اس طرح جو مریض خود چلنے پر قادر نہیں جب تک دوسرا اس کی مدد نہ کرے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو تارہے کسی دنیاوی مقصد کیلئے ایسا نہ کرے۔ اگر اس ضرورت کا انجام مقاصد اخرویہ ہوں تو بہتر ہے کہ وہ مسجد میں آنے کی کوشش کرے۔ اگرچہ دوسرے کی اعانت بھی حاصل کرنی پڑے۔ اس صورت میں روایت کے اندر درمیان یا آخر میں اختصار ماننے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

باب الرخصة في المطر والعلة ان يصلي في رحله صفحہ ۳/۹۲

بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ باب کی پہلی روایت للن عمرؓ کی ترجمہ پر دلالت واضح ہے۔ البتہ دوسری روایت سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اندھیرا سیلاب اور اندھا پن تینوں مل کر رخصت کا فائدہ دیتے ہیں لیکن روایات میں غور و خوض سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں سے رخصت عدم حضور کے لئے مستقل علت ہے۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا ہے اعداؤ توك جماعت عشرون قد ادوعتها في عقد نظم كالدر یعنی بیس اعدار بیان فرمائے ہیں جن میں سے یہ تین مستقل اعداؤ شمار کئے ہیں۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مالکؓ کے قول کے یہ معنی ہوں کہ یا رسول اللہ! تبارکی اور سیلاب کا جماعت میں حاضر نہ ہونے کا سبب تو آپؐ جانتے ہی ہیں۔ میں نابینا بھی ہوں یہ بھی حضور جماعت سے عذر ہے۔ جب کہ دو سبب اور بھی موجود ہیں جو میرے لئے رخصت کا باعث ہیں

باب هل یصلی الامام بمن حضر الخ صفحہ ۹۲/۹

ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اگر صاحب اعذار رخصت کے باوجود مسجد میں حاضر ہو جائیں تو امام عزیمت پر عمل کرنے والے حاضرین کو جمعہ کا خطبہ بھی سنائے۔ اور نماز بھی پڑھائے۔ اس طرح صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کہ گھروں میں نماز پڑھو۔ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں بلکہ ندب کے لئے ہو گا۔ بلکہ لباحت کے لئے ہو گا۔ پس پہلی روایت ابن عباس کی ترجمہ پر دلالت اس معنی کر کے ہے کہ صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کی نداء پر بعض لوگوں نے رخصت پر عمل کیا وہ نہ آئے۔ اور بعض دوسروں نے رخصت پر عمل نہ کیا۔ بلکہ عزیمت پر عمل کرتے ہوئے بارش کے باوجود حاضر ہو گئے۔ تو اب امام کا ان کو نماز پڑھانا صَلَوةُ بَعْنِ حَضَرٍ ہو گیا۔ اور دوسری روایت ابو سعید خدریؓ بایں معنی کر کے ترجمہ پر دلالت ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نماز کے لئے مسجد میں حاضر ہو گئے تو یہ حضور بعض ہو گیا۔ حالانکہ ان کو یہ بھی علم تھا کہ ان کو نماز میں حاضر نہ ہونے کی رخصت ہے۔ پس بعض نماز میں حاضر نہیں ہوں گے۔ جب رخصت ہے تو حاضر ہونا عزیمت کیسے ہو گیا تو فرماتے ہیں کہ قوله لا نهأ عزيمة کا مطلب یہ ہے کہ حیعله یعنی حی علی الصلوة اور حی علی الفلاح کہا گیا تو اس پر عمل کرنا واجب تھا مجھے پسند نہ آیا کہ میں تمہیں پکاروں اور تم اجابت نہ کرتے ہوئے حاضر نہ ہو۔ تو میں نے صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کہ ایک ایسا جملہ کہہ دیا جس نے تمہیں وجوب سے ندب کی طرف نکال دیا۔ تو صَلُّوا فِی الرَّحَالِ نے یہ فائدہ بتلادیا کہ حی علی الصلوة میں امر اپنے وجوب پر نہیں رہا۔ البتہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جب کہ صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کا جملہ حتی علی الصلوة اور حتی علی الفلاح کے بعد ہو تو اب لما بلغ الی قوله کے معنی یہ ہوئے کہ جب حیعلتین سے فارغ ہو جائے تو پھر صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ جب حیعلتین کا ارادہ کرے اور اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ کہے چکے تو پہلے صَلُّوا فِی الرَّحَالِ کہے۔ اور حیعلتین کو چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ممکن ہے او تمکم۔ سے مراد یہ ہو کہ تم مؤذن کی نداء الصلوة والفلاح پر شاید تم میں سے کوئی راستہ کی مشقتیں اور کلفتیں برداشت کرتے ہوئے آئے کہ کپڑے بھیگ جائیں۔ گارے اور مٹی سے آلودہ ہو جائے جس سے کوئی خرابی اور حرج واقع ہو۔ تو یہ ضرر جماعت کے ثواب سے حاصل کرنے سے زیادہ ہو گا جس سے گناہ گار ہو گا لہذا ابھر ہے گھروں میں نماز پڑھو۔

قَوْلُهُ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى صفحہ ۹۲/۱۹ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی دن ہی منیٰ کی نماز پڑھتے دیکھا حضرت انسؓ سے نفی اور اثبات دونوں قسم کی روایات مروی ہیں تو جمع بین الحدیثین کی صورت یہ ہو گی کہ شاید پہلی نماز منیٰ ہو جو آنحضرت ﷺ نے حضرت انسؓ کی آنکھوں کے سامنے پڑھی ہو۔ تو مطلب یہ ہو کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو اس صورت میں اثبات کی روایت جو حضرت انسؓ سے مروی ہے وہ اس کے منافی نہ ہوئی۔ یا مطلب یہ ہے کہ میں نے لوگوں کے سامنے یا لوگوں کے ہمراہ نماز صرف اسی دن پڑھتے دیکھا۔ ورنہ یہ نماز آپ اپنے کسی گھر میں پڑھا کرتے تھے۔ جس کو حضرت انسؓ نہ دیکھ سکے ترجمہ کی غرض یہ بتانا ہے کہ صَلَوةُ الضَّحٰی فی الحضر یہ حضرت عثمانؓ کا واقعہ ہے۔ اور یہ دوسرا واقعہ رجل ضخم کا ہے۔ جو عذر کی وجہ سے جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔

قوله باب اذا حضر الطعام صفحہ ۱۹/۹۲

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے نماز پڑھ لی جائے۔ اور بعض میں ہے کہ کھانے کے بعد پڑھے۔ تو قطب لکھتے ہیں دونوں روایتوں کو جمع کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ روایت میں جو قلب فارغ کا جملہ ہے اس نے روایات مختلفہ کو جمع کر دیا کہ اگر ل میں کھانا کھانے کا تقاضا ہے تو کھانا پہلے کھالے ورنہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ پس جس روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ نے مانے کو نماز پر مقدم کر دیا وہ اسی پر محمول ہے کہ جب کھانے کے تقاضا کا غلبہ ہو۔ لایع میں قصہ عمر وغیرہا کے الفاظ ہیں جو سبقت قلم کا سرہ ہے۔ ورنہ روایات میں حضرت ابن عمرؓ اور دیگر حضرات کا قصہ مروی ہے۔ البتہ اگر وقت میں تنگی ہو تو کھانے کو بہر حال مؤخر کرے۔

قوله باب من صلی بالناس وهو لا یرید الخ صفحہ ۷/۹۱

جو شخص لوگوں کو تعلیم کے لئے نماز پڑھاتا ہے اس سے وہم ہوتا تھا کہ شاید اس کی اپنی نماز جائز نہ ہو۔ کیونکہ یہ نماز لوچہ اللہ نہیں ہے۔ تو اس وہم کا دفعہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ ارادہ اخلاص کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ تعلیم بھی لوچہ اللہ ہے۔ کوئی دنیاوی غرض اس سے متعلق نہیں ہے۔

قول مثل شیخنا ندا شیخ سے مراد حضرت عمرو بن سلمہؓ ہیں۔ جو پہلی رکعت سے اٹھتے وقت جلسہ استراحت کرتے تھے کیونکہ سن رسیدہ اور بوڑھے ہو گئے تھے۔ جلسہ استراحت کے امام شافعیؒ کے علاوہ ائمہ اربعہ میں سے اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ بن تیمیہؒ نے نقل کیا ہے کہ جلسہ استراحت کے ترک کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔

قوله وکان الشیخ یجلس صفحہ ۱۱/۹۳ کا مطلب یہ ہوا کہ سن رسیدہ اور کمزور ہو جانے کی وجہ سے شیخ عمرو بن سلمہؓ جلسہ استراحت کرتے تھے۔ کہ پہلی رکعت سے اور تیسری رکعت سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔

قوله فان کن صواحب یوسف صفحہ ۱۶/۹۳ جب آنحضرت ﷺ نے مرض وفات میں فرمایا کہ مروا ابابکرؓ فلیصل بالناس کہ حضرت ابوبکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا وہ رفیق القلب ہیں آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہو کر رونے کی حالت میں لوگوں کو قرآن نہیں سناسکیں گے۔ اس سے میرا خشا یہ تھا کہ کہیں ان کے مصلیٰ پر کھڑے ہونے سے لوگ بد فالی نہ پکڑیں۔ تو صواحب یوسف سے تشبیہ اس میں ہوئی کہ دل میں کچھ چھپا رکھا ہے اور ظاہر کچھ اور کر رہی ہیں۔ یاد ہے کہ حق سے پھسلانے میں تم یوسف علیہ السلام والی عورتوں کی طرح ہو جو زلیخا کے ساتھ پھسلانے میں شامل ہو گئی تھیں۔ طبع مولا تک کہہ دیا۔

قوله فنکص علی عقیبہ صفحہ ۲۷/۹۳ حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک جناب نبی اکرم ﷺ

نمودار ہوئے۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اس گمان کی بنا پر ایڑیوں پر پھر گئے کہ شاید آنحضرت ﷺ میں طاقت آگئی ہے۔ جس کی وجہ سے قوم کی امامت کرنا آپ کے لئے ممکن ہو گیا ہے۔

قوله مَا نُنْظَرُ نَا مُنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا الْخ صفحہ ۴/۹۴ حضرات صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے اس سے عجیب منظر نہیں دیکھا۔ یہ حضرات آنحضرت ﷺ کے حجرہ مبارک کو تازرہ تھے جب پردہ اٹھتا محسوس کیا تو اپنے چہروں سے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ صرف چہرہ کو ادھر ادھر پھرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ جب تک چہرہ قبلہ سے نہ پھر جائے یا قبلہ پیٹھ کی طرف چلا جائے۔ کیونکہ التفات یسر سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ جب سینہ قبلہ سے پھر جائے تو بالافتقار نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آنکھ پھیرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ البتہ چہرہ پھیرنا مکروہ ہے۔

قوله تَاخِرُ الْاَوَّلِ اَوَّلُ يَتَاخَرُ جَا زَتْ صَلَوتُهُ صفحہ ۱۷/۹۴ مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں امام راتب کی جائے اس کا نائب پڑھ رہا ہو۔ پس امام راتب کے آجانے پر اسے پیچھے ہٹ جانا چاہیے تاکہ امام راتب نماز کو پورا کرے۔ اگر نہ ہٹے تب بھی نماز جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ پیچھے ہٹ کر جواز کا ثبوت تو حضرت ابو بکرؓ کے فعل سے ہے۔ کہ آنحضرت کے آجانے پر پیچھے ہٹ گئے۔ اور پیچھے نہ ہٹنے کا جواز جناب نبی اکرم ﷺ کے قول سے ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا اپنی جگہ ٹکے رہو۔ یہ مطلب امام بخاریؒ کی رائے کے مطابق ہے لیکن علماء احنافؒ کے نزدیک یہ مقصد ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا پیچھے ہٹنا اس وجہ سے تھا کہ وہ قرأت سے رک گئے تھے بلا ضرورت امام کے لئے پیچھے ہٹنا جائز نہیں۔ دوسرے آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں کون آگے کھڑا ہو سکتا ہے آج کیسے جواز ہے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کا قرأت سے رک جانا جناب نبی اکرم ﷺ کے صحت یاب ہونے کی خوشی کی وجہ سے تھا۔

قوله اُلْتَمَسَ اِلَيْهِ صفحہ ۲۶/۹۴ مجہول کا صیغہ ہے اگرچہ معروف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں فاعل الامام ہوگا

قوله بَابُ اِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ صفحہ ۲۷/۹۴

اس میں اشارہ ہے کہ جب علم اور قرأت میں برابری ہو تو روایت کے مطابق بڑی عمروالے کو امام بنانا چاہیے۔ اگر علم و قرأت میں برابری نہ ہو تو پھر اکبر سن یعنی بڑی عمروالے کو آگے بڑھانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ پھر تو قرأت اور علم والا امام ہوگا۔ اس مطلب پر گویا کہ ترجمہ حدیث کے لئے شارح ہو گیا۔ کیونکہ حدیث ابن مسعودؓ میں ہے يَوْمَ الْقَوْمِ اَقْرَأْهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ الْخ یہ اہل انشاء پر کامسک ہے ورنہ ائمہ ثلاثہؓ کے نزدیک احقہم بالا امامۃ اعلمہم ہے۔ کہ امامت کا حقدار زیادہ علم والا ہے اور اقراء اس زمانہ میں اعلم ہو کر رہتا تھا۔

قوله بَابُ اِذَا زَارَ الْاِمَامُ قَوْمًا صفحہ ۴/۹۵

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے۔ مَنْ زَارَ قَوْمًا فَلَا يُؤْمِنُهُمْ وَلِيُؤْمِنَهُمْ دَجَلٌ مِنْهُمْ ترجمہ۔ جو شخص کچھ لوگوں سے ملنے جائے

تو وہ ان کی امامت نہ کرے۔ بلکہ ان میں سے کوئی آدمی ان کا امام نہ۔ تو امام حارّی اس ترجمہ سے متاثر ہے ہیں کہ نخی مطلق نہیں ہے۔ بلکہ عدم لذن سے مقید ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرے۔ اجازت مل جانے پر نماز پڑھا سکتا ہے۔ امام حارّی کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر امام اعظم ہو تو اس کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ امام خاص کی جائے یہی امام ہو گا۔

قَوْلُهُ اِلَّا بِاِذْنِهِ یا تو امامت کے بارے میں ہے یا جانور کے اگلے حصہ پر بیٹھنے کے لئے ہے۔ اس دونوں امر کا لحاظ کیا گیا ہے۔

باب انما جعل الامام ليؤتم به صفحہ ۷۹۵

امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس باب کے تحت امام حارّی حضرت نبی اکرم ﷺ کی مرض کی حالت میں نماز پڑھنے کا ذکر لائے ہیں۔ جس سے اشارہ کرنا ہے کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر کوئی فرض چھوڑ دے تو اس میں امام کی متابعیت واجب نہیں ہے۔ دیکھئے جناب نبی اکرم ﷺ نے عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھی قوم نے کھڑے ہو کر پڑھی بیٹھے نہیں۔ اس بارے میں دیگر آثار بھی ذکر کئے ہیں مثلاً کوئی شخص بھیڑ کی وجہ سے سجدہ نہیں کر سکا تو وہ امام کی متابعت نہ کرے کیونکہ اس کی متابعت میں فرض کا چھوڑنا لازم آتا ہے۔ جس طرح فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ایسے سجدہ کا چھوڑنا بھی روا نہیں ہے۔ کیونکہ سجدہ فرض ہے۔ امام حارّی منسوخ روایت کو بعد میں لائے اور ناسخ کو پہلے لائے۔ اگر اس کا عکس کر لیتے تو بہت اچھا ہوتا۔ اس سے اشارہ ہے کہ قوم کے لئے قیام فرض تھا اس لئے فرض کو چھوڑ دینے میں صحابہ کرام نے آپ کی متابعت نہیں کی۔ اور نہ ہی آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اثر میں ہے کہ لا تباہوا ائمتکم بالركوع ولا بالسجود سرائحالے تو پھر سر کو اتنی دیر رکھے رہے جس قدر اٹھایا تھا۔ پھر امام کی پیروی کرے۔ یہ انما جعل الامام ليؤتم به پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ طحاوی میں ہے کہ مقتدی پر ارکان فعلیہ میں امام کی متابعت واجب ہے۔ تو اثر ابن مسعود کی تاکید متابعت کے لئے لائے ہیں۔ جب تک امام کسی واجب کا ترک نہ کرے اور حضرت حسن بصری کے اثر کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو بھیڑ بھاڑ یا اور کسی وجہ سے سجدہ کرنے کی قدرت نہیں ہوئی تو وہ انتظار کرے۔ یہاں تک جب امام سلام پھیر دے تو سلام پھیرنے میں اس کی متابعت نہ کرے۔ کیونکہ اس سے فرض متروک ہو گیا ہے۔ اس لئے جب اسے کوئی جگہ سجدہ کرنے کی ملے تو پہلے دوسری رکعت کے لئے دو سجدے کرے پھر پہلی رکعت کا اعادہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ وہ ادا کر چکا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے فرض سجدہ ادا نہیں ہوا۔ اور حضرت امام اعظمؒ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر اسے امام کی پیٹھ پر سجدہ کرنے کا موقع ملے تو بھی اسے سجدہ کرنا چاہیے اگر کسی صورت بھی سجدہ کرنے کی قدرت حاصل نہیں ہوئی تو جب بھی اسے قدرت حاصل ہو سجدہ ضرور کرے احناف کے نزدیک ترتیب فرض نہیں ہے۔ امام حارّی کی غرض یہ ہے کہ آخری رکعت کے دو سجدوں پر قضا رکعت کو مقدم نہ کرے۔ بلکہ امام کے سلام کے بعد قضاء کرے تاکہ امام کی متابعت رہے۔

فیمن نسى سجدة یہ کلام حسن کا ضرع ثانی ہے اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں۔ محض اس مناسبت سے اس کا ذکر دیا

کہ فرض کا ادا کرنا ضروری ہے۔ کوئی فرض ہو اس کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔ جیسے کوئی شخص سجدہ کرنا بھول گیا حتیٰ کہ کھڑا ہو گیا تو اسے واپس آکر سجدہ کرنا ضروری ہے کیونکہ وہ فرض ہے۔ مولانا مکیؒ کی دوسری تقریر میں ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ دو سجدوں میں سے ایک کو بھول گیا یہاں تک کہ امام بھی کھڑا ہو گیا اور یہ ناسی بھی کھڑا ہو گیا پھر اسے سجدہ یاد آیا تو واپس لوٹ کر سجدہ کرے تاکہ امام کی متابعت پوری ہو جائے پھر کھڑا ہو جائے۔ اس تقریر پر ترجمہ سے موافقت ثابت ہو جائے گی۔

قوله فاجلساه صفحہ ۲۰/۹۵ جب آنحضرت ﷺ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھا دیا گیا تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا فرمائی۔ جس پر حضرت ابو بکرؓ قراءۃ سے رک گئے۔ تو انہوں نے آپؐ کو خلیفہ بنایا۔ فاقصدی اس لئے کہا گیا کہ غیر مقتدی کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ نیابت میں مساوات شرط ہے۔

قوله سَمِعْتُ لَكَ الرَّجُل صفحہ ۲۳/۹۵ حضرت عائشہؓ نے دوسرے آدمی کا نام شاید اس لئے نہ لیا ہو کہ ان کے نزدیک معین نہیں تھا۔ اس لئے کہ دوسری جانب تین حضرات ہوتے تھے۔ حضرت مدیرہؓ۔ حضرت اسامہؓ۔ اور حضرت علیؓ یا یہ کہ حضرت علیؓ نے جو آنحضرت ﷺ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عائشہؓ کو اس کا علم نہ ہو سکا اور بڑی بات یہ ہے کہ اگر دلوں کی کدورت کی وجہ سے نام نہ لیا ہو تو یہ بھی کوئی بعید امر نہیں ہے۔ اگرچہ ایسا اقدام نہیں کرنا چاہئے لیکن چونکہ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں ہیں۔ اگر بھری نقاضا کے مطابق ایک دوسرے پر ناراضگی یا مہربانی کی وجہ سے ہو جائے تو نہ یہ محال ہے اور نہ ہی اس پر کوئی گرفت ہے آخر حضرت علیؓ نے بھی انک کے موقع پر کہہ دیا تھا کہ لَنْ يَضِيقَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَالنِّسَاءُ سِوَاَهَا كَثِيرٌ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر ہرگز تنگی نہیں کرے گا۔ حضرت عائشہؓ کے سوا اور عورتیں بہت سی ہیں یہ بھی ایک رنجش کی بات تھی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے نام سے متعین کر دیا یا تو اسلئے کہ انہیں کو اس کی اطلاع تھی۔ یا علیؓ باقی دو حضرات سے بے فاصلے پر تھے۔ یا ان کی فضیلت کی وجہ سے تعین کر دی۔ علاوہ ازیں کسی شخص کا ذکر کر دینا کم درجہ والے کی نفی نہیں کر دیتا کیونکہ ہمارے نزدیک مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں ہوتا۔ حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جو ہدایت کے ستارے ہیں ان سے ایسے اقوال اور افعال سرزد کرائے گئے تاکہ دین کی تکمیل ہو۔ جو امور شان نبوت کے خلاف تھے وہ صحابہ کرامؓ سے کرائے گئے۔ امت کی تعلیم کے لئے ایسا ہوا۔ اور جو امور نبوت کے خلاف نہیں جیسے نسیان سو نوم وغیرہ وہ نبی کی فعلی تعلیم میں داخل ہیں۔

باب متی یسجد من خلف الامام صفحہ ۷/۹۶

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض یہ بتلانا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ مقتدی کے افعال امام کے افعال کے بعد متصل ہوں جن میں فصل نہ ہو۔ البتہ اگر امام سن رسیدہ ہو اس کے قوی کمزور ہوں حرکت و انتقال دیر سے ہوتا ہو تو ابتدا میں تاخیر اس قدر ہو کہ انتہا میں بعدیتہ متصل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ اگر امام کے کسی فعل میں شروع ہو جانے کے بعد مقتدی نے فعل کو لانا شروع کیا تو امام کی فراغت سے پہلے ان کی فراغت ہو جائے گی۔ جب کہ امام کی حرکات دیر سے ہوں اور مقتدی جلدی کرنے لگیں تو حضرت انسؓ کی حدیث سے دعویٰ کے

اول حصہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اذسجد فاسجد وا کہ جب امام سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ جس سے معلوم ہوا کہ تعاقب تو ہو لیکن فصل نہ ہو اور وہ روایت جو باب میں ذکر کی گئی ہے وہ اس پر دال ہے کہ امام اور مقتدی کے فعل شروع کرنے میں فصل ہونا چاہیے تو ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ پر نظر رکھنے سے مقصود ثلث ہو جائے گا۔ تو دونوں حدیثیں ایک دوسرے کی تفسیر کے درجہ میں ہوں گی۔ مطلب یہ ہوا کہ سجدہ میں امام کے زمین تک پہنچنے سے پہلے مقتدی زمین تک نہ پہنچیں بلکہ اس کے بعد پہنچیں۔

قوله من المصحف صفحہ ۱۵/۹۶ نماز کے اندر قرآن مجید کھول کر قراۃ احناف کے نزدیک مفید صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ ایک تو غیر نمازی سے تعلم ہے۔ دوسرے اوراق الٹ پلٹ کرنے سے عمل کثیر ہو گا جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ صاحبین مصحف سے دیکھ کر پڑھنے کو مکروہ کہتے ہیں۔ ائمہ ثلاثہ صرف نوافل میں جواز کے قائل ہیں۔ حضرت عمرؓ نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کے فعل سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ تو محرم کو مہیج پر بھی ترجیح ہوگی۔

قوله والغلام الذی لم یحتلم صفحہ ۱۶/۹۶ یعنی جو لڑکا نابالغ ہو اس کی امامت جائز ہے۔ عند البخاریؒ یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ فرض نماز پڑھنا لڑکے کے پیچھے صحیح نہیں البتہ نفل کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ سے روایات ہیں۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ نفل میں جواز کے قائل ہیں۔ جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کا استدلال آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد سے ہے کہ یومہم اقراہم لکتاب اللہ الخ اور اقرء میں بالغ نابالغ سب داخل ہیں۔ لیکن احنافؒ کی جانب سے یہ جواب ہے کہ اگر اس عموم کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر تو کافر۔ مجنون اور عورت کی امامت بھی جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ حالانکہ عموم میں تو وہ بھی شامل ہیں تو جس طرح اقرأیۃ کے عموم سے ان تینوں کو خاص کیا جاتا ہے۔ اس طرح نابالغ لڑکا بھی اس عموم سے خارج ہو گا۔ تخصیص کی وجہ وہ نصوص ہیں جن میں آتا ہے کہ نابالغ لڑکا مکلف نہیں ہے۔ رفع القلم عن ثلث ان میں صبی بھی داخل ہے۔ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے

قوله لم یحتلم سے غالباً مواحق لڑکا مراد ہو گا۔ میر حال نابالغ بھی ہے۔ جب نماز واجب نہیں تو وہ مقتدیوں کی نماز کا کیسے ضامن ہو گا البتہ نماز مردوں پر واجب ہے۔ لہذا جیسے فرض اور شروع کرنے کے بعد واجب ہے جیسے نفل۔

قوله مروضاً بقیاء صفحہ ۱۸/۹۶ یہ بعض راویوں کی طرف سے عصبۃ کی تفسیر ہے۔

قوله وان استعمل حیثی صفحہ ۲۰/۹۶ اس روایت سے ترجمہ اس طرح ثلث ہو کہ جب عبد حبشیؓ کی امارت جائز ہے تو امیر نماز میں بھی مقتدا ہو گا۔ لہذا المذنب العبد ثلث ہوئی۔ نیز روایت کے بعض طرق میں عبد حبشیؓ کے الفاظ وارد ہیں۔ تو جب عبد حبشیؓ چھوٹے سردار کے اطاعت کا حکم ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم بھی داخل ہے۔ لہذا اس سے ترجمہ ثلث ہوا۔

باب اذا لم یتم الامام واتم من خلفه صفحہ ۲۱/۹۶

ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک امام کی اقتداء محض متابعت ہے۔ صحت و فساد سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ امام کی نماز مقتدی کی نماز کی ضامن ہے۔ الامام ضامن آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے ترجمہ یہ ہے کہ جب امام نماز پوری نہ کرے اور لوگ اس کے پیچھے ہیں وہ نماز پوری کر لیں تو یہ جائز ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ تمام کے لفظ سے اشارہ ہے کہ یہ حکم نماز کے زائد امور میں ہے۔ جیسے نماز کے سنن اور مستحبات امام ادا نہ کرے مقتدی کر لیں۔ لیکن ارکان نماز اور اس کے شرائط ان میں اگر امام کی طرف سے خلل واقع ہو تو مقتدی کی نماز میں ضرور خلل واقع ہوگا۔ شاید امام بخاریؒ بھی وہی مسلک اختیار کر رہے ہیں جو شوافعؒ کا ہے۔ کہ امام کی نماز کا فساد مقتدیوں کی نماز کے فساد کو مستلزم نہیں ہے۔ اس صورت میں لفظ تمام اپنے عموم پر رہے گا ارکان اور شرائط کے علاوہ سنن اور مستحبات سے مفید نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم

قوله خلف المخنث صفحہ ۱۷۹ بجزے کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مخنث اگر وہ مرد ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتا ہے تو مرد ہونے کی وجہ سے اس کی امامت جائز ہے۔ اگر وہ خلقی طور پر عورتوں کے مشابہ ہے تو عورتوں کی مشابہت کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ عورتوں کی امامت تو نماز کو فاسد کرنے والی ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے قول لکم عام سے معلوم ہوتا ہے کہ تعہ خواہ کسی ہو یا خلقی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ ضرورت مستثنیٰ ہے جب کہ مخنث شوکت و سلطنت والا ہو تو جماعت کے نظام کو خراب نہیں کیا جائے گا۔

قوله ولو لحبشی صفحہ ۲۷۹ اگرچہ یہ طاعت اور حکومت حبشی کے لئے ہو۔ کیونکہ حبشی امام تب نے گا جب وہ جبری غلبہ حاصل کر لے اور ظلم کرے یا اس کو کوئی اور امام مت کے لئے مقرر کرے۔ بہر حال ہر حبشی کی اطاعت کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ منجملہ اس کے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ہے۔ تو ترجمہ سے معلوم ہوا کہ فاسقوں کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔ مفتون اور مبتدع سے یہی مراد ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا رائج مذہب ہے۔ البتہ اعتقادی فاسق کو امام نہ بنایا جائے۔

باب يقوم عن یمن الامام بحذاءه سوا الخ صفحہ ۲۷۹

قوله سوا یہ قولہ بحذاءہ کی تاکید ہے۔ تاکہ مجاز کا وہم نہ ہو یہاں دو مسئلے ہیں پہلا یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو۔ خواہ وہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو تو اسے امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے البتہ حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ اسے امام کے بائیں جانب کھڑا ہونا چاہیئے۔ لیکن اکثر ائمہؒ کا قولہ دائیں جانب کا ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ دائیں جانب امام کے برابر کھڑا ہو یا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو نا چاہیئے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں بتلادیا کہ امام کے برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ برابر سر کی نہیں قدم کی مراد ہے۔ سوا بمعنی مساوی کے ہے کہ امام سے آگے پیچھے نہ ہو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ تموز اس پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو۔ امام نفعیؒ سے منقول ہے کہ وہ مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی واحد کو امام کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہونا چاہیے یہی عوام کا معمول ہے۔ شیخ مگنویؒ فرماتے ہیں محاذات کا تقاضا ہے کہ دونوں کے مقام میں مساوات ہو۔ اور روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کیا۔ اور اس سے ثابت ہوا وہ ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے تھوڑا سا پیچھے تھے۔ یہ امر زائد کا ثبوت کرتا ہے۔ لفظ عن یمنہ میں اصل محاذاة ہے۔ جس کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے۔ صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ ایک مقتدی تھوڑا سا امام کے پیچھے ہو بالکل اس کے برابر نہ کھڑا ہو کتب فقہ میں صاحبین کا نہیں صرف امام محمدؒ کا یہی مسلک منقول ہے۔

باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود صفحہ ۲۱/۹۷

نماز کے اندر قیام میں تو امام کو تخفیف کرنی چاہیے۔ البتہ رکوع اور سجود کو پورا کرے ان میں تخفیف نہ ہو۔ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لئے کہ ایک حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ کا نماز میں قیام رکوع اور سجود برابر ہوتے تھے۔ دوسری میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ نماز میں تخفیف کرنے والے تھے۔ توجیع کا حاصل یہ ہے کہ قیام میں تخفیف ہوتی تھی۔ کہ قرآن میں سنت کے مطابق اختصار کرتے تھے۔ اور رکوع اور سجود کو پورا ادا کرتے تھے۔ اور جمع کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ اطاعت کے مراتب میں سے اقل مرتبہ کو لیتے تھے کہ واجبات پورے کے پورے ادا کرتے اور اوپر کے مراتب کے اعتبار سے تخفیف ہوتی تھی۔ امام بخاریؒ نے حضرت معاذؓ کی حدیث سے خاص کر تخفیف قیام کو ثابت کیا ہے۔ جیسے اس جگہ قیام میں قرآن کو بیان کیا۔ اور حدیث ابن مسعودؓ میں فَلْيَتَجَوَّزْ اختصار کرے۔ اس سے تخفیف قیام کی تفسیر کر دی۔ واتمام الرکوع میں واؤمِّنْ مع کے ہے۔ تو اس باب میں فَلْيَتَجَوَّزْ سے تخفیف قیام مراد ہوا۔ اب یہ روایت ان روایات کے منافی نہیں ہوگی جن میں اتمام رکوع و سجود کی تاکید کی گئی ہے صل فانک لم تصل جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی اس کو فرمایا نماز پھر پڑھو۔ کیونکہ تم نے نماز پوری نہیں پڑھی۔ شیخ مگنویؒ نے جو دوسری توجیہ کی ہے وہ احادیث کے مختلف الفاظ کو جمع کرنے کی صورت میں ہے۔ ترجمہ کو ثابت کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ آگے ایک باب الایجاز والاکمال کا آ رہا ہے۔ جو اس توجیہ کے مناسب ہے کہ ایجاز تو اکمال کے اقل مراتب کے اعتبار سے ہے اور اکمال یہ ہے کہ سب آداب کی رعایت کی جائے۔ تو اس توجیہ پر ترجمہ مکرر نہیں ہوگا۔

قوله فليتجوز اس باب میں ان الفاظ کو لانے سے اشارہ کر دیا کہ تجوز اگرچہ عام ہے لیکن اس جگہ اس سے تخفیف قیام مراد ہے۔ اور صل فانک لم تصل اس کا تعلق قیام سے نہیں بلکہ تخفیف رکوع اور سجود سے ہے جس کو اتمام کے لفظ سے پورا کرنے کا حکم ہوا چنانچہ امام بخاریؒ اسے ابواب الرکوع میں لارہے ہیں۔ یاد رہے کہ اس جگہ دو قہے ہیں ایک حضرت معاذ بن جبلؓ کا ہے جنہوں نے مسجد بنی سلیم میں عشاء کی نماز پڑھائی تھی۔ دوسرا قصہ حضرت ابی بن کعبؓ کا ہے جنہوں نے صبح کی نماز مسجد بقاء میں پڑھائی تھی۔

باب اذا صلى لنفسه فليطول ما شاء صفحہ ۲۷/۹۷

پہلے باب میں تطویل سے ممانعت تھی۔ شاید کسی کو وہم ہو کہ تطویل مطلقاً مکروہ ہے خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ ہو۔ تو دفع وہم کرتے ہوئے اس کے بعد اس حدیث کو لائے ہیں۔ کہ جب اکیلے نماز پڑھے تو جس قدر تطویل چاہے کر سکتا ہے۔

قوله ان اطول بها اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے کسی ضرورت کیلئے تطویل کے جواز کو ثابت کرنا ہو یعنی کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع کو لمبا کر دے جس کو ائمہ اربعہ مکروہ کہتے ہیں۔ امام شعبیؒ اور امام احمدؒ جواز کے قائل ہیں۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف معلوم ہوتا ہے۔

قوله ان اطول فيها الخ صفحہ ۱۵/۹۸ سے وہ تطویل مراد ہے جو قوم پر گراں نہ ہو۔ تو اس میں اختصار غایت کا اختصار ہو گا جو آپؐ کے ارادہ سے بالکل مختصر ہو۔ جب کہ آپؐ اس تخفیف کا ارادہ نہ کر رہے ہوں۔ تو بچ کے رونے کی آواز سن کر بہت ہی زیادہ اختصار کرتے ہوں گے۔ نماز میں کسی کے لئے انتظار کرنے کو حضرت امام ابو حنیفہؒ شرک قرار دیتے ہیں۔

قوله ثم يأتي قومه فيصلي بهم صفحہ ۵/۹۸ چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے امام بخاریؒ نے اذا صلى ثم ام قوما کی جز ذکر نہیں کی۔ مسئلہ یہ ہے کہ آیا فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت معاذؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ فرض پڑھ کر پھر اپنی قوم کو فرض پڑھاتے تھے۔ یہ حدیث جواز والوں کا مستدل ہے۔ احنافؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ حدیث معاذؓ اس وقت کا واقعہ ہے جب فرض کو دو مرتبہ ادا کرنا جائز تھا۔ چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے ان کے فعل کو سنا تو انہیں منع کر دیا۔ فرمایا یا تو قوم پر تخفیف کرو یا میرے ساتھ نماز پڑھو معلوم ہوا جمع جائز نہیں ہے۔ شیخ گنگوہیؒ ہے اس کی زیادہ عفت اس لئے نہیں کی کہ کوکب دری میں اس کو مفصل بیان کر چکے ہیں۔

باب من اسمع الناس تكبير الامام صفحہ ۲۵/۹۸

جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے۔ روایت باب سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ اس وقت امام نہیں تھے کہ مقتدی کی امامت کا الزام عائد نہ ہو۔ وہ تو محض آنحضرت ﷺ کی تکبیر کی آواز لوگوں کو سناتے تھے لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی

قوله فاشار اليه ان صل صفحہ ۳/۹۹ حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت ﷺ کا حکم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے رہو۔ اور اپنی جگہ پر ثابت رہو۔ چونکہ آپ قرأت سے رُک گئے تھے۔ تو اپنے فعل میں مجبور و معذور تھے ورنہ آپ جناب نبی اکرم ﷺ کے حکم جا آوری کی جائے حکم عدولی کیسے کر سکتے تھے تو یہ ان کا بیچے ہٹا قرأت سے رُک جانے کی وجہ سے ہوا جیسا کہ باب من دخل ليوم الناس فجاء الامام الاول الخ میں گذر چکا ہے۔

باب الرجل یأتم الامام ویأتم الناس بالامام صفحہ ۹۹/۴

کوئی شخص کسی امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس مقتدی کی اقتدا کریں۔ ہمارے نزدیک یہ اقتدا افعال میں ہے۔ ورنہ درحقیقت اقتدا امام کی ہوگی۔ دراصل امامت اہل بجر میں تین احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ سب لوگوں کے امام درحقیقت جناب نبی اکرم ﷺ ہوں۔ اور حضرت ابو بکرؓ محض مبلغ اور آپؐ کی تکبیر کی آواز سنانے والے ہوں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ صرف ابو بکرؓ کے امام ہوں۔ ابو بکرؓ بقیہ لوگوں کے امام ہوں۔ اور تیسرا احتمال جس کو امام احمدؒ نے اختیار کیا ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ ہوں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس تیسرے احتمال کو بالکل نہیں لیا۔ پہلے دو احتمال ذکر کئے ہیں۔ پہلا احتمال قول جمہور ہے۔ دوسرا احتمال امام شعبیؒ کا قول ہے۔ شیخ گنگوہیؒ کے کلام میں اجمال ہے جو محل ہے کہ مقتدی کی اقتداء افعال میں تھی ورنہ حقیقت امام کی اقتداء تھی اور کسی کی نہیں۔

قوله اتموا بی ولیاتم بکم الخ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تم میری اقتدا کرو بعد والے تمہاری اقتدا کریں گے۔ یہ منطوق ہے جو عام ہے۔ کہ اہل عصر پہلے لوگوں کی اقتدا کریں۔ یعنی خلف سلف کا اتباع کریں اس کو بھی شامل ہے۔ اور اس کو بھی شامل ہے کہ جب امام نظر نہ آئے تو پچھلی صفوں والے پہلی صفوں والوں کی اقتدا کریں۔ اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ دوسری صف والے اپنے سے پہلے لوگوں کو دیکھتے ہوں گے جب کہ امام کے حال سے واقف نہ ہوں۔ عام محدثین نے اسے مسئلہ صفوف پر محمول کیا ہے تعلیم و تبلیغ مراد نہیں لی۔ شیخ گنگوہیؒ نے حدیث کو دونوں معنی پر حمل کرتے ہوئے اشارہ کیا کہ یہ حدیث جوامع الکلم میں سے ہے۔

قوله عن یسار ابی بکرؓ صفحہ ۹۹/۱۳ کہ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے بائیں جانب تھے۔ یہ جملہ بھی اس بات کا قرینہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ امام تھے۔ کیونکہ جب مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں جانب ہو کر تا ہے نہ کہ بائیں جانب۔ اس باب سے ایک مسئلہ اختلافی کی طرف اشارہ ہے کہ قائم جالس امام کی اقتدا کر سکتا ہے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جالس قائمین کی امامت نہیں کر سکتا۔ اور امام احمدؒ و اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مقتدی قیام پر قادر ہو پھر بھی وہ بیٹھے ہوئے نماز پڑھ سکتا ہے۔ جمہور کا استدلال آپؐ کے آخری فعل سے ہے کہ مرض و فوات میں آنحضرت ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ کرامؓ نے کھڑے ہو کر آپؐ کی امامت میں نماز ادا کی۔

باب هل یأخذ الامام صفحہ ۹۹/۱۵

امام کو جب شک گذرے تو کیا وہ لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم اسلئے نہیں بیان کیا کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ هل کا لفظ بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے لائے ہیں۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر امام کو یقین ہو تو لوگوں کے قول کا اعتبار نہ کرے اگر شک ہو تو لوگوں کے قول پر لوٹ آئے۔ امام مالکؒ کے مسلک میں تفصیل ہے۔ حضرت ذوالعیدینؒ کا واقعہ احناف کا مستدل ہے

تولہ لم یسمع الناس من البکاء صفحہ ۲۶/۹۹ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وجہ سے لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے۔ یہ عمل ترجمہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو علم تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جب میرے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے پھر بھی آپؐ نے ان کو نماز پڑھانے کا حکم دیا کہ وہ میری جگہ پر کھڑے ہوں۔ معلوم ہوا کہ نماز میں رونے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ ورنہ آنحضرت ﷺ حضرت ابو بکرؓ کو روک دیتے۔ احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اگر رونا ذکر جنت وغیرہ کی وجہ سے ہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ اگر کسی درد مالی و بدنی یا مصیبت کی وجہ سے ہے نماز باطل ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ رونا آپہں بھرنا خواہ دو حرف سے بھی ہو تو وہ مفید صلوٰۃ ہے۔ خواہ ذکر آخرت کی وجہ سے ہو یا کسی دنیاوی امر کی وجہ سے رونا ہو۔

باب تسوية الصفوف عند الاقامة وبعدها صفحہ ۳/۱۰۰

کبیر کے وقت اور اس کے بعد صفوں کو برابر کرنا چاہیے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے سووا صفوفکم یہ حکم عام ہے اور مطلق ہے جو نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہے اور نہ ہی کسی وقت کے ساتھ خاص ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان کہ میں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تمہیں دیکھتا ہوں اس کا تقاضا ہے صفوں کو برابر کرنے کا اہتمام کیا جائے جب کہ امام کی نگاہ مقتدیوں پر پڑتی ہو۔ اور آنحضرت کا ارشاد ہے تسوية الصفوف من تمام الصلوة صفوں کو برابر کرنا نماز کو مکمل کرنا ہے۔ جس سے اس کی سیت کی طرف اشارہ ہوا۔ یہی امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک ہے۔ اس کے ترک پر جو عید فرمائی گئی وہ تشدید اور تخلیط کے لئے ہے۔

باب الزق المنكب بالمنكب صفحہ ۲۱/۱۰۰

صف کی برابری میں کندھے کو کندھے سے ملایا جائے۔ اور قدم سے قدم ملے مغنے ملانے کا حکم نہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ حقیقی الصاق تو ہو نہیں سکتا لہذا قرب اور محاذۃ میں مبالغہ کرنا چاہیے تاکہ خلل نہ ہو جائیں۔

باب اذا قام الرجل عن يسار الامام صفحہ ۲۳/۱۰۰

جب کوئی شخص امام کی بائیں جانب آکر کھڑا ہو تو امام اسے دائیں طرف پھیر دے۔ تو اس سے دونوں کی نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ جمہور کا یہی مسلک ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ بہر حال امام اور مقتدی ہر دو کو اپنا مقام اختیار کرنا چاہیے اس لئے اگلے باب میں فرمایا کہ عورت کا مقام سب سے آخر میں ہے۔ وہ اکیلی ہو تو صف کا حکم ہے۔

باب المرأة وحدها تكون صفاً صفحہ ۲۷/۱۰۰

اس سے مقصد یہ ہے کہ جیسے لڑکا اکیلا صف میں کھڑا ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ عورت کا یہ حکم نہیں ہے بلکہ وہ مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ خواہ اس کے ساتھ کوئی اور عورت ہو یا نہ ہو۔ اس کا مقام خلف الرجال ہے۔

باب میمنۃ المسجد والامام صفحہ ۲/۱۰۱

بظاہر وہم ہوتا تھا کہ شاید مسجد کی دائیں جانب امام کی بائیں جانب ہوگی۔ اس کا دفعیہ کرتے ہوئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نہیں جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے۔ کیونکہ مساجد کعبہ کی طرف ہنی ہوئی ہیں۔ تو امام کی طرح ان کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہوگا۔ تو دونوں کے میمنہ میں اتحاد ہو۔

قوله وان كان بينهما طريقاً أو جدراً الخ صفحہ ۶/۱۰۱ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے مسئلہ یہ ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان اختلاف مکان ہو تو احناف کے نزدیک یہ اقتدائے مانع ہے دیگر ائمہ کے نزدیک اختلاف مکان کے باوجود اقتدائے جائز ہے۔ مکان ایک ہو کوئی دیوار وغیرہ حائل ہے احناف کے نزدیک اقتدائے جائز ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک مانع ہے۔ امام بخاریؒ کی باب ہندی سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مانع نہیں ہیں نہ مکان و دیوار وغیرہ۔ احناف کا مسلک یہ ہے کہ اگر راستہ شارع عام نہیں ہے تو صحت اقتدائے مانع نہیں۔ اسی طرح جب مکان ایک ہے تو دیوار اقتدائے مانع نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس مکان میں بہت سے گھر ہوں تو بھی کوئی نقصان نہیں ان گھروں میں اقتدائے صحیح ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان چھوٹی نہریاراستہ یا قریبی کشتیاں حائل ہوں تب بھی اقتدائے جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر راستہ میں صفیں متصل ہیں تو اقتدائے جائز ہے۔ ورنہ نماز جائز نہ ہوگی۔ ابو مجلزؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو تو جب امام کی تکبیر سنتا ہے اس کی اقتدائے جائز ہے۔ تو اگر اس طریق کو غیر شارع سے مقید کیا جائے اور دیوار اسی مکان کی ہو تو پھر یہ اثر بھی احناف کے موافق ہو جائے گا مخالف نہیں ہوگا۔ اس طرح دوسرے آثار بھی مذہب حنفیہ کے موافق ہو جائیں گے مخالفت کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اگرچہ ظاہری الفاظ سے مخالفت معلوم ہوتی ہے جبکہ عام معنی لئے جائیں۔ اگر تخصیص کر لی جائے تو پھر کوئی مخالفت نہیں

باب صَلَوةُ الْاَيْلِ صفحہ ۹/۱۰۱

بظاہر اس باب کی سابق باب سے کوئی مناسبت نہیں۔ ہمارے شیخ المشائخ نے فرمایا کہ یہ باب درباب کے قبیلہ سے ہے۔ کیونکہ صَلَوةُ التَّهَجُّدِ کا مستقل ذکر آ رہا ہے تو ممکن ہے اس جگہ ایک زائد فائدہ کیلئے اس باب کو لایا گیا ہو۔ وہ یہ ہے کہ نماز تہجد جماعت کے ساتھ جائز ہے۔ خواہ گھر میں ہو یا مسجد میں ہو۔ تو مسلک احناف کے خلاف نوافل کو جماعت سے ادا کرنے کا جواز ثابت کیا۔ کہ آنحضرت ﷺ نے حجرہ میں نماز تراویح پڑھی۔ حجرہ کی دیوار چھوٹی تھی صحابہ کرامؓ نے اس حائل کے باوجود آپؐ کی اقتدائے تراویح کی نماز کو پڑھا۔

ابھی تک تراویح کی تاکید ثابت نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں حضرت عمرؓ کے دور میں سنت کفایہ ہونے پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور بیس رکعات تراویح ان تین ایام میں ادا کی گئی۔ سابق بن زید کی یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے۔

قوله سمعت ابا النضر عن بسر عن زيد عن النبي ﷺ صفحہ ۱۷۱/۱۷۰ پہلی روایت میں روایت معنعنہ تھی

اس طریق میں بتلادیا کہ موسیٰ بن عقبہ کا ابو النضر سے سماع ثابت ہے۔ امام بخاریؒ نے سماع کی تصریح کر کے اس طریق کی طقویت کر دی۔ بعض طرق میں ابو النضر کا واسطہ ذکر نہیں ہے۔

باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلوة صفحہ ۱۸۱/۱۸۰

تکبیر سے مراد تکبیرۃ الافتتاح ہے تو افتتاح اس کو لازم ہوگا۔ معنی یہ ہوئے باب افتتاح صلوة کسی چیز ہو خواہ تکبیر سے ہو۔ یہاں چند احاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ بظاہر کلام میں امام بخاریؒ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دو ترجمے میان کر رہے ہیں۔ الایجاب والافتتاح اور بظاہر ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ تکبیرۃ الافتتاح واجب ہے اسلئے شرح نے ان کے کلام کی کئی توجیہات کی ہیں۔ قطب مکتوبیؒ نے فرمایا کہ تکبیر سے تکبیرۃ الافتتاح مراد ہے۔ اور الافتتاح عطف تفسیر ہے۔ بعض نے ولو کو عاطفہ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے واؤ معنی مع کے لیا ہے۔ اور بعض نے اسے لام کے معنی میں لیا ہے جو بعید ہے۔ اور بعض نے با جارہ کے معنی میں لیا ہے بہر حال امام بخاریؒ اس باب سے اشارہ کر رہے ہیں کہ تکبیرۃ الافتتاح نماز کی شرط مقدم ہے۔ اس لئے ایجاب تکبیر سے شروع کیا اور پھر دوسرے درجہ پر افتتاح الصلوة کو لائے ہیں۔ دوسری بحث یہ ہے کہ یہاں ایجاب بمعنی وجوب کے ہے۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر اس کی تاکید بیان کر رہے ہیں کہ اس کا وجوب منصوص ہے۔ مستنبط نہیں ہے۔ تیسری بحث مضاف الیہ سے ہے۔ کہ تکبیر جمہور ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ پھر کوئی اسے رکن کہتا ہے کوئی شرط قرار دیتا ہے۔ بعض اسے سنت کہتے ہیں۔ امام بخاریؒ ایجاب کا لفظ لا کر مسلک جمہور کی تائید فرما رہے ہیں مخالفین کا رد کرتا ہے۔ چوتھی بحث لفظ تکبیر میں ہے۔ کہ احناف کے نزدیک ہر تعظیم الہی کے لفظ سے افتتاح ہو سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک لفظ تکبیر ضروری ہے۔ التکبیر سے خفیہ پر رد کرتا ہے۔ پانچویں بحث روایات کو ترجمہ سے مطابق کرتا ہے۔ بہر توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے تکبیر سے تکبیرۃ الا احرام مراد لی ہے جس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اس لئے اس کو افتتاح پر مقدم کیا گیا۔

قوله باب رفع الیدین فی التکبیرۃ الاولى مع الافتتاح سوائے صفحہ ۱۸۲/۱۸۱

امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے یہ بتلانا ہے کہ رفع یدین کو نہ تکبیر سے پہلے کرنا چاہئے اور نہ تکبیر کے بعد بلکہ دونوں متصل ہوں جس کو روایت سے اس طرح ثابت کیا ہے کہ روایت میں رفع افتتاح کا ظرف ہے یا اس کی جزاء ہے۔ بہر صورت دونوں میں اتصال ثابت ہوا دراصل امام بخاریؒ نے ترجمہ میں دو اختلافی مسکول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ترجمہ کے جز اول کی طرف قولہ رفع الیدین سے کیا ہے۔

اس کی مشروعیت مجمع علیہ ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔ لکن حزم اسے فرض کہتے ہیں۔ مالکیہ اسے مستحب کہتے ہیں بلکہ ابن العربی نے پانچ اقوال نقل کئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ وہ ہے جس کی طرف قطب گنگوٹی نے اشارہ فرمایا کہ رفع یدین تکبیر کے مقارن ہو یہ بھی اختلافی مسئلہ ہے۔ شوافع اور مالکیہ کے نزدیک مقارنہ ہے۔ احناف کے نزدیک رائج یہ ہے کہ رفع یدین مقدم ہونا چاہیے اور حنابلہ بھی مقارنہ کے قائل ہیں۔ شیخ گنگوٹی نے رفع الیدین کی بحث کو کب درمی میں بڑے سط کے ساتھ بیان کی ہے۔ اجمالاً یہاں ذکر کیا ہے۔

باب الخشوع فی الصلوٰۃ الخ صفحہ ۱۰۲/۲۳

روایت میں جو خشوعکم کا لفظ ہے شاید اس سے مراد سجود ہو۔ اور اسی پہلی روایت کی وجہ سے ترجمہ ثابت ہوا کہ لفظ خشوع سے سجدہ مراد لیا گیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خشوع اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ تو دوسری روایت میں سجود کا لفظ ہے اس سے خشوع مراد ہو کیونکہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اس لئے کہ سجدہ کے معنی ہیں پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ جس میں عاجزی اور نیاز مندی کے درجات کا لحاظ ہوتا ہے۔ خشوع اگر فعل قلب ہے تو خشیت ہے اگر فعل جوارح ہے تو سکون کے معنی ہیں۔ نیز نماز کے اندر خشوع مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ ورنہ آنحضرت ﷺ نماز کے اعادہ کا حکم فرماتے۔

قوله باب ما یقرء بعد التکبیر صفحہ ۱۰۲/۲۷

اس باب میں امام بخاری دو روایات لائے ہیں ایک سے بتلایا کہ جبرائیل بلند آواز سے فاتحہ کو شروع کیا جائے۔ اور دوسری روایت جو آہستہ پڑھی جائے وہ دعا ہے جس کی تعیین نہیں۔ بلکہ اختیار ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ قرأت سے افتتاح کرے۔

قوله فقام فاطال القيام صفحہ ۱۰۳/۷۷ یہ محل ترجمہ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے فعل سے قیام کو لمبا کرنا ثابت ہوا پس جائز ہے کہ اس لمبے قیام میں قرأت دعا پڑھے اور ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ باب کے انعقاد سے یہ بیان کرتا ہے کہ افتتاح کے بعد کیا پڑھا جائے۔ بظاہر یہ ہے کہ اس قیام میں قرأت الدعاء اور قرأت القرآن ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ افتتاح کے بعد قرأت قرآن سے پہلے دعا کا پڑھنا ہے تو اس طرح باب ما یقول بعد التکبیر کتنا صحیح ہوا البتہ درمیان میں لفظ باب کو الگ اسلئے لائے کہ بعد الافتتاح جو کچھ پڑھا جائے اس پر پہلی دو روایتیں صراحت دلالت کرنے والی ہیں۔ اور باب کے بعد حکم مقام کے قرینہ سے ثابت ہوتا ہے۔ بہر حال تینوں روایات سے واضح ہو گیا کہ تکبیر کے بعد کیا پڑھا جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ قرأت سے پہلے محض ثناء کے ذکر کے بیان کرنے کے لئے باب منعقد کیا گیا ہے اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری نے ترجمہ باندھا۔

ما یقرء بعد التکبیر اس کے بعد تین روایات ذکر فرمائیں۔ پہلی روایت فاتحہ کے بارے میں ہے اور دوسری دعا کے بارے میں لیکن چونکہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور دعا کا پڑھنا سنت ہے اسلئے پہلی روایت کو دوسری سے پہلے لے آئے کہ واجب سنت سے مقدم ہوتا ہے

اور تیسری روایت ضمن سورۃ کے بارے میں ہے۔ یعنی فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ پڑھی جائے اور ضم سورۃ حتیٰ طور پر فاتحہ کے بعد ہوتا ہے اس لئے ان دونوں کے درمیان لفظ باب سے فاصلہ کر کے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھا جائے۔ اس طرح تینوں مایقرء بعد التکبیر میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ صاحب تیسیر نے باب العمل فی الصلوٰۃ کا ترجمہ صلوٰۃ کسوف کی حدیث پر قائم کیا ہے۔

قوله قلت ای رب وانا معهم صفحہ ۱۱۱/۱۰۳ یعنی میں نے کہا اے میرے رب! کیا آپ ان کو عذاب میں مبتلا کریں گے حالانکہ میں ان کے ساتھ ہوں اور آپ کا وعدہ ہے مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ الایۃ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔ جبکہ آپ ان میں موجود ہوں گے اور آپ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ سورۃ انفال کی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تو کلام میں ہمزہ استفہام کے بعد تعدیہم مقدر ہو گا۔ جس کی طرف شیخ گنگوہی نے اشارہ فرمایا ہے۔

قَوْلُهُ فَتَنَّاوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُوْدًا صفحہ ۲۱۱/۱۰۳ کہ میں نے اس جنت میں سے انگور کا ایک خوشہ لینا چاہا۔ مناولت کے معنی ہاتھ سے پکڑنے کے ہیں۔ اس جگہ پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ میں نے اس خوشہ کو اس کی جگہ سے الگ کر لیا تاکہ لوگوں کو دکھاؤں اور انہیں کھلاؤں گویا کہ آپ نے اسے اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا یعنی اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس کو اٹھا کر چھوڑ دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تناولت سے پکڑنے کا ارادہ اور قصد کرنا ہو۔ اس کلام سے شیخ گنگوہی نے قولہ تناولت اور قولہ اخذت کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ کیونکہ پہلے تو تناولت سے اخذ کا اثبات کیا بعد ازاں لو اخذت سے اس کی نفی کر دی۔ اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ میں نے اپنے لئے تو اسے پکڑ لیا۔ کاش تمہارے لئے اس کو پکڑ لیتا یہ تیسری توجیہ ہوئی کہ میں نے اس کو تمہارے لئے نہیں لیا کہ وہ جنت کا طعام ہے۔ جسے دنیا میں اس لئے نہیں رکھا جاسکتا کہ طعام جنت کو فنا نہیں بلکہ بقاء ہے۔ اور دنیادار الفناء ہے۔

باب رفع البصر الى السماء فی الصلوٰۃ صفحہ ۲۴۱/۱۰۳

نماز میں آسام کی طرف نظر اٹھانا۔ امام بخاری نے دونوں باب ذکر کئے ہیں رفع البصر الى الامام۔ و رفع البصر الى السماء پہلے باب میں ایک اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ نمازی اپنے آگے دیکھے۔ سجدہ کی جگہ دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ خشوع کا تقاضا ہے کہ اپنے سجدہ کی جگہ پر دیکھے۔ دوسرا مسئلہ آسمان کی طرف دیکھنا ہے جس کی کراہت پر اجماع ہے شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب امام کی طرف دیکھنا جائز ہے تو آسمان کی طرف دیکھنا بھی جائز ہو گا۔ کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ایک اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ کیونکہ غالباً امام کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا اصلاح صلوٰۃ کے لئے ہوتا ہے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھانا بغیر ضرورت ہے۔ بایں ہمہ دونوں میں امر و نہی وارد ہوئے۔ کیونکہ اگر آسمان کی طرف نظر اٹھانا مفید ہو تا تو جائز ہے۔ جیسے آنحضرت ﷺ نے تحویل قبلہ کے وقت وحی کے انتظار میں آسمان کی طرف دیکھا۔ اسی طرح اگر امام کی طرف دیکھنا کسی اصلاح کے لئے نہیں بلکہ

اس کے کپڑے اور پگڑی کو دیکھنا ہے تو امام کی طرف دیکھنا بھی ناجائز ہوا۔ اور کبھی کسی عارض کی وجہ سے امام کی طرف دیکھنا واجب ہوتا ہے جیسے کہ بھرے نے کسی کی اقتدا کی تو اسے امام کی طرف دیکھنا ہے جب کہ اس کے ساتھ اور کوئی نہ ہو۔ تاکہ اس کے حال کی اسے پوری بصیرت حاصل ہو جس سے اقوال اور افعال میں اس کی اقتدا کرے گا تو اسی طرح دونوں میں امر و نہی جمع ہو گئے۔ اصلاح کی صورت میں جائز و نہ ناجائز ہے۔

باب الالتفات فی الصلوة صفحہ ۱۰۴/۲

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا یہ بھی مقید ہے اور تقریباً پہلے مسئلہ کی تفسیر ہے۔ کیونکہ التفات میں اگر کوئی اصلاح مضمر ہے تو جائز ہے ورنہ اختلاس شیطان ہے جس سے اجر و ثواب میں کمی ہو جائے گی۔ مؤلف نے اگرچہ حتی حکم کوئی نہیں بیان کیا لیکن باب کی روایت سے کراہتہ معلوم ہوتی ہے۔ جمہور نے کراہتہ تنزیہی پر اجماع کیا ہے۔ دراصل التفات تین قسم ہے۔ محض دیکھنا یہ سب کے نزدیک جائز ہے دوسرا چہرہ پھیرنا یہ مکروہ ہے۔ البتہ سب حضرات ضرورت کے وقت اس کی اجازت دیتے ہیں۔ تیسرا التفات یہ ہے کہ سینہ پھر جائے یہ شوافع اور احناف کے نزدیک مفید صلوٰۃ ہے۔ بلکہ کے نزدیک دائیں بائیں دیکھنا مکروہ ہے۔

باب وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوة الخ

امام اور مقتدی دونوں کے لئے نمازوں میں قرآن کا پڑھنا واجب ہے۔ درحقیقت یہ باب آنے والے ابواب کے لئے ہلکا کتاب کے ہے۔ باقی ابواب اس کی شرح اور تفصیل ہیں اور باب درباب ہیں۔ امام بخاریؒ نے تمام نمازوں میں امام اور مقتدی کے لئے قرآن کرنا واجب قرار دیا ہے خواہ وہ جہری نماز ہو یا سری ہو۔ مؤلف نے ترجمہ میں وجوب قرآن کو مطلق رکھا ہے اپنی صحیح میں انہوں نے خاص کر قاضی الکتاب کا باب قائم نہیں کیا۔ اور نہ ہی مقتدی کے بارے میں کوئی ایک حرف بولا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے ہافو و ماتیسر الخ کے عموم سے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے کہ اس میں نہ تو کسی نماز کی قید ہے اور نہ ہی کسی نماز کی۔ پھر حضرت امام حسنؒ اور امام زفرؒ تو فرماتے ہیں کہ فرائض کی ایک رکعت میں قرآن کرنا واجب ہے۔ احناف کے نزدیک دو رکعت میں۔ امام مالکؒ کے نزدیک تین رکعات میں اور شوافع کے نزدیک چاروں رکعات میں قرآن واجب ہے۔ مؤلف اسی کو ثابت کرنے کے درپے ہیں حالانکہ یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام نمازوں کی رکعات میں قرأت کرتے تھے جس طرح لوگوں اور اقامت وغیرہ پر آپ کا دوام تھا جو سنن میں سے ہیں۔ تو شوافع پر لازم ہے کہ قرأت کا رکن ہونا ثابت کریں۔ جس کے نہ ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

قوله فارسل معه رجلاً الخ صفحہ ۱۰۴/۱۹ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں جو خلافت فاروقی میں

کوفہ کے گورنر تھے۔ کوفہ والوں نے دربار فاروقی میں ان کی شکایات لکھیں۔ ایک شکایت یہ بھی تھی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھتے۔ پہلے تو حضرت عمرؓ نے خود ان سے دریافت کیا۔ جن کے جواب پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا کہ آپ نماز میں اور دیگر امور میں کوتاہی نہیں کرتے ہوں گے تاہم حضرت محمد بن مسلمہؓ اور دو اور حضرات کو تحقیقات کے لئے بھیجا اور خود حضرت سعدؓ کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ تاکہ لوگوں کی شکایات خود اپنے کانوں سے سُنیں۔ یہ وفد کوفہ پہنچا۔ ہر مسجد میں جا کر ان کے متعلق پوچھا سب نے ان کی تحسین کی۔ صرف ایک مسجد بصرہ میں ایک شخص اسامہؓ نے اپنی ناموری کے لئے تین الزام لگائے۔ ایک تو یہ کہ جہاد میں خود نہیں جاتے۔ مال کی تقسیم مساویانہ نہیں کرتے۔ اور فیصلہ میں عدل نہیں کرتے۔ حضرت سعدؓ نے اس کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اطل عمرہ اس کی عمر دراز کر دے۔ اطل فقہہ اس کی تنگ دستی لمبی کر دے اور اسے فتنہ میں مبتلا کر دے۔ یہ اس کے الزامات کا فطری جواب تھا۔ حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات تھے۔ یہ شخص اس قدر روڑھا ہو گیا کہ اس کے لہو سفید ہو کر آنکھوں پر آگئے اور راہ چلتی لڑکیوں کے چٹکی کا قنا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو حضرت سعدؓ کے حال پر اطمینان تھا۔ انکو اڑی کے لئے وفد تحقیق حال کے لئے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لئے بھیجا۔ ان میں سے ایک فائدہ یہ تھا کہ یہ تفتیشی معاملہ حضرت سعدؓ کے سپرد کر دیا۔ حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ تاکہ اگر ان پر دعویٰ ثابت ہو جائے تو ان کو سزا دی جائے۔ تاکہ دوسرے حکام کو تنبیہ ہو جائے۔ خواہ وہ چھوٹے افسر ہوں یا بڑے۔ کہ جب حضرت عمرؓ نے ایسے صحابی کو معاف نہیں کیا تو ہمارا کیا حال ہو گا۔ ہمیں سخت سزا بھگتنی پڑے گی۔ اس لئے ہمیں انہیں شکایت کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ چغل خوروں کو نصیحت ہو جائے کہ خواہ وہ ان کی یا کسی دوسرے عامل کی شکایت کریں تو سوچ سمجھ لیں کہ ہمارا کیا انجام ہو گا۔ تاکہ پھر وہ کسی عامل اور حاکم کی شکایت کرنے کی جرأت نہ کریں۔ البتہ اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوں تو پھر حضرت عمرؓ تک پہنچانے کی جرأت کریں۔ تیسرا فائدہ یہ تھا کہ اس انکو اڑی اور تحقیق حال سے حضرت عمرؓ نے اپنے سے تمہت دور کرنے کے لئے ایسا کیا کہ کوئی مخالف یا موافق یہ نہ کہنے پائے کہ حضرت عمرؓ نے بھائی بھائی اور حضرت سعدؓ سے الفت کی وجہ سے ان کی رعایت کی کہ ان کا احتساب نہیں کیا۔ اس طرح کی اور بدگمانیاں بھی ہو سکتی تھیں۔

قوله قام رياءً وسمعتہ صفحہ ۲۳/۱۰۴ سمعہ وہ رياء جس کا حاسہ سمع سے تعلق ہو یعنی شرت۔ اور رياء وہ ہے جس کا تعلق حاسہ بصر سے ہو جسے دکھاوا کہتے ہیں۔ یعنی وہ اسامہؓ اس لئے کھڑا ہوا تاکہ لوگ جان لیں یہ شخص حق کے ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔ کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ جیسے امیر کے خلاف شکایت کرنے سے نہیں ڈکا۔ حالانکہ وہ صحابی عشرہ مبشرہ میں سے تھے ان سے بھی اسے حیاء و امن گیر نہیں ہوئی۔ تو جس نے ایسی شخصیت کو نہیں چھوڑا تو یہ حق ظاہر کرنے میں بڑا دلیر ہے۔

باب القراءة في الظهر صفحہ ۵/۱۰۵

اس باب اور اگلے باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ظہر اور عصر میں قرآن پڑھنا واجب ہے۔ البتہ کبھی کبھی میان جواز کے لئے ان سری نمازوں میں قرآن سنا دیا کرتے تھے۔ چونکہ معصوم کو سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کی کوئی دلیل نہیں ملی۔ اسلئے انہوں نے ترجمہ قرآن کو مطلق رکھا۔ اس سے تنبیہ کر دی کہ فاتحہ اور کسی دوسری سورت کا پڑھنا جائز ہے۔ حضرت قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے جس نسخہ میں صلوٰۃ العشی ہے اس کے مطابق تو روایت کا ترجمہ پر دلالت کرنا ظاہر ہے۔ اور جس نسخہ میں صلوٰۃ العشاء وارد ہے یعنی عشاء کی دو نمازیں مغرب اور عشاء اور پھر ظہر اور عصر میں قرآن کا ثبوت قیاس ہو گا۔ اس طرح کہ جب قرآن کا پڑھنا عصر میں جائز ہے۔ تو ظہر میں بھی ثابت ہو گا۔ کیونکہ دونوں میں فرق کا کوئی قائل نہیں ہے۔ اور وہ جو حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ وہ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن کے قائل نہیں ہیں یہ قول ضعیف ہے یا اس کی تکوین کرنی پڑے گی۔ اس لئے کہ ان سے اثبات اور نفی کی دونوں مختلف روایتیں مروی ہیں۔ نیز! حضرت سعدؓ نے اپنے کلام میں پانچوں نمازوں کا ذکر فرمایا صلوٰۃ فجر صلوٰۃ العشی و صلوٰۃ العشاء لیکن روایوں نے ان سے روایت کھڑے کھڑے کر کے نقل کی۔ ان کا پورا کلام ذکر نہیں کیا کیونکہ ان سے شکایت بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے۔ اور ان کا جواب بھی مطلق نماز کے بارے میں ہے تخصیص کسی نماز کی نہیں ہے۔

قوله وسمعنا الآية احياناً الخ صفحہ ۱۰۵/۱۰ کہ آپؐ ہمیں کبھی ایک آیت سنا دیا کرتے تھے۔ اس روایت ذکر کرنے سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ قرآن کے ثبوت پر صرف داڑھی مبارک کا بلند دلیل نہیں ہے بلکہ وہ بطور تائید کے ہے۔ اس پر علم کا دار و مدار نہیں ہے کیونکہ اضطراب لحیدہ ممکن ہے دعاء کے لئے ہو یا دوسرے اذکار کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ پس جب آپؐ نے کبھی بکھار آیت سنائی تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ظہر میں قرأت قرآن کرتے تھے۔

قوله لاخر ما سمعنا صفحہ ۲۰/۱۰۵ یعنی مسجد میں جماعت کے ساتھ مغرب کی نماز میں میں نے آخری مرتبہ آپؐ کو سورۃ مرسلات پڑھتے سنا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد کبھی اس سورۃ کو نہیں پڑھا۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ سے بھی منقول ہے کہ آپؐ نے اسے مسجد میں مغرب کی نماز میں پڑھا ہے۔ تو حضرت ام الفضلؓ کی روایت گھر کے بارے میں ہو گی۔ اور حضرت عائشہؓ کی مسجد کے بارے میں۔ اسی طرح دونوں روایات جمع ہو جائیں گی۔

قوله مالك تقرأ في المغرب بقصير الخ صفحہ ۲۲/۱۰۵ حضرت زید بن ثابتؓ صحابی رسولؐ نے مروان بن الحکم عامل مدینہ سے پوچھا کہ تم ہمیشہ نماز مغرب میں قصارِ مفصل پڑھتے ہو یہی سورۃ کیوں نہیں پڑھتے۔ کبھی کبھی طوالِ مفصل میں سے بھی کوئی سورۃ پڑھ لیتے تو میان جواز ہو جاتا تاکہ عوام کو یہ گمان نہ رہتا کہ مغرب میں قرآن کو لبا کرنا حرام ہے۔ اور سب سے لمبی سورۃ اعراف ہے جس کی آیات اور کلمات سورۃ انعام سے بھی زیادہ ہیں۔

قوله فقلت له الخ صفحہ ۲۵/۱۰۵ حضرت ابو ہریرہؓ نے عشا کی نماز میں سورۃ اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ پڑھی اور اس میں

سجدہ تلاوت بھی ادا کیا۔ تو اور ارفعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے اس سجدہ کرنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز میں اس سورۃ کے اندر سجدہ کرتے دیکھا۔ اس سوال کے رد میں اس لئے پیش آئی کہ اہل مدینہ میں مشہور تھا کہ مفصلات میں سجدہ تلاوت نہیں ہے۔ ان کے اس دعویٰ پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ سجدہ تو آپؐ نے مکہ میں کیا ہے مدینہ میں نہیں کیا شاید منسوخ ہو۔ یہ بھی نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اس سجدہ کو روایت کر رہے ہیں۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے آخری پیام میں مدینہ تشریف لائے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ممکن ہے انہوں نے بالواسطہ کسی سے سن کر روایت کر دی ہو۔ یہ جواب بھی اس لئے صحیح نہیں کہ وہ خود اس روایت میں فرما رہے ہیں کہ مسجدت خلف ابی القاسمؓ کہ میں نے خود آنحضرت ﷺ کے پیچھے سورۃ انشقاق کا سجدہ کیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس سورۃ میں سجدہ تلاوت ہے۔ عشاء میں جبر بھی ثابت ہوا۔

قوله وان لم تزد علی أم القرآن اجزات صفحہ ۱۵۱/۱۰۶ یعنی اگر تم سورۃ فاتحہ سے اور زیادہ کچھ بھی نہ پڑھتے تو وہ کافی ہو جاتی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز میں محض ام القرآن پڑھ لو تو وہ کافی ہو جائے گی۔ اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس جگہ خاص کر سورۃ فاتحہ کا ذکر اس لئے نہیں ہے کہ وہ اس کی قرأت کی فرضیت کے قائل ہیں بلکہ ان کی مراد سورۃ فاتحہ مثلاً یا اور کوئی دوسری سورۃ ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اگر قرآن کا کچھ حصہ پڑھا گیا تو قرأت کا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ اور جب فاتحہ کے ساتھ اور سورۃ بھی جمع کر دی تو یہ اس سے بہتر ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں فریضہ قرأت بھی ادا ہو گیا اور دو واجب بھی اکٹھے ادا ہو گئے وہ سورۃ فاتحہ اور کسی دوسری سورۃ کا جمع کرنا ہے۔ ہم نے حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام کو مذہب احناف کے مطابق بیان کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق نہیں بیان کیا جو قرأت فاتحہ کی فرضیت کے قائل ہیں۔ اس بنا پر کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ ان کے مذہب کے خلاف روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں **لَا صَلَوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ الْكِتَابِ وَمُؤَدَّةً مَعَهَا** ترجمہ کوئی نماز سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کے بغیر صحیح نہیں ہے۔ دوسری روایت ہے کہ سورۃ فاتحۃ الكتاب اور ما زاد کے بغیر نہیں ہوتی۔ تو جب ان سے یہ روایت مروی ہے تو معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک فاتحہ اور دوسری سورۃ لازم ہے۔ فاتحہ کو کوئی ترجیح نہیں ہے کہ اس کا پڑھنا فرض ہو تو جب ان کا مذہب یہ معلوم ہو گیا تو ان کے کلام کو اپنے مذہب کے موافق بنانا یہ ایسا کلام ہوا جس پر اس کا کہنے والا راضی نہیں ہے۔ اور مسلک احناف کے مطابق ان کا فاتحہ کو ذکر کرنا بطور مثال کے ہے۔ اس سے حصر کرنا مقصود نہیں ہے۔ اور وہ جو انہوں نے فرمایا کہ فاتحہ کا پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فریضہ قرأت ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ سورۃ فاتحہ کی تخصیص فرضیت سے کافی ہونے کیلئے نہیں بلکہ بتلانا یہ ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنے سے محض ایک واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ ضم سورۃ ہے۔ اور باز اوپر اکتفا کرنے سے دو واجب کا ترک کرنا ہو گا۔ وہ سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ کسی دوسری سورۃ کا ضم کرنا ہے جو احناف کے نزدیک واجب ہے۔

قوله فلما سمعوا القرآن استمعوا له صفحہ ۲۲/۱۰۶ یعنی جب جنات نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے یہ عمل ترجمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں جبراً قرآن کو پڑھا تبھی تو جنات نے کان لگا کر سنا۔ تو جہر القراءة فی الفجر ثابت ہوا

پھر جنات نے اپنے قیاس اور اندازے سے یہ معلوم کر لیا کہ جو چیز ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی وہ یہی قرآن ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کا عجب اثر دیکھا کہ اس سے دل متاثر ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے اس جگہ انوار اور برکات کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں کی صفیں وغیرہ دیکھیں جو شیاطین اور جنوں سے پوشیدہ نہیں تھیں۔ انسانوں کو یہ انوار وغیرہ بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ سورہ اعراف میں ہے اِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْهُمْ ...

قوله وانما اوحى اليه قول الجن صفحہ ۲۴/۱۰۶ یعنی آنحضرت ﷺ کی طرف جنوں کی بات وحی کی گئی آپ کی ملاقات جنوں سے اور آپ کا ان کو تبلیغ کرنا اور ان کو ہدایت کرنا اس واقعہ میں ثابت نہیں ہے۔ اگرچہ دیگر اوقات میں ثابت ہے۔ چنانچہ صاحب احکام المرجان فی احکام الانس والجان نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ملاقات جنات سے چھ مرتبہ ثابت ہے۔ جس میں آپ نے ان کو دعوت و تبلیغ فرمائی۔

باب انْجْمَع بَيْنَ السَّوْرَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ وَالْقُرْآنُ بِالْخَوَاتِيمِ صفحہ ۲۶/۱۰۶

اس ترجمہ سے مؤلف نے پانچ مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ صرف سورتوں کا آخر پڑھا جائے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ترتیب عثمانی کے خلاف ایک سورۃ کو دوسری سے پہلے پڑھا جائے چوتھا یہ ہے کہ سورتوں کے لواکھل پڑھے جائیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ایک سورۃ کو دو رکعات میں تقسیم کر دیا جائے۔ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی سورۃ کو دونوں رکعات میں دوبارہ پڑھا جائے۔ یہ آخری دو مسئلے امام حزاریؒ نے ترجمہ میں ذکر نہیں فرمائے ہیں۔ شاید مؤلف کے نزدیک کمرہ ہوں۔ البتہ پہلے چار مسائل کے جواز پر تنبیہ فرمائی کہ کُلْ ذَلِكَ كِتَابُ اللَّهِ کہ ان میں سے سب کتاب ہے جس طرح چاہو پڑھا جاسکتا ہے۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام حزاریؒ کی اس ترجمہ سے غرض یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن مجید کو جس طرح پڑھا جائے فریضہ قرآنہ ساقط ہو جائے گا۔ کیونکہ فَأَقْرَأُوا مَا تَشَاءُونَ مِنَ الْقُرْآنِ مطلق ہے جو کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ البتہ احتجاب اور سنیۃ الگ چیز ہے۔ جن کا ثبوت بعض روایات سے ہوتا ہے اور بعض سے نہیں ہوتا۔ ترجمہ کے چار اجزاء ہیں۔ تین کے لئے تو احادیث اور آثار ذکر ہوئے ان میں سے دوسرا جزء قرآنہ بالخواتیم کے لئے کوئی اثر ذکر نہیں کیا۔ شاید پہلے اجزاء کے ساتھ اسے بھی لاحق کر دیا ہو۔ بلکہ کُلْ ذَلِكَ كِتَابُ اللَّهِ سے استدلال ممکن ہے۔ یاد رہے کہ ترتیب عثمانی کے احتجاب پر اجماع ہے وجوب پر نہیں۔ لہذا اس کی مخالفت میں کرہ تہذیبی ہوگی جو جواز کے خلاف نہیں ہے۔

قوله مما يقرء به صفحہ ۵/۱۰۷ حاشیہ میں اس کو صلوة سے حال بنایا گیا ہے لیکن اگر اس کو سورۃ سے حال بنایا جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ پہلی صورت میں جہاں کے مقدر کرنے کی ضرورت ہے دوسری صورت میں نہیں ہے اور قولہ الفتح کَلَّمَ الْفَتْحَ کا جواب ہے

قوله هَذَا كَهَذَا لَشَعْرِ الْخ صفحہ ۱۳۱۰۷ یعنی شعر کی طرح جلدی پڑھنا۔ دوسرے معنی بال کی طرح کانٹا۔ شعر کو جلدی اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ کسی شے کی نظیر بیان کرنا ہو تا۔ یا کوئی محاورہ بیان کرتے۔ یا کوئی قصہ ذکر کرنا مقصود ہو تا تو اس سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے۔ کیونکہ ادنیٰ اشارہ سے مقصود حاصل ہو جاتا تھا۔ البتہ جب شعر سے گانا مقصود ہو تا تو اس وقت جلدی نہیں کرتے تھے۔ اس جگہ تشبیہ سے مقصود دونوں استعمالوں میں سے پہلی استعمال ہے۔ اس تقریر سے قطب گنگوہیؒ نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جو ظاہر حدیث پر وارد ہوتا تھا۔ کہ اشعار کو جلدی نہیں پڑھا جاتا بلکہ دیر سے اور گانگا کر پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی دو استعمال بیان فرمائیں۔ ایک صورت میں جلدی اور دوسری صورت میں دیر سے پڑھے جاتے ہیں۔

قوله فذكر عشرين سورة منه صفحہ ۱۳۱۰۷ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب دوسرے مصاحف کی ترتیب کے خلاف ہے۔ اس مقام پر امام حارثیؒ نے دو مسئلے ثابت کئے ہیں پہلا یہ کہ دو سورتوں کو ایک رکعت میں جمع کرنا جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بچھلی سورۃ کو پہلی سورۃ کو بچھلی سورۃ سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ مصحف ابن مسعودؓ کی سورتیں مصاحف جمہور کے آگے پیچھے واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ تالیف ابن مسعودؓ کے مطابق لو آخر مفصلات میں سے حم الدخان اور عم یتساء لون ہے۔

باب یقرء فی الاخرین بفاتحة الكتاب صفحہ ۱۳۱۰۷

شاید امام حارثیؒ کی غرض اس باب سے قراۃ فاتحۃ الكتاب کی فرضیت ثابت کرنا ہو۔ جو حدیث باب سے ثابت نہیں ہوتی۔ البتہ مسنت ضرور ثابت ہوتی ہے۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا ارشاد ہے۔ اقرأ فی الاولین و سبّح فی الاخرین کہ نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرآن پڑھو دوسری دو میں سبحان اللہ پڑھو تو زیادہ سے زیادہ قراۃ فاتحہ کا سنت ہونا ثابت ہو گا فرضیت نہیں۔

باب جهر الامام بالتأمين صفحہ ۲۶۱۰۷

امام بلند آواز سے آمین کہے۔ یہ مسئلہ اختلافی ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک امام کے لئے آمین کو بلند آواز سے پڑھنا مستحب ہے۔ احنافؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں اسے آہستہ آواز سے پڑھیں یہی امام شافعیؒ کا جدید قول ہے اور یہی امام مالکؒ کا مسلک ہے امام حارثیؒ اگر اس باب سے جہری کی سیئت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو ان کا ارادہ ہو کہ یہی حق ہے تو باب کے اندر جو کچھ انہوں نے ذکر کیا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اگر ان کا مقصد یہ ہو کہ جس طرح آمین کا آہستہ کہنا جائز ہے اسی طرح اس کا بلند آواز سے کہنا بھی جائز ہے۔ تو جو کچھ اس جگہ ذکر ہوا اس سے یہ ثابت ہے۔ لیکن آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس کو دوسرے محدثین نے ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ لفظ قولوا آمین میں قول جہر اور سرادوں کو شامل ہے۔ حضرت عطاءؒ کے اثر میں ہے آمین دعاء کہ آمین دعاء ہے۔ تو جیسے دوسری دعاؤں منقولہ اور غیر منقولہ میں جہر اور سرادوں جائز ہیں اس میں بھی جہر اور سرادوں جائز ہوں گے۔ نیز اسری اور جہری نمازوں میں جہاں جہاں دعائیں آئی ہیں

ان دعاؤں میں آواز کو بلند کرنا جائز نہیں ہے۔ حالانکہ اس سے کوئی نماز فاسد بھی نہیں ہوتی۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ تمہاری دلیل کے مطابق آمین اور دعا کے حکم میں فرق نہیں ہونا چاہیے دونوں کا حکم ایک ہو۔ دوسرا اثر حضرت ابن الزبیرؓ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کے آمین کہنے سے مسجد گونج اٹھتی تھی اس سے بھی آمین کا جبر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ گونج اور آوازوں کا پھیلاؤ اور اس کا ایک سمت سے دوسرے سمت تک حرکت کرنا یہ دونوں صورتوں میں حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آمین بالجہر ہو یا بالسور ہو۔ پس جبر کی تعیین نہ ہو سکی تیسرا استدلال حضرت ابو ہریرہؓ کے اثر سے ہے کہ وہ امام سے فرماتے تھے میری آمین فوت نہ کرنا اس سے امام بخاریؒ کا مدعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس اثر سے ظاہر یہ ہے کہ آمین کہنے میں جلدی نہ کرنا کہیں مقتدیوں کی موافقت فوت نہ ہو جائے۔ تو جس طرح یہ موافقت جبر میں جلدی کرنے سے فوت ہوتی ہے۔ اسی طرح آہستہ پڑھنے میں بھی موافقت فوت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امام جلد آمین سے فارغ ہونے میں جلدی کا بارودہ کرے گا تو مقتدی اس کے آمین کہتے وقت اس سے لاحق نہیں ہو سکیں گے۔ اگر وہ دیر کرے گا جلدی سے کام نہیں لے گا تو سب مقتدی اس کے ساتھ ہوں گے۔ بلکہ اس اثر سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام آمین آہستہ کہتا تھا۔ ورنہ جبر کے وقت تو اس قول کی ضرورت بھی نہیں رہتی۔ اس لئے کہ اس کا آمین کہنا تو سب کو سنائی دے گا اور سب کو معلوم ہو جائے گا۔ تو جب امام آمین کہے گا مقتدی بھی اسی وقت کہہ لے گا مطلبہ کے فوت ہونے کی نوبت بھی نہیں آئے گی کیونکہ مقتدی کسی قرآن وغیرہ میں تو مشغول ہے نہیں کہ جس سے مطلبہ میں غلط واقع ہو بلکہ وہ تو فارغ ہے امام کی طرف کان لگائے ہوئے ہے پس جب امام کی آمین سنے گا وہ بھی آمین کہنا شروع کر دے گا البتہ جب امام آہستہ آمین کہہ رہا ہے اس صورت میں مقتدی کے لئے آمین کے فوت ہونے کا خطرہ ہے۔ جب کہ امام کو اس کو جلدی ادا کرنا چاہیے اور دیر نہ کرے۔ اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ نے امام کو حکم دیا کہ جلدی نہ کرنا۔ چوتھا استدلال حضرت ابن عمرؓ کے معمول سے ہے۔ کہ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ آمین کہنے کی ترغیب دیتے تھے اور اس بارے میں وہ ایک حدیث بھی بیان کرتے تھے جس کو میں نے ان سے سنا ہے۔ اس اثر میں بھی جبر آمین کی نص نہیں ہے۔ بلکہ جبر اور مردوں کا احتمال ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اگر ابن عمرؓ آمین آہستہ کہتے تو حضرت نافعؓ اس کو کہتے لیٹے تو یہ محض وہم پر مبنی ہے اس لئے کہ بہت سی تسبیحات ٹا کور تشدد وغیرہا صحابہ کرامؓ کو معلوم تھے۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان میں جبر نہیں کیا۔ ایسے ہی حضرت نافعؓ نے آمین کہنے کو معلوم کر لیا۔ اگرچہ حضرت ابن عمرؓ نے اس کا جبر نہ کیا ہو۔ بلکہ حضرتہم کا قول واضح دلیل ہے کہ وہ نماز سے باہر ان کو اسی کی تعلیم دیتے تھے۔ نیز ایہ بھی ہے کہ جو شخص امام کے بالکل قریب کھڑا ہو وہ امام کی آہستہ آواز بھی سن سکتا ہے ہر طیکہ اخفا کا کوئی درجہ نہ ہو بلکہ اس کا درمیانہ درجہ اختیار کیا ہو اور جب اخفا کا اعلیٰ مرتبہ اختیار کرے جو جبر کے کوئی درجہ میں داخل ہو جائے تو بے شک اس کو دوسرے صف والے بھی سن سکتے ہیں تو بہت ممکن ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس درجہ کا آمین کہنے میں اخفا کرتے ہوں جس کو حضرت نافعؓ اور ان کے ساتھیوں نے سن لیا اور معلوم کر لیا۔ یہ تسلی جواب علی سبیل الفروض ہے۔ ورنہ یہ اثر اس پر دال نہیں ہے کہ انہوں نے نماز میں آمین کہتے سنا ہو اور فقہاً حنفیہ کی تصریح ہے کہ دعاء جبر اور مخالفت کے درمیان ہونی چاہیے۔ کیونکہ جبر یہ ہے کہ سب سنیں اور مخالفت یہ ہے کہ خود اور اس کے ساتھی

سن لیں۔ شاید اسی وجہ سے رایوں کے الفاظ میں اختلاف ہو گیا۔ اس لئے کہ جب آنحضرت ﷺ نے آہستہ آواز میں آمین پڑھی جو جر کے ادنیٰ درجہ میں داخل ہونے والی تھی اس کو راوی نے جر سے تعبیر کر دیا۔ کیونکہ سری نماز میں جو قراۃ تھی یہ آواز آمین کی اس سے بلند تھی اور جس نے دیکھا کہ جری نماز میں قراۃ کی آواز سے آمین کی آواز پست تھی اس نے اسے اخفاء سے تعبیر کر دیا۔ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آنحضرت ﷺ آمین اتنی اونچی آواز سے کہتے تھے کہ پہلی صف والوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی سن لیتے تھے۔ پہلے تو یہ ثابت نہیں ہے اگر ثابت بھی ہو جائے تو ہمارے لئے نقصان دہ نہیں ہے اس لئے کہ ابھی امام بخاریؒ ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی سری نماز مثلاً ظہر میں ایک آیت سادیتے تھے۔ جیسے آیت کے سادینے سے اس کی سیحیت ثابت نہیں ہوتی۔ ایسے کبھی کبھار آمین کو بلند آواز سے کہہ دینے سے اس کی سیحیت ثابت نہیں ہوگی۔ نیز! مؤلفؒ باب کے تحت جو روایت لائے ہیں اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَلَا مَقَامَ لَهُ کہ جب امام آمین کے تو تم بھی آمین کہو اس کو دلیل بنانا نہایت عجیب ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث تو جر پر نہ دلالت کے طور پر دال ہے۔ اور نہ ہی اس کی طرف کوئی اشارہ ہے۔ شاید ان کا استدلال حدیث سے اس طرح ہو کہ حدیث میں قَوْلُوا کا حکم دیا گیا ہے جو مطلق ہے۔ اس سے ظاہر جر مراد ہو گا۔ لیکن یہ استدلال بھی صحیح نہیں اس لئے کہ بہت اذکار مثلاً افتتاحی دعائیں۔ رکوع۔ سجود کی تسبیحات اور آخر صلوٰۃ کی دعائیں وہ سب کان بقول ہکذا کے الفاظ سے مروی ہیں۔ اور کہیں قُلْ کَذَا کے الفاظ ہیں۔ حالانکہ ان دعاؤں کو جر پڑھنے کا نماز میں کوئی بھی قائل نہیں ہے نہ ہی جر مراد ہے۔ اور نہ ہی وہ ثابت ہے۔ البتہ قَوْلُوا کے عموم سے اگر استدلال کیا جائے کہ وہ جر اور اخفاء دونوں کو شامل ہے تو اسے ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقید نہیں کیا جاسکتا۔ بایں ہمہ یہ عموم مؤلفؒ کے مدعی کو ثابت نہیں کرتا یعنی جر کا ثابت کرنا مدفع ہے۔ اس لئے کہ مطلق واقعی ہماوقات دوسری نصوص سے جو قیود پر دلالت کرتی ہیں ان سے اسے مقید کیا جاتا ہے۔ مگر اس جگہ تو دوسری نصوص بھی نہیں ہیں جو تنقید پر دال ہوں۔ نیز اس قدر آمین کہنے کا اہتمام اور اس کے تاکید کی کلمات کا تقاضہ یہ ہے کہ امام تو بہر صورت جر نہ کرے۔ کیونکہ اگر امام جر کرنے والا ہو تا تو مواظقت کے فوت ہو جانے کا گمان بھی پیدا نہ ہوتا۔ کیونکہ روایت کے بعض طرق میں ہے جب امام وَلَا الصَّالِحِينَ کے تو تم آمین کہو۔ اس لئے کہ امام بھی آمین کہتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مقتدی امام کے آمین کہنے کو نہیں سن پائے گا۔ ورنہ فاتحہ کے ختم ہونے پر حکم کا دار و مدار نہ ہوتا۔ اگر آمین سنی جا رہی ہوتی تو کسی دوسری علامت کے ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ اس طرح ان شہاب کا قول کہ جناب رسول اللہ ﷺ آمین کہتے تھے۔ یہ بھی مراد کو ثابت کرنے والا نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں جر کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اور لفظ قولہ جر کے لئے نہیں بولا جاتا۔ بلکہ وہ جر اور سر دونوں کو شامل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے اس کی ضد سر و اخفاء ثابت ہے۔ کیونکہ اگر مقتدی امام کی آمین سنتا ہو تا تو اسے تنبیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جیسے اذا کبر الامام فکبروا میں یہ نہیں آیا کہ فان الامام یکبر الخ۔

باب جہر الماء موم صفحہ ۶۱۰۸

کہ مقتدی آمین کو جر ا کہے اس میں بھی وہی اختلاف ہے جو امام کے جر آمین کہنے میں ہے۔ دلائل گزر چکے ہیں جب امام کیلئے

جبر ثبات نہیں تو مقتدی کے لئے جبر کیسے ثابت ہوگا۔

باب اتمام التکبیر فی الركوع الخ صفحہ ۱۰۸/۱۲

فی الركوع یہ طرف یا تو اتمام سے متعلق ہے یا تکبیر کے۔ جو صورت بھی ہو اس باب کی غرض یہ ہے کہ تکبیر کو اس قدر کھینچا جائے جو رکوع میں جا کر پوری ہو اس میں حذف نہ کیا جائے بلکہ جیسے مد شد اور دیگر حروف کو اپنے خارج سے ادا کیا جاتا ہے اس طرح اللہ اکبر کو ادا کیا جائے۔ کہ قیام سے انتقال کرنے کے بعد رکوع تک اکبر کی راء ختم ہو۔ اور روایات باب میں ہے یکبر کلمارفع وکلمما خفض ووضیع یعنی جب بھی اوپر نیچے جاتے ہوئے انتقال فرماتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔ تورفع کی حقیقت یہ ہوگی کہ قیام کی حالت میں بالکل سیدھا کھڑا ہو اور جلسہ اور قعدہ میں بالکل سیدھا بیٹھے۔ جیسا کہ وضع کی حقیقت یہ ہوگی کہ حالت سجود میں سیدھا سجدہ کرنے والا ہو اور رکوع میں ٹھیک رکوع کرنے والا ہو۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر تب مکمل ہوگی جب کہ اطمینان سے رکوع کرنے والا ہو۔ معلوم ہوا کہ رکوع میں شروع ہونے سے پہلے تکبیر کے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں انقالات کی تکبیرات کہا جاتا ہے کیونکہ یہ تکبیرات ان انقالات کے وقت ہوتی ہیں پس جب تکبیر شروع ہونا انتقال میں شروع ہونے کے متصل ہوا اس سے بعد میں نہیں ہے تو لازمی ہے کہ ان کو ایسے لائے جیسے حروف کی تصحیح کی جاتی ہے۔ اور مد وشد کو لایا جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو رکوع میں سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی تکبیر ختم ہو جائے گی۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ تکبیر اس وقت ہو جب کہ اس پر رفع اور وضع کا کلمہ صادق آئے خوب سمجھ لو۔ چنانچہ در مختار میں ہے یکبر مع الانحطاط للركوع یعنی رکوع کے لئے گرتے وقت تکبیر کے۔ شامی میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ تکبیر کی ابتدا نیچے گرتے وقت ہو۔ اور اس کی انتہاء پیٹھ کے سیدھے ہونے تک ہو۔

باب اتمام التکبیر فی السجود صفحہ ۱۰۸/۱۸

سجدہ میں جا کر ہی تکبیر پوری ہو۔ اس کی بحث بھی رکوع کی طرح ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں باب رکوع اور سجود میں اتمام سے مراد محض تکبیر کو لانا ہو۔ کیونکہ تکبیر کا لانا اس کو تمام کرنا ہے۔ جیسا کہ اس کا چھوڑنا کوتاہی کرنا ہے۔ اس صورت میں تکلفات کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ لیکن پہلی توجیہ لولی اور بہتر ہے۔ دوسری توجیہ کے بارے میں مولانا محمد حسن بکلی کی تقریر میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ان تکبیرات انتقال کو چھوڑ دیا گیا تھا۔ پس جب اتمام سے ایقان مراد لیا جائے تو احادیث باب کی تراجم سے مناسبت واضح ہو جائے گی۔

قَوْلُهُ مَا صَلَّيْتُ صفحہ ۱۰۹/۱۰ یعنی تم نے پوری نماز نہیں پڑھی۔ یہ مسلک احناف کے موافق ہے۔ شوافع اسے ظاہر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اس شخص تعدیل ارکان نہ کرنے والے کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ البتہ وجوبی طور پر اعادہ اس وقت لازم ہوگا جب کہ طہانیت اور اتمام کا کوئی مرتبہ ادا نہ کیا ہو۔ اس تقریر سے قطب گنگوہی نے دونوں احادیث کو جمع کر دیا۔

یعنی اعادہ اس وقت لازم ہے جب کسی رکن صلوٰۃ کو اطمینان سے ادا نہ کرے۔ پس مَا صَلَّيْتَ اِی صلوٰۃ کاملہ کے معنی میں ہوگا۔ شوافع اور امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع اور سجود میں طہانیت فرض ہے۔

قوله فی اصحابہ صفحہ ۱۱/۱۰۹ اس عبادت کا مقصد یہ ہے کہ ابو حنیفہ نے بھی اسے ذکر کیا اور اس کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا۔

قوله ثم هَضَرَ ظَهْرَهُ صفحہ ۱۱/۱۰۹ پھر اپنی کمر کو جھکایا جو کمر کے سیدھا کرنے کو مستلزم ہے۔ اسی وجہ سے اسے اس مقام پر ذکر کیا۔

باب حداثام الركوع صفحہ ۱۱/۱۰۹

اس سے مراد استحباب اور سنت کی حد کو بیان کرنا ہے۔ ورنہ واجب اور فرض تو اس کے بغیر بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ جن کا روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

باب ما يقول الامام ومن خلفه

امام بخاری کی غرض اس باب سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ تسمیع یعنی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اور وحمید یعنی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ امام اور مقتدی دونوں ان کو جمع کریں۔ لیکن اکثر احادیث سے تقسیم معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے احناف کا مشہور مذہب تقسیم کرنا ہے۔ کہ امام تسمیع کرے اور مقتدی وحمید پر اکتفا کرے البتہ منفرد دونوں کو جمع کرے۔ ائمہ ثلاثہ کا مسلک بھی امام اور مقتدی دونوں کیلئے جمع کرنا ہے قوله حتى نقول قد نسي صفحہ ۱۱/۱۱۰ قومہ اور جلسہ کو لہذا کرنا بیان جواز کیلئے تھا یا جہاں مقتدیوں کی خواہش تطویل کی ہو کہ ان پر تطویل گراں نہیں ہوتی وہاں جائز ہے۔ ورنہ عام طور پر جناب نبی اکرم ﷺ تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

قوله وكان ابن عمر يضع يده قبل ركبتيه الخ کہ ابن عمرؓ رکھنے رکھنے سے پہلے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھتے تھے حالانکہ یہ لوٹ کی بیٹھک ہے جس سے آپؐ نے منع فرمایا ہے۔ تو احناف کی طرف سے اس اثر کی توجیہ کی جاتی ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب ابن عمرؓ اس قدر بھاری ہو گئے کہ وہ گھٹنوں کے بل بڑی مشکل سے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ اس لئے انہیں ہاتھوں کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ یہ اثر مائتہ کے متدلات میں سے ہے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں اس لئے توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ اور ایک وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ وجع مفاصل جوڑوں کے درد کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود نے ان پر جادو کر دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں میڑھے ہو گئے تھے۔ اس اثر کو امام بخاریؒ نے اس باب میں اس لئے ذکر کر دیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور ابن عمرؓ کا فعل دونوں کا تعلق سجدہ کی کیفیت سے ہے۔ بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا قول اور فضل دونوں کیفیت سجدہ کو بیان کرتے ہیں۔

قوله انما قال سفیان من فہرس صفحہ ۲۸۱۰ یعنی کلمہ عن کومن سے تبدیل کر دیا۔ اس سے علی بن عبد اللہ کی محافظہ حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

قوله کذا جاء به معمر الخ صفحہ ۳۸۱۱ یہ سفیان ابن عیینہ کا مقولہ ہے اور معمر بھی امام زہریؒ کے حلقہ میں سے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت سفیان جب روایت ذکر کر چکے تو علی بن عبد اللہ سے اس کی توثیق چاہی۔ کہ کیا تیرے استاذ معمرؒ نے بھی تجھے ایسے ہی روایت بیان کی۔ تو علی بن عبد اللہ نے کہا ہاں ایسے ہی روایت کیا۔ تو سفیانؒ نے کہا معمرؒ نے اپنے استاذ زہریؒ سے صحیح یاد رکھا سفیانؒ نے اپنی طرف سے کہا کہ استاذ زہریؒ نے اسی طرح فرمایا۔ اب دونوں کے کلام میں مناسبت ثابت کرنے کے لئے شیخ مکتوبیؒ فرماتے ہیں حضرت سفیانؒ کی تاکید اور توثیق طلب کرنے سے وہم ہوتا تھا کہ شاید توثیق طلب کرنے کا مقصد ان کے کلام کو لغو قرار دینا ہو۔ حضرت سفیانؒ نے اس کا دفعیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے توثیق اس لئے کرائی کہ مساوقات روایت کرنے میں غلطی واقع ہو جاتی ہے پتہ نہ چلے ان جرتح نے لفظ شق کے اندر وہم کیا اور اسے مساق سے بدل دیا۔ تو مجھے خطرہ ہوا کہ کہیں میں نے بھی ایسا نہ کر دیا ہو۔

قوله حفظت من شقه الخ کا مطلب یہ ہو گا کہ ابن جرتح اور ہم امام زہریؒ کے پاس تھے۔ زہریؒ نے ہمیں لبعش شقه الایمن کے لفظ روایت کئے۔ پس جب ہم ان کے پاس سے اٹھ کر باہر نکلے تو ابن جرتح نے لفظ مساق روایت کیا۔ شق کے لفظ کو بھول گئے تو یہ ان کی طرف سے وہم ہوا۔ حالانکہ میں بھی امام زہریؒ کے پاس تھا یا ابن جرتح کے پاس تھا جب کہ انہوں نے شقه الایمن کے لفظ سے روایت بیان کی تھی۔ خوب سمجھ لو واللہ اعلم وعلمہ احکم۔

قوله فَيَأْتِيَهُمُ اللَّهُ الخ صفحہ ۱۱۸۱ سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمیہ صورت اور حدوث سے منزہ اور پاک ہیں۔ ان کا تبار اور صورت بدلنا کیسے صحیح ہے۔ جواب یہ ہے کہ آنا بمعنی رؤیت کے ہے۔ یا مضاف محذوف ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ آئے گا۔ یہ انہاں اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ہے۔ کما یلیق بشانہ۔ اور جو تھی توجیہ یہ ہے کہ صورت بمعنی صفت کے ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی صفت پر تجلی فرمائیں گے جن کو وہ پہچانتے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کردہ ہوگی۔ یہ بھی بعید نہیں بہر حال حدیث متشابہات میں سے ہے۔ کوئی نہ کوئی اس کی توجیہ کرنی پڑے گی۔

قوله فَاَكُونُ اَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ بِاَقْتَبِهِ صفحہ ۱۳۸۱ یعنی میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر پہلے صراط عبور کر کے جنت میں داخل ہوں گا۔ باقی رسول تو اس حساب سے پہلے جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے تو یہ اولیت کی نسبت دوسری امتوں کے اعتبار سے ہوگی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اپنے رسول کے تابع ہو کر جائے گی جیسے بادشاہوں کے ساتھ ان کے خدام و حشم جایا کرتے ہیں۔ اس طرح انبیاء علیہم السلام پر امت کی فضیلت لازم نہیں آئے گی تو اب امت کا اعتبار نہ ہوا خاتم المرسلین کی ذات کی فضیلت ثابت ہوئی۔

قوله ولا یتکلم یومئذ الا بالرسول الخ صفحہ ۱۱۱/۱۴ رسولوں کے سوا اس دن اور کوئی کلام نہیں کر سکے گا۔ اور
 رسل بھی سوائے کلمہ اللہم سلم سلم کے اور کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔ باقی مخلوقات بالکل خاموش ہوگی۔ البتہ انبیاء علیہم السلام کی
 مؤمنین کے لئے جب کہ وہ پہل صراط سے گزر رہے ہوں گے دعا ہوگی۔ رب سلم سلم کہ وہ مؤمنین کیلئے سلامتی کی دعا کر رہے ہوں گے
قوله ویمرفونہم بآثار السجود صفحہ ۱۱۱ کہ فرشتے ان سجدوں کے نشانات سے مؤمنین کو پہچان لیں گے۔ کیونکہ
 جہنم کی آگ پر حرام ہے کہ وہ سجد کی جگہ کو کھا جائے۔ یہی محل ترجمہ ہے۔ آثار سجود میں اختلاف ہے۔ بعض نے سجدے کے ساتوں اعضاء
 مراد لئے ہیں اور بعض نے خاص کر پیشانی مراد لی ہے۔ معلوم ہوا کہ مؤمنین کا عذاب کفار کے عذاب سے مختلف ہوگا۔ کفار کا عذاب جمیع
 اعضاء پر ہوگا گناہ گار مؤمنین کے اعضاء سجدہ محفوظ ہوں گے۔

قوله فیکدمہ الی باب الجنۃ صفحہ ۱۱۱/۲۷ یہاں روایت مختصر ہے مفصل روایات میں شجرات کا ذکر ہے بہر صورت
 اس شخص کا جنت میں داخلہ بدرجہ ہوگا۔

قوله اشقی خلقک صفحہ ۱۱۱/۲۷ خلق سے مراد مؤمنین جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ ورنہ جہنمیوں کے حالات
 سے وہ نادانف نہیں تھا۔ مقصد یہ ہے کہ جنت سے باہر رہ کر ہمیشہ اس طرح رہنا یہ بد بخت کا کام ہو سکتا ہے۔

قوله قال ابو سعید الخدریؓ صفحہ ۱۱۲/۴ جب حضرت ابو ہریرہؓ یہ حدیث بیان کر رہے تھے تو حضرت ابو سعید خدریؓ
 وہاں موجود تھے۔ جنہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا تھا فرماتے تھے **ذلک لک وعشرة امثاله** کہ اس سے دس گنا
 تیرے لئے ہے۔

باب السجود علی سبعة اعظم صفحہ ۱۱۲/۱۱

یعنی سجدہ سات ہڈیوں پر ہونا چاہیے۔ وہ سات اعضاء دو ہاتھ دو پاؤں اور دو گھٹنے اور ایک پیشانی ہے۔ ان میں ناک کو شمار نہیں
 کیا گیا حالانکہ احناف کے نزدیک محض پیشانی پر اکتفا جائز نہیں جب تک ناک کو بھی زمین پر نہ رکھے تو شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں
 کہ پیشانی کا زمین پر رکھنا وہ ناک کو زمین پر رکھ دینے کو مستلزم ہے۔ کیونکہ اگر ناک کو زمین پر نہ رکھے تو نماز میں نقصان لازم آتا ہے۔
 اس لئے ناک نہ رکھنے کی صورت میں پیشانی کے رکھنے میں بھی نقصان رہتا ہے۔ جب کہ پیشانی صحیح وسالم ہو زخمی نہ ہو۔ امام احمدؒ کے نزدیک
 پیشانی اور ناک دونوں کو زمین پر رکھنا حالت سجدہ میں واجب ہے۔ بلکہ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے۔ جمہور ائمہ کے نزدیک پیشانی پر اکتفا
 کرنا جائز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ البتہ ناک پر اکتفا کر لینا جہہ کے بغیر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے۔
 اور کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

قوله من اعتكف من التبتی ﷺ فليرجع الخ صفحہ ۲۵/۱۱۲ جو شخص جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتكاف بیٹھا وہ واپس آجائے۔ پس یو جمع یا تو فصل متعدی ہے تو اس کا مفعول وہ سامان ہو گا جو انہوں نے اس گمان سے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا۔ کہ اس دن کی شام کو ہمیں حتمی طور پر مسجد سے نکلنا ہے۔ پس ان کارات گزارنا اور شام کا کھانا ہی گھروں میں ہو گا اور کچھ نہیں اب کسی سامان کی مسجد میں باقی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یا یو جمع فعل لازم ہے۔ جس کے معنی واپس آنے کے ہیں۔ تو مطلب یہ ہو گا کہ جن لوگو نے اس دن کی شام کو مسجد سے نکلنے کا قصد کر لیا تھا وہ واپس آجائیں۔ لیکن پہلے معنی اولیٰ اور افضل ہیں۔ اگرچہ عام شرح نے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ شیخ مکتوبہ کی تحقیق کے مطابق یہ اعتكاف رمضان شریف کے درمیانی عشرے کے اندر تھا۔ بعد میں آپ نے آخری عشرہ میں لیلة القدر کو تلاش کرنے کے لئے اعتكاف فرمایا اور اسی پر دوام رہا۔

قوله حتی رأیت اثر الطین الخ صفحہ ۲۷/۱۱۲ یہ لیلة القدر کی نشانی تھی کہ اکیس ۲۱ رمضان کی صبح کو بارش ہوئی۔ اور بعض کے نزدیک تیس ۲۳ رمضان کی صبح کا واقعہ ہے۔ مگر یاد رہے کہ یہ بارش کاہر سنا محض اسی مہینے کے اندر علامت تھی ہمیشہ کے لئے علامت نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بھی اس کو دلیل بنایا جائے اس روایت کو اس باب میں لانے سے امام بخاریؒ کا مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ حالت سجدہ میں ناک کو نہ چلایا جائے۔ اگرچہ مٹی اور گارے پر ناک کو رگڑنا پڑے۔ تو اس باب سے تاکید ہو گئی کہ سجدہ ناک پر بھی ہونا چاہیے۔ اب رہا محض ناک پر اکتفا کرنا اس میں علما کا اختلاف ہے۔ جو جواز کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ حدیث باب ہے۔

بَابُ لَا يَكْفُ شَعْرًا الخ صفحہ ۴/۱۱۳

امام بخاریؒ نے یہ تین ابواب باب عقد الثیاب۔ کف شعور اور کف ثوب منعقد کئے ہیں جن کی بظاہر باب السجود سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ مکتوبہؒ نے احادیث کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ کپڑوں کو گزرہ لگانے اور انہیں سمیٹنے کا حکم تب ہے جب کہ نیک کے کھل جانے کا خدشہ ہو۔ ستر عورت فرض ہے جو مستحبات اور مکروہات سے اہم ہوتا ہے۔ اور جب نیک کے کھلنے کا خطرہ نہ ہو تو نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑوں کو سمیٹے۔ کیونکہ اس صورت میں خشوع میں فرق آئے گا۔ اور نماز کی حالت میں غیر کی طرف توجہ کرنا ہو گا۔ اور ہاتھوں کے ساتھ کپڑے اور بالوں کو روکنے سے سجدہ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دینا کہ سر کے بال بھی سجدہ کریں۔ اس ترجمہ کو احکام سجود میں اس لئے داخل کر دیا کہ سجدہ کیلئے نقل حرکت کرنا عقد ثیاب کی صورت میں آسان ہو جائے گا اور سجدہ کرنے کی حالت میں کشف عورت زیادہ قریب ہے۔ گویا اتمام سجود کے لئے کپڑوں کا سنبھالنا ضروری ہے۔ بے پرواہی نہ برتی جائے پھر کف شعور اور کف ثوب نہ کرے۔ بلکہ سر کے بالوں کو کھلار کھے تاکہ وہ بھی سجدہ کریں۔ اور کپڑوں کو ہاتھوں سے روکنے میں سجدہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ دوسرے سر پر بالوں کا جھوڑا شیطان کے بیٹھنے کی جگہ فرمایا گیا ہے۔ ایک باریک فرق کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرمایا کہ لا یكلف شعرا کو مطلق رکھا۔ کہ نماز سے پہلے ہو یا نماز کی حالت میں ہو بالوں کو نہ روکے اور لا یكلف ثوبہ کو فی الصلوۃ کے ساتھ

مقید کیا کہ حالت نماز میں کپڑوں کو سمیٹ کر نہ رکھے۔ جو متکبرین کی ہیئت کے مشابہ ہے۔ خارج صلوٰۃ کلمۃ نہیں ہے۔

قوله کان يفعل شيئاً لم اراهم يفعلون صفحہ ۱۱۳/۱۴ حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہؒ ایک کام کرتے تھے۔ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ نہیں کرتے۔ وہ یہ کہ وہ جلسہ استراحتہ کے لئے تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے عام لوگ نہیں بیٹھتے۔ اس میں علماء احنافؒ کے لئے ظاہر دلیل ہے کہ جلسہ استراحتہ عذر کے لئے تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ برابر اس پر عمل جاری رکھتے۔ چنانچہ حنفیہؒ اور جمہور ائمہ کا یہ مسلک ہے کہ سجدہ سے اٹھنے کے بعد قدموں پر کھڑا ہو جائے استراحتہ کے لئے نہ بیٹھے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ جلسہ استراحتہ کے قائل ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ نے تو جلسہ استراحتہ کے ترک پر صحابہ کرامؓ کا جماع نقل کیا ہے۔

قوله حتى يقول القائل قد نسي صفحہ ۱۱۳/۲۲ رکوع اور سجدہ کو اتنا دراز کرنا کہ کہنے والا کہہ سکتا تھا کہ آپ بھول گئے یا بھلوا دیئے گئے۔ یہ یا تو میان جواز کے لئے تھا یا اس وقت کا حکم ہے کہ ساری جماعت اس طوالت کا شوق رکھتی ہو۔ یا نوافل میں طوالت کی اجازت ہے۔ فرائض میں تخفیف کرنا بہتر ہے۔ البتہ امام احمدؒ سے طوالت کا مستحب ہونا منقول ہے۔

قوله اذا رفع رأسه في السجدة الثانية صفحہ ۱۱۴/۴ یعنی شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لے کر پھر کھڑے ہوتے تھے۔ یہاں سے اعتماد کی کیفیت کو بیان کرنا ہے کیونکہ بظاہر حدیث ترجمہ سے مناسبت نہیں رکھتی ترجمہ کیفیت اعتماد کا ہے۔ اور حدیث سے اعتماد ثابت نہیں ہے۔ تو شیخ گنگوہیؒ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اذا رفع رأسه سے اعتماد کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد اور بیٹھ جانے کے بعد زمین پر سہارا اپنے جسم کے کسی حصہ کا نہ لے۔ پس اس طرح حدیث ترجمہ کے موافق ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سجدہ سے اٹھتے وقت زمین کا سہارا لینا مستحب ہے احنافؒ کے نزدیک مستحب نہیں ہے۔

باب سنة الجلوس في التشهد صفحہ ۱۱۴/۱۱

النجیات میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے۔ علماء احنافؒ کے نزدیک مطلق انفراش ہے۔ دونوں النجیات میں امام مالکؒ کے نزدیک مطلق تورک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں کو جمع کرتے ہیں۔ البتہ شوافعؒ کے نزدیک پہلے جلسہ میں انفراش ہے۔ اور جلسہ اخیر میں تورک ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک سب جلسات میں انفراش ہے۔ البتہ جہاں دو تشہد ہیں وہاں دوسرے تشہد میں تورک ہے۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک عورت کے ہر تشہد میں تورک سنت ہے۔ یعنی پاؤں نکال کر بیٹھے۔ تو مرد کیلئے دونوں جگہ انفراش ہوا کہ بایاں پاؤں مجھادے اور دائیں کو کھڑا رکھے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہؒ کے نزدیک عورت کیلئے بھی مرد کی طرح بیٹھنا مستحب اور مختار ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ سہو کاتب ہے اسلئے خود علامہ عینیؒ کا کلام آ رہا ہے جلوس المرأة فهو التورك عندنا وقال النودى جلوس المرأة كجلوس الرجل

یعنی احناف کے نزدیک عورت کے لئے تورک ہے۔ اور نودیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا بیٹھنا مرد کے بیٹھنے کی طرح ہے۔ ہاں میں قطب گنگوہی فرماتے ہیں کہ علامہ عینی کا قول اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کہ جلسہ الرجل سے وہ جھٹک نہ ادا کی جائے جو اصحاب التورک کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مرد کے لئے بیٹھنا اس طرح ہے جیسے ہمارے نزدیک عورت کے لئے بیٹھنا ہے۔ یعنی تورک کرے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک کسی حالت میں مرد کے لئے تورک نہیں ہے۔

قوله وقعد علی مقعدته صفحہ ۲۲/۱۱۳ یعنی سرین پر اس طرح بیٹھ کہ سرین زمین پر ہو۔ اور اپنے بائیں پاؤ پر نہ بیٹھے اس طرح کا بیٹھنا ہمارے نزدیک موٹاپے کے عذر پر محمول ہے۔ اور صاحب عذر کو جس طرح آسانی ہو اس طرح بیٹھنے کی اجازت ہے۔ اور تورک کی بھی کئی صورتیں ہیں ممکن ہے یہ صورت ان میں سے ایک ہو۔

قوله باب التشهد فی الاولى صفحہ ۳/۱۱۵

تشہد پر امام حارثی نے تین باب باندھے ہیں۔ پہلا باب من لم یؤ التمشید الاول واجبا اس باب سے مقصود یہ ہے کہ تشہد نماز کا رکن نہیں ہے۔ جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے۔ اس کو لم یؤ التمشید سے ثابت کیا ہے جو پہلے باب کی حدیث میں ہے کہ اس کے بعد آپ نے سجدہ سو کیا ہے جلوس کی طرف واپس نہیں لوٹے۔ البتہ امام احمد کے نزدیک تشہد اولیٰ واجب معنی فرض کے ہے۔ جس کے چھوڑ دینے سے نماز باطل ہو جائے گی۔ امام مالک کے نزدیک سہ مؤکدہ ہے۔ جس کے ترک پر سجدہ سو واجب ہے۔ کیونکہ سنن مؤکدہ کے ترک پر ان کے نزدیک سجدہ سو ہے۔ تشہد ثانی امام احمد اور امام شافعی دونوں کے نزدیک رکن ہے عہد اور سوادو نوں صورتوں میں اس کے ترک کرنے پر نماز باطل ہو گی۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک پہلا تشہد اگر کسی عارض کی وجہ سے ترک ہو جائے تو اس کی حلائی سجدہ سو سے ہو جائے گی۔ احناف کے نزدیک پہلا اور دوسرا دونوں تشہد واجب ہیں۔ تو پہلا ترجمہ من لم یؤ الخ ائمہ اربعہ کے موافق ہو گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان میں سے پہلے تشہد کو فرض اور رکن نہیں کہتا۔ اب یہ رہ گیا کہ جب رکن نہیں ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔ اس کو دوسرے ترجمہ التشہد فی الاولى سے بیان کیا ہے۔ پہلے باب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سو کا ایک مرتبہ ہوتا ہے اس میں تکرار نہیں ہوتا اگرچہ سو میں تکرار ہو خواہ دو واجب ترک ہو جائیں۔ کیونکہ جب تشہد واجب تھا اور قعدہ اولیٰ بھی واجب تھا ان دونوں کے ترک پر سجدہ سو دو کئے ہیں چار نہیں کئے۔ تو معلوم ہوا کہ سو کے تکرار سے سجدہ سو تکرار نہیں ہو گا۔ اگر امام حارثی السجود لا یتکورد بتکوار لسهو کا باب منعقد کر لیتے تو تکرار باب کا اعتراض نہ ہوتا۔ شیخ گنگوہی نے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلا باب تو عدم فرضیتہ بتلانے کے لئے تھا اور دوسرا باب اس کا حکم بتانے کے لئے ہے۔ کہ جب کوئی نمازی اسے ترک کر دے تو اس کا کیا حکم ہے۔ حکم یہ ہے کہ اس کے ترک پر سجدہ سو واجب ہے۔ اور تیسرا باب التشہد فی الاخرة اس کا بھی کوئی حکم بیان نہیں کیا چونکہ اس کا حکم پہلے تشہد کے خلاف تھا جمہور کے مذہب کے مطابق اس لئے اسے تیسرے ترجمہ سے بیان کیا۔ حکم اس کا ذکر نہیں کیا۔ کہ ان کے نزدیک

اس کا حکم بھی پہلے تشہد کی طرح ہے۔ اور الفاظ تشہد کا ذکر تجدید اور تکمیل فائدہ کیلئے ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک حدیث باب کی وجہ سے سو میں تکرار نہیں ہے۔ جس پر وعلیہ جلوس کے الفاظ دال ہیں کہ آپؐ نے تشہد اول کو بھی چھوڑا اور جلوس کو بھی چھوڑا لیکن ان کیلئے۔ ایک مرتبہ ہی سو کے دو سجدے کئے۔ البتہ امام اوزاعیؒ کا مذہب ہے کہ سو کے تکرار سے سجدہ میں بھی تکرار ہو گا۔ وہ چار سجدے کے قائل ہیں۔ التشهد فی الآخرۃ کے ترجمہ میں جو حدیث امام بخاریؒ لائے ہیں اس سے ترجمہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں جو کچھ مذکور ہے وہ اولیٰ اور آخرۃ سے مفید نہیں ہے۔ تو ان میں سے کسی ایک کی تعیین نہ کی جائے۔ بلکہ جو جلسہ بھی آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے وہ طویل ہے جس میں کلمات تشہد بھی ہیں۔ دعا بھی ہے سلام بھی ہے۔ دعا ہمیشہ آخر صلوٰۃ میں ہوتی ہے۔ اس اعتبار کے مطابق حدیث ترجمہ کے مطابق ہو جائے گی اپنے بعض طرق کے اعتبار سے۔ کیونکہ بعد کے ایک باب میں اس التحیات کے بعد آ رہا ہے ثم یتخیر من الدعاء اعجبه الیہ فیدعوا عدم مطابقت کا اعتراض نہیں رہے گا۔ یعنی جو دعا پسندیدہ ہو اس کو اختیار کر کے دعا مانگے۔

باب الدعاء قبل السلام صفحہ ۱۰/۱۱۵

اس مقام پر بھی حدیث باب ترجمہ پر دال نہیں ہے۔ پس شیخ منکوہیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ قبل السلام سے دعا کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دعا قعدہ اخیرہ میں ہو ا کرتی ہے۔ روایت کے اندر کسی قعدہ کی تعیین نہیں بلکہ وہ مطلق ہے۔ لیکن لفظ قبل السلام کی وجہ سے اس کو مقید کیا جائے گا۔

قوله وهما واحد صفحہ ۱۳/۱۱۵ یعنی مسح اور مسح دونوں سبھت کی طرح ہیں۔ نام کے اعتبار سے ان میں کوئی فرق نہیں ہے مراد ایک سے عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور دوسرے سے مسیح الدجال مراد ہے۔ نیز امام بخاریؒ نے الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کا لگ باب نہیں باندھا ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے جمہور کا مسلک اختیار کیا ہے جو صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ البتہ اسے سنن صلوٰۃ میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

باب من لم یمسح جبہۃ صفحہ ۲۵/۱۱۵

یعنی اگر نماز میں پیشانی پر مٹی لگ جائے تو اسے نہ پونچھا جائے۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک مسح جبہہ اور عدم مسح دونوں جائز ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے امام بخاریؒ کا مقصد عدم جواز کو بایں معنی ثابت کرنا ہو کہ اس کو اپنے حال پر چھوڑ دینا اولیٰ اور افضل ہے۔ اب پہلی صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ باب من لم یو المسح سنتہ جو لوگ پونچھنے کو سنتہ نہیں سمجھتے اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ جو لوگ اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ اور روایت سے دونوں مقصد پر استدلال ممکن ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اپنے حال پر چھوڑ دینا اس لئے مختار ہے کہ پیشانی پر مٹی تھوڑی ہوگی جس کا زوالہ نماز کے بعد کیا جاسکتا ہے۔ سجدہ علی الانف کی روایت اس کی تائید کرتی ہے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرُدَّ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ
اِذَا كَتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ صَفْهُ ۱۱۶

ترجمہ۔ جو شخص امام پر سلام کرنے کا ارادہ نہ کرے
محض نماز والے سلام پر اکتفا کرے۔

اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو تیسرے سلام کے قائل ہیں ایک دائیں دوسرا بائیں تیسرا خاص امام کے لئے ہو۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ باب ان مقتدیوں کے بارے میں ہے جو دو سلاموں کے درمیان تیسرا سلام امام کے لئے ارادہ نہیں کرتے۔ وہ محض نماز والے دو سلاموں پر کفایت کرتے ہیں۔ امام کو خصوصاً اس لئے ذکر کیا کہ جو امام کو چھوڑ جاتا ہے وہ دوسروں کو زیادہ چھوڑنے والا ہوگا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اپنے سلام پھیرنے میں کسی پر سلام کرنے کی نیت نہیں کرتا۔ محض لفظ پر اکتفا کرتا ہے نہ اس کی مراد کو سمجھتا ہے اور نہ ہی کسی شخص کو متعین کرتا ہے جس پر وہ سلام کر رہا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے۔ پس امام بخاریؒ روایت کے مطلق ہونے اور اس میں سلام کو کسی نیت وغیرہ سے مفید نہ کرنے سے ثابت کر رہے ہیں کہ ایسے شخص کی نماز جائز ہے۔ فاسد نہیں ہوگی آیا اس شخص نے کسی سنت یا مستحب کو چھوڑ لیا دوسرا معاملہ ہے اس سے اس جگہ کوئی تعرض نہیں ہے۔ واللہ اعلم

قوله واكتفى بتسليم الصلوة اس صورت میں مطلب شاید یہ ہوگا کہ اس نے اپنے اس سلام سے محض نماز سے نکلنے کی نیت کی ہے اس کا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ واللہ اعلم امام مالکؒ کے نزدیک تیسرا سلام امام کے لئے خاص طور پر ہونا چاہیے۔ جمورائے اس کے خلاف ہیں۔ مولانا محمد حسن کئی نے ایک اور معنی نقل کئے ہیں جو کسی شارح نے ذکر نہیں کئے وہ یہ ہیں کہ جب امام السلام علیکم کے تو مقتدی امام کے لئے وعلیکم السلام کے۔ اور قوله بتسليم الصلوة کے معنی یہ ہوں گے کہ اب امام کی نیت نہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے۔ قطب گنگوہیؒ کی تقریر میں یہ تھا کہ السلام علیکم میں امام اور غیر امام جن وانس ملک سب کی نیت کرے جیسا کہ در مختار میں ہے۔ اور نماز سے نکلنے کی نیت کرنا اگرچہ واجب نہیں ہے مستحب ضرور ہے۔ آپ کا ارشاد ہے تحلیلها التسليم کہ سلام کرنے سے نماز سے حلال ہوگا۔

قَوْلُهُ وَكُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ الخ صفحہ ۱۱۶ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کرام فرض نماز سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الہی اونچی آواز سے کرتے۔ تو جب یہ ذکر میں سن لیتا تو مجھے اس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ اب نماز سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اس مقام پر چند احاث ہیں۔ پہلی بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ باندھا ہے باب الذکر بعد الصلوة اس باب سے ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ فرائض اور سنن روایت کے درمیان کوئی درد وظیفہ کرنا مکروہ ہے۔ اور جو روایات اس بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کو سنن روایت کے ادا کرنے کے بعد پر محمول کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے اشارہ کیا کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد ذکر کرنا جائز ہے۔ حدیث ابن عباسؓ اس پر دال ہے۔ دوسرے اس طرف بھی اشارہ کیا کہ مطلق ذکر مراد ہے بالخصوص تکبیر مراد نہیں۔ باب کی دوسری روایت میں اگرچہ تکبیر کا لفظ موجود ہے مگر وہ بطور تمثیل کے ہے

مراد مطلق ذکر ہے ترجمہ اس پر دال ہے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے حدیث ابن عباسؓ کو دو وجہ سے بیان کیا ہے۔ ایک میں ذکر کا لفظ ہے دوسری میں تکبیر کا لفظ ہے۔ جس سے اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ایک ہے۔ اور تکبیر کا لفظ بطور تمثیل کے ہے۔ مراد اس سے مطلق ذکر ہے۔ تیسری بحث یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک امام اور مقتدی دونوں کے لئے ذکر بالبحر جائز نہیں ہے۔ البتہ تعلیم کے لئے ہو تو جائز ہے۔ بعض سلفؒ نے فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چوتھی بحث یہ ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عموماً جماعت کی نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ بعض حضرات نے جواب دیا کہ وہ چھن کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتے تھے شیخ گنگوہیؒ اس کا جواب دے رہے ہیں کہ اپنی بعض مصروفیات کی وجہ سے ان کو مسجد میں حاضر ہونے کا اتفاق نہیں ہوتا تھا ورنہ ہمیشہ کیلئے مسجد میں حاضر نہ ہونا بعید ہے۔ خواہ وہ قریب البلوغ ہوں یا اس سے کم عمر ہوں۔ کیونکہ اس زمانہ میں سات سال کے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ دس سال کے بچے نماز پڑھتے تو ان کی پٹائی کی جاتی تھی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بچے ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں ہوتے تھے سلام ان کو سنائی نہیں دیتا تھا۔ البتہ جب تکبیر اللہ اکبر اونچی آواز سے کہی جاتی تو سن لیتے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ایام تشریق کا واقعہ ہو۔ جب کہ تکبیرات تشریق بلند آواز سے پڑھی جاتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے ہیں توجہ الوادع میں ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔

قَوْلُهُ فَقَالَ تَقُولُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ الْخ صفحہ ۱۱۶/۲۷ احتمال یہ ہے کہ تینتیس ۳۳ سال کا

مجموعہ تمامی کے لئے ہو۔ اس طرح ہر کلمہ کو گیارہ مرتبہ کہنا ہوگا۔ لیکن قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو قول میں جمع کرو کہ ان سب کو اکٹھے شروع کرو اور آٹھ ہی ختم کرو۔ اس طرح نانوے ہو جائیں گے۔ اور آخر میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہہ کر اسے سو ۱۰۰ مانالو۔ چونکہ روایت میں جو کچھ ذکر ہے وہ مطلق ہے۔ لہذا تینوں کو الگ الگ اور جمع کرنے کی گنجائش ہے۔ لیکن چونکہ عام تعامل افراد کا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ الگ الگ کہا جاتا ہے اس لئے یہی مختار ہو گا۔ اور حدیث کے الفاظ کے یہی موافق ہے۔ کیونکہ جہاں ان تسیبیحات کو تفریق سے بیان کیا ہے۔ وہاں الفاظ ہیں مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَقَلَّيْنِ الْخ بنا میں ظاہر حدیث کے مطابق ہر کلمہ کو تینتیس ۳۳ مرتبہ مستقل طور پر کہا جائے۔ دوسری بحث یہ ہے کہ ان روایات میں جو عدد وارد ہوا ہے آیا ثواب ان کے ساتھ مختص ہے یا زیادتی پر بھی ثواب حاصل ہو گا۔ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں کہ زیادتی مکروہ ہے۔ بلکہ اس کو بے ادبی شمار کیا گیا ہے۔ تیسری بحث فقیر صابر کی غنی شاکر پر فضیلت ہے۔ مختار یہ ہے کہ فقر جو صبر کے ساتھ ہو وہ غنی سے افضل ہے۔ اور ذکر اللہ انفاق فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ افضل الاعمال ہے۔

قَوْلُهُ قَالَ الْمُحَسِّنُ جَدَّ غَنَى الْخ صفحہ ۱۱۷/۴ وقف کی حالت میں اگر جد کی دال ساکن ہے تو غنی مبتدا محذوف

کی خبر ہوگی معنی یہ ہوں گے کہ جد سے مراد غنی ہے۔ اگر جد پر توین ہو تو مبتدا اور غنی خبر ہے۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ

اولیٰ ملاہ کی وجہ سے دال کی مدلول کی طرف اضافہ ہو۔ یعنی جد غنی یعنی وہ بخت جس کے معنی غنی کے ہیں۔ جد کے معنی عظمت غنا بخت کے آتے ہیں۔

ترجمہ۔ امام جب نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو اسے لوگوں کی طرف من کر کے بیٹھنا چاہیے۔

بَابُ يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ صَفْحَ ۱۱ / ۲

ترجمہ کی غرض اگر جواز ثابت کرنا ہے پھر کوئی حرج نہیں۔ اگر اس پر بیشکی یا اس کا سنت ہونا ثابت کرنا ہے تو اگرچہ وہ صحیح ہے لیکن اس جگہ مقصود نہیں ہے۔ یہ مسلسل چار تراجم ہیں۔ جن کا تعلق صرف ایک مسئلہ سے ہے۔ وہ مسئلہ نماز کے بعد بیٹھنے کا ہے۔ اس سے پہلے ترجمہ سے اس کے جواز کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دائیں اور بائیں بیٹھنے کا ثبوت بھی ہے۔ دوسرا ترجمہ مکث الامام فی مصلاہ الخ ہے اس سے اشارہ کرنا کہ استقبال الی الناس واجب نہیں ہے۔ اگر اپنی جگہ پر بیٹھا رہے تو جائز ہے۔ خواہ اس کے بعد دعائے یا نماز سنت پڑھے تیسرے باب من صلیٰ فذکر حاجتہ ہے کہ امام کا اپنی جگہ پر بیٹھا رہنا بھی واجب نہیں۔ اگر اسے اپنی کوئی ضرورت یاد آجائے تو فوری طور پر ضرورت بھی پور کر سکتا ہے۔ اور چونکہ باب الافتتال اور الانصراف ہے یہ بھی جلوس بعد الصلوٰۃ پر محمول ہے۔ خواہ دائیں طرف منہ کر کے بیٹھے یا بائیں طرف رخ کرے۔ اور انصراف کے لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ افتتال اور انصراف سے مراد انحراف ہے یعنی پھر کر بیٹھا۔

بَابُ مَكَثِ الْإِمَامِ فِي مَصْلَاهٍ بَعْدَ الصَّلَاةِ صَفْحَ ۱۱ / ۱۲

اس ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ فرض کی جگہ پر اگر نفل پڑھے جائیں تو جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس بارے میں جو نئی وارد ہے وہ نئی تنزیہ اور ادب کے لئے ہے۔ بایں ہمہ اگر کوئی شخص اسی جگہ سنن اور نوافل پڑھے تو اس کی نماز جائز اور صحیح ہوگی۔ روایت کی اس مدعی پر دلالت واضح ہے۔ لا یبتطوع الامام فی مکانہ کے متعلق امام حارثی نے فرمادیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک عورتیں اپنے گھروں کو نہ چلی جاتیں آنحضرت ﷺ اسی جگہ بیٹھے رہتے۔

قوله من صلی بالناس فذکر حاجتہ فتخطاھم صَفْحَ ۱۱ / ۲۲ جو شخص لوگوں کو نماز پڑھائے پھر اسے کوئی اپنی

ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر جاسکتا ہے۔ یہ تیسرا باب ہے کہ امام کسی ضرورت کی بنا پر مسجد سے جلدی خارج ہو سکتا ہے۔ خواہ اسے تخطی رقاب یعنی لوگوں کی گردنیں پھلانگنی پڑیں۔ مولانا مکیؒ کی تقریر میں ہے مکث فی مصلاہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور تخطی رقاب مطلق نہیں بلکہ لوگوں کی رضامندی کے ساتھ مقید ہے۔ چنانچہ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک تو امام حارثیؒ نے اس ترجمہ سے یہ ثابت کیا کہ تخطی رقاب کی نہی جمع اور غیر جمعہ میں مدللہ ہے۔ دوسری نہی تب ہے جب کہ اس کے بغیر چارہ ہو اور ضرورت بھی نہ ہو۔ اگر کوئی ضرورت ہے اور تخطی رقاب کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

قوله ما يَرَىٰ ان حقا عليه ان لا ينصرف الخ صفحہ ۱۱۸/۴ یہ چوتھا باب ہے جس سے انصراف عن اليمين والشمال ثابت کیا ہے۔ حقا علیہ نکرہ مخصوصہ ان کا اسم ہے۔ اور ان لا ينصرف الخ اس کی خبر ہے۔ باقی اقوال اعراب میں تکلف ہے۔

قوله خضرات من بقول صفحہ ۱۱۸/۱۴ کلمہ من بیانیہ تبہیہ ہو سکتا ہے۔ ہائیر میں خضرات بقول سے اخض ہوگی۔ کیونکہ خضرات وہ ترکاری ہے جس میں سبزی ہو۔ تو اب اضافۃً صحیح ہوگی۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تمام بقول میں زکوۃ ہے۔ سوائے سرکنڈے گھاس اور سوختی لکڑی کے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ لفظ بقول اخضر اور غیر اخضر سب کو شامل ہے۔ صفوة الصلوة کے آخر میں بطور مسائل شتی کے مؤلفؒ نے ان ابواب کو ذکر کیا ہے۔

قوله فلا ادری هو من قول الزهري الخ صفحہ ۱۱۸/۱۶ مقصد یہ ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ اسناد مذکور کے ساتھ منجملہ حدیث کے ہوگا۔ یعنی حضرت جابرؓ کا قول ہوگا یا یہ اس سند کے ساتھ نہیں ہے۔ تو پھر نہ حضرت جابرؓ کا قول ہوگا اور نہ ہی وہ اس حدیث میں داخل ہوگا۔ بلکہ امام زہریؒ کے کلام میں سے ہوگا۔ اگرچہ امام زہریؒ تک صحابہؓ اور تابعینؒ کے واسطہ سے پہنچا ہوگا۔ بہر حال اس مقام پر یہ اس کے کلام میں سے ہے حدیث کا کراؤ نہیں ہے۔ گویا کہ امام زہریؒ نے اسے جناب رسول اللہ ﷺ سے مرسل نقل کیا ہے ہائیر میں امام بخاریؒ کو تردد ہوگا کہ یہ حدیث موصول ہے یا مرسل ہے۔

باب وضوء الصبيان صفحہ ۱۱۸/۱۹

یعنی بچوں کا وضو کرنا ثابت ہے اور سنت ہے۔ اگرچہ بچوں پر وضو واجب نہیں ہے۔ جس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے کہ قُمْتُ وَتَوَضَّأْتُ الخ کہ میں نیند سے اٹھا اور آپؐ کی طرح وضو بنائی۔ واجب اس لئے نہیں کہ اس کے ترک پر عتاب وہ عتاب نہیں ہے۔ البتہ چہ اگر وضوء کر کے نماز پڑھے گا تو اس کو ثواب حاصل ہوگا۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اس طرح یہ قول بھی دلیل ہے کہ متی یجب علیہم الغسل والطهور کہ بچوں پر غسل اور وضو واجب ہوتا ہے۔ اس کی دلیل و قولہ علی کل محتلم ہے یعنی ہر بالغ پر غسل اور وضو واجب ہے۔ اور قولہ حضور ہم الجماعة والعیدین والجنازہ یعنی بچوں کا جماعت عیدین اور جنازہ میں حاضر ہونا واجب ہوگا۔ اس عبارت سے امام بخاریؒ نے اس وہم کا دفعیہ کیا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اپنی مساجد کو بچوں اور پاگلوں سے الگ رکھو جس سے معلوم ہوتا تھا کہ بچوں کا مساجد میں اور عید گاہ جنازہ گاہ وغیرہ میں داخل ہونا ناجائز ہوگا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ جب بچوں کے پیشاب اور پاخانہ سے بے خوفی ہو تو ان کے مسجد میں حاضر ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی دلیل باب کی پہلی۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی روایت ہے۔ جن میں ادنیٰ تفکر سے جواز واضح ہو جاتا ہے۔ مؤلفؒ نے اس باب میں سات احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ جن کی مطابقت اجزائے جملہ سے غور و فکر سے ثابت ہوتی ہے۔

قوله و صفوفهم یعنی بیچوں کی صفیں کیسے ہوں۔ اس کی دلیل قوله **صَفَّفْتُ عَلَيْكَ اَنَا وَالْيَتِيمَ** کہ میں نے اور یتیم نے صف باندھی۔ حنفیہ کے نزدیک پہلے مردوں کی صف ہو۔ بعد ازاں بچوں کی۔ سب سے آخر میں عورتوں کی صف ہو۔ شیخ گنگوہی نے کیف صفوفهم کہہ کر اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آیا بچوں کی صف مستقل ہو یا مردوں کی صف میں داخل ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر دو آدمیوں کے درمیان ایک بچہ کھڑا ہو تاکہ ان سے نماز سیکھ سکے۔ جمہور اس کے خلاف ہیں۔

قوله لو لا مکانی منه صفحہ ۱۶۷/۱۱۹ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے نزدیک میرا مرتبہ نہ ہوتا تو میں چھوٹا ہونے کی وجہ سے نماز عید میں حاضر نہ ہوتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عموماً چھ مساجد و عیدین میں حاضر نہیں ہوتے تھے کبھی کبھار حاضری ہوتی تھی جب کہ بچہ متمیز ہو نماز وغیرہ کی تمیز رکھتا ہو۔

بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ صفحہ ۱۸۱/۱۱۹

ترجمہ عورتوں کا رات اور اندھیرے میں
مساجد کی طرف جانا۔

باب سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا تب جائز ہے جبکہ قنہ کا خدشہ نہ ہو۔ ہائیں لیل اور غلس کی قید لگائی جو عدم قنہ کا سبب بنتے ہیں پس رات اور اندھیرا قنہ کا سبب ہے۔ جیسے ہمارے زمانہ میں اس کا مشاہدہ ہے۔ تو عورتوں کا رات اور اندھیرے میں جانا بھی ممنوع ہوگا۔ امام حارثی اس باب میں چھ احادیث لائے ہیں۔ بعض زمان سے مطلق ہیں۔ بعض میں لیل اور غلس کی قید ہے۔ تو مطلق کو ترجمہ میں مقید پر محمول کیا جائے گا۔ اس لئے فقہائے اس کی تفصیل بیان کی ہے۔

قوله ولا یصلیٰ یومئذ الا بالمدينة صفحہ ۲۱/۱۱۹ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی یہ حصر اضافی ہے اطراف مدینہ اور اس کے نواحی علاقہ کے اعتبار سے ہے ورنہ ان دنوں کہہ اور حبشہ میں بھی نماز عشاء پڑھی جاتی تھی تو حصر اضافی ہوا حقیقی نہ ہوا۔ تو غیر کم سے غیر المسلمین مروا ہوگا۔

قوله اذا ستأذنکم نساء کم باللیل الى المسجد صفحہ ۲۳/۱۱۹ اس میں بھی اشارہ ہے کہ عورتوں کا مساجد کی طرف جانا اس کی اجازت مشروط ہے کہ جب قنہ کا خوف نہ ہو۔ اگر دن یا رات کسی وقت قنہ کا خدشہ ہو جیسے ہمارے زمانہ میں مشاہدہ ہے تو پھر کسی صورت اجازت نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عورت مرد کے گھر سے بغیر اجازت باہر نہ نکلے استاذن کے الفاظ اس پر دال ہیں۔

باب صلاة النساء خلف الرجال صفحہ ۶/۱۲۰

اس ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ عورتوں کا مقام مردوں کے مقام کے پیچھے ہے اور روایت کی دلالت ترجمہ پر لفظ قبل ان یدرکھن سے ہے۔ کیونکہ عورتوں کا پھر نام مردوں کے پالینے سے پہلے اسی صورت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ عورتیں مردوں کے پیچھے ہوں۔ کیونکہ اگر وہ عورتیں آگے ہوں یا درمیان میں ہوں تو ان کو پالینے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تو ان میں موجود ہیں۔ امام بخاریؒ اس باب میں دو احادیث لائے ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے ام سلیم خلفنا یہ صریح دلیل ہے۔

باب سرعة انصراف النساء وقلة مقامهن في المسجد صفحہ ۱۲۰/۱۲

امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے خیر صفوف النساء آخرها وشرها اولها کہ عورتوں کی بہتر صف آخری ہے۔ اور بدترین پہلی صف ہے جو مردوں سے ملتی ہے۔ اس سے بھی اشارہ ہے کہ فتنہ کے وقت عورتوں کو مسجد جانے سے روک دینا چاہیے کیونکہ جو عورت آخری صف میں ہوگی وہ جلدی نکلنے والی ہوگی۔ فتنہ سے بچ جائے گی۔ یاد رہے کہ حج اور عمرہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں حرمین میں جانے کی اجازت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

كِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فرض الجمعة

لَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ الْخ اس پر توافق ہے کہ اسلام سے پہلے اس دن کا نام عروبہ تھا۔ جمعہ کی وجہ تسمیہ میں کئی اقوال ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمعہ کی فرضیت کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت کیا ہے۔ فَاسْعُوا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ الْآيَةِ۔ وقت فرضیت کیا ہے اکثر حضرات اس پر ہیں کہ اس کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ بعض نے مکہ معظمہ بھی کہا ہے۔ بہر حال پہلا جمعہ آپؐ نے مدینہ منورہ میں بنی سالم کے اندر ادا کیا ہے۔ فَاسْعُوا سعي کے مشہور معنی تودوڑنے کے ہیں لیکن اس جگہ سعي سے مراد چلنا

اور عمل کرتا ہے۔ اور ذکر سے مراد نماز جمعہ اور خطبہ جمعہ دونوں ہیں۔ یا صرف خطبہ مراد ہے۔ تو نماز کا ثبوت دلالۃ النص سے ہوگا کیونکہ وہ تو اہم العبادات ہے۔ دوڑ کر نماز کی طرف جانا ممنوع ہے اس لئے سعی کے معنی ذہاب کے کئے ہیں تاکہ دوڑ کا وہم نہ ہو۔

قوله نحن الاخرون الخ صفحہ ۲۰/۱۲۰ یعنی ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں ہیں۔ اور قیامت کے دن جنت میں داخلہ کے اعتبار سے سابق ہوں گے۔ اور پہلے لوگوں کو یہ جزئی فضیلت ہوئی کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ لفظ بید معنی علی کے ہے یا مع کے معنی میں ہے۔ غیر کے معنی میں لینا بھر شمار کیا گیا ہے۔

قوله يوم مهم الذي فرض عليهم صفحہ ۲۱/۱۲۰ پس کہا جاتا ہے کہ جمعہ ہفتہ اتوار تین دنوں میں سے ایک کی تعیین ان کے سپرد کی گئی تھی۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ سات دنوں میں سے کسی ایک کی تعیین ان کے سپرد ہوئی۔ یہود نے ہفتہ کے دن کو اور نصاریٰ نے اتوار کے دن کو مقرر کیا۔ مسلمانوں کے حصہ میں جمعہ کا دن آیا۔ جس کی تعظیم ان پر فرض کی گئی۔

باب فضل الغسل يوم الجمعة صفحہ ۲۳/۱۲۰

مقصود یہ ہے کہ اس باب میں ذکر کیا گیا کہ جمعہ کے دن کا غسل کرنا افضل ہے۔

اما قوله هل علي الصبي الخ کہ بچے پر جمعہ کے دن کا حاضر ہونا۔ اس پر قولہ کل محتلم دال ہے کہ اس پر جمعہ کی حاضری واجب نہیں اور نہ ہی غسل واجب ہے۔ ویسے اہل ظواہر کے نزدیک جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک سنت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورتوں پر غسل یوم الجمعہ نہیں ہے۔ کہ اس کا وجوب جن کے نزدیک ہے وہ ان پر ہے جن پر جمعہ کی حاضری واجب ہے۔ عورتوں پر نماز جمعہ کی حاضری واجب نہیں تو غسل بھی ان پر واجب نہیں ہوگا۔ تو مسئلہ اختلافی ہوا کہ جو لوگ غسل یوم الجمعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک جمعہ کے دن اول حصہ میں نہ لینا چاہیے۔ اور جو لوگ صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کا قول کرتے ہیں ان کے نزدیک بچوں اور عورتوں پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ اس طرح غسل تین ہو گئے۔ ساتویں دن کا غسل یوم جمعہ کا غسل اور صلوٰۃ جمعہ کے لئے غسل کرنا۔

قوله اما الاستئذان والطيب والله اعلم الخ صفحہ ۵/۱۲۱ امام بخاری فرماتے ہیں کہ خبر مقدم یعنی لفظ واجب دلالت کرتا ہے کہ تینوں کا وجوب ہو۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا۔ اور خوشبو لگانا۔ لیکن جناب رسول اللہ ﷺ نے غسل کو علیحدہ ذکر فرمایا۔ اور باقی کو ایک خبر میں شریک نہیں فرمایا۔ بلکہ خوشبو لگانے کو وجہ ان سے معلق کیا کہ اگر مل جائے تو خوشبو استعمال کرے۔ یہ دونوں امر دال ہیں کہ ان دونوں کو خبر وہ نہیں ہے جو غسل کی ہے بلکہ ان کی خبر کچھ اور ہے تو عبارت یوں بنے گی کہ مسواک کرنا۔ اگر خوشبو مل جائے تو اس کا استعمال کرنا افضل ہے۔ مگر میں ان کا وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبی نے اس سے ثابت کیا ہے کہ جب یہ دونوں واجب نہیں

اس پر سب کا اتفاق ہے تو غسل بھی واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہوگی الغسل واجب والاستناب والطیب كذلك جب بالاتفاق یہ دونوں واجب نہیں تو غسل برم الجمعہ بھی واجب نہیں ہوگا۔ البتہ امام مالکؒ وجوب غسل کے قائل ہیں۔ اکثر فقہاء قائل نہیں ہیں۔

قوله ولم یسم ابو بکر ھکذا امام بخاریؒ کی مراد یہ ہے کہ محمد بن المنکدر کی کنیت اگرچہ ابو بکر ہے وہ اپنے نام سے مشہور ہیں کنیت سے نہیں۔ البتہ ان کے بھائی ابو بکر حدیث باب کے راوی ہیں وہ کنیت سے مشہور ہیں نام سے نہیں پس ان دونوں بھائیوں کی کنیت ابو بکر ہوئی۔ راوی حدیث باب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابو بکر ثانی کا نام محمد ہے۔ ان کی دوسری کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ محمد صحاح ستہ کے روایات میں مشہور ہیں۔

قوله غسل الجنابة صفحہ ۹۱۲۱ یعنی غسل الجنابة لیکن یہ تشبیہ کیفیت میں ہے حکم میں نہیں ہے۔ یہی اکثر علماء کا قول ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے اشارہ ہے کہ جنمہ کے دن جماع کرے تاکہ فارغ ہو کر نماز کے لئے جائے اس طرح عورت بھی غسل کر لے گی۔

قوله فلبستھا یوم الجمعة صفحہ ۲۷۱۲۱ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس حلہ کو آپؐ جمعہ کے دن پہنا کریں۔ آپؐ نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ تو حضرت عمرؓ کے قول کی تقریر و تائید ہو گئی۔ البتہ اس کے ریشمی ہونے پر آپؐ نے انکار فرمایا۔ بہر حال معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا اس کی خصوصیت میں کوئی حرج نہیں۔ پھر بعض روایات میں حلہ کا لفظ وارد ہے۔ اور بعض میں جبہ کا ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ جبہ تھا جو چنہ سارے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اس پر حلہ کا اطلاق مجازاً ہے۔ کیونکہ جبہ حلہ کا کام بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ جبہ ٹخنوں تک ہوتا ہے۔ یا آدمی پنڈلیوں تک ہوتا ہے۔ تو وہ حلہ سے بھی کفایت کرے گا۔ حلہ تو چادر اور لنگی پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے بدن بھی چھپتا ہے گرمی اور سردی بھی دور ہوتی ہے۔ زیب و زینت بھی حلہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے حلہ کے ریشمی ہونے کی بنا پر انکار کیا اور نہ حضرت عمرؓ کے قول سے اشارہ ہے کہ جمعہ کے دن اچھے کپڑے پہننا ان کا معمول تھا۔ اور جمعہ کے دن زیب و زینت کے اصل پر آپؐ نے انکار نہیں فرمایا۔ اور وہ فود کے لئے پہننا اس سے مجموعوں میں اچھا کپڑا پہننے کا جواز معلوم ہوا۔ اگر اور کوئی مانع نہ ہو۔ تو یہ رباہ نہیں ہوگا۔

قوله یصوص فاه بالسواک صفحہ ۶۱۲۲ آنحضرتؐ جب رات کو تہجد کیلئے اٹھتے تو پہلے منہ مبارک پر مسواک کرتے تھے معلوم ہوا کہ غفلت اور سستی کو دور کرنے کیلئے رطوبات کو زائل کرنا نفع دینے والا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اسے جمعہ کے وضو میں لایا جائے کیونکہ یہ تو اہم اجتماع ہے۔ اسحاق بن راہویہؒ کے سوا باقی سب حضرات کے نزدیک مسواک کرنا سنن وضو میں سے ہے امام بخاریؒ نے حدیث باب سے ثابت کیا کہ اتنے اہتمام کے باوجود جب مسواک کرنا تہجد کے لئے واجب نہیں تو جمعہ کے لئے بھی واجب نہ ہوگا۔

بَابُ مَنْ كَسَّوْكَ بِسَوَاكِ غَيْرِهِ

ترجمہ۔ دوسرے کے مسواک کو استعمال کرنا

کیسا ہے۔

صفحہ ۸/۱۲۲

حدیث باب سے امام بخاریؒ نے اشارہ کیا کہ مسواک کرنا نہ چھوڑا جائے حتیٰ کہ اگر دوسرے کے مسواک کو بھی استعمال کرنا پڑے تو مسواک کرے۔ بھر طیکہ دوسرے کی اجازت ہو۔ اگرچہ وہ اجازت دلالت ہو صراحت نہ ہو۔ حضرت عائشہؓ خود مسواک چبا کر دیتی تھیں اور حضرت عبدالرحمنؓ سے مانگ کر آنحضرت ﷺ سے استعمال کرائی۔

بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقَرْيِ وَالْمَدَنِ

ترجمہ۔ بستوں اور شہروں میں جمعہ ادا کرنا کیسا ہے

صفحہ ۱۳/۱۲۲

امام بخاریؒ نے اختلاف کی وجہ سے کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اور باب میں ایسی احادیث لائے ہیں جو فریقین میں سے ہر ایک کا مستدل بن سکتی ہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک ہر بستی اور آبادی میں جمعہ جائز نہیں۔ قیام جمعہ کے لئے کچھ شرائط ہیں جو مطولات میں درج ہیں۔ احنافؒ کے نزدیک مصر جامع شرط ہے۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کے ارد گرد دیہات والوں اور اہل عوالی کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ حالانکہ نماز جمعہ تو مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اہل یوادی پر جمعہ واجب نہیں اگر وہ جمعہ قائم کریں گے تو ان کیلئے کافی نہیں ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کا استدلال قریہ جو اُٹی کے اندر جمعہ کے قیام سے تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ وہ یہ ثابت کر دیں کہ جو اُٹی کا قلعہ بستی نہیں تھا بلکہ وہ تو شہر تھا۔ جس میں کثرت سے تجارت آتے جاتے تھے۔ اور احنافؒ کے مدعی پر حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث بھی دال ہے كَانَ النَّاسُ يَتَنَابَوْنَ الْجُمُعَةَ الخ اگر جمعہ ہر مسلمان پر واجب تھا تو پھر نوبت موت آنے کے کیا معنی ہوں گے تیسری دلیل احنافؒ کی یہ ہے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ سب کے سب مسلمان شہری۔ دیہاتی اپنی اپنی جگہ پر جمعہ قائم نہیں کرتے تھے۔ یہ دلیل ہے کہ جمعہ سب پر واجب نہیں تھا۔ ورنہ قبائل عرب مدینہ کے جوانب میں جمعہ قائم کرتے۔ اور نہ ہی آپؐ نے ان کو قیام جمعہ کا حکم دیا۔ اور شیخ گنگوہیؒ نے طلبہ کی سہولت کے لئے بتلادیا کہ قریہ کبیرہ جس کو ہماری زبان میں قصبہ کہا جاتا ہے اس میں پانچ ہزار کی آبادی ہو مسلمان۔ کافر۔ عورتیں۔ اور بچے سب شامل ہیں لیکن یہ قریہ جامعہ کی تعریف نہیں ہے۔ دراصل شیخؒ نے اس کو عرف پر چھوڑا ہے جس کو لوگ شہر کہیں وہاں جمعہ جائز ہے۔

قوله ورزق عامل الخ صفحہ ۱۹/۱۲۲ یعنی جب رزق ایلہ کے امیر تھے تو وہ وادی القریٰ میں سکونت پذیر ہوئے

جہاں وہ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔ اور اس میں ان کے ہمراہ سوڈانیوں وغیرہ کی ایک جماعت ہوتی تھی۔ تو انہوں نے امام زہریؒ سے وادی القریٰ میں جمعہ قائم کرنے کے بارے میں دریافت کیا جنہوں نے انہیں جمعہ قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اس سے بھی

یہ لازم نہیں آتا کہ وادی القریٰ بستی تھی یا میدان تھا یا جنگل ویرانہ تھا۔ بلکہ اس کے برعکس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈانیوں وغیرہ کی جماعت تھی۔ اور جماعت کی سکونت گھروں اور حویلیوں میں ہوتی ہے۔ یہ شہر ہوانہ کہ بستی اگر بستی ہونا بھی تسلیم کر لیا جائے تو شاید یہ ایلہ کے مضافات میں سے ہو۔ عمال ایلہ کے اس میں کھیتی باڑی کرنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر فناء مصر نہ ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو پھر یہ امام زہریؒ کا اجتہاد ہے جس کا امام ابو حنیفہؒ کو تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔ روایت الا کلکم راع اس روایت میں جمعہ کے وجوب اور عدم وجوب سے کوئی بحث نہیں جیہ تک وجوب ثابت نہ ہو اس کی رعایت کیسے لازم ہوگی۔ امام زہریؒ تابعی ہیں تابعی کا قول تابعی پر کیسے جتہ ہو سکتا ہے۔

قوله من جاء منكم الجمعة فليغتسل الخ صفحہ ۱۲۲/۲ تم میں سے جو شخص بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل کرنا چاہیے۔ امام بخاریؒ نے ان احادیث پر لفظ استفہام سے ترجمہ قائم کیا ہے جو اختلاف کی طرف اشارہ ہے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں ان کے نزدیک احادیث کی ترجمہ پر دلالت ظاہر ہے۔ اور قولہ واجب علی کل محتلم پر ان کی دلیل ہے۔ لیکن جو لوگ مثلاً احنافؒ مفہوم مخالف کے قائل نہیں۔ ان کے نزدیک یہ آثار عدم وجوب پر دال ہیں۔ کیونکہ جب غسل کا امر کل کو شامل نہیں تو اب مضاف الیہ محکم رہ گیا۔ تو عدم نص کی وجہ سے وجوب ثابت نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نص عدم وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

هل علی من لا يشهد الجمعة غسل من النساء والصبيان وغيرهم۔ مولانا کئی فرماتے ہیں اس باب سے غرض امام بخاریؒ کی یہ ثابت کرنا ہے کہ غسل صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہے یوم الجمعہ کے لئے نہیں ہے۔ عورتوں اور بچوں پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ وہ جمعہ میں حاضر ہوں کیونکہ بچے امر کے مخاطب نہیں۔ عورتیں الگ جمعہ قائم کر سکتی ہیں البتہ راحۃ کربیمہ کو زائل کرنا ان کے لئے باقی رہ جائے گا۔ اس کے لئے یہ لوگ غسل کر سکتے ہیں۔ نماز جمعہ کا غسل ان پر واجب نہیں ہے۔

قوله فی کل سبعة ايام یوما صفحہ ۱۲۳/۵ اس حدیث کو اس باب میں لانے کا مقصد یہ ہے کہ یوما سے مراد یوم الجمعہ ہے۔ کیونکہ وہی یوم عبادت ہے ہر دن مراد نہیں۔ تو غسل فی یوم الجمعہ ثابت ہو کہ وہ ہر بالغ مسلمان پر ہے۔

قوله یمنعه قول رسول الله ﷺ صفحہ ۱۲۳/۱۱ حضرت عمرؓ کی بیوی عاتکہؓ مسجد نبویؐ میں صبح اور عشا کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے جایا کرتی تھیں۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کیوں جاتی ہو۔ حالانکہ حضرت عمرؓ اس کو پسند نہیں کرتے اور حسب معاہدہ انہیں روکتے بھی نہیں تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے مجھے منع نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد سے نہ روکو۔ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ ادب حدیث کی وجہ سے نبی کا اقدام نہیں کرتے تھے۔ ورنہ جناب نبی اکرم ﷺ کے اشارات سے انہیں روکنے کا جواز تھا۔ شاید نبی کے موجب فتنہ کا انہیں خطرہ نہیں تھا اس لئے انہوں نے ان کو نہ روکا۔ جب حضرت زہیرؒ کے نکاح میں آئیں شہادت عمرؓ کے بعد۔ تو حضرت زہیرؒ نے ان کی سرین پر اندھیرے میں ہاتھ مارا تو وہ مسجد میں

جانے سے یہ کہہ کر رک گئیں کہ عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے۔ کہ اب وہ لوگ نہیں رہے اب قنہ کا دور آگیا۔

قوله فلا تقل حي على الصلوة الخ صفحہ ۱۲۳/۱۳ حضرت ابن عباسؓ نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے فرمایا **حي على الصلوة** سے پہلے **الصلوة في البيوت** کو پہلے کہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ **حي على الصلوة** بالکل نہ کہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جمعہ واجب ہے لیکن کچھ اور پھسلن کے اندر لوگوں کا ٹکنا میں پسند نہیں کرتا۔ یہی آنحضرت ﷺ کا عمل تھا۔

باب من اين توتي الجمعة وعلى من تجب لقول الله تعالى

یعنی اللہ تعالیٰ کے قول **اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ** سے جمعہ واجب ہے۔ اور اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ کس پر واجب ہے اور اس کی کیا حد ہے۔ تو من اين اور على من تجب میں جار مجرور دونوں کا تعلق اتیان اور وجوب سے ہوگا۔ حضرت عطاءؓ کے اثر میں فی قریۃ جامعۃ کا لفظ اس پر دال ہے ہر بستی میں جمعہ نہیں ہے۔ قریہ کبیرہ میں ہے جس کی آبادی پانچ ہزار افراد پر مشتمل ہو حضرت انسؓ اپنے محل میں زاویہ مقام میں رہتے تھے جو بصرہ سے چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بصرہ کے مضافات میں سے تھا۔ کہ کبھی وہ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں نہیں آتے تھے بلکہ اسی جگہ رہائش میں جمعہ قائم کرتے تھے یہ ان کیلئے اس وجہ سے جائز تھا کہ زاویہ فنا بصرہ میں شمار ہوتا تھا۔ اگر ان کے محل کا فنا بصرہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر عبادت کا مطلب یہ ہے کہ کبھی حضرت انسؓ بصرہ میں آکر جمعہ ادا کرتے اور کبھی بصرہ میں حاضر نہ ہوتے بلکہ جہاں ان کی رہائش تھی وہاں اپنے محل میں ظہر کی نماز ادا کرتے تھے کیونکہ جمعہ ان پر واجب نہیں تھا۔ دیہات میں رہنے کی وجہ سے۔ البتہ جب وہ جمعہ میرٹھ حاضر ہو جاتے تو پھر ظہر کی نماز سے جمعہ انہیں کفایت کرتا تھا۔ شیخ گنگوہیؒ کے دونوں احتمال ترجمہ ملے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کی تبویب پہلے احتمال کے موافق ہے۔ کہ جمعہ ادا کرنے کی حد کیا ہے۔ وہ شہر ہے دیہات نہیں۔ اور لا یجمع کے الفاظ اس پر دال ہیں جو حنفیہ کے مطابق ہے۔

قوله كنا نبکر للجمعة صفحہ ۱۲۴/۱ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ جلدی ادا کرتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں تصریح کر دی ہے کہ جمعہ کا وقت سورج کے زوال کے بعد ہے۔ امام احمدؒ زوال سے قبل بھی جمعہ کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن جمہور ائمہ بعد زوال شمس کے قائل ہیں تو اس تصریح کے بعد اب تبکیو کے معنی صبح سویرے کرنے کے نہیں بلکہ اسرا ع اور جلدی کرنے کے معنی ہوں گے۔ سیو فی البکرة کے معنی نہیں ہیں۔ قیلولہ اگرچہ دوپہر کے وقت سونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس جگہ اس کی قضایا اس کا قائم مقام مراد ہے۔ کیونکہ قیلولہ کی حقیقت اگرچہ یہی ہے دوپہر کے وقت سویا جائے لیکن اگر کوئی شخص اس سے تھوڑا پہلے یا تھوڑا بعد سو جائے تو اس کے لئے کوئی الگ نام نہیں ہے۔ بلکہ اس پر بھی تشبیہ کے طور پر قیلولہ کے لفظ کا اطلاق ہوگا۔ نیز ! كنا نبکر بالجمعة میں تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ جمعہ بھی بکروہ یعنی صبح سویرے پڑھتے تھے۔ کیونکہ صحابہ کرام سے یہ مذکور نہیں کہ وہ اس گھڑی صبح سویرے حاضر ہوتے ہوں۔ تو جب وہ اس گھڑی میں حاضر ہی نہیں تو نماز کیسے ادا ہوگی۔ حاصل یہ ہوا کہ جمعہ کے

اول وقت میں نماز پڑھ کر پھر قیلولہ کرتے تھے۔ ورنہ عادت معروفہ یہ تھی کہ قیلولہ کر کے ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاریؒ نے ترجمہ میں حضرت انسؓ کے اثر کے اندر تبکیوں سے تعبیر کیا۔

باب إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ صَفْحہ ۱/۱۲۴

اس باب سے امام بخاریؒ نے صراحتاً بتا دیا کہ سخت گرمی میں نماز جمعہ نماز ظہر کے خلاف نہیں ہے۔ جیسے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ ایسے سخت گرمی میں جمعہ کو بھی ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے۔ یہی امام اعظمؒ کا مختار مسلک ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ نے یقین سے اس کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور یعنی الجمعہ کا لفظ ممکن ہے تاہی کا قول ہو یا حضرت انسؓ سے منقول ہو۔ مگر بہر حال احادیث صحیحہ سے یہی معلوم ہوتا ہے اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ اور د تو ظہر اور جمعہ کا حکم ابرا د ایک جیسا ہوا۔ لیکن فقہاء فرماتے ہیں لوگ سنت ہو جائیں گے اسلئے جمعہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ ظہر کی اور بات ہے اس میں اتنا اجتماع نہیں ہوتا۔ تو ابرا د میان جواز کے لئے ہو گا۔

قوله ثم قال لَانَسٍ كَيْفَ كَانَ صَفْحہ ۴/۱۲۴ حضرت انسؓ نے پہلے تو امیر جمعہ کو روایت سے جواب دیا پھر جمعہ اور ظہر کا ذکر کر کے بتلایا کہ دونوں کا وقت ایک ہے تاخیر جمعہ سے جمعہ فوت نہیں ہو گا۔ امیر الجمعہ حکم بن ابی عقیل ثقفی تھا جو حجاج بن یوسف کا نائب تھا۔ یہ لوگ خطبہ لمبا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ جمعہ اور ظہر کا وقت نکل جانے کے قریب ہو جاتا۔

قوله وقال ابن عباس يحرم البيع صَفْحہ ۶/۱۲۴ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی طرف جانے کا جب وقت آجائے تو اس وقت خرید و فروخت حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ تمام کاروبار حرام ہو جائے گا۔ بظاہر ان دونوں اقوال میں فرق معلوم ہوتا ہے شاید صحیح یہ ہے کہ ان دونوں کا مدعی ایک ہے۔ مؤلفؒ نے ہر ایک کی طرف وہی منسوب کر دیا جو ان کی طرف سے منقول ہوا۔ اگرچہ دونوں مذہب در حقیقت متفق ہیں۔ یہ حکم مسلک احنافؒ کے موافق ہے۔ ورنہ ائمہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حکم بیع کے ساتھ خاص ہے یا دوسروں کو بھی شامل ہے۔

قوله من بَوَّات قَدَمَاهُ صَفْحہ ۹/۱۲۴ یعنی جس کے قدم اللہ تعالیٰ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اس پر جہنم کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کی طرف پیدل چلنا مستحب ہے۔ کیونکہ پاؤں کا غبار آلود ہونا اس کے بغیر متصور نہیں ہے۔ دراصل مصنفؒ کی باب ہمدی سے تین وجوہ کا احتمال ہے۔ پہلا یہ کہ ترجمہ میں مشی یعنی پیدل چلنا جو سوار ہونے کی ضد ہے وہ مراد ہے کما قالہ الشیخ دوسری وجہ یہ ہے کہ مشی دوڑنے کے مقابل ہوا۔ تیسرا یہ کہ مشی دیکو ب اور عدو یعنی سواری اور دوڑ دونوں کے مقابل ہو۔

قوله فاذا اقيمت الصلوة فلا تأتوها وانتم تسعون صَفْحہ ۱۲/۱۲۴ یعنی جب نماز کیلئے تکبیر کہی جائے تو نماز کیلئے

دوڑ کر نہ آؤ بلکہ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ۔ اس حدیث سے واضح ہے کہ پیدل چلنا مستحب ہے۔ پس جب آیت میں سعی سے مراد مشی ہے تو روایت آیت کے مخالف نہ ہوگی۔ اور جو کچھ تمہارا اسے تو پڑھ لو۔ اور جو حصہ نماز کا رہ جائے اسے پورا کر دو۔ فاتحہ ا کے لفظ میں رکعت اور رکعت سے کم کی تفصیل نہیں ہے۔ تو اس سے شیخین کے مذہب کی تائید ہوئی۔ کہ نماز جمعہ کا جس قدر حصہ بھی کسی نمازی کو ملے اسی پر جمعہ کی بنا کرے ظہر کی بنا نہ کرے۔ اگرچہ اسے صرف التحیات ہی مل جائے۔ وجہ یہ ہے کہ حدیث میں مافات جو کچھ اس کے تمام کرنے کا حکم ہے صورت مذکورہ میں اس سے جمعہ فوت ہوا ہے ظہر فوت نہیں ہوئی کہ اس پر ظہر کی بنا کر تا۔ جمعہ فوت ہوا ہے تو جمعہ ہی پر بنا کرے گا۔ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔ ائمہ مجتہدین فرماتے ہیں کہ جب تک ایک رکعت کو حاصل نہ کرے جمعہ نہیں ظہر کی چار رکعت پڑھے شیخین کا مستدل روایت باب ہے۔

قوله لا تقموا حتی ترونی الخ صفحہ ۱۵/۱۲۴ یعنی جب تک مجھے نہ دیکھ لو نماز کے لئے کھڑے نہ رہو۔ یہ حکم مطلق ہے۔ جمعہ اور غیر جمعہ دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے جمعہ وغیرہ سے مقید نہ کیا جائے گا۔

وائتوا وعلیکم السکینۃ یعنی نماز کی طرف اس حالت میں آؤ کہ سیکنہ اور وقار پر قرار ہے۔ واضح ہوا کہ پیدل چل کر آنا افضل ہے۔ امام بخاری نے علیکم السکینۃ سے استدلال کیا ہے کہ جمعہ کی طرف دوڑ کر آنا چاہیے۔ جو وقار اور طمانیت کے خلاف ہے۔

قوله فلما کان عثمان وکثر الناس الخ صفحہ ۲۳/۱۲۴ یعنی عہد نبوی اور شیخین کے دور میں جمعہ کے دن اونچی آواز اور بلند مقام پر کھڑا ہو کر اذان دینا یہ اس وقت ہوتا تھا جب کہ امام منبر پر آکر بیٹھ جاتا۔ حضرت عثمان کے دور میں لوگوں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا۔ جس کو ذرا اقامت پر کہا جاتا تھا۔ شیخ منگوہی فرماتے ہیں کہ لوگ اگرچہ عہد صدیقی اور فاروقی میں بھی بہت تھے مگر آنحضرت ﷺ کی قرعہ محبت کی برکت کی وجہ سے انہوں نے دور البیہ بجز میں اور حضرت عمر کے دہدہ کی وجہ سے ان کے زمانہ میں لوگ جمعہ کی حاضری میں مستسعی نہیں کرتے تھے۔ اس لئے تیسری اذان کی ضرورت نہیں تھی۔ چونکہ حضرت عثمانؓ حیا دار تھے۔ لوگوں کو ان کے زمانہ میں ایسے کاموں کے کرنے کی جرأت ہوئی جن کی عہد فاروقی میں ان کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی ان کی نرم خوئی کی بدولت ان کے دور میں وہ کام آسانی سے ہونے لگے جن کو دور فاروقی میں کرنا آسان نہیں تھا۔ بلکہ امور دین میں کمزوری پیدا ہو گئی بنا بریں تیسری اذان کا اضافہ ہوا۔ نیز چونکہ پہلی اذان آنحضرت ﷺ کے عہد میں اور شیخین کے دور میں حاضرین اور غائبین سب کی اطلاع کے لئے ہوتی تھی۔ اس لئے اس اذان میں آواز کو بلند کرنے کی ضرورت لاحق تھی۔ جو اذان میں زیادتی کے بعد وہ ضرورت اس سے باقی نہ رہی۔ اب ہمارے زمانہ میں دوسری اذان میں اس قدر آواز کو بلند کرنا کافی ہے جس سے حاضرین کو اطلاع ہو جائے۔ غائبین کو اطلاع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اذان اول سے ان کو پہلے اطلاع ہو چکی ہے۔ پس اس موقع پر مؤذن کو کسی اونچے مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینے کی ضرورت بھی نہ رہی۔ اور بعض علماء ایمان ہے کہ آج بھی دوسری اذان میں سنت طریقہ یہ ہے کہ جس طرح وہ آنحضرت کے

دور میں ہوتی تھی آج بھی اسی طرح ہو۔ رفع صوت بھی ہو اور مکان مرتفع پر کسی جائے۔ لیکن جب یہ معلوم ہو چکا کہ اذان اول اس اذان کے قائم مقام ہے اسی کے لئے رفع صوت اور مکان مرتفع ہو گا۔ دوسری اذان کے لئے نہیں۔ بعض علماء سے مولانا خلیل احمد ابنیوی شارح ابو داؤد مراد ہیں۔ جن کا ایک رسالہ تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان اردو میں طبع شدہ ہے۔

باب المؤذن الواحد يوم الجمعة ۲۴/۱۲۴ صفحہ

یعنی جمعہ کے دن ایک مؤذن ہی کافی ہے بہت کی ضرورت نہیں۔ البتہ ضرورت کے وقت علماء نے مؤذنین کی تعداد کو اچھا سمجھا ہے۔ عوامیہ نے اپنے دور میں مؤذن مقرر کئے تھے کیونکہ حضرت عثمانؓ کے دور میں چار مؤذن تھے۔ تاکہ دور دور کے مکانات تک اذان کی آواز پہنچ جائے۔

باب يجيب الامام على المنبر اذا سمع النداء الخ ۲۷/۱۲۴ صفحہ

یعنی جب امام اذان کی آواز سنے تو منبر پر بیٹھے بیٹھے اذان کا جواب دے۔ مقصد یہ ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام الخ کہ جب امام منبر پر آکر بیٹھ جائے تو اس کے بعد نہ کوئی نماز پڑھے اور نہ ہی کوئی گفتگو کرے۔ لیکن یہ نئی کا حکم مقتدیوں اور سامعین کیلئے ہے امام کے لئے نہیں ہے۔ پس وہ اذان کا جواب دے سکتا ہے۔ کیونکہ کلام کرنا اس کے لئے حرام نہیں۔ آخر اس نے خطبہ دینا ہے۔ جس میں قوم سے خطاب ہو گا۔ تو اس کا کلام بھی حرام نہ ہو۔ مثلاً کچھ اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے قبل الخطبہ دنیاوی کلام کو مکروہ کہا ہے تسبیح و تہلیل مکروہ نہیں ہے۔

۔ قولہ مکان جذع يقوم صفحہ ۱۸/۱۲۵ جناب نبی اکرم ﷺ کھجور کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد جب آپ اس پر کھڑے ہوئے تو اس استن حنا نہ نے قریب الولادۃ اونٹنی کی طرح رونا شروع کر دیا آپ اترنے اُسے تسلی دی اور جنت کا درخت ہونے کی بشارت دی۔

سے مسند دوم توازن من تاختی مسند خود را تو منبر ساختی

میں آپ کی مسند تھا منبر پر رونق افروز ہو کر آپ نے مجھے چھوڑ دیا۔ فراق نبوی پر رورہا ہوں۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ احیاء موتی کا معجزہ بھی برحق ہے۔ لیکن بے جان خشک تنے کا رونا یہ حق الیقین کا درجہ ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کا حیرت انگیز معجزہ ہے۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا اس قصہ کو باب الخطبہ علی المنبر میں لانا اشارہ ہے کہ منبر سنت ہے واجب نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کا کھجور کے تنے کو چھوڑ دینا اگرچہ یہ ترک نسخ نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ناجائز ہو جائے۔ بلکہ اس کو ترک کرنا اس وجہ سے تھا کہ منبر پر بیٹھ کر وعظ و تبلیغ کرنا آسان تھا اور خطبہ کیلئے اس پر کھڑا ہونا زیادہ سودمند تھا اور منسوخ نہ ہونے کی

دلیل آنحضرت ﷺ کا عیدین وغیرہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا ہے۔ اگرچہ وہ جذع کے علاوہ کسی اور چیز پر ہو۔ لفظ نزل دال ہے کہ خطبہ منبر پر تھا۔

قولہ مثل اصوات العشار صفحہ ۱۹/۱۲۵ عشار جمع عشراء کی وہ حاملہ اونٹنی جس کے حمل پر دس ماہ گزر چکے ہوں جس کا وضع حمل قریب ہو۔ ولادت کے قریب اس کے رونے کی بلبلانے کی آواز نکلتی ہے۔

ترجمہ۔ امام جب خطبہ دے رہا ہو تو لوگ
امام کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ سنیں۔

باب استقبال الناس الامام
اذا خطب صفحہ ۲۴/۱۲۵

یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جلسنا حوالہ کے الفاظ اس پر دال ہیں لیکن یہ استقبال اس وقت ہے جب کہ صفوں کی برابری میں خلل انداز نہ ہو۔ بایں صورت کہ لوگ تسویہ صفوف کے عادی ہو چکے ہوں اس میں زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہ پڑے۔ یا خطبہ کے بعد نماز نہ ہو۔ لیکن اگر لوگوں کو صفیں سیدھا کرنے کی عادت نہ ہو اس کے لئے تکلیف اور مزید اہتمام کرنا پڑے تو لوگوں کے لئے امام کی طرف منہ کر کے بیٹھنا واجب نہیں ہے۔ البتہ جب خطبہ کے بعد نماز نہ ہو جیسے عیدین میں تو امام کی طرف منہ کر کے خطبہ سننا مستحب ہے۔ جبکہ امام کے دائیں بائیں بیٹھنا ہو۔ تو عین امام کی طرف منہ کرنا ضروری نہیں۔ اس سمت منہ کر کے بیٹھ۔

قولہ انکم تفتنون صفحہ ۷/۱۲۶ کہ تم فتنہ قبور میں اس طرح مبتلا ہو گے جو مثل یا قریب فتنہ مسج دجال کے ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ یہ فتنہ تم پر واقع ہوگا۔ اس طرح امتحان سے مراد محنت و مشقت میں ڈالنا ہے۔ اس طرح التواء سے مراد مصیبت کا بھیجنا ہے۔ ان سے مراد آزمائش نہیں ہے۔ کیونکہ عالم آخرت آزمائش اور امتحان کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ سوال اور حجت پورے کرنے کے بعد عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ گویا کہ عمل عذاب کا اظہار ہوگا۔

قولہ فَاَوْعَيْتُهُ غَيْرَ اَنْهَا الْخ صفحہ ۱۳/۱۲۶ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ حضرت فاطمہؓ نے مجھے حدیث بیان کی وہ مجھے محفوظ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ منافق پر سختی اور غلاظت ہوگی۔ لیکن اس کے بالکل وہ الفاظ مجھے یاد نہیں رہے مضمون یاد ہے۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث باب کو نو مقامات پر ذکر کیا ہے۔ پانچ ۵ میں مفصل اور چار ۴ میں مختصر جو ترجمہ الباب سے مختص ہیں۔ شیخ گنگوہیؒ کا مقصد یہ ہے کہ روای کو کافر کے قسم و قسم کے سخت عذاب کا مفہوم یاد ہے۔ بعینہ الفاظ یاد نہیں رہے۔

قولہ وَاکَل اَقْوَامًا اِلٰی مَا جَعَلَ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِهِمْ الْخ صفحہ ۱۷/۱۲۶ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں کچھ لوگوں کو مال اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں لالچ اور گھبراہٹ ہوتی ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس وجہ سے نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنی اور خیر کو رکھا ہے انہیں اسکے سپرد کر دیتا ہوں کہ جزع و فزع نہیں کریں گے ان میں سے حضرت عمرو بن تغلب ہیں۔

قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام کے لئے جائز ہے کسی اجنبی آدمی کو عطیہ وغیرہ میں ترجیح دے دے اور اس سے افضل کو چھوڑ دے۔ کیونکہ اس پر اعتماد ہے اجنبی پر اعتماد نہیں کہ وہ ناراض ہو جائے گا۔ اور یہ کہ اگر اس کو چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے وہ دین سے منحرف ہو جائے۔ غنی دل والا اور جبلی بھلائی والا صبر کر لیتا ہے اور سوال نہیں کرتا۔

قوله احب النبی صفحہ ۱۲۶/۱۷ کہ وہ شخص جس کو میں نے چھوڑ دیا عطیہ نہیں دیا وہ مجھے محبوب ہوتا ہے۔ یہ کلمہ اس بات کا قرینہ ہے کہ اس شخص کے دین پر آپؐ کو اعتماد ہے۔ یہ اس کے لئے بڑی فضیلت اور عظمت ہے۔ کہ اللہ کے نبی اس کے ایمان نہیں بلکہ کمال ایمان کی گواہی دے رہے ہیں۔ ہائیں حضرت عمرو بن تغلبہؓ نے فرمایا حمزہ النعم سے یہ کلمہ نبوی میرے لئے بہتر ہے۔ کیوں نہ ہو والاخرۃ خیر و ابقی۔

قوله فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ الْخ صفحہ ۲۲/۱۲۶ تین رات تک آپؐ نے نماز تراویح پڑھی۔ آخری رات کی صبح کو نماز فجر کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تراویح کے فرض ہو جانے کا خوف تھا اسلئے چوتھی رات نہیں آیا۔ ممکن ہے بعض حضرات سے اسی رات کو ہی کچھ فرمادیا ہو۔ لیکن کلام طویل فجر کی نماز کے بعد کیا۔ راوی فرماتے ہیں یہ دونوں کلام میں نے آپؐ سے سنے۔ اب یہ حدیث روایت کے منافی نہیں ہوگی۔ جس میں وارد ہے کہ جب وہ لوگ اکٹھے ہوئے تو یہ بات آپؐ نے اسی رات ان سے فرمادی تھی۔

قوله تابعه العدنی عن سفیان فی اما بعد الخ صفحہ ۲۷/۱۲۶ حضرت سفیانؒ حضرت ہشامؒ اور ان کے باپ عروہؒ دونوں کے شاگرد ہیں۔ یہ روایت باب سفیانؒ کی ہشام سے ہے۔ ان کے باپ عروہ سے نہیں ہے۔ تو عدنی ابو الیمان کا متابع ہوا۔ کیونکہ عدنی نے سفیان سے ہشام عن عروہ اور ابو الیمان نے عن شعیب عن الزہری عن عروہ روایت کی ہے۔

قوله اذ قام رجل فقال صفحہ ۱۶/۱۲۷ آنحضرت ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ آدمی اٹھ کر کہنے لگا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گیا اللہ تعالیٰ سے بارش طلب فرمائیے۔ تو آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا مانگی۔ قطب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے ساتھ کلام کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ وہ ذکر کے سننے میں خلل انداز نہیں ہے۔ کیونکہ جب امام خود مخاطب ہے تو وہ خطبہ چھوڑ دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے اس شخص پر کوئی نکیر نہیں کیا۔ اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کوئی نامناسب بات کہے تو اس پر انکار کرنا بھی جائز ہے۔ جب کہ وہ خطبہ دے رہا ہو۔ تو یہ بھی ایک قسم کا کلام ہوا۔ تو جب امام کے ساتھ کسی ضرورت کی وجہ سے کلام کرنا جائز ہو جیسے اس بارش کیلئے دعا مانگی گئی۔ تو بہتر ہے کہ امام کو معروف کا حکم دیا جائے اور منکر سے اسے روکا جائے۔ اگرچہ وہ خطبہ کے درمیان ہی کیوں نہ ہو۔ اور دوران خطبہ مقتدی کے علاوہ کوئی اور منکر کار کتاب کرنے والا ہو تو اس کو روکنا جائز نہیں ہے۔ اس پر جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول شاہد ہے کہ جب تم نے اپنے ساتھی سے دوران خطبہ یہ کہہ دیا کہ چپ رہو تو تم نے لغو کار کتاب کیا۔ جب امام خود خطاب کر رہا ہے تو ممانعت کی کی علت ختم ہو گئی کیونکہ مقتدی اس وقت خاموش ہو گا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے مروانؓ پر اعتراض کیا تھا جب کہ وہ عید کی نماز سے پہلے خطبہ دے رہا تھا۔ اور خود حضرت عمرؓ پر حضرت سلمانؓ نے اعتراض کیا جو سیرۃ عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے۔ نیز! اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیۃ المسجد جائز نہیں ہے جب تک امام خاموش نہ ہو جائے۔ اجازت کی نص کا یہی محل ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف جو واجب ہے وہ حرام ہے۔ تو نفل تحیۃ المسجد اس وقت کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ اس کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اذْخَرَجَ الْإِمَامَ فَلَا صَلَوةَ وَلَا كَلَامَ بھی احناف کا متدل ہے۔ امام مالکؒ بھی احناف کے ساتھ ہیں۔ شوافعؒ اور حنابلہؒ حضرت سلیمؒ کی روایت کی وجہ سے صلوۃ تحیۃ المسجد کے قائل ہیں۔ لیکن ینصت اذا تکلم الامام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد خروج الامام انصات واجب ہے۔ کیونکہ بمالوقات کلام طویل ہو جاتا ہے جو استماع ذکر میں مخل بن جاتا ہے۔ تو جب نماز جائز ہے تو کلام بھی جائز ہو گا۔ اور قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ کان ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ یمنعون من الصلوة عند الخطبة کہ خطبہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

الحمد لله تحیۃ المسجد کی بحث ختم ہوئی اور آج بتاریخ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ

بروز سوموار ضمیمہ اختتام پذیر ہوا۔

محمد عبدالقادر قاسمی فاضل دیوبند

ملتان

پارہ نمبر ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کِتَابُ مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ

باب مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ وَفَضْلِهَا

وَقَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا وَقْتَهُ عَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کا
ارشاد ہے کہ نماز مومنوں پر ایک وقتی فریضہ ہے
موقوف تا ممتنع موقتاً مقرر شدہ۔ ان پر مقرر کر دیا گیا۔

حدیث (۴۹۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي شَهَابٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْرَجَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَدَخَلَ عَلَيْهِ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ فَخَبَّرَهُ أَنَّ الْمَغِيرَةَ ابْنَ شُعْبَةَ أَخْرَجَ الصَّلَاةَ يَوْمَ مَا وَهُوَ بِالْعِرَاقِ فَدَخَلَ عَلَيْهِ أَبُو مَسْعُودٍ الْإَنْصَارِيُّ فَقَالَ مَا هَذَا أَبَا مَغِيرَةَ أَيْسَ قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ فَصَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابن شہاب فرماتے ہیں خلیفہ عمر بن عبد العزیزؓ نے ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت عروہ بن الزبیرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو بتایا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جب کہ وہ عراق کے حاکم تھے۔ ایک دن نماز کو وقت سے مؤخر کر دیا تو حضرت ابو مسعود انصاریؓ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مغیرہ یہ کیا تھا کیا تمہیں علم نہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نماز کے اوقات بتانے کے لئے اترے انہوں نے نماز پڑھی پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی

ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
ثُمَّ صَلَّى فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ قَالَ بِهَذَا
أُمِرْتُ فَقَالَ عُمَرُ لِعُرْوَةَ إَعْلَمُ مَا تَحَدَّثُ بِهِ أَوْ أَنَّ
جَبْرِئِلَ هُوَ أَقَامَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَقْتُ الصَّلَاةِ
قَالَ عُرْوَةُ كَذَلِكَ كَانَ بَشِيرُ بْنُ أَبِي مَسْعُودٍ
يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عُرْوَةُ وَلَقَدْ حَدَّثَنِي عَائِشَةُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ
فِي حُجْرَتِهَا قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ.....

پھر حضرت جبرائیلؑ نے دوسری نماز پڑھی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھی۔ پھر انہوں نے تیسری پڑھی تو آپؐ نے پڑھی انہوں نے چوتھی پڑھی تو آپؐ نے پڑھی۔ انہوں نے پانچویں پڑھی تو آپؐ نے بھی پڑھی۔ پھر فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے حضرت عمرؓ خلیفہ نے عروہؓ سے فرمایا دیکھو کیا بیان کر رہے ہو۔ کیا جبرائیلؑ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے نماز کے اوقات قائم کئے تو حضرت عروہؓ نے فرمایا کہ حضرت بشیر بن ابی مسعودؓ اپنے آپ سے اس طرح حدیث بیان کرتے تھے۔ نیز! حضرت عروہؓ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھے میری خالہ حضرت عائشہؓ نے بھی بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز ایسے حال میں پڑھتے تھے کہ بلند ہونے سے پہلے ابھی دھوپ ان کے حجرہ میں ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے تاخیر صلوٰۃ کی اور اس کو تنبیہ کرنے کیلئے یہ روایت پیش کی گئی۔ لیکن اس سے تاخیر ثابت نہیں ہوتی تو استدلال کیسے صحیح ہوگا۔ پہلا جواب یہ ہے کہ استدلال مجموعہ احادیث مانفی الباب سے ہے صرف اس حدیث سے نہیں۔ خواہ جبرائیل علیہ السلام کی حدیث سے۔ خواہ حضرت عائشہؓ والی حدیث سے تاخیر ثابت ہو جائے۔ جو والشمس فی حجر تھا سے معلوم ہوتی ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ استدلال دونوں مدیثوں سے ہے۔ اول حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اوقات کی تعیین میں باری تعالیٰ نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ صرف زبانی نہیں بلکہ جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر اول اور آخر وقت کی تعلیم دلوائی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وقت کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ اب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو تنبیہ کی گئی کہ تم احتیاط نہیں کرتے۔ حالانکہ تعیین وقت کے لئے جبرائیل علیہ السلام کو اتارا اور مسلسل دودن تک اول اور آخر وقت کو بتلایا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس نسخے کے مطابق جتنے ابواب ذکر فرمائے ہیں ان سب سے فضل صلوٰۃ ثابت ہوتا ہے اور مواقیت کا ثبوت یونہی معنوی طور پر ہے۔ اور فضیلت کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع ہے اور مواقیت کی طرف بھی۔ فضیلت اس طرح سے ثابت ہوگی کہ یہ مواقیت اتنے اہم ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس کے واسطے دس مرتبہ تشریف لائے۔ اگر ضمیر صلوٰۃ کی طرف راجع کریں نقد پھر یہ فضیلت اس طرح ثابت ہوگی کہ نماز ایسی اہم چیز ہے کہ اس کا وقت بیان کرنے کے لئے جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ تشریف لائے۔

پھر نماز کا کیا پوچھنا۔ خلاصہ یہ کہ امام بخاریؒ نے اس کتاب کے اندر موافقت اور اس کے متعلقات بیان فرمائے ہیں۔ اور نماز کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ مثلاً اوقات اور ان کا فضل ان کی ابتدا انتہا اوقات کراہت وغیرہ۔ مگر اس صورت میں فضیلت کی ضمیر صلوٰۃ کی طرف متعین ہوگی۔ کیونکہ ہر باب کے اندر فضل الموافقت کو بیان نہیں کیا گیا۔ اب رہا یہ سوال کہ اس باب سے امام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔ سو ایک تو یہ کہ اس سے اوقات کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہے اس سے امام بخاریؒ نے موافقت کی ابتدا کی طرف اشارہ فرمایا یا اب یہاں ایک بات اور سنو کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ صوفیا اگر ام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے اندر مختلف رسائل تصنیف کئے ہیں جو کب نہیں ملتے۔ حضرت اقدس اور حکیم الامت مولانا تھانویؒ کا ایک رسالہ المصالح العقلیہ فی احکام الشرعیہ ملتا ہے یہاں کچھ مصاحح بیان کئے جاتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی اس رسالہ میں موجود ہوں مثلاً نماز فجر سے لے کر ظہر تک کوئی نماز نہیں آتی۔ اور پھر عشا تک دمام نمازیں آتی ہیں۔ مشائخ سلوک نے اس ترتیب کی متعدد وجوہ و جہم بیان فرمائی ہیں جن میں سے دو کو میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ اول یہ کہ ان اوقات کے اندر یہ خاص ترتیب رکھ کر دو باتوں کی طرف تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک شکر کے ادا کرنے پر۔ دوسرے عمر کے ڈھلنے پر متنبہ کیا ہے۔ صلوٰۃ فجر چونکہ سونے کے بعد ادا کی جاتی ہے۔ اور نوم اخوت الموت ہے۔ تو سونے کے بعد بیدار ہونے پر اس کو فرض فرما کر اشارہ فرمایا کہ جس طرح سورج غروب ہو کر طلوع ہوا ہے اسی طرح تمہاری زندگی کا آفتاب غروب ہو کر دوبارہ طلوع ہوا ہے۔ لہذا تم کو چاہیے کہ اس کے شکر ادا میں اللہ کی عبادت کرو۔ چاہیے تو یہ تھا کہ جب طلوع شمس طلوع حیات کی طرف اشارہ ہے تو طلوع شمس کے بعد نماز پڑھی جائے۔ مگر اہتماماً اور وقت کراہت سے بچنے کے لئے طلوع سے پہلے مقدم فرمادی۔ اب چونکہ گویا دوبارہ پیدائش ہوئی ہے اور قاعدہ ہے کہ ولادت کے بعد کچھ ایام صبا اور شباب کے گزرتے ہیں۔ تو نصف دن صبا اور شباب کا ہو گیا۔ اور سورج ڈھلنے کے بعد جیسے دن کے شباب کو زوال آجاتا ہے اور طفولیت اور شباب کے ایام ختم ہو جاتے ہیں تو یہ اشارہ ہے کہ عمر ڈھلنے والی ہے لہذا تیاری کرو۔ تو اب اس کی تیاری کے لئے دمام یکے بعد دیگرے نمازیں فرض فرمادیں۔ عصر قرب موت پر تنبیہ ہے جو بڑھاپا ہے۔ اور مغرب کے وقت سورج غروب ہو جاتا ہے یہ موت کے استحضار کی طرف اشارہ ہے کہ جیسے سورج غروب ہو گیا تمہارا آفتاب حیات بھی عنقریب غروب ہو جائے گا۔ اور عشاء کی نماز دوسری تنبیہ ہے کہ تیاری کر لو کوئی بھی یاد نہیں کرتا۔ دو چار دن زیادہ سے ذکر اور تذکرہ رہتا ہے اس کے بعد سب بھول جاتے ہیں۔ اور جب تک اس کے اثرات رہتے ہیں اس وقت تک تذکرہ رہتا ہے۔ جیسے شفق عشاء تک باقی رہتی ہے۔ اور سورج کے اثرات اس کے ہٹا تک باقی رہتے ہیں۔ تو زوال کے بعد سے دو نمازیں تو تنبیہ ہیں کہ کچھ کر لو۔ اور دو نتیجہ ہیں کہ یہ انجام ہونے والا ہے۔ یہ بھی اچھی توجیہ ہے۔ دوسری اس سے بھی اچھی ہے اور لطیف ہے۔ لطیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بہت سے مسائل واضح ہو جاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ارشاد ربانی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون وما ارید منهم من رزق وما ارید ان يطعمون ان الله هو الرزاق ذو القوة المتین اور فرماتے ہیں وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها الله تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے اندر انسان کی تخلیق کی غرض بتلائی کہ انسان صرف

اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی کا غلام ہو تو اس غلام کو ہر گز مناسب نہیں کہ وہ اپنے مولیٰ کی خدمت سے غافل ہو۔ تو جب جناب باری تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے واسطے پیدا کیا ہے تو اب ان کو اختیار نہیں کہ کسی آن بھی وہ ذکر اللہ سے غافل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ کہ ہم کو پیدا فرمایا ہے اور ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ منجملہ ان کے انسان کا سانس ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے۔ اگر وہ روک لیں تو ہزاروں اطباء اور معالجین بھی ایک طرف ہو کر سانس جاری نہیں کر سکتے۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ اس میں امیر و غریب صغیر و کبیر سب ہی شریک ہیں۔ اسی طرح ناک کا انکھ ہاتھ پاؤں عطا فرمائے ہیں اس میں سب شریک ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عامہ ہے۔ اور کوئی ایسی شئی نہیں جو ان نعمتوں کا مقابلہ کرے۔ تو اگر کسی کے اندر ذرا بھی بڑے انسانیت ہو اور کچھ شرافت ہو تو ان انعامات و اکرامات کے بعد ایک آن بھی مالک کی عبادت سے غافل نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کریم ہے بلکہ اکرم الکرام ہے اس کا مطالبہ نہیں فرمایا۔ اور اس کا مکلف نہیں فرمایا کہ ہمہ وقت مشغول رہوں۔ بلکہ ہمارے ضعف کا لحاظ رکھتے ہوئے اور ہماری ضرورتوں اور مشاغل پر نظر کریمانہ رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ نصف وقت میرا ہے۔ اور نصف تمہاری ضرورتوں کو پورا ہونے کیلئے ہے اور پھر اس نصف فصلی پر بھی کریمانہ شان کا لحاظ رکھا اور ایسا نہیں فرمایا کہ احد الملوین (دن رات) کو اپنے لئے خاص فرمالیتے۔ اور احد الملوین ہندوں کو عطا فرمادیتے بلکہ ہر ایک ملوین کا نصف حصہ اپنے لئے رکھا۔ اور نصف ہندوں کے لئے۔ کیونکہ ہندوں کی بہت سی ضروریات ایسی ہیں جو دن میں پوری ہوتی ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جو رات میں پوری ہوتی ہیں۔ اب یہاں اصول کا ایک مسئلہ ہاتھ آگیا کہ اصل عبادات کے اندر تو یہ ہے کہ سارا وقت محیط ہو۔ اور یہی عزیمت ہے مگر اللہ تعالیٰ کی شان کریبی ہے کہ اس نے رخصت دے دی اور سارے وقت کے احاطہ کو ہم پر فرض قرار نہیں دیا۔ بلکہ ان اوقات خمسہ کے اندر چند معدود رکعات فرض فرمادیں اور باقی وقت لوگوں کے اختیار پر چھوڑ دیا۔ اور چونکہ قاعدہ ہے کہ اگر اعمال نامہ میں لہذا اور انتہا میں عبادت آجائے تو درمیان میں جو لغزشیں بھی معرض وجود میں آتی ہیں ان کو حق تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔ یہی ایک وجہ منجملہ اور وجوہ کے رسول اللہ ﷺ کی حدیث بھی النبی ﷺ عن النوم قبلها والحديث بعدها میں ہے کہ عشاء کی نماز کے بارے میں ہے عشاء کے بعد بات چیت کا نہ ہونا تاکہ عبادت صحیفہ کے اخیر میں ہو اور اسی واسطے فرماتے ہیں کہ دعا کے اول و آخر حمد و ثنا باعث قبولیت دعا ہے۔ اسی واسطے یہ بھی ہے کہ اولاً بچہ لا الہ الا اللہ کے اور پھر اخیر میں لا الہ الا اللہ کے اور مر جائے تو درمیان کی ساری عزیمتیں ستر مغفرت میں آجائیں گی۔ اسی واسطے ظہر کی نماز میں تعیل ہے۔ اور عصر کے اندر تاخیر اولیٰ ہے تاکہ صحیفہ کی ابتدا اور انتہا عبادت پر ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ مغرب کی نماز میں تعیل اور عشاء کی نماز میں تاخیر اولیٰ ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رخصت دے دی ہے۔ لیکن سعادہ یہ چاہتے ہیں کہ سارے اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف ہوں۔ لہذا اس کی صورت یہ فرمائی کہ ظہر کے مقابلہ میں چاشت۔ عصر کے مقابلہ میں اشراق رکھ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اشراق کا وقت اولیٰ عصر کا وقت ہے اور چاشت کا وقت اولیٰ ظہر کا اولیٰ ہے۔ اور یہی محمل ہے کہ حضرت علیؓ کی روایت کا جو شمائل کے اندر ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ اس کے علاوہ بھی نماز پڑھا کرتے تھے تو فرمایا ہاں۔ ایک اس وقت پڑھتے تھے جب سورج مشرق میں اتنی اونچائی پر ہوتا تھا

جتنا کہ ظہر کے وقت مغرب میں ہوتا ہے۔ اور ایک اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج مشرق میں اتنا اونچا ہوتا تھا جتنا کہ مغرب میں بوقت عصر ہوتا ہے۔ اور مغرب اور عشاء کے مقابل میں تہجد بارہ رکعات رکھ دیں۔ کہ ٹکٹ رات تک عشاء مستحب ہے۔ اور اخیر ٹکٹ شب سے تہجد کا وقت اولیٰ ہے۔ نیز نزول باری تعالیٰ کا وقت ہے۔

ان الصلوة كانت على المؤمنين كتباً موقوتاً امام بخاریؒ نے اس آیت کو استدلالاً استبراکاً ذکر فرمایا ہے۔ دھوبا عراق کیونکہ حضرت مغیرہؓ عراق میں امیر تھے۔ فقال عمر لعدوۃ العلم یہ لفظ تین طرح سے ضبط کیا گیا ہے۔ ایک علی صیغۃ المتکلم من المجرود دوسرے علی صیغۃ الامر من المجرود۔ اور تیسرے علی صیغۃ الامر من الاعلام اس صورت ثالثہ میں اس کے معنی اسناد کے ہیں۔ سند بیان کرو۔ اور صیغہ امر یہاں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے اس جملہ ان جبروا ثیل هو اقام رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے اعلم امر کا صیغہ مناسب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عروہؓ نے اس کے بعد سند بیان فرمائی۔ کما ان یصلی العصر والشمس فی حجر تھا۔ اس روایت سے ایک اور مسئلہ معلوم ہوتا ہے وہ عصر کو جلدی پڑھنے کا ہے۔ اس کے اندر تو اختلاف نہیں مگر اختلاف اس میں ہے کہ وہ کون سا وقت ہے۔ اور کب ہوتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ایک مثل پر ہے۔ احناف کے نزدیک دو مثل پر۔ دونوں اماموں کا متدل یہ روایت ہے۔ امام طحاویؒ نے دو مثل پر استدلال کیا ہے۔ اور یہ استدلال صحن کے چوڑے ہونے اور دیوار کے چھوٹے ہونے پر موقوف ہے۔ اور شوافع کا استدلال دیوار کے لانے ہونے اور صحن کے چھوٹے ہونے پر ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے حجرہ شریف کی دیوار لمبی نہیں تھی۔ بلکہ اتنی چھوٹی تھی کہ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ میں چھت کو ہاتھ لگا لیا کرتا تھا۔ اس سے صاف واضح ہو گیا کہ عصر کا وقت مثلین کے بعد ہے۔ اور حکمت کے بارے میں بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز زندگی کی ابتدا ہے۔ اور ظہر کی نماز موت کا وارنٹ ہے تاکہ اس سے فکر پیدا ہو۔ اور عصر کی نماز پھانسی کا حکم ہے کہ بس اب موت قریب ہے۔ اور مغرب کی نماز پھانسی ہے کہ اب ختم ہو گیا۔ اور عشاء تک اس کا اثر رہا۔ کہ وہ سولی پر رہا۔ اس کے بعد وہاں سے پھینک دیا۔ ان تنبیہات و اغراض کے لئے مواقیت شروع ہوئے۔

باب قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ
مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ - ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورہ روم) میں یہ فرمانا
خدا کی طرف رجوع ہو اور اس سے ڈرتے رہو اور
نماز کو ٹھیک کرتے رہو اور مشرک نہ ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اقامۃ صلوٰۃ تب تحقیق ہوگی جبکہ اوقات میں ہو۔ ولا تکونوا من المشرکین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر نماز وقت پر ادا نہ کی جائے تو وہ مشرکین میں سے ہو جائے گا۔ اور اسکی تفسیر میں بھی اقامت کا لفظ لایا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ پابندی نہ کرنے پر شرک کا خوف ہے۔

حدیث (۴۹۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَدِمَ وَفَدُ عَبْدِ الْقَيْسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالُوا إِنَّ هَذَا الْحَقِّي مِنْ رِبْعَةٍ وَكُسْنَا نَصْلُكَ الْإِفْيِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ فَمَرُّنَا بِشَيْءٍ نَأْخُذُهُ عَنْكَ وَنَدْعُوا إِلَيْهِ مِنْ وَرَاءِ نَا فَقَالَ أَمْرُكُمْ بِأَرْبَعٍ وَأَنْهَاكُمْ عَنْ أَرْبَعٍ الْإِيْمَانُ بِاللَّهِ ثُمَّ فَسَّرَهَا لَهُمْ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَاقَامَ الصَّلَاةَ وَآيَتَاءَ الزَّكَاةِ وَأَنْ تَزِدُوا إِلَيَّ خُمْسَ مَا غَنِمْتُمْ وَأَنْهَاكُمْ عَنِ الدِّبَاةِ وَالْخَنْتِ وَالْمَقْبَرِ وَالتَّقْفِيرِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وفد عبد القیس جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ ہمارا یہ قبیلہ ربیعہ میں سے ہے۔ ہم آپؐ تک سوائے شہر حرام کے اور دنوں میں نہیں پہنچ سکتے۔ پس ہمیں ایسی بات کا حکم فرمائیے جو ہم آپؐ لیں اور اپنے پیچھے رہنے والوں کو اس کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا کہ تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے روکتا ہوں۔ ایمان باللہ پھر اس کی تفسیر فرمائی کلمہ طیبہ کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور یہ کہ غنیمت کے مال میں سے خمس مجھے ادا کرو۔ اور دبا۔ حنتم مقبر اور نقیر ان شراب کے مرتبانوں سے منع کرتا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت پر کلام گذر چکا ہے۔ سلف کی ایک جماعت کی رائے ہے کہ تارک صلوٰۃ کا فرہے۔ اور یہی

امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ ان حضرات نے آیت کریمہ سے اسی طرح استدلال کیا ہے۔ کہ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ كُوفُوا الصَّلَاةَ پر مرتب کیا گیا ہے۔ یعنی اقامت صلوٰۃ کرو اور مشرکوں میں سے مت ہو۔ یعنی نماز ترک کر کے مشرک نہ ہو۔ مگر یہ استدلال ان پر چل سکتا ہے جو مفہوم مخالف کے قائل ہیں۔ جو اس کے قائل نہیں ان کے لئے یہ استدلال کوئی نفع نہیں دیتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کو فضائل صلوٰۃ سے جوڑا جائے۔ اسی لئے میں نے گذشتہ باب میں کہا تھا کہ حاشیہ کا نسخہ میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے۔ اگر دوسرا نسخہ لیا جائے تو اقامت صلوٰۃ میں اقامت کی تفسیر اداء الصلوٰۃ بار کا نہا وشرائطها ومستحباتها ادا بها کے ساتھ کی جائے۔ اس تفسیر کی بنا پر وقت خود بخود اس کے اندر داخل ہو گیا۔ لہذا اب جہاں اقامت کا لفظ آئے گا وہاں مواقیت خود نکل آئے گا۔ اسی طرح البیعة علی اقام الصلوٰۃ کے زیادہ مناسب ہے پہلی روایت کو فضل مواقیت اور فضل صلوٰۃ دونوں سے تعلق ہے۔ فضل صلوٰۃ تو ظاہر ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نے اگر تعلیم دی۔ اور ایسے مواقیت کا فضل بھی معلوم ہو گیا کہ اتنی بڑی چیز ہے کہ اس کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام دس مرتبہ آئے۔ ثم صلی فصلی رسول اللہ ﷺ اس سے احنافؒ نے اس بات پر استدلال کیا کہ فوائت میں ترتیب ہے۔ ورنہ خمس مرات فرماتے۔ اس مسئلہ میں شوافع ہمارے خلاف ہیں۔ اب یہاں پر ایک اشکال ہے کہ فصلی میں فا تعقیب کے لئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ کے نماز پڑھنے کے بعد حضور ﷺ نے نماز پڑھی حالانکہ ایسا نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں تعقیب کل صلوٰۃ کے اعتبار سے نہیں بلکہ اجزاء صلوٰۃ کے اعتبار سے ہے۔ یعنی آپ نماز کا ہر جزو جبرائیل کے کرنے کے بعد ادا فرماتے تھے جیسا کہ روایات مفصلہ سے معلوم ہوتا ہے اس حدیث سے شوافع نے استدلال کیا ہے کہ اقتداء المفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ مفترض تھے اور حضرت جبرائیل مکلف نہ ہونے کی وجہ سے متنفل تھے۔ ہماری طرف سے اس کے متعدد جوابات ہیں۔ اول یہ کہ خود نبی اکرم ﷺ یہاں متنفل تھے۔ کیونکہ آپ پر اجمالاً نماز کی فرضیت ہوئی تھی۔ یعنی اس کے اعتقاد کی فرضیت تھی۔ اور اب عمل کی تعلیم دی گئی تاکہ عملاً بھی فرض ہو جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب جبرائیل کو اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا حکم دیا تو اب یہ نماز خود ان پر فرض ہو گئی تھی۔ تو یہ گویا یہ اقتداء المفترض بالمتنفل تھی۔ تیسرا جواب میرا یہ ہے کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہاں اقتداء المتنفل بالمتنفل ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ بھی ابھی اس عمل کے مامور نہیں ابھی آپ کو سکھایا جا رہا ہے۔ اور حضرت جبرائیل مامور ہیں۔ فقال عمر لعروة اعلم لصيغة المتكلم وبصيغة الامر من العلم والاعلام تينون طرح پڑھا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ میں جانتا ہوں۔ لیکن اس صورت میں آگے وان جبرائیل کا فرمانا صحیح نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ تو جان لے کہ ذرا غور و فکر کرے۔ بھلا حضور اکرم ﷺ بھی کیسے مامور اور مقتدی بن سکتے ہیں۔ وہ تو سید الرسل ہیں۔ تیسری صورت میں ترجمہ ہوگا کہ اسناد یعنی اس کی سند بیان کرو۔

باب الْيُوعَةِ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ نماز کی پابندی کرنے پر بیعت لینا یا بیعت کرنا

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہ بجليٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر تین چیزوں کیلئے بیعت کر لی نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ کا ادا کرنا اور ہر مسلمان کے لئے خیر اخوای کرنا۔

حدیث (۴۹۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النُّعْمَانِيُّ

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ بیعت لینا بھی دال ہے کہ اقامت صلوٰۃ زیادہ مہتمم بالشان ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے نماز پر بیعت لی ہے۔ اس سے نماز کی اہمیت اور اس کا ناکد

معلوم ہو گیا۔ اور اس سے فضل صلوٰۃ کا علم بھی ہو گیا۔ لیکن مواقیت الصلوٰۃ سے کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ کے معنی میں اوقات کی رعایت ضروری ہے۔ اس سے اوقات کی مناسبت بھی معلوم ہو گئی۔ اس روایت میں نبی اکرم ﷺ نے نصح لکل مسلم پر بیعت لی ہے۔ اس کو دیکھ کر صوفیاء کرام نے کہا کہ بیعت میں چند کلمات ہونے چاہئیں۔ اور بعض کلمات مرید کے حال کے مطابق ہونے چاہئیں جیسے رافضیوں کو بیعت کرتے وقت فضیلت شیعین کا اقرار کرانا۔

باب الصَّلَاةُ كُفَّارَةٌ

ترجمہ۔ نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث (۴۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيْكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي الْفِتْنَةِ قُلْتُ أَنَا كَمَا قَالَ قَالَ إِنَّكَ عَلَيْهِ أَوْ عَلَيْهَا لَجَرَّتْ عَرْسُ الْمَلَائِكَةِ الرَّجُلُ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَوَلَدِهِ وَجَارِهِ تَكْفَرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَالصَّدَقَةُ وَالْأَمْرُ وَالنَّهْيُ قَالَ لَيْسَ هَذَا أُرِيدُ وَلَكِنَّ الْفِتْنَةَ الَّتِي تَمُوجُ كَمَا يَمُوجُ الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا لَبَابٌ مُغْلَقٌ قَالَ أَيْكُسْرَامُ يُفْتَحُ قَالَ يُكْسَرُ قَالَ إِذَا لَا يُغْلَقُ أَبَدًا قُلْنَا كَانَ عُمَرُ يَعْلَمُ الْبَابَ قَالَ نَعَمْ كَمَا أَنَّ دُونَ الْعِدِ اللَّيْلَةَ إِنِّي حَدَّثْتُهُ بِحَدِيثٍ لَيْسَ بِالْأَعْلَى فَهَبْنَا أَنْ نَسْأَلَ حُذَيْفَةَ فَأَمَرَ نَا مَسْرُوقًا فَسَأَلَهُ فَقَالَ الْبَابُ عُمَرُ

ترجمہ۔ حضرت شقیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہؓ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے فرمایا کہ تم میں سے کون فتنے کے بارے میں جناب نبی اکرم ﷺ کا قول یاد رکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں یاد رکھتا ہوں جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو قول رسول پر یا مقالہ پر کہا تھا کہ جرأت مند ہے تو میں نے کہا کہ آدمی کا فتنہ گھر والوں میں مال میں اولاد میں اور ہمسائے میں ہوتا ہے۔ جس کا کفارہ نماز۔ روزہ۔ صدقہ۔ امر اور نہی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں یہ نہیں جانتا لیکن وہ فتنہ مراد ہے جو سمندر کی طرح موجیں مارے گا۔ انہوں نے فرمایا یا امیر المؤمنین آپ کو اس کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ آپ کے اور اس کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ پوچھا کہ وہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب کبھی بند نہیں ہوگا ہم نے آپس میں کہا کیا حضرت عمرؓ اس دروازے کو جانتے ہیں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا ہاں ایسے جانتے ہیں کہ جیسے کل آنے والے سے

پہلے رات ہوتی ہے۔ میں نے ان کو ایک حدیث بیان کی جو مغالطہ نہیں ہے۔ پس ہم تو حضرت حذیفہؓ سے پوچھنے سے خوفزدہ ہو گئے۔ پھر ہم نے مسروق کو حکم دیا کہ تم جا کر پوچھو تو انہوں نے فرمایا وہ دروازہ حضرت عمرؓ ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ انک علیہ او علیہا لجریٰ یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے کہے۔ کیونکہ واقعہ یہ ہے

کہ دوسرے لوگ تو آنجناب رسول اکرم ﷺ سے بھلائی اور خیر کے متعلق سوال کرتے تھے۔ اور میں شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس لئے کہ جلب منفقہ سے دفع مضرت ضروری ہے۔ اس لئے کہ پرہیز دوا سے بہتر ہے۔ اور یہ الفاظ حضرت عمرؓ نے ان کو دوا کے طور پر فرمائے کہ واقعی تم اس قابل ہو کہ تم کو یاد ہوگا۔ کیونکہ تم تنہائی اور مجلس میں آپؐ سے اس قسم کے سوالات کیا کرتے تھے۔ انک علیہ ای قول

رسول اللہ او علیہا ای مقالة الرسول فی الفتنۃ ہر ایک کے لئے ایک فتنہ خصوصی ہوتا ہے۔ اور دوسرا فتنہ عامہ ہوتا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے اولاً فتنہ کے متعلق سوال کیا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فتنہ خصوصی سمجھا اس لئے اہلہ و مالہ و ولده و جارہ سے جواب دیا۔ اور اسی خصوصی فتنہ میں نماز کا وقت پر نہ ادا کرنا بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں فتنہ عامہ کے متعلق سوال کرتا ہوں فرمایا کہ تمہارے اور اس فتنہ عامہ کے درمیان ایک دروازہ بند شدہ ہے۔ جب تک وہ دروازہ توڑا نہ جائے گا فتنہ واقع نہیں ہوگا۔ اور یہ بھی بتلادیا کہ وہ تمہارے زمانہ میں نہ ہوگا۔ اور جب وہ ٹوٹ گیا تو ہرگز بند نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر دروازہ کھل جاتا تو فوراً بند کر دیا جاسکتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی ذات دروازہ ہے۔ جب تک موجود رہے فتنہ عامہ نہ ہوا۔ جب حضرت عمرؓ کو شہید کر دیا گیا تو پھر دروازہ ٹوٹ گیا۔ اور بہت سے شہداء اور وقائع پیش آئے جس پر تاریخ شاہد ہے۔ بہر حال جو روایت کفارہ میں ہے اس میں وقت کی تعیین بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ وقت پر نماز ادا کرنا کفارہ سیئات ہے جیسے اقم الصلوۃ طرفی النہار و زلفا من اللیل ان الحسنات یذہبن السیئات۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کا تعلق بھی فضائل کے ساتھ بالکل واضح ہے۔ اور موافقت کے ساتھ اس کو اس طرح ملحق

کیا جاسکتا ہے کہ اس کو موافقت میں ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ وہ نمازیں کفارہ نہیں گی جو اپنے اوقات کے اندر ادا کی جائیں۔ اگر بلا وجہ وقت میں ادا نہ کی گئی تو جائے کفارہ کے اور گناہ ہوگا۔ انک علیہ او علیہا بحوری یہ او شک راوی ہے۔ اگر علیہ فرمایا ہو تو نقل قول رسول اللہ ﷺ کی طرف ضمیر راجع ہوگی۔ اگر علیہا ہے تو شرح مقالہ کی طرف راجع کرتے ہیں مگر میرے نزدیک ضمیر فتنہ کی طرف راجع کرنا اولیٰ ہے اس لئے کہ حضرت حذیفہؓ صاحب سر رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے ان کو منافقین کے نام بتلا رکھے تھے یہی وجہ تھی کہ جب کسی کا انتقال ہوتا تو حضرت عمرؓ پہلے اس کی تحقیق فرماتے کہ حضرت حذیفہؓ نے بھی ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے یا نہیں۔ اگر وہ پڑھتے تو یہ بھی پڑھتے۔ والا فلا اس خیال سے کہ کہیں منافق نہ ہو۔ ان بینک و بینہا لباً با مغلقاً اگلے جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی سمجھ گئے کہ باب کا مقصد کیا ہے اس لئے پوچھا تھا کہ ایکسر ام یفتح کھولنے کا مطلب طبعی موت اور توڑنے کا مطلب قتل ہے۔ فہنا ان نسل حذیفہ کہ یہ شفیق کہتے ہیں کہ ہم حضرت حذیفہؓ سے یہ پوچھنے سے ڈرے کہ باب کون تھا۔ بات یہی ہے کہ پہلے زمانہ میں تو علماء اور اساتذہ سے ان کے تلامذہ اس درجہ ڈرتے تھے کہ بادشاہوں کو حسد ہوتا تھا۔ حضرت زین العابدینؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ ہشام بن عبد الملک حج کرنے کے لئے آیا تو لوگوں نے اس کو حجر اسود تک پہنچنے کے لئے جگہ تک نہ دی۔ لیکن جب امام زین العابدینؓ آگے بڑھے تو سارا مجمع ایک طرف ہو گیا انہوں نے اطمینان سے طواف کیا اور حجر اسود کی تقبیل فرمائی کسی آدمی نے ہشام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں تو اس نے جانے پہچانے کے باوجود انکار کر دیا۔ مشہور شاعر فرزدق کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فی البدیہہ ایک طویل قصیدہ امام زین العابدینؓ کی شان میں پڑھا جس میں اس نے ان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ وہ ہیں جن کو عرب کے سنگریز بھی جانتے ہیں۔ ان کو عرب بھی جانتے ہیں اور عجم بھی۔ بہر حال بعض تلامذہ کو کسی وجہ سے کوئی خصوصیت حاصل ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ استاذ کے بالکل منہ لگے ہوتے ہیں۔ وہ آگے بڑھ کر سوال کر لیتے ہیں۔ انہیں میں سے ایک حضرت مسروق تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر سوال کیا

فانزل الله اقم الصلوة اس سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی کہ کفارہ سیات منادی گئی۔ شرح کے نزدیک اس باب کا تعلق مواقیت سے یہ ہے کہ وہی نماز کفارہ ہوگی جو اپنے وقت میں ادا کی جائے اس پر ایک اشکال ہے کہ اگلے صفحہ پر آرہا ہے باب الصلوة الخمس کفارہ للخطایا۔ اس میں بھی یہی بات بتلائی گئی ہے لہذا یہ باب مکرر ہو گیا شرح اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ آنے والے باب میں صلوة الخمس کی قید ہے اور یہ باب مطلق ہے اس سے دونوں میں فرق ہو گیا۔ اس پر اشکال ہوا کہ باقی نمازیں صلوة خمسہ کے علاوہ تو موقت یا وقت نہیں ہیں۔ لہذا ایسی صورت میں ان کے کفارہ ہونے کو مواقیت سے کیا تعلق ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی گئی کہ اوقات خمسہ مکروہہ کے اندر تو نوافل نہیں پڑھے جاتے۔ لہذا جو شخص ان اوقات کے علاوہ دوسرے اوقات میں فوافل ادا کرے گا اس کے لئے وہ نوافل کفارہ نہیں گی۔ اور دوسرے باب سے یہ بتانا مقصود ہے کہ خواہ نماز جماعت کے ساتھ پڑھی جائے یا بغیر جماعت کے تو گویا آئندہ آنے والا باب صرف جماعت یا بغیر جماعت کی قید بتلانے کے لئے ہے۔ اب اس کے اندر اذا صلاہن موقت کی قید اتفاقی و مجعلا گادی گئی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے کسی عورت سے یاسہ لے لیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نماز کو دن کے دونوں کناروں میں اور رات کے کچھ حصہ میں ادا کرو بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ صرف میرے لئے ہے آپ نے فرمایا میری ساری امت کے لئے ہے۔

حدیث (۴۹۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَعُوذٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ امْرَأَةٍ قُبْلَةً فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ فَخَبَرَهُ فَانْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ اِقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبُنَ الشَّيْئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْ هَذَا قَالَ لِجَمِيعِ أُمَّتِي كُلِّهِمْ.....

ترجمہ۔ اپنے وقت پر نماز ادا کرنے کی فضیلت

ترجمہ۔ حضرت ابو عمر اشیبانی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس گھر والے نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے حضرت عبداللہ کے گھر کی طرف اشارہ کیا فرمایا کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسندیدہ ہے فرمایا نماز کو اپنے وقت پر ادا کرنا۔ پوچھا پھر کون سا فرمایا ماں باپ سے بہتر سلوک کرنا۔ پھر پوچھا کون سا فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہر حال آپ نے ان کو بیان کیا اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ بتاتے۔

باب فَضْلِ الصَّلَاةِ لَوَقْتِهَا

حدیث (۴۹۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا صَرَحُ هَذِهِ الدَّارِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَفْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ بَرُّ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بِهِنَ وَلَوْ اسْتَزَدْتَهُ لَزَادَنِي الْحَدِيثُ....

تشریح از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک یہ ترجمہ شارح ہے۔ چونکہ حدیث میں الصلوٰۃ علی وقتہا کو ذکر فرمایا تھا اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے شرح فرمادی کہ علی لام کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ علی سے بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ وقت سے پہلے پڑھے۔ کیونکہ علی استعمال کے لئے ہے۔ اور مستعلی مستعلی کے اوپر ہوا کرتا ہے۔ ولو استزددہ لؤادنی یعنی میں اگر اور اشیاء کے متعلق سوال کرتا تو نبی اکرم ﷺ اور زیادہ بتلاتے حدیث باب میں احب الی اللہ اسم تفصیل کے ساتھ ہے۔ اور یہ بہت سے اعمال کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے اور شرح اس کی تاویل من احب الاعمال سے کرتے ہیں۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس قسم کی افضلیت کبھی تو حال کی مناسبت سے اور کبھی وقت کی مناسبت سے اور کبھی سائل کی حیثیت کے اعتبار سے بیان کی جاتی ہے۔ بس اب اشکال نہیں ہوگا۔

باب الصَّلٰوۃُ الْخُمْسُ کُفَّارَةً
لِّلْخَطَايَا اِذَا صَلَّاهُنَّ لَوَقْتِهِنَّ
فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرَهَا۔ ترجمہ۔ پانچ نمازیں گناہوں کا کفارہ ہیں
جبکہ ان کو اپنے وقت پر پڑھے جماعت میں یا غیر
جماعت میں ادا کرے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ خطایا کی تفسیر عام طور پر صغائر سے ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نماز صغائر کے لئے کفارہ ہے۔ کبار کے لئے نہیں۔ ادھر آپ صلوٰۃ کو نہر سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جب کوئی شخص دن میں پانچ دفعہ غسل کرے تو میل نہ رہے گی۔ اور تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے کہ جو بڑا میل جم جائے تو ٹلنے کی وجہ سے پہلے وہی زائل ہوتا ہے۔ چھوٹا میل دیر سے دور ہوتا ہے۔ تو چاہئے تھا کہ اولاً بڑے گناہ زائل ہوتے بعد ازاں صغائر۔ تو یہاں تشبیہ تام نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطایا کی تفسیر صغائر سے کرنا مسلم نہیں ہے۔ نیز! جیسے اس جگہ بڑی میل چلی جاتی ہے اور تھوڑی سی رہ جاتی ہے۔ ایسے کبار میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ مگر صغائر بالکل معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کبار کی وجہ سے اثر باطن روح میں ہوتا ہے۔ اور صغائر کا اثر ظاہر روح میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں موجود ہے کہ ایک گناہ کرنے سے ایک نقطہ دل پر پڑ جاتا ہے جو توبہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ تو جس طرح پانی ظاہر کو دھو جاتا ہے اس سے باطن نہیں دھلتا ایسے صغائر تو محو ہو جاتے ہیں کبار محو نہیں ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مگر اباب کا جواب شرح فرماتے ہیں کہ باب سابق میں الصلوٰۃ مطلق ہے اور یہاں مقید بالخمس ہے۔ یعنی پہلا باب عام اور دوسرا خاص ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہاں اصل چیز جماعت اور غیر جماعت کو بیان کرنا ہے تو گویا اباب سابق سے نفس صلوٰۃ کا کفارہ ہونا اور اس باب سے جماعت اور غیر جماعت دونوں کے اندر اس کا کفارہ ہونا معلوم ہو گیا۔ بمحو اللہ بہ الخطایا احادیث میں جہاں بھی محو خطا یا کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید کرتے ہیں اس حدیث کے متعلق بھی ان کی یہی رائے ہے

اور شرح اس کی یہ تشریح کرتے ہیں یہاں محو خطا یا کو غسل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور غسل سے بدن کا ظاہری حصہ صاف ہوتا ہے اور صفائے بھی ظاہر سے متعلق ہوتے ہیں خلاف کبائر کے وہ قلب سے جا لگتا ہے۔ اور یہی عمل ہے اس روایت کا جس میں گناہ کے کرنے سے قلب پر ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر بندہ توبہ نہ کرے تو وہ نقطہ آہستہ آہستہ قلب کو گھیر لیتا ہے۔ اور جب کبائر کا تعلق دل سے ہے تو توبہ کی ضرورت ہوگی۔ اور توبہ کہتے ہیں ندامت بالقلب کو لہذا کبائر کا معاف ہونا رونے دھونے سے ہوگا۔ خلاف صفائے کے کیونکہ وہ ظاہر سے متعلق ہوتا ہے لہذا وضو وغیرہ ہی کافی ہو جائے گا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ بتلاؤ اگر کسی کے دروازے پر ضر ہو اور وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے تو تم کیا کہتے ہو کہ یہ اس کے بدن پر کچھ میل رہنے دے گی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یہ غسل اس کی میل کا کچھ حصہ بھی باقی نہیں رہنے دے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ بس یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتے ہیں۔

حدیث (۴۹۸) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَرِيرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خُمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ ذَنْبِهِ قَالُوا لَا يُبْقِي مِنْ ذَنْبِهِ شَيْئًا قَالَ فَذَلِكَ مَكْلُ الصَّلَاةِ الْخُمْسِ يُمَحِّو اللَّهُ بِهَا الْخَطَايَا الْحَدِيث ...

اس حدیث کی دونوں تشریح اور بیان ہو گئی ہیں اس لئے ان کو ترجمہ کے بعد لکھا جائے۔

ترجمہ۔ نماز کو اپنے وقت سے ضائع کرنا

باب فِي تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو چیز جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں تھی اس کو آج میں نہیں پہچانتا کہا گیا نماز فرمایا کہ تم نے اس میں وہ کارگزاری نہیں کی جو تم کر رہے ہو۔

حدیث (۴۹۹) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا عَرَفْتُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ قِيلَ الصَّلَاةُ قَالَ أَلَيْسَ صَنَعْتُمْ مَا صَنَعْتُمْ فِيهَا الْحَدِيث ...

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اوقات کی پابندی نہ کرنا اس کو تضييع اصلوة عن وقتها سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں

الیس صنعت ما صنعتم اور دوسری حدیث میں ہے کہ انسؓ دمشق میں رو رہے تھے۔ تو پوچھا گیا فرمایا کہ لا اعرف یعنی آپؐ سے جو چیزیں حاصل کی ہیں ان تمام کو بدل دیا اور وہ چیز مجھے نظر نہیں آتی۔ صرف نماز باقی رہی اور اب اس میں بھی هذه الصلوة قد ضيعت یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔ یعنی نماز کی پابندی میں بے قائدگی شروع ہو گئی۔ اور دوسرے نسخہ میں ہے قد ضيعتم ما ضيعتم یعنی تم نے کیا کیا چیزیں ضائع کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب میں وقت کا ذکر بھی آگیا۔ اور فضیلت کی بنا پر اشارہ بھی ہو گیا۔ اور ترجمہ سے مصنف نے

اشارہ کیا ہے۔ آیت کریمہ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوۃ والبعوا المشہوات الخ کہ انبیاء کے بعد ان کی ناخلف اولاد آئی جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ اور یہ بتا دیا کہ اضاعت صلوۃ اس آیت کی وعید میں داخل ہے۔

ترجمہ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ کی خدمت میں دمشق کے اندر پہنچا وہ رو رہے تھے میں نے رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ جو چیزیں میں نے حضور انور ﷺ کے زمانے میں پائی تھیں وہ آج نہیں پہچان رہا مگر ان میں سے ایک نماز تھی وہ بھی ضائع کی جا رہی ہے۔

حدیث (۵۰۰) حَدَّثَنَا عُمَرُ وَبْنُ زُرَّارَةَ الْخ
سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ
بِدِمَشْقٍ وَهُوَ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يَبْكِيكَ فَقَالَ لَا أَعْرِفُ
شَيْئًا مِمَّا أَذْرَكْتُ إِلَّا هَذِهِ الصَّلَاةُ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ
قَدْ ضَيَعَتِ الْخ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں تو حضرت انسؓ سے یہ مروی ہے۔ اور صفحہ ۱۰۰ پر حضرت انسؓ سے منقول ہے ما انکرت شینا

الا انکم لا یقیمون الصفوف کہ تم صفیں سیدھی نہیں کرتے۔ تو دونوں میں تعارض ہو گیا۔ کیونکہ اس باب کی روایت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ اور صفحہ ۱۰۰ کی روایت کا تقاضا ہے کہ سب کچھ ٹھیک تھا۔ صرف صفوں کے اندر خرابی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اس باب کی روایت میں جس میں مطلقاً ساری اشیاء کی اضاعت کا ذکر ہے یہ دمشق کا واقعہ ہے۔ جیسے کہ روایات میں تصریح ہے۔ اور جہاں صرف صفوں کے اندر کوتاہی کا ذکر ہے وہ مدینہ کا واقعہ ہے۔ اور صورت یہ ہوئی تھی کہ حضرت انسؓ اس نیت سے دمشق تشریف لے گئے تھے کہ وہاں جاکر ولید بن عبد الملک کے پاس حجاج کی شکایت کریں۔ اور وہاں جا کر دیکھا کہ ان لوگوں نے جس طرح اور چیزوں کو ضائع کر رکھا تھا اپنے وقت پر ادا نہیں کرتے تھے یہ منظر دیکھ کر حضرت انسؓ رونے پڑے پٹھ گئے اور یہ فرمایا۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ اتنی مدت کے بعد آئے ہیں ہمارے اندر کوئی تغیر تو نہیں پایا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ باقی تو سب ٹھیک ہے صرف اتنی بات ہے کہ صفوں کے اندر سیدھا پن نہیں ہوتا یہ کوتاہی ہوتی ہے۔

قال ابو بکر بن خلف الخ اس کو جلی قلم سے لکھنا چاہئے تھا اور لفظ حدثن اباریک۔ اس لئے کہ روایت کی ابتدا قال سے

ہے حدثنا سے نہیں ہے۔ اور جن نسخوں میں اس کے خلاف ہے وہ غلط ہے اور وہم ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ اپنی عادت کے مطابق اب یہاں سے اضداد کو ذکر فرماتے ہیں کہ نماز کو بے وقت پڑھنے سے کیا کیا وعیدیں آئی ہیں۔ گویا باب سے اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے فخلف من بعدہم خلف الخ اس آیت میں اضاعت سے کیا مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اخراج الصلوۃ عن وقتہا مراد ہے اور بعض نے اخراج عن الوقت المستحب اور بعض نے اخراج عن کل الوقت مراد لیا ہے۔ امام بخاریؒ کے نزدیک اخراج

عن كل الوقت هي ہے جس کی تائید روایت سے ہوتی ہے۔

باب الْمُصَلِّيُ يَنَاجِي رَبَّهُ ترجمہ۔ کہ نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز شروع کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ اسلئے اسے دائیں طرف نہیں تھوکتا چاہیے۔ لیکن اپنے قدم کے نیچے تھو کے۔

حدیث (۵۰۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا صَلَّى يَنَاجِي رَبَّهُ فَلَا يَتَفَلَّنُ عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرَى الْحَدِيث

تشریح از شیخ مدنی۔ مناجات کا تقاضا ہے کہ جو مخاطب ہے اس کو متوجہ کیا جائے۔ اور اس طرح بھی کہ ہر طرح کا ادب کیا جانا چاہیے۔ اس لئے نہ آگے تھوکا جائے نہ دائیں طرف۔ یہاں رحمت ایزدی کو مناجات سے تشبیہ دی گئی ہے تو سوال ہوتا ہے کہ جب یمن میں مناجات نہیں تو پھر منع کیوں ہے۔ جواب یہ ہے کہ جانب یمن فرشتہ ہے۔ اور وہ مصلیٰ کے نیک اعمال لکھتا ہے۔ تو اس کی بے ادبی نہ کرنی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ ترجمہ الباب اور حدیث نہایت اہم ہے۔ غور سے سنو! اللہ تعالیٰ کی دو شانیں ہیں۔ ایک شان بالحبیب دوسری شان محبوبیت۔ اب کوئی شخص بادشاہ تک رسائی حاصل کرے اور اس سے بات کرنے کا موقع مل جائے۔ اور بات شروع ہو جائے اور وہ پھر ادھر ادھر دیکھنے لگے تو بادشاہ اس کو نکال دے گا۔ بلکہ مقررہ اور مردود کر دے گا۔ پس یہی حال وہاں کا ہے۔ اسی طرح کوئی ہزار عرق ریزیوں کے بعد محبوب تک پہنچے اور محبوب بات کرنے کو تیار ہو جائے اور پھر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے تو محبوب کیا کرے گا اس کے منہ پر تھوک کر دوسری طرف متوجہ ہو جائے گا۔ یہی حال حضرت باری کا بھی ہے۔ بلکہ اس سے اعلیٰ ارفع اور لوئی کیونکہ وہ تو احب المحبوبین ہیں اور ملک الملوک ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھنا چاہیے۔ ان المصلیٰ بنا جی ربہ سے نماز کی فضیلت معلوم ہوئی اور موافقت سے مناسبت یہ ہے کہ جب نماز سے مناجات باری حاصل ہوتی ہے تو اس کو لوقات کے اندر ادا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چنانچہ اگر کسی سرکاری عہدہ دار سے ملنا ہوتا ہے تو پہلے سے اس کی تیاری کی جاتی ہے۔ اور جب وقت قریب ہوتا ہے تو پھر نظر ہر وقت گھڑی پر رہتی ہے۔ تو احکم الحاکمین اور ملک الملوک کے دربار میں حاضری اور ان سے مناجات کے لئے کتنا اہتمام کرنا چاہیے ظاہر ہے۔ فلا یفعلن عن یمینہ صفحہ ۵۸ پر یہ روایت گزر چکی ہے اور وہاں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے۔ اور اس روایت میں فرمایا کہ ان المصلیٰ بنا جی ربہ۔ شرح فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی تعارض نہیں ایک چیز کی متعدد علتیں ہو سکتی ہیں۔ اور میرے نزدیک یہ روایت مختصر ہو تو کوئی حرج نہیں ہے اور مناجات کرنا

نہی عن البزاق الى اليمين كاسبب نہیں ہے بلکہ اس کا سبب فرشتہ کا ہوتا ہے۔ اور نہی عن البزاق الى القدم كاسبب مناجات ہے اور دلیل اس کی صفحہ ۵۹ کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہؓ سے منقول ہے۔

حدیث (۵۰۲) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يُسْطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيهِ كَالْكَلْبِ وَإِذَا بَزَقَ فَلَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّهُ يَنَاجِي رَبَّهُ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ لَا يَتَفَلَّ قَدَامَهُ أَوْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ شُعْبَةُ لَا يَبْزُقُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ وَقَالَ حَمِيدٌ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يَبْزُقُ فِي الْقُبْلَةِ وَلَا عَنْ يَمِينِهِ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ أَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْحَدِيثُ

باب الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

حدیث (۵۰۳) حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا امْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ ٹھیک ٹھیک کرو اور اپنے بازوؤں کو اس طرح نہ پھیلاؤ جس طرح کتا پھیلاتا ہے۔ اور جب کوئی تھو کے تو اپنے سامنے نہ تھو کے اور نہ اپنے دائیں تھو کے کیونکہ وہ اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے۔ قتادہ سے روایت ہے کہ لا یفعل قدامہ او بین یدیه الخ اور شعبہ فرماتے ہیں لا یبزیق بین یدیه ولا عن یمینہ اور حمید حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں جو حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں لا یبزیق فی القبلة ولا عن یمینہ الخ۔

ترجمہ۔ سخت گرمی میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا چاہیے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں حضرات جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی شدید ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح کا امام بخاریؒ پر اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظہر کا وقت ذکر کرنے سے پہلے اس کے الوصاف کیوں شروع فرمادیا۔ حالانکہ الوصاف موصوف کے تابع ہوتے ہیں۔ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں کہ جب ابراہیمؑ کا حکم ڈے دیا تو زوال تو اس میں خود بخود آگیا۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ شدۃ اہتمام ابراہیمؑ بالظہر کی وجہ سے اس کو مقدم فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ باب سابق میں معلوم ہو چکا کہ نماز کے اندر اللہ تعالیٰ سے مناجات ہوتی ہے۔ رب العزت سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس مؤمن کی

معراج ہوتی ہے۔ تو امام حارثیؒ نے اس باب کو باب سابق کے لئے بطور تکملہ کے ذکر فرمایا ہے کہ جب نماز مناجات مع الرب ہے تو وہ لہرہ کے وقت صحیح ہوگی۔ شدت گرمی میں صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ گرمی میں آدمی کی طبیعت حاضر نہیں رہتی۔ لہذا لہرہ کے وقت پڑھے تاکہ حضور قلب اچھی طرح ہو سکے۔ اس لئے بھی کہ شدت حر مظهر جلال ہے اور مناجات مظهر جمال ہے جلال کے وقت مناجات نہیں ہو سکتی (مرتب) اب رہا یہ سوال کہ امام حارثیؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ ظہر کے اندر تقدیم و تاخیر کے اعتبار سے جو مختلف اقوال ہیں ان پر رد کرنا ہے۔ چنانچہ حنفیہ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں تاخیر کرنا اولیٰ ہے۔ اور موسم سرما میں تعیل۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ علہ تاخیر گرمی کا ہونا ہے۔ لہذا اگر گرمی کے موسم کہیں گرمی نہ ہو رہی ہو جیسے شملہ یا منصورہ پر کوئی رہنے والا ہو تو تاخیر نہ کرے۔ حضرت امام حارثیؒ ان دونوں پر رد فرماتے ہیں کہ موسم اور مکان کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ وجہ لہرہ او شدہ حر ہے۔ جب شدت نہ ہو خواہ کسی وقت ہو جائے اور کسی بھی مکان میں ہو جائے تو لہرہ اولیٰ ہوگا۔ اور شوافعؒ فرماتے ہیں کہ جس کا مکان مسجد کے قریب ہو یا جو شخص مسجد سے دور ہو مگر سائے میں ہو کر آسکتا ہے تو اس کے لئے لہرہ او نہیں۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ جماعت میں تاخیر اور منفرد تعیل اولیٰ ہے۔ حضرت امام حارثیؒ نے اس پر بھی رد فرمایا ہے کہ انفراد اور جماعت کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ سب شدت حر ہے۔ تو میری رائے یہ ہے کہ امام حارثیؒ نے ترجمہ میں تمام اختلاف کی طرف اشارہ کر کے اس مسئلہ میں اپنی رائے ظاہر کر دی۔

فان شدة الحر من فیح جہنم عنقریب اسی باب میں روایت کے اندر شدت حر کے فیح جہنم سے ہونے کی وجہ آ رہی ہے۔ واشتکت النار الی رہا یہ وجہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب آگ کے اندر شدت پیدا ہو جاتی ہے تو شدت کی وجہ سے خود ہی کٹ کٹ کر گرنے لگتی ہے جیسے لوہا جبکہ بہت گرم ہو جائے ٹوٹ کٹ کر گرتا ہے۔ اور جب یہ گرمی فیح جہنم سے ہے تو اگر کسی وجہ سے حرارت معلوم نہ ہو تب بھی ابوداؤد اور تاخیریؒ اولیٰ ہوگی۔ جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ اب یہاں پر دو اشکال ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ حرارت و ہرودت قرب شمس اور بعد شمس پر ہے۔ لہذا اگر حرارت کا سبب فیح جہنم ہے تو سائے کی جگہ اور دھوپ کی جگہ سب لہرہ ہونی چاہیے۔ کیونکہ جنم کا سانس تو ہر گوشہ میں لہرہ پہنچتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی شیء کسی شیء کا اثر قبول کرتی ہے تو شیء متاثر شیء موثر سے اپنی صلاحیت اور قابلیت کے بقدر اس کا اثر قبول کرے گی۔ جیسے کچی اینٹ اور لوہا دونوں کو دھوپ میں رکھ دیا جائے تو لوہا جلدی گرم ہو جائے گا۔ اور بہت شدید گرم ہو جائے گا۔ اور کچی اینٹ دیر میں چاکر گرم ہوگی۔ اور وجہ اس کی یہی ہے کہ لوہے کے اندر حرارت قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہے۔ اینٹ کے مقابلہ میں۔ اسی طرح فیح جہنم کا اثر پہنچتا ہے۔ سورج چونکہ سرپا آگ ہے لہذا جہاں جہاں اس کی شعاعیں پڑیں گی عذاب کا اثر ہوگا۔ وہیں حرارت زیادہ ہوگی۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اگر شدت حر فیح جہنم سے ہے اور جنم عذاب الہی ہے تو جو اس کا اثر ہوگا وہ عذاب کا اثر ہوگا اور عذاب کے وقت عبادت اولیٰ ہے۔ جیسا کہ کسوف کے وقت عبادت اولیٰ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ صلوة رب العزت کے ساتھ مناجات ہے اور مناجات اور انا پنے کے درمیان شدید گرمی مغل ہوتی ہے اس لئے تاخیر کرنی چاہیے۔ اس لئے علماء نے کہا ہے کہ مسجد کے اندر اوّل وقت پہنچے۔

حدیث (۵۰۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ أَدْنُ مُؤَذِّنُ النَّبِيِّ ﷺ الظُّهْرَ لَقَالَ أَبْرَدُ أَوْ قَالَ انْتَظِرْ انْتَظِرْ وَقَالَ شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْتُمُ فِي السُّلُولِ الْحَدِيثَ.....

حدیث (۵۰۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمَدِينِيُّ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَاشْتَكَّتِ النَّارُ إِلَى رَبِّهَا فَقَالَتْ يَا رَبِّ أَكَلْتُ بَعْضِي بَعْضًا فَأَدْنُ لَهَا بِنَفْسَيْنِ نَفْسٌ فِي الشَّتَاءِ وَنَفْسٌ فِي الصَّيْفِ وَهُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهِرِيِّ الْحَدِيثُ

حدیث (۵۰۶) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبْرِدُوا بِالظُّهْرِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ تَابِعَهُ سَفِيَانُ وَبَعْثَى وَأَبُو عَوَّانَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ الْحَدِيثُ...

باب الْإِبْرَادِ بِالظُّهْرِ فِي السَّفَرِ

حدیث (۵۰۷) حَدَّثَنَا آدَمُ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ الْغَفَارِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي سَفَرٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے ظہر کے وقت اذن پڑھی تو آپؐ نے فرمایا ٹھنڈا کرو ٹھنڈا کرو۔ یا فرمایا انتظار کرو انتظار کرو۔ اور فرمایا کہ سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے پس جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز میں تاخیر کرو یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ کیونکہ سخت گرمی جہنم کے جوش میں سے ہے۔ اور آگ جہنم نے اپنے رب کی طرف شکایت کی کہ اے میرے رب میرا کچھ حصہ کاٹ کاٹ کر دوسرے حصہ کو کھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسے دوساں لینے کی اجازت دی۔ ایک ساں سردی کے موسم میں اور دوسرا ساں گرمی کے موسم میں۔ پس یہ سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو یہ اس کی گرمی میں سے ہے۔ اور سخت ٹھنڈک طبقہ زمہریر سے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھو اس لئے کہ سخت حرارت جہنم کے جوش میں سے ہے۔ سفیان یحییٰ ابو عوانہ اعمش سے اس کی متابعت کی ہے تشریح اوپر گزر چکی ہے

ترجمہ۔ باب سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے تو مؤذن نے

كَارَادَ الْمُؤَدِّنُ أَنْ يُؤَدِّنَ لِلظُّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ
أَبْرُدْ لَكُمْ أَرَادَ أَنْ يُؤَدِّنَ فَقَالَ لَهُ أَبْرُدْ حَتَّى رَأَيْنَا
فِي التَّلَوْلِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ
جَهَنَّمَ فَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلَاةِ وَقَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ تَتَفَيَّؤُ اتِّمَامًا. الحديث.....

ظہر کی نماز کے لئے اذان کہنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھنڈک
میں پڑھو۔ پھر اس نے اذان کہنے کا ارادہ کیا تو پھر بھی آپؐ نے
فرمایا کہ ٹھنڈک میں پڑھو۔ یہاں تک ہم نے ریت کے ٹیلوں
کے سائے دیکھے۔ جس پر حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
سخت گرمی جہنم کے جوش سے ہے۔ تو جب گرمی سخت ہو جائے
تو نماز کو ٹھنڈک میں پڑھو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں تنفیاً کے
معنی میلان کرنے کے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب امام بخاریؒ نے ابراد بالظہر فی الحر کی مناسبت سے مجعاً ذکر فرمایا جیسا کہ ابراد بالظہر

کو تکملہ للباب السابق فرمایا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے اور ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے اختلاف پر رد کرنا ہو۔ اس مسئلہ
میں کہ اختلاف فی التلؤل والی روایت کو مغلین کی دلیل قرار دیتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ دلیل تم نے کہاں سے
مائی۔ یہ تو سفر کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ سفر کے اندر جمع تاخیر جائز ہے۔ لہذا وہاں تاخیر کے اندر فی التلؤل تک تاخیر ہو گئی تنفیاً بتعمیل
چونکہ حدیث میں فی کا لفظ آگیا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے قرآن پاک کے لفظ تنفیاً کی تفسیر فرمادی۔ باقی ظہر کو پہلے اس لئے بیان
فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو ظہر کی نماز پڑھائی تھی۔ یہاں امام بخاریؒ نے پہلے ابراد کو بیان فرمایا۔
حافظ ابن حجرؒ نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ یہاں سے حضرت جلدؒ کی حدیث جو کہ ابو داؤد شریف میں ہے۔ کان رسول اللہ ﷺ یصلی
بعد الزوال اس کی طرف اشارہ ہے۔ دوسرے امام بخاریؒ نے فی السفر کی قید بڑھا کر بتلادیا کہ اصل مدار ابراد کا شدة حر پر ہے۔
باوجودیکہ وہاں سب لوگ جمع رہتے ہیں۔ اور قبیل میں کوئی دقت بھی نہیں مگر پھر بھی رخصت دے دی گئی۔

**باب وَقْتُ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ وَقَالَ
جَابِرٌ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي بِهَا جَرَّةً**

ترجمہ۔ ظہر کی نماز کا وقت زوال شمس سے ہے۔ چنانچہ حضرت
جلدؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ دوپہر کے وقت
نماز پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے اس وقت باہر تشریف لائے
جبکہ سورج ڈھل گیا تھا۔ آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر منبر پر
کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس میں بڑے بڑے امور

حدیث (۵۰۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ
حِينَ زَاغَتِ الشَّمْسُ فَصَلَّى الظُّهْرَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ
فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أُمُورًا عَظَمًا كَمَا قَالَ

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُسْئَلَ عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْئَلْ فَلَا تَسْأَلُونِي
عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ مَا دُمْتُ فِي مَقَامِي هَذَا
فَأَكْثَرَ النَّاسُ فِي الْبُكَاءِ وَأَكْثَرُ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي
فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُذَافَةَ السَّهْمِيُّ فَقَالَ مَنْ أَبِي
قَالَ أَبُو كُ حُذَافَةَ ثُمَّ أَكْثَرَ أَنْ يَقُولَ سَلُونِي فَبَرَكَ
عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ
رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ
عُرِضَتْ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ الْإِنْفَاءُ عُرِضَ هَذَا
الْحَائِطِ فَلَمْ أَرَ كَالْخَيْرِ وَالشَّرِّ

میان فرمائے۔ پھر فرمایا جو شخص کسی چیز کے متعلق پوچھنا چاہے وہ پوچھ لے کیونکہ جس چیز کے متعلق تم سوال کرو گے جب تک میں اس مقام پر ہوں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ لوگوں نے کثرت سے رونا شروع کیا اور آپ کثرت سے سلوئی فرماتے رہے پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے۔ انہوں نے پوچھا حضرت میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذافہ تمہارا باپ ہے۔ پھر اکثر حضور ﷺ سلوئی فرماتے رہے۔ تو حضرت عمرؓ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر راضی ہیں اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ تب آپ خاموش ہوئے۔ بعد ازاں فرمایا کہ ابھی

اس دیوار کے کنارے میں مجھے جنت اور دوزخ دکھائی گئی۔ پس میں نے اس طرح خیر اور شر کو اکٹھے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ آپ جب صلوٰۃ نذر سے فارغ ہوئے تو معلوم ہوا کہ منافقین کی ایک جماعت عناد و سوال کرنے کیلئے

آئی ہوئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا سلوئی فقام عبداللہ الخ یہ سلوئی فرمانا یا تو حقیقت پر مبنی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ تم پوچھتے جاؤ میں بتاتا جاؤں گا۔ یا یہ کہ تم سوال کرو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کر کے بتاؤں گا۔ بہر حال یہ الفاظ غضب پر دال تھے۔ فاکثر الناس فی البکاء اس سے آپ کا غصہ معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ حضرت عبداللہ کی رنگت اور تھمی ان کے باپ حذافہ کی رنگت اور تھمی۔ لوگ شک و شبہ کرتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ایسی حالت میں آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ نے اس کا جواب دیا کہ تمہارا باپ حذافہ ہے جس سے لوگوں کا شک مٹ گیا۔ آپ برادر سلوئی فرماتے رہے۔ یہاں تک حضرت عمرؓ نے چند کلمات کہہ کر آپ کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔ عرضت علی الجنة والنار اگر اشکال ہو کہ اتنی بڑی جنت اور جہنم ایک دیوار کے کونے میں کیسے دکھائی گئی۔ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت حاصل ہے کہ وہ چھوٹی چیز کو بڑی اور بڑی کو چھوٹی کر دکھائیں۔ عوضها كعوض السماء باعتبار اصل کے ہے۔ اور عرضت میں اس کا عکس ہے۔ دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس جگہ معافی مجازی مراد ہیں کہ جنت اور نار کی تصویر دکھائی گئی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ آپ کے درمیان اور جنت و جہنم کے درمیان کے جملات کو اٹھادیا گیا۔ تو پھر بھی حقیقت پر محمول ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے اوقات کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اصحاب المواقیب جب

اوقات کا ذکر کرتے ہیں تو ظہر سے شروع کرتے ہیں فجر سے شروع نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اوّل نماز جو جبرائیل علیہ السلام نے

جناب نبی اکرمؐ کو پڑھائی وہ ظہر تھی۔ کیونکہ رات کو تو آپؐ سیر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور صبح کو تشریف آوری کے بعد آرام فرما رہے تھے۔ اسی وجہ سے اس کو الصلوۃ الاولیٰ کہتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اولاً تبلیغ اجماعی ہوئی پھر ظہر کی نماز سے تفصیلی تبلیغ شروع ہوئی۔ اس میں ائمہ کا اتفاق ہے کہ ظہر کے وقت کی ابتدا زوال کے بعد سے ہوتی ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نہ ائمہ اربعہ کالور نہ اصحاب ظواہر کا۔ ہاں بعض سلف کا تھوڑا سا اختلاف رہا ہے۔ وہ یہ کہ معاً بعد الزوال ظہر کا وقت شروع نہیں ہوتا۔ بلکہ زوال کے بعد فی الزوال بظہر قسم کے بڑھ جائے وہ وقت ہوگا۔ ان حضرات کا استدلال ابو داؤد کی روایت اذا زالت الشمس بقدر الشراک ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ ظہر کا وقت اخیر کیا ہے۔ ہمارے امام صاحبؒ کا مشہور قول ہے کہ ظہر کا آخر وقت مغلین تک رہتا ہے۔ صاحبین اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اس کا آخر وقت مثل واحد تک رہتا ہے۔ تو ابتدا عصر عند الامام مغلین کے بعد اور عند اصحابین وعند الثلاثہ بعد المثل ہوگا۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ بعض مالکیہ کے نزدیک ظہر اور عصر کے درمیان چار رکعات کے بظہر وقت مشترک ہے۔ جس میں ظہر اور عصر دونوں وقت کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ حضرات یہ بتلاتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کی امامت کے متعلق روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے پہلے دن عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ ہر شئی کا سایہ اس کے ایک مثل ہو گیا اور دوسرے دن اسی وقت میں ظہر کی نماز ادا کی۔ تو وقت مشترک نکل آیا۔ اور اس کے بالمقابل بعض شافعیہ اور داؤد ظاہری کی رائے ہے کہ ظہر اور عصر کے مابین بظہر چار رکعات وقت مہمل ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ تین اختلاف ہو گئے۔ ایک انتہائے ظہر مثل پر ہے یا مغلین پر۔ دوسرے یہ کہ وقت مشترک ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ وقت مہمل ہے یا نہیں۔ پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وقت عصر کب ختم ہوتا ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ مغلین پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ اور بعض شافعیہ اور مالک کے نزدیک اصفہار تک ختم ہو جاتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ وقت عصر غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ اور ابتدا وقت مغرب میں کوئی اختلاف نہیں کہ غروب شمس کے بعد شروع ہو جاتا ہے البتہ اختتام کے اندر اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعیؒ کی جانب سے مشہور یہ ہے کہ مغرب کا وقت بس اتنا ہے کہ اطمینان سے وضو کر کے تین رکعات فرض مطمئن ہو کر پڑھ لے۔ لیکن جمابیر علماؒ کی رائے یہ ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک باقی رہتا ہے۔ البتہ حقیقت شفق میں اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق وہ حرمت ہے جو سورج کے غروب ہونے کے بعد آسمان کے کنارے پر باقی رہے۔ جب وہ غروب ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہوگا۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک شفق سے مراد یہاں وہ سفیدی ہے جو سورج کے بعد آتی ہے۔ اور اس کے ختم ہونے پر سایہ آتی ہے۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مغرب کا وقت اس سفیدی کے غروب تک باقی رہتا ہے۔ اور عشاء کے وقت کے اختتام میں بعض سلف سے منقول ہے کہ ثلث لیل تک ختم ہو جاتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ عصر کا وقت الی المثلین رہتا ہے اور بعض شوافعؒ کی رائے ہے کہ نصف لیل تک رہتا ہے اور اکثر علماء کی رائے ہے کہ طلوع صبح صادق تک رہتا ہے۔ اور طلوع الفجر بول وقت فجر ہے۔ اور اس کا آخری وقت طلوع شمس ہے۔ اور بعض کے نزدیک اسفار (روشنی) ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ کے اندر عند الزوال کا لفظ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا جو یہ کہتے ہیں ظہر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جبکہ فی الزوال بقدر الشراک ہو جائے۔

یا بعض سلف کے قول پر رد فرمایا جو زوال سے قبل ظہر کے جواز کے قائل ہیں۔ صلے بالہاجرہ ای شدۃ الحر وهو وقت الزوال مادمت فی مقامی هذا۔ اس سے علم غیب پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ نے خود فرمایا۔ مادمت فی مقامی هذا کہ جب تک میں اس جگہ رہوں گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس خاص وقت میں اللہ تعالیٰ نے کشف فرمایا ہو۔ عرضت علی الجنة والنار یہ وجہ ہے آپ کے فرمانے کی کہ جو کچھ تم پوچھو گے خبر دوں گا۔ فلم ار کالخبیر والشر یعنی ایک طرف جنت تھی جو خیر ہی خیر ہے۔ اور دوسری طرف جہنم ہے جو شر ہی شر ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ سلمیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جس میں ہم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ جبکہ ساٹھ سے سو آیات تک اس میں قراۃ کر لیتا تھا۔ اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر اس وقت پڑھتے جب کہ ہمارا ایک آدمی مدینہ کے دور مقام میں جا کر واپس آ جاتا تھا۔ ابھی تک سورج زندہ ہوتا تھا۔ یعنی اس کی تمازت باقی ہوتی تھی۔ اور مغرب کے بارے میں میں بھول گیا۔ کہ انہوں نے کیا فرمایا تھا اور عشاء رات کے تیسرے حصہ تک مؤخر کرنے میں کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ پھر نصف لیل تک فرمایا یعنی آدمی رات تک۔ شعبہ فرماتے کہ پھر ایک مرتبہ میں ابو المنہال کو ملا تو انہوں نے اولثلث الیل فرمایا۔

حدیث (۵۰۹) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْخِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ الصُّبْحُ
وَاحِدُنَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السِّتِينَ
إِلَى الْمَائَةِ وَيُصَلِّيُ الظُّهْرَ إِذَا زَاكَتِ الشَّمْسُ
وَالْعَصْرُ وَاحِدُنَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجَعَ
وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ
وَلَا يَأْتِي بِنَاجِيَةِ الْعِشَاءِ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ ثُمَّ قَالَ إِلَى
شَطْرِ اللَّيْلِ وَقَالَ مُعَاذٌ قَالَ شُعْبَةُ ثُمَّ لَقِيتُهُ مَرَّةً
فَقَالَ أَوَّلُ ثُلُثِ اللَّيْلِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یذهب الی اقصى المدينة اس سے بعض حضرات نے وقت عصر کے ایک مثل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مگر ایسے حملات سے استدلال نہیں ہو سکتا اسلئے کہ یہ تو سرعت مشی پر موقوف ہے یعنی جلدی چلنے پر۔ میرے والد صاحب بسنی نظام الدین سے مدرسہ حسین حش دہلی آدھ گھنٹہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جبکہ اس کی مسافت ساڑھے تین میل ہے۔ میرا حال امام بخاریؒ نے عند الزوال کی قید لگا کر ظہر کی ابتدا ایمان کی ہے۔ اور ابوداؤد کی روایت کہ مکرمہ پر محمول ہے کیونکہ وہ اس اقلیم کے اندر واقع ہے جو خط استوا کے تحت میں نہیں ہے۔ بلکہ کچھ ہٹی ہوئی ہے۔ اتنی کہ ہر چیز کا سایہ اصلی ایک شواک کے بقدر ہوتا ہے۔ گویا عین زوال ہی ان لوگوں کے ہاں اس وقت ہے جبکہ بقدر شواک زوال ہو جائے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم ظہر کے وقت آپؐ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو کمری سے چنے کیلے ہم اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے تھے۔

حدیث (۵۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالظُّهْرِ سَجَدَ نَاعِلِي رَبَابِنَا اتِّقَاءَ الْحَرِّ. الحديث

باب تَاخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ میں سات اور آٹھ رکعات ظہر عصر اور مغرب عشاؓ ادا فرمائی۔ ایوب راوی فرماتے ہیں کہ شاید یہ بارش والی رات کا واقعہ ہے۔ ایوب نے لعل کی بجائے عسی کہا۔

حدیث (۵۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو الثَّعْمَانِ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِالْمَدِينَةِ سَبْعًا وَثَمَانِيًا الظُّهْرَ وَالْعَصْرَ وَالْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فَقَالَ أَيُّوبُ لَعَلَّهُ فِي لَيْلَةٍ مُطِيرَةٌ قَالَ عَسَى. الحديث..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ تاکہ جمع کرنا امت پر آسان ہو تنگی نہ آئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ مثل اور مثلین کا جھگڑا امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں ہے اس لئے اس کو

ذکر نہیں فرمایا البتہ یہ بتلادیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اسکے ساتھ امام بخاریؒ نے تاخیر الظہر الی العصر کا جملہ بڑھا کر ان لوگوں پر رد فرمادیا ہے جو ما بین الظہر والعصر وقت مشترک یا وقت مہمل ماننے ہیں۔ مشترک ماننے والوں پر اس طرح رد ہو گیا کہ ظہر کا وقت عصر تک رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ظہر اور عصر کے درمیان اشتراک ہے۔ اور قائلین بالوقت المہمل پر اس طرح رد ہوا کہ جب منتہا نے وقت ظہر عصر تک ہے تو بیچ میں وقت مہمل کہاں ہو گا۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ ترجمہ شارحہ ہو کیونکہ روایت الباب میں صلی بالمدينة سبعا وثمانیا سبعا سے مراد مغرب اور عشاؓ ہے اور ثمانیا سے ظہر اور عصر ہے تو چونکہ ظاہر حدیث کے لفظ سے شبہ ہو سکتا تھا کہ مثلاً ظہر عصر وقت عصر میں پڑھ لی۔ یا اس کا برعکس۔ اسی طرح مغرب اور عشاؓ مغرب کے وقت پڑھ لی ہو۔ یا علی العکس۔ تو تنبیہ فرمادی کہ یہ صورت نہیں۔ بلکہ ظہر کو عصر تک مؤخر فرمادیا۔ پھر عصر پڑھی تو جمع صوری ہوئی۔ امام بخاریؒ نے مثل اور مثلین کے مسئلہ کو چھیڑا ہی نہیں کیونکہ ان کے نزدیک مثل کی طرح مثلین والوں کا قول بھی پختہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ جہاں تک دلائل کا تعلق ہے وہاں مثلین رائج ہے۔ اور اس پر بہت سے دلائل مل جائیں گے۔ مثلاً ایک یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں پوری مملکت میں ہر شخص کے لئے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جل الظہر اذا کان ظلك مثلك کہ ظہر کی نماز اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ

ایک مثل تک ہو۔ وصلی العصر اذا كان ظلك مثلك اور عصر اس وقت ادا کرو جبکہ تمہارا سایہ دو مثل تک پہنچے۔ اس سے صراحتاً صاف معلوم ہو گیا کہ جب سایہ مثلین ہو جائے تو عصر کی نماز پڑھو۔ یعنی عصر کا وقت اب شروع ہوا ہے۔ اور ظہر کا وقت اب ختم ہوا ہے اور یہ اعلان صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا کسی نے نکیر نہیں کی۔ گویا کہ اجماع سکوتی ہو گیا۔ تو اگر مثلین تک وقت ظہر نہ ہوتا تو گویا حضرت عمرؓ نے سب کو قضا نمازیں پڑھوائیں۔ صلی بالمدينة سبعا وثمانیا حضور اکرم ﷺ نے یہ جمع مدینہ کے اندر فرمایا ہے۔ حنابلہ اور بعض علما نے یہ عذر پیش کیا کہ یہ جمع بارش کی وجہ سے تھا لیکن جمہور کے نزدیک جمع مطو کوئی چیز نہیں۔ اب یہ کہ پھر یہ جمع کیوں ہوئی۔ تو امام بخاریؒ نے متلادیا کہ بھائی یہاں جمع حقیقی نہیں تھی۔ بلکہ ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے نماز پڑھی گئی تھی۔ تو گویا اس جگہ جمع صوری مراد ہے۔ اب حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ جب یہاں جمع صوری مراد ہے کہ اگر ہم سفر کے اندر جمع صوری مراد لیں تو کیا تعذر ہے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب کے اندر رد عوی کیا ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی حدیث ایسی ذکر نہیں کی جو کسی نہ کسی کا معمول بھانہ ہو سوائے دو حدیثوں کے جن پر کسی کا عمل نہیں۔ ایک تو یہی حدیث باب ہے دوسری وہ حدیث ہے جس میں آپؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص چوتھی مرتبہ شراب پی لے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں حدیثوں پر بھی حنفیہ کا عمل ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں نے اس سے جمع صوری مراد لی ہے۔ اور دوسری حدیث سے سیاق قتل کرنا مراد لیا ہے۔ لہذا اب یہ دونوں حدیثیں ہماری معمول بھانہ ہو گئیں۔

ترجمہ۔ عصر کی نماز کا وقت کون سا ہے

باب وَقْتُ الْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز ایسے وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ابھی ان کے حجرہ سے نہیں نکلی تھی۔

حدیث (۵۱۲) حَدَّثَنَا أَبُو آدِيمٍ بْنُ الْمُنْذِرِ النَّخَعِيُّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وَالشَّمْسُ لَمْ تَخْرُجْ مِنْ حُجْرَتِهَا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ جملہ احتاف کی دلیل ہے یا غیر احتاف کی امام طحاویؒ نے اس کو تاخیر عصر کے مسئلہ پر احتاف کی دلیل قرار دیا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ دونوں کا احتمال ہے۔ اس لئے کہ اگر حجرہ کی دیوار چھوٹی اور صحن چوڑا ہو تو یہ تاخیر کی دلیل بن جائے گی۔ اگر دیواریں لمبی ہوں اور صحن چھوٹا ہو تو تعجیل کی دلیل بن جائے گی۔ کیونکہ پہلی صورت میں دھوپ دیر تک باقی رہے گی۔ اور دوسری صورت میں دھوپ جلدی چلی جائے گی۔ مگر حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ میں حضرت ام سلمہؓ کے گھر جایا کرتا تھا اور ہاتھ اٹھاتا تو وہ جھمت سے جا لگتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دیواریں قد آدم تھیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صحن بالکل ذرا سا تو ہو گا نہیں۔ اس میں غسل کی جگہ بھی ہو گی۔ گرمی میں لیٹنے کی اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہو گی۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب

حدیث (۵۱۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ دھوپ انکے حجرہ میں تھی یعنی سایہ ان کے حجرہ سے ظاہر نہیں ہوا تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عصر کی نماز اس حال میں ادا فرماتے تھے کہ دھوپ ابھی میرے حجرہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ اور سایہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا تھا۔ اور امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ دھوپ سورج ظاہر ہونے سے پہلے پہلے پڑھتے تھے۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ فِي حُجْرَتِهَا لَمْ يَظْهَرِ الْفَيْ مِنْ حُجْرَتِهَا.....

حدیث (۵۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّعْمَانِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي صَلَاةَ الْعَصْرِ وَالشَّمْسُ طَالِعَةً فِي حُجْرَتِي وَلَمْ يَظْهَرِ الْفَيْ بَعْدُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ مَالِكٌ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ وَشُعَيْبٌ وَابْنُ أَبِي حَفْصَةَ وَالشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ تَظْهَرَ الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ والشمس قبل ان تظہر اس جملہ۔ اور جملہ والشمس طالعة فی حجرتی کے اندر کوئی تضاد نہیں۔ اس لئے کہ طلوع کے لئے عدم ظہور لازم ہے۔ جب تک حجرے کے اندر دھوپ رہے گی دیواروں پر نہ جائے گی۔ امام حاری کا مقصد بھی اس جملہ کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ کرتا ہے نہ کہ کسی تضاد کی طرف۔

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو ذر اسلمیؓ کے پاس پہنچے تو میرے باپ نے ان سے کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا ظہر کی وہ نماز جسے تم لوگ لوٹی کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج ڈھل جاتا تھا۔ اور عصر پڑھ کر ہمارا ایک آدمی مدینہ کی انتہائی آخر میں اپنے گھر واپس آ جاتا تھا۔ اور سورج ابھی زندہ یعنی روشن ہوتا تھا۔ مغرب کے بارے میں میں بھول گیا کہ انہوں نے کیا فرمایا۔ اور عشا کی وہ نماز جسے تم لوگ عتمہ کہتے ہو اس میں آپؐ تاخیر کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس نماز سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور فجر کی نماز پڑھ کر ہر شخص اس وقت واپس ہوتا تھا جبکہ آدمی اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ ساتھ سے سو آیات پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ أَنَا وَابْنُ بُرْزَةَ الْأَسْلَمِيُّ فَقَالَ لَهُ ابْنُ كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ فَقَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَذْخُصُ الشَّمْسُ وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدَنَا إِلَى رَجُلِهِ فِي الْقَضَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُونَهَا الْعَتَمَةَ وَكَانَ يَكْرَهُ التَّوَمَّ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا وَكَانَ يَنْفَعِلُ مِنْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ بِالسِّتِينَ إِلَى الْمِائَةِ الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بکروہ النوم قبلہا الخ تاکہ فجر اور تہجد فوت نہ ہو جائے۔ یا یہ باتیں کرنا اہل جاہلیہ کی عادتوں میں

سے ہے یا اس لئے کہ صحیفہ کا عمل کا خاتمہ عبادت پر ہو۔ کان یتغفل من صلوة النداء الخ حضور اکرم ﷺ اس وجہ سے اندھیرے میں صبح کی نماز ادا فرماتے تھے کیونکہ انصار کھیتی پیشہ تھے۔ اور زراعت پیشہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں کہ سویرے سویرے اپنے باغات میں پہنچ جایا کریں۔ اس طرح انصار یہ بھی چاہتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز بھی پڑھا کریں۔ اسلئے حضور اکرم ﷺ ان کی رعایت میں نماز کو مقدم فرماتے تھے۔ اور غلّس میں پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح عصر کی نماز تقدیم کے ساتھ ادا کرتے تھے تاکہ اہل عوالیٰ نومت نومت مدینہ میں آتے تھے۔ وہ سویرے سے اپنے گھروں کو پہنچ جایا کریں اور عشا تاخیر سے ادا فرماتے تھے اسلئے کہ اہل زراعت دیر میں آتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم عصر کی

نماز پڑھتے تھے اس کے بعد جب کوئی انسان ہو عمرو بن عوفؓ میں جاتا تو وہ ابھی عصر پڑھ رہے ہوتے تھے۔

حدیث (۵۱۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ الْخ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَخْرُجُ الْإِنْسَانُ إِلَى بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ لِيَجِدَهُمْ يُكَلِّمُونَ الْعَصْرَ.....

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے

حضرت ابو امامہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہم نے حضرت خلیفہ راشد عمر بن عبدالعزیزؓ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی فراغت کے بعد وہاں سے نکل کر ہم لوگ حضرت انس بن مالکؓ کے پاس پہنچے تو ہم نے انہیں عصر کی نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ تو میں نے کہا اے چچا جان! یہ کون سی نماز ہے جو ابھی آپ نے پڑھی ہے۔ فرمایا یہ عصر کی نماز ہے۔ اور یہی نماز ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ پڑھا کرتے تھے۔

حدیث (۵۱۷) حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ الْخ سَمِعْتُ

أَبَا أُمَامَةَ يَقُولُ صَلَّيْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ الظُّهْرَ ثُمَّ خَرَجْنَا حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَوَجَدْنَاهُ يُصَلِّي الْعَصْرَ فَقُلْتُ يَا عَمَّ مَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الَّتِي صَلَّيْتَ قَالَ الْعَصْرُ وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الَّتِي كُنَّا نُصَلِّي مَعَهُ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وجدناہ یصلی العصر حضرت انس بن مالکؓ نے حضور اکرم ﷺ کا اتباع فرمایا۔ حنفیہ کہتے ہیں

کہ یہ تقدیم عوارض کی وجہ سے تھی۔ جیسا کہ ابھی گذرا اور جب یہ عوارض نہیں رہے تو تقدیم بھی نہ رہی۔ اس سلسلہ میں احنافؒ نے بہت سے دلائل پیش فرمائے ہیں۔ صاحب ہدایہ فنی تلویٰ والی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ اور علامہ عینیؒ نے دوسری روایت سے استدلال کیا ہے۔ اور میرا استدلال حضرت عمرؓ کے قول سے ہے کہ انہوں نے اپنے عمال کو لکھا تھا صلی العصر اذا كان ظلك مثلياً۔ تو اگر ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم ہو جاتا ہے تو گویا کہ حضرت عمرؓ نے سارے ہی لوگوں کو اپنے زمانہ خلافت میں قضا نماز پڑھوائی۔

حالانکہ یہ بمحض الصبحاہ ہوا ہے۔ اور کسی سے اس پر نکیر معقول نہیں ہے۔ باوجودیکہ صحابہ کرام ایک چادر پر حضرت عمرؓ نے اسمعوا واطیعوا کے جواب میں انہیں یہ کہہ سکتے ہیں لا نسمع ولا نطیع۔ نہ ہم سنیں گے اور نہ کہنا میں گے۔ تو نماز جیسی مہتمم بالشان فریضہ کے بارے میں یہ حضرات انکار نہ کریں یہ تو بہت عجیب ہے اور تعید بات ہے۔ قد عونها العتد۔ چونکہ عشا کا اطلاق مغرب و عشا دونوں پر ہوتا ہے۔ تو مغرب کے ابہام کو دفع کرنے کے لئے یہ جملہ بوحادیہ کہ عشا سے مراد مغرب نہیں۔ بلکہ وہ عشا مراد ہے جس کو تم عتہ کہتے ہو۔ الحدیث بعدھا میں وعظ و نصیحت درس تدریس بیوی وغیرہ سے بات کرنا یہ سب اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یفعل من صلوة الغداة صبح کی نماز بہت اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ اس کے اندر شوافع اور احناف کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک غلص کے اندر اور ہمارے نزدیک اسفار میں۔ لوٹی ہے شوافع کا متدل یہ غلص والی روایات ہیں۔ اور احناف کا متدل اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر والی روایت ہے جس میں اسفار میں نماز پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بخروج الانسان ابی بنی عمر و بن عوف دارقطنی نے اس پر تنقید کی ہے اور اس کو منتقدا ت بخاری سے شار کیا ہے کیونکہ بنو عمر و بن عوف غلط ہے۔ ایسی ہی جس روایت میں قبا کا لفظ آیا ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ اصل لفظ العوالی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم مصر کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے تھے کہ ہم سے جانے والا قبا کی طرف جاتا تھا تو ابھی سورج لو نچا ہوتا تھا۔

حدیث (۵۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي الْعَصْرَ كَمَا يَذْهَبُ الدَّاهِبُ مَتَا إِلَى قَبَاءَ فَيَأْتِيهِمُ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ....

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مجھے انس بن مالکؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ مصر ایسے وقت میں ادا کرتے تھے کہ سورج لو نچا اور روشن ہوتا تھا۔ جانے والا عوالی مدینہ کی طرف جاتا تو وہ ان کے پاس ایسے وقت پہنچتا جبکہ سورج لو نچا ہوتا تھا۔ اور بعض عوالی مدینہ منورہ سے چار میل یا اس کے برابر ہوتے تھے۔

حدیث (۵۱۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ حَتَّى يَذْهَبَ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَأْتِيهِمُ وَالشَّمْسُ مُرْتَفَعَةٌ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَرْبَعَةِ أَمْيَالٍ أَوْ نَحْوِهِ . الحديث

ترجمہ۔ اس شخص کے گناہ کا بیان جس سے عصر کی نماز چوک جائے۔

بابِ اِثْمٍ مَنْ فَاتَتْهُ الْعَصْرُ

حدیث (۵۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الَّذِي كَفَوْتُهُ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَكَأَنَّمَا وَتَرَ أَهْلَهُ وَمَالَهُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَتَرَكُكُمْ وَتَوَتُّ الرِّجُلُ قَتَلَتْ لَهُ قَتِيلًا وَأَخَذَتْ مَالَهُ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص سے عصر کی نماز فوت ہو جائے پس گویا کہ اس کا اہل اور مال ہلاک ہو گیا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں یتروکم وتوت الرجل اس وقت بولتے ہیں جب تو کسی کا آدمی قتل کر دے اور اس کا مال بھی لوٹ لے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ من یتروکم چونکہ حدیث پاک میں وتو اہلہ ومالہ آیا ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے سورۃ محمد کی آیت شریفہ لن یتروکم اعمالکم کی طرف اشارہ فرمادیا کہ وہ بھی اسی معنی میں ہے حدیث وتو اہلہ ومالہ اس لئے فرمایا گیا عموماً نماز عصر ان دونوں چیزوں کی وجہ سے قضا ہوتی ہے۔ فوت ہونے کے معنی ہیں بلا عمد کے چھوٹ جانا۔ اور ترک کے معنی قصد اور عمد اچھوڑنا لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے۔ کہ جب فوت بلا عمد کے ہو تو اس پر اثم کیوں ہے اس کا جواب میرے ذہن میں یہ ہے کہ اثم کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے وتو اہلہ ومالہ کی وعید جو آئی ہے تو یہ تشبیہ دراصل اخروی نقصان کے اندر ہے۔ اگرچہ ظاہر ادنیٰ وی نقصان معلوم ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ جس شخص نے عمد عصر کی نماز نہ پڑھی اس کے گناہ کا بیان۔

باب اِثْمُ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

حدیث (۵۲۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي الْمَلِیحِ قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فَبُئِيَ غَزْوَةٌ فَبُئِيَ يَوْمَ ذِي غَيْمٍ فَقَالَ بُكْرُوْا بِصَلَاةِ الْعَصْرِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حِطَّ عَمَلُهُ

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیحؓ فرماتے ہیں کہ ایک لڑائی میں ہم حضرت بريدہؓ کے ہمراہ تھے ایسے دن میں جو بادل والا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ عصر کی نماز میں جلدی کرو۔ کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے عصر کی نماز جان بوجھ کر چھوڑی تو اس کے عمل باطل ہو جائیں گے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ ترجمہ زائد ہے۔ اسلئے کہ فوات ہر قسم کے فوات کو شامل ہے۔ چاہے وہ فوات عن الجماعة ہو یا فوات عن الوقت المستحب ہو۔ لیکن میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تو جمعین سے ایک لطیف شئی کی طرف اشارہ فرمادیا۔ وہ یہ کہ باب اول کی روایت میں وتو اہلہ ومالہ آیا ہے۔ اور اس باب کی روایت میں فقد حیط عملہ آیا ہے۔ حیط افعال مال و دولت اور اہل و عیال کے چھن جانے سے بہت اشد ہے۔ تو چونکہ دونوں وعیدیں شدید ہیں اور ان میں ایک بہت اشد ہے۔

اور اس کے مقابلہ میں دوسری اہون ہے تو دونوں کے لئے مستقل ترجمہ منعقد فرمادیا۔ نیز! چونکہ اہل و عیال اور مال کے چھن جانے کی وعید اہون تھی اس کے لئے الفوات کا ترجمہ باندھا۔ جس کے اندر عدم اختیار کے معنی غالب ہیں اور حیطہ عمل کی وعید اہم تھی اس پر ترک ترجمہ باندھا جس کے اندر قصد کے معنی پائے جاتے ہیں۔ تو گویا ارشاد فرمادیا کہ مال و اہل کے چھن جانے کی خبر تو اس وقت ہے جبکہ بلا قصد ہو جائے اور اگر قصد سے ہو تو پھر حیطہ عمل تک پہنچ جانے کا خوف ہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ اس میں اختلاف ہے کہ فوت سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں قبل الفوات عن الوقت المستحب۔ وقبل عن الجماعة۔ وقبل عن الوقت کاملاً ناسیاً۔

ترجمہ۔ عصر کی نماز کی فضیلت

باب فضل صلوٰۃ العصر

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپؐ نے ایک رات چاند کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا کہ عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ جس کے دیکھنے میں کوئی بھیڑ بھاڑ کا نہیں کرتے۔ البتہ اگر تم کہتے ہو تو سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے پہلے نماز پڑھنے پر مطلوب نہ ہو جاؤ بلکہ ضرور کرو۔ پھر اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کو عبادت کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔ اسما حیل نے افعلو کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں یہ نماز تم سے چھوٹ نہ جائے۔

حدیث (۵۲۲) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ النَّخَعِيُّ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَنَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةً فَقَالَ إِنَّكُمْ مَسْرُونَ رَبِّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَمَرَ لَا تَضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَقْلُبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا قَرَأَ فَسَبَّحَ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ قَالَ إِنْ سَمِعْتُمْ أَلْعَلُوا لَا تَفَرُّتْكُمْ

تشریح از شیخ ذکریا۔ شرح یہ اشکال کرتے ہیں کہ روایت اور آیت کے اندر عصر اور فجر دونوں کا ذکر ہے۔ پھر عصر کی

تخصیص کی کیا وجہ ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا مطلب ہے باب فضل صلوٰۃ العصر علی سائر الصلوات الا الفجر اور علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ سراہیل تھیکم الحرای والہود کے قبیلہ سے ہے۔ یہاں پر بھی والفجر محذوف ہے۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کہ حضرات کو اشکال کیوں پیش آ رہا ہے۔ کیونکہ فضل فجر کا باب مستقل آ رہا ہے۔ اور یہی روایت وہاں بھی ذکر فرمائی ہے۔ اور یہاں پر صرف صلوٰۃ العصر کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کیونکہ یہاں پر ابو اب العصر چل رہے ہیں۔ اور آگے جب ابو اب الفجر آئیں گے تو فجر کا فضل بتائیں گے انکم مسرون ربکم الل سنت والجماعت کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رویت جنت میں ہو نامہ حق ہے۔

چونکہ اشکال ہوتا ہے کہ ایک ہی وقت میں ساری مخلوق اس کو کیسے دیکھے گی۔ تو بتلادیا کما ترون القمر یعنی جس طرح قمر کی رویت عام ہے اس کی بھی عام ہوگی۔ فسبح بحمد ربك اس آیت شریفہ۔ بخاری حنفی استدلال فرماتے ہیں کہ فجر میں اسفار ہونا چاہیے اس لئے کہ ان کا قاعدہ ہے کہ وہ ایسی روایت لیتے ہیں جو اوفق بالقرون ہو۔ چونکہ قبل طلوع الشمس فرمایا ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہی ہے کہ اسفار میں ہو کیونکہ محاورات میں جب یوں کہتے ہیں کہ مجھے سورج طلوع ہونے سے پہلے ملنا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اندھیرے میں ملنا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے نوبت بوقت تمہارے درمیان آتے ہیں۔ اور صبح اور عصر کی نماز میں جمع ہو جاتے ہیں پھر وہ فرشتے جنہوں نے تمہارے پاس رات گزاری وہ لوہر کو چڑھ جاتے ہیں تو ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان بندوں کو خوب جاننے والا ہے کہ تم میرے بندوں کو کیسے چھوڑ کر آئے تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ جب ہم ان کو چھوڑ کر آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

حدیث (۵۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يَتَعَاقَبُونَ فِيكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ وَصَلَوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَرْجِعُ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي فَيَقُولُونَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ يتعاقبون الخ یہ کون سے ملائکہ ہیں۔ ملائکہ حفظہ ہیں یا ملائکہ کتابین۔ اس میں دونوں قول ہیں جمہور کے نزدیک ان ملائکہ سے کتابین مراد ہیں جو اعمال نامے پر مقرر ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے خاص جماعت فرشتوں کی مراد ہے جو محض جماعت کی نماز میں شرکت کرنے کے لئے نازل ہوتے ہیں۔ وهو اعلم بهم اللہ تعالیٰ اس لئے دریافت فرماتے ہیں کہ آخرت کا معاملہ دنیاوی معاملات کی طرح ہے۔ شاید خفیہ پولیس والے فرشتے سب کچھ وہاں وہی ہوں گے جو دنیاوی عدالتوں میں ہوتے ہیں۔ اور صوفیا نے اس سے تصوف کا ایک مسئلہ مستطہ کیا ہے کہ جب حجامت ہوائے تود وضو کر لے تاکہ بال وغیرہ طہارت کی حالت میں جدا ہوں۔

ترجمہ۔ غروب سے پہلے جس شخص نے عصر کی ایک رکعت پالی اس کا کیا حکم ہے

باب مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

حدیث (۵۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَدْرَكَ أَحَدُكُمْ سَجْدَةً مِنْ صَلَوةِ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَوةَهُ وَإِذَا أَدْرَكَ سَجْدَةً مِنْ صَلَوةِ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَلْيَتِمَّ صَلَوةَهُ الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک عصر کی نماز کا ایک سجدہ سورج غروب ہونے سے پہلے پالے تو وہ اپنی نماز کو پورا کرے۔ اسی طرح جب صبح کی نماز کا ایک سجدہ سورج طلوع ہونے سے پہلے پالے تو اپنی نماز کو پورا کرے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں ادراک صلوٰۃ وعدم ادراک کی بحث نہیں۔ بلکہ باب المواظبت ہے اس میں اختلاف ہے کہ آیا عصر کا وقت غروب تک ہے یا نہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ بعد الاصفوار قبل الغروب عصر کا وقت باقی رہتا ہے۔ چنانچہ امام حارثیؒ بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس بارے میں تین روایات لائے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروب شمس تک باقی رہتا ہے۔ جیسے فجر کا وقت طلوع شمس تک ہے۔ بعض شوافع بعد الاصفوار کے وقت عصر کے قائل نہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سنو احادیث کے الفاظ یہ ہیں من ادرك ركعة من العصر الخ بإجماع امت یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے۔ اس لئے رواۃ نے فلیضعف الیہا اور فلیتمہا جیسے الفاظ کو روایت بالمعنی کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔ اب حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرات نے جو معنی لئے ہیں وہ احادیث نئی کے خلاف ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس کو قضاء پڑے تو ایک رکعت پر اکتفا نہ کرے جس پر وہ قادر تھا۔ بلکہ اس میں دوسری رکعت ملا لے اور پوری نماز پڑھے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ باب الامامة کے متعلق ہے یعنی اگر کوئی امام کے ساتھ شریک ہو اور رکعت چھوٹ گئی ہو تو اس کو پوری پڑھ لے۔ اور یہ سمجھ کر کہ حضور اقدس ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد العصر ہو گیا ایک رکعت پر اکتفا نہ کرے کیونکہ یہ بعد العصر نہیں ہوا۔ اور ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک رکعت امام کے ساتھ مل گئی تو ساری مل گئی۔ لہذا اپنی نماز پوری کرے۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ اور اک وقت پر محمول ہے۔ یعنی اگر حائض طاہر ہوئی۔ یا مصیٰ بالغ ہوا۔ اور بعد الطہارۃ وبعد البلوغ ایک ہی رکعت کا وقت ملا تو یہ سمجھ کر نماز چھوڑ نہ دے کہ مجھے تو صرف ایک رکعت کا وقت ملا نماز ادا نہ کرے یہ غلط ہے۔ میری اس تقریر پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ لیکن اگر یہ تقریر اس طرح کی جائے کہ اس حدیث کا تقاضا تو جواز کا ہے۔ احادیث نئی منع کو چاہتی ہیں۔ لہذا اب ہم قیاس سے ترجیح دیں گے اور قاعدہ یہ ہے کہ محرم کو قبیح پر ترجیح ہوتی ہے تو احادیث نئی کو ترجیح ہوگی۔ تو اس پر اشکال ہوتا ہے کہ تم نے بھی عصر یومہ کو خاص کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو تو قیاس کی طرف رجوع کیا جائے گا اور قیاس عصر کے

جواز کا مقتضی ہے۔ اس لئے کہ وہ ناقص وقت ہونے کی وجہ سے ناقص ہی واجب ہوگی۔ لہذا وقت ناقص میں ادا ہو جائے گی۔ اور فجر نماز کا مکمل واجب ہوئی اور اب وقت ناقص ہے۔ تو کامل ناقص وقت میں کیسے ادا ہوگی۔

حدیث (۵۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ سَمْعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّمَا بَقَاءُكُمْ فِيمَا سَلَفَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ كَمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعَصْرِ إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ أَوْ بَيْنَ أَهْلِ التَّوْرَةِ تِلْكَ التَّوْرَةِ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا فَاغْطَوْا قَيْرَاطًا قَيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا فَعَمِلُوا إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا فَاغْطَوْا قَيْرَاطًا قَيْرَاطًا ثُمَّ أُوْتِيَ الْقُرْآنَ فَعَمِلْنَا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأَعْطَيْنَا قَيْرَاطَيْنِ قَيْرَاطَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ أَيْ رَبَّنَا أَعْطَيْتَ هَؤُلَاءِ قَيْرَاطَيْنِ قَيْرَاطَيْنِ وَأَعْطَيْتَنَا قَيْرَاطًا قَيْرَاطًا وَنَحْنُ كُنَّا أَكْثَرُ عَمَلًا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَا قَالِ وَهُوَ فَضَّلِي أُوْتِيَهُ مِنْ أَشَاءِ الْحَدِيثِ .

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تمہاری نسبت پہلی امتوں کے مقابل میں ایسے ہے جیسے نماز عصر سے غروب شمس کے درمیان کا وقفہ ہے۔ تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے نصف النہار تک اس پر عمل کیا پھر وہ تھک گئے تو ان کو ایک ایک قیراط اجرت دی گئی۔ پھر انجیل والوں کو انجیل ملی تو انہوں نے نماز عصر تک عمل کیا۔ پھر تھک گئے۔ ان کو بھی ایک ایک قیراط اجرت میں دیا گیا۔ پھر ہمیں قرآن مجید ملا ہم نے غروب شمس تک عمل کیا ہمیں دودو قیراط ملے۔ تو دونوں کتاب والوں نے اعتراض کیا۔ کہ اے ہمارے رب آپ نے ان قرآن والوں کو دودو قیراط اجرت دی اور ہمیں ایک ایک قیراط ملا حالانکہ ہمارا عمل ان سے اکثر ہے۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری اجرت میں سے کوئی کمی کی ہے انہوں نے کہا نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرا فضل ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دے دوں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ انما بقائوكم الخ اس میں بقاء تو مجموعہ کے اعتبار سے ہے مگر اجر و ثواب فرد فرد کے اعتبار سے ہے چنانچہ قیراطا قیراطا کا مکرر لانا اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اہل کتاب اور امت محمدیہ کے عمل کا جو وقت بیان کیا گیا ہے اس سے اعمار مراد ہیں۔ کہ امت محمدیہ میں اکثریت کی عمر ۷۲/۷۳ سال ہوگی۔ خلاف اہل کتاب کے کہ ان کی اعمار اکثریت کے اعتبار سے طویل تھیں۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ مثلیں سے غروب شمس تک اور انتصاف النہار سے لے کر مثلیں تک ان میں سے کون سا وقت زیادہ ہے۔ مثلیں کے بعد تو یقیناً وقت تموزار ہے گا۔ مگر جمہور ائمہ پر اشکال ہے کہ مثل تک تو وقت کی اکثریت معلوم نہیں ہوتی۔ تو اس کا جواب یہی ہے کہ زوال کے بعد مثل تک تقریباً تین گھنٹہ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور یہاں نصف النہار فرمایا گیا ہے۔ اور ادھر وقت العصر بھی

نہیں فرمایا گیا بلکہ صلوٰۃ العصر فرمایا گیا ہے۔ تو اس وقت بھی صلوٰۃ العصر سے غروب الشمس تک کا وقت یقیناً تھوڑا ہو گا۔ لیکن امام اعظمؒ کے قول کے مطابق یہ تکلف نہیں کرنا پڑتا کیونکہ ان کے یہاں عصر کا وقت مثلین کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور غروب شمس تک دونوں کے مقابل میں یقیناً وقت قلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحن اکثر عملاً یہ دلیل ہے کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنی چاہیے ورنہ اکثر عملاً نہ ہو گا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمانوں یہود اور نصاریٰ کا حال ایسا ہے جیسے کہ کسی شخص نے کچھ لوگوں کو ایک کام کیلئے رات تک اجرت پر اجیر رکھا۔ وہ دوپہر تک کام کرتے رہے پھر کہنے لگے اب تو ہمیں تیری اجرت کی ضرورت نہیں ہے اس نے کچھ اور لوگ اجرت پر رکھے کہ تم لوگ دن کے باقی حصہ میں کام مکمل کر دو تو تمہیں وہی اجرت ملے گی جو میں نے مقرر کی ہے۔ انہوں نے کچھ وقت تک کام کیا یہاں تک کہ جب عصر کی نماز کا وقت ہوا تو کہنے لگے بس ہمارا تو وہی عمل آپ کے لئے ہے جو ہم کر چکے۔ پھر اس نے کچھ اور لوگ مزدوری پر لئے۔ انہوں نے

حدیث (۵۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو مُجْرِبٍ الْخ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَثَلُ الْمُسْلِمِينَ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ فَقَالُوا لَا حَاجَةَ لَنَا إِلَى أَجْرِكَ فَاسْتَأْجَرُوا آخَرِينَ فَقَالَ اكْمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِكُمْ وَلَكُمْ الْدَيُّ شَرَطْتُ فَعَمِلُوا حَتَّى إِذَا كَانَ رَحِينَ صَلَوةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمَلْنَا فَاسْتَأْجَرُوا قَوْمًا فَعَمِلُوا بَقِيَّةَ يَوْمِهِمْ حَتَّى غَابَتِ الشَّمْسُ فَاسْتَغْمَلُوا أَجْرَ الْفَرِيقَيْنِ . الحديث

دن کے باقی حصہ میں عمل کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا تو انہوں نے دونوں گروہوں کی اجرت کو سمیٹ لیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقالوا لا حاجة لنا الى اجرِكَ الخ علماء کی رائے ہے کہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق

ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ روایت سہابہ کے اندر عجز و آیا ہے۔ اور اس روایت میں فقالوا لا حاجة لنا الى اجرِكَ کہہ دیا۔ مثلاً نے دونوں کے درمیان جمع اس طرح کر دیا کہ اول میں ان کے صلحا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں ان کے برے لوگوں کا ذکر ہے۔

ترجمہ۔ مغرب کی نماز کا وقت۔ حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کہ مریض آدمی مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع کر سکتا ہے۔

باب وَقْتُ الْمَغْرِبِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْمَرِيضُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ! ---

ترجمہ۔ حضرت رافع بن خدیجؒ فرماتے ہیں کہ

حدیث (۵۲۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَهْرَانَ الْخ

کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا کرتے تھے جب ہم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہو کر واپس آتا تو وہ تیروں کے پڑنے کی جگہ کو دیکھتا تھا۔

قَالَ سَمِعْتُ رَافِعَ ابْنَ خَدِيجٍ يَقُولُ كُنَّا نَصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَيَنْصَرِفُ أَحَدُنَا وَآلَهُ لِيَبْصُرَ مَوَاقِعَ نَبَلِهِ . الْحَدِيث

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عطا کے قول میں وقت مغرب کا کہیں ذکر نہیں تو پھر اسے یہاں ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ تو کہا جائے گا کہ وقت مغرب میں اختلاف ہے۔ امام شافعی کا قول جدید اور امام مالک کے قول کے یہاں وقت میں تنگی ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک وقت مغرب شفق تک رہتا ہے۔ مصنف بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ روایت ایسی لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جمع صوری بین المغرب والعشاء جائز ہے۔ اگر مغرب کا وقت مضیق ہو تا تو پھر یہ جمع صوری نہ ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام شافعی کے مشہور قول پر مغرب کا وقت اتنا ہے کہ تین رکعات یا پانچ رکعات یعنی تین فرض اور دو سنتیں پڑھ سکے۔ اور جمہور کے نزدیک مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے اور غروب شفق کے بعد معاہدا کا وقت شروع ہو جاتا ہے حضرت امام بخاری اس باب سے امام شافعی کے مشہور قول پر رد فرما رہے ہیں۔ کہ جناب حضرت عطاء بن ابی رباحؓ نے مغرب اور عشا کو جمع فرمایا اگر مغرب کا وقت صرف تین رکعات یا پانچ رکعات کے مقدار ہو تا تو جمع کیسے ہو جاتا۔ اس لئے کہ جمع صوری وقت موسع میں ہو سکتا ہے۔ شفق کا جھگڑا کہ وہ حرہ ہے یا یاہض حضرت امام بخاری کی شرط کے مطابق نہ تھا جیسے مثل اور مثلیں اس لئے اس سے تعرض نہیں فرمایا کنا نصلی المغرب مغرب کے بعد نبل زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ تک نظر آسکتے ہیں۔ اور یہ حضرات اپنے گھروں کو آتے تھے پھر مواقع نبل دیکھتے تھے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ حضرات بڑے سریع الیسر تھے۔ اب عصر کی نماز میں خود سمجھ لو کہ۔ اگر وہ حضرات اپنے گھروں کو سورج زرد ہونے سے پہلے پہنچ جاتے ہوں تو کیا بعید ہے۔ رہ گئی حضرت انسؓ کی وہ روایت جس میں آتا ہے کہ کنا نصلی العصر ثم یخرج الانسان الی بنی عمر و بن عوف الخ تو یہ ہم پر وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ لوگ پندرہ منٹ بعد پڑھتے ہوں اور حضور اقدس ﷺ کو ان کے اس طرح پڑھنے کا علم نہ ہوا ہو۔ اس لئے آپؐ نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر فرماتے ہیں کہ جب حجاج ثقیفی آیا تو ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے لوقات نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سخت گرمی کے وقت ظہر کی نماز پڑھتے تھے اور عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ سورج خوب صاف اور خالص ہوتا تھا اس میں

حدیث (۵۲۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الخ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ وَابْنِ الْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَدِمَ الْحَجَّاجُ فَسَأَلَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ نَفِثَةً وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجَبَتْ وَالْعِشَاءُ

اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں تھا۔ اور مغرب اس وقت پڑھتے تھے جب سورج غروب ہو جاتا اور عشاء کو کبھی دیر سے اور کبھی جلدی پڑھتے تھے جب دیکھتے تھے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی بغلّس . الحدیث کرتے اور جب دیکھتے کہ لوگوں نے دیر کر دی ہے تو نماز پیچھے کر دیتے اور صبح کی نماز کو محلبہ کراٹم یا جناب نبی اکرم ﷺ خوب اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قدم الحجاج چونکہ امر ابوامیہ نماز تاخیر سے پڑھا کرتے تھے اس لئے جب حجاج آیا تو انہوں نے حضرت جلد سے صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا تاکہ اس امیر کو نصیحت ہو۔ والمغرب اذا وجبت اس کے اندر کوئی اختلاف نہیں کہ مغرب کا وقت غروب شمس کے فوراً بعد شروع ہو جاتا ہے۔ والعشاء احیا ناو احیا نا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کبھی نماز عشاء جلدی سے پڑھتے اور کبھی دیر سے ادا فرماتے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات انصار زراعت پیشہ تھے اور مہاجرین تجارت پیشہ۔ مگر وہ انصار کے مقابل میں کم تھے۔ اور میں نے پہلے بھی بتلایا ہے کہ بہت سی احادیث کا مطلب مشائخ کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔ وہ اس بنا پر کہ مشائخ کے خدام چاہتے ہیں کہ اپنے شیخ اور حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور اس کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ایک بوڑھے میاں ہر جمعہ کو ستر میل اپنے گھر سے گنگوہ اس لئے آتے جاتے تھے تاکہ حضرت گنگوہی کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ سکیں۔ تو پھر یہ محلبہ کراٹم کیوں نہ چاہتے ہوں گے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہر نماز ادا کریں۔ اور ان زراعت پیشہ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ بہت سویرے اپنے کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ تو حضرات انصار کھیتی کے لئے سویرے جایا کرتے تھے۔ ان کی خواہش آپ کے پیچھے نماز ادا کرنے کی بھی ہو کرتی تھی۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ ان کی خاطر فجر کی نماز غلّس اندھیرے میں پڑھا کرتے تھے۔ تو یہ ایک عارض کی وجہ سے ہوا۔ اور اصل حکم یعنی فضیلت اسفار ان کی ہم کو ترغیب دی فرمایا اذا اسفرتم فهو اعظم لاجو کم یعنی جب تم اسفار کرو گے تو یہ تمہارے اجر کی عظمت کا باعث ہوگا۔ اگر عشاء میں جلدی جمع ہو جاتے تو جلدی نماز پڑھا دیتے۔ اور جب دیر سے جمع ہوتے تو دیر سے پڑھاتے خلاف صبح کے وقت کے کہ اس میں سب جمع ہو جاتے تھے۔ اس لئے غلّس میں پڑھا دیا کرتے۔ والصبح اذا کانوا او کان النبی الخ اس جملہ کے اندر دو لفظ ہیں۔ کانوا اور کان ان میں اول کی خبر تو مفقود ہے۔ اور ثانی کی خبر بصلیہا فی غلّس ہے۔ اب اس میں اختلاف ہو گیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ اول کی خبر کہاں ہے۔ اور اصل عبارت کیا ہے۔ انہی امور کی وجہ سے شرح کے نزدیک بوا معرکہ الاراء رہا ہے۔ اگرچہ مشہور شرح علامہ عینی حافظ کرمانی وغیرہ نے تو اسے بہت سہل کر دیا کہ یہ لوشک رلوی ہے۔ کہ آیا استاذ نے والصبح کانوا یصلونها بغلّس کہا تھا۔ یا والصبح کان النبی ﷺ بعلیہا بغلّس کہا تھا۔ دراصل ان دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ حضرات محلبہ کراٹم اور حضور اکرم ﷺ صبح کی نماز ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ تو جب حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھی تو محلبہ کراٹم نے بھی پڑھی اور جب محلبہ نے

پڑھی تو حضور اکرم ﷺ نے بھی پڑھی۔ اور اگر لفظ کا نوا ہو تو یصلیہا سے اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ کان النبی ﷺ کی وجہ سے فرمادیا۔ اگر یہ نہ ہو تا تو کا نوا یصلو نہا لگتے۔ اور قدام شرح فرماتے ہیں کہ او تنولج کے لئے ہے۔ لکن بطلان فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ والصبح کا نوا مجتمعین او لم یکو نوا مجتمعین یعنی صحابہ کرام جمع ہوتے یا نہ ہوتے۔ کان النبی ﷺ یصلیہا بغلس کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسے اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ تو گویا عشاء کی نماز میں انتظار ہو تا تھا۔ صبح کی نماز میں انتظار نہیں فرماتے تھے۔ چاہے صحابہ جمع ہوں یا نہ ہوں بس غلس میں ہی پڑھ لیا کرتے۔ اور لکن المغیر شرح بخاری بھی اسی کے قریب قریب کہتے ہیں کہ تقدیر عبارت یوں ہے۔ کا نوا مجتمعین او کان النبی ﷺ و حدة یصلیہا بغلس حاصل تو وہی ہے جو لکن بطلان کے کلام کا ہے۔ بس فرق اتنا ہے کہ لکن بطلان نے ساری تقدیری عبارت ایک ہی جگہ نکالی۔ لکن المغیر نے دو جگہ تقدیر مانی۔ ابن التینؒ فرماتے ہیں کہ کان نامہ ہے۔ بعد یصلیہا بغلس مستقل جملہ ہے۔ اس کا مطلب بھی وہی ہوا کہ فجر کی نماز میں انتظار نہیں فرمایا کرتے تھے۔

حدیث (۵۲۹) حَدَّثَنَا الْمُكَلَّمِيُّ بْنُ ابْنِ اِبْرَاهِيمَ الْخ
عَنْ سَلَمَةَ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْمَغْرِبَ
اِذَا تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؒ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب سورج پردے میں چھپ جاتا تھا۔

حدیث (۵۳۰) حَدَّثَنَا اَدَمُ الْخ عَنْ ابْنِ
عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا
جَمِيعًا . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سات رکعتیں اور آٹھ رکعات اکٹھی پڑھا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سبعا جمیعا و ثمانیہ جمیعا تاخیر الظہر کے اندر روایت گزر چکی ہے وہاں اس روایت کو ظہر کی حیثیت سے ذکر فرمایا تھا۔ اور یہاں مغرب کے لحاظ سے ذکر فرمادیا۔ کیونکہ جمع بین المغرب والعشاء اسی وقت ممکن ہے جبکہ مغرب کا وقت الی العشاء۔ ممتد (دراز) ہو۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ
لِلْمَغْرِبِ الْعِشَاءُ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو مغرب کو عشا کہنا مکروہ سمجھتا ہے۔

حدیث (۵۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو مُعْمَرٍ الْخ حَدَّثَنِي
عَبْدُ اللَّهِ الْمُزَنِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا يَغْلِبُكُمْ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ المزنیؒ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دیہاتی لوگ تمہاری مغرب کی

الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَوتِكُمُ الْمَغْرِبِ قَالَ
وَيَقُولُ الْأَعْرَابُ هِيَ الْعِشَاءُ . الْحَدِيثُ ...
نماز کے نام پر غالب نہ آجائیں۔ کیونکہ دیہاتی اسے عشاء کہتے
ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آنحضرت ﷺ نے اگرچہ عشاء کا اطلاق نماز مغرب پر کیا ہے مگر وہ قلیل ہے۔ چنانچہ فرمایا العشاء
ہی العشاء الخ تو کربہ تحریمی نہیں بلکہ کربہ تنزیہی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے لَا يَغْلِبُكُمُ الْأَعْرَابُ یعنی دیہات کے لوگ تم پر غلبہ نہ پا جائیں
جیسے وہ مغرب کو عشاء کہتے ہیں حالانکہ وہ مغرب ہے۔ تم بھی عشاء کہنے لگو۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں اس کا نام مغرب آیا ہے۔ نیز احکام
کے اندر اس عبادہ لازم آئے گا اسی حدیث کا کٹرایہ ہے لَا يَغْلِبُكُمُ الْأَعْرَابُ عَلَى اسْمِ صَلَوتِكُمُ الْعِشَاءَ يَقُولُونَ الْعِشَاءُ الْوَحْيُ الْعِشَاءُ
جیسے اعراب اور اہل باد یہ عشاء کو عتمہ کہتے ہیں۔ تم ان کو دیکھ کر عتمہ نہ کہو۔ بلکہ وہ تو عشاء ہے۔ اور قرآن وحدیث میں اس کا نام عشاء
رکھا گیا ہے۔

ترجمہ۔ جس میں عشاء او عتمہ کا ذکر ہے

باب ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَتَمَةِ

وَمَنْ رَأَاهُ وَاسْمَاعًا وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ
أَثَقَلُ الصَّلَاةُ عَلَى الْمُنَافِقِينَ الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ وَقَالَ
لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالْفَجْرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ
وَالْإِخْتِيَارُ أَنَّ يَقُولُ الْعِشَاءَ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَمِنْ
بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ
كُنَّا تَتَنَاقَبُ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فَأَعْتَمَ بِهَا
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةُ عَمَّتُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعِشَاءِ
وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَائِشَةَ عَمَّتُ النَّبِيَّ ﷺ بِالْعَتَمَةِ
وَقَالَ جَابِرُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْعِشَاءَ وَقَالَ
أَبُو بَرَزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤَخِّرُ الْعِشَاءَ وَقَالَ أَنَسُ
أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ

اور ان لوگوں کے بارے میں جو اسے وسیع سمجھتے ہیں کہ عشاء اور
عتمہ دونوں لفظ کے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ جناب
نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ منافقین پر تو نمازوں
میں سے زیادہ گراں عشاء اور فجر کی نماز ہے اور فرمایا کہ کاش ان کو
اس ثواب کا علم ہو تا جو عتمہ اور فجر میں ہے۔ حضرت ابو موسیٰ
اشعریؓ سے مذکور ہے کہ نماز عشاء کے وقت ہم جناب نبی اکرم
ﷺ کی خدمت میں نومت، بومت آتے تھے اور حضور اکرم ﷺ
اس میں تاخیر فرماتے تھے کہ اسکو خوب اندھیرے میں ادا کرتے
اور حضرت امام حارّیؒ فرماتے ہیں کہ اختیار ہے عتمہ کی جائے
عشاء کیونکہ قرآن مجید میں بعد صَلَاةِ الْعِشَاءِ کے الفاظ مراد
ہوئے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ فرماتے ہیں
کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز کو دیر سے پڑھا۔

وَأَبُو أَيُّوبَ وَابْنُ عَبَّاسٍ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ.....

اور بعض لوگ حضرت عائشہؓ سے یوں نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عتمہ کو دیر سے پڑھا۔ اور حضرت جابرؓ فرماتے

ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عشاء کو مؤخر کرتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عشا آخری کو مؤخر فرمایا۔ اور ابن عمرؓ و ابو یوبؓ نے اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی۔ وہ نماز جس کو لوگ عتمہ پکارتے ہیں۔ نماز سے فراغت کے بعد ہمارے سامنے تشریف لائے فرمایا مجھے آج کی رات تم دکھائے گئے ہو۔ آج روئے زمین پر جو لوگ موجود ہیں سو سال کے اختتام پر ان میں سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔

حدیث (۵۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَبِي الْخُبَيْرِ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّى لِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِي يَدْعُونَ النَّاسَ الْعَتَمَةَ لَمْ أَنْصَرَفْ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ لَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ مَتْنُهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ. الحديث....

تشریح از شیخ مدنی۔ بعض اہل ظاہر نے کہا کہ عشاء پر عتمہ کا اطلاق کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کراہت تحریمی نہیں بلکہ کراہت تنزیہی ہے۔ کیونکہ بعض مرتبہ آپؐ نے خود عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا ہے۔ چنانچہ روایات سے یہ ثابت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک ترجمہ کا پہلا جزو تو صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس پر تو باب باندھ دیا لیکن دوسرا جزو حجت نہ تھا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ عشا کو عتمہ کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے باب ذکر العشاء والعتمہ ذکر فرمادیا۔ اور ساتھ ہی من راہ واسعا فرمادیا۔ یعنی عشاء کو عتمہ کہنا دو وجہ سے صحیح ہے۔ اول یہ کہ مغرب پر عشاء کا اطلاق کرنے میں التباس ہے اور عشا پر عتمہ کا اطلاق کرنے میں کوئی اطلاق نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مغرب کے بارے میں تو کوئی ایسی روایت نہیں جس سے اس پر عشا کا اطلاق جائز معلوم ہو تا ہو۔ خلاف عشا کے کہ کثرت سے روایات میں عشا پر عتمہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ قرآن پاک من بعد صلوة العشاء مذکور ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عشا یہ ہے کہ عشا کے لیکن اگر عتمہ کہے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ یہ مشترک کلام ان دونوں بابوں پر ہو چکا حضرت امام بخاریؒ نے باب ثانی کے اندر بہت سے آثار نقل فرمائے ہیں جن میں بعض سے عتمہ اور بعض سے عشا کا اطلاق معلوم ہوتا ہے اور امام بخاریؒ کا مقصود ان آثار کے نقل کرنے سے یہ بتانا ہے کہ اطلاق عتمہ علی العشاء جائز ہے

کوئی حرج نہیں۔ فان راس مائتہ سنۃ اس پر کلام اپنی جگہ پر آئے گا۔ البتہ اس باب پر ایک اعتراض ہے۔ وہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ امام بخاریؒ جب ترجمہ کے اندر باب من کمرہ الخ کہیں تو اس سے بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ مصنف کی رائے نہیں ہے۔ لوگوں کا مذہب ہے تو اس باب من کمرہ الخ سے معلوم ہوا کہ کرہیہ خود مصنف کے نزدیک نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کے نزدیک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنف نے یہ لفظ بوجہ کر تھوڑی سی گنجائش کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مخالفت مطلق نہیں۔ بلکہ لا یغلبکم سے خود سمجھ رہا ہے کہ مبالغہ کی ممانعت ہے۔ لہذا کبھی کبھی استعمال کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

باب وَقْتُ الْعِشَاءِ إِذَا اجْتَمَعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمع ہو جائیں
یا پیچھے رہ جائیں تو عشاء کا وقت کیا ہے۔

حدیث (۵۳۳) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْخ
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ
عَنْ صَلَوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يُصَلِّي الظُّهْرَ بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرَ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ
وَالْمَغْرِبَ إِذَا وَجِبَتْ وَالْعِشَاءَ إِذَا كَثُرَ النَّاسُ
عَجَلًا وَإِذَا قَلُّوا أَخَّرَ وَالصُّبْحَ بِكَلَسٍ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے
حضرت جابر بن عبد اللہ سے جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے
متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی
نماز سخت گرمی میں پڑھتے تھے۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے
جبکہ ابھی سورج خوب روشن ہو تا اس میں تغیر نہیں آتا تھا اور
مغرب جبکہ سورج ڈوب جاتا۔ اور عشاء میں جب لوگ جمع
ہوتے تھے تو جلدی کرتے اگر تھوڑے ہوتے تو دیر کرتے اور
صبح کو اندھیرے میں پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وقت العشاء الخ امام بخاریؒ اپنے ابواب ترتیب وار ذکر فرما رہے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر مغرب کے
بعد عشاء کی نماز کے متعلق فرما رہے ہیں۔ عشاء کی نماز میں کوئی تحدید نہیں کی۔ بلکہ جب لوگ جمع ہو جائیں اس وقت پڑھادی جائے۔ شرح
حدیث نے اس باب کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اگر عشاء کی نماز جلدی پڑھی جائے تو عشاء۔ اور اگر دیر سے پڑھی
جائے تو اس کو عتمہ کہتے ہیں۔ مصنف نے ان کے قول پر رد فرمایا ہے۔ خواہ مؤخر یا مغل ہو۔ بہر صورت اس کو عشاء کہیں گے۔ میرے
نزدیک اس باب کی غرض ایک دوسری ہے وہ یہ کہ اس باب سے مصنف نے عشاء اور فجر کے درمیان حضور اکرم ﷺ کے معمول میں فرق
بتادیا کہ صبح کے اندر حضور ﷺ غسل میں پڑھ لیتے تھے۔ مگر عشاء کے اندر وقت متعین نہیں تھا کبھی جلدی اور کبھی دیر سے پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ عشاء کی فضیلت کے بیان میں

باب فضل العشاء

حدیث (۵۳۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّحْوِيُّ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يَقُضُوا الْإِسْلَامُ فَلَمْ يَخْرُجْ حَتَّى قَالَ عُمَرُ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ غَيْرِكُمْ.....

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ انہیں حضرت عائشہؓ نے خبر دی وہ فرماتی ہیں ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشا کی نماز میں دیر کر دی۔ اور اسلام کے پھیلنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ تو آپؐ اس وقت تک باہر تشریف نہ لائے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ تب حضور ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور مسجد والوں سے فرمایا کہ روئے زمین میں سوائے تمہارے اس نماز کا اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بعض اشیاء میں فضیلت ذاتی ہوتی ہے۔ اور بعض میں عارضی اور بعض میں دونوں حیثیت سے۔ ویسے تو ہر فرضی نماز میں فضیلت ہے۔ مگر عشا اور فجر میں فضیلت عارضی ہے۔ عشا کے وقت خصوصاً کام کاج کرنے والوں کو نکال کی وجہ سے عشا کی نماز کا بڑا حنا مشقت کا باعث ہوتا ہے اور فجر میں نیند کو چھوڑ کر آنا۔ اس لئے ان میں عارضی فضیلت بھی آگئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مصنفؒ نے باب کے اندر جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے عشاء کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار عشاء کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لہذا باب کے اندر ایک مضاف مقدر ہے۔ باب فضل صلوۃ انتظار صلوۃ العشاء علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بات ہوئی بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ مصنفؒ کا ترجمہ ثابت ہو جائے لہذا تقدیر عبارت یوں ہوگی باب فضل صلوۃ العشاء التي تشرع لها الانتظار یعنی عشاء ایسی افضل نماز ہے کہ اس کے واسطے انتظار کرنا مشروع ہے خلاف اور نمازوں کے۔ کہ ان کے اندر انتظار نہیں ہوتا۔ دونوں شراح کے کہنے کا مطلب ایک ہی ہے مگر میری رائے ان دونوں سے الگ ہے جس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا۔ فقال بائعہ حالخ یہ حضور ﷺ نے تسلی کے واسطے فرمایا کہ تم ایسے لوگ ہو سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کرتا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے وہ ساتھی جو کشتی میں میرے ساتھ آئے تھے ہم بقیع بطحان میں اترے ہوئے تھے۔ اور نبی کریم ﷺ مدینہ میں تھے۔ اور ان میں سے ایک جماعت کے لوگ

حدیث (۵۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ النَّحْوِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كُنْتُ أَنَا وَأَصْحَابِي الَّذِينَ قَدِمُوا مَعِيَ فِي السَّفِينَةِ نُزُولًا فِي بَقِيعِ بَطْحَانَ وَالنَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ فَكَانَ يَتَنَاقَبُ النَّبِيُّ ﷺ

عِنْدَ صَلَوةِ الْعِشَاءِ كُلِّ لَيْلَةٍ فَذَرِكُوا الْقُنَا النَّبِيَّ ﷺ
 اَلَا وَاَصْحَابِي وَكَهْ بَعْضُ الشُّغْلِ فِي بَعْضِ اَمْرِهِ
 فَاَعْتَمَ بِالصَّلَوةِ حَتَّى ابْهَارَ اللَّيْلُ ثُمَّ خَرَجَ النَّبِيُّ
 ﷺ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا قَضَى صَلَوةَهُ قَالَ لِمَنْ حَضَرَهُ
 عَلَي رِسْلِكُمْ اُبَشِّرُوا اِنْ مِنْ نِعْمَةٍ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اِنَّهُ
 لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ اَحَدٌ
 غَيْرَكُمْ لَا يَنْدِرِيْ اَيَّ الْكَلِمَتَيْنِ قَالَ قَالَ اَبُو مُوسَى
 فَوَجَعْنَا فَوَضَعْنِي بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ ..

نبی اکرم ﷺ کے پاس ہر رات عشا کی نماز کے وقت جمع
 ہوجاتے تھے۔ پس ہمیں اور میرے ساتھیوں کو نبی اکرم
 ﷺ کے پاس آنے کا اس وقت اتفاق ہوا جبکہ آپ کو بعض امور
 میں مشغولیت تھی۔ پس آپ نے نماز کو مؤخر کیا یہاں تک کہ
 نصف رات ہو گئی۔ پھر جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے
 اور ان کو نماز پڑھائی۔ پس جب آپ نے نماز پوری کر لی تو آپ
 نے حاضرین سے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی
 نعمتوں میں سے ایک نعمت تم پر یہ ہے کہ لوگوں میں سے کوئی
 بھی ایسا نہیں ہے جو تمہارے سوا اس گھڑی نماز پڑھ رہا ہو یا فرمایا

کہ اس گھڑی تمہارے سوا کسی نے بھی نماز نہیں پڑھی تا معلوم ان دو دھکوں میں سے کون سا کلمہ فرمایا۔ تو حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ
 جو بات ہم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اس سے خوش ہو کر واپس آئے۔

قَدْ مَوَّعْنِي فِي السَّفِينَةِ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات اصحاب الہجرین تھے۔ جسہ کی طرف سے ہجرت کی
 جب مدینہ منورہ میں آئے تو سفینہ کے اندر بیٹھ کر آئے۔ پس احد من الناس الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلوات خمس میں سے
 چار تو ام سہدہ کے اندر بھی پڑھی گئی ہیں۔ فجر حضرت آدمؑ پر۔ اور ظہر حضرت عزیرؑ پر۔ اور عصر حضرت یونسؑ پر۔ اور مغرب کی نماز
 حضرت داؤدؑ پر فرض تھی۔ انبیاء علیہم السلام پر اختلافات ہیں۔ اور عشاء کے متعلق مشہور ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ
 والسلامات پر فرض ہوئی۔ چونکہ امت محمدیہ الفضل الامم ہے۔ لہذا اس کی چیزیں بھی افضل ہوں گی۔ یہی وجہ ہے کہ صوم محرم
 چونکہ سہدہ ام کاروزہ ہے۔ اس لئے اس سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لہذا صلوٰۃ العشاء کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور یہ جو کچھ
 میں نے کہا یہ حضرت شاہ صاحب کے کلام سے بھی مستفاد ہے۔ فضل العشاء کا باب معرکۃ الآراء ہے۔ اس باب سے امام حارثی نے
 دو روایتیں ذکر فرمائی ہیں۔ چونکہ واقعہ ایک ہے اس لئے شرح نے دونوں روایتوں کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ اور پہلی روایت کے اندر
 ما ينتظرها احد من الارضی اور دوسری روایت میں ماصلی هذه الساعة احد غیر کم دونوں کا مکمل اور مطلب ایک ہی نکلا ہے۔
 یعنی تم لوگوں نے ہی اس وقت نماز پڑھی ہے تمہارے علاوہ کسی نے نماز نہیں پڑھی کیونکہ اسلام کا اس وقت تک انشاء نہیں ہوا تھا۔ میرے
 نزدیک یہ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔ اور ہر ایک کا مفہوم الگ الگ ہے۔ اوّل روایت کے اندر ہے کہ ما ينتظرها اس کا مطلب ہے کہ
 تم نے جواب تک انتظار کیا ہے اس کا ثواب تم کو ملے گا۔ کیونکہ اس وقت کسی نے بھی اس نماز کا انتظار نہیں کیا۔ اور دوسری حدیث کے اندر

ماصلی هذه الساعة یعنی یہ تمہاری نماز ہے۔ کسی اور نے ایسے وقت نماز نہیں پڑھی۔ اب اس معنی کے اعتبار سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عشاء کی نماز امت محمدیہ کی خصوصیت میں سے ہے۔ اس سے پہلے کسی امت پر یہ نماز نہیں تھی۔ لیکن اس پر اشکا ل ہوتا ہے کہ جب یہ ہماری نماز ہے تو اہمیت کا تقاضا ہے کہ اس کو جلدی پڑھیں نہ کہ تاخیر سے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عشاء کی نماز کے اندر تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ محیفہ کے اندر وہ اخیر میں آئے گی۔ تو گویا محیفہ کا زیادہ تر حصہ نماز سے ہر ہو گا۔

باب مَا يَكْرَهُ مِنَ النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عشاء سے پہلے نیند کرنا مکروہ ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ عشاء سے پہلے نیند کرنے کو اور اس کے بعد بات کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

حدیث (۵۳۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا

ترجمہ۔ جو شخص مغلوب ہو اس کے لئے عشاء سے پہلے نیند کرنا جائز ہے۔

باب النَّوْمِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غُلِبَ

ترجمہ۔ حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز میں دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر فرمایا کہ حضرت نماز۔ عورتیں اور بچے سو گئے ہیں تو آپؐ باہر تشریف لائے۔ فرمایا اس وقت روئے زمین پر سوائے تمہارے کوئی بھی انتظار نہیں کر رہا۔ اور اس وقت مدینہ کے سوا کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ وہ لوگ عشاء کی نماز شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کے پہلے تیسرے حصہ تک پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو بَرْزَةَ بْنُ سُلَيْمَانَ الْخ عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ الصَّلَاةُ فَأَمَّ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانَ فَخَرَجَ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَحَدٌ غَيْرَكُمْ قَالَ وَلَا يَصَلِّيُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ قَالَ وَكَانُوا يُكَلِّمُونَ فِيمَا بَيْنَ أَنْ يُعِيبَ الشَّفَقُ إِلَى ثَلَاثِ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ باب ما یکرہ من النوم سے قبل العشاء نوم کی ممانعت معلوم ہوتی تھی مگر اس دوسرے باب سے

مصنفؒ نے متا دیا کہ یہ ممانعت ہر ایک کے لئے نہیں۔ اگر کوئی شخص مغلوب النوم ہو اور اسے صلوٰۃ کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو تو قبل العشاء سو سکتا ہے۔ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نوم قبل العشاء کے اندر روایات دونوں طرح کی وارد ہیں۔ نہی کی بھی اور وہ روایات بھی جن سے

نوم قبل العشاء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ روایات نہی خوف فوات پر محمول ہیں۔ اور جن روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے ان کو حضرت امام بخاریؒ جس بین الروایات فرماتے ہیں کہ یہ اس حالت پر محمول ہیں۔ جب کہ نیند کا غلبہ ہو جائے اور یہ صورت ہو جائے کہ جائے دعا کے بعد دعا نکلے۔ اور لعلہ يستغفر فیسب نفسه کی حالت تک پہنچ جائے۔ ما یستظرھا احد من اهل الارض غیر کم اس کا مطلب شراح یہ بتلاتے ہیں۔ اور سارے لوگ عشاء پڑھ کر سو گئے اب صرف تم ہی انتظار کرتے ہو۔ اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارے ساتھ خاص ہے اور اہل ارض دوسری امم جن پر یہ فرض نہیں وہ اس کا انتظار نہیں کرتے۔ قال لا تصلی یومئذ الا بالمدينة یہ راوی کی اپنی رائے ہے اپنے فہم کے مطابق۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ

بن عمرؓ نے ہمیں حدیث بیان کی۔ کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کو مشغولیت کی وجہ سے مؤخر کر دیا یہاں تک ہم سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے بعد ازاں جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے فرمایا روئے زمین پر کوئی شخص تمہارے علاوہ اس نماز کا انتظار نہیں کر رہا۔ چنانچہ ابن عمرؓ اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ عشاء کی نماز کو اس وقت سے آگے کریں یا پیچھے کریں جب ان کو نیند کے غلبہ کا خطرہ نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ اس عشاء سے پہلے سوچے ہوتے تھے۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے کہا کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک رات عشاء کی نماز میں دیر کر دی یہاں تک کہ لوگ سو گئے اور بیدار ہوئے پھر سو گئے اور بیدار ہوئے تو حضرت عمر بن الخطابؓ کھڑے ہو کر فرماتے تھے نماز یا رسول اللہ۔ عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے

حدیث (۵۳۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَدَّادِ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَفَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَفَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرَكُمْ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يُبَالِي أَوَّلَهَا أَوْ آخَرَهَا إِذَا كَانَ لَا يَبْخُشِي أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَفِّهَا وَقَدْ كَانَ يَرُفِدُ قَبْلَهَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قُلْتُ لِعَطَاءٍ فَقَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْلَةً بِالْعِشَاءِ حَتَّى رَفَدَ النَّاسُ وَاسْتَيْقَظُوا وَرَفَدُوا وَاسْتَيْقَظُوا فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَالَ عَطَاءٌ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَعَرَجَ بَيْنَ اللَّهِ ﷻ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ الْآنَ يَقْطُرُ رَأْسُهُ مَاءً وَارِضًا يَدُهُ عَلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِ اشْتَقَى عَلَيَّ أُمِّي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُصَلُّوْهَا هَكَذَا

كَاسْتَعْبَتْ عَطَاءٌ كَيْفَ وَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ
يَدَهُ كَمَا أَنبَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَهُ دَلِيلُ عَطَاءٍ بَيْنَ أَصَابِعِهِ
كَيْفًا مِمَّنْ يُدْبِدُ ثُمَّ وَضَعَ أَطْرَافَ أَصَابِعِهِ عَلَى
كُرْنِ الرَّأْسِ ثُمَّ صَمَّمَهَا بِمِزْهَا كَذَلِكَ عَلَى الرَّأْسِ
حَتَّى مَسَّتْ إِبْهَامَهُ طَرَفَ الْأُذُنِ مِمَّا يَلِي الْوُجْهَ
عَلَى الصَّدْعِ وَنَاحِيَةِ اللَّحْيَةِ لَا يَقْصُرُ وَلَا يَبْطِشُ
إِلَّا كَذَلِكَ وَقَالَ لَوْلَا أَنَا أَشَقَى عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ
أَنْ يَصْلُوا هَكَذَا . الحديث

گویا میں ابھی ان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ آپ کے سر سے پانی کے
قطرے ٹپکتے تھے آپ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھا ہوا تھا۔
فرماتے تھے کہ اگر مجھے اپنی امت پر شاق گذرنے کا خطرہ نہ ہوتا
تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ لیکن جرت فرماتے
ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے تاکید اپو چھا آپ بتائیں کہ
جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر کیسے رکھا تھا
جس طرح حضرت ابن عباسؓ نے آپ کو بتلایا آپ ہمیں بتلائیں
تو حضرت عطاء نے میرے سمجھانے کے لئے اپنی انگلیوں میں
کچھ کشادگی کر دی۔ پھر اپنی انگلیوں کے کناروں کو اپنے سر کی

ایک طرف رکھا پھر ان انگلیوں کو ملا کر اس طرح سر پر سے گزارا یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے نے کان کے اس جانب کو جا کر چھوا جو حصہ
چہرہ کے متصل ہے کن پٹی اور داڑھی کی طرف۔ نہ اس کو نیچوڑتے تھے نہ پکڑتے تھے مگر اس طرح پانی کو بھاڑتے تھے اور فرمایا کہ اگر مجھے
امت پر گراں گذرنے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو اس طرح نماز پڑھنے کا حکم دیتا۔ ان یصلوا ہکذا یعنی تاخیر کر کے۔ تاکہ اخیر اعمال نامہ
میں عبادت لکھی جائے فاستبعت عطاء یعنی تحقیق اور تاکید کے لئے میں نے ان سے سوال کیا۔

باب وَفَتْ الْعِشَاءُ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ وَقَالَ أَبُو بَرْزَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُسْتَحَبُّ تَاخِيرُهَا -

ترجمہ۔ عشا کی نماز کے وقت کے بارے میں کہ وہ آدمی رات
تک ہے۔ حضرت ابو بزرہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم
ﷺ عشاء کی نماز میں دیر کرنے کو پسند کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے عشاء
کی نماز میں آدمی رات تک دیر کر دی پھر نماز پڑھ کر فرمایا کہ
لوگ نماز پڑھ کر سوچے خبردار تم ابھی نماز میں ہو جب تک اس
نماز کا انتظار کر رہے ہو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا اس رات
آپ کی انگوٹھی کی چمک کو میں ابھی دیکھ رہا ہوں۔

حدیث (۵۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ - النع
عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى
نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ لَقَدْ صَلَّى النَّاسُ وَكَاثَرُوا
أَمَّا أَنْكُمْ فَمِنْ صَلَاةٍ مَا أَنْظَرْتُمْوهَا وَزَادَ مِنْ أَبِي مَرْثَمٍ
قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ مَسْعَدٌ
أَنَّا كُنَّا نُنْظَرُ إِلَى وَبَيْضِ خَاتَمِهِ لَيْلِيَةً ...

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ عشاء کی نماز کا وقت صبح صادق تک ہے۔ بعض لوگ نصف لیل تک کہتے ہیں

مصنف کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عشاء کا وقت نصف لیل تک ہے۔ لیکن یہ بات روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔ شرح کی عمدہ توجیہ یہ ہے کہ نصف لیل تک وقت مستحب بتلانا ہے اس کے بعد یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آیا نصف لیل کے بعد عشاء کا وقت باقی رہتا ہے یا نہیں بلکہ مصنف بھی جمہور کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ وقت عشاء کے متعلق بعض فرماتے ہیں ثلث لیل تک بعض کے نزدیک نصف لیل تک اور جمہور علما

آخر لیل صبح صادق تک وقت عشاء کے قائل ہیں۔ میرے نزدیک امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ وقت عشاء نصف لیل تک ہے۔ تو مشاہیر علما کے مسلک سے الگ ہو جائیں گے۔ لہذا بہتر ہے کہ یوں کہا جائے کہ انہوں نے اس باب میں عشاء کا وقت مستحب ذکر فرمایا ہے۔ لیکن میرے نزدیک ان کی یہ مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ان ابواب میں اوائل اور آخر اوقات بتا رہے ہیں۔

ترجمہ۔ فجر کی نماز کی فضیلت اور اس بارے میں

جو حدیث مشہور ہے

باب فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْحَدِيثِ

ترجمہ۔ حضرت جریر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ آپ نے اچانک چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خبردار عنقریب تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو کہ ایک دوسرے پر بھید بھڑکانہ کروں گے۔ پیاری تعالیٰ کے دیکھنے میں کوئی شک و شبہ نہیں کرو گے۔ پس اگر تم کہہ سکتے ہو تو کر لو کہ تم سورج طلوع کرنے سے پہلے کی نماز سے مغلوب نہ ہو جاؤ۔ پھر آیت کریمہ پڑھی کہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے۔ لکن شباب نے زیادہ کیا کہ جریرؓ نے فرمایا حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب اپنے رب کو ظاہر ظہور دیکھو گے کوئی اشتباہ نہیں ہوگا۔

حدیث (۵۴۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ قَالَ لِي جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ نَظَرَ إِلَى الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ فَقَالَ أَمَا إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ هَذَا لَا تَضَامُونَ أَوْ لَا تَضَاهُونَ فِي رُؤُوسِهِمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تَغْلِبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ زَادَ بَنُ شِهَابٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ عَيَانًا . . .

تشریح از شیخ زکریا۔ میں نے یہ بیان کیا ہے کہ مشہور ہے کہ امام بخاریؒ کی کمائی ان کے ابواب کے اندر ہے اس کے اندر

انہوں نے اسرار۔ نکات ودیعت کر رکھے ہیں۔ اول تو ان کے ابواب کا ثبات کرنا مشکل ہے۔ پھر بعض تراجم ایسے معرکہ الآراء ہیں کہ اب تک امام بخاریؒ کی کوئی غرض متعین نہ ہو سکی۔ انہی میں ترجمہ الحلابہ ہے۔ انہی میں قبلہ اهل المشرق والشام ہے۔ انہی ابواب میں سے ایک یہ باب ہے۔ اور یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ باب فضل الفجر کا باب آگے آ رہا ہے۔ لہذا یہاں باب فضل العصر علی سائر الصلوة سوی الفجر کہنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے کہ حافظ بن حجرؒ فرماتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کو سراہیل تقیکم الحر کے قبیل سے ماننے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔ اب یہاں تک تو ٹھیک ہے کہ امام بخاریؒ نے اس سے فضل الفجر ثابت فرمایا مگر آگے جو انہوں نے والحديث بڑھا دیا یہ مشکل بن گیا پتہ نہیں چلتا کہ اس سے امام بخاریؒ کی کیا غرض ہے بعض علماء نے تو کہہ دیا کہ سو کا تب ہے۔ اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ تقدیری عبارت یہ ہو گی۔ باب فضل الفجر و باب الحديث المشهور الوارد فی ذالک علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس طرح ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر اس طرح سے ترجمہ واضح نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو ہر باب میں کہا جاسکتا ہے۔ اور بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ اس باب میں جو روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ اہم ہے۔ کیونکہ اس میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ وهو اہم الاشياء ہے تو گویا فضیلت فجر کو ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ اس حدیث کی فضیلت بھی ثابت فرمادی۔ تو عبارت یوں ہو گی۔ فضل صلوۃ الفجر و فضل الحديث الوارد فی هذا الباب یہ توجیہ یقیناً علامہ عینیؒ کی توجیہ سے اولیٰ اور اوجہ ہے۔ اور یہ میرے والد صاحب کی توجیہ ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اگر حدیث سے مراد حدیث اصطلاحی نہ ہو بلکہ حدیث لغوی بات کرنا کے معنی میں ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ چونکہ ابھی روایت گزری ہے۔ والحديث بعدھا تو اس سے بالکل کراہت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس لفظ کو بڑھا کر اس کے جواز بعد العشاء کی طرف اشارہ فرمادیا۔ ظاہر ہے انکم سترون ربکم یہ بات جو ہوئی ہے وہ بعد العشاء ہوئی ہے اس لئے کہ ضوء قمر نصف لیل کے بعد ہی جا کر پھیلتی ہے۔ اور اس کی روشنی عام ہوتی ہے۔ لیکن تصریح نہیں ملی حضرت اقدس گنگوہیؒ کے ایک شاگرد حضرت مولانا محمد حسن علیؒ ہیں انہوں نے حضرت کی تقریر سے یہ توجیہ بیان کی ہے کہ حدیث سے مراد کلام الناس ہے۔ اور مقصود یہ ہے کہ فجر کے بعد بات کرنا مکروہ ہے۔ بقولہ فسیح بحمد ربک الا یہ کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ وقت تسبیح کا ہے بات چیت کرنے کا وقت نہیں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے یہ دو ٹھنڈی نمازیں پڑھیں یعنی فجر اور عصر۔ دوسری سند سے مثلاً کہا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حدیث (۵۴۱) حَدَّثَنَا هَدْبَةُ بْنُ خَالِدٍ الْخِ
عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّى الْبُزْدَيْنِ دَخَلَ الْجَنَّةَ.....

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب وقت الفجر میں جس قدر روایات ذکر کی گئی ہیں ان سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ فجر کا وقت

کب سے شروع ہوتا ہے۔ اور کب ختم ہوتا ہے۔ بلکہ روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے فلاں وقت میں نماز پڑھی۔ تو اس کی توجیہ

یہ کی جاتی ہے کہ مصنفؒ نے یہاں وقت فجر کو نہیں بتلایا بلکہ یہ بتلانا ہے کہ صلوٰۃ فجر کس وقت پڑھی جاتی تھی۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ فجر کی نماز غلّس میں پڑھتے تھے۔ لیکن احنافؒ فرماتے ہیں کہ اسفار (روشنی) میں پڑھنا افضل ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ قولی روایت ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر فجر کی نماز اسفار (روشنی) میں پڑھو اس لئے کہ یہ اجر کو عظیم کا باعث ہے۔ اور روایات فعلیہ سے جو غلّس میں پڑھنا ثابت ہے تو کہا جائے گا کہ وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ سحر کے بعد چونکہ سب لوگ جمع ہوتے ہیں اس لئے آپؐ نے غلّس میں پڑھ لی۔ یادہ توجیہ جو امام محمدؒ بیان فرماتے ہیں کہ غلّس میں شروع کی اور قرآن طویلہ تھی جس کی وجہ سے نماز اسفار میں ختم ہوئی۔ یا تیسری توجیہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں عورتیں مساجد میں آیا کرتی تھیں۔ اس لئے آپؐ نے غلّس میں نماز پڑھائی۔ امام صاحبؒ اب بھی اس کے قائل ہیں کہ اگر عورتیں جمع ہو جائیں تو پھر غلّس میں پڑھی جائے۔ والا فلا لورچو تھی توجیہ وہ ہے جو مولانا زکریاؒ نے فرمائی کہ زراعت پیشہ حضرات کی رعایت کر کے غلّس میں پڑھی تاکہ وہ کھیتوں کو جاسکیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ من صلی البردین الخ بر دین سے مراد نماز عصر اور فجر مراد ہے۔ فی الروایۃ الاخری اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ ملائکہ اللیل والنهار کے اجتماع کا وقت ہوتا ہے لہذا یہ افضل الاوقات ہوا۔ اور بعض حضرات نے ابوداؤد کی روایت کی وجہ سے جس کے اندر یہ ہے کہ جو شخص ان دونوں پر قناعت کرے وہ اس کیلئے کافی ہے۔ یہ ترجمہ باندھا ہے۔ باب من اکتفی بالبردین لیکن صحیح یہ ہے کہ کفایت نہ ہوگی۔ بلکہ یہ کسی خاص شخص کے بارے میں ہے جیسا کہ امام احمدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے خاص شخص پر حمل فرمایا۔

باب وَقْتُ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے انہیں بیان کیا کہ وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ سحر کرتے تھے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا ان دونوں میں کتنا وقفہ ہوتا تھا۔ فرمایا پچاس یا ساٹھ آیات کی پڑھنے کی مقدار کے برابر ہوتا تھا۔

حدیث (۵۴۲) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَاصِمٍ الْخ أَن زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ حَدَّثَهُ أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ بَيْنَهُمَا قَالَ قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِينَ يُعْنَى آيَةً. الْحَدِيث.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے امام بخاریؒ اول وقت فجر بتلا رہے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور زید بن ثابتؓ نے اکٹھے سحر کھائی

حدیث (۵۴۳) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ

جب سحر سے فارغ ہوئے تو جناب نبی اکرم ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور نماز ادا فرمائی۔ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ سحر سے فارغ ہونے اور نماز میں داخل ہونے کے درمیان کتنا وقفہ ہوتا تھا فرمایا جس قدر آدمی پچاس آیات کی قرأت کرتا ہے

تَسَحَّرَ أَفَلَمْ يَغْمِمْ سَحُورَهُمَا قَامَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى قُلْنَا لِأَنَسٍ كَمْ كَانَ بَيْنَ فَرَاعِهِمَا مِنْ سَحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي الصَّلَاةِ قَالَ قَدَرُ مَا يَقْرَأُ الرَّجُلُ خَمْسِينَ آيَةً ...

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں سحر کھاتا تھا پھر مجھے جلدی ہوتی تھی کہ فجر کی نماز جا کر جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ادا کروں۔

حدیث (۵۴۴) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ الْخِثَمِيُّ سَمِعَ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ يَقُولُ كُنْتُ أَتَسَحَّرُ فِي أَهْلِي ثُمَّ يَكُونُ سُرْعَةً بِي أَنْ أُدْرِكَ صَلَاةَ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. الحديث..

تشریح از شیخ زکریا۔ کنت اتسحر فی اہلی الخ یہ حضرات ایسا کرتے تھے کہ اپنے گھر سے سحری کھا کر حضور اقدس ﷺ کے پاس آتے تاکہ وہاں ایک دو لمحے کھا کر بہت حاصل کر لیں۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ یہاں ادراک صلوٰۃ الفجر مع رسول اللہ کو ذکر فرمایا ہے۔ اپنے گھر سے اس لئے کھا کر چلتے تھے تاکہ آپؐ پر بار نہ ہو۔ اس باب میں امام بخاریؒ نے اول الاوقات کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اور ابواب کے اندر اول الاوقات و آخر الاوقات کو ذکر فرماتے آئے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا اول الاوقات کے اندر نماز پڑھنا رمضان شریف کے ساتھ خاص تھا۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مومن عورتیں فجر کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتی تھیں جبکہ وہ اپنی گرم چادروں کے اندر لپیٹی ہوئی ہوتی تھیں جب نماز پوری کر لیتیں تو اپنے گھروں کو اس حال میں واپس لوٹتی تھیں کہ اندھیرے کی وجہ سے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔

حدیث (۵۴۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخِثَمِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ كُنَّ نِسَاءُ الْمُؤْمِنَاتِ يَشْهَدْنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْفَجْرِ مُتَلَفِعَاتٍ بِمِرْوَطِهِنَّ ثُمَّ يَنْقَلِبْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ حِينَ يَقْضِينَ الصَّلَاةَ لَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ مِنَ الْغُلَسِ. الحديث ...

ترجمہ۔ جس نے فجر کی ایک رکعت پائی اس کا کیا حکم ہے

باب مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رُكْعَةً

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سورج

حدیث (۵۴۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ

طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت کو پالیا اس نے صبح کو حاصل کر لیا اور جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے عصر کو حاصل کر لیا۔

مِنَ الصُّبْحِ رَكْعَةً قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الصُّبْحَ وَمَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ أَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ أَدْرَكَ الْعَصْرَ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ - جیسے اور اوقات کے اندر ان کے اواخر کو بیان فرمایا اسی طرح آخر وقت فجر کو بیان فرمادیا۔

ترجمہ - جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس کا حکم

باب مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

ترجمہ - حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا تو اس نے اس نماز کے حکم کو پالیا۔

حديث (۵۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلَاةِ فَقَدْ أَدْرَكَ الصَّلَاةَ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ - چونکہ کثرت سے روایات کے اندر آیا ہے من ادرك ركعة من العصر فقد ادرك العصر . ومن

ادرك ركعة من الفجر فقد ادرك الفجر - اس سے بظاہر اس حکم اختصاص فجر اور عصر کے ساتھ معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ حکم کوئی دونوں کے ساتھ ہی خاص نہیں ہے۔ بلکہ اور نمازوں کا بھی یہی حکم ہے۔ کہ اگر کوئی اور نمازوں کے اوقات سے صرف بھر ایک رکعت پالے تو پوری نماز فرض ہوگی۔ اور علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ باب اول سے ادراك وقت اور اس باب سے ادراك صلوة مقصود ہے۔ اور جہاں فجر اور عصر کا بیان ہے وہاں تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بعد طلوع وغروب تک نماز کا پڑھنا ممنوع ہے تو کسی کو وہم نہ ہو کہ ممنوع وقت کے اندر شاید وجوب نہ ہوگا۔ اس حدیث کا لفظ من ادرك ركعة من الصلوة ہے لیکن ترجمہ میں اسے تبدیل کر کے من ادرك من الصلوة ركعة کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ کا ذہن تیز ہونے کی بنا پر فوراً ایک حدیث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ تو ترجمہ والے لفظ بھی کی حدیث کے تھے۔ تو اس طرح تبدیلی کر کے متلادیا کہ دونوں روایتوں کے مطلب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ - فجر کی نماز کے بعد کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں

جینک سورج خوب اونچا نہ ہو جائے۔

باب الصَّلَاةُ بَعْدَ الْفَجْرِ

حَتَّى تَرْفَعَ الشَّمْسُ

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ

حديث (۵۴۸) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ عَنْ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِي رَجُلٌ مَرَضِيًّا
وَأَرْضَاهُمْ عِنْدِي عُمَرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى
عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرِقَ الشَّمْسُ
وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ

میرے پاس سے پسندیدہ حضرات نے گواہی دی اور سب سے
زیادہ پسندیدہ میرے نزدیک حضرت عمرؓ ہیں۔ فرمایا کہ جناب
نبی اکرم ﷺ نے صبح کے بعد نماز سے منع فرمایا جب تک کہ
سورج روشن نہ ہو جائے۔ اور عصر کے بعد منع فرمایا جب تک کہ
غروب نہ ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس ترجمہ میں کوئی حکم بیان نہیں فرمایا۔ اور نہ ہی کسی نماز کی تخصیص کی ہے۔ مگر روایات سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعد الفجر ہر قسم کی نماز پڑھنے سے ممانعت بیان کی ہے۔ پہلی روایت بطور وضاحت دلالت کرتی ہے۔ مگر دوسری روایت میں
لا تحروا الخ کے الفاظ ہیں۔ ان سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی قصد کرے یا نہ کرے مگر اسے بہتر نہ جانے تو اس کے لئے اجازت
ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ طلوع اور غروب کے وقت ممانعت ہے اس سے پہلے اور بعد میں ممانعت نہیں ہے۔ حالانکہ پہلی روایت
علی الاطلاق دلالت کرتی ہے۔ تیسری اور چوتھی روایت بھی تخصیص پر دلالت کرتی ہے۔ اور پانچویں روایت میں اطلاق ہے۔ اور ترجمہ
بھی مطلق تھا۔ مگر روایات مختلف ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کا مقصد یہ ہے کہ بعد الفجر صلوٰۃ ذات سبب ہو یا نہ ہو تحری ہو
یا نہ ہو سبب ممنوع ہیں۔ اور یہی امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور امام شافعیؒ صلوٰۃ ذات سبب کو جائز کہتے ہیں۔ مگر مصنفؒ مفہوم مخالف نہیں
لیتے۔ اور منہی عنہا کے بعض افراد کا ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ پہلی روایت سے اطلاق منطوق ہے اور اجازت عند الغروب بطور مفہوم مخالف
کے ہے۔ اور عند التعارض منطوق کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا مصنفؒ بھی اسی منطوق کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور ان چیزوں کو بطور ذکر بعض افراد کے
لایا گیا۔ یا زیادتی قباحت کے لئے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ ممانعت علی الاطلاق ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے امام بخاریؒ نے اوقات مکروہہ کے ابواب ذکر فرمائے ہیں۔ اور تین چار ابواب مسلسل ذکر
کئے ہیں اور ان کا ذکر صرف اوقات منہیہ کے بیان کے واسطے کیا ہے۔ اور اوقات منہیہ میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے
نہی رسول اللہ ﷺ عن الصلوٰۃ عند طلوع الشمس الخ اور دوسری روایات میں تحوی صلوٰۃ کی ممانعت ہے۔ تو پہلی روایت
اطلاق کے درجہ میں ہے۔ خواہ قصد ہو یا نہ ہو۔ اور تحری کا مطلب یہ ہے کہ بالقصد انہی اوقات میں پڑھے۔ اور تیسری روایت ہے نہی
رسول اللہ ﷺ عن الصلوٰۃ بعد الفجر حتی تطلع الشمس الخ ان اختلاف روایات کی وجہ سے چند اختلاف ہو گئے۔

حدیث (۵۴۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ أَحْمَرَ
أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا طلوع شمس اور غروب شمس کے وقت

لَا تَحَرَّوْا بِصَلَوَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا قَالَ
وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
أَذَا طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرَوْا لَصَلَاةٍ حَتَّى
تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَخْرَوْا الصَّلَاةَ
حَتَّى تَغِيبَ

نماز پڑھنے کا قصد نہ کرو اور لمن عمرؓ نے حدیث بیان کی کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز
کو مؤخر کرو یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور جب سورج کا
کنارہ غائب ہو جائے تو نماز کو مؤخر کرو جب تک سورج غروب
نہ ہو جائے۔

حدیث (۵۵۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ
وَعَنْ تَبَسُّتَيْنِ وَعَنْ صَلَوَتَيْنِ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ
بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى
تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اسْتِمَالِ السَّمَاءِ وَعَنِ الْإِحْتِبَاءِ
فِي نَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضَى بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ
وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمَلَامَسَةِ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کی بیع سے منع فرمایا۔ دو قسم کے
لباس سے منع فرمایا۔ اور دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد
نماز سے منع فرمایا جب تک سورج نکل نہ آئے۔ اور عصر کے بعد
منع فرمایا جب تک سورج غروب نہ ہو جائے۔ اور اشمال صما اور
احتباء ایک کپڑے میں ہو۔ اس سے منع فرمایا جس سے اس کا
ننگ اوپر کی طرف ظاہر ہو۔ اور منابذہ اور ملاستہ سے بھی منع
فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ائمہ ثلاثہ نہیں بلکہ دو اماموں امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بلکہ دو اماموں کا لفظ میں نے جان بوجھ کر کہا ہے
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالکؒ ارتفاع الغیس میں جواز صلوٰۃ کے قائل ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اوقات خمسہ کے اندر فرائض مطلقاً جائز
ہیں۔ ادا ہوں یا فضل۔ اور نوافل مطلقاً ناجائز۔ لہذا یہ نبیؐ کی روایات ان حضرات کے نزدیک نوافل پر محمول ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ تھوڑا سا
اختلاف کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ نوافل ذات الاسباب فرائض کی طرح ہیں اور ان کے حکم میں ہیں۔ اس بنا پر اگر کوئی اوقات منہیہ میں
مسجد میں جائے تو تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے۔ میں نے امام مالکؒ کو خارج کیا تھا کیونکہ وہ ارتفاع کے وقت جواز کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ
عمل اہل مدینہ کو لیتے ہیں۔ جیسے امام ابو حنیفہؒ اوفی بالقرون کو لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ بھی تھوڑا سا امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔ وہ یہ کہ
ان کے نزدیک یوم الجمعہ مستثنیٰ ہے اور حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اوقات نبیؐ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو اوقات ثلاثہ یعنی وقت طلوع۔ وقت ارتفاع
اور وقت غروب۔ ان اوقات ثلاثہ میں مطلقاً کسی قسم کی نماز پڑھنی جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اوقات میں قباحت ہے۔ اور دوسرے
بعد الفجر حتی الطلوع وبعد العصر حتی الغروب ان دونوں وقتوں میں نوافل کی ممانعت ہے۔ فرائض جائز ہیں۔ کیونکہ نفس وقت
میں کو خرابی نہیں۔ اب اس کے بعد ائمہ اربعہ اور ظاہریہ میں اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ ائمہ اربعہ آپس کے اختلافات کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

نہی عن التحری کی روایات روایت مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ اور تحری کی تخصیص محض بیان فتح کے لئے فرمادی ہے۔ اور ظاہر یہ کے نزدیک روایت مطلقہ نہی عن التحری کی روایات کی طرف راجع ہیں اگر یہ اختلافات ہمارے ذہن میں رہیں گے تو پھر تم کو بخاری شریف کے تراجم میں مزائے گا۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جس کو جتنا زیادہ اختلاف روایات اور اختلاف ائمہ پر عبور ہو گا اس کو اتنا ہی زیادہ بخاری کے تراجم میں لطف آئے گا۔ اور ان کی باریکیاں ان پر منکشف ہوں گی۔

یہاں امام بخاریؒ نے اپنے ترجمہ سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا اول یہ کہ نبی کی روایات اطلاق پر باقی ہیں۔ تحری کے ساتھ خاص نہیں۔ کیونکہ ترجمہ مطلق رکھا ہے۔ تحری کا اس میں کوئی ذکر نہیں فرمایا۔ اور دوسرے یہ کہ حتی تو رفع الشمس سے اشارہ فرمادیا کہ بعض روایات میں جو حتی تطلع الشمس آیا ہے۔ وہاں طلوع سے مراد ارتفاع الشمس ہے۔ حتی تشرق الشمس گویا معطف نے شرح فرمادی کہ شروق سے مراد ارتفاع ہے۔

حدثنی ناس بہذا اس کو ذکر فرما کر اختلاف الفاظ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ کیونکہ پہلی روایت میں رجال مرضیون اور اس روایت میں ناس کا لفظ آیا ہے۔ نیز! اختلاف سند کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ نہی عن بیعتین یہ دونوں بیوع منع منابذہ اور بیع ملامستہ ہیں یہ زمانہ جاہلیت کی خاص بیوع ہیں۔ منابذہ تو یہ ہے کہ کنکری پھینک کر بیع کرتے تھے اور ملامستہ خاص طور سے چھو دیتے تھے۔ جس سے بیع تام ہو جاتی۔ اس کی تفصیل بیوع جاہلیتہ میں آئے گی وعن بستین ایک اشتہال صماء اور دوسرا احتباء ہے۔ اشتہال صماء تو یہ ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح سے لپیٹے کہ اس میں سے ہاتھ وغیرہ نہ نکل سکیں۔ خوب لپیٹ لے اور احتباء یہ ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھ جائے۔ ملامستہ او منابذہ کو بناذ اور لماس بھی کہتے ہیں۔

ترجمہ۔ سورج ڈوبنے سے پہلے نماز کا قصد نہ کیا جائے۔

باب لَا تَتَحَرَّى الصَّلَاةُ
قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے کوئی بھی طلوع شمس کے وقت نماز پڑھنے کا قصد نہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ صبح کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج چڑھ آئے۔ اور

حدیث (۵۵۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا يَتَحَرَّى أَحَدُكُمْ فَيُصَلِّيَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا عِنْدَ غُرُوبِهَا

حدیث (۵۵۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا صَلَاةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَرُفَعَ الشَّمْسُ

وَلَا صَلَوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيَبَ الشَّمْسُ. الحديث

حدیث (۵۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي نَجْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَأَى الْغُرُوبَ قَالَ إِنَّكُمْ لَتُصَلُّونَ صَلَوةً لَقَدْ صَحَّبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَارَإَيْنَاهُ يُصَلِّيَهَا وَلَقَدْ نَهَى عَنْهُمَا يَعْْنِي التَّرْكَعَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ الحديث

حدیث (۵۵۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صَلَوتَيْنِ بَعْدَ الْغُرُوبِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. الحديث ..

عصر کے بعد کوئی نماز نہیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔

ترجمہ۔ حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ تم نمازیں پڑھتے ہو۔ ہم جناب رسول اللہ کے ساتھ رہے ہیں۔ ہم نے کبھی آپؐ کو وہ دو نمازیں پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپؐ نے ان سے منع فرمایا ہے یعنی عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں سے منع فرمایا۔ فجر کے بعد جب تک سورج طلوع نہ کرے۔ اور عصر کے بعد جب تک سورج ڈوب نہ جائے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ تو یہ تھا مگر یہ ترجمہ محض ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ بقیہ روایات سے یہ چیز ثابت نہیں

ہوتی۔ تو روایات کو ترجمہ الباب سے مطابقت نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ مصنفؒ کا مقصد صرف تحریر سے ممانعت نہیں ہے بلکہ علی الاطلاق ممانعت کرنا ہے۔ خواہ تحریر ہو یا نہ ہو۔ صلوة ذات السبب ہو یا نہ ہو۔ تو یہ ممانعت علی الاطلاق ہوئی۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تحریر ہی کو بتلانا ہے۔ کہ جب تم نماز پڑھو گے تو تحریر کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی فعل نماز کو ایسے وقت میں مت ادا کرو۔ کیونکہ فعل اختیاری قصد سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب بھی نماز پڑھو گے اس وقت تحریر پائی جائے گی۔ اسی بنا پر روایات تحریر اور علی الاطلاق اس افادہ کی وجہ سے سب کو یہاں جمع کر دیا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ باب اول کا جز ہے۔ اور بمنزلہ فصل کے ہے۔ جس کو ایک افادہ کی خاطر لایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ قصد ایسے وقت میں نماز پڑھنا شدید الممانعة ہے اور یہ طریقہ مصنفؒ نے بہت سے مواقع پر اختیار کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر شرح نے کوئی تعرض نہیں فرمایا جہاں مطلقاً ممانعت صلوة بعد الفجر وارد ہے۔ وہیں

بعد العصر کی بھی ممانعت ہے۔ اور جہاں نہی عن التحوی وارد ہے وہاں بھی دونوں کے اندر ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جہاں نہی مطلق ہے وہاں سیاق ایک ہے۔ اور جہاں نہی عن التحوی ہے وہاں بھی دونوں کا سیاق ایک ہے۔ پھر کی بات ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے فجر کے اندر تو مطلق باب باندھا تحریر کا ذکر نہیں فرمایا۔ اور غروب کے اندر تحریر کو ذکر فرمایا۔ اشکال کی وضاحت یوں ہے بعض روایات میں جو ارتفاع شمس وغروب شمس کا ذکر ہے اس کا تعلق فجر وعصر دونوں سے ہے۔ ایسے ہی جن روایات میں تحریر سے ممانعت ہے وہ ممانعت بھی

فجر و عصر دونوں کو شامل ہے۔ تو جب دونوں جگہ یعنی فجر اور عصر کو دونوں فعل شامل ہیں تو پھر امام بخاریؒ نے صلوٰۃ فجر کا باب باندھ کر اس میں تو طلوع کا صیغہ استعمال کیا۔ اور صلوٰۃ عصر کا جو باب باندھا اس میں تحوی کا صیغہ لائے۔ حالانکہ احادیث کے مضمون کا تقاضا ہے کہ سب ایک ہیں۔ لہذا جیسے یہ باب قائم کیا کہ صلوٰۃ بعد الفجر حتیٰ ترفع تو ایسے عصر میں بھی باب باندھتے۔ باب الصلوٰۃ بعد العصر حتیٰ تغرب یا پھر جیسے یہ باب قائم فرمایا کہ باب لا تحوی الصلوٰۃ قبل غروب الشمس ایسے ہی فجر میں باب قائم فرماتے۔ کہ باب لا تحوی الصلوٰۃ قبل طلوع الشمس غرض کہ مصنفؒ نے یہ جدت کیوں اختیار کی۔ مشائخ فرماتے ہیں کہ تفنن عبارت ہے۔ اور میرے والد صاحب تحریر میں فرماتے ہیں کہ باب اوّل سے تو جمہور کے مذہب کی طرف اشارہ ہے فرمایا ہے۔ اور اس باب سے ظاہر یہ کہ مذہب کی طرف۔ گویا کہ دونوں بابوں سے الگ الگ اختلاف علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ مجتہد ہیں اور روایات تحری کی بھی اور مطلقہ بھی دونوں طرح کی وارد ہوئی ہیں۔ اور سیاق برابر ہے۔ مگر فجر میں کوئی روایت معارض موجود نہیں کہ جس سے صلوٰۃ بعد الفجر کا جواز بھی معلوم ہوتا ہو۔ خلاف بعد العصر کے کہ اس میں نہی کے خلاف ایسی روایات موجود ہیں جس سے جواز صلوٰۃ بعد العصر معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایات ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بعد العصر دو رکعت پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو وہاں معارض نہ ہونے کی وجہ سے اطلاق کو اختیار فرمایا۔ اور یہاں معارض ہونے کی وجہ سے تحری کو اختیار فرمایا۔ اور یہ حضرت امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ اور اس میں کوئی بعد نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہیں۔ اور حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں تحری کی روایات اور روایات مطلقہ ذکر فرما کر اشارہ فرمایا کہ روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ جیسا کہ باب سابق میں اس کے برعکس فرمایا ہے۔ کہ تحری کی روایات روایات مطلقہ کی طرف راجع ہیں۔ یہاں ایک مفید اور کار آمد بات سنو ! مؤطا امام مالکؒ کے اندر نہی عن الصلوٰۃ وقت الاستواء کی روایت موجود ہے مگر پھر بھی امام مالکؒ جو از صلوٰۃ وقت الاستواء کے قائل ہیں۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ جہاں کسی امام کا قول کسی روایت کے خلاف ہو تو یوں کہتے ہیں کہ ممکن ہے ان کو وہ روایت نہ پہنچی ہو۔ یہ کہ دینا مطلقاً صحیح نہیں۔ دیکھو یہاں روایت امام مالکؒ کو پہنچی ہے لیکن پھر بھی اس کو چھوڑ دیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ امام کسی وجہ ترجیح کی بنا پر کسی روایت کے خلاف دوسری کو ترجیح دیتا ہے۔ مثلاً ائمہ کے نزدیک وجہ ترجیح مختلف ہیں۔ انہی میں امام مالکؒ کے یہاں عمل اہل مدینہ وجہ ترجیح میں سے ہے۔ چونکہ اہل مدینہ کا عمل اس وقت صلوٰۃ پڑھنے کا تھا اس لئے امام مالکؒ نے اس کو ترجیح دی اور جیسے کہ احناف کے ہاں وجہ ترجیح میں اوفق بالقرآن اور راوی کا افقہ ہوتا ہے۔ اور شوافع کے یہاں سند کا قوی ہونا۔ یا نقاہت رواۃ ہے۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو نماز کو مکروہ نہیں سمجھتا مگر صرف بعد العصر و فجر مکروہ سمجھتا ہے اس کو حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

باب مَنْ لَمْ يَكْرِهْ الصَّلَاةَ
إِلَّا بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ رَوَاهُ عُمَرَوُ ابْنُ
عُمَرَ وَأَبُو سَعِيدٍ وَأَبُو هُرَيْرَةَ

حدیث (۵۵۵) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْخَنِزَنِيُّ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ أَصَلَّى كَمَا رَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ
لَا أَنَّهُمْ أَحَدًا يُصَلُّونَ بِكَلِيلٍ أَوْ نَهَارٍ مَآشَاءَ غَيْرِ أَنْ
لَا تَحْرُوا طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا . الْحَدِيثُ .

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایسے ہی
نماز پڑھوں گا جس طرح میں نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھتے
دیکھا ہے۔ میں کسی کو دن اور رات میں کسی وقت بھی نماز پڑھنے
سے نہیں روکتا۔ جو چاہے پڑھے علاوہ اس کے طلوع شمس اور
غروب شمس کے وقت قصد نہ کرو۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مسلک بھی امام مالکؒ کے مسلک جیسا ہے۔ کہ وہ استواء کے
وقت نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ لیکن جمہور اجازت نہیں دیتے۔ یا مصنفؒ جمہور کی موافقت کرتے ہیں اور شدۃ ممانعت کے لئے
ان روایات کو لائے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ کا مقصد اگر اجازت صلوة عند الاستواء ہے تو پھر روایات نبیؐ سے ان کو مرجوح قرار دیا
جائے گا۔ یا استواء کیباحث بطور مفہوم مخالف کی سمجھی جاتی ہے۔ اور نبی صراحۃً ہے۔ لہذا منطوق کو مفہوم پر ترجیح دی جائے گی۔ دوسرے
حضرت ابن عمرؓ اس روایت کو آپؐ کی طرف مرفوع نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا اپنا فتویٰ اور اپنا قول ہے۔ روایات نبیؐ کی یا تو انہیں اطلاع نہیں
ہوئی۔ یا ان کا مقصد یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے اس کو اس وقت تک لے آؤ۔ بہر حال عند الاستواء کی اجازت معلوم نہیں ہوتی۔ شیخ ذکر کیا کہ
تشریح صفحہ سابقہ پر گزر چکی ہے۔

باب مَا يُصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْفَوَائِتِ وَنَحْوِهَا -

ترجمہ۔ باب اس بارے میں کہ عصر کے بعد
قضا نمازیں اور نفل رواتب پڑھی جاسکتی ہیں۔

وَقَالَ مُكْرِبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَّيَ النَّبِيُّ
ﷺ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكَعَتَيْنِ وَقَالَ شَغَلَنِي نَاسٌ مِنْ
عَبْدِ الْقَيْسِ عَنِ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ ...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ جناب
نبی اکرم ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ
مجھے وفد عبد القیس نے ظہر کے بعد کی دو رکعتوں سے روک دیا تھا
ان کو پڑھ رہا ہوں۔

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ وَاللَّهِ ذَهَبَ بِهِ مَا تَرَكْتُهُمَا حَتَّى
لَقِيَ اللَّهَ وَمَا لَقِيَ اللَّهَ حَتَّى ثَقُلَ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ
يُصَلِّي كَثِيرًا مِنْ صَلَواتِهِ قَاعِدًا تَعْنِي الرَّكَعَتَيْنِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قسم ہے اس
ذات کی جو حضور ﷺ کو لے گیا۔ آپؐ نے ان دو رکعتوں کو
نہیں چھوڑا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے۔ اور وہ اللہ
تعالیٰ سے اس وقت ملاقی نہیں ہوئے جب تک کہ نماز سے

یو جمل نہیں ہوئے۔ (یعنی جب نماز پڑھنا مشکل ہو گیا تو پھر دنیا میں رہنا پسند نہ کیا) اور جناب نبی اکرم ﷺ اکثر نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے یعنی یہ بعد العصر کی دو رکعتیں آپ نبی اکرم ﷺ

بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيهِمَا وَلَا يُصَلِّيهِمَا فِي الْمَسْجِدِ مَخَافَةَ أَنْ يُثْقَلَ عَلَى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُخَفِّفُ عَنْهُمْ . الحديث

ان کو پڑھتے تھے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں امت پر بوجھ نہ ہو جائے۔ اور امت سے تخفیف کو پسند کرتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اے میرے بھانجے! جناب نبی اکرم ﷺ ان دو رکعتوں کو بعد العصر کبھی میرے پاس آکر نہیں چھوڑا۔

حدیث (۵۵۷) حَدَّثَنَا مُسَدُّ بْنُ الْخَلِّ قَالَ قَالَ عَائِشَةُ ابْنُ أُخْتِي مَا تَرَكَ النَّبِيُّ ﷺ السَّجْدَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطُّ.....

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دو رکعات جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا نہ پوشیدہ ہو کر اور نہ ہی کھلم کھلا وہ صبح سے پہلے دو رکعات ہیں اور دو رکعت عصر کے بعد ہیں۔

حدیث (۵۵۸) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَكْعَتَانِ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْعُهُمَا سِرًّا وَلَا عَلَانِيَةً رَكْعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكْعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت اسود اور مسروقؓ دونوں کو حضرت عائشہؓ پر گواہی دیتے دیکھا کہ وہ فرماتی تھیں کہ جس دن بھی عصر کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لاتے تھے تو دو رکعت ضرور پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُرْوََةَ الْخَلِّ قَالَ رَأَيْتُ الْأَسْوَدَ وَمَسْرُوقًا شَهِدَا عَلَى عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَأْتِينِي فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابھی میں نے بیان کیا تھا کہ اوقات منہیہ پانچ ہیں۔ ان کے درمیان ائمہ ثلاثہ کے درمیان کوئی فرق

نہیں ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں تفریق ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سے اشارہ فرمادیا کہ نبی نوافل پر محمول ہے۔ اور فوات جائز ہیں۔ مگر امام بخاریؒ نے ونحوہا بڑھادیا۔ جس کی وجہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کس کے قائل ہیں۔ شوافعؒ تو ونحوہا کا مطلب یہ قرار دیتے ہیں کہ اس سے ذوات الاسباب۔ وتحتیہ المسجد۔ صلوة الکسوف۔ سجده تلاوت وغیرہا مراد ہے۔ کیونکہ وہ ان کے یہاں ان اوقات میں پڑھی جائیں گی۔ اور حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ جب ذوات الاسباب نوافل ہیں تو وہ فوات کی مثل کیسے ہو سکتی ہیں۔ اس لئے

و نہیوہا سے وہ نمازیں مراد ہیں جو فرائض کے مثل ہیں۔ جیسے صلوٰۃ جنازہ۔ سجدہ تلاوت وغیرہ شنلی ناس یہ ابتداء ہوئی۔ لم یکن رسول اللہ ﷺ یدعہما سرا ولا علانیہ اس سے مراد یہ ہے کہ گھر میں یعنی اہل خانہ سے حضور اکرم ﷺ انھما نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ ابھی حضرت عائشہؓ کی روایت گزری ہے۔ لا یصلیہا فی المسجد یہ ابتداء ہوئی۔ کہ پھر مدوامت فرمانے لگے۔ عن ام سلمہؓ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے بعد العصر نماز پڑھی مگر صرف ایک مرتبہ پڑھی ہے۔ جبکہ آپؐ کے پاس وفد عبدالقیس آیا۔ اور اس کی وجہ سے ظہر کے بعد والی دور کعتیں پڑھی ہیں۔ اور حضرت عائشہؓ کی اکثر روایات میں یہ طے گا کہ حضور انور ﷺ نے اکثر نماز عصر کے بعد نوافل پڑھی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ بلکہ ام سلمہؓ کے یہاں ایک ہی مرتبہ بطور قضا کے پڑھی ہوگی۔ مگر چونکہ آپؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی کام کو شروع فرماتے تو اس کو پابندی سے فرمایا کرتے تھے تو گویا اس کے بعد آپؐ نے ہمیشہ رکعتیں بعد العصر پڑھی ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ نماز صرف حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ ابو داؤد شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں صراحت کے ساتھ بتلایا گیا کہ حضور اقدس ﷺ نماز عصر کے بعد رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور ہم لوگوں کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اب آگے روایت میں جو اس نماز کے متعلق آ رہا ہے کہ مانتو کہہما اس سے مراد حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ترك فسخ ہے یعنی آپؐ نے بالکلیہ نہیں چھوڑا۔ وہ پانچ وقت جن میں نماز پڑھنا جائز نہیں یہ ہیں بعد الفجر نصف النہار۔ بعد العصر وغروب۔

ترجمہ۔ بادل والے دن نماز پڑھنے میں جلدی کرنی چاہیے

باب التَّكْبِيرُ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمٍ غَيْمٍ

ترجمہ۔ حضرت ابو الملیح فرماتے ہیں کہ ہم لوگ

حدیث (۵۶۰) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْخ

بادل والے دن حضرت مدیدہؓ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا کہ نماز میں جلدی کرو کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص عصر کی نماز کو چھوڑ دیا تو اس کے عمل ضبط اور باطل ہو جائیں گے

قَالَ كُنَّا مَعَ بُرَيْدَةَ فِي يَوْمٍ غَيْمٍ فَقَالَ بَكْرُوْنَا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ عَمَلُهُ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ مطلق ہے۔ حضرت مدیدہؓ بھی اسے ذکر کرتے ہیں کہ مگر دلیل میں ایک خاص چیز ہے

من ترك العصر تو حضرت مدیدہؓ کے قول کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان کے ساتھ ایک فوجی جماعت تھی جن کو بادل چھاجانے کی وجہ سے وہ فرماتے ہیں بکرو ابھذہ الصلوٰۃ مگر یہ توجیہ مصنفؒ کے کلام میں نہیں چل سکتی۔ تو کہا جائے گا اگرچہ من ترك العصر سے خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اس سے عموم مراد ہے۔ اس لئے ضبط عملہ کا محل بقیہ صلوٰۃ پر بھی کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابو کے زمانہ میں نماز کو جلدی پڑھنا چاہیے تاکہ کہیں وقت نہ نکل جائے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ

امام بخاریؒ نے تکبیر کا باب باندھا ہے۔ اور روایت کے اندر حضرت بریدہؓ کا قول ہے جو موقوف ہے۔ تو موقوف سے استدلال ہوا۔ حالانکہ مصنفؒ کا معمول استدلال بالرفوع ہے۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد من ترك العصر عصر کے ساتھ خاص ہے۔ عموم ثابت نہیں ہوتا جو ترجمہ میں ہے۔ ان دونوں اشکال کا ایک ہی جواب ہے وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ کا استدلال بکروا بالصلوة سے ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے ماخوذ ہے۔ اس لئے وہ ایسا ہی ہو گیا۔ جیسے امام بخاریؒ مسئلہ مستحب فرما لیتے ہیں۔ تو جب ائمہ استنباط فرما سکتے ہیں تو صحابہ کا استنباط بھی ہو گا۔ لہذا استدلال مرفوع سے ہوا گو بالواسطہ ہے چونکہ حضرت بریدہؓ نے عصر کی کوئی تخصیص نہیں کی بلکہ مطلقاً بکروا بالصلوة فرمایا لہذا تعمیم صحیح ہے عصر کے ساتھ اختصاص نہ رہا۔

باب الْأَذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ ترجمہ - وقت چلے جانے کے بعد اذان کہنا

ترجمہ۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ چل رہے تھے۔ کہ کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں کچھ دیر کے لئے آپ آرام کرنے دیتے آپؐ نے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ کہیں نماز سے نہ سوجاؤ حضرت بلالؓ نے فرمایا میں تمہیں بیدار کروں گا لوگ لیٹ گئے حضرت بلالؓ نے اپنی پیٹھ سواری کے پالان کے ساتھ لگا دی۔ تو ان کی دونوں آنکھیں اس پر غالب آگئیں۔ یعنی نیند کا غلبہ ہو گیا وہ بھی سو گئے جب جناب نبی اکرم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کا کنارہ نکل چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے بلال وہ تمہارا کہنا کہاں گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایسی نیند مجھ پر کبھی نہیں ڈالی گئی۔ آپؐ نے فرمایا چلو خیر! اللہ تعالیٰ نے جس وقت چاہا تمہاری روحوں کو روکے رکھا اور جب چاہا ان کو تم پر واپس لوٹا دیا۔ اٹھ بلال لوگوں کو نماز کی اطلاع کرو۔ چنانچہ آپؐ نے وضو فرمایا جب اچھی طرح سورج چڑھ آیا اور سفید ہو گیا تو آپؐ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی

حدیث (۵۶۱) حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّحْوِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ لَيْلَةً لَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ لَوْ عَرُسَتْ بَنِيَا رَسُولِ اللَّهِ قَالَ أَخَافُ أَنْ تَنَامُوا عَنِ الصَّلَاةِ قَالَ بِلَالٌ أَنَا أَوْقِظُكُمْ فَأَضْطَجَعُوا وَاسْتَدْبَلَالٌ ظَهَرَهُ إِلَى رَاحِلَتِهِ فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ فَاسْتَيْقِظَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ لَقَالَ يَا بِلَالُ أَيْنَ مَا قُلْتُ قَالَ مَا لَقِيتُ عَلَى نَوْمَةٍ مِثْلَهَا قَطُّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَرْوَاحَكُمْ حِينَ شَاءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِينَ شَاءَ يَا بِلَالُ كُمْ فَاذْنَبَا لِلنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَا فَلَمَّا ارْتَفَعَتِ الشَّمْسُ وَابْيَضَّتْ قَامَ فَصَلَّى

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں بعد ذہاب الوقت سے اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ فاقہ کیلئے

اذان اس وقت کسی جائے جبکہ قضا القضا (یعنی وقت ختم ہونے کے بعد) وقت کے بعد ہی ہو۔ یہ نہیں کہ دس سال بعد قضا کرے تو اذان کے

اور یہی علماء کا مذہب ہے۔ اب اس کے بعد ائمہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اگر جماعت کی نماز فوج ہو جائے اور جماعت سے قضا کرنا چاہے تو کیا اس کے لئے اذان ہوگی۔ حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک ہوگی۔ مالکیہ کے یہاں اذان نہیں ہوگی۔ اور شوافع کے ہاں دونوں قول ہیں۔ اس لئے ناقلین مذہب ان کو کبھی ہمارے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور کبھی مالکیہ کے ساتھ۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اس میں تعجیل (جاہل ماننا) ہوگی۔ اس لئے کہ لوگ کہیں گے کہ یہ بے وقت اذان کیسی ہے۔ اور جمہور کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کے فعل سے استدلال ہے۔ لو عروست بنا الخ لیلۃ التعریس کا واقعہ ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ لیلۃ التعریس ایک مرتبہ ہوئی۔ محققین کی رائے ہے کہ دوسرے مرتبہ ہوئی۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ اس سے بھی زیادہ ہوئی۔ قال بلال انا اوقظکم الخ صوفیاء فرماتے ہیں یللال کی انا کہو۔ پیارو! انانیت سے کہو۔ اور اپنے دلوں سے اس کو بالکل نکال دو۔ اللہ تعالیٰ اصل مقصود ہیں۔ اگر ذلت برداشت کرنے میں ان کی رضا ہے تو یہی عزت ہے۔

لوگ سمجھیں مجھے محروم انا و حاکمین وہ نہ سمجھیں کہ مری بزم کے قابل نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز رہو۔ گو مخلوق کتنا ہی حقیر سمجھے۔ ایسا نہ ہو کہ انانیت کی وجہ سے ان کے یہاں سے رد کر دیا جائے فاذن بالناس بالصلوة یہ جمہور کا استدلال ہے۔ فلما ارتفعت الشمس وایضا الخ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نفس وقت میں کراہت تھی اس لئے بیاض شمس کا انتظار فرمایا۔

باب مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

ترجمہ۔ وقت چلے جانے کے بعد لوگوں کو جماعت کی نماز پڑھانا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خندق کی لڑائی میں سورج غروب ہونے کے بعد تشریف لائے تو کفار قریش کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہنے لگے یا رسول اللہؐ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی وہ نماز نہیں پڑھی۔ بلحان وادی کی طرف ہم اٹھے آپؐ نے نماز کے لئے وضو بنایا اور ہم نے بھی نماز کے لئے وضو بنایا پس سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔

حدیث (۵۶۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ الْخ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يُسَبِّحُ كُفَّارَ قُرَيْشٍ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كِدْتُ أَصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأْنَا لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . الْحَدِيث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر جماعت کی نماز فوت ہو گئی تو جماعت سے پڑھے یا فردی۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جماعت سے پڑھے

اور بعض سلف کا اس میں اختلاف رہا ہے۔ وہ فرادئی کے قائل تھے اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اور اذان کے اندر اختلاف گذر ہی چکا ہے۔ فصلی العصر بعد ما غربت الشمس یہاں یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ بخاریؒ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم الخندق میں صرف عصر کی نماز قضا ہوئی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ شغل عن اربع صلوات ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ اور عشاء۔ عشاء اس طور پر کہ اپنے وقت معور کے بعد پڑھی گئیں۔ بعض نے بخاریؒ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ اور بعض موجهین توجیہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے اندر کوئی تعارض نہیں یوم خندق ایک ہی دن نہیں۔ ممکن ہے کسی دن صرف عصر کی نماز فوت ہوئی ہو۔ اور کسی دوسرے دن چار نمازیں فوت ہوئی ہوں۔ عصر والی روایت امام بخاریؒ کی شرط کی مطابق تھی اس کو ذکر کر دیا۔ غزوہ خندق کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ صلوٰۃ الخوف کی آیت سے پہلے ہو یا بعد میں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آیت خوف پہلے نازل ہوئی اور غزوہ خندق بعد کا واقعہ ہے تو ان کے نزدیک کثرت ازدحام کی وجہ سے اب بھی قضا جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ صلوٰۃ خوف کا نزول غزوہ کے بعد ہوا ہے ان لوگوں کے نزدیک اب یہ قضا جائز نہیں۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو نماز پڑھنی بھول گیا تو جب یاد آئے تو اسے پڑھے اور صرف اسی نماز کو لوٹائے۔ اور ابراہیم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایک نماز کو بیس سال تک چھوڑے رکھا تو صرف اسی ایک نماز کا اعادہ کرے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے تو جب بھی یاد آئے تو اسے ضرور پڑھے۔ اس کے سوال اور کوئی کفارہ نہیں ہے۔

باب مَنْ نَسِيَ صَلَوةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَوةَ وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ مَنْ تَرَكَ صَلَوةً عِشْرِينَ سَنَةً لَمْ يَعِدْ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَوةَ الْوَاحِدَةَ۔

حدیث (۵۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ نَسِيَ صَلَوةً فَلْيَصِلْ إِذَا ذَكَرَهَا لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَلِكَ أَقِمِ الصَّلَوةَ لِذِكْرِي قَالَ مُوسَى قَالَ هَمَّامٌ سَمِعْتُهُ يَقُولُ بَعْدَ أَقِمِ الصَّلَوةَ لِذِكْرِي

تشریح از شیخ مدنی۔ لا یعید الا تِلْكَ الصَّلَوة اس باب سے مقصد امام بخاریؒ کا یا تو احناف اور مالکیہ پر رد کرنا ہے کہ اگر صاحب ترتیب نے فائتہ کی قضا سے پہلے وقتیہ پڑھ لی تو اسے صلوٰۃ فائتہ اور اس وقتیہ دونوں کو لوٹانا پڑے گا اگر بھول کر وقتیہ کو پڑھ لیا ہے یا فوائد ستہ یعنی چھ کی تعداد سے متجاوز ہو گئی ہیں تو بھی اعادہ نہیں ہے۔ مگر مصنفؒ اس کی تردید کرتے ہیں۔ یا مقصد یہ ہے کہ

جیسے یوداؤد میں ہے اعاد من الغد مثلها یعنی اگلے روز اسی وقت قضا کرے۔ مصنفؒ اس پر بھی رد فرما رہے ہیں کہ تم اس فوت کا مطلب غلط سمجھے ہو۔ بلکہ دوسرے روز اسے اپنے وقت پر پڑھو یہ نہیں کہ چوبیس گھنٹے کا دن میں وقفہ ہو اور احتلاف اور مابیحہ کی طرف سے جواب یہ دیا جاتا ہے کہ لا کفارة لها الا ذالك اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ نسیان کی وجہ سے جو نماز فوت ہو گئی اس کا کفارہ وہی ہے مگر صاحب ترتیب کے لئے ہم دوسری روایات سے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں اس روایت سے ہمارے مسلک پر چتہ قائم نہیں کی جاسکتی بلکہ غیر صاحب ترتیب کے لئے ہم بھی اس کو کفارہ کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ترجمہ الباب میں لا یبعد الا تلك الصلوة کا مطلب یہ ہے کہ سنن کی روایت میں ومن الغد للوقت

وارد ہوا ہے۔ اس کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ جب یاد آئے اس وقت پڑھے۔ اور پھر جب دوسرے دن اس کا وقت آئے تو پھر پڑھے لہذا الام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا کہ صرف اسی نماز کا اعادہ ہو گا۔ یہ نہیں کل پھر اس کو پڑھے گا اور علماً موجهین کے نزدیک دونوں کے معنی صحیح ہیں۔ اور اصل تو من الغد للوقت ہے لیکن بعض رواۃ نے روایت بالمعنی کے طور پر ایسا نقل کر دیا جس سے مقضیہ (قضا شدہ) کا تکرار اور اعادہ معلوم ہوتا ہے لیکن یہ مراد نہیں ہے۔ اور من الغد للوقت اس لئے فرمادیا کہ حدیث کے مشہور الفاظ یہ ہیں کہ من قام عن صلوة اونسیہا فلیصلها اذا ذکرها فان ذلک وقتها یعنی جو نماز سے سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آجائے تو اسی وقت اسے پڑھے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ اس سے ظاہر ایہام ہوتا ہے کہ اب صلوة مقضیہ کا وقت بدل گیا۔ اور وقت التذکر اسی وقت کان گیا۔ تو اس وہم کا دفیہ من الغد للوقت کہہ کر فرمادیا۔ اقم الصلوة للذکر الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز قائم کرو میرے یاد دلانے کے وقت۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو مگر یہاں اول مطلب ہی مراد ہے۔ قال موسیٰ قال ہمام سمعته الخ مطلب یہ ہے کہ روایات دو طرح کی ہیں۔ ایک میں للذکر اور دوسری للذکر مگر کسی کی روایت میں کون سا جملہ ہے یہ متعین نہیں۔ اس لئے ہر ایک پر نسخہ کی علامت بنی ہوئی ہے۔ من الغد بعد الوقت مثلاً فجر کی نماز قضا ہو گئی اور طلوع شمس کے بعد اس کو نماز یاد آئی۔ فان ذلک وقتها اس کا یہ مطلب نہیں کہ کل کو بھی طلوع شمس ہی اس فجر کا وقت ہے۔ بلکہ من الغد بعد الوقت یعنی اپنے وقت پر پڑھے۔

ترجمہ۔ باب نمازوں کی قضا ترتیب کے ساتھ ہو پہلے پہلی پھر دوسری اس طرح۔

باب قَضَاءِ الصَّلَاةِ الْأُولَى فَأَلْوَلَى

ترجمہ۔ حضرت جلد فرماتے ہیں کہ خندق کی لڑائی میں حضرت عمرؓ کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرمایا کہ میں قریب تھا کہ میں عصر کی نماز پڑھوں یہاں تک کہ سورج

حدیث (۵۶۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَعَلَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ يَسُبُّ كُفَّارَهُمْ فَقَالَ مَا كَدَيْتُ أُصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتَّى غَرَبَتِ الشَّمْسُ

قَالَ فَتَزِلْنَا بَطْحَانَ فَصَلَّى بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ
ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ
غروب ہو گیا۔ روای فرماتے ہیں کہ ہم بطحان وادی میں
اترے سورج غروب ہونے کے بعد عصر پڑھی اور پھر مغرب کی
نماز ادا کی۔ تو اس سے ترتیب معلوم ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر متعدد نمازیں قضا ہو جائیں۔ تو امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً ترتیب نہیں ہے۔ امام احمدؒ کے
ز نزدیک مطلقاً ترتیب ہے۔ اگر دس برس بعد یاد آجائے کہ میری فلاں نماز قضا ہو گئی تھی۔ تو ساری نمازیں قضا کرنی ہوں گی۔ اور امام مالکؒ
اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک پانچ تک ترتیب واجب ہے۔ اس سے بڑھ جائے تو ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ اور حنفیہؒ اور حنبلیہؒ کے نزدیک
لسان سے بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور مالکیہؒ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی۔ بہر حال امام بخاریؒ نے باب منعقد فرما کر اپنی طرف سے
فیصلہ فرمادیا کہ میں شافعیہ کے ساتھ نہیں ہوں۔ بلکہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے ساتھ ہوں۔ اور جو روایت باب کے اندر ہے اس سے معلوم ہوا
کہ چونکہ پانچ سے کم تھیں لہذا ترتیب سے ادا فرمائیں۔

باب مَا يَكْرَهُ مِنَ السَّمَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
السَّامِرُ مِنَ السَّمَرِ وَالْجَمِيعُ السَّامِرُ
وَالسَّامِرُ هُنَا فِي مَوْضِعِ الْجَمِيعِ
ترجمہ۔ عشاء کی نماز کے بعد قصہ گوئی مکروہ ہے
سامر سے ہے جس کی جمع سمار ہے۔ اس جگہ
سامر جمع کے معنی میں ہے۔

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ قَالَ
أَبُو الْمُنْهَالِ أَنْطَلَقْتُ مَعَ أَبِي إِلَى أَبِي بَرْزَةَ قَالَ سَلِمْتُ
فَقَالَ لَهُ أَبِي حَدِّثْنَا كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ قَالَ كَانَ يُصَلِّي الْهَجِيرَ وَهِيَ
الَّتِي تَدْعُونَهَا الْأُولَى حِينَ تَدْحَضُ الشَّمْسُ
وَيُصَلِّي الْعَصْرَ ثُمَّ يَرْجِعُ أَحَدُنَا إِلَى أَهْلِهِ فِي
أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَنَسِيتُ مَا قَالَ
فِي الْمَغْرِبِ قَالَ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُؤَخَّرَ الْعِشَاءُ
قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ التَّوَمُّ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ بَعْدَهَا
ترجمہ۔ حضرت ابو المنہالؒ فرماتے ہیں کہ میں
اپنے باپ کے ہمراہ حضرت ابو بزرہ اسلمیؒ کی خدمت میں پہنچا
میرے باپ نے ان سے کہا کہ آپ ہمیں بتلائیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ فرضی نماز کیسے پڑھتے تھے فرمایا نماز مجیر جس کو
تم لوگ پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے تھے جب سورج ڈھل
جاتا تھا اور عصر اس وقت پڑھتے تھے کہ جب ہمارا ایک آدمی حوالی
مدینہ میں اپنے گھر پہنچتا تو ابھی سورج خوب روشن ہوتا۔ مغرب
کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ میں بھول گیا۔ اور آپؐ
عشاء کی نماز میں تاخیر کو پسند کرتے تھے۔ اور عشاء سے پہلے
سو نا اور عشاء کے بعد باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اور فجر کی

نماز سے فارغ ہو کر اس وقت واپس ہوتے تھے ہم میں سے ایک اپنے ساتھی کو پہچان سکتا تھا۔ حالانکہ آپؐ نے ساتھ سے سو تک آیات قرآنی پڑھ لی ہوتی تھیں۔

وَكَانَ يَنْقُلُ مِنْ صَلَوةِ الْعَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ أَحَدَنَا جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ مِنَ السِّتِّينَ إِلَى الْمِائَةِ . الْحَدِيثُ .

تشریح از شیخ زکریاؒ - حدیث شریف میں ہے نبی ﷺ عن النعم قبل العشاء الحدیث بعدھا اس پر امام حارثی نے السمر کا ترجمہ باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ مطلق بات کرنے کی ممانعت نہیں بلکہ سمر قصہ گوئی سے ممانعت ہے۔ چونکہ سمر کا لفظ حدیث میں آیا تھا۔ اس لئے امام حارثی نے متلادیا کہ سامر اس سے مشتق اور اس کی جمع اسماء ہے۔ اور چونکہ امام حارثی حافظ قرآن ہیں کوئی لفظ قرآن کا آجائے تو ان کا ذہن فوراً آیت قرآنی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے تو حضرت امام حارثیؒ کا ذہن سامرا تہجرون کی طرف چلا گیا۔ اور وہاں سامرا جمع ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ سامر یہاں قرآن میں جمع کے معنی میں ہے۔

ترجمہ۔ عشا کے بعد فقہ اور خیر کی باتیں کرنا جائز ہے۔

باب السمر فی الفقه والخیر
بعد العشاء

ترجمہ۔ حضرت قرہ بن خالد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حسن کا انتظار کرتے انہوں نے بہت دیر لگائی یہاں تک کہ ان کے مسجد سے اٹھنے کے وقت کے قریب پہنچ گئے بہر حال وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمیں ہمارے ان مسایوں نے دعوت دی تھی اس لئے دیر ہو گئی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ ہم نے بھی ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپؐ نے اس کو آدمی رات تک پہنچا دیا۔ پس تشریف لائے ہمیں نماز پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا (ہذا موضع توجہ) کہ خبردار لوگ تو

حدیث (۵۶۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْع قَالَ أَنْتَظَرُنَا الْحَسَنَ وَرَأَتْ عَلَيْنَا حَتَّى قُرْبَانَا مِنْ وَقْتُ قِيَامِهِمْ فَجَاءَ فَقَالَ دَعَانَا جِئْنَا هَؤُلَاءِ ثُمَّ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَظَرْنَا النَّبِيَّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى كَانَ شَطْرُ اللَّيْلِ يَبْلُغُهُ فَجَاءَ فَصَلَّى لَنَا ثُمَّ خَطَبَنَا فَقَالَ الْآنَ النَّاسُ قَدْ صَلُّوا ثُمَّ رَقَدُوا وَإِنَّكُمْ لَمْ تَزَالُوا فِي صَلَوةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَوةَ قَالَ الْحَسَنُ وَإِنَّ الْقَوْمَ لَا يَزَالُونَ فِي خَيْرٍ مَا أَنْتَظَرُوا الْخَيْرَ الْعَصَب

نماز پڑھ کر سو گئے اور تم بد نماز میں رہے۔ جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ لوگ اس وقت تک خیر میں رہے ہیں جب تک خیر کا انتظار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - یہ باب سالن سے استثناء ہے کہ سمر فی الفقه والخیر جائز ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا مجھے بتلاؤ یہ تمہاری آج کی رات ہے اس کو یاد رکھو لیکن آج جو روئے زمین پر لوگ ہیں صدی کے اختتام پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضور اقدس ﷺ کے مقالہ کی وجہ سے لوگ خوف کھانے لگے یہاں تک کہ سو سال کے متعلق کئی کہانیاں کرنے لگے (آپ کا مقصد نہ سمجھے) جناب نبی اکرم ﷺ نے جو لا ینقی ممن ہو الیوم الخ فرمایا تھا اس سے آپ کی ہرادیہ تھی کہ یہ صدی ختم ہو جائے گی۔

حدیث (۵۶۷) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ صَلَوةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى مِنْهُ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فَوَهَلَ النَّاسُ فِي مَقَالَةِ النَّبِيِّ ﷺ إِلَى مَا يَتَحَدَّثُونَ فِي هَذِهِ الْأَحَادِيثِ عَنْ مِائَةِ سَنَةٍ وَإِنَّمَا قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَبْقَى مِنْهُ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ يُرِيدُ بِذَلِكَ أَنَّهَا تَحْزَمُ ذَلِكَ الْقَرْنَ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ محدثین اس ارشاد کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ اگر سو سال بعد کوئی صحبت نبوی کا دعویٰ کرے تو وہ کذاب ہے۔ ہاں حیات خضر کے بارے میں بات رہ جاتی ہے۔ جو لوگ ان کی حیات کے قائل ہیں وہ اس کی مختلف توجیہات کرتے ہیں۔ مثلاً وہ اس وقت پانی پر تھے۔ زمین پر نہ تھے۔ زمین کی نفی ہے۔ بحر کی نہیں۔ وہل الناس خوف اس وجہ سے ہوا کہ وہ حضرات یہ سمجھے کہ اب سے سو سال بعد قیامت آجائے گی۔

ترجمہ۔ گھر والوں اور مہمانوں کے ساتھ رات کو باتیں کرنا یہ بھی جائز ہے۔

باب السَّمَرِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر فرماتے ہیں کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے تیسرے کو لے جائے جس کے پاس چار کھانا ہو وہ پانچواں یا چھٹا اپنے ساتھ لے جائے۔ حضرت ابو بکرؓ تین آدمی لے آئے

حدیث (۵۶۸) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَنِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصَّفَةِ كَانُوا أَنَاسًا فَقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَإِنْ أَرْبَعٍ فَخَامِسٍ أَوْ سَادِسٍ وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ وَأَنْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ

بعشرة قال فهو انا وابي وامى ولا ادري هل قال
وامراتى وخادم بين بيتنا وبیت ابی بکر وان
ابا بکر تعشی عند النبی ﷺ ثم لبث حيث
صلبت العشاء ثم رجع فلبث حتى تعشی النبی
ﷺ فجاء بعد مامضى من الليل ماشاء الله
قالت له امراته ما حبسك عن اضيا لك اوقالت
ضيفك قال او ما عشتهم قالت ابوا حتى تجيء
قد عرضوا فابوا قال فذهبت انا فاخبتات فقال
يا غنثر فجذع وسب وقال كلوا لاهنيا لكم
فقال والله لا اطعمه اهداوايم الله ما كنا ناخذ من
لقمة الاربا من اسفلها اكثر منها قال شعوا
وصارت اكثر مما كانت قبل ذلك فنظر اليها
ابوبکر فاذا هي كما هي او اكثر فقال لامراته
يا اخت بنی فراس ما هذا قالت لا وقره عيني لهي
الان اكثر منها قبل ذلك بثلاث مرارا فاكل منها
ابوبکر وقال انما كان ذلك من الشيطان يعني
بمينه ثم اكل منها لقمة ثم حملها الى النبی
ﷺ فاصبحت عنده وكان بينا وبين قوم عقد
لمضى الاجل ففرقنا اثني عشر رجلا مع رجل
منهم اناس والله اعلم كم مع كل رجل فاكلوا
منها اجمعون او كما قال . الحديث

اور جناب نبی اکرم ﷺ دس آدمیوں کو لے چلے۔ حضرت
عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میرا باپ میری ماں اور پوری طرح
نہیں جانتا کہ کیا انہوں نے یہ فرمایا کہ میری بیوی اور ایک نوکر
تھا۔ ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں یہی لوگ ہوتے تھے
اور حضرت ابو بکرؓ کی عادت یہ تھی کہ شام کا کھانا حضور اقدس
ﷺ کے پاس کھاتے۔ پھر اس وقت تک ٹھہرے رہتے یہاں تک
کہ عشاء کی نماز پڑھی جاتی۔ پھر وہ واپس لوٹتے تھے۔ بہر حال
اس دن بھی وہ ٹھہرے رہے۔ یہاں تک کہ شام کا کھانا آپؐ کے
ساتھ کھایا پھر رات کے کافی حصہ گزرنے کے بعد گھر تشریف
لائے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ اپنے مہمانوں سے آپ کو
کس چیز نے روکا۔ فرمایا کیا ابھی تک انہوں نے کھانا نہیں کھایا
بیوی نے کہا کہ وہ انکار کرتے رہے جب تک آپ نہ آجائیں۔
کئی مرتبہ ان کے کھانا پیش کیا گیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتے رہے
حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں تو چھپ گیا وہ فرماتے
رہے اوکینے او جاہل خدا تیری ناک کاٹے اور گالی دیتے رہے اور
مہمانوں سے فرمایا کھاؤ خدا تمہیں مبارک نہ کرے۔ حضرت
ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں تو کبھی اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا
اور خدا کی قسم جب بھی کوئی لقمہ لیتے تھے مگر وہ نیچے سے اکثر
ہو کر بڑھ جاتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ سب نے سیر ہو کر پیٹ
بھر کے کھانا کھایا اور جتنا اس سے پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا
حضرت ابو بکرؓ نے اس کی طرف دیکھا تو فرمایا کہ وہ تو اسی طرح
ہے یا اس سے بھی زیادہ ہے پھر بیوی سے پوچھا لے بنو فراس
کی بہن یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا میری آنکھ کی ٹھنڈک کی
قسم وہ اب پہلے سے زیادہ ہے۔ یہ تین مرتبہ کہا۔ بہر حال

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی اس کو کھایا اور فرمایا یہ میرا قسم کھانا شیطان کی طرف سے تھا پھر اس سے لقمہ کھایا اور بقیہ کو اٹھا کر جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں لے گئے پھر وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس صبح تک رہا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمارے اور ایک قوم کے درمیان معاہدہ تھا۔ جب اس کی مدت ختم ہو گئی تو ہم بارہ بارہ آدمیوں کی ٹولی میں مٹ گئے اور ان میں سے ہر آدمی کے ساتھ کچھ لوگ ہوتے تھے۔ اللہ بھڑ جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے آدمی تھے بہر حال ان سب کے سب نے کھانا کھایا۔ اوکما قال..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت میں تقدم و تأخر واقع ہوا ہے۔ یہ روایت مختصر ہے۔ مطوّل روایت جلد ثانی

کتاب الضیافہ میں آتی ہے کہ جب وفود آپؐ کے پاس آتے تھے۔ چونکہ ایک آدمی ان کی ضیافت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا تھا اس لئے آپؐ محلہ کرامؓ پر تقسیم کر دیتے تھے۔ اسی کے مطابق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاں تین چار مہمان دیئے گئے۔ جس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا وقال اما كان ذلك من الشيطان يعني بيمينه یہ مقدم ہے۔ اور ثم اكل منها یہ مؤخر ہے۔ ثم حملها الى النبي ﷺ یہ اس سے بھی مؤخر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی از قبیل اشتنا ہے کہ بیوی اور مہمان کے ساتھ بعد العشاءات چیت کرنا جائز ہے اس لئے کہ

عام طور پر بیوی سے بعد العشاءات چیت کا موقع ملتا ہے۔ اور اس کا بھی حق ہے وان لزوجك عليك حقا بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے اور مہمان کے لئے کوئی وقت متعین نہیں۔ جب چاہے آجائے عشاء کے بعد اگر آئے گا تو اس کی مہمان نوازی کرنی ہوگی۔ اس سے کھانے پینے کے متعلق پوچھے گا۔ ان اصحاب الصفه الخ اصحاب صفہ طلبہ تھے۔ علم سیکھتے تھے اور انہی کو مدارس کا مآخذ قرار دیا جاتا ہے۔ پیارو! تم ان کے قائم مقام ہو تو ان جیسے بن جاؤ۔ وان اربع فخامس او سادس یا تو لو شک کے لئے ہے۔ یا تنولج کے لئے ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر طعام زائد ہو تو سادس کو لے جائے۔ ورنہ خامس کو۔ فانطلق النبي ﷺ بعشر اس لئے حضور تو حضور ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپؐ ﷺ کی بدکت بھی ہے۔ فہو انا وابی وامی الخ اس میں اختلاف ہے کہ خادم کا عطف کس پر ہے۔ علامہ کرمانیؒ کی رائے ہے کہ احتمال تو دونوں ہیں کہ امی پر ہو۔ مگر ثانی یعنی امراتی پر عطف ہونا لفظ اقرب ہے اور حاشیہ میں جو یہ لکھا ہے کہ احتمال ہے کہ امراتی پر عطف ہو یا امی پر اور ثانی اقرب ہے لفظ۔ اور اس کو کرمانی کا قول دیا ہے یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ امی پر عطف ہونا یہ لفظ اقرب نہیں لہذا کاتب کو سو ہو گیا۔ اور علامہ عینیؒ کی رائے ہے کہ امی پر عطف ہے۔ اور فرق دونوں کے اندر یہ ہے کہ اگر امراتی پر عطف ہو جیسا کہ کرمانی کی رائے ہے تو خادم بھی لا ادری کے اندر داخل ہوگا۔ اور مشکوک ہو جائے گا۔ اگر امی پر عطف ہو جیسا کہ عینیؒ کی رائے ہے تو اس صورت میں وہ متعین ہوگا۔ اور شک صرف امراتی میں ہوگا۔ اور یہی میری رائے ہے۔ وان ابابکو تعشی الخ اس سے میرے والد صاحب مرحوم نے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ میزبان کو مہمان کے ساتھ کھانا ضروری نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ استنباط بہت دقیق ہے۔ اور اس مسئلہ پر

امام بخاریؒ کتاب الاطعمہ میں مستقل ترجمہ منعقد فرمائیں گے۔ فاختبات میں اس لئے چھپ گیا کہ حضرت ابو بکرؓ میرے اوپر برسیں گے کہ تو نے ان مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا۔ یا غنثر اے ناک کئے۔ کلو لاہینشا یعنی تم نے کیا کیا۔ ابو بکرؓ جب تک نہ آئیں گے نہیں کھائیں گے۔ فقال واللہ لا اطعمہ اس روایت میں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ بخاری کی اکثر جگہوں میں یہ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ مہمانوں کو گھر لے گئے تو گھر والوں سے کہہ دیا کہ ان کو کھانا کھلادینا اور خود حضور اقدسؐ کے پاس تشریف لے گئے۔ گھر والوں نے مہمانوں کی تواضع کی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ جب تک صدیق اکبرؓ نہیں آئیں گے اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لائے تو معلوم فرمایا کہ کھانا کھایا یا نہیں۔ کہا گیا کہ نہیں بلایا اور پوچھا کہ مہمانوں کو کھانا کیوں نہیں کھلایا پٹنے نے کہہ دیا کہ انہوں نے کھایا ہی نہیں حضرت صدیق اکبرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کیوں نہیں کھایا انہوں نے کہا جب تک تم نہیں کھاؤ گے ہم نہیں کھائیں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے قسم کھائی۔ واللہ لا اکل ان مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ ہم بھی اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک تم نہیں کھاؤ گے۔ صدیق اکبرؓ نے قسم توڑ دی۔ اور فرمایا انما کان ذلک من الشیطان اور پھر کھانا کھالیا ایم اللہ ما کنا ناخذ اللقمۃ یہاں تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ اولاً اکل ہوا پھر اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا یا اخت بنی فورا من حضرت ابو بکرؓ کی بیوی قبیلہ بنی فورا اس کی قصیں یہ اسی طرف اشارہ ہے۔ الا ان اکثر منها قبل ذلک۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود اپنے حق پر ہونے کے پھر اپنے آپ کو پست کیا۔ اور خود ہی قسم توڑ دی اس کی جزا اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ اس طعام کے اندر یہ برکت ہوئی کہ کھاتے جاتے تھے اور نیچے سے بڑھتا جاتا تھا خود بھی کھایا مہمانوں کو بھی کھلایا۔ اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور وہاں بھی بارہ عریضوں (نمائندوں) اور ان کی جماعت نے اس سے سیر ہو کر کھایا اور یہ کوئی عجب نہیں جیسا کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک پیالہ دودھ سو سے زیادہ کو کافی ہو گیا۔ جیسا کہ اصحاب صفہ کے واقعہ میں گذرا۔ عقد معنی معاہدہ فہو لنا الہی عشر رجلا یعنی ہم نے بارہ آدمی الگ کئے مع کل رجل منهم انا من ان بارہ میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک جماعت تھی اور حاشیہ کا نسخہ ہے فہو لنا جس کے معنی عریف اور چوہدری بنانے کے ہیں اور دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ بارہ جماعتیں کر دیں جن کے ایک ایک سردار تھے۔ اور انا من جمع ہے کم از کم ہر ایک کے ساتھ تین تین ہوں گے تو مجموعہ ۳۶ ہو گیا۔ یہ تو علی سبیل التّنزل ہے ورنہ اللہ جانے کتنے تھے۔ کما فی الروایۃ اس سے اندازہ کر لو کہ کتنے لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کا کھانا کھایا۔ اب یہاں پر میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ اور شراح رضوان اللہ علیہم میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا شرح کے قول کے مطابق ایک قوم کفار سے معاہدہ تھا وہ مدت ختم ہو گئی جو مقرر ہوئی تھی۔ کفار خدمت اقدس میں مزید میعاد بڑھانے کی غرض سے حاضر ہوئے تھے ان میں بارہ سردار تھے اور ان کے ساتھ ان کے اتباع تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میعاد ختم ہو گئی تھی۔ لہذا حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب چھاننے اور ان کی سرکردگی میں لشکر بھیجا تا کہ وہ کفار سے جاکر جنگ کریں تو شرح کے فرمانے پر وہ بارہ اور ان کے اتباع کفار میں سے تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم کے فرمان پر سب کے سب مسلمان تھے لفظ حدیث دونوں کو مشتمل ہے اور مجھ کو باوجود تلاش کے یہ واقعہ کہیں نہیں ملا

حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا کہ پہلے زیادہ تھا یا اب زیادہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اب زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ کھانا صبح کو حضور اقدس ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس روایت میں حضرت ابو بکرؓ کے قسم کھانے کے بعد ایک لقمہ کھانے کا ذکر بعد میں ہے۔ اور اپنی بیوی سے زیادتی طعام کا ذکر پہلے ہے۔ یہ تقدیم و تاخیر ہو گئی۔ یہاں پر حافظ ابن حجرؒ نے براۓ اختتام کے متعلق سکوت فرمایا ہے۔ لیکن میرا مطلب یعنی موت کی طرف اشارہ کرنا فمضی الرجل سے صاف ظاہر ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کِتَابُ الْاِذَاَنِ

ترجمہ۔ آذان کی ابتدا کیسے ہوئی

باب بَدْءِ الْاِذَاَنِ

اور پھر دو آیات بیان فرمائیں۔ وَقَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ.. وَقَوْلُهُ تَعَالَى إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ..

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اوقات نماز کی اطلاع کے لئے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر ان کو یہود اور نصاریٰ یاد آگئے کہ یہ دونوں تو ان کی خصوصیات میں سے ہیں۔ پھر حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ آذان کو دوہرا کرو اور اقامتہ کو اکہرا رہنے دو۔

حدیث (۵۶۹) حَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ قَالَ ذَكَرُوا النَّارَ وَالنَّاقُوسَ فَذَكَرُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى فَأَمْرٌ بِلَالٍ أَنْ يَشْفَعَ الْاِذَاَنُ وَأَنْ يُؤْتَرَ الْاِقَامَةُ..

تشریح از شیخ مدنی۔ ان دونوں آیات کی ہدء الاذان سے کوئی مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اگر قولہ کو مجرد پڑھا جائے تو

پھر مناسبت کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قولہ مرفوع ہوا۔ اور فہ قولہ کے معنی میں ہو تو پھر مطابقت ضروری ہے۔ تو چونکہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں اور اذان کی مشروعیت بھی مدینہ میں ہوئی۔ اور باب ہدء الاذان میں کسی ہدایت کی تخصیص نہیں کی گئی۔ اس لئے خواہ وہ ہدایت مکانی ہو یا زمانی یا کوئی اور ہو تو مناسبت ہو جائے گی۔ یا آیات کو تہرک کے لئے لایا گیا ہے۔ باب کی پہلی روایت مختصر ہے۔ ظاہر ہلا ل میں فا معنی ہم کے ہے یا اس سے پہلے بہت سے جملے محذوف ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ امام حارثی احکام صلوٰۃ بیان کر رہے ہیں اس لئے اس کے متعلقات و شرائط بیان فرما کر اذان کا

ذکر فرماتے ہیں۔ اذان جماعت کے واسطے ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں جماعت کا بھی ذکر کر دیا۔ اور امام حارثی کی یہ بھی عادت شریفہ ہے کہ وہ ابتدا حکم کی طرف ان آثار و آیات کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو باب میں مذکور ہوں۔ تو بہت ممکن ہے کہ یہاں امام حارثی نے جو دو آیات ذکر فرمائی ہیں ان سے استبراک و یمن کے ساتھ ساتھ ہذا الحکم کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہو۔ اس طور پر کہ یہ دونوں آیات مدنی ہیں تو حضرت امام حارثی نے آیات ذکر فرما کر بتا دیا کہ یہ اذان مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کیفیت ہذا اذان بیان کرنی ہو اور وہ ہے جیسا کہ روایت میں ہے۔ اب یہاں اشکال ہوتا ہے کہ آیت کریمہ اذانو دی للصلوٰۃ من یوم الجمعہ خاص ہے اس لئے کہ اذان جمعہ سے متعلق ہے۔ اور باب عام ہے تو ترجمہ کیونکر ثابت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کے بارے میں منقول ہے کہ مشروعیت اذان اس سے ہوئی۔ لہذا امام حارثی نے حضرت ابن عباسؓ کی تعمیم کی بنا پر استدلال فرمایا۔ اب اشکال یہ ہے کہ امام حارثی جب ابواب میں ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں تو آیات دو کیوں ذکر فرمائیں۔ اس کا جواب بعض نے یہ دیا کہ عند اکمال کبھی لام آتا ہے اور کبھی الی اس لئے اس پر حبیہ کرنے کے لئے ذکر فرما دیا مگر یہ کچھ نہیں۔ اصل میں بعض کی رائے ہے جیسا کہ ابھی گذرا کہ اذان کی مشروعیت اذانو دی للصلوٰۃ والی آیت سے ہوئی ہے۔ اس لئے اس کو ذکر فرمایا مگر وہ آیت چونکہ جمعہ کے متعلق ہے اس لئے تعمیم ثابت کرنے کیلئے دوسری آیت ذکر فرمادی۔ اور اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اذان کی مشروعیت کس سے ہوئی۔ اول یہ ہے کہ آیت و اذان فی الناس بالہج سے لی گئی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لیلۃ الاسراء میں اذان سنی۔ اس سے لی گئی۔ تیسرا قول یہ ہے کہ قول عمرؓ سے لی گئی۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اذانو دی للصلوٰۃ من یوم الجمعہ سے مشروعیت ہوئی۔ پانچواں قول یہ ہے کہ روایا عبد اللہ بن زید بن عہد رہے سے مشروعیت ہوئی وهو المشہور ذکر و النار والناقص یہاں یہ روایت مجمل ہے۔ اور سنن کی روایت واقعہ کی تفصیل ہے۔ ابو داؤد میں ہے کہ نماز میں تین تغیر واقع ہوئے اور روزے کے اندر بھی تین تغیر واقع ہوئے۔ نماز کے تغیرات ثلاثہ میں سے ایک یہ ذکر کیا ہے کہ لوگ مسجد میں آتے تھے اور نماز پڑھ کر چلے جاتے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی صورت ہونی چاہیے کہ ایک ساتھ نماز پڑھا کریں اسلئے کہ اجتماع میں بہت فوائد ہیں تو صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے عرض کیا کہ آگ جلادی جائے لوگ اس کو دیکھ کر جمع ہو چلا کریں گے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس میں تشبیہ بالمعجوس ہے۔ کسی نے دف جانے کا مشورہ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس میں تشبیہ بالنصارى ہے۔ کسی نے کہا کہ لوہی جگہ پر ایک جھنڈا لہرایا کرے تاکہ لوگ نماز کے وقت پر مطلع ہو جایا کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی انکار فرمادیا۔ فرمایا یہ بھی کافی نہ ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جب لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے تو وہ جھنڈا کیسے دیکھیں گے۔ جب تبلیغ کا لہر ائی دور تھا تو کچھ لوگوں نے چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس مرحوم سے عرض کیا کہ تبلیغی جماعت کے لئے کوئی جھنڈا ہونا چاہیے جیسا کہ مجاہدین کے پاس ہوتا ہے۔ چچا جان نے فرمایا زکریا کے مشورہ پر موقوف رکھو۔ جب میں نظام الدین حاضر ہوا تو میرے سامنے مسئلہ پیش ہوا۔ میں نے ایک دم انکار کر دیا۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے جھنڈے کے متعلق گفتگو ہوئی تھی تو آپ نے رؤف فرمادیا تھا۔ لہذا اب جو جماعت نماز کی طرف بلانے کو نکلے ہے اس کے لئے جھنڈا نہ ہونا چاہیے۔ غور سے سنو! حضور اکرم ﷺ نے باوجود شدت ضرورت کے تشبیہ بالكفار سے احتراز فرمایا ہے۔ میرے پیارے چو! تم کو کفار کے تشبہ سے چنا چاہیے۔ لہذا کروا الیہود والنصارى روایت میں اختصار ہے۔ اس لئے کہ تاریخود کا طریقہ نہیں بلکہ مجوس کا شعار ہے۔ جیسا کہ روایت مصلحہ میں ہے تو گویا بطور تمثیل کے راوی نے بیان کر دیا۔ ظاہر ہلال الخ یہاں بھی اختصار ہے اس لئے کہ معاشی مجلس میں حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ حکم تو حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کے بعد ہوا اور وہ اس مشورہ سے متاثر ہے اب یہاں ایک سوال ہے کہ اگر خواب دیکھا ہے تو عبداللہ بن زیدؓ نے جن کی طرف سے ایک ہی روایت اذان کی ہے۔ اور بڑے بڑے صحابہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے نہیں دیکھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ نے دیکھا بھی تھا تو اس کو بھول گئے تھے۔ پھر حضرت عبداللہؓ کے کہنے کے بعد یاد آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے والذین جاهدوا فلنا لنھدینھم سبلنا الخ چونکہ جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے مجلس میں یہ بات سنی تو ان کو اس کا فکر ہوا اور اتنا فکر ہوا کہ سب کچھ چھوڑ کر مسجد میں جا پڑے کہ جب تک کوئی صورت نہ من جائے مسجد سے نہ نکلوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ مجاہدہ کے بدلہ میں اپنا راستہ دکھلاتے ہیں تو ان کو خواب میں اذان دکھلا دی۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو اتنا اہتمام نہیں ہوا۔ اس لئے وہ نہیں دیکھ سکے اب رہا یہ سوال کہ خواب تو حضرت عبداللہؓ نے دیکھا اور آپ حضور انور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم کیوں فرمایا بلو جو دیکھ حضرت عبداللہؓ نے عرض بھی کیا کہ خواب میں نے دیکھا ہے لہذا میں ہی اذان دوں گا۔ مگر آپؐ نے فرمایا کہ بلال صحت ہیں یعنی لوہی آواز والے ہیں۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ اذان میں اللہ کی عظمت کا اعلان و اعلام ہے اور چونکہ مکہ معظمہ میں کفار کے ہاتھوں سخت تکلیف میں ہونے کے باوجود اللہ کی احدیت کا نعرہ بلند کیا اور اعلان کیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت بلالؓ کو اس کے ساتھ نوازا۔ کہ جب بلالؓ نے زمانہ کفر میں اعلان احدیت کیا تو اب اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی وہی اعلان کریں گے۔ میرے نزدیک اصل وجہ یہ ہے کہ انصار سے یہ بھی منقول ہے کہ عبداللہ بن زیدؓ ہمارے تھے اس لئے حضرت بلالؓ کو اذان کہنے کا امر فرمایا۔

ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان جب مدینہ منورہ میں آئے تو

حدیث (۵۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيْلَانَ الخ

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ

قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّوْنَكَ الصَّلَاةُ
كَيْسٌ يُنَادِي لَهَا فَتَكْلُمُوهَا يَوْمَئِذٍ ذَلِكَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
أَتَعْبُدُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ
بُوقًا مِثْلَ بُوقِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوَلَا تَتَّبِعُونَ رَجُلًا
يُنَادِي بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا بِلَالُ قُمْ
فَنَادِ بِالصَّلَاةِ

ایک اجتماع کیا جس میں نماز کے لئے وقت مقرر کرنے لگے
کیونکہ اس کے لئے نہ انہیں دی جاتی تھی تو ایک دن اس بارے
میں گفتگو کی بعض نے کہا کہ نصاریٰ کے گھڑیاں کی طرح
گھڑیاں ہونا چاہیے۔ اور بعض نے کہا کہ یہود کے ہڈی کی طرح ایک
تک ہونا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی آدمی کو کیوں نہیں
بچھ دیتے جو نماز کا اعلان کر دے حضور ﷺ نے فرمایا اے بلال
انہو اور نماز کا اعلان کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الملاحیون رجلا یہ روایت یا تو مجمل ہے۔ یا مؤول ہے۔ اس لئے کہ اذان کی مشروعیت حضرت عمرؓ
کے کہنے سے نہیں ہوئی۔ لہذا یا تو یہ کہا جائے کہ یہ روایت مجمل ہے اور اصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ سب کچھ حضرت عبداللہ بن زیدؓ
کے خواب کے بعد کیا۔ یا مؤول ہے کہ اذان سے اذان متعارف مراد نہیں۔ بلکہ اذان لغوی اعلام بالصلوٰۃ مراد ہے۔ یعنی کوئی نماز
کے وقت الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہہ دیا کرے۔

باب الْأَذَانِ مَثْنًی مَثْنًی

ترجمہ۔ اذان دو دو مرتبہ کہی جائے

حدیث (۵۷۱) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِی حَزِيمٍ عَنْ
عَنْ الْأَكْبَسِ قَالَ قَالَ أَمِيرُ بَلَاءٍ أَنَّ بَشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنَّ يُؤْتَرُ
الْإِلَامَةَ إِلَّا الْإِلَامَةَ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو
حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ کو دو دو بار دہرایا کریں اور اقامہ کے
الفاظ ایک ایک بار مگر قد قامت الصلوٰۃ کو دو بار کہا جائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مثنیٰ مثنیٰ یعنی دو دو سے محدود ہے۔ تو اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب مثنیٰ مثنیٰ یعنی دو دو سے محدود ہوا تو
تکرار تو ایک مرتبہ مثنیٰ کہنے سے حاصل ہو گیا۔ اب دو مرتبہ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ دو مرتبہ کہنے سے تو چار مرتبہ ہو جائیگا۔ بعض تو کہتے
ہیں کہ بعض نسخوں میں ایک ہی مرتبہ ہے۔ اور راجح یہ ہے کہ الفاظ روایت کے اجتماع میں فرمادیا۔ کیونکہ ترجمہ کے جو الفاظ ہیں وہ مسند طرابلسی
کے الفاظ ہیں۔ اور بعض نے جواب دیا کہ یہ تکرار انواع کے اعتبار سے ہے یعنی ہر وقت کی اذان میں تکرار ہو گا اور مثنیٰ مثنیٰ ہو گی۔ ترجمہ الہاب
سے ان لوگوں پر رد کرتا ہے جو ترجیع کے قائل ہیں۔ کیونکہ ترجیع میں شہادتیں چار مرتبہ ہو جائیں گی۔ حنفیہ اور حنبلیہ ترجیع کے قائل نہیں
اور یہ بھی ممکن ہے کہ ترجمہ شاذ ہو۔ اس لئے کہ روایت میں ان بشفع الاذان اور شفیع کے معنی ہیں ضم کے۔ تو ممکن ہے کوئی
یہ سمجھ بیٹھے کہ مطلق ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ میں ملا کر کہتا چلا جائے۔ چاہے ایک وقت میں کہتے کہ اے۔ تو امام حارثیؒ نے بتلادیا کہ

مراد یہ ہے دودھ کلمے کے۔ مثنیہ مراد ہے۔ وان یوتر الاقامة الخ اس میں اشکال ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ متحد ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مستثنیٰ منہ میں تو پوری اقامت مراد ہے۔ اور مستثنیٰ میں صرف قد قامت الصلوة مراد ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ ایثار جو اقامت میں ہوتا ہے اذان کے اندر نہیں ہوتا اس فرق کے لئے باب قائم فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ اس باب سے شافعیہ اور مالکیہ پر رد ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں ترجیع ہے۔ احناف اور حنبلیہ کے ہاں ترجیع نہیں اس کی تائید مقصود ہے۔ اور دلیل یہ ہے کہ ملک منزل من السماء کی اذان میں ترجیع نہیں اور حضرت بلال مؤذن مسجد نبوی کی اذان میں ترجیع نہیں تھی۔ البتہ حضرت ابو محذورہ کی روایت میں ترجیع ہے۔ اور اس سے ان دونوں حضرات نے استدلال کیا ہے۔ اور یہ کہا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے۔ لہذا اوّل تمام اذانوں کے لئے ابو محذورہ کی حدیث ناخ ہوگی امام احمد کی طرف سے جواب دیا گیا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے اور ۹ھ، ۱۰ھ اور ۱۱ھ کے اندر جو اذانیں حضرت بلالؓ نے دی ہیں ان میں ترجیع نہیں ہے۔ لہذا یہ اذان بلال۔ اذان ابو محذورہ کے لئے ناخ ہوگی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے تذکرہ کیا کہ کسی ایسی چیز کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع دی جائے جس کو لوگ پہچانتے ہوں۔ تو ذکر ہوا کہ آگ جلائی جائے یا گھریال جائیں پھر حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے ایک ایک بار کہے جائیں۔

حدیث (۵۷۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ الْخ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَثُرَ النَّاسُ قَالَ ذَكَرُوا
أَنْ يُعْلِمُوا وَقَتَ الصَّلَاةِ بِشَيْءٍ يُعْرِفُونَهُ فَلَذَكَرُوا
أَنْ يُؤْذُوا نَارًا أَوْ يُصْرِخُوا نَافِوْسًا فَأَمَرَ بِلَالٌ
أَنْ يُشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُؤْذِيَ الْإِقَامَةَ ...

ترجمہ۔ اقامت ایک ایک کلمہ ہے مگر
قد قامت الصلوة کہ اسے دو مرتبہ کہا جائے۔

باب الْإِقَامَةُ وَاحِدَةُ الْأَقْوَلَةُ
قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ -

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے الفاظ دو دو بار کہیں اور اقامت کے ایک ایک بار مگر ایوب نے فرمایا مگر قد قامت الصلوة کو دو مرتبہ کہا جائے۔

حدیث (۵۷۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخ
عَنْ أَنَسٍ قَالَ أُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يُشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ
يُؤْذِيَ الْإِقَامَةَ قَالَ أَسْمِعِلْ فَلَذَكَرَتْهُ لِأَيُّوبَ فَقَالَ إِلَّا
الْإِقَامَةَ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مؤلفؒ نے ثنی ثنی سے شفیع کی تفسیر فرمادی۔ اور اسی طرح یہاں ان یوتر الاقامة میں ایثار کی

تفسیر فرمادی کہ ایک ایک بار ہے۔ اس لئے کہ بظاہر لفظ ایثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایثار ہونا چاہئے خواہ ایک بار یا اس سے زائد اب جس طرح

اذان میں اختلاف ہے اس طرح تکبیر میں اختلاف ہے۔ ایک حنفیہ اور غیر حنفیہ میں دوسرے غیر حنفیہ اور غیر حنفیہ میں یہ اختلاف ہے کہ احناف فرماتے ہیں کہ الفاظ اقامت غشی غشی ہیں جیسا کہ اذان میں ہے۔ اور غیر حنفیہ فرماتے ہیں کہ اقامت یعنی تکبیر میں افراد ہوگا اب پھر غیر احناف میں اختلاف قد قامت الصلوۃ میں ہے امام مالک اس کے افراد کے قائل ہیں۔ اور حنبلیہ اور شافعیہ اس کے حنفیہ کے قائل ہیں۔ صحیحہ کہتے ہیں کہ الا الا قامة کا لفظ درج ہے۔ جیسا کہ ایوب کی روایت میں ہے۔ اصل حدیث میں نہیں ہے اور شوافع اور حنبلیہ اصل حدیث میں قرار دیتے ہیں۔ حنفیہ ملک نازل من السماء کی اذان سے استدلال کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ غشی غشی تھی۔ امام حارثی نے حنبلیہ اور شافعیہ کے قول کو ترجیح دی ان یو تو الا قامة علماء نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں اور میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ یہ جملہ قضیہ مہملہ ہے۔ جو قوت میں جزیئہ کے ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور ﷺ نے صلوۃ خاصہ میں یہ حکم دیا اور وہ صلوۃ صبح ہے اور مطلب یہ ہے کہ فجر کی اذان لیکن ام مکتوم کی اذان سے ملا کر کہا کریں۔ اور اقامہ ایک آدمی کے یہ نہیں کہ ایک کے بعد دوسرا کے فقال الا الا قامة صحیحہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔

باب فضل التأذین

ترجمہ۔ اذان کہنے کی فضیلت کا بیان ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ دے کر پاد مارتا ہوا بھانکتا ہے۔ تاکہ اذان کہنے کو نہ سنے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ اہل آتا ہے۔ یہاں تک کہ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جاتی ہے پھر چپہ دیکر بھانکتا ہے جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آتا ہے۔ تاکہ آدمی اور اس کے نفس کے درمیان دوسو سے ڈالے۔ چنانچہ کہتا ہے کہ اس کو یاد کرو اس کو یاد کرو جن کو وہ یاد نہیں رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آدمی اس حال میں ہو جاتا ہے کہ نہیں جانتا کہ اس نے کتنی رکعت پڑھی

حدیث (۵۷۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ
أَكْبَرُ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ فَإِذَا
قُضِيَ النِّدَاءُ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا كُوبَ بِالصَّلَاةِ أَكْبَرُ
حَتَّى إِذَا قُضِيَ التَّكْبِيرُ أَقْبَلَ حَتَّى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ
وَلَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرَ كَذَا أَذْكَرَ كَذَا إِمَّا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ
حَتَّى يَطَّلِ الرَّجُلُ لَا يَذْكُرُ كَمْ صَلَّى . الحديث ..

تشریح از شیخ زکریا۔ تاذین اذان کہنے کو کہتے ہیں۔ اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ روایت سے اذان کی فضیلت ثابت ہوتی

ہے۔ اذان کہنے کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔ بعض حضرات جواب دیتے ہیں کہ جب اذان کی فضیلت ثابت ہو گئی تو اذان کہنے کی فضیلت بھی ثابت ہو گئی۔ میری رائے یہ ہے کہ امام حارثی نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ سے ان روایات کی طرف اشارہ فرمایا جو ان کی شرط کے موافق نہیں۔ اور ان سے اذان کہنے والوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ جیسے المؤذنون اطول اعناقاً یوم القیامۃ کہ اذان دینے والے

قیامت کے دن لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ لہٰذا ضراطِ ضراط کے معنی گوز مارنا۔ شیطان یہ فعل کیوں کرتا ہے؟ بعض علما فرماتے ہیں کہ وہ یہ کام اس لئے کرتا ہے کہ اذان کی آواز اس کے کانوں میں نہ آ سکے۔ کیونکہ قاعدہ ہے جب قریب میں شور ہو رہا ہو تو دور کی بات سنانی نہیں دیتی۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے اس نازیبا فعل سے لڑان کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ جیسا کہ دور از تہذیب کینوں کا طریقہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو تمسخر سوچتا ہے تو ایک اٹھ کر دوسرے کے منہ میں ٹھائیں سے گوز مارتا ہے۔ اور بعض علما فرماتے ہیں کہ گوز نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ لڑان کی وجہ سے اس پر بوجھ پڑتا ہے۔ کیونکہ لڑان کا ہنر اس پر لگتا ہے جیسا کہ تاگہ والا گھوڑے کو چابک مارے تو وہ گوز مارنے لگے۔ حتیٰ اذا طعمی العویب القلب الخ۔ چونکہ تکبیر میں لڑان کے الفاظ ہوتے ہیں اس لئے وہ اس وقت بھی بھاگ جاتا ہے۔ لیکن جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ حتیٰ یعطوہن المروءۃ نفسہ الخ یہاں اشکال یہ ہے کہ اس روایت سے لڑان کا نماز کے مقابلہ میں افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ شیطان لڑان سے تو بھاگ جاتا ہے لیکن نماز کے وقت آ جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اشیاء کے کچھ خواص ہوتے ہیں جو اس سے افضل کے اندر نہیں ہوتے۔ مگر ان میں نہ ہونے سے اس مفضول کا افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے شادست آور ہے۔ مگر غیرہ مردار پر میں یہ بات نہیں تو اس سے سنا کا غیرہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا۔ اسی طرح لڑان میں یہ خصوصیت ہونے سے نماز پر فضیلت لازم نہیں آتی۔ میری طرف سے لڑان کہنے کی فضیلت کے بارے میں یہ رائے ہے کہ آنے والا باب درباب ہے۔ اور اس کے اندر لڑان کہنے کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے اندر رفع الصوت بالاذان کی فضیلت بتلائی گئی ہے۔ اور رفع صوت ہی اذان کہنا ہے۔ یہاں ایک بات اور سنو! روحانی اشیاء کے خاص خاص اثرات ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی خاص اثر سے تفصیل نہیں دی جاتی۔ لڑان کا خاص اثر یہ ہے کہ اس میں خاص اطلاع واطمان ہوتا ہے۔ اور نماز میں اخفاء ہے۔ اسی وجہ سے شیطان لڑان کی آواز سن کر بھاگ جاتا ہے۔ مگر نماز کا اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا۔

باب رَفْعِ الصَّوْتِ بِالنِّدَاءِ

ترجمہ۔ اذان کے لئے آواز کو اونچا کرنا

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ اِذَا نَاسَمَعَا
وَالْاَصْرَ لَنَا

ترجمہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ اذان بلا نغمہ والی اذان کو دور نہ ہم سے الگ ہو جاؤ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن مازنی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؓ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ آپ بھریوں اور دیہات کو پسند کرتے ہیں جب آپ دیہات میں نماز کے لئے لڑان کہیں تو لڑان کی اپنی آواز کو

حدیث (۵۷۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ قَالَ لَمَّا رَأَى أَنَا
كُنْتُ الْعَمَمَ وَالْبَاهِيَةَ إِذَا كُنْتُ فِي حَيْكَةِ أَوْ بَاهِيَةٍ
لَا تَنْتَ لِلْفُلُوِّ فَارْفَعْ صَوْتَكَ بِالنِّدَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَسْمَعُ

لو نچا کریں کیونکہ مؤذن کی آواز کی انتہا جو کوئی جن یا انسان یا اور کوئی چیز جو بھی سنے گا وہ اس کے لئے قیامت کے دن گواہی دے گا۔
ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔

مَذَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ جَنْ وَكَالِئْسُ وَلَا كَيْفُ
الْأَشْهَادُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اتر حضرت عمر بن عبدالعزیز کا مطلب اگر یہ ہے کہ اذاناً سمعنا ای سہلا بلا لہمۃ و نظرب ہو تو ترجمہ الباب سے مناسب معلوم نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ نعمت کی وجہ سے آواز بلند نہیں ہوتی۔ اس لئے سہلۃ کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔ تو اس سے رفع الصوت معلوم ہوا۔ اور روایت سے رفع الصوت ظاہر ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اذان کی غرض اطلاع ہے۔ مگر چونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور شہادت رسول اور شعائر اسلام کا اعلان ہے۔ اس لئے صرف قدر ضرورت پر اکتفا نہیں کیا جائے گا بلکہ رفع صوت مطلوب ہے اس لئے کہ ہر دُطیب و ہا بس شہادت دے گی اذاناً سمعنا۔ مسج کے معنی ہیں سادگی اور متانت کے کہ متانت اور سچیدگی سے اذان کو۔ شراح فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ ترجمہ الباب سے رفع الصوت معلوم ہو۔ اب بہت ممکن تھا کہ کوئی یہ سمجھ لے کہ مقصود رفع صوت ہے۔ خواہ جس طرح بھی ہو گلا بھاڑ کر ہو۔ تو حضرت امام حارثیؒ نے اس کو ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ رفع صوت تو مطلوب ہے۔ مگر اس میں غلو نہ کرے اس لئے کہ اذان کی آواز جتنی بلند ہو سکے کرنی چاہیے۔ تاکہ جتنے زیادہ شاہد (گواہ) قیامت میں بن سکیں اچھائی ہے۔ اس کے بعد جو اثر نقل کیا ہے حافظ کی رائے ہے کہ ترجمہ الباب کی قید ہے۔ رفع الصوت بالنداء بلا طرب حضرت اقدس مکتویؒ نے اس طرح مناسب پیدا کی ہے۔ کیونکہ نظرب صوت میں رفع الصوت ناممکن ہے۔

ترجمہ۔ کہ اذان کی بدولت خون محفوظ ہوتے ہیں

باب مَا يُحَقِّنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدِّمَاءِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ ہمارے ساتھ جب بھی کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو اس وقت تک ان پر عارت گری نہیں کرتے تھے جب تک مسجد ہو اور انتظار فرماتے اگر تو ان سے لینے تو ان سے رک جاتے اگر تو ان سے سننے تو پھر ان پر عارت گری کرتے چنانچہ ہم لوگ خیبر کی لڑائی کے لئے نکلے تو ہم رات کو

حَدِيث (۵۷۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَنَسٍ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ كَانَ إِذَا غَزَا بِنَا قَوْمًا لَمْ يَكُنْ
يُكْرِمُ بِنَا حَتَّى يُصْبِحَ وَيُنْظَرُ فَإِنْ سَمِعَ أَذَانًا كَفَّ
عَنْهُمْ وَإِنْ لَمْ يَسْمَعْ أَذَانًا غَارَ عَلَيْهِمْ قَالَ فَغَرَجْنَا
إِلَى خَيْبَرَ فَأَتَيْنَاهُمُ الْيَوْمَ لَيْلًا فَلَمَّا أَصْبَحَ وَلَمْ يَسْمَعْ

اِذَا تَارَكْتَ وَرَكْبُكَ خَلْفُكَ اَبَى طَلْحَةَ وَاِنْ لَكَ مِمْسٌ لَعَمْرُكَ لَمَّا نَبِيٍّ ﷺ قَالَ لَعَزَّ جُورِ الْاِنْبَاءِ بِمَكَائِلِهِمْ وَمَسَاحِيهِمْ فَلَمَّا رَاَوْا النَّبِيَّ ﷺ قَالُوا مُحَمَّدٌ وَاللّٰهُ مُحَمَّدٌ وَالْغَيْمُ قَالَ لَمَّا رَاَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرَبْتُ خَيْرٌ اَنَا اَذْكُرُنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ لِّسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذِرِ مِنْ . الحديث ..

ان کے ہاں پہنچے اور جب صبح ہوئی اور آپ نے اذان نہ سنی تو آپ بھی سوار ہوئے۔ میں حضرت ابو طلحہ کے پیچھے سوار ہوا میرا قدم جناب نبی اکرم ﷺ کے قدم کو چھوتا تھا۔ تو خیر کے لوگ اپنی ذہنیں اور چھاڑے لے کر ہماری طرف لکے۔ جب انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو بول پڑے محمد ہے خدا کی قسم محمد ہے اور اس کا لکھ رہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں جب جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو دیکھا تو دوسرے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا

فرمایا کہ خیر ویران و جاہل ہو گیا کیونکہ آیت کا ترجمہ جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی مصیبت ہوتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ممکن ہے حکم بیان کرنا مقصود ہو۔ اور ممکن ہے کہ فضیلت بیان کرنی ہو۔ حضور اقدس ﷺ کی

عادت شریفہ یہ تھی کہ اس وقت تک کفار کی کسی آبادی پر حملہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ صبح نہ ہو جائے۔ اگر صبح ہونے کے بعد اذان کی آواز آجاتی تو حملہ نہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر نہ سنتے تو حملہ فرمادیتے یہ فضیلت بھی ہو گئی۔ اسلئے کہ محض اذان کی وجہ سے حملہ سے محفوظ رہے اور حکم یہ ہوا کہ جب کہیں اذان سن لے تو وہاں حملہ کرنا جائز نہیں معلوم نہیں کہ کتنے مسلمان قتل ہو جائیں۔ واللہ محمد والحمد خمس اس لکھ کر کہتے ہیں جو پانچ اجزاء پر مشتمل ہو۔ مینہ۔ میسرہ مقدمہ۔ مؤثرہ قلب۔ دائیں بائیں۔ آگے پیچھے۔ اور درمیان میں۔

باب مَا يَقُولُ اِذَا سَمِعَ الْمُنَادِيَ ترجمہ۔ جب اذان دینے والے کی آواز سنے تو کیا کہے

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم اذان سنو تو جس طرح مؤذن کہتا ہے تم بھی اسی طرح کہو۔

حدیث (۵۷۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ الْحَسَنُ

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام حارثیؒ کا طریقہ یہ ہے کہ جب اختلاف روایات قوی ہوں یا ائمہ کا اختلاف قوی ہو

تو ترجمہ میں کوئی حکم نہیں لکھتے۔ یہاں چونکہ دو روایتیں ہیں ایک اِذَا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعینہ الفاظ اذان دہرائے اور دوسری روایت میں حیلہ کے بدلے حوالہ ہے اور دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اب علما کا پھر اختلاف ہے۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ فقولوا مثل ما یقول المؤذن مجمل ہے اور دوسری روایت مفصل ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مفصل مجمل پر قاضی ہوا کرتی ہے

لہذا مجمل کو مفصل کی طرف راجع کیا جائے گا۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ دونوں وارد ہیں لہذا اختیار ہے۔ بعض علماء حنبلیہ سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔

ترجمہ۔ حضرت عیسیٰ بن طلحہ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ایک دن سنا وہ فرماتے تھے مؤذن کی طرح کے۔ صرف اشہد ان محمد رسول اللہ تک۔

حدیث (۵۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو فُضَّالَةَ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ يَوْمَئِذٍ يَقُولُ بِخَلْفِهِ إِذَا قَالَ قَوْلَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ یحییٰ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بعض بھائیوں نے بیان کیا کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کے توسل مع لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں نے تمہارے نبی اکرم ﷺ کو اس طرح کہتے سنا۔

حدیث (۵۷۹) حَدَّثَنَا اسْحَقُ الْخَمَّاسِيُّ عَنْ يَحْيَى وَحَدَّثَنِي بَعْضُ إِخْوَانِنَا أَنَّهُ قَالَ لَمَّا قَالَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَقَالَ هَكَذَا سَمِعْنَا نَبِيَّكُمْ ﷺ يَقُولُ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ الی قولہ واشہد ان محمد رسول اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف یہیں تک جواب میں اکتفا فرمایا بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک بعید الفاظ لڑان دہرائے اور اس کی دلیل روایت آئندہ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ یہاں امام بخاریؒ تو سع بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو اختیار ہے جو چاہے کہہ دے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا مذہب یہی تھا کہ صرف شہادتین تک اذان کا جواب دے۔

باب الدُّعَاءِ عِنْدَ النَّدَاءِ

ترجمہ۔ اذان کے وقت دعا مانگنا

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اذان سننے کے بعد یہ دعا مانگی اے اللہ جو اس کھل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپؐ کو اس مقام محمود پر مبعوث فرما جس کا آپؐ سے وعدہ فرمایا ہے۔ تو قیامت کے دن اس کے لئے میرے شفاعت نازل ہوگی۔

حدیث (۵۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَازِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَالَ رَحْمَنُ يَسْمَعُ الدُّعَاءَ اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدُّعْوَةُ التَّامَّةُ وَالصَّلَاةُ الْقَائِمَةُ أَمَّا مُحَمَّدٌ الْوَسِيلَةُ وَالْوَحِيلَةُ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا إِنْ أَلَدَى وَعَدْلُهُ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح نے مصنفؒ کی غرض سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اور انشاء اللہ میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ

اس میں اختلاف ہے کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے کہ نہیں۔ ہمارے یہاں اس میں دونوں قول ہیں۔ ظاہر یہ کہ نزدیک واجب ہے۔ الامر للوجوب کی وجہ سے اور ہمارے ہاں وجوب کا ایک قول ہے یہ بہت سخت ہے۔ اور دوسرا قول سنیت کا ہے۔ یہی آسان ہے اور حضرت امام طحاویؒ نے اس روایت سے عدم وجوب جواب اذان پر استدلال فرمایا ہے۔ جب اذان کے ساتھ یہ دعا پڑھے گا تو جواب کیسے دے گا۔ تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمایا ہو کہ جواب واجب نہیں۔ حلت له شفاعتی۔ حلت کے معنی حلال ہونے کے نہیں۔ بلکہ نازل ہونے کے معنی ہیں۔ روایت کے اندر دعا میں ایک لفظ آیا ہے وسیلہ بعض نے کہا ہے اس سے مقام محمود مراد ہے۔ مگر وہ تو دعا کے اندر مستقل آرہا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ عطف تفسیری ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ وسیلہ سے ایک خاص مرتبہ مراد ہے جس کے متعلق جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا وار جواں اكون انا الخ کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اس مرتبہ کا مستحق میں ہی ہوں گا۔ یہ بات تو واضح ہے کہ آپ ﷺ نے یہ تو واضح کی وجہ سے فرمادیا۔ کیونکہ یہ مرتبہ تو آپؐ کو یقیناً ملے گا۔

باب الْاِسْتِہَامِ فِي الْاَذَانِ

وَيَذْكُرُ أَنَّ قَوْمًا اخْتَلَفُوا فِي الْاَذَانِ
فَافْرَعَ بَيْنَهُمْ سَعْدٌ

ترجمہ۔ اذان کہنے میں قرعہ اندازی کرنا
اور کچھ لوگوں نے اذان کہنے میں اختلاف کیا تو
حضرت سعدؓ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی فرمائی

حدیث (۵۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي التَّدَايِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَمْ لَا يَجِدُونَ إِلَّا أَنْ يُسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَأَسْتَهْمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ فِي التَّهَجُّبِ لَأَسْتَبْقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْفُتْمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا.....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر لوگ اس ثواب کو جانتے جو اذان کہنے اور صف اول میں کھڑے ہونے کے اندر ہے اور پھر ان کو علاوہ قرعہ اندازی کے کوئی چارہ نہ ہوتا تو قرعہ اندازی کرتے اگر اس ثواب کا ان کو علم ہو جاتا جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو بھی اس کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ اور اگر اس ثواب کا علم ہو جاتا جو عشاء اور صبح کی نماز میں ہے تو اگر کھٹنے کے بل چل کر آتا پڑتا تو ضرور چل کر آتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض اذان کی فضیلت بھی بیان کرنا ہے اور استہام کے معنی بھی اس لئے

کہ استہام جس طرح قرعہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ ایسے ہی تہ اندازی کے معنی میں آتا ہے۔ تو یہاں پر قرعہ اندازی کے معنی ہیں اور

باب کی غرض یہ ہے کہ اذان جو قیام پر رد فرمایا ہے۔ یعنی ایک مسجد میں صرف ایک ہی اذان ہونی چاہیے بغیر ضرورت شدیدہ کے ایک سے زائد اذان نہیں ہونی چاہیے۔ کیونکہ اگر متعدد اذانیں جائز ہوتیں تو پھر استہام کی نوبت کیوں آتی۔ لیکن اگر کسی جگہ ضرورت ہو۔ مثلاً جامع مسجد یا بڑی مساجد تو وہاں جائز ہے اور بعض شراح نے اس باب کی ایک غرض یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ احناف کے نزدیک قرعہ اندازی منسوخ ہے تو اس باب کے ذریعہ احناف پر رد کرنا مقصود ہے۔ مگر ہم لوگوں پر رد نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہم قرعہ کے جتہ تامہ ہونے کا انکار کرتے ہیں مطلق استہام کے منکر نہیں ہیں۔ مگر میرے نزدیک یہاں یہ غرض بیان کرنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ آئندہ چل کر ایک باب آئے گا باب القرعۃ فی المشكلات وہاں یہ غرض ہو سکتی ہے۔ یہاں چونکہ اذان اور نماز کا بیان ہے۔ لہذا وہ غرض اس کے مناسب نہیں مافی التہجیر اگر اشکل ہو کہ اس سے تو تہجیر کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ شریعت نے اہراد کا حکم دیا ہے جیسا کہ گذر چکا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد میں جانے کے لئے تہجیر کی فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ سویرے جا کر بیٹھا جائے اور اہراد کا تعلق نماز سے ہے۔ اور یہ حکم نماز کے لئے ہے۔ نیز اس میں فضیلت جزئیہ ہے اور اہراد کے اندر حکم عام ہے۔

باب الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

ترجمہ۔ اذان کے دوران کلام کرنا

ترجمہ۔ حضرت سلیمان بن صرد اذان کے درمیان کلام کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصریؒ فرماتے تھے کہ اذان اور تکبیر کے درمیان اگر کوئی ہنس پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک کچھڑ کے دن ہمیں خطبہ دیا جب مؤذن حسی علی الصلوٰۃ تک پہنچا تو انہوں نے حکم دیا کہ اعلان کر دے ہر شخص نماز اپنے اپنے گھر میں پڑھے۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تو حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ یہ کام اس ذات نے کیا تھا جو ہم سب سے بہتر تھے اور یہی عزیمت ہے

وَتَكَلَّمَ سُلَيْمَانُ بْنُ صُرْدٍ فِي أَذَانِهِ وَقَالَ
الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ يَضْحَكَ وَهُوَ يُؤْذِنُ أَوْ يَقِيمُ .

حدیث (۵۸۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ رَزُغَ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ فَأَمَرَهُ أَنْ يُبَادِيَ الصَّلَاةَ فِي الرِّحَالِ فَنَظَرَ الْقَوْمُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَالَ فَعَلْ هَذَا مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ وَإِنَّهَا عَزْمَةٌ . الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ ترجمہ میں امام بخاریؒ نے دو اثر ذکر کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے اثر میں کلام کا تذکرہ ہے۔ اور دوسرے

میں ضحک کا ذکر ہے۔ معنی کا مقصد یہ ہے کہ اذان کا حکم صلوٰۃ جیسا نہیں ہے۔ اور اس میں کلام اور ضحک جائز ہیں۔ لیکن روایت میں مؤذن سے نہ کلام کا صدور ہوا ہے نہ ضحک کا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اذان کے دوران کلام کرنے سے اذان کے کلمات کا ناسخ چلا جاتا ہے۔

چونکہ جعلتین کے درمیان الصلوٰۃ فی الحال کہا گیا ہے۔ جس سے نسق زائل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس سے بتلانا یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جس سے نسق زائل ہو جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حنابلہ کے نزدیک کلام فی الاذان جائز ہے۔ اور غیر حنابلہ کے نزدیک اگر فصل یسیر ہو تو مکروہ ہے

اگر فصل طویل ہو جائے تو مفید ہے۔ حنابلہ نے روایت باب سے استدلال فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے الصلوٰۃ فی الحال کا امر فرمایا۔ جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس میں روایات مختلفہ ہیں۔ کہ یہ کب کہا؟ ابو داؤد کی روایت سے اذان کے بعد معلوم ہوتا ہے۔ اور بخاری شریف میں صفحہ ۸۸ پر آنے والا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اذان کا حکم دیا تم بقول علیؓ اثمہ الاصلوا فی الحال۔ اگر ہو بھی سہی تو یہ اذان کے درمیان حضرت ابن عباسؓ کا فعل ذاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے تو صرف الصلوٰۃ فی الحال ثابت ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان حنابلہ کی طرف ہے۔ لا باس ان یضحك الخ علامہ عینیؒ نے اعتراض فرمایا کہ باب تو کلام فی الاذان کا ہے اور اثر خشک کا لہذا اس کو باب سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے نزدیک یہ اعتراض درست نہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اثبات بالا وہی ہے اس لئے جب خشک جائز ہے تو کلام بدرجہ لوئی جائز ہو گا۔ زرع کے معنی بچڑ کے ہیں۔

ترجمہ۔ جب ٹاپینا کو کوئی خبر دینے والا ہو تو اس کی اذان جائز ہے۔

باب اَذَانِ الْأَعْمَى
إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يُخْبِرُهُ -

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت بلالؓ رات کو اذان کہتے ہیں۔ پس تم کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک حضرت ابن ام مکتوم اذان کہیں کیونکہ وہ ٹاپینا آدمی تھے۔ جب ان سے کہا جاتا صبح ہو گئی تو تب وہ اذان کہتے تھے۔

حدیث (۵۸۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ بِلَالَ يُؤْذِنُ بَلِيلٌ فَكُلُّوْا وَأَشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَكَانَ رَجُلًا أَعْمَى لَا يُنَادِي حَتَّى يُقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَصْبَحْتَ

تشریح از شیخ زکریا۔ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں نقل کر رکھا ہے کہ حنفیہ اور ظاہریہ کے ہاں اذان اعمی درست نہیں یہ نقل حنفیہ سے غلط ہے۔ ممکن ہے کہ ظاہریہ سے صحیح ہو۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اعمی حاذق ہو اور وقت کی اس کو اطلاع ہو جاتی ہو یا وہ خود تو حاذق نہیں لیکن اس کو کوئی بتا دیتا ہو تو جائز ہے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کا مقصد مصنف ابن ابی شیبہ کی ان روایات پر رد کرنا ہے جس میں اذان اعمی کے عدم جواز کو بیان کیا گیا ہے۔

باب الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

ترجمہ۔ فجر کے بعد اذان کہنا

حدیث (۵۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا اعْتَكَفَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَأَ الصُّبْحَ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَقَامَ الصَّلَاةُ ..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حصہ نے مجھے خبر دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مؤذن صبح کیلئے کھڑا ہو جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی تو دو ہلکی سی رکعات اقامت تکبیر صلوٰۃ سے پہلے پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۸۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخِ عَنْ عَائِشَةَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ النِّدَاءِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز کی اذان اور اقامت کے درمیان دو ہلکی سی رکعات پڑھتے تھے۔

حدیث (۵۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنَّ بَلَاءًا يُنَادِي بَلِيلٌ فَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُنَادِيَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے بے شک حضرت بلالؓ رات کو اذان کہتے ہیں تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اذان کیوں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس باب کے تحت مصنف نے تین روایات ذکر کی ہیں جن سے بظاہر ترجمہ الباب سے کوئی مطابقت

معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلی روایت میں دو شرطیں ذکر کی گئیں۔ اعتکاف معنی ٹھہرنا اور بداء الصبح کہ جب مؤذن ساکت ہو تا تھا تو آپؐ دو رکعت پڑھتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کا رکوع بالا اذان ہو تا تھا۔ اور رکوع قبل الفجر جائز نہیں۔ تو اس طرح اذان بھی قبل الفجر جائز نہ ہوگی۔ یہ مطابقت ماحیہ کی ایک جماعت کے نزدیک ہے۔ دوسری روایت یہ دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کی نماز رکعتیں اذان اور اقامت کے درمیان ہوتی تھیں۔ تو بعد طلوع الفجر اذان ہوگی۔ اگر مصنف کا مقصد یہ قرار دیا جائے کہ بعد الفجر اذان کی جائے۔ اس سے قبل اذان جائز ہے یا نہیں اس سے کوئی حجت نہیں۔ تو اب روایات ترجمہ الباب کے مطابق ہوں گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابن ہطال نے اعتراض کیا ہے کہ یہ ترجمہ شان حاری کے مطابق نہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب حدیث کی ہے۔ اگر کہیں سید صاحب باندھ دیا تو کیا حرج ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اذان بعد الفجر کا باب منعقد فرمایا ہے تو پھر اذان بعد الزوال اور بعد المغرب بھی منعقد کرنا چاہیئے۔ ایک دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ اس باب کے بعد باب الاذان قبل الفجر آ رہا ہے۔ ترتیب کا تقاضا یہ تھا کہ اذان قبل الفجر اور پھر بعد الفجر کا باب باندھتے۔ اس اعتراض میں اور شرح نے بھی موافقت کی ہے۔ مگر میرے نزدیک دونوں اعتراض ساقط ہیں۔ کیونکہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ اذان فجر جو صحیح اور معتبر ہے وہ تو وہ ہے جو بعد الفجر ہے۔ اور قبل الفجر والی اذان صلوٰۃ کے لئے نہیں۔ بلکہ لیو جمع قائمکم بنیہ نائمکم کہ قائم ایل کو لوٹائے اور سونے والے کو بیدار کرے اور چونکہ اذان بعد الفجر اصل تھی اسلئے اس کو مقدم فرمایا اور قبل الفجر کو بالتبع ذکر فرمایا۔ اعتکف المؤذن الصبح جب کہ انتظار میں مؤذن رکا رہا تو اذان لا محالہ بعد صبح ہوگی۔ وهو المرام۔

باب الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ ترجمہ۔ فجر سے پہلے اذان کرنا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کسی ایک کو اس کے سحر سے حضرت بلالؓ کی اذان نہ روکے۔ کیونکہ وہ تورات کو اذان کہتے ہیں تاکہ کھڑے ہوئے کو واپس کریں اور سونے والے کو بیدار کریں۔ اور فجر اور صبح کا لفظ نہیں کہتے تھے۔ بلکہ اپنی انگلیوں سے اس طرح اشارہ کرتے تھے کہ ان کو اوپر کی طرف اٹھا کر پھر نیچے کی طرف لے آتے۔ یہاں تک اس طرح فرماتے اور زہیر اپنی دونوں انگشت شہادت ایک دوسرے پر رکھ کر ان کو دائیں بائیں کھینچتے تھے۔

ترجمہ۔ دونوں سندوں کے ساتھ حضرت عائشہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ حضرت بلالؓ رات کے وقت اذان کہتے ہیں۔ تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اذان کہیں۔

حدیث (۵۸۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا يَمْنَعَنَّ أَحَدُكُمْ أَوْ أَحَدًا مِنْكُمْ أَذَانَ بِلَالٍ مِنْ سُحُورِهِ فَإِنَّهُ يُؤْذِنُ أَوْ يَنْادِي بِبَلِيلٍ لِيَرْجِعَ قَائِمَكُمْ وَلِيُنَبِّهَ نَائِمَكُمْ وَكَيْسَ أَنْ يَقُولَ الْفَجْرُ أَوْ الصُّبْحُ وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ وَرَفَعَهَا إِلَى فَوْقٍ وَطَاطَأَ إِلَى أَسْفَلٍ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَقَالَ زَهِيرٌ بِسَبَابَتَيْهِ أَحَدَهُمَا فَوْقَ الْأُخْرَى ثُمَّ مَدَّهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ . الحديث

حدیث (۵۸۸) حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَحَدَّثَنِي يُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ بِلَالَ يُؤْذِنُ بِبَلِيلٍ فَكُلُُّوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يُؤْذِنَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جب اصل اذان کو ذکر فرمایا تو اس کو بھی تبعاً ذکر فرمادیا۔ اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ائمہ علماء کے

نزدیک یہ صبح کی اذان ہے اور حنفیہ کے نزدیک یہ صبح کی اذان نہیں۔ بلکہ تذکیر کے لئے ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے لہو جمع قائمکم الخ جو اذان قبل الفجر کے قائل ہیں۔ ان میں اختلاف ہے کہ دوبارہ بعد طلوع الفجر ضروری ہے یا نہیں۔ بعض شافعیہ کہتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے۔ اور جمہور ضروری کہتے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ جب نماز کیلئے ایک اذان ہو گئی تو دوسری کی کیا ضرورت ہے۔ بعض حنفیہ نے اخو صدا والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا یا ابا صداء اذن ومن اذن فہو یقیم۔ یہ روایت ابو داؤد میں ہے اور اس میں دوسری اذان کا ذکر نہیں ہے و لیس ان بقول الفجر فجر دو ہیں ایک کاذب ایک صادق۔ کاذب تو مستطیل ہوتی ہے اور صادق عریض۔ حافظ لکن جبر چونکہ شافعی للذہب ہیں اور شوافع کے یہاں قبل الفجر بھی اذان جائز ہے۔ اس لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ امام شافعیؒ کے ساتھ ہیں اسی وجہ سے وہ دونوں قسم کے باب لائے ہیں۔ لیکن میں بتلا چکا ہوں یہاں تقدیم و تاخیر اس وجہ سے کی ہے کہ یہاں اذان قبل الفجر جائز نہیں حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اذان قبل الفجر تذکیر اور تنبیہ کے لئے ہو ا کرتی تھی۔ ورنہ اس کی تقدیم و تاخیر کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

ترجمہ۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کتنا فاصلہ

ہونا چاہیے اور اقامت کی انتظار کون کرے۔

باب کَمَّ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَمَنْ يُنْتَظَرُ الْإِقَامَةَ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل المزنیؒ سے مروی ہے کہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دونوں اذانوں کے درمیان نماز ہے ہر اس شخص کے لئے جو چاہے۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔

حدیث (۵۸۹) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ الْمَزْنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَ كُلِّ أَذَانَيْنِ صَلَوةٌ فَلَا تَأْتِيَنَّ شَاءَ الْحَدِيثِ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں معلوم ہو چکا ہے کہ کبھی امام صاحب اپنے ترجمہ سے کسی روایت پر

رد فرماتے ہیں اور کبھی تائید کرتے ہیں۔ تائید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ الفاظ روایت شرط کے مطابق نہیں مگر مضمون صحیح ہوتا ہے۔ اس کو اپنی کسی روایت سے مؤید کرتے ہیں۔ یہاں بھی ایک روایت ترمذی میں ہے۔ اجعل اذانک واقامتک قد رما یفرغ الاکل من اکلہ والشارب من شربہ والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ مضمون تو امام کی شرط کی مطابق تھا مگر الفاظ شرط پر نہ تھے۔ لہذا امام نے اپنی روایت میں کل اذانین صلوة سے تائید فرمادی۔ اس لئے کہ جب اذان و اقامت کے درمیان نماز کا وقت ہو گا تو اس وقت میں کھانا بھی کھایا جاسکتا ہے اور پانی بھی پیا جاسکتا ہے۔ اور استنجاء بھی پاک ہو سکتا ہے۔ لہذا وقت نکل گیا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ مؤذن جب اذان کستا تھا تو اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے کچھ لوگ کھڑے ہو کر ستونوں کی طرف جلدی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے آتے تو وہ اسی طرح مغرب سے پہلے دو رکعات پڑھ رہے ہوتے تھے۔ اذان اور تکبیر کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں ان دونوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ ہوتا تھا۔

حدیث (۵۹۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ يَتَعَدُّونَ السَّوَارِي حَتَّى يُخْرُجَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُمْ كَذَلِكَ يَصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ الْمَغْرِبِ وَلَمْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ شَيْءٌ وَقَالَ عُمَانُ بْنُ جَبَلَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعتدون السواری الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کثرت سے مغرب سے قبل نوافل پڑھتے تھے۔ شافعیہ کے نزدیک اسی وجہ سے دو رکعت قبل المغرب لوٹی ہے۔ اور حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اوّل پر محمول ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ کسی صحابی نے کسی کو یہ نماز پڑھنے دیکھا تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی پڑھا کرتے تھے۔ صحابی سے تاہی نے پوچھا کہ اب کیوں نہیں پڑھتے تو فرمایا مشغولیت کی وجہ سے۔ اگر مستحب ہوتی تو صحابہ کرامؓ کیوں چھوڑتے۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو اقامت کا انتظار کرتا ہے

باب مَنِ انْتَظَرَ الْإِقَامَةَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا جب مؤذن فجر کی نماز کی پہلی اذان سے خاموش ہوتا تو آپ فوراً اٹھ کر دو ہلکی سی رکعات فجر کی نماز سے پہلے فجر خوب ظاہر ہو جانے کے بعد پڑھتے تھے پھر دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کے لئے آتا۔

حدیث (۵۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأُولَى مِنْ صَلَوةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكَعَ رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَوةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِينَ الْفَجْرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایات میں بھرت تکبیر و تہمیر (جلدی کرنا) کے فضائل وارد ہوئے ہیں۔ تو حضرت امام حارثیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اقامت کا انتظار کرتا ہے اور اوّل وقت میں نماز کے لئے نہ جائے تو جائز ہے۔ حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ تکبیر و تہمیر

مقتدیوں کے لئے ہے۔ امام اقامت کے وقت نکلے فان الامام ينتظر ولا ينتظر امام انتظار کیا جاتا وہ انتظار نہیں کرتا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ اگر کسی کا مکان مسجد کے قریب ہو اور وہ وضو کر کے اپنے گھر بیٹھا اقامت کا انتظار کرتا ہے تو اس کو تکبیر کا ثواب ملے گا۔ ہم اصطلاح علی شفقہ الایمن اس کا حکم مستقل باب میں آ رہا ہے۔ اس میں آٹھ مذاہب ہیں۔ حتی یاتیہ المؤذن للاقامة جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے لئے تکبیر کا حکم نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اور جو علماء کہتے ہیں کہ اگر گھر مسجد کے متصل ہو تو ثواب ملتا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا گھر متصل تھا۔ اور جن لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ اول وقت میں ناجائز ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اول وقت میں تشریف نہیں لے گئے۔

باب بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَوةٌ لِمَنْ شَاءَ

ترجمہ۔ ہر دو اذانوں کے درمیان ہر اس شخص کے لئے نماز ہے جو چاہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے۔ تیسری دفعہ فرمایا کہ یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو نماز پڑھنا چاہے۔

حدیث (۵۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ كُلِّ آذَانَيْنِ صَلَوةٌ ثُمَّ قَالَ فِي الْغَائِلَةِ لِمَنْ شَاءَ ...

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ بعض روایات میں ممن شاء کا لفظ نہیں آتا اس سے بظاہر ابہام وجوب ہوتا تھا اس لئے ممن شاء بڑھا کر اس کو دفع فرمادیا۔ اور متلادایان دونوں رکعتوں کا پڑھنا واجب نہیں۔

باب مَنْ قَالَ لِيُؤْذَنَ فِي السَّفَرِ مُؤْذِنٌ وَاحِدٌ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ سفر میں ایک مؤذن اذان کہہ سکتا ہے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرث فرماتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم بیس رات تک آپ کے پاس مقیم رہے حضورؐ میرا دل نرم دل تھے جب ہمارا گھر والوں کی طرف شوق کا اندازہ فرمایا تو حکم دیا کہ تم واپس جا کر اپنے گھر والوں میں رہو انہیں دین کی تعلیم دو اور نماز پڑھو جب نماز کا وقت آجائے

حدیث (۵۹۳) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي يَوْمٍ مِّنْ يَّوْمِي فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ عَشْرِينَ لَيْلَةً وَكَانَ رَجُلًا زَفِيفًا فَلَمَّا رَأَى شَوْقَنَا إِلَى أَهْلِنَا قَالَ ارْجِعُوا فَكُونُوا لِبَهْمٍ وَعَلِمُوهُمْ وَصَلُّوا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ

فَلْيُؤْذِنَ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمَرْكُمْ أَكْبَرُكُمْ . الْحَدِيثُ
تو تم میں سے کوئی ایک اذان کے اور جو تم سے عمر میں بڑا ہو وہ
امامت کرائے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے حضرت ابن عمرؓ پر رد کرنا ہے اس لئے کہ
ان کا مذہب تھا کہ سفر میں دو اذانیں ہوں۔ بعض نے کہا کہ اذانین فی السفر پر رد کرنا ہے کیونکہ شہروں میں تو دو اذانوں کی ضرورت پڑتی
ہے۔ جبکہ مساجد اتنی دور ہوں کہ ایک جانب کے مؤذن کی آواز دوسری جانب نہ پہنچ سکتی ہو۔ البتہ سفر میں اس کی حاجت نہیں۔ میرے
والد صاحب مرحوم یہی فرماتے تھے۔ اور بعض نے کہا کہ مؤذن سے مکہ مراد ہے تو معنی ہوا کہ صرف ایک ہی تکبیر پر اکتفا کیا جائے۔ اور
میرے نزدیک یہ ہے کہ چونکہ حضرت مالک بن الحویرثؒ کی روایت میں فاذا نلتم اقامتکم لیومکمما اکبر کما وارد ہوا ہے۔ جس سے
دو آدمیوں کی اذان ثابت ہے تو مصنف نے اس پر رد کرتے ہوئے فرمایا کہ مشروع صرف ایک اذان ہے۔

ترجمہ۔ باب جب مسافروں کی جماعت ہو تو وہ
اذان اور اقامت کہیں اسی طرح عرفات اور مزدلفہ
میں بھی۔ اور مؤذن ٹھنڈک والی اور بارش والی
رات میں الصلوٰۃ فی الحال کے۔ (اپنے گھروں
میں نماز پڑھو)۔

بَابُ الْاَذَانِ لِلْمَسَافِرِ اِذَا كَانُوا
جَمَاعَةً وَالْاِقَامَةَ وَكَذَلِكَ بَعْرِفَةِ
وَجَمِيعِ وَقَوْلِ الْمُؤَذِّنِ الصَّلَاةُ
فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ
اَوْ لَمَطِيْرَةٍ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم
جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے مؤذن نے اذان کہنے کا
ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈک میں کہو پھر اذان کہنے کا ارادہ
کیا تو آپؐ نے ٹھنڈک میں کہنے کا حکم دیا۔ پھر اذان کہنے کا ارادہ
کیا تو پھر بھی یہی فرمایا کہ ٹھنڈک میں کہو یہاں تک کہ سایہ
ٹیلوں کے برابر ہو گیا تب نماز پڑھی گئی آپؐ نے فرمایا سخت گرمی
جہنم کے بلال میں سے ہے۔

حدیث (۵۹۴) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي
كَرْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ
أَنْ يُؤْذِنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤْذِنَ فَقَالَ لَهُ
اَبْرِدْ ثُمَّ أَرَادَ أَنْ يُؤْذِنَ فَقَالَ لَهُ اَبْرِدْ حَتَّى سَاوَى
الظِّلُّ الْقُلُولَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ
مِنْ فَحِجِ جَهَنَّمَ ...

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں کہ

حدیث (۵۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوْسُفَ أَخْبَرَنَا

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ قَالَ أَتَى رَجُلَانِ النَّبِيَّ ﷺ
يُرِيدَانِ السَّفَرَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَنْتُمَا خَرَجْتُمَا
فَإِذَا نَأْتُمُ أَقِيمَا لَكُمْ لِيُؤْتِكُمَا كَبْرُكُمَا...

حدیث (۵۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النخ
ثَنَا مَالِكٌ قَالَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ وَنَحْنُ شَبَابَةٌ مُتَفَارِقُونَ
فَاقِمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ رَحِيمًا رَفِيقًا فَلَمَّا ظَنَّ أَنَّ قَدِ اشْتَهَيْنَا أَهْلَنَا
أَوْ قَدْ اسْتَقْنَسَا لَنَا عَمَلٌ تَرَكْنَا بَعْدَنَا فَاخْبَرَنَا فَقَالَ
ارْجِعُوا إِلَى أَهْلِيكُمْ فَالْقِيَمُوا فِيهِمْ وَعَلِمُوهُمْ
وَمُرُوهُمْ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ أَحْفَظَهَا أَوْ لَا أَحْفَظَهَا
وَصَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ
فَلْيُؤْذِنْ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمِكُمْ أَكْبَرُكُمْ الْحَدِيثُ

دو آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سفر کا
ارادہ رکھتے تھے آپ نے ان سے فرمایا جب سفر کیلئے چل پڑو تو
اذان کو اور تکبیر کو پھر تم سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

ترجمہ۔ حضرت مالک بن حویرثؓ فرماتے ہیں کہ
ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور
ہم نوجوان قریب قریب ہم سن تھے۔ ہم آپ کے پاس بیس دن
رات مقیم رہے جناب رسول اللہ ﷺ بڑے مہربان اور نرم دل
تھے جب آپ نے اندازہ کیا ہم لوگ گمراہوں کی خواہش یا شوق
رکھتے ہیں اور تو ہم سے ہمارے پیچھے رہنے والے اہل و عیال کے
متعلق دریافت فرمایا ہم نے آپ کو مطلع کیا۔ تو آپ نے فرمایا
اپنے گمراہوں کے پاس جاؤ ان میں ٹھہرو اور انہیں دین کی تعلیم
دو۔ اور انہیں احکام بتلاؤ کچھ مجھے یاد رہے اور کچھ یاد نہیں رکھ سکا
اور آپ نے فرمایا تم نماز ایسے پڑھنا جیسے مجھے پڑھتے دیکھا ہے۔
پس نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے۔ اور بڑی
عمر والا امامت کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض کیا ہے شرح کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ چونکہ اذان

اجتماع کے لئے ہوتی ہے لہذا اگر جماعت ہو تو اذان کہی جائے۔ اگر کوئی ایک آدمی ہو اور وہ نماز پڑھے تو اس کو اذان کہنے کی ضرورت نہیں ہے
مگر یہ بعید ہے۔ اسلئے کہ ابھی امام حارثیؒ حضرت ابو سعید خدریؒ کی روایت نقل کر آئے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدریؒ نے اپنے شاگرد سے
فرمایا اناک تحب الغنم والبادیۃ وہاں شاگرد اکیلے و منفرد تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم بالکل اس کے خلاف فرماتے ہیں۔
وہ کہتے ہیں کہ گواذان کی مشروعیت اجتماع کے لئے ہے مگر چونکہ اذان کی مصالح بے شمار ہیں اور اس کے فوائد ہزار ہا ہزار ہیں۔ لہذا اگرچہ
جماعت نہیں پھر بھی اذان کہے۔ اور میرے نزدیک امام حارثیؒ کی غرض یہ ہے کہ بھیجے کا مذہب یہ ہے کہ جماعت میں اگر امیر ہو تو اذان
کہی جائے ورنہ نہیں۔ تو امام حارثیؒ اس پر رد فرما رہے ہیں کہ اذان ایک مستقل چیز ہے وہ امیر پر موقوف نہیں ہے۔ اور میرے اس قول کی
وجہ امام حارثیؒ کا یہ جملہ ہے وكذلك بعرفة وجمع وذكر اشياء احفظها الخ ذکر کا قائل مالک بن الحویرثؓ ہے۔ اور یہ مقولہ

ابو قلابہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد نے بہت سی چیزیں ذکر فرمائیں جن میں سے کچھ میں یاد رکھتا ہوں۔ اور کچھ یاد نہیں رکھتا۔ اس امر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کیا ہے۔ بعض شرح کی رائے ہے کہ شک راوی ہے۔ اگر شک راوی ہے تو اس صورت میں یہ مقولہ ابو قلابہ کے شاگرد کا ہو گا۔ کہ شاگرد کو شک ہو گیا کہ استاد نے کیا الفاظ فرمائے۔ تو یہاں ابو قلابہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ مجھے استاد ابو قلابہ نے فرمایا ذکر اشیا یعنی مالک بن الحویرثؓ نے مجھ سے بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں۔ مگر اس کے بعد میرے استاد ابو قلابہ نے احفظہا فرمایا یا لا احفظہا فرمایا اس میں ان کو شک ہو گیا۔ مگر حافظ ابن حجرؒ اس پر رد فرماتے ہیں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ او تنولج کے لئے ہے۔ علامہ عینیؒ نے یہاں تو حافظؒ پر رد فرمادیا مگر جب گیارہویں پارہ میں یہی مقولہ آیا تو وہاں اسی کو اختیار کر لیا۔ اور تنولج کا مطلب یہ ہے کہ کچھ باتیں یاد ہیں اور کچھ بھول گیا۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ صبحان مقام پر حضرت ابن عمرؓ نے اذان کی پھر فرمایا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھو اور ہمیں بتلایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ اذان کہنے کے بعد الاصلو فی الریحال سفر کی حالت میں ٹھنڈ والی یا بارش والی رات میں یہ الفاظ کہے فی الریحال کہ خبردار گھروں میں نماز پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام اہل میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے پاس حضرت بلالؓ آ کر نماز کی اطلاع دینے لگے۔ پھر حضرت بلالؓ چھوٹا نیزہ لے کر نکلتے۔ اور وہ مقام اہل میں جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے لا کر گاڑ دیا۔ اور پھر نماز کی تکبیر کہی۔

ترجمہ۔ کیا مؤذن اپنے منہ کو ادھر ادھر پھیر سکتا ہے۔ کیا اذان کے اندر ادھر ادھر جھانک سکتا ہے حضرت بلالؓ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں کر لیتے تھے۔ اور ابن عمرؓ ایسا نہیں کرتے تھے اور ابو اہیمؓ بھی فرماتے تھے کہ بغیر وضو اذان کہنے میں

حدیث (۵۹۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَمْرِو قَالَ قَالَ نَافِعُ أَذَّنَ ابْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِصُجْنَانَ ثُمَّ قَالَ صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ وَأَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ مُؤَذِّنَاتِهِ أَنْ يَقُولَ عَلَى أَوَّلِهِ الْأَصْلُو فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ أَوْ لَمْ تُطِيرْ فِي الشَّفْرِ. الْحَدِيثُ

حدیث (۵۹۸) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ بْنُ عَمْرِو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ لَمَّا جَاءَهُ بِلَالٌ فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَرَجَ بِلَالٌ بِالْعِزَّةِ حَتَّى رَكَعَهَا بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِالْأَبْطَحِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ

باب هَلْ يَتَّبِعُ الْمُؤَذِّنُ فَا هَهُنَا وَهَهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي الْأَذَانِ وَيَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ أَنَّهُ جَعَلَ اصْبَعِيهِ فِي أُذُنِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اصْبَعِيهِ فِي أُذُنِهِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي هَرَبَةَ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤَذِّنَ

عَلَىٰ غَيْرِ صُورَةٍ وَقَالَ عَطَاءُ الْوُضُوءِ حَقٌّ
وَسُنَّةٌ وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ
يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ أَحْيَانِهِ ---

کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ وضو
ثابت ہے۔ اور سنت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ
جناب نبی اکرم ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔

حدیث (۵۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ
عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَىٰ بِلَالًا يُؤَذِّنُ فَجَعَلَتْ آتَتَبِعُ فَأَهْهَنُ
وَهَهْنًا بِالْأَذَانِ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت وہب بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت بلالؓ کو اذان کتے دیکھا۔ میں بھی ان کی اتباع
میں اذان کے اندر اپنے منہ کو ادھر ادھر پھیرتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس کے تحت بہت سے آثار ذکر کر دیے جب کی ترجمۃ الباب سے مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا
جواب یہ ہے مصنفؒ کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تتبع فاہ (منہ کا پھیرنا) جائز ہے۔ بلکہ بتلانا یہ ہے کہ جو صلوٰۃ کے لئے شرط ہیں وہ اذان
کے لئے شرط نہیں۔ هل بلغت فی الاذان ہی سے عدم استقبال قبلہ کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے طہارت بھی اذان کے لئے شرط نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر شرح نے دو ترکیبیں بیان کی ہیں۔ ایک یہ کہ المؤذن فاعل ہو۔ اور فاہ مفعول ہو۔ اور
دوسرے یہ کہ المؤذن مفعول اور فاہ يتبع کا فاعل ہو۔ مگر دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی ہو گا۔ وہ یہ کہ مؤذن اذان میں اپنے
منہ کو ادھر ادھر پھیرے۔ بہر حال شرح قاطعہ اور مشائخ و اساتذہ مجتمعہ یہ فرماتے ہیں کہ امام حارثیؒ کی غرض یہ ہے کہ جمیع تعین
(حی علی الصلوٰۃ) کے وقت تحویل وجہ جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک تحویل کرے گا۔ اور لائقہ کے یہاں ضروری نہیں۔ چاہے
کرے چاہے ترک کر دے۔ اور جو آثار ذکر کئے گئے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ تحویل میں کوئی حرج نہیں۔ میرے نزدیک یہاں پر
ابواب الاذان ختم ہو رہے ہیں۔ اور آئندہ ابواب الجماعۃ شروع ہو رہے ہیں۔ لہذا اچھے مصنفین کتاب کے آخر میں ایک باب
مسائل شعی کا ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح امام حارثیؒ نے یہ باب بطور مسائل شعی کے ذکر فرمایا ہے۔ اور ان آثار مذکورہ فی الباب سے
مصنفؒ کی غرض صرف تحویل وجہ نہیں بلکہ مختلف مسائل ہیں۔ ویذکر عن بلال الخ شرح فرماتے ہیں کہ جب اذان کے وقت کان
میں انگلی داخل کرنے نہ کرنے میں کوئی فرق نہیں کہ حضرت بلالؓ داخل کرتے تھے اور حضرت عمرؓ داخل نہیں کرتے تھے۔ تو اسی طرح
تحویل میں بھی ہے خواہ کرے یا نہ کرے۔ اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ اذان کتے ہوئے کیا انگلیاں کانوں میں داخل کر
ے یا نہ کرے۔ امام حارثیؒ کی رائے یہ ہے کہ نہ کرے اس لئے کہ انہوں نے حضرت بلالؓ کا اثر بصیغہ تمویض نقل کیا ہے۔ جس سے اثبا
ت معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر بصیغہ جزم نقل کیا ہے جس سے نفی ہوتی ہے۔ وقال ابو اہیم الخ شرح فرماتے ہیں کہ
اذان وضو کے ساتھ اور بغیر وضو دونوں طرح جائز ہے تو اذان اور نماز میں فرق ہو گیا۔ نماز میں تو ممنوع ہے اور اذان میں نہیں۔

اور میرے نزدیک ایک دوسرا مسئلہ ہے وہ یہ کہ آیا اذان بلا وضو کے یا وضو۔ نیز شرح نے اس باب کی غرض میں لکھا ہے کہ چونکہ مالکیہ کے نزدیک التفات نہیں کرے گا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے ان کی تردید میں یہ باب منعقد فرمایا ہے۔ مگر وسوفی جو فقہ مالکیہ میں ایک مستند کتاب ہے۔ اس کے اندر انہوں نے اپنا مذہب لکھا ہے کہ سب برابر ہے جیسے چاہے کرے۔ جمہور کے نزدیک التفات اولیٰ ہے۔ اور اگر منارہ پر ہے اور وہ تنگ ہے تو منہ کو دونوں جانب نکالے۔ مالکیہ کے نزدیک منہ نکالنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح کانوں کے اندر انگلیاں دینا جمہور کے نزدیک ہے مالکیہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی مسئلہ میں مالکیہ کی طرف ہے۔ بہر حال امام بخاریؒ نے لفظ هل لاکر ان مسائل کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتِنَّا الصَّلَاةُ

وَكِرَهُ ابْنُ سِيرِينَ أَنْ يَقُولَ

فَاتِنَّا الصَّلَاةُ وَلَيْقُلْ لَمْ نُدْرِكْ

وَقَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ أَصَحُّ -

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم سے نماز فوت ہو گئی ابن سیرین اس کو مکروہ فرماتے ہیں بلکہ لم ندرک کہنا چاہیے کہ ہم نماز کو نہیں پاسکے لیکن نبی اکرم ﷺ کا قول یہ زیادہ صحیح ہے اس میں من فاتتہ صلوة واقع ہوا ہے

حدیث (۶۰۰) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخ عَنْ

أَبِي قَتَادَةَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّيُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ سَمِعَ

جَلْبَتَرِ جَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ قَالُوا اسْتَعْجَلْنَا

إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ

فَعَلَيْكُمْ الشَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ

فَاتِمُوا . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ اندریں حالت کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپؐ نے کچھ آدمیوں کی آوازیں سنیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ تمہارا کیا حال تھا۔ کہنے لگے کہ ہم نماز میں جلدی پہنچنا چاہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ آئندہ ایسا نہ کرو۔ جب نماز کیلئے آنا ہو تو سکون و اطمینان کو لازم پکڑو۔ جو کچھ پالو اس کو تو پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ آپؐ نے بعض بعض الفاظ کا اطلاق کرنا جائز نہیں فرمایا جیسے نسبت القرآن اس کے مطابق ابن سیرین

فاتت الصلوة کہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر مصنفؒ نے آنحضرت ﷺ کے قول کو ترجیح دینا چاہتے ہیں کہ روایت میں فاتکم کے الفاظ موجود ہیں۔

ترجمہ۔ جو کچھ حاصل کر لو اس کو پڑھو اور جو

باب وَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ

فَاتِمُوا قَالَهُ أَبُو قَتَادَةَ

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ -

اور جو فوت ہو جائے اسے پورا کرو اس کو حضرت
ابو قتادہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

حدیث (۶۰۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْخِ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا سَمِعْتُمْ
الْأَقَامَةَ فَأَمْسُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ
وَالْوَقَارُ وَلَا تُسْرِعُوا فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ
فَاتِمُوا . الحديث

ترجمہ۔ دوسروں کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ جناب
نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم
کبیر سنو تو نماز کی طرف چل پڑو سکون اور وقار کو ملحوظ رکھو اور
جلدی نہ چلو پس نماز کا جو حصہ مل جائے اسے تو پڑھو اور جو
رہ جائے اس کو پورا کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - چونکہ ابھی روایت میں یہ لفظ آگیا تھا اور مسئلہ وسیع الاختلاف ہے اسلئے اس کا مستقل باب باندھ دیا

اول یہ سنو! یہ حدیث دو طرح سے نقل گئی ہے ایک ما اور کتم فصلوا اور دوسرے ما ادر کتم فصلوا و ما فاتکم فاقضوا تو
ما ادر کتم فصلوا تو دونوں میں مشترک ہے مگر آخری جملہ میں اختلاف ہو گیا۔ کیونکہ ایک میں ما فاتکم فاقضوا اور دوسرے میں
فاقضوا اول کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز آخر کی رہ جائے اس کو تام کر لو اور ثانی کا مطلب یہ ہے کہ جو نماز پہلی رہ گئی اس کو پورا کر لو اس اختلاف
روایت کی بنا پر ائمہ میں باہم اختلاف ہو گیا۔ حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ فاقضوا والی روایت راجح ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ
فاقضوا والی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں اور حضرت امام مالکؒ دو روایتوں میں جمع فرماتے ہیں کہ فاقضوا باعتبار افعال کے اور فاقضوا
باعتبار اقوال کے ہے جو حضرات فاقضوا کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ لفظ روایات کثیرہ میں وارد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں
کہ روایات صرف فاقضوا و فاقضوا میں محض نہیں ہیں۔ یہاں اگر تعارض ہو گیا تو دوسری روایت میں فلیقض وارد ہے۔ لہذا اس کی
وجہ سے فاقضوا والی روایت راجح ہوگی۔ اس میں اختلاف یوں ہو گا کہ ایک آدمی امام کے ساتھ رکعت رابعہ میں شریک ہو۔ جو حضرات
فاقضوا کو ترجیح دیتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ وہ رکعت مع الامام اس کی پہلی نماز ہوگی اور باقی جو منفرد پڑھے گا وہ اس کی آخری نماز ہوگی
اس لئے کہ اتمام کے معنی پورا کرنے کے ہیں۔ لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے سے کوئی چیز ناقص ہے جس کو وہ پورا کرے۔ اب اس کی
صورت کیا ہوگی۔ وہ حضرات فرماتے ہیں چونکہ یہ رکعت مع الامام اس کی ابتدا کی نماز ہوگی اس کے پورا کرنے کے بعد جلوس کرے گا تشہد
پڑھے گا۔ پھر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھے گا۔ اور آخر میں بیٹھے گا۔ اور جو حضرات فاقضوا کو راجح قرار دیتے ہیں جیسے امام صاحبؒ اور امام
یوسفؒ تو ان حضرات کے نزدیک اس نے جو ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی اخیر نماز ہوگی اور اس کی تین ابتدا کی رکعات

فوت ہو گئی ہیں۔ لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو قضا کرے گا اور جب وہ قضا کرنے والا ہو گا تو وہ امام کے ساتھ سلام کے بعد جب اٹھے گا تو نساء اور تعوذ پڑھے گا۔ فاتحہ اور ضم صورت بھی کرے گا۔ نیز امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ لوٹی کرے گا۔ اور پھر تیسری پڑھ کر قعدہ اخیر کرے گا۔ حضرت امام مالکؒ نے دو روایتوں میں جمع کر دیا کہ اتمام تو الحال میں ہو گا۔ لہذا امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے اٹھے گا تو اس کو پوری کر کے بیٹھے گا۔ کیونکہ امام کے ساتھ والی پہلی تھی۔ اور یہ دوسری ہے اور اقوال کے اندر قضاء ہے۔ لہذا قراۃ بھی کرے گا اور ضم صورت بھی۔ حضرت امام محمدؒ بھی یہی فرماتے ہیں جو امام مالکؒ نے فرمایا صرف تھوڑا سا فرق ہے۔ جو اجز المسالک میں مذکور ہے کہ اقوال میں صرف قراۃ ہے یا لنا وغیرہ بھی ہے۔ اب فتویٰ انہی کے قول پر ہے۔ اور میری رائے ہے کہ اختلاف لفظی ہے۔ اس لئے کہ جو حضرات اتمام کے قائل ہیں وہ بھی فرماتے ہیں قراۃ کرے گا اس رکعت میں جو امام کے سلام کے بعد شروع کرنے والا ہوا ہے اور بعض سلف کے نزدیک اتمام حقیقی ہے بالکل قرأت نہ کرے گا۔ اور بعض سلف سے منقول ہے کہ قراۃ فاتحہ اور ضم سورۃ سب ہی کچھ کرے گا۔ امام والی رکعت میں اس لئے کہ یہ اس کی اوّل نماز ہے۔ اب یہاں ایک دوسرا مسئلہ ہے جو کتاب الجمعہ سے متعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ روایت خواہ فاقصوا کے لفظ کے ساتھ ہو یا اتموا کے لفظ کے ساتھ ہو۔ حنفیہ کی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن مسجد میں آیا اور امام کو دیکھا کہ اس نے دوسری رکعت کا رکوع بھی کر لیا اور وہ پھر بھی امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ جمعہ ہی پورا کرے گا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظہر پوری کرے گا۔ دار فطنی کی روایت میں ادرك رکعت من الجمعة فقد ادرك جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے جمعہ پایا سے استدلال کرتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ما فاتکم فاموا تو ما فات کے اتمام یا قضا کا امر فرمایا ہے۔ اور ما فات جمعہ ہے۔ لہذا جمعہ قضا کرے گا۔

باب مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِقَامَةِ - ترجمہ۔ تکبیر کے وقت جب لوگ امام کو دیکھیں تو کس وقت کھڑے ہو جائیں۔

حدیث (۶۰۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ

النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو اس وقت نہ کھڑے ہو جب تک تم مجھے نہ دیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت میں دو جملے ہیں ایک جملہ نہیں ہے۔ تاکہ تلاش

کرنے کی ضرورت پیش آئے کہ اذا ظرف ہے تو کس کا ہے۔ اور اگر شرط ہے تو اس کی جزا کیا ہے۔ بلکہ اولاً امام حاریؒ نے ایک سوال قائم کیا کہ متى يقوم الناس اور پھر خود ہی اس کا جواب دے دیا کہ اذا رآوا الامام اس میں اختلاف ہے کہ مقتدی کس وقت کھڑے ہوں

حنفیہ کے نزدیک جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تکبیر شروع ہونے پر اور اسی پر آجکل عمل ہے۔ اور اسی کی طرف امام بخاری کا میلان ہے۔ اور حنبلیہ کے نزدیک جب مکبر۔ لفظ قامت الصلوۃ کہنے لگے۔

باب لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعِجِلًا وَلِيَقُمَ إِلَيْهَا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ۔
ترجمہ۔ نماز کے لئے جلدی کھڑا نہ ہو۔ بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ کھڑا ہو۔

حدیث (۶۰۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْنِي وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ تَابِعَهُ عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ . الْحَدِيث
ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ ؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز کے لئے تکبیر کی جائے تو اس وقت تک کھڑے نہ ہونا چاہیے جب تک کہ مجھے نہ دیکھ لو تم پر سکون و اطمینان لازم ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاری کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ایک روایت ذکر فرماتے ہیں اس سے کوئی مسئلہ جمع کرتے ہیں تو پھر اس سے جتنے مسائل ثابت ہوتے ہیں ان کو منعقد کر کے ثابت کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر میرے نزدیک غرض یہ ہے کہ چونکہ قرآن پاک میں فاسعوا الی ذکر اللہ کا حکم آیا ہے جس سے بظاہر سعی یعنی دوڑنے کا امر عند الاذان معلوم ہوتا ہے۔ تو حضرت امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ سعی یہاں دوڑنے کے معنی میں نہیں۔ بلکہ شدۃ اہتمام کے معنی میں ہے۔

باب هَلْ يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعَلَّةٍ
ترجمہ۔ کیا اذان کے بعد کسی وجہ سے مسجد سے نکل سکتا ہے

حدیث (۶۰۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ وَقَدْ أَقِمْتَ الصَّلَاةَ وَعُدَلَتْ الصُّفُوفُ حَتَّى إِذَا قَامَ فِي مَضَلَّاهُ انْتَبَرْنَا أَنْ يُكَبِّرَ انْصَرَفَ قَالَ عَلَى مَكَائِكُمْ فَمَكَّنَا عَلَى هَيْئَتِنَا حَتَّى خَرَجَ الْيَنَابِطُفُ رَأْسَهُ مَاءً وَقَدْ اغْتَسَلَ
ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اس حال میں ہمارے پاس تشریف لائے کہ تکبیر کی جا چکی تھی۔ اور صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ مصلیٰ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ ہم انتظار میں تھے کہ ابھی اللہ اکبر کہیں گے کہ اس مقام سے ہٹے ہوئے فرمایا کہ تم اپنے اسی مقام پر ٹھہرے رہو۔ ہم اپنی حالت پر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ غسل کر چکے تھے۔ اور آپ کا سر مبارک ابھی تک پانی نہ پکارا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکل کر جانے لگا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے

فرمایا کہ اما هذا فقد عصی ابا القاسم ؓ کہ اس شخص نے جناب رسول اللہ ابو القاسم کی نافرمانی کی ہے۔ اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے خواہ بضرورت نکلنے یا بلا ضرورت بہر حال وہ عاصی ہو جائے گا تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر کسی ضرورت سے نکلے تو جائز ہے لیکن جس روایت سے استدلال فرمایا ہے۔ اس کے اندر احتمال ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ خاص یا حاجت خاصہ پر محمول ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ روایت اس سے مقدم ہو یا مؤخر ہو لہذا ترجمہ میں لفظ هل ذکر فرمایا ہے۔ وقد اقيمت الصلوة یہ روایت مشکلات میں شمار کی گئی ہے۔ اشکال ابو اب الامامة میں نے یہاں پر تنبیہ کردی تاکہ یاد رہے۔ اسلئے کہ امام بخاریؒ کی عادت یہ ہے کہ جو روایت ان کے مذہب کے موافق ہو اس کو تو وہ اس کی اصل جگہ پر ذکر کرتے ہیں۔ اگر ان کے مذہب کے موافق نہ ہو تو اس کو کسی اور جگہ ذکر فرماتے ہیں یہاں مسئلہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھنا شروع فرمادی تھی پھر اس کے بعد نکلے یا شروع نہیں فرمائی تھی۔ بلکہ شروع کرنے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز شروع کر دی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ شروع نہیں فرمائی تھی۔ جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے نماز شروع فرمادی تھی وہ فرماتے ہیں کہ اگر امام بھول کر بلا وضو نماز پڑھا دے اور پھر اس کو یاد آئے تو مقتدیوں کی نماز ہو گئی اور امام کی نماز نہیں ہوئی لہذا میں تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ابھی نماز شروع نہیں فرمائی تھی۔ پھر یہ سنو ! بعض روایات میں تو یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ تشریف لائے اور تکبیر تحریمہ کہی اور پھر انصراف فرمایا۔ اور لوگوں کو ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ دوسری روایت میں ہے انتظار نا ان یکبر انصرف شرح نے ان دونوں کو ایک ہی واقعہ پر حمل کیا ہے۔ کہ تکبیر کے بعد پھر تشریف لے گئے۔ اور خفیہ نے بھی یہی کہا ہے۔ لیکن انہوں نے فکیہ والی روایت کو انتظار نا ان یکبر پر محمول کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ دونوں روایتیں دو واقعوں پر محمول ہیں۔ انتظار نا ان یکبر تو حالت جنابت پر محمول ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کو غسل کی حاجت تھی۔ مسجد میں تشریف لائے اور ابھی تکبیر نہیں فرمائی تھی کہ یاد آ گیا۔ اور قبل ان تکبیر فی الصلوة من الصلوة والی روایت حدیث پر محمول ہے۔ یہاں درمیان صلوٰۃ میں ایسا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ پر نوم کا غلبہ ہو سکتا ہے تو کیا حدیث لاحق نہیں ہو سکتا۔ ہو سکتا ہے۔ اور یہ چیز شان نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ اس سے تکمیل تعلیم فعلی ہوتی ہے۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ یہ کبر والی روایت حدیث پر محمول ہے کہ حضرت امام محمدؒ نے اسی باب الحدیث فی الصلوة کا باب باندھا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے امام محمدؒ پر اعتراضات کئے ہیں۔ جن کو میرے حضرت نے بھی نقل کیا ہے۔ اور جوابات بھی دیئے ہیں۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اشکال ہی نہیں۔ کیونکہ جب حضور ﷺ پر نیند کا غلبہ ہو سکتا ہے۔ تو لحوق حدیث میں کیا اشکال ہے۔ جبکہ شان نبوت کے منافی بھی نہیں ہے اس پر مفصل بحث اوپر میں مل جائے گی۔

ترجمہ۔ جب امام کہے تو تم اپنی جگہ پر رہو یہاں تک کہ میں

واپس آؤں تو ان کو امام کا انتظار کرنا چاہیے۔

باب اِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ

حَتَّى يُرْجَعَ أَنْتَظَرُوهُ۔

حدیث (۶۰۵) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْخَنَّاسُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَسَوَّى النَّاسُ صُفُوفَهُمْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَقَدَّمَ وَهُوَ جُنْبٌ ثُمَّ قَالَ عَلَى مَكَانِكُمْ فَرَجَعَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَرَأْسُهُ يَقْطُرُ مَاءً فَصَلَّى بِهِمْ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کی جاہلی تھی لوگوں نے صفوں کو ٹھیک کر لیا تھا حضور رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو جنمات کی حالت میں آگے بڑھے۔ پھر فرمایا اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ واپس تشریف لائے تو غسل فرما چکے تھے۔ پھر اس حال میں تشریف لائے کہ سر مبارک پانی کے قطرے ٹپکا تا تھا۔ پھر آپؐ نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز سے پہلے ہو تو کوئی غلجیان نہیں امام کا انتظار کیا جائے اگر نماز میں یہ بات پیش آجائے تو اختلاف ضروری ہے۔ تو مسئلہ یہ ہو کہ اگر امام کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو انتظار کرنا چاہیے اور اس کا انتظار اونی اور بہتر ہے۔ مگر اس سے وہ امام مروا ہے جو تنخواہ نہ لے۔ امام بخاریؒ نے جو روایت اس باب کے اندر ذکر فرمائی ہے اس کا ذکر دوسری کتب کے اندر بھی ہے مگر دونوں میں فرق اتنا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ سے قبل حضور اکرم ﷺ واپس لوٹ گئے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فکیہ یعنی حضور اقدس ﷺ نے تکبیر شروع فرمادی تھی اس کے بعد واپس لوٹے اس روایت سے امام شافعیؒ نے استدلال فرمایا ہے۔ اس مسئلہ پر کہ اگر مقتدی امام سے پہلے تکبیر کہہ دے اور پھر امام کہے اور دونوں کے اخیر میں ایک دوسرے سے مشارکت ہو جائے تو کافی ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ وہاں تو حضور ﷺ نے دوبارہ تکبیر کی پہلی تکبیر کافی نہ ہوئی۔ اس لئے اس روایت سے استدلال صحیح نہیں ہے۔ اب یہاں حدیث میں ایک مسئلہ ہے کہ تکبیر کے بعد اگر کسی ضرورت کی وجہ سے امام باہر جائے تو شافعیہؒ کے نزدیک مقتدی کھڑے ہو کر اس کا انتظار کریں گے۔ ائمہ ثلاثہ کے ہاں انتظار نہ ہوگا۔ بعض شراح نے کھینچ تان کر ترجمہ کی غرض یہ بیان کی ہے لیکن یہ محض تکلف ہی تکلف ہے۔

باب قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

حدیث (۶۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخَنَّاسُ عَنْ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَاءَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كِدْتُ أَنْ أُصَلِّيَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا أَفْطَرُ الصَّائِمَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا صَلَّيْتُهَا فَزَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ

ترجمہ۔ کیا آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس خندق کی لڑائی میں حضرت عمر بن الخطابؓ آکر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ۔ اللہ کی قسم میں نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہو گیا اور یہ اس کے بعد تھا جبکہ روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے

إِلَى بُطْحَانَ وَأَنَامَهُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ
مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ الْحَدِيثُ
فرمایا اللہ کے قسم میں نے بھی نماز نہیں پڑھی پس نیچے اترے
بطحان پہنچے۔ میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ پس آپؐ نے وضو کیا

سورج غروب ہونے کے بعد آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مغرب کی نماز کو ادا فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جیسے ابن سیرین فائتنا الصلوۃ کی کراہت کے قائل ہیں۔ ایسے امام نفعیؒ ماصلینا کرنے کی کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ ایک قسم کی بے اعتنائی ہے بلکہ رعوت ہے حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرماتے ہیں کہ ایسا کہنے میں کوئی حرج نہیں حضرت شاہ صاحبؒ نے اصول تراجم میں لکھا ہے کہ مساوقات تراجم قليل الجدای ہوتے ہیں یعنی ان کا فائدہ کم ہوتا ہے۔ مگر فی الواقع وہ ایک معنی کو لئے ہوتے ہیں۔ اور عزیز الفائدہ ہوتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت شاہ صاحبؒ نے اسی باب سے دی ہے کہ بظاہر یہ کوئی بات نہیں ہوئی۔ مگر اس کا باطن یہ ہے کہ یہ نفعیؒ پر رد ہے۔ جو اس کی کراہت کے قائل ہیں اور میں نے پہلے ہی کہا ہے کہ بخاریؒ کے پڑھنے پڑھانے میں اسی کو لطف آئے گا جو اختلاف آثار پر مطلع ہو ثم صلی یعنی العصر الخ میں یہ بتا چکا ہوں کہ بخاری شریف کی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صرف عصر کی نماز فوت ہوئی اور تردی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ چار نمازیں فوت ہوئیں اس میں محدثین اور موجهین کے اقوال نقل کر چکا ہوں یہاں پر روایت میں واللہ ما کدت ان اصلی آیا ہے اس سے اس باب پر استدلال کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ جملہ مفہوم اور قال کے اعتبار سے ماصلینا کے معنی میں ہے ایسے ہی آگے چل کر روایت میں ہے ماصلیتھا اس سے بھی میرے نزدیک ایک باب ثابت ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرے علمائے اس کا انکار فرمادیا۔ کیونکہ یہ قول الوجہ نہیں ہے۔ بلکہ قول الوصول ہے۔ مگر چونکہ حضور ﷺ کے قول سے اس کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے۔ لہذا قول الوجہ ماصلینا حضور اکرم ﷺ کے قول کی وجہ سے جائز ہے۔

باب الْإِمَامِ تَعْرِضُ لَهُ الْحَاجَةُ
بَعْدَ الْإِقَامَةِ۔ ترجمہ۔ تکبیر کے بعد امام کو ضرورت پیش آجائے
تو کیا کیا جائے۔

حدیث (۶۰۷) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ الْخ عَنْ
أَنَسٍ قَالَ أَقِيمَتِ الصَّلَاةَ وَالنَّبِيُّ ﷺ يُنَاجِي
رَجُلًا فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ فَمَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ
حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ. الْحَدِيثُ
ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ تکبیر کہی جا چکی
تھی کہ نبی اکرم ﷺ مسجد کے ایک کونے میں کسی آدمی سے
سرگوشی کرنے لگے پس نماز کے لئے کھڑے نہ ہو سکے یہاں تک
کہ قوم سو گئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ تکبیر کے بعد امام کو نماز شروع کرنا لازم نہیں۔ اگر کسی ضرورت سے دیر ہو جائے

تو جائز ہے۔ اگرچہ فقہانے بیان فرمایا کہ اگر زیادہ تاخیر ہو جائے تو تکبیر کا اعادہ ہوگا۔ پنا جی رجلا کسی اہم بات پر گفتگو ہو رہی تھی۔

ترجمہ۔ تکبیر کسی جاچکے تو کلام کرنا کیسا ہے

باب الْكَلَامِ إِذَا أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ

حدیث (۶۰۸) حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ الْعَمِّيُّ

قَالَ سَأَلْتُ ثَابِتَ الْبُنَانِيَّ عَنِ الرَّجُلِ يَتَكَلَّمُ بَعْدَ مَا تَقَامُ الصَّلَاةُ فَحَدَّثَنِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَعَرَضَ لِلنَّبِيِّ ﷺ رَجُلٌ فَحَبَسَهُ بَعْدَ مَا أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حید فرماتے کہ میں نے حضرت ثابت البنانی

سے اس آدمی کے متعلق سوال کیا جو تکبیر کے جانے کے بعد کلام کرتا ہے۔ تو انہوں نے مجھے حضرت انس بن مالک سے حدیث بیان کی کہ تکبیر ہو چکی تھی کہ ایک آدمی جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش آیا۔ اور آپ کو تکبیر کے جانے کے بعد روک لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قد قامت الصلوة کے بعد بعض علمائے کلام کو مکروہ کہا ہے۔ امام حثاریؒ نے اس کا جواز ثابت فرمایا

اس باب کی غرض یہی ہے جو پہلے باب کی تھی۔ البتہ یہ بھی احتمال ہے کہ یہاں خطبہ سے استثناء کرنا مقصود ہو کہ خطبہ کے درمیان کلام جائز نہیں۔

باب وَجُوبِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنَّ مَنَعَتَهُ أُمَّةٌ عَنِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ شَفَقَةٌ لَمْ يُطْعَمَا

ترجمہ۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر کسی نمازی کو اس کی ماں عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے سے روکے تو اس کا کمانہ مانے حالانکہ والدین کی اطاعت فرض ہے۔

حدیث (۶۰۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ الْعَمِّيُّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أُمَرَ بِحُطْبٍ لِيُحُطَبَ لَمْ أُمَرَ بِالصَّلَاةِ فَيُؤَذَّنَ لَهَا لَمْ أُمَرَ رَجُلًا فَيُؤَمِّمَ النَّاسَ ثُمَّ أَخَالَفَ إِلَى رِجَالٍ فَأُحْرِقَ عَلَيْهِمْ بُيُوتُهُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ يَعْلَمُ أَحَدُهُمْ أَنَّهُ يَجِدُ عَرْقًا سَمِينًا أَوْ مَرْمَاتَيْنِ حَسَنَتَيْنِ لَشَهِدَ الْعِشَاءَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میرا پکا ارادہ ہوا کہ لکڑیاں اکٹھی کرنے کا حکم دوں تاکہ وہ اکٹھی ہوں پھر نماز کی اذان کہنے کیلئے کسی کو حکم دوں اور کسی آدمی سے کہہ دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے پھر ان نہ آنے والے لوگوں کے پاس جاؤں اور ان پر ان کے گھروں کو جلا دوں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے۔ کہ ان میں سے کسی ایک کو

پتہ چل جائے کہ وہاں مسجد میں کوئی موٹی تازی گوشت والی ہڈی ملے گی یا اچھے اچھے بھری کے کھر ملیں گے تو وہ ضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوں گے۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ - حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ جہاں اختلاف ائمہ یا اختلاف روایات زیادہ وسیع

ہوتا ہے وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ترجمہ مجمل ذکر کر دیتے ہیں۔ مگر جہاں کوئی مذہب یا ایک روایت دلائل سے واضح ہو جائے تو اس پر حکم لگا دیتے ہیں یہ اس کی مثال ہے۔ یہاں جماعت میں پانچ مذاہب ہیں۔ اول بعض ظاہریہ کے نزدیک جماعت شرط صلوٰۃ ہے۔ اگر ترک کر دی گئی تو نماز ہی نہ ہوگی۔ اور حنبلیہ کے یہاں رائج یہ ہے کہ واجب ہے ترک کرنے سے ترک واجب کا گناہ ہو گا نماز ہو جائے گی یہ دوسرا قول ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے مذہب میں ایک قول یہ ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے یہ تیسرا قول ہے۔ اور آئمہ ثلاثہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ سنت مؤکدہ ہے۔ یہ قول رائج ہے۔ اور علماء کے نزدیک مستحب ہے یہ قول خامس ہے۔ اب امام بخاریؒ کا رجحان ظاہریہ کی طرف ہو یا حنبلیہ کے قول رائج کی طرف ہو دونوں محتمل ہیں۔ قال الحسن الخ اس سے استدلال یوں ہے کہ اطاعت والدین واجب ہے اور ترک واجب جب ہی ہو گا جبکہ اس کے مثل یا اس سے قوی موجود ہو۔ ہم عرف سمیم کا ترجمہ چکنی ہڈی اور مومنین بمعنی بھری کا ٹھہر یا دو تیر بہر حال کسی حقیر چیز کے ملنے کی امید ہو تب بھی عشاء میں کام کاج نیند آرام چھوڑ کر ضرور حاضر ہوں گے۔ مگر صحابہ کرامؓ کے ترجیحات میں سے تو نہیں ہو سکتا وہ تو قربانیاں دینے والے لوگ تھے۔ البتہ منافقین کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ وہ سرے سے نماز ہی کے تارک ہوتے ہیں۔

ترجمہ۔ جماعت کی نماز کی فضیلت۔ حضرت

اسودؓ سے جب جماعت غوث ہو جاتی تو وہ دوسری مسجد کی طرف چلے جاتے۔ اور حضرت انس بن مالکؓ جب کسی ایسی مسجد میں پہنچتے جہاں نماز پڑھی جا چکی ہوتی تو وہ اذان کہتے تکبیر پڑھتے اور جماعت سے نماز ادا کرتے تھے۔

باب فَضْلُ صَلَوةِ الْجَمَاعَةِ

وَكَانَ الْأَسْوَدُ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ

ذَهَبَ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ وَجَاءَ أَنَسُ بْنُ

مَالِكٍ إِلَى مَسْجِدٍ قَدْ صَلَّيَ فِيهِ فَأَذَّنَ

وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

حدیث (۶۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ الْع

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ

صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ

دَرَجَةً

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شرح فرماتے ہیں کہ مذاہب خمسہ دو بابوں میں آگئے۔ اس لئے دونوں بابوں سے امام بخاریؒ نے مذاہب خمسہ کی طرف اشارہ فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے بلکہ جیسے امام بخاریؒ نے زکوٰۃ کے فضائل بیان فرمائے ہیں اسی طرح یہاں بھی جماعت کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ قد صلی فیہ بعض علماء نے اس روایت کی بنا پر کہا ہے کہ تکرار جماعت مسجد میں جائز ہے۔ مسئلہ وسیع ہے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حنفیہ قائل نہیں۔ بلکہ احناف بھی فرماتے ہیں کہ اگر امام صاحب کسی مسجد کا نہ ہو تو جائز ہے۔ اور کیا معلوم کہ وہ مسجد ایسی ہی رہی ہو کہ اس میں کوئی بھی امام نہ ہو۔ صلوٰۃ الجماعة۔

حدیث (۶۱۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النخ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ صَلَوةُ
الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَوةِ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ
دَرَجَةً . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ
انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ
جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجہ فوقیت رکھتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ دونوں روایتوں میں اعداد میں اختلاف ہو گیا۔ اس کے بہت سے جوابات اوجز میں منقول ہیں ان میں سے ایک جواب جو قاعدہ کلیہ کے طور پر ہے اور ہر ایسی جگہ چل جاتا ہے جہاں کسی روایت سے کچھ کم ثواب معلوم ہوتا ہو اور دوسری روایت سے ثواب زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی غایت تفرغ وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رافۃ و رحمت امت محمدیہ ﷺ پر بہت زیادہ ہے۔ اور روز افزوں ہے۔ لہذا کم مقدار اہل ہر محمول ہوتی ہوگی اور زیادہ اختیار۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کوئی چیز دے کر لے لے۔ امام ترمذیؒ نے پچیس والی روایت کو راجح قرار دیا ہے۔ کیونکہ وہ بہت سے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔ اور ستائیس والی حضرت ابن عمرؓ کے منقرضات اور غرائب میں سے ہے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ سری اور جبری میں فرق ہے۔ سری میں پچیس اور جبری میں ستائیس۔ اور چوتھا جواب یہ ہے کہ ہر نماز میں پچیس اور صبح و عصر میں ستائیس۔ اور پانچواں جواب یہ ہے کہ قلت و کثرت کے اختلاف پر یہ اختلاف مبنی ہے۔ اگر قلیل ہے تو پچیس درجہ اور کثیر ہے تو ستائیس درجہ۔ چھٹا جواب یہ ہے کہ چونکہ ابن عمرؓ کی روایت میں زیادتی ہے اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہوتی ہے۔ لہذا ابن عمرؓ کی روایت کو ترجیح ہوگی۔ عام روایات میں تفضل بسبع و عشرين درجہ اور بخمس و عشرين درجہ ہے مگر ایک روایت میں تضعف بخمس و عشرين ضعفا ہے ضعف اور مضاعف یہ ہے کہ ایک کو دو دو کو چار چار کو آٹھ اور پچیس بار تک تضعیف کرتے چلے جائے۔ اس صورت میں پچیس والی ستائیس والی پھر کروڑوں درجہ بڑھ جائے گی۔ فضائل نماز میں اس کی تفصیل دیکھ لیڈا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جماعت نہ واجب نہ سنت بلکہ محض ایک فضیلت کا درجہ رکھتی ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ اس کے اندر جماعت کو پچیس گنا موجب ثواب قرار دیا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ نفس فضیلت اس کے اندر بھی ہے جو بغیر جماعت کے ہو۔

حدیث (۶۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ أَنَّهُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَوةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلَى صَلَوةِهِ فِي بَيْتِهِ وَسُوقِهِ خَمْسَةً وَعِشْرِينَ ضِعْفًا وَذَلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَحَسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَوةُ لَمْ يَحْطُ خُطْوَةً إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا صَلَّى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تَصَلِّي عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي مَضَلَّاهُ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَوةٍ مَا أَنْتَظَرَ الصَّلَوةَ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی جماعت کی نماز اس کی گھر اور بازار کی نماز سے پچیس گنا بھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا مسجد کی طرف نکلا سوائے نماز کے اور کسی چیز نے اس کو نہیں نکالا پھر جو قدم اٹھائے گا اس کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند ہو گا اور ایک گناہ اس کے مٹا دیا جائے گا۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو ہمیشہ فرشتے اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر رہتا ہے اے اللہ اس پر فضل فرما اور اس پر رحم کر اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کی انتظار کرتا ہے تو وہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ دوسری روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے اسلئے یہاں تضعیف کے معنی تزیید و تفنیل کے ہیں۔ مگر اس کے لغوی معنی دوچند ہونے کے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر پچیس تک ہر عدد کو دوچند کر دیں تو اسی طرح پچیس تک کرتے چلے جائیں تو بائیس کروڑ کے قریب تک ایک نماز کی مقدار ہوگی۔ (فائدہ) جس حدیث میں خمس و عشرين کے بعد ضعفا کا لفظ آیا ہے اس کا اگر حساب لیا جائے تو کل تعداد تین کروڑ ۳۵ لاکھ ۵۳ ہزار چار سو ۳۲ ہوتی ہے۔

باب فَضْلِ صَلَوةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

حدیث (۶۱۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ تَفْضُلُ صَلَوةِ الْجَمِيعِ صَلَوةُ أَحَدِكُمْ وَحْدَهُ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ جُزْءً وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ فِي صَلَوةِ الْفَجْرِ ثُمَّ يَقُولُ

ترجمہ۔ فجر کی نماز جماعت میں پڑھنے کی فضیلت کیا ہے ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے ہیں کہ جمع کی نماز میں تم میں سے اکیلے کی نماز پر ۳۵ حصے فضیلت رکھتی ہے۔ اور فجر کی نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔ پھر حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو فجر کا پڑھنا

أَبُو هُرَيْرَةَ ۖ وَالْفَرَزْدَانُ ۖ سَمِعْتُمْ أَنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۚ قَالَ شُعَيْبٌ وَحَدَّثَنِي نَافِعٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ تَفْضُلُهَا بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً ...

حدیث (۶۱۴) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمًا قَالَ سَمِعْتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ تَقُولُ دَخَلَ عَلَيَّ أَبُو الدَّرْدَاءِ وَهُوَ مُغَضَّبٌ فَقُلْتُ مَا غَضَبَكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا أَعْرِفُ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يَصَلُّونَ جَمِيعًا

حدیث (۶۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ ابْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشَى وَالَّذِي يُنْتَظَرُ الصَّلَاةُ حَتَّى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِمَّنِ الْوَلَدِيُّ يُصَلِّي لَمْ يَنَامُ . الْحَدِيثُ

حاضر کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جماعت والی نماز ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے۔

ترجمہ۔ حضرت سالمؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام الدرداءؓ سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ میرے خاوند حضرت ابو الدرداءؓ میرے پاس غضب ناک حالت میں تشریف لائے میں نے کہا کہ کس چیز نے آپ کو غضب ناک کیا فرمایا کہ میں تو آج جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے معمولات میں سے کوئی چیز نہیں دیکھ رہا خبر دار وہ حضرات تو دل کر نماز پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ نماز کے بارے میں لوگوں میں سے بڑے ثواب والا وہ ہو گا جو بعید سے بعید راستے والا ہو۔ اور جو شخص امام کے ساتھ نماز پڑھنے کا انتظار کرتا ہے وہ اس شخص سے بڑے ثواب والا ہو گا جو نماز پڑھ کے سو گیا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ پہلی روایت تو ترجمہ کے مطابق ہے۔ لیکن دوسری روایت سے صلوٰۃ فجور کی خصوصیت معلوم

نہیں ہوتی اور ایسے تیسری روایت سے بھی خصوصیت صلوٰۃ فجور ثابت نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آثری روایت میں جو اعظم اجرا فرمایا گیا ہے کہ مشقت کے ساتھ آئیہ اعظم اجر ہے اور صبح کی نماز میں مشقت پائی جاتی ہے۔ کہ اس وقت کی غنیمت بہت پیاری ہوتی ہے تو یہ بھی اعظم اجرا ہوگی۔ مگر دوسری روایت میں یہ توجیہ نہیں چل سکتی۔ تو عمدہ توجیہ یہ ہے کہ ابھی تک باب ختم نہیں ہوا۔ درمیان میں ضمنی طور پر صلوٰۃ فجور کی فضیلت بیان کر دی گئی۔ پھر پہلے باب کی طرف عود فرمایا۔ اور اس کے مطابق دو روایات پیش کی ہیں۔ اور مصنفؒ نے اسود بن یزید کے اثر سے ثابت کر دیا کہ صلوٰۃ ثانیہ جائز نہیں ورنہ وہ اس قدر اہتمام نہ کرتے کہ دوسری مسجد تلاش نہ کرتے اور حضرت انسؓ کے اثر کی بھی ایسی توجیہ کرنی چاہیے کہ جس میں انتظام صلوٰۃ میں خلل نہ آئے وہ یہی کہ امام راتب نہ ہو تو ٹکرا جماعت جائز ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ ترجمہ کی غرض صلوٰۃ الفجر فی الجماعت کی فضیلت بیان کرنی ہے لہذا روایت ایسی ہونی چاہیے

جس سے مقصود حاصل ہو۔ مگر یہ مقصد صرف پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے وہ ان قرآن الفجر کا مشہودا والی روایت ہے اور وہ بھی جماعت کے ساتھ شرح روایات مذکورہ فی الباب کو کھینچتا ان کر سب سے صلوٰۃ الفجر کی فضیلت ثابت کرنے کی کوشش فرماتے ہیں اور سب کا خلاصہ تقریباً یہ ہے کہ چونکہ صلوٰۃ فجر میں مشقت زیادہ ہے۔ اور قاعدہ ہے الثوبۃ علی قدر المؤنتہ لہذا افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ اور پھر جماعت میں بدرجہ اولیٰ۔ اور میرے نزدیک باب درباب ہے۔ اصل تو یہاں فضل صلوٰۃ الجماعۃ ہے۔ مگر چونکہ اس باب کی بعض روایات سے ایک نئی بات ثابت ہوتی تھی۔ اس لئے بطور فائدہ جدیدہ کے اس پر مستقل باب باندھ دیا۔ اب ساری روایتوں کو باب سے جوڑنے کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن باب فی الباب کے لئے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسی روایت ہو جس سے وہ باب ثابت ہوتا ہو۔ تو یہاں پر وہ پہلی روایت ہے جس سے فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعۃ ثابت ہوتا ہے اس طور پر کہ تفضل صلوٰۃ الجمیع الخ سے تو جماعت کی فضیلت ثابت ہو گئی۔ اور جمع ملائکہ اللیل الخ سے فضیلت صلوٰۃ الفجر ثابت ہو گئی۔ جب الگ الگ دونوں کی فضیلت ثابت ہو گئی تو دونوں کو ملا دیا جائے گا۔ تو وہ فضل صلوٰۃ الفجر فی الجماعۃ بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور باقی دو روایتوں سے باب سابق ثابت ہو رہا ہے وہ اس سے متعلق ہیں۔

ترجمہ۔ ظہر کیلئے سخت گرمی میں جانے کی فضیلت کا بیان

باب فَضْلِ التَّهْجِيرِ إِلَى الظُّهْرِ

حدیث (۶۱۶) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثُومٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَمْشِي بِطَرِيقٍ وَجَدَ غُصْنَ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَغَفَرَهُ ثُمَّ قَالَ الشُّهَدَاءُ خُمُسُ الْمُطْعُونِ وَالْمَبْطُونِ وَالْغَرِيقِ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النَّدَاءِ وَالصَّفِّ الْأَوَّلِ لَمْ لَا يَجِدُوا إِلَّا أَنْ يُسْتَهْمُوا عَلَيْهِمْ لَأَسْتَهْمُوا عَلَيْهِمْ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهْجِيرِ لَأَسْتَهْمُوا إِلَيْهِمْ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دریں اثنا ایک آدمی راستے میں چل رہا تھا کہ اس کو راستے پر کانٹے والی شنی ملی جس کو اس نے پیچھے ہٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر دانی کرتے ہوئے بخش دیا پھر فرمایا شہید پانچ قسم کے ہیں۔ طاعون اور پیٹ کی بیماری یعنی اس سال سے مر جانے والا۔ اور پانی میں ڈوب کر مر جانے والا اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا اور پانچواں وہ ہے جو اللہ کے راستے جہاد کرتا ہو مارا جائے۔ اگر لوگوں کو اس ثواب کا علم ہو جائے جو اذان کہنے میں اور جماعت کی پہلی صف میں کھڑے ہونے میں ہے اور اس کو حاصل کرنے کی صورت قرعہ اندازی ہو تو وہ ضرور قرعہ اندازی کر کے اسے حاصل کریں گے۔

اور اگر اس ثواب کو بھی جانتے ہوتے جو سخت گرمی میں نماز پڑھنے کا ہے تو اس میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے۔ اس طرح اگر عشاء اور صبح کی نماز میں حاضر ہونے کے ثواب کا علم ہو تا تو ان دونوں نمازوں کے لئے گھنٹوں کے بل چل کر آتے۔

تشریح از شیخ مدنی - لویعلم الناس فی النداء اگر شبہ ہو کہ فضیلت اذان وغیرہ تو معلوم ہو چکی پھر استہموا کہنے کا

کیا مطلب ہے۔ تو کہا جائے گا لو یعلم الناس ای علما تفضیلیا او علما یقینا۔

تشریح از شیخ زکریا - یا تو غرض باب یہ ہے کہ ماسبق میں ابرودوا بالصلوة سے ابراد کا حکم بصیغہ امر دیا گیا۔ اور امر

مطلق وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ جس سے ایسا ہو کہ ابراد واجب ہے اگر اس کے خلاف کرے تو ترک واجب سمجھا جائے گا اس کو دفع فرمادیا یا یہ غرض ہے کہ تہجیر کے معنی ہیں دوپہر میں جانا۔ اور ابراد کا حکم صلوٰۃ سے متعلق ہے۔ تو امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ نماز کے اندر تو ابراد ہی کرے وہی اولیٰ ہے۔ والا امر امر الہی وردت لیکن اگر کوئی شخص مسجد میں دھوپ میں جائے اور وہاں جا کر اللہ اللہ کرتا رہے اور نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو چونکہ اجر علی قدر المشقت ہے لہذا اس کو یہ فضیلت الگ حاصل ہو گئی۔

الشہداء خمسۃ میں متلاچکا ہوں کہ حصر مقصود نہیں بلکہ یہ تو بطور مثال کے ہے۔ والغریق وصاحب الہدم یہاں پر

اشکال ہے باوجود اس کے ہدم اور غرق اسباب شہادت ہیں پھر بھی ان سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اللہم انی اعوذ بک من الغرق والہدم وغیرہ۔ اس کا جواب دیا جا چکا ہے کہ ثمرہ کے اعتبار سے تو یہ چیزیں شہادت ہیں لیکن چونکہ اس میں اچانک سخت تکلیف ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ شدت تکلیف کے وقت میں کوئی کلمہ خلاف نکل جائے۔ اور قاعدہ ہے کہ العبرة للخواصم۔ تو کیا پتہ کہ خاتمہ بالخیر نہ ہو سکے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے اس سے استعاذہ کیا گیا۔

ترجمہ۔ نشان قدم پر ثواب کا ملنا

بابِ احْتِسَابِ الْأَثَارِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اے بنی سلمہ کیا تم قدموں کے نشانات سے ثواب کی نیت نہیں کرتے۔ ابن ابی مریم نے دوسری سند کے ذریعہ یہ وجہ زائد بیان فرمائی کہ بنو سلمہ نے اپنے گمروں سے منتقل ہو کر جناب نبی اکرم ﷺ کے قریب رہنے کا ارادہ کیا تو آپؐ نے مدینہ کو خالی کرنا پسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ تم نشان اقدام سے ثواب کی نیت کیوں نہیں کرتے۔

حدیث (۶۱۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَا بَنِي سَلَمَةَ أَلَا تَحْتَسِبُوا الْأَثَارَ كَمَا وَزَّادَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسٌ أَنَّ بَنِي سَلَمَةَ أَرَادُوا أَنْ يَتَحَوَّلُوا عَنْ مَنَازِلِهِمْ فَيَنْزِلُوا قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فَكَبَّرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُعَرَّوْا الْمَدِينَةَ

حضرت مجاہد اس کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آثار کے معنی خطوات کے ہیں۔ یعنی چلتے وقت زمین میں اپنے پاؤں کے نشانات چھوڑے جائیں۔

لَقَالَ الْأَتْحَسِبُونَ أَنَّهُمْ قَالَ مُجَاهِدٌ خَطَاهُمْ
الْأَثَرُ الْمَشْيُ فِي الْأَرْضِ بِأَرْجُلِهِمْ . الْحَدِيث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ احتساب کے معنی ثواب کی نیت کرنا۔ آثار سے مراد آثار اقدام ہیں۔ شرح نے اس سے کوئی تعرض نہیں کیا کہ مصنفؒ کی اس سے کیا غرض ہے۔ میرے نزدیک ایک لطیف شی کی طرف اشارہ کر دیا وہ یہ کہ باب سابق میں تہجد کی فضیلت ثابت فرمائی تھی۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دھوپ کے وقت کوئی گرمی میں چلا ہو مگر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہے۔ اور اس سے پہلے گذر چکا ہے علیکم السکينة والوقار لہذا دونوں میں کوئی جوڑ نہیں کھاتا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ گو گرمی میں دھوپ میں چلنے سے تکلیف ہوتی ہے لیکن لمبے لمبے قدم نہ اٹھائے۔ کیونکہ یہ آثار بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں باعث اجر و مشوہہ ہیں۔ تو پھر اگر تھوڑی سی مشقت سے یہ اجر (اجر کی جمع) حاصل ہوں تو ان کو نہ چھوڑے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ چلے کیونکہ آثار کا ثواب ملتا ہے لہذا سکینہ اور وقار پر تنبیہ فرمائی قال مجاہد چونکہ سورہ یسین میں آثار ہم کا لفظ آیا ہے۔ اور آثار اقدام سے امام کا ذہن مبارک اس کی طرف متقل ہوا لہذا اس کی بھی تفسیر فرمادی۔

باب فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز جماعت سے ادا کرنے کی
فضیلت کے بیان میں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز کے علاوہ کوئی نماز گراں نہیں۔ اگر ان کو اس ثواب کا علم ہو تا جو ان دونوں میں ہے تو ان نمازوں کے لئے گھنٹوں کے بل چل کر آتے۔ اور میرا تو پختہ ارادہ ہوا تھا کہ میں مؤذن کو تکبیر کہنے کا حکم دوں پھر کسی آدمی کو لوگوں کی امامت کیلئے امر کروں اور خود آگ کے شعلے لے کر ان لوگوں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لئے نہیں نکلے۔

حَدِيث (۶۱۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَيْسَ صَلَاةٌ أَثْقَلَ عَلَى الْمُنَافِقِينَ مِنَ الْفَجْرِ وَالْعِشَاءِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَا تَوَهُمُوا وَلَوْ حَبُّوا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَمُرَ الْمُؤَذِّنَ فَيُحْيِيَهُمْ ثُمَّ أَمُرَ جَلَاءَ يَوْمَ النَّاسِ ثُمَّ أَخَذَ شُعْلَةً مِنْ نَارٍ فَأَخْرَجَ عَلَى مَنْ لَا يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ (الْحَدِيث)

تشریح از شیخ زکریا۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر فضل صلوٰۃ العشاء گذرا ہے۔ اور وہاں میں نے عرض کیا تھا کہ شرح کے نزدیک

اس سے فضیلت عطا نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مضاف مقدر ہے۔ اور علامہ عینیؒ دوسرے طریقہ سے توجیہ کرتے ہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ فضل ہی مراد ہے۔ اس سے فضیلت عشاء ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ انتظار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس طور پر کہ عشاء امت محمدیہ علیہا الصلوٰۃ والتحبۃ کے ساتھ خاص ہے۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو اس میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ اس لئے کہ وہاں توفضل صلوٰۃ العشاء مطلقاً ثابت کرتا ہے۔ اور یہاں فضل صلوٰۃ العشاء فی الجماعۃ مقصود ہے۔

باب اثنان فمافوقهما جماعۃ

ترجمہ۔ دو اور اس سے اوپر جماعت ہے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ نبی اکرم ﷺ

سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت نماز کا وقت آجائے تو اذان کو اور تکبیر کو بعد ازاں تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرے۔

حدیث (۶۱۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ مَالِكٍ

بْنِ الْحَوَيْرِثِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَأَذِّنَا وَإِقِيمَانِمْ لِيَوْمَكُمَا أَكْبَرَ كُمَا....

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مصنفؒ نے ابن ماجہ کی اس روایت کو ترجمہ میں رکھا جو اس کی شرط کے مطابق نہیں۔ بلاوفا اسے اپنی

کتاب میں نہیں لائے۔ آپؐ نے اکیلے سفر کرنے کو منع فرمایا۔ اور کم از کم تین آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دی۔ تو بعض حضرات نے کہا الاثنان فوفقهما جماعۃ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ وہ زمانہ خوف و خطر کا تھا۔ جب اطمینان اور امن قائم ہو گیا تو آپؐ نے دو آدمیوں کو سفر کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم سفر کیلئے خاص نہیں۔ بلکہ سفر ہو۔ نماز ہو یا کوئی اور صورت ہو دو اور اس کے مافوق کو جماعت شمار کیا جائے گا۔ جیسے روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی عادت شریفہ معلوم ہو چکی ہے جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو اس پر تورد فرماتے

ہیں اور جو روایت شرط کے موافق باعتبار الفاظ کے نہ ہو مگر اس کے معنی درست ہوں تو حضرت امام صاحب اس کی اپنی روایت سے تائید فرماتے ہیں۔ اب یہاں چونکہ ابن ماجہ کی روایت الاثنان فمافوقہما جماعۃ وارد ہے۔ اور وہ امام بخاریؒ کی شرط کے موافق نہیں۔ اور وہ شرط کے موافق کیا ہوتی لیکن ماجہ کی ہے۔ اور بوداؤد اور نسائی کی شرط کے مطابق ہو جائے تو بھی ممانعت ہے۔ مگر چونکہ اس کا مضمون امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح ہے اس لئے اس کی طرف اپنے ترجمہ میں اشارہ کر دیا۔ اور اپنی روایت سے استنباطاً ثابت فرمادیا۔ مقصد یہ بتلانا ہے کہ جماعت کا اطلاق اگرچہ تین پر ہوتا ہے مگر نماز میں دو پر بھی جماعت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یعنی اگر دو آدمی جماعت کریں تو کافی ہے۔ اور دو آدمی کی جماعت سے بھی پوری جماعت کا ثواب ملے گا۔

باب مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضِلَ الْمَسَاجِدِ

ترجمہ۔ جو شخص مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھ
اور مساجد کی فضیلت۔

حدیث (۶۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّحْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحَدِّثْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَوةٍ مَا كَانَتِ الصَّلَاةُ تَحِبُّهُ لَا يَمْنَعُهُ أَنْ يُنْقَلَبَ إِلَى أَهْلِهِ إِلَّا الصَّلَاةُ. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتے تم میں سے ہر اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہے اور جب تک کہ بے وضو نہ ہو۔ دعا یہ ہے کہ اللہ ! اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور ہر ایک تمہارا اس وقت نماز میں رہتا ہے جب تک کہ نماز نے اس کو روک رکھا ہے۔ اور اپنے گھر واپس آنے کے لئے نماز کے سوا اسے کوئی چیز نہیں روکتی۔

حدیث (۶۲۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّحْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ الْعَادِلُ وَشَابَتْ نَفْسًا فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلِّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّتَا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنْ بِي إِخَافُ اللَّهِ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتَّى لَا تَعْلَمَ بِشِمَالِهِ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاصَتْ عَيْنَاهُ. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ سات آدمی ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سائے میں رکھے گا۔ جس دن اللہ کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ایک امام عدل کرنے والا دوسرا نوجوان جس کا اٹھان اپنے رب کی عبادت میں ہوا ہے۔ اور تیسرا وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہے۔ یعنی ہر وقت مسجد کا دھیان رہتا ہے۔ چوتھے وہ دو مسلمان ہیں جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں اور پانچواں وہ شخص جس کو مرتبے اور حسن والی عورت خود بلائے اور وہ کہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔ اور چھٹا وہ شخص ہے

جس نے صدقہ اس طرح چھپا کر دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہو سکا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔ اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔ اور خوف سے اس کی آنکھیں بہہ پڑتی ہیں۔

حدیث (۶۲۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ النَّحْ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضِلَ الْمَسَاجِدِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا فَقَالَ نَعَمْ آخِرَ لَيْلَةٍ صَلَاةِ
الْعِشَاءِ إِلَى سَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوُجْهِهِ بَعْدَ
مَا صَلَّى فَقَالَ صَلَّى النَّاسُ وَرَقَدُوا وَلَمْ تَزَالُوا فِي
صَلَاةٍ مُنْذُ أَنْتُمْ تَرْتَمُونَهَا قَالَ فَكَانَتِي أَنْظُرُ إِلَى
وَبَيْضِ خَاتَمِهِ . الحديث

نے انگوٹھی بنوائی تھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں! ایک رات آپ
نے آدھی رات عشاء کی نماز کو مؤخر فرمایا۔ نماز پڑھنے کے بعد
اپنے چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ لوگ تو
نماز پڑھ کر سو گئے اور تم لوگ ہمیشہ نماز میں رہے۔ جب سے
اس کا انتظار کیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں گویا میں آپ کی
انگوٹھی کی چمک کو ابھی دیکھ رہا ہوں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ پہلی اور تیسری روایت کی مناسبت ترجمۃ الباب سے ظاہر ہے۔ مگر دوسری روایت میں کوئی ایسا لفظ
نہیں جس سے بآسانی ترجمہ ثابت ہو جائے۔ البتہ رجل قلبه معلق فی المساجد ایسا لفظ ہے جس کے ظاہری معنی تو مراد نہیں۔ البتہ
مجازی معنی انتظارِ صلوٰۃ مراد ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ کرامت کا مستحق ہو گا۔ اس سے مناسبت باب سے ثابت ہو گی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ مؤلف کی غرض یہ ہے کہ اگر مقتدیوں کو کچھ دیر ہو جائے۔ تو ڈانٹ ڈپٹ
(تضجیر) نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ سکون و وقار کے ساتھ بیٹھا رہے تاکہ جماعت بڑھ جائے۔ کیونکہ جماعت کثیرہ میں ثواب زیادہ ہے۔ اور یہ
صحیح ہے۔ اور اس کے ساتھ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنی ہو کہ جو ثواب روایت میں
وارد ہوا ہے وہ اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا انتظار کرتا ہو سبعة یظلمهم اللہ الخ جیسا کہ الشہدۃ خمسۃ میں بیان کر چکا ہوں۔
کہ حصر عدد کے لئے نہیں ہوتا۔ ایسے یہاں بھی عدد حصر کے لئے نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی ایسے لوگ ہیں جن کو سایہ ربانی نصیب ہو گا
اور جو میں فوتے آدمیوں کے متعلق یہ مرتبہ نقل کیا گیا ہے ان میں سے سب سے اہون یہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دو نقلیں نہ چھوڑے۔
ظاہر یہ ہے کہ سنت کے بعد کی دو رکعتیں مراد ہیں۔ اجتماع علیہ و تفرق علیہ یا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دونوں یک جا ہو جاتے ہیں
تو اس کا مبنی حب فی اللہ ہوتا ہے۔ اور جب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی یہی ہوتا ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ ان کا
تعلق اور جوڑ ایک دوسرے سے محض حب فی اللہ کی بنا پر ہوتا ہے اگر ایک دوسرے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کا معنی بھی اللہ تعالیٰ کی
محبت ہے۔ یا تفرق اور اجتماع سے مجلس کا اجتماع اور افتراق قلبی مراد ہے۔ طلبتہ امراۃ الخ ایک تو یہ ہے کہ ایسی ویسی عورت حرام کاری
کے لئے دعوت دے اس کی طرف تو طبعاً رغبت نہ ہو گی لیکن اگر کوئی روپیہ پیسہ والی اور حسن و جمال والی عورت بلائے اور پھر وہ اپنے آپ
کو محض خوفِ الہی کی وجہ سے اس سے چائے تو یہ فضیلت اس کیلئے ہے۔ حتی لا تعلم شمالہ الخ مسلم شریف میں اس کا عکس ہے یعنی
حتى لا تعلم یمنہ ماتفق شمالہ واقع ہوا ہے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ مسلم شریف کی روایت میں قلب واقع ہو گیا۔ اور میرے مشائخ
کی رائے یہ ہے کہ اس کو مقلوب کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں صحیح ہیں اور مطلب یہ ہے کہ بے شمار خرچ کرتا ہے۔ ادھر سے بھی اور

اُدھر سے بھی۔ اور کثرت کی بنا پر نہ داہنے کو بائیں کی اور نہ بائیں کو داہنے کی خبر ہوتی ہے۔ اور مراد اس سے کثرت اتفاق ہے۔

ترجمہ۔ اس شخص کی فضیلت جو مسجد کی طرف جاتا ہے اور واپس آتا ہے۔

باب فَضْلِ مَنْ خَرَجَ
إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص صبح یا شام مسجد کو گیا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لئے مسہانی تیار کرے گا۔ جبکہ صبح و شام کو وہ چلے گا۔

حدیث (۶۲۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ نَزْلَهُ مِنَ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ عرف میں غدا کا لفظ طلوع شمس کے بعد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے بعض حضرات نے اس سے اشراق کی نماز مراد لی۔ اور بعض نے کہا کہ غدوۃ کا اطلاق بعد الصبح الصادق کے چلنے پر بھی ہوتا ہے۔ اور راح کے معنی شام کو چلنے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ راح کا اطلاق بعد الزوال پر بھی ہوتا ہے۔ اور بعض نے اس کے معنی لوٹنے کے لئے ہیں۔ چونکہ یہ باعث ہے پھر غدو میں لوٹنے کا اس لئے اسے بھی باعث مکرمۃ شمار کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حدیث پاک کے الفاظ ہیں من غدا الى المسجد اور راح لیکن امام بخاریؒ نے غدا کو خرج سے کیوں بدل دیا۔ شرح فرماتے ہیں کہ از قبیل تقض ہے۔ غدو صبح کے جانے کو کہتے ہیں۔ اور راح شام کے جانے کو۔ اور چونکہ رات کو بھی جانا ہوتا ہے۔ اسلئے غدا کو خرج سے بدل کر تعمیم کر دی۔ تاکہ رات اور دن کے جانے کو شامل ہو جائے۔ یہاں ایک مشکل بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ ان سب سے آگے بڑھ کر فرماتے ہیں کہ غدو لغتاً صبح کے وقت کام کرنے کو کہتے ہیں۔ اور مطلقاً کسی کام کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ اذ غدوت من اهلک الخ تو حضرت امام بخاریؒ نے یہاں غدا سے عام معنی مراد لئے ہیں۔ اس لئے اس کو خرج سے تعبیر کر دیا۔ اور راح کے معنی جس طرح شام کو چلنے کے آتے ہیں اسی طرح لوٹنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے غدا کو خرج سے بدل کر تعمیم کی طرف اشارہ کر دیا۔ کہ ہر وقت کے خروج کو عام ہے۔ اور راح کے معنی متعین کر دیئے کہ رجوع کے معنی میں ہے۔ اس لئے کہ خرج اپنے عموم کے اعتبار سے شام کے نکلنے کو بھی شامل ہو گیا۔ لہذا اب راح کے معنی رجوع کے ہوں گے۔ تو اب مطلب باب کا یہ ہوا کہ مسجد میں آنے اور جانے دونوں کا ثواب ملتا ہے۔ چونکہ بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ مسجد کے جانے کا ثواب ہو کیونکہ عبادت کیلئے جا رہا ہے مگر نکلنے اور لوٹنے کا ثواب نہ ہو۔ تو اس پر جمیعہ فرمادی کہ اس پر بھی ثواب ہو گا۔ چونکہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ

وہ ترجمہ سے روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک امام بخاریؒ نے تصرف کر کے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کی طرف اشارہ فرمادیا۔ جس میں یہ ہے کہ عن ابی بن کعبؓ قال کان رجل لا اعلم احد امین الناس ممن یصلی القبلۃ من اهل المدينۃ ابعد منزلا من المسجد من ذلك الرجل وكان لا یخطیہ صلوۃ فی المسجد فقلت لو اشعرت حملا ترکہ فی الرمضاء والظلمۃ فقال ما احب انہ منزلی الی جنب المسجد فسالہ عن ذلك رسول اللہ ﷺ فقال اردت یارسول اللہ ان یتکب لی اقبالی الی المسجد ورجوعی الی اہلی اذ رجعت فقال اعطاک اللہ ذلك کلمۃ تو اس روایت میں ہے کہ وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میرے لئے مسجد میں آنالور جانا دونوں لکھے جائیں۔ اس کی طرف اشارہ فرمادیا کہ مسجد کو جانا اور آنالور دونوں لکھا جاتا ہے۔ اور اسی طرح کتاب الجہاد کی روایت میں غزوہ کربلا وارہے۔ (صبح کو جانا شام کے آنے کی طرح ہے)۔

باب إِذَا أَقِیْمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

ترجمہ۔ جب نماز کے لئے تکبیر کہی جائے پھر
فرض نماز کے سوا کوئی نماز نہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالک بن حنفہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا گذر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا۔ اور دوسری سند میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جبکہ نماز کے لئے تکبیر کہی جا چکی تھی وہ فجر کی دو سنتیں پڑھ رہا تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو لوگوں نے اس شخص کا تکبیر اذکر لیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا۔ کہ کیا فجر کی نماز چار رکعت ہو گئی ہے۔

حدیث (۶۲۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ بَحِثْنَا قَالَ مَوْلَى النَّبِيِّ ﷺ بِرَجُلٍ يَسْتَدِ أَخْرَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَأَى رَجُلًا وَقَدْ أَقِیْمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَدُنَّكَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصُّبْحُ أَرْبَعًا الْخ

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ ترجمہ بعینہ روایت ہے جس کو امام مسلمؒ نے ذکر کیا ہے غالباً مصنف اس وجہ سے اس روایت کو یہ

کو نہیں لائے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمرو بن دینار ہیں جس کے رفع اور وقف میں اختلاف ہے۔ شاید اس جھگڑا کی وجہ سے مصنف اس کو نہیں لائے۔ ورنہ روایت نہایت قویہ ہے۔ امام مالکؒ اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر جماعت کے فوت ہو جائے کا خوف نہ ہو تو خارج مسجد میں سنۃ الفجر پڑھ سکتا ہے یعنی اگر ایک رکعت پالینے کا یقین ہو تو سنۃ الفجر کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ اور باقی حضرات اس کی اجازت نہیں دیتے اور اس روایت کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اذا اقيمت الصلوة الخ اپنے عموم پر نہیں۔ کہ جب جماعت جماعت کھڑی ہو جائے تو پھر کسی جگہ نماز جائز نہ ہو۔ بلکہ اس میں تخصیص ہے کہ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة ای فی هذه المسجد الا المكتوبة۔ شوافعؒ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر کوئی فریضہ قضا کر رہا ہو تو اسے پورا کر سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ اس میں تخصیصات

جاری ہیں۔ چونکہ سنۃ النبیؐ کے قیام پر بجز روایات دلالت کرتی ہیں اس لئے حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مکتوبہ کا تحفظ بھی رہے۔ اور سنۃ النبیؐ بھی ادا ہو جائیں۔ البتہ امام مالکؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ مسجد۔ باہر مکان پر ان کو پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صبح کی سنتوں کے علاوہ ساری سنتوں میں اتفاق ہے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت کوئی اور

نماز پڑھنا خلاف لوئی اور مکروہ ہے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو جلدی سے پوری کر لے یا دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ مگر سنت فجر میں اختلاف ہے کہ اگر فرض ہو رہے ہوں تو اس وقت سنتیں پڑھیں یا نہ پڑھیں کیا کریں۔ ظاہر یہ فرماتے ہیں کہ جب نماز شروع ہوگی اسی وقت ساری سنتیں ختم ہو جائیں گی۔ اور اگر اب تک شروع نہیں کی تو اب شروع نہ کرے اور اگر شروع کر دی تھیں تو فوراً ٹوٹ گئی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شروع کرنا جائز ہے۔ اور اگر پڑھ رہا ہو اور پھر نماز شروع ہو گئی تو جلدی سے پوری کر لے۔ اور احنافؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک سنۃ فجر اور سنتوں سے الگ ہے۔ اور بخاری اس کا وہ روایات ہیں جن سے اس کی تاکید معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً لا تدعوہا ولو طردکم الخیل کہ ان سنتوں کو نہ چھوڑو! اگرچہ تمہیں گھوڑے بھی روند ڈالیں۔ اور ان ہی روایات کی بنا پر بعض وجوب کے قائل ہیں۔ خود احناف کے یہاں حسن کی روایت وجوب کی ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک وتر جو سنت ہیں ان سے زیادہ مؤکد ہے۔ لہذا اس کو پڑھ لینا چاہیے۔ اب اختلاف اس میں ہے کہ کس طرح پڑھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت پڑھے جبکہ کسی رکعت کے فوت ہو جائے کا خوف نہ ہو اور مسجد سے باہر پڑھے یہ دو شرطیں ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک ایک رکعت کے ملنے کی امید ہو تو مصفوف سے علیحدہ ہو کر پڑھے۔ امام بخاریؒ کی رائے شوافعؒ اور حنابلہؒ کے موافق ہے۔ اور الصبح اربعاً سے استدلال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس صحابی پر تکبیر فرمائی تو معلوم ہوا کہ نہ پڑھے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان صحابی نے سنتیں صف میں کھڑے ہو کر پڑھیں تھیں اور یہ صورت اربعاً کا ظاہر کر رہی تھی۔ ورنہ اگر کسی نے ایک جگہ دو رکعت سنۃ پڑھ لیں اور پھر دوسری جگہ بدل کر دو رکعت فرض پڑھ لیں تو اس کو اربعاً نہیں کہا جاسکتا۔ اب امام بخاریؒ پر ایک اشکال ہے کہ انہوں نے ترجمہ عام باندھا ہے۔ اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة اور روایت خاص ذکر فرمائی جو فجر کے ساتھ خاص ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ترجمہ الصلوة پر الف لام بعد خارجی کیلئے ہے۔ اور اس سے مراد خاص نماز یعنی نماز فجر مراد ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ احکام کلیہ تو جزئیات سے ثابت ہوتے ہیں لہذا ایک جزئی سے استنباط فرمایا۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ بقیہ تو اجماعی ہیں اور یہی صرف اختلافی ہے۔ اس لئے اسی کو خاص طور پر ذکر فرمایا۔ اور چوتھا جواب علامہ عینیؒ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ روایت میں جو علت بیان کی گئی ہے اسی کی بنا پر وہ دوسری نمازوں پر بھی صادق آسکتی ہے چنانچہ اگر ظہر کی نماز کھڑی ہونے کے وقت اگر کوئی سنتیں پڑھے یا عصر و مغرب اور عشاء کے وقت ایسا کرے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ لہذا محدث عام ہے اگرچہ ذکر صرف فجر کی نماز کا ہے۔ اور باب بھی عام ہے۔ عن عبد اللہ بن مالک ابن بھینہ یہاں پر بھینہ سے پہلے ابن کالف لکھا بھی جائے گا اور پڑھا بھی جائے گا کیونکہ بھینہ مالک کی مال بیلاپ نہیں بلکہ یہ مالک کی بیوی اور عبد اللہ کی ماں ہے۔ تو یہ عبد اللہ کی صفت ہوئی۔ يقال له مالک ابن بھینہ یہ وہم ہے عن حفص بن عبد اللہ ابن بھینہ اس کو تنبیہ کے واسطے ذکر فرمایا ہے۔ کہ مالک ابن بھینہ وہم ہے۔

باب حَدِّ الْمَرِيضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

ترجمہ۔ مریض کسی حد تک جماعت میں
حاضر ہو سکتا ہے۔

حدیث (۶۲۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ غِيَاثٍ (الخ) قَالَ قَالَ الْأَسْوَدُ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمَوَاطِبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيمِ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرَتُ الصَّلَاةَ فَأَذَّنَ فَقَالَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ رَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ فَأَعَادَ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ إِنْ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ إِنْ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ رَحْقَةً فَخَرَجَ يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانَتِي أَنْظُرُ إِلَى رَجُلَيْهِ تُخَطِّانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجْعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْ مَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أَتَى بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى رَجُلٍ فَقِيلَ لِلْأَعْمَشِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ بِصَلَاةِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بَرَأْسُهُ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِصُحْنِهِ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ فَإِنَّمَا

ترجمہ۔ حضرت اسود فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس نماز پر بیٹھ گئے اور اس کی عظمت شان کا ذکر کر رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ جب جناب نبی اکرم ﷺ اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں آپ کی وفات ہوئی تو نماز کا وقت آ گیا اور اذان کسی گھنٹی آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں آپ سے کہا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے آپ نے اپنی بات کو دہرایا۔ ان لوگوں نے بھی آپ کے لئے وہی بات دہرائی۔ آپ نے جب تیسری بار بات کو دہرایا تو فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو (جنہوں نے ناحق بات پر اصرار کیا) جاؤ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے جناب نبی اکرم ﷺ کو اپنے آپ میں کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو آپ اس حال میں نکلے کہ آپ کو دو آدمیوں کے درمیان چلایا جاتا تھا گویا کہ میں ابھی آپ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ زمین پر اس مرض یا درد کی وجہ سے خط کھینچ رہے تھے۔ یعنی زمین سے اٹھ نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہیں۔ تو آپ کو صدیق اکبرؓ کے پہلو میں لا کر ٹھادیا گیا۔ حضرت سلمان الاعمشؓ محدث سے پوچھا گیا کیا جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھاتے تھے۔ اور ابو بکر صدیقؓ ان کی نماز کی

بیرونی کرتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اقتدا کرتے تھے۔ تو حضرت اعمشؓ نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! ابو معاویہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے بائیں جانب بیٹھے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ تو متفق علیہا مسئلہ ہے کہ جماعت خواہ فرض عین ہو یا فرض کفایہ یا واجب کفایہ بہر حال مریض پر شہود جماعت فرض اور واجب نہیں۔ قریباً پندرہ سولہ آدمی ہیں جن پر جماعت کی حاضری واجب نہیں۔ یہاں پر مصنفؒ احتجاج شہود جماعت کو ملتا چاہتے ہیں اگر مریض کچھ خفہ پالیتا ہے کہ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں حاضر ہو سکتا ہے تو وہ اس کی کوشش کرے یہ حدیثی گئی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیثی المہملہ اور جد بالجمیم دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے اگر جمیع ہو تو مطلب یہ ہے کہ مریض کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ وہ جماعت میں حاضر ہو جب تک کہ اس کے امکان میں ہو۔ کہ جماعت کی نماز نہ چھوڑے اگر ماحیطی سے ہو جیسا کہ ہمارے نسخہ میں ہے پھر یا تو اختیاء کے اعتبار سے ہوگی یا ابتدا کے اعتبار سے۔ شرح جیسے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض یہ ہے کہ اس حد تک آنا چاہیے اور اس کے بعد نہیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ اس حد تک تو ضرور جانا چاہیے۔ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے گئے ہیں۔ اگر حالات اس سے گئی آگے ہو جائیں تو بھی جانا جائز ہے۔ دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہ یہ کہ شرح کے نزدیک اس کے بعد نہ جانا چاہیے۔ اور میرے نزدیک اس حد کے بعد ہو تو بھی جانا جائز ہے۔ الاسیف رفیق القلب فقال انکن صواحب یوسف جب حضور اکرم ﷺ نے مروا ہا بکو فلیصل بالناس فرمایا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت حمہؓ سے کہا کہ حضور اکرم ﷺ سے کہو کہ حضرت عمرؓ کو حکم کریں۔ کیونکہ ابو بکرؓ رفیق القلب ہیں۔ چنانچہ حضرت حمہؓ نے یہ درخواست پیش کر دی۔ اور دونوں اصرار کرتی رہیں۔ اس پر جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا انکن صواحب یوسف الخ اس کا مشہور مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح وہ ایک غلط کام پر اصرار کر رہی تھیں اسی طرح تم کرتی ہو۔ یا تشبیہ کثرت سے اصرار کرنے پر ہے اور میرے اکابر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے صواحب یوسف زبان سے تو یہ کہتی تھیں کہ زلیخا کی مطاوعت کر لو مگر اپنے ناز و انداز سے یہ بتلا رہی تھیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ اسی طرح تم زبان سے تو کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور رکھتی ہو۔ اور دل میں وہ چیز تھی جو صحاح کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اس واسطے کہہ رہی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا آخری دن ہے اور اگر ابو بکرؓ مصلیٰ پر جا کر کھڑے ہو جائیں گے تو لوگ نشاؤم یعنی نخوت سمجھیں گے۔ اور حضرت حمہؓ سے جیسا کہ غیر صحاح کی روایت میں منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں اسلئے کہہ رہی تھی کہ جس کو آج لامت مل جائے گی کل اس کو خلافت مل جائے گی۔ اس لئے کہ امامت صغریٰ امامت کبریٰ کا مقدمہ ہے۔ فخرج ابو بکر بھلی حضرت ابو بکرؓ نے بخشہ کی عشا سے دو شنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں پڑھائیں۔ جب نبی اکرم ﷺ کا وفاقہ ہوا تو باقتدا اہل بکرؓ نماز پڑھ لیتے۔ اور کبھی خود امامت فرماتے جلس علی یسار ابی بکر اس پر کلام ابواب الصفوف میں آئے گا۔

حدیث (۶۲۶) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ
قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا قَلَّ النَّبِيُّ ﷺ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ
اسْتَأْذَنَ زَوْجَهُ أَنْ يُعْرِضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَمَخْرَجِ
بَيْنَ رَجُلَيْنِ تَحَطَّرَ رَجُلَاهُ الْأَرْضَ وَكَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ
وَبَيْنَ رَجُلٍ الْاُخْرَى قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِابْنِ
عَبَّاسٍ مَا كَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي وَهَلْ تَذَرِي
مَنْ الرَّجُلُ الَّذِي لَمْ تَسَمِّ عَائِشَةُ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ
عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم
ﷺ بیمار ہوئے اور آپؐ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو آپؐ
نے اپنی بیویوں سے اجازت چاہی کہ آپؐ اپنی بیماری کے لیام
میرے گھر میں گذاریں۔ سب بیویوں نے اجازت دے دی
جناب دو آدمیوں کے درمیان زمین پر خط کھینچتے ہوئے تشریف
لائے۔ اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان
چلتے تھے۔ عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ
سے اس بات کا تذکرہ کیا جو حضرت عائشہؓ نے کسی تھی تو انہوں
نے مجھے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا۔ جس کا

حضرت عائشہؓ نے نام نہیں لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں آپؐ نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔ ہو علی بن ابی طالبؓ میں پہلے
بتلا چکا ہوں کہ نام نہ لینے کی وجہ غصہ و غضب نہیں تھا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ اس جانب میں متعین
نہیں تھے۔ اس روایت میں حضور اکرم ﷺ کی تکلیف کا ذکر ہے۔ اور یہ کہا کہ آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے اجازت لے کر حضرت عائشہؓ
کے گھر تشریف لائے تو اس قصہ کو نماز سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ حالانکہ باب میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔ تو اس کو باب سے کیسے مناسبت
ہوگی۔ بعض نے کہا کہ جب آپؐ حضرت میمونہؓ کے گھر سے حضرت عائشہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو درمیان میں نماز پڑھ کر پھر تشریف
لے گئے تھے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اگرچہ اس حدیث کو نماز باجماعت سے کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اس روایت سے قبل بھادی
بین راجلین وارد ہوا ہے تو اس حدیث سے ان دونوں کی تعیین کر دی۔ کہ ایک جانب تو حضرت عباسؓ متعین تھے اور دوسری جانب کبھی
حضرت علیؓ کبھی اسلم بن زیدؓ اور کبھی حضرت فضل بن عباسؓ ہوتے تھے۔ اس حدیث کے ذکر کرنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اس میں ان دو آدمیوں
کی تفصیل آئی جن کا گذشتہ حدیث میں بجملاً ذکر تھا۔

باب الرخصة في المطر والعلّة أن يصلي في رحله

ترجمہ۔ بارش اور کسی دوسری مجبوری کی وجہ سے
گھر میں نماز پڑھنے کی رخصت کے بارے میں۔

حدیث (۶۲۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ
أَنَّ ابْنَ عُمَرَ أَذِنَ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةِ ذَاتِ بَرْذٍ وَرَبِيعِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صغیرؓ کی والدی
رات میں نماز کی نواہن کیں۔ پھر فرمایا گھروں میں نماز پڑھو

پھر اس کی دلیل بیان فرمائی کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ جب کوئی رات ٹھنڈک اور بارش والی ہوتی تو مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ وہ اعلان کر دے کہ خبردار! گھروں میں نماز پڑھو۔

ثُمَّ قَالَ لَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ الْمُؤَذِّنَ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرْدٍ وَمَطَرٍ يَقُولُ لَا صَلُّوا فِي الرَّحَالِ . الْحَدِيث . . .

تشریح از شیخ مدنی۔ محمود جماعت کے اعذار جو بائیس تھیں کے قریب ہیں جن کو فقہائے میان فرمایا ہے ان کی وجہ سے جمعہ اور مسجد میں حاضر نہ ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عتبان بن مالکؓ کا واقعہ اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اگر بارش اس قدر ہو کہ بطل بہ النعال یعنی جوتے تر ہو جائیں تو بھی صلوا فی الرحال کا حکم ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے کہ اگر اس کی وجہ سے جماعت ترک کر دی جائے تو جائز ہے

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع الانصاریؓ سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالکؓ جو اپنی قوم کی امامت کرتے تھے لیکن وہ ٹہپتا تھے۔ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ سخت تاریکی اور سیلاب کا پانی ہوتا ہے۔ میں ٹہپتا آدمی ہوں آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس کو جائے نماز بنا لوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ کس جگہ میرے نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔ انہوں نے گھر کے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز پڑھی۔

ترجمہ۔ جو لوگ حاضر ہوں کیا امام ان کو نماز پڑھا سکتا ہے اور کیا جمعہ کے دن بارش میں خطبہ دے سکتا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں کہ ایک کچھڑ والے دن میں حضرت ابن عباسؓ نے ہمیں خطبہ دیا اور مؤذن کو حکم دیا کہ جب وہ حسی علی الصلوۃ تک پہنچے تو کہے

حَدِيث (۶۲۸) حَدَّثَنَا سُمَيْعُ بْنُ الْخَطَّابِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عَتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يَوْمَ قَوْمِهِ وَهُوَ أَعْمَى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهَا تَكُونُ الظُّلُمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ ضَرِيرٌ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي بَيْتِي مَكَانًا اتَّخِذْهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ ابْنُ تَيْحَبٍ أَنِّي أَصَلُّى فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيث

بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

حَدِيث (۶۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ قَالَ قَالَ خُطْبَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ ذِي رَجَبٍ فَأَمَرَ الْمُؤَذِّنُ لَمَّا بَلَغَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلْ

الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ يَعْنِي گھروں میں نماز پڑھو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ گویا کہ انہوں نے اس کو اوپر سمجھا تو ابن عباسؓ نے فرمایا گویا تم تو اس کو اوپر سمجھ رہے ہو حالانکہ اس فعل کو وہ ذات کر چکی ہے جو میرے بے بہتر تھی۔ یعنی نبی اکرم ﷺ نے ایسا کیا۔ اور میں سمجھا ہوں کہ واقعی جمعہ واجب ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم کو گھروں سے نکالوں۔ اور حماد کی دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ میں تمہیں گناہ میں مبتلا کروں (کہ تم تنگ دلی کے ساتھ مسجد میں آؤ) کہ تم گھنٹوں تک کچھڑ کو روندتے ہوئے مسجد میں حاضر ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک بادل کی ٹکڑی آئی اس نے بارش برسائی۔ یہاں تک کہ چھتیں پہنچیں۔ کیونکہ وہ کھجور کی ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھیں جب نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کچھڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؐ کی پیشانی میں اس کچھڑ کے نشان بھی میں نے دیکھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت انسؓ سے سنا فرماتے تھے کہ انصار کے ایک آدمی نے کہا وہ موٹے آدمی تھے کہ میں آپؐ کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا تو اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے کھانا تیار کیا۔ اور حضور انور ﷺ کو اپنے گھر بلایا۔ چنانچہ آپؐ کے لئے ایک چٹائی بچھائی جس کے ایک کنارے کو دھو دیا تھا یا نرم کرنے کے لئے چھینے دئے تھے۔ تو آپؐ نے اس پر دو رکعت نماز پڑھی آل جبارود کے ایک آدمی نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ کیا آپؐ اشراق کی نماز

الصَّلَاةُ فِي الرَّحَالِ فَنَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ كَانَتْهُمْ أَنْكُرُوا فَقَالَ كَانَكُمْ أَنْكُرْتُمْ هَذَا إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ ﷺ إِنَّهَا عَزَمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُحْرِجَكُمْ وَعَنْ حَكَمٍ عَنْ صَمٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ أُوْثِمَكُمْ فَتَجِيئُونَ لَدُونِ الْطِينِ إِلَى رُكْبَتِكُمْ

حدیث (۶۳۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ الْع قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ السَّقْفُ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي وَجْهِهِ . الْحَدِيثُ

حدیث (۶۳۱) حَدَّثَنَا أَدَمُ الْع سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِنِّي لَا أُسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا ضَخِمًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ ﷺ طَعَامًا فَدَعَاهُ إِلَى مَنْزِلِهِ فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا وَنَضَحَ طَرَفَ الْحَصِيرِ فَصَلَّى عَلَيْهِ رَكَعَتَيْنِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ الْجَارُودِ لَا نَسِي أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الصُّحَى قَالَ مَا رَأَيْتُهُ صَلَاهَا إِلَّا يَوْمَئِذٍ . الْحَدِيثُ

پڑھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس دن کے علاوہ میں نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ الاصلو فی الرجال سے بظاہر وجوب معلوم ہوتا تھا۔ تو مصنفؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ شارع علیہ السلام کی طرف سے رخصت ہے یہ مطلب نہیں کہ بارش اور دیگر اعذار کی وجہ سے جماعت ہی نہ ہونی چاہیے بلکہ الاصلو فی الرجال کا حکم بطور ترفیع کے ہے۔ خطبنا ابن عباسؓ الخ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اذان سے پہلے خطبہ پڑھا گیا۔ حالانکہ خطبہ تو بعد الاذان ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ خطبنا ای اراد الخطبة یا جلس للخطبة تو انہوں نے مؤذن کو امر کیا کہ اذان میں الاصلو فی الرجال کہہ دو کھٹ ان اخو حکم یا اولئکم اس پر شبہ ہوتا ہے کہ جب کچھ وغیرہ میں چل کر آئے تو مشقت کی وجہ سے ثواب زیادہ ہوگا تو پھر اس میں گناہ کے کیا معنی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الاصلو فی الرجال نہ کہا جائے۔ تو تم پر اجلت مؤذن واجب بالنفل ہوگی۔ اگر تم نے اجلت نہ کی تو عند اللہ ماخوذ ہوں گے اور اپنے نفوس میں بھی اس کا احساس کرو گے۔ اس لئے میں نے اس کا اعلان کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ ہے کہ بارش ان اعذار میں سے ہے جس کی وجہ سے جماعت کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ یہ عذر متفق علیہ ہے۔ اب جو نیک الاصلو فی الرجال فرمایا تھا۔ اور صلوا امر کا میضہ ہے جو وجوب کے لئے ہوتا ہے جس سے ایام ہوتا ہے کہ بارش کے وقت رجال میں نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس لئے باب ہل یصلی الامام بمن حضرا بندہ کر تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں اگر مسجد میں امام حاضر لوگوں کو جماعت سے نماز پڑھادے تو جائز ہے۔ قال سألت ابا سعید الخدری روایت مختصر ہے۔ لیلة القدر کی روایت میں اس طرح ہے ہل سمعت رسول اللہ ﷺ یدکر لیلة القدر قال نعم الخ حضرت ابو سلمہؓ نے سوال کیا تھا کہ لیلة القدر کے بارے میں اختلاف بہت ہے اس لئے سوال فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا یہ بارش ایک سویش شب کو ہوتی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں ہے فوکف المسجد الخ حضرت امام بخاریؒ اس کو ابو اب السجود میں بھی ذکر کریں گے۔ اس لئے کہ اس میں جبه (پیشانی) اور انبه (ناک کے نرم حصہ) پر مٹی لگے ہونے کا ذکر ہے۔ کان رجلا ضحما یہ وہی عثمان بن مالکؓ ہیں ان کی روایت سے ترجمۃ الباب کیسے ثابت ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت عثمانؓ اپنی مسجد کے امام تھے جب وہ بارش کی وجہ سے مسجد میں نہیں جاتے تھے تو اور لوگ پڑھتے رہے ہوں گے۔ لہذا یہ صلوة بمن حضر ہو گیا۔ یہ بتسل ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ طرف حیر پر انہوں نے پانی چھڑکا۔ یہ تو بارش ہو گئی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی۔ یہ صلوة بمن حضر ہو گئی۔ یہ خیر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لائق ہے اسلئے امام بخاریؒ اس قسم کے باریک استدلال فرماتے ہیں۔

باب إِذَا حَضَرَ الطَّعَامَ وَأُقِيمَتِ الصَّلَاةُ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُبْدَأُ بِالْعِشَاءِ

ترجمہ۔ جب تکبیر کہی جائے اور کھانا حاضر ہو تو ابن عمرؓ کھانے سے ابتدا کرتے تھے۔ اور حضرت ابو داؤدؒ

وَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ مِنْ فَهُوَ الْمَرْءُ إِقْبَالُهُ
عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يُقْبِلَ عَلَى صَلَواتِهِ
وَقَلْبُهُ فَارِغٌ -

فرماتے ہیں کہ آدمی کی سمجھ داری کی بات یہ ہے کہ وہ
اپنی ضرورت کو پورا کرے تاکہ جب نماز کو آئے تو اس کا
دل شواغل دنیا سے فارغ ہو۔

حدیث (۶۳۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ سَمِيعٍ
عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ إِذَا وَضَعَ الْعِشَاءُ
وَأَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَايْتَدِ وَأَبِ الْعِشَاءِ ...

ترجمہ - حضرت عائشہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے
روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا جب شام کا کھانا
رکھا جائے اور ادھر نماز کے لئے تکبیر کہی جائے تو پہلے کھانے کو
شروع کرو۔

حدیث (۶۳۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا
قَدِمَ الْعِشَاءُ فَابْتَغُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تَصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ
وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عِشَاءِكُمْ .. الحديث ..

ترجمہ - حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ
جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب شام کا کھانا پہلے آجائے
تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کو شروع کرو۔ اور اپنے
شام کے کھانے سے جلدی نہ کرو کہ نماز پڑھنے لگو۔

حدیث (۶۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا وَضَعَ
عِشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأَقِمْتَ الصَّلَاةَ فَايْتَدِ بِالْعِشَاءِ
وَلَا يَعْجَلُ حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضِعُ
لَكَ الطَّعَامَ وَتَقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرُغَ وَإِنَّهُ
لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَهَبُ بْنُ عَثْمَانَ
عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ عَلَى الطَّعَامِ فَلَا يَعْجَلُ
حَتَّى يَقْضَى حَاجَتَهُ مِنْهُ وَأَقِمْتَ الصَّلَاةَ .. الحديث ..

ترجمہ - حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا کھانا رکھا جائے اور تکبیر
نماز کی کسی جاچگی ہو تو کھانے سے ابتدا کرو اور جلدی نہ کی جائے
یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے۔ چنانچہ ابن عمرؓ کیلئے
کھانا رکھا جاتا تھا اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی تھی تو جب تک
کھانے سے فارغ نہ ہوتے تو نماز کو نہیں آتے تھے۔ حتیٰ کہ وہ
امام کی قراءت کو سن رہے ہوتے تھے۔ اور زہیر کی سند سے ابن عمرؓ
نے فرمایا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جب تم میں سے
کوئی کھانا کھا رہا ہو تو جلدی نہ کرے یہاں تک کہ کھانے سے
اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اگرچہ نماز قائم ہو جائے۔

تشریح از شیخ مدنی - اس ترجمہ الباب کے انعقاد سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ عشاء کی تخصیص نہیں بلکہ مطلقاً طعام

مراد ہے۔ کہ جب طعام حاضر ہو جائے تو اسے کھا لینا چاہیے خواہ وہ عشا کا وقت ہو یا غددہ (صبح کا) وقت ہو۔ چنانچہ حضرت ابو الدرداءؓ نے اس سے بھی عموم مراد لیا کہ خواہ کوئی حاجت ہو اس کو پورا کر کے فارغ البال ہو کر نماز میں کھڑا ہو۔ زہد کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر اس چیز پر نماز کو مقدم کیا جائے جو شاق ہو۔ مگر فقہ اس کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کا مقتضی ہے کہ مشاغل دنیویہ سے فارغ ہو کر نماز میں کھڑا ہونا چاہیے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہوتا ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ بدؤ ابہ قبل ان تصلوا صلوۃ المغرب فرمایا گیا۔ یعنی مغرب کی نماز کے پڑھنے سے بھی پہلے کھانا کھا لینا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ حدیث میں اذا وضع العشاء واقیم الصلوۃ فابدؤا بالعشاء کے الفاظ وارد ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کو کھانے سے مؤخر کرنا جائز ہے اور بظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کھانے کے واسطے نماز کو مؤخر کیا جائے نیز اشرح السنۃ کی روایت میں ہے جیسا کہ مکتوۃ میں بھی منقول ہے کہ آنجب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ لا تؤخروا لصلوۃ لطعام ولا لغيره تو ان عقلی اور نقلی دلیلوں کا تقاضا ہے کہ نماز کو مؤخر نہ کرے۔ اب دونوں میں تعارض ہو گیا جس کی بنا پر علماء کرام کو توجیہ کی ضرورت پیش آئی۔ شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مذکور فی الباب فساد طعام پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ کھانے کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اجازت ہے یہ توجیہ دراصل امام غزالیؒ کی ہے مگر چونکہ وہ شافعی المذہب ہیں اس لئے امام شافعیؒ کی طرف نسبت کر دی۔ اور مالکیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ قلت طعام پر محمول ہے کہ کھانا تھوڑا ہو اور کھانے والے زیادہ ہوں اور یہ ڈر ہو کہ اگر نماز پڑھنے چلا گیا تو سارا کھانا منہ ادیس گے۔ تو اس وقت پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ حنفیہؒ حنبلیہؒ فرماتے ہیں کہ اجازت اس وقت ہے جبکہ اشغال قلب کا اندیشہ ہو۔ یعنی اگر نہ کھائے گا تو اس کا خیال کھانے کی طرف لگا رہے گا۔ اگر ایسی صورت ہو تو اولاً کھانا کھالے پھر نماز پڑھے۔ اسی طرف امام بخاریؒ کا میلان ہے۔ کیونکہ حضرت ابو الدرداءؓ کا انہوں نے مکتولہ نقل کیا ہے جس میں حتی یقبل علی صلوۃ وقلبه فارغا تاکہ فارغ البال ہو کر نماز کی طرف متوجہ ہو۔ امام بخاریؒ کا مسلک آثار مذکورہ فی الباب سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں فرماتے ہیں کہ صائم کے ساتھ خاص ہے۔ اور صلوۃ سے مراد صلوۃ خاص یعنی مغرب کی نماز مراد ہے۔ قبل ان تصلوا المغرب یہ جملہ امام طحاویؒ کی تائید کرتا ہے۔ اور جہاں عشاء کا لفظ آتا ہے وہاں اس سے مراد مغرب ہے۔ کیونکہ عشا کا اطلاق مغرب پر بھی ہوتا ہے۔ وذهب مدنی یہ دفع ایہام کے لئے فرمادیا۔

ترجمہ۔ امام کو جب نماز کے لئے بلایا اور اس کے ہاتھ وہ چیز ہو جس کو کھارہا تھا۔

باب إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ
وَبَيَدِهِ مَا يَأْكُلُ -

ترجمہ۔ عمرو بن امیہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب

حدیث (۶۳۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

أَنْ عَمِرُوْنِ أُمِّيَّةً أَنْ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ يَأْكُلُ ذِرَاعًا يَحْتَزُّ مِنْهَا قُدْعَى إِلَى الصَّلَاةِ
فَقَامَ فَطَرَحَ السِّكِّينَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. الْحَدِيثُ

رسول اللہ ﷺ کو بازو کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھاتے ہوئے دیکھا
آپ کو نماز کی طرف بلایا گیا تو آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔
چھری پھینک دی نماز پڑھی و وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ باب پہلے باب کے بالکل مخالف ہے۔ تو مصنفؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ جو طعام کو مقدم کرنے کی
اجازت دی گئی وہ تمہارے قلب کے اعتبار سے ہے۔ اگر نماز میں بے اطمینانی ہو تو پھر حاجت کو پورا کر لو۔ اگر اس قدر کھانا کھالیا کہ جس سے
اطمینان حاصل ہو گیا۔ تو پھر اسے چھوڑ کر نماز کو مقدم کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ پہلے کھانا کھا چکے تھے جس سے اطمینان حاصل ہو چکا تھا۔
روایت مطولہ میں یہ موجود ہے اسلئے اب آپ طعام کو چھوڑ کر نماز میں کھڑے ہو گئے۔ البتہ جن چیزوں سے انشغال القلب فی الصلوۃ
نہیں رہتا اس کی اجازت ہے۔ ہر حاجت خواہ اس سے انشغال قلب ہو یا نہ ہو۔ اس کو پورا کرنے کی اجازت نہیں۔ اگلاباب اسی پر دلالت
کرتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کی اس باب سے کیا غرض ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ الامام کی قید احترازی نہیں
چونکہ حضور اکرم ﷺ امام تھے۔ اس لئے ترجمہ میں امام کا لفظ ذکر فرمادیا۔ اور غرض امام بخاریؒ کی یہ ہے کہ فابذلوا بالعشاء کا حکم اس وقت
ہے جبکہ کچھ کھایا پیانہ ہو۔ اور اگر کچھ کھالیا ہو تو پھر نماز پہلے پڑھے اور بعد میں کھائے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ نے
الامام کا لفظ ذکر فرمادیا تو وہ قید ہی ہوگا۔ اور غرض یہ ہے کہ یہ امر عام لوگوں کے لئے ہے۔ اور امام کے لئے یہ ہے کہ وہ اولاً نماز پڑھائے
اسی لئے حضور ﷺ نے اس وقت کھانا چھوڑ دیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عوام کے مشغول بالطعام رہنے سے لوگوں کا کوئی حرج نہیں ہے۔
امام ان کو نماز پڑھا دے گا۔ لیکن اگر امام خود ہی مشغول ہو گا تو لوگ اس کی وجہ سے مشغول ہوں گے۔ اور اس کی انتظار میں ٹھہریں گے
الانتظار اشد من الموت۔

ترجمہ۔ کوئی شخص اپنے گھر کی کسی ضرورت
میں ہو۔ تکبیر نماز کسی جائے تو وہ نکل آئے۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَهْلِهِ
فَأَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ۔

ترجمہ۔ حضرت اسودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عائشہؓ سے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں کیا کرتے
تھے انہوں نے فرمایا کہ جناب اپنے گھر کی خدمت میں رہتے تھے

حدیث (۶۳۶) حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ الْحَمْدِ قَالَ سَأَلْتُ
عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ
كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ

فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ. الحديث

جب نماز کا وقت حاضر ہو جاتا تو نماز کے لئے چلے جاتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ دوسرا استثناء ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ صرف کھانے کی اجازت ہے۔ دنیا کے سارے دھندھوں

کا یہ حکم نہیں ہے۔ ان سب سے فارغ ہو کر پھر نماز پڑھے۔ کیونکہ دنیا کے دھندے تو رات دن چلتے ہی رہتے ہیں اگر سب کو کھانے کے حکم میں کر دیا جائے تو لازم آئے گا کہ پھر نماز ہی نہ پڑھے۔ اور بعض حضرات کے نزدیک ترجمہ کا مقصد یہ ہے کہ حاجۃ الہل سے جماع مراد ہے کہ جماع کو مرجوع اور جماعت کو رائج قرار دیا جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اگر نماز کے وقت جماع کرے تو اس سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ والدین کی نافرمان ہوگی۔ اور پہلے معنی کی تفصیل شامل میں ہے کہ ماکان الا بشرا من البشر یقلی ثوبہ یحلب شاتہ ویخدم نفسه ویخیط ثوبہ ویخسف نعلہ ویوقع دلوہ یعنی آپ اپنے کپڑے سے جو کچھ نکالتے تھے۔ اپنی بھری کا دودھ نکالتے تھے۔ اپنا کام خود کرتے تھے۔ اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے۔ اپنا جوتا گاٹھ لیتے تھے۔ اور اپنے ڈول کو خود پیوند لگا لیتے تھے۔ منامیں ائمہ کرام اپنے کام کو خود انجام دیتے تھے۔ اور یہی صالحین کا معمول رہا ہے۔ کذا فی العینی والکرمانی۔

باب مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ لَا يُرِيدُ إِلَّا أَنْ يُعَلِّمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ وَسُنَّتَهُ۔

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو اس ارادہ سے نماز پڑھاتا ہے کہ وہ ان کو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز سکھائے اور آپ کا طریقہ بتائے۔

حدیث (۶۳۷) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ كَتَبَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحَوِيرِثِ فِي مَسْجِدِ نَاهْدَا قَالَ رَأَيْتُ لَأَصْلَى بِكُمْ وَمَا رَأَيْتُ الصَّلَاةَ أَصْلَى كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقُلْتُ لِأَبِي فَلَابَهُ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْعَتِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يَجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى... الحديث....

ترجمہ۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث صحابی رسول ہماری اس مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں گا لیکن میرا اپنا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں ہے۔ میں تو دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت نبی اکرم ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ وہ کیسے نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا ہمارے اس شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح اور وہ شیخ جلسہ استراحتہ اس طرح کرتے تھے کہ دوسری رکعت کی طرف اٹھنے سے پہلے جب پہلی رکعت کے سجدہ سے اٹھتا تھا تو بیٹھ جایا کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم صلوٰۃ کا ارادہ تو کرتا ہے مگر صلوٰۃ کا ارادہ نہیں کرتا۔

روایت سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے ما رید الصلوۃ اصلی کہ میں نماز پڑھنا نہیں چاہتا لیکن اگر شبہ ہو کہ جب نماز کی نیت نہیں ہے تو پھر اس کا کیا اعتبار ہے۔ انما الاعمال بالنیات فرمان نبویؐ ہے۔ اور نیت فعل ارادی کا نام ہے فعل لسانی کا نام نہیں ہے۔ ہمارے احنافؒ نے تو الفاظ نیت کو بدعت تک کہا ہے۔ مگر قول فیعل یہ ہے کہ نیت باللسان مستحسن ہے تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ میں امام بن کر خمیس نماز پڑھاتا ہوں نماز کی نیت نہیں ہے۔ تو معنی ہوں گے من صلی بالناس وصار اماما لهم لایرید بہ الاتعلیم الصلوۃ محض نفس صلوۃ کا ارادہ نہیں تعلیم کا بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث پاک میں آتا ہے انا اغنی الشوکاء عن الشوکاء یہ حدیث قدسی ہے جس کو آپؐ اللہ تعالیٰ نے نقل فرما رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اخلاص سے عبادت نہ کرے بلکہ دکھلاوے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس سے بالکل بے نیاز ہوں مجھ سے اس کے ثواب کی توقع نہ رکھے جس کے دکھلانے کے لئے کیا ہے اس سے ثواب طلب کرے اسی طرح حدیث پاک ہے کہ قیامت کے دن جہنم میں سب سے پہلے تین آدمی ڈالے جائیں گے۔ ایک عالم ریاکار۔ دوسرے مجاہد مرانی تیسرے سخی مرانی۔ تو اس سے ظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اگر کوئی تعلیم کے واسطے نماز پڑھے تو وہ اندر داخل ہو جائے گا۔ تو حضرت امام حذریؒ اس کو مستعنی فرماتے ہیں کہ اگر تعلیم دینے کے لئے نماز پڑھے تو یہ اس کے اندر داخل نہیں۔ اس لئے کہ مدار نیت پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات آپؐ کا ارشاد ہے یہاں پر چونکہ اس کی غرض تعلیم ہے لہذا اس کے اندر داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دکھلاؤ اور دین ہے اسی واسطے صوفیاء فرماتے ہیں کہ ربا الشیخ خیر من اخلاص المریدین یعنی شیخ کا دکھلاؤ امریدین کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ متبوع ہیں۔ لوگ جیسا ان کو دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ وکان شیخا یجلس الخ شافعیہؒ نے اس حدیث سے جلسہ استراحت پر استدلال کیا ہے۔ اور جو جلسہ استراحت کے مسنون ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ جواباً کہتے ہیں کہ جب شاگرد نے پوچھا کہ کیسے پڑھتے تھے تو کہا کہ ایسے ہی پڑھتے تھے جیسے لوگ پڑھتے ہیں۔ مگر رکعت ثانی سے پہلے بیٹھ کر پھر اٹھتے تھے۔ تو خود ہی معلوم ہو گیا کہ جمہور صحابہ کا عمل اس کے خلاف تھا۔ صرف حضرت مالک بن الحویرثؒ جلسہ استراحت کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں آخر میں حاضر ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس لئے جلسہ استراحت کر کے پھر اٹھتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے انی قد بدلت میں ہماری ہو گیا ہوں۔

باب أَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ

أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

ترجمہ۔ علم اور فضیلت والے لوگ امامت کے

حقدار ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ہمارے ہوئے یہاں تک کہ آپؐ کی ہماری

حدیث (۶۳۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَشَدَّ مَرَضَهُ

فَقَالَ مُرُّوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ. قَالَتْ عَائِشَةُ اِنَّ رَجُلًا رَفِيقِيْ اِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَعَادَتْ فَقَالَ مُرِّيْ اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَاِنْ كُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ فَاتَاهُ الرَّسُوْلُ فَصَلَّى بِالنَّاسِ فِيْ حَيَوِّ النَّبِيِّ ﷺ.....

شدت پکڑ گئی۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیق کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کی کہ وہ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑا ہوگا تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا آپؐ نے فرمایا کہ تم ابو بکر کو میرا حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے حضرت عائشہؓ کو پھر وہی پہلا کلمہ لوٹایا کہ ابو بکرؓ کو میرا حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ تو ان کے پاس حضرت رسول اللہ ﷺ کا قاصد پہنچا تو انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

حدیث (۶۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنَّهَا قَالَتْ اِنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ مُرُّوْا اَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ اِنْ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ لِحَفْصَةَ قَوْلِيْ لَهُ اِنْ اَبَا بَكْرٍ اِذَا قَامَ فِيْ مَقَامِكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَهْ اِنَّكَ لَآتَيْنَ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ مُرُّوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لَا صَبِيْبُ مِنْكَ خَيْرًا... الحديث....

ترجمہ۔ حضرت عائشہ ام المؤمنینؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراۃ نہیں سنا سکیں گے۔ آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے بی بی حفصہؓ سے کہا کہ تو جا کر حضور انور ﷺ سے کہہ دے کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا رک جاؤ تم تو البتہ یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو

حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جس پر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو تیری طرف سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ خبر دیتے ہیں وہ جناب نبی اکرم ﷺ کے عقائد اور افعال میں پیرو کار تھے۔ آپؐ کی

حدیث (۶۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ اَبُو الْخُبَيْرِ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْاَنْصَارِيُّ وَكَانَ رِبْعَ النَّبِيِّ ﷺ

خدمت کرتے رہے۔ اور آپ کی صحبت میں رہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس بھاری میں لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں جس بھار میں آپ کی وفات ہوئی۔ حتیٰ کہ جب پیر کا دن آیا اور صحابہ کرام نماز میں صفیں باندھے کھڑے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ کا پردہ کھولا۔ وہ کھڑے ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ کا چہرہ ایسا دک رہا تھا جیسے قرآن مجید کا ورق پھر آپ مسکراتے ہوئے ہنس پڑے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھنے کی خوشی کی وجہ سے ہمارا خیال ہوا کہ کہیں فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ نماز سے ہی نکل جائیں۔ اور ابو بکر صدیقؓ بھی اپنی اینٹوں پر پیچھے ہٹ آئے۔ تاکہ صف میں آکر مل جائیں اور ان کا

گمان تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کیلئے تشریف لانے والے ہیں۔ پھر آپ نے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ لٹکا دیا۔ اور اسی دن جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہو گئی۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ تین دن جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف نہ لائے ایک دن نماز کے لئے تکبیر کی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھنے لگے تو نبی اکرم ﷺ نے پردے کو پکڑا اور اسے اٹھادیا۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرہ انور ہمارے سامنے ظاہر ہوا تو جب سے چہرہ ظاہر ہوا تو ہم نے آپ کے چہرہ انور سے زیادہ عجب کوئی منظر نہ دیکھا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھیں اور آپ نے پردہ لٹکا دیا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کے دیکھنے کی کسی کو قدرت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ انتقال فرما گئے۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ

وَوَدَّعْتُهُ وَصَحْبَهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُصَلِّيَ لَهُمْ فِي وَجَعِ النَّبِيِّ ﷺ الَّذِي تَوَفَّى فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَهُمْ صُفُوفٌ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يُنْظَرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهُهُ وَرَقَةً مُصْحَفٌ ثُمَّ تَبَسَّمَ بِضَحْكٍ فَهَمَمْنَا أَنْ نَقْفِيَهُ مِنْ الْفَرَجِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَفَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ اتَّمُوا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ فَتَوَفَّى مِنْ يَوْمِهِ ﷺ . الحديث.

حدیث (۶۴۱) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَخْرُجِ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا فَاقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَلَمَّ أَبُو بَكْرٍ يُقَدِّمُ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ بِالْحِجَابِ فَرَفَعَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ مَا لَطَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ أَعْجَبَ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ وَضَحَ لَنَا فَأَوْمَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُقَدِّمَ وَأَرْخَى النَّبِيُّ ﷺ الْحِجَابَ فَلَمْ يُقْدَرْ عَلَيْهِ حَتَّى مَاتَ.. الحديث.....

حدیث (۶۴۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَجَعُهُ
قِيلَ لَهُ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مَرُّوْا أَبَا بَكْرٍ فَيُصَلِّ بِالنَّاسِ
قَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ زَجَلٌ رَفِيقٌ إِذَا قَرَأَ غَلَبَهُ الْبُكَاءُ
قَالَ مَرُّوهُ فَلْيُصَلِّ لَعَاوَدَتُهُ فَقَالَ مَرُّوهُ فَلْيُصَلِّ
إِنَّكَ نَصَوَاجِبُ يُوسُفُ تَابَعَهُ الزُّبَيْرِيُّ الخ

حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپ سے
نماز کے بارے میں کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ تک
حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا
وہ نرم دل آدمی ہے۔ جب قرأت شروع کرے گا تو اس پر رونا
غالب آجائے گا۔ آپ نے فرمایا اس تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز
پڑھائے تو حضرت عائشہؓ نے پھر اپنی بات دہرائی آپ نے فرمایا
انہیں تک حکم پہنچاؤ کہ وہ نماز پڑھائیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ مصنف کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ احق بالامامۃ اعلمہم بالسنۃ ہے امام احمد امام ابو یوسفؒ

اور اسحاق بن راہویہؒ اہل کو احق بالامامۃ کہتے ہیں۔ مگر امام حارثیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا جیسے اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا
منسوخ ہو گیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ القدا القائم خلف القاعد تو جائز ہی نہیں۔ البتہ امام احمد امام اسحاق اور جمہور فرماتے ہیں کہ قادر
على القيام خلف القاعد قائما یعنی کھڑے ہو کر پڑھ سکنے والا بیٹھے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ قاعدا نہ پڑھے۔
اس کو آگے خود مصنف ذکر کریں گے کہ آپ کا ارشاد اذاصلی جالسا فصلوا جلوسا یہ مرض قدیم میں تھا۔ اس کے بعد آپ نے جالسا
نماز پڑھی اور لوگ کھڑے تھے۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ تو آپ کے آخری فعل کو لیا جائے گا کہ صلوة القائم خلف القاعد
قیاماً ہی ہوگی۔ تو یہ اذاصلی قاعدا فصلوا قعودا کے لئے ناخ ہوگا۔ ایسے مروا ہوا بکر فلیصل بالناس کا ارشاد یوم القوم اقرامہ
کیلئے ناخ ہوگا۔ یہ توجیہ بھی کی گئی ہے کہ اس زمانہ میں جو اقرأ ہوتا تھا وہ اعلم بالسنۃ بھی ہوتا تھا۔ لیکن مصنف اس کو اختیار نہیں کرتے۔
کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضرت ابی بن کعبؓ جو اقرأ تھے وہ اعلم بالسنۃ بھی تھے۔ حالانکہ وہ اعلم نہیں ہیں۔ اعلیٰ ما ہو بکر کہا گیا
ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے لوگوں کو قرآن مجید کے حفظ کی ترغیب دی۔ اور اسی قرأۃ قرآن پر نکاح کر دیتے تھے۔ غرضیکہ
اس وقت قرآن مجید کا یاد کرنا اہم تھا۔ اس لئے آپ نے ترغیباً (رغبت دلانے کے لئے) یہ فرمایا تھا۔ مگر جب مدا ولہ ہو گئی تو پھر یہ حکم
نہ رہا۔ جیسے مؤلفۃ القلوب کیلئے ایک زمانہ خاص تک غنیمت صدقات کے مال کا حکم تھا۔ ایسے غسل یوم الجمعہ کے وجوب کا حکم بھی
ایک زمانہ خاص تک تھا جیسے وہ منتهی ہو گئے ایسے یہ قراۃ والا حکم بھی منتهی ہو گیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مسئلہ یہ ہے کہ احق بالامامۃ امہ ثلاثہ کے نزدیک اعلم بالسنۃ ہے۔ پھر اقرأ ہے۔ اور امام احمدؒ

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اقرأ ہے۔ پھر اعلم ہے۔ کوئی ایسا اختلاف نہیں۔ ماکنت لاصیب منک خیر اس سے یوم الغسل
(شہد والا) کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہاں بھی حضرت عائشہؓ نے پٹی پڑھائی تھی اور ڈانٹ پڑ گئی۔ حتیٰ اذا کان یوم الاثنين

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائی ہیں۔ اس میں میری رائے یہ ہے کہ ایک نماز میں حضور اکرم ﷺ درمیان میں تشریف لائے کا نہ ورقہ مصحف قاعدہ یہ ہے کہ جب مقرئین بارگاہ ربانی قریب الموت ہوتے ہیں تو ان پر انوار کی کثرت ہو جاتی ہے کما شاہدنا ذلك في المشائخ (جیسا کہ ہم نے اپنے بزرگوں میں اس کا مشاہدہ کیا) پھر نبی اکرم ﷺ کا کیا پوچھنا آپؐ چونکہ رخصت ہونے والے تھے اس لئے انوار کی کثرت ہوئی اس کی روشنی محسوس ہوئی۔ اس پر صحابہ کرامؓ سمجھے کہ آپؐ کو صحت ہو گئی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نماز کے بعد گھر چلے گئے حالانکہ وہ سنبھالا تھا۔ جیسے مریض جب مرنے کو ہوتا ہے تو مرنے سے پہلے اچھا خاصہ معلوم ہونے لگتا ہے اب تشبیہ یا تو انوار میں ہے یا صفائی کا غد میں ہے۔ یہی وہ آخری نماز ہے جبکہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی امت کو نماز پڑھتے دیکھا اور یہی وہ آخری نظر ہے آپؐ نے جو اپنی امت پر ڈالی۔ اور دیکھا کہ لاڈلا ابو بکرؓ کام سنبھالے ہوئے ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی سنبھال لے گا۔ اور اس باب کے انعقاد سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت ابی بن کعب کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اقوہم ہیں اور اس خطاب میں تمام صحابہؓ حتیٰ کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی داخل ہیں۔ تو جب حضرت ابو بکرؓ سے بھی زیادہ قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ لیکن پھر بھی حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا گیا تو یہ دلیل ہے کہ اعلم مقدم ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ کسی سبب کوئی شخص امام کے پہلو میں کھڑا ہو تو اس کا کیا حکم ہے۔

باب مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْإِمَامِ لِعَلَّةِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرض سے حضرت ابو بکرؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر رخصت محسوس کی تو باہر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھ لیا تو پیچھے ہٹنے لگے۔ حضور انور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے آپؐ تھے ویسے رہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے مقابل ان کے پہلو میں آکر بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ کی نماز کو دیکھ کر نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۶۴۳) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى النُّعْمَانِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّيُ بِهِمْ قَالَ عُرْوَةُ فَوَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً فَخَرَجَ فَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يُؤْمُ النَّاسَ فَلَمَّارَاهُ أَبُو بَكْرٍ اسْتَخَارَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ أَنْ كَمَا أَنْتَ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِذَاءَ أَبِي بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ مسئلہ یہ ہے کہ جس وقت مقتدی بہت ہوں تو بلا جماع امام مقدم ہوگا۔ اور اگر مقتدی ایک ہو تو وہ

امام کی داہنی طرف کھڑا ہوگا۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیکن اگر باوجود کثرتِ مقلدین کے کسی ضرورت کی وجہ سے امام کے پہلو میں کھڑا ہو جائے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کیا۔ اسی جواز کو میان کرنے کے لئے یہ باب منعقد کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ ایک شخص نے امامت شروع کر دی پھر اصلی (معین) امام آن پہنچا پہلا شخص پیچھے سرک گیا (مقتدیوں میں آن ملا) یا نہیں سرکا ہر حال میں اس کی نماز جائز ہوگی۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کی۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ يَوْمَ النَّاسِ فَجَاءَ الْإِمَامَ
الْأَوَّلَ فَتَأَخَّرَ الْأَوَّلُ أَوْ لَمْ يَتَأَخَّرْ جَازَتْ
صَلَوَتُهُ فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ---

حدیث (۶۴۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوْسُفَ عَنْ
عَنْ سُهَيْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
ذَهَبَ إِلَى بَنِي عُمَرَ وَابْنِ عَوْفٍ لِيُصَلِّحَ بَيْنَهُمْ
فَحَاقَتِ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ
اتَّصِلْ لِلنَّاسِ فَلَقِينَهُمْ قَالَ نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ
حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ
لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا كَثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقُ
الْتَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ فَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ
فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ ذَلِكَ
ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَتَقَدَّمَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ
مَا مَنَعَكَ أَنْ تُقْبَلَ إِذَا مَرَّتْكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِإِبْنِ
أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے کہ
جناب رسول اللہ ﷺ قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے درمیان
صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے نماز عصر کا وقت ہو گیا تو مؤذن
حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر
آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں تو میں تکبیر کہہ دوں انہوں نے فرمایا
ہاں۔ پس ابو بکر صدیقؓ نے نماز شروع کی کہ جناب رسول اللہ
ﷺ تشریف لائے جبکہ لوگ نماز میں تھے صفوں سے چپے چاتے
پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے لوگوں نے تالیبا چینی شروع
کر دیں اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنی نماز میں ادھر ادھر نہیں
دیکھتے تھے پس جب لوگوں نے بہت دیر تک تالی جائی تب ابو بکرؓ
ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا جناب
رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر ٹھہرے
رہو لیکن ابو بکرؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ کی حمد بیان کی
اس بات کی وجہ سے جس کا حضور ﷺ نے ان کو حکم دیا تھا
پھر پیچھے ہٹ گئے اور صف میں برابر کھڑے ہو گئے اور جناب
رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی جب پڑھ کر فارغ
ہوئے تو ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا کہ جبکہ میں نے آپ کو حکم دیا تھا

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَالِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرُكُمْ التَّصْفِيقَ
مِنْ نَابِهِ كَسَىٰ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْبَحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ
أَلْفُفْتَ إِلَيْهِ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ . الحديث ...

تو آپ کو ٹھہرے رہنے سے کس چیز نے روکا تھا۔ حضرت ابو بکر
صدیقؓ نے فرمایا کہ ابو قحافہ کے بچے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ
رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑا ہو اور جناب رسول اللہ ﷺ نے

لوگوں سے فرمایا کہ تم نے کثرت سے تالیاں کیوں جائیں۔ جس کو نماز میں کوئی امر پیش آجائے تو وہ تسبیح سبحان اللہ کے کیونکہ جب وہ
سبحان اللہ کے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی تالی جانا تو عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فجاء الامام الاول فتاخر الاول اس جگہ اشکال ہوتا ہے کہ المعرفة اذا عیدت تواد بها عين

الاولی یعنی اسم معرفہ کو جب دوبارہ لایا جائے تو اس سے بعینہ پہلا مراد ہوتا ہے اگر یہی قاعدہ کلیہ ہے تو پھر ترجمہ کی عبارت کے معنی صحیح
نہیں ہوتے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ اکثر یہ ہے۔ یہاں پر امام الاول سے امام راتب مراد ہے۔ اور فتاخر الاول سے امام
نائب یعنی امام عارضی مراد ہے۔ اس پر پھر اشکال ہے کہ اگر عارضی امام متاخر ہو جائے تو پھر نماز میں تداخل لازم آئے گا۔ اگر متاخر نہ ہو تو
پھر اجتماع اصل اور عارضی کا ہو گا۔ حالانکہ اب آمد تہتم رفت مشہور ہے۔ تو اس کے بارے میں مصنفؒ فرماتے ہیں کہ نماز کا حکم تہتم جیسا
نہیں ہے بلکہ اس میں دونوں صورتیں جائز ہیں۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ مامنعك ان تثبت اذا امرتك اگر شبہ ہو کہ
مکہ معظمہ میں دو آدمی مشہور تاجر تھے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور امیہ بن خلف۔ حضرت صدیق اکبرؓ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اسلام کی
اشاعت میں بہت کچھ مال و دولت صرف کیا۔ اور بہت سے غلام اور باندیوں کو خرید کر آزاد کیا۔ غزوہ تبوک میں ساری جائیداد چندہ میں
دے دی۔ اتنی فضیلت کے مالک آپ کا حکم نہیں مانتے۔ چونکہ آپ کا یہ ارشاد صدیق اکبرؓ کی دل جمعی کے لئے تھا۔ اس کو حکم و جوبی نہیں
سمجھا۔ جب آپ تشریف لائے تو صدیق اکبرؓ شکریہ ادا کرتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی محسوس نہیں فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام راتب کہیں چلا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے پھر وہ امام آجائے تو جسور فرماتے ہیں کہ امام راتب

اس امام کی اقتدا کرے اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت ہوئی تو امام کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہو گا۔ یا تو وہ امام کی
اقتداء کرے یا آگے بڑھ جائے اور یہ عارضی امام ہٹ جائے۔ یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ استدلال حضرت ابو بکرؓ کی روایت سے ہے کہ
حضور اقدس ﷺ بنو عمرو بن عوف میں ۵ھ یا ۶ھ میں صلح کرانے کیلئے تشریف لے گئے اور بلالؓ سے کہہ گئے۔ کہ اگر نماز کا وقت
ہو جائے تو ابو بکرؓ سے کہہ دینا کہ وہ نماز پڑھا دیں۔ نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ نماز کے
متعلق فرما گئے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ گئے۔ نماز شروع ہو گئی۔ ابھی ہو رہی تھی کہ حضور اقدس ﷺ
تشریف لے آئے صحابہؓ نے دیکھ کر تالیاں جانی شروع کر دیں حضرت ابو بکرؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ نماز میں ادھر ادھر توجہ نہیں فرمایا
کرتے تھے جب لوگوں نے بہت زیادہ تالیاں جائیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ متوجہ ہوئے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے۔ پیچھے ہٹا چاہا

تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مکث مکانک (اپنی جگہ ٹھہرے رہو) مگر ابو بکر صدیقؓ سے نہ رہا گیا پیچھے ہٹ گئے۔ حضور آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ تو اب اس سے استدلال یوں ہے کہ آپؐ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ٹھہرے رہنے کا امر فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو اقتدا جائز ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ "نہیں ٹھہرے بلکہ پیچھے ہٹ گئے۔ پھر نبی اکرم ﷺ آگے بڑھ گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام راتب کو آگے بڑھ جانے کا اختیار ہے۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ابو بکر صدیقؓ رقیق القلب تھے اور پڑھا نہیں سکتے تھے بلکہ حصر ہو گیا تھا۔ جیسا کہ ابو بکرؓ کے ارشاد ماکان لابن ابی قحافہ الخ سے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ نے نماز پڑھائی اب یہاں اشکال ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تو پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کو کسی وجہ سے فجر کے وقت دیر ہو گئی تھی تو لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو آگے بڑھا دیا تھا بعد میں نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو حضرت عبدالرحمنؓ نے پیچھے ہٹنا چاہا تو حضور ﷺ نے کھڑے رہنے کو فرمایا اس پر حضرت عبدالرحمنؓ کھڑے رہے۔ اور حضور ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھی جیسا کہ ابو داؤد وغیرہ میں ہے اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ کے واقعہ میں ایک رکعت ہو چکی تھی۔ تو خوف تھا کہ آگے پیچھے ہونے میں کوئی گڑبڑ ہو گئی تو نماز ہی چلی جائے گی۔ اس لئے کہ آخری وقت میں نماز شروع ہوئی تھی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو حصر یعنی رکاوٹ ہو گئی تھی اسلئے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور حصر ہو جانا کوئی قاذح نہیں جو جتنا اونچا ہو تا ہے وہ اتنا ہی بڑوں کا قدر شناس ہوتا ہے۔

قدر گو ہر شاہ داند یابد اند جو ہری

جتنی ابو بکرؓ کے دل میں حضور اکرم ﷺ کی عظمت ہو گی۔ وہ ظاہر ہے حضرت عبدالرحمنؓ کے دل میں اتنی نہیں ہو گی۔ بلکہ حضرت ابو بکرؓ کے آس پاس تو حضرت عمرؓ بھی نہیں تھے۔ اور تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جانب ادب کی رعایت کی۔ اور حضرت عبدالرحمنؓ نے جانب امتثال امر کی۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ جانب ادب اولیٰ ہے یا امتثال امر۔ جو ثانی کو افضل کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ امر کے اندر امر کا نص موجود ہے اور ادب کے اندر وہ اپنے زعم کے مطابق ایک کام کر رہا ہے۔ نیز! امر کے امر کو نہ ماننا یہ اس کے امر کی اہانت ہے۔ اور جو حضرات ادب کے ملحوظ رکھنے کو افضل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہو بس تم یہ دیکھ لو کہ ادب کس نے کیا اور کس نے امتثال امر کیا۔ اور پھر خود ہی فیصلہ کر لو ادب کرنے والے تو ابو بکر صدیقؓ ہیں اور تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کون ہیں۔ اور امتثال امر کرنے والے حضرت عبدالرحمنؓ ہیں۔ اب دونوں کے افعال کا موازنہ کر لو۔

انما التصفیق للنساء یہ مسئلہ مستقلاً آگے آ رہا ہے۔ جمہور تفریق فرماتے ہیں کہ عورت تصفیق (تالی جائے) کرے۔ اور مرد تسبیح پڑھے۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تسبیح پڑھیں۔ مابقیہؒ فرماتے ہیں کہ انما التصفیق للنساء علامت کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ مگر چونکہ سنن کی روایات میں فلیسبح الرجال ولیصفیق للنساء آیا ہے اس لئے ائمہ ثلاثہ تفریق کے قائل ہیں باب کی اس حدیث سے احناف کے ایک اصول کی تائید ہو رہی ہے کہ اگر امام قرأت سے عاجز ہو جائے تو دوسرے شخص کو امام بنا دیا جائے جیسا کہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔ من تابہ شی فی صلوٰۃ اس میں تسبیح کا امر ہے اور من تابہ عام ہے عورت اور مرد دونوں کیلئے

اسی بناء پر مکیہؒ فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جمہور کے نزدیک مرد کیلئے تسبیح اور عورت کے لئے تالی جانا ہے۔ اور استدلال دوسری روایت سے ہے التسبیح للرجال والتصفیق للنساء حضرات مکیہؒ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعلق نماز سے نہیں۔ بلکہ مطلق ایک عادت بیان فرمائی ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس جملہ کے بعد اتنی عبارت اور ہے فلیسبح الرجال الخ یہ دلیل ہے کہ آپؐ نے یہ مسئلہ نماز ہی کے متعلق بیان فرمایا ہے۔

باب إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيُؤْمَرُوا أَكْبَرَهُمْ

ترجمہ۔ جب قراءۃ میں سب برابر ہوں
ان میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ فرماتے ہیں کہ ہم چند نوجوان جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے قریباً بیس راتیں آپؐ کے ہاں ٹھہرنے کا موقع ملا۔ آپؐ بڑے مہربان تھے۔ فرمایا اگر تم اپنے شروں کو واپس لوٹو انہیں دین کی تعلیم دو۔ ان کو حکم دو کہ فلاں نماز فلاں وقت میں ادا کرو اور فلاں نماز فلاں وقت میں۔ پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم سے ایک تمہارے لئے نواز کے اور تم میں سے بڑی عمر والا امامت کرائے

حدیث (۶۴۵) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَخْبَرَنَا عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَوَرِثِ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَنَحْنُ سَبْعَةٌ فَلَبِثْنَا عِنْدَهُ نَحْوًا مِنْ عِشْرَيْنَ لَيْلَةً وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ رَحِيمًا فَقَالَ كَوُّ رَجَعْتُمْ إِلَى بِلَادِكُمْ فَاعْلَمْتُمُوهُمْ مَرُّوْهُمْ فَلْيُصَلُّوا بِصَلْوَةِ كَذَا فِي حَيْثُ كَذَا وَصَلْوَةُ كَذَا فِي حَيْثُ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَلْيُؤْذَنَ لَكُمْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمَرْكُمْ أَكْبَرُكُمْ . الحديث

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ ترجمہ تو یہ ہے کہ جب قراءۃ میں برابر ہوں تو اکبر سنا امامت کرے مگر روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ تو کہا جائے گا کہ یہ چند نوجوان جو بیس دن تک آپؐ کے پاس رہے ہیں۔ ظاہر ہے جو تعلیم اس عرصہ میں حاصل کی ہوگی اس میں یہ سب برابر ہوں گے اسلئے اب اکبر سنا احق بالا امامت ہوگا۔ تو اس سے وہ تعارض بھی رفع ہو جائے گا کہ پہلے تو فرمایا تھا فلیؤمروا اقراکم اور یہاں فرما رہے ہیں فلیؤمروا اکبرکم تو یہ ارشاد بعد استواء ہم فی القراءۃ کے ہے۔

باب إِذَا زَارَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَمَّهُمْ

ترجمہ۔ جب کسی قوم کے ملنے کیلئے جائے اور اس کی امامت کرے

ترجمہ۔ حضرت عثمان بن مالک انصاریؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے

حدیث (۶۴۶) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ أَخْبَرَنَا قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ

اَسْتَاذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَادْنَتْ لَهُ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ فَاشْرُوتْ لَهُ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي اُحِبُّ فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا. الْحَدِيثُ..

اجازت دے دی۔ تو آتے ہی آپؐ نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کے کون سے حصہ میں نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ میں نے اس مکان کی طرف اشارہ کر دیا جس کو میں پسند کرتا تھا۔ تو حضور انور ﷺ

کھڑے ہوئے ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی نماز کے آخر میں آپؐ نے سلام پھیرا ہم نے بھی سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب سے مصنفؒ ایک شبہ کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں کہ ترمذی شریف میں ہے لایوم الرجل فی سلطانه ولا یجلس فی نکرمتہ الا باذنہ اس میں مختلف اقوال ہیں کہ باذنہ کا تعلق دونوں سے ہے یا ایک سے ہے تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ باذنہ کا تعلق دونوں سے ہے۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن مالکؓ کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ امام زائر باذن الامام مامت کرا سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سنن کی روایت میں ہے من زار قوما فلا یؤمهم ولیؤمهم رجل منهم اور دوسری روایت میں ہے لایوم الرجل الرجل فی سلطانه الخ ان روایات کا تقاضا ہے کہ اگر امام کہیں جائے تو وہ نماز پڑھائے کیونکہ حکم عام ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ نبی عام لوگوں کے واسطے ہے۔ اور امام کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے وہ پڑھا سکتا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو تو حضرت عثمانؓ نے خود ہی بلایا تھا۔ پھر اجازت وغیرہ کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یوں دیا جاسکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضور اقدس ﷺ سے نماز پڑھنے کی درخواست کی تھی۔ امامت کرنے کو نہیں کہا تھا۔ کسی کے پیچھے پڑھ لیتے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے پڑھائی۔ مگر اشکال وہی ہے۔ یہ حضرت امام بخاریؒ کے استدلال کے موافق جواب ہو جائے گا۔ مگر جب انہوں نے بلایا تھا تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ حضور ﷺ وہاں جا کر کسی کی اقتدا کریں گے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ان روایات سے امیر المؤمنین امام اعظمؒ کا استثناء کرنا مقصود ہے کہ اس کو اجازت ہے کہ وہ ہر شخص کی جگہ پر نماز پڑھائے کیونکہ ان کو ولایت عظمیٰ حاصل ہے۔ اس بنا پر امام کی قید احترازی ہوگی علامہ طینیؒ فرماتے ہیں کہ امام کی قید اتفاقی ہے۔ اور امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ ان روایات میں جو نبھی وارد ہے وہ وجوہی نہیں بلکہ اگر کوئی پڑھا دے تو بلا کر اہت نماز ہو جائے گی۔

باب اِنَّمَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ وَصَلِ النَّبِيُّ ﷺ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوفِّيَ فِيهِ بِالنَّاسِ وَهُوَ جَالِسٌ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ يُعَوِّدُ فِيمَكْتُ بِقَدْرِ

ترجمہ۔ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے حضور اکرم ﷺ نے اپنی اس مرض میں بیٹھ کر لوگوں کو نماز پڑھائی جس مرض میں آپؐ کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی

مَا رَفَعَ لَمْ يَتَّبِعِ الْإِمَامَ وَقَالَ الْحَسَنُ فِيمَنْ
يُزَكُّهُ مَعَ الْإِمَامِ رَكَعَتَيْنِ وَلَا يَقْدِرُ
عَلَى السُّجُودِ يَسْجُدُ لِلرَّكَعَةِ الْآخِرَةِ
سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ يَقْضِي الرَّكَعَةَ الْأُولَى
بِسُجُودِهَا وَفِيمَنْ نَسِيَ سَجْدَةً حَتَّى
قَامَ يَسْجُدُ ---

امام سے پہلے اٹھ گیا۔ تو اتنی اٹھنے کی مقدار رک جائے پھر
امام کی پیروی کرے۔ حضرت حسن بصریؒ اس شخص کے
بارے میں فرماتے ہیں جس نے امام کے ساتھ
دو رکعتیں پڑھیں لیکن وہ سجدہ پر قادر نہیں ہو سکا تو دوسری
رکعت کیلئے دو سجود کرے پھر پہلی رکعت کو اسکے سجدے
کے ساتھ قضا کرے اور اس شخص کے بارے میں فرمایا
جو سجدہ بھول کر کھڑا ہو گیا تو سجدہ کرے۔

حدیث (۶۴۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ (البحر)

دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَقُلْتُ لَا تُحَدِّثُنِي عَنْ مَرَضِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ بَلَى قُلْتُ النَّبِيُّ فَقَالَ أَصَلَّى
النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَأَغْتَسَلَ
فَذَهَبَ لِنِوَاءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى
النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَأَغْتَسَلَ
ثُمَّ دَهَبَ لِنِوَاءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى
النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
ضَعُوا لِي مَاءً فِي الْمِخْضَبِ فَقَعَدَ فَأَغْتَسَلَ ثُمَّ
ذَهَبَ لِنِوَاءٍ فَأَغْمَى عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى
النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ
فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُونَ النَّبِيَّ ﷺ لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ حضرت عید اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت
عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی کہ کیا آپ
جناب نبی اکرم ﷺ کی بیماری کے متعلق بیان نہیں فرمائیں گی
انہوں نے فرمایا کیوں نہیں۔ حضور اقدس ﷺ جب بیمار ہوئے
تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ
ﷺ وہ تو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا پ میں میرے
لئے پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا آپ نے
غسل فرمایا۔ آپ اٹھنے لگے تو آپ پر بے ہوشی طاری ہو گئی پھر
افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی۔ ہم نے عرض کیا
نہیں وہ تو آپ کا یا رسول اللہ انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا
ٹپ میں میرے لئے پانی رکھو فرماتی ہیں ہم نے ایسا کیا۔ آپ نے
غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا تو پھر
پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں ہم نے کہا نہیں یا رسول اللہ
وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ فرمایا اچھا پ میں میرے لئے پانی
رکھو آپ اٹھ کر بیٹھے غسل فرمایا پھر اٹھنے لگے تو بے ہوشی طاری
ہو گئی۔ پھر افاقہ ہوا تو فرمانے لگے کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے

ہم نے کہا یا رسول اللہ وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ اور لوگ مسجد میں بیٹھے جناب نبی اکرم ﷺ کا عشاء کی نماز کے لئے انتظار کر رہے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف قاصد بھیجا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں پس قاصد حضرت بلالؓ نے پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کا پیغام دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں۔ حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی تھے۔ حضرت عمرؓ سے کہنے لگے کہ تم نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان دنوں کی نماز پڑھائی۔ پھر حضور ﷺ کو اپنے اندر کچھ تخفیف محسوس ہوئی تو دو آدمیوں کے سارے باہر تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ یہ ظہر کی نماز کا وقت تھا۔ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا تو بیچھے بیٹھے لگے۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ بیچھے نہ بیٹھیں حضور انور ﷺ نے فرمایا تم دونوں مجھے ان کے پہلو میں بٹھلا دو۔ چنانچہ آپ کو حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بٹھلا دیا گیا حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے لگے تو وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء کرتے تھے۔ اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتداء کرتے تھے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ بیٹھنے والے تھے۔ عبید اللہ فرماتے ہیں میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے پاس حاضر ہوا۔ تو میں نے کہا

الْأَعْرَفُ فَأَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ بِأَن يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَأَتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْمُرُكَ أَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ رَجُلًا رَفِيقًا يَأْمُرُ صَاحِبَ النَّاسِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْأَيَّامَ ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَجَدَ مِنْ نَفْسِهِ خِيفَةً فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا الْعَبَّاسُ لِبُصْلُوَةِ الظُّهْرِ وَأَبُو بَكْرٍ مُصَلِّيٌ بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ فَأَوْمَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ بِأَن لَا يَتَأَخَّرَ فَقَالَ أَجْلِسَانِي إِلَى جَنْبِهِ فَاجْلِسَاهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّيُ وَهُوَ يَأْتِمُ بِبُصْلُوَةِ النَّبِيِّ ﷺ وَالنَّاسِ بِبُصْلُوَةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ ﷺ قَاعِدٌ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَدَخَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَعْرَضَ عَلَيْكَ مَا حَدَّثَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَرَضِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ هَاتِ لَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَدِيثَهَا فَمَا أَنْكَرَ مِنْهُ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ أَسَمَّتَ لَكَ الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ هُوَ عَلِيٌّ . الحديث

کیا آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو حضرت عائشہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض کے بارے میں مجھے بیان کی ہے تو انہوں نے فرمایا لاؤ بیان کرو۔ میں نے ان کی ساری حدیث پیش کر دی۔ انہوں نے اور تو کسی چیز کا انکار نہ کیا سوائے اس کے پوچھا کیا انہوں نے اس آدمی کا نام بھی لیا جو حضرت عباسؓ کے ساتھ تھے میں نے کہا نہیں فرمایا وہ حضرت علیؓ تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اقتداء کیلئے ضروری ہے کہ فعل امام پہلے ہو اور فعل مقتدی بعد میں ہو۔ اور جو فعل امام کرے وہی مقتدی کرے۔

اور ایک صورت یہ ہے کہ مقتدیوں کا فعل مقدم ہو اور امام کا فعل مؤخر ہو۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ دونوں کا فعل مشترک ہو۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ امام کا فعل کچھ ہو اور مقتدیوں کا کچھ اور ہو۔ ان میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ تقدم تونا جائز ہے۔ البتہ اشتراك في الفعل اور تاخو جائز ہے۔ اور مماثلة في الفعل جہاں وارد ہوئی ہے اس کو لیا جائے گا۔ الافلا (ورنہ نہیں) مصنفؒ کا مقصد یہی ہے۔ بعض شوافع تقدم کی بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر مقتدی امام کے آگے کھڑا ہو جائے تو بھی اقتداً جائز ہے۔ قال الحسن فيمن يركع مع الامام امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مع الامام رکعتوں کی ادا کرنے کی نیت کی مگر ازدحام کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکا اور ثانی رکعت کے لئے دو سجدے کر لئے تو رکعت اولیٰ کے سجدہ کو پھر قضا کرے گا۔ اور یہ سجدہ بعد فراغ الامام ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاخیر اقتدا کے مخالف نہیں جیسے اشتراك فعل اقتدا میں پایا جاتا ہے۔ ایسے تاخو فی الفعل بھی جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص رکعت اولیٰ کا سجدہ بھول گیا تو وہ یاد آنے پر کھڑا ہو کے سجدہ ادا کر سکتا ہے۔ تاخیر سے فوت ہونا لازم نہیں آتا اگر آخر رکعت میں یاد کرے تو تین سجدوں سے نماز مکمل ہو جائے گی۔ مگر قبل از سلام یہ سجدہ یاد آیا تو پھر بھی ایک سجدہ کرے اگر بعد انقضاء صلوٰۃ (نماز ختم ہونے کے بعد) سجدہ یاد آیا تو پھر نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ تو باوجودیکہ امامی مخالفت پائی جاتی ہے مگر متابعت امام ضروری ہے۔ چنانچہ آخر میں مصنفؒ نے جو روایت پیش کی ہے اور اس میں حمیدی کا قول نقل کر کے کہا کہ اگرچہ مقتدی کا فعل امام کے مخالف ہے مگر اس کی متابعت ضروری ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت مذکورہ فی الباب بطریق متعددہ کثرت سے منقول ہے۔ اسی بنا پر جمہور نے اسے معمول بھا

قرار دیا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کے سارے اجزاء معمول بھا ہیں۔ مگر اذا صلی جلو سا فصلوا جلو سا یہ مستثنیٰ ہے اس لئے کہ یہ جمحش ساق (پنڈلی کے زخمی ہونے) والا واقعہ ہے جو ۵۵ میں پیش آیا۔ اور حضور انور ﷺ نے مرض الوفاۃ ۱۱ھ میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور صحابہ کرامؓ نے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ جمہور کے نزدیک اگر امام کسی عذر کی بنا پر بیٹھ کر پڑھے تو مقتدین کھڑے ہو کر پڑھیں گے۔ مگر امام احمدؒ کے نزدیک بغر و بیٹھ کر پڑھیں گے۔ امام احمدؒ نے اسی روایت سے استدلال کیا جس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ یہ منسوخ ہے۔ ثم يقضي الركعة الاولى بسجودها چونکہ سجدہ کے ترک ہو جانے کی وجہ سے وہ رکعت نہیں ہوئی تھی۔ قوله لصلوة العشاء الاخرة یہ بخشہ کی شام کا واقعہ ہے۔ صلی رسول اللہ ﷺ یہ جمحش ساق والا واقعہ ہے امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے حنبلیہ پر رد اور ائمہ ثلاثہ اور جمہور کی تائید کرنا ہے۔ قال الحسن فيمن نسي سجدة الخ حضرت حسن بصریؒ نے من نسي سجدة کے متعلق جو مسئلہ ذکر کیا ہے وہ متفق علیہ ہے۔ اس میں امامت کا ذکر نہیں۔ اس لئے تبعاً یہاں لایا گیا ہے یعنی اس کا ترجمہ الباب سے کوئی تعلق نہیں۔ ہکذا قال علامہ انور شاہؒ اور میرے نزدیک اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ کوئی شخص امام کی اقتدا کر رہا تھا اور قیام کی حالت میں سو گیا جب وہ جاگا تو امام سجدہ کر کے دوسری رکعت میں پہنچ چکا تھا تو اس مقتدی پر لازم ہے کہ وہ سجدہ کر کے امام کے ساتھ مل جائے۔ اس لئے سجدہ رکعت صلوٰۃ ہے۔ لہذا اس کے ترک سے نماز ہی نہیں ہوگی۔

اس صورت میں امامت کے مسئلہ سے کچھ مناسبت ہو جائے گی۔

حدیث (۶۴۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ فِي بَيْتِهِ وَهُوَ شَاكٍ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہماری کی حالت میں اپنے گھر میں نماز پڑھی تو بیٹھ کر پڑھی اور قوم نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر پڑھی آپ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ جب فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب سمع اللہ الخ کہے تو تم ربنا لك الحمد کہو اور جب بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو اس سے گر پڑے اور آپ کا داہنا پہلو چھل گیا جس سے آپ کو خراشیں آئیں تو آپ نے نمازوں میں سے ایک نماز بیٹھ کر پڑھی۔ تو ہم نے بھی آپ کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی جب حضور ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب رکوع سے اٹھے تو تم بھی سر اٹھاؤ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہے تم ربنا لك الحمد اور جب وہ بیٹھ کے نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔ قال ابو عبد اللہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حمیدی نے کہا کہ آپ کا قول اذا صلى جالسا فصلوا جالسا یہ مرض قدیم میں تھا جبکہ آپ گھوڑے سے گر پڑے تھے اس کے بعد جناب نبی اکرم ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور لوگ آپ کے پیچھے

حدیث (۶۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ فَرَسًا فَضَرَعَ عَنْهُ فَجَحَشَ شِقَّهُ الْأَيْمَنُ فَصَلَّى صَلَوةً مِنَ الصَّلَوَاتِ وَهُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّى وَرَاءَهُ قَوْمٌ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ اجْلِسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ الْحَمِيدِيُّ قَوْلُهُ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا هُوَ فِي مَرَضِهِ الْقَدِيمِ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ جَالِسًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامٌ لَمْ يَأْمُرْهُمْ بِالْقُعُودِ وَاتَّمَايُوهُ خَلْفَهُ لَا خَيْرَ وَلَا أَعْرَبَ مِنْ فِعْلِ النَّبِيِّ ﷺ

کھڑے ہوئے تھے۔ جن کو آپؐ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا تو جناب نبی اکرم ﷺ کے افعال میں سے آخری فعل کو لیا جائے گا۔

باب مَتٰی یَسْجُدُ مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ وَقَالَ اَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فَاِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا۔

ترجمہ۔ امام کے پیچھے کھڑا ہونے والا شخص سجدہ کب کرے
حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں
کہ آپؐ نے فرمایا جب امام سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا کہ مجھے
حضرت برائؓ نے جو جھوٹے نہیں ہیں۔ حدیث میان کی کہ جب
نبی اکرم ﷺ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو ہم میں سے
کوئی شخص پیٹھ نہیں جھکا تا تھا۔ جب تک جناب نبی اکرم ﷺ
سجدہ میں نہ چلے جاتے پھر ہم آپؐ کے بعد سجدہ ریز ہوتے۔

حدیث (۶۵۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنِي
الْبُرَاءُ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
اِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ لَمْ يَحْنِ اَحَدٌ مِّنَا ظَهْرَهُ
حَتَّى يَقَعَ النَّبِيُّ ﷺ سَاجِدًا ثُمَّ نَقَعُ سُجُودًا بَعْدَهُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمہ شارح ہے۔ روایت میں ہے اذار کع فار کعوا و اذا سجد فاسجدو اور حرف فاتعقیب

کے لئے ہوا کرتا ہے۔ اور تعقیب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شئی دوسری شئی کے بعد ہو تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مقتدی امام کے رکوع سے
فراغ کے بعد رکوع کریں اور سجود سے فراغ کے بعد سجود کریں لہذا حضرت امام بخاریؒ نے اس وہم کو دفع فرمایا کہ نہیں بلکہ امام کے ساتھ
کرے گا اور روایت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے امام رکن شروع کرے پھر اس کے بعد مقتدی کرے اس سے تقدیم نہ کرے۔

حدثنی البراء وهو غیر کذوب الخ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ اس میں اختلاف ہے کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے یا شاگرد
کا پڑھنا افضل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ استاذ کا پڑھنا افضل ہے وہ کہتے ہیں کہ جب استاذ پڑھے گا تو ساری باتیں ٹھیک ٹھیک پڑھے گا۔
اب سنو! اس میں اختلاف ہے کہ یہ مقولہ کس کا ہے۔ اور ہو کا مصداق کون ہے۔ محققین علماء حافظ ابن حجرؒ وغیرہم کی رائے یہ ہے کہ
یہ حضرت برائؓ کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ اور ہو کی ضمیر حضرت برائؓ کی طرف راجع ہے۔ اور علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ
حضرت برائؓ کے تلمیذ کا مقولہ ہے اور ہو کی ضمیر حضرت برائؓ کے تلمیذ کی طرف راجع ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت برائؓ صحابہ
میں موثق ہیں۔ ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ فان الصحابة كلهم عدول اگر ان کی توثیق ہوگی تو اس قانون کا خلاف ہوگا فریق اوّل
حافظ ابن حجرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ قواعد نحویہ کے موافق یہی ہے کہ ہو کی ضمیر حضرت برائؓ کی طرف راجع ہو۔ باقی رہا یہ کہ حضرات
صحابہ خود موثق وعدول ہیں ان کی توثیق کی ضرورت نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام بطور توثیق کے ذکر نہیں کیا۔ بلکہ یہ ایسا ہی ہے
جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا۔ حدثنی رسول اللہ ﷺ وهو الصادق المصدوق تو جیسے ابن مسعودؓ کا قول توثیق کیلئے نہیں

اس طرح یہاں بھی توثیق مراد نہیں بلکہ تاکید اور کلام میں قوت پیدا کرنے کے لئے فرمایا اور یہی میری رائے ہے اب سوال یہ ہے کہ کذب یہ صیغہ مبالغہ ہے تو جب مبالغہ کی نفی کر دی تو اصل ماخذ باقی رہا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کذب تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی صدور کذب ہو جاتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کا کلام جیسے نفی مبالغہ کے لئے ہوتا ہے اس طرح مبالغہ فی النفی کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے وما انا بظلام للعبد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظلام تو نہیں ہاں نعوذ باللہ ظالم ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ سے صادر ہو ہی نہیں سکتا۔ منی یسجد الخ حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ لفظ منی سے اس لئے ایہام پیدا کیا ہے کہ سجدہ میں لوگوں کے ایہام مختلف ہو کرتے ہیں۔ امام کے بھی احوال مختلف ہوتے ہیں اور مقتدی کے بھی کبھی امام ضعیف الحركة ہوتا ہے اور کبھی سریع الحركة مقتدی بھی دونوں قسم کے ہوتے ہیں لہذا امام سریع الحركة کے حکم کو تو ترجمہ الباب میں قال انس سے ذکر فرما دیا اور بطنی الحركة امام کے حکم کو حدیث سے ثابت کیا ہے۔

باب اِثْمٍ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ

قَبْلَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ جس نے رکوع اور سجدہ میں امام سے پہلے سر اٹھایا اس کو کتنا گناہ ہو گا۔

حدیث (۶۵۱) حَدَّثَنَا حُجَّاجُ بْنُ مُنْهَالٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمَّا يَخْشَى أَحَدُكُمْ أَوْ لَا يَخْشَى أَحَدُكُمْ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُجْعَلَ اللَّهُ رَأْسَهُ رَأْسَ حِمَارٍ أَوْ يُجْعَلَ اللَّهُ صُورَتَهُ صُورَةَ حِمَارٍ (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی ایک جبکہ وہ امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر نہ بنا دے۔ یا اس کی صورت کو گدھے کی صورت نہ بنا دے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ اِثْم سے تنبیہ فرمادی کہ وعید باعتبار اِثْم کے ہے اور ممکن ہے کہ اختلاف

کی طرف اشارہ فرما دیا ہو۔ حنبلیہ کا ایک قول اور ظاہر یہ کا نہ ہو یہ ہے کہ جو کوئی امام سے پہلے رکوع اور سجدہ سے سر اٹھائے گا تو اس کی نماز باطل ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ فعل مکروہ ضرور ہے مگر تاہم نماز ہو جائے گی۔ او یجعل اللہ صورۃ حمار یہ او شک کیلئے ہے۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ شک و شبہ کوئی نہیں ہوا۔ اور یحول اللہ رأس حمار اور یجعل اللہ صورۃ حمار میں کوئی تعارض نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے اسلئے کہ جب صورت بدل جائے گی تو سر بھی بدل جائے گا۔ اور جب سر بدل جائے گا تو صورت بھی بدل جائے گی۔ اب یہ اپنی حقیقت پر محمول ہے یا مجاز پر دونوں قول ہیں جو لوگ مجاز پر محمول کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ بلاوت اور حق سے کنایہ ہے کیونکہ حمار حق کے ساتھ مشہور ہے۔ اور جو حقیقت مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حقیقت کے ماننے میں کوئی استحالہ نہیں

اللہ تعالیٰ قادر ہے اب ان پر اشکال ہو گا کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر مسخ واقع ہو۔ حالانکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ مسخ سے محفوظ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن روایات میں مسخ کی نفی کی گئی ہے اس سے مسخ عمومی مراد ہے۔ عموم کی نفی سے فرد خاص کی نفی لازم نہیں آتی۔

ترجمہ۔ نوکر اور آزاد شدہ غلام کی امامت کیسی ہے حضرت عائشہؓ کی امامت ان کے غلام ذکوان کیا کرتے تھے۔ اور قرآن مجید سے دیکھ کر قرأت کرتے تھے اس طرح ولد الزنا کی۔ دیہاتی اور اس لڑکے کی امامت جو ابھی بالغ نہیں ہوا۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ان کی امامت اقرہم لکتاب اللہ کر سکتا ہے اور غلام کو بغیر ضرورت کے جماعت سے نہیں روکا جائے گا۔

باب إِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى وَكَانَتْ عَائِشَةُ يَوْمَهَا عَبْدَهَا ذَكْوَانٌ مِنَ الْمُصْحَفِ وَوَلَدِ الْبَغِيِّ وَالْأَعْرَابِيِّ وَالْغُلَامِ الَّذِي لَمْ يَحْتَلِمِ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَهُمْ أَقْرَاهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَلَا يَمْنَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بِغَيْرِ عِلَّةٍ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے مہاجرین اولوں کی ایک خاصی جماعت قبا کے ایک مقام پر تشریف لائے تو حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ان کی امامت کراتے تھے کیونکہ وہ ان سب میں زیادہ قرآن جاننے والے تھے۔

حدیث (۶۵۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ الْعُصْبَةَ مَوْضِعًا بِقَبَاءٍ قَبْلَ مَقْدَمِ رَسُولِ اللَّهِ كَانَ يَوْمَهُمْ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَكَانَ أَكْثَرُهُمْ قُرْآنًا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بات سنو اور کہنا مانو اگرچہ ایسا جشی تم پر امیر بنایا جائے جس کا سر انگوڑ کے کالے دانے کی طرح ہو۔ تشبیہ حقارت میں ہے۔

حدیث (۶۵۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَإِنْ اسْتَعْمِلَ حَبَشِيٌّ كَانَ رَأْسُهُ زَبِيَّةً

تشریح از شیخ مدنی۔ عہدہ ہے جو ابھی تک آزاد نہ ہوا ہو۔ مولیٰ وہ ہے جو آزاد شدہ ہو ان کی امامت کے بارے میں ہمارے فقہاء فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے۔ کیونکہ عموماً خدمت مولیٰ کی وجہ سے ان میں جہالت ہوتی ہے۔ اگر کوئی عبد اور مولیٰ عالم ہو تو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اور مصحف سے پڑھنا اس کو احناف مکروہ فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر فضل کثیر نہ ہو تو جائز ہے ولد البغی ولد الزنا

وغیرہ کے بارے میں امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی نفرت کی وجہ سے ان کی امامت مکروہ ہے۔ امام مالکؒ زیادہ تشدد کرتے ہیں کہ اگر ولد البغی عالم اور متقی ہو تب اس کی امامت جائز ہے۔ ورنہ نہیں اور نہ بالغ بچے کی امامت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ امام مالکؒ فرائض میں تو اجازت نہیں دیتے۔ البتہ نوافل میں اجازت دیتے ہیں۔ مثلاً نحر الحناں میں سے اسی طرف ہیں مگر جمہور احناف فرائض اور نوافل دونوں میں اجازت نہیں دیتے کیونکہ نفل صبی لازم نہیں ہے اور نفل بالغ بعد الشروع لازم ہے۔ یومہم اقرء ہم لکتاب اللہ اگرچہ یہ عام ہے دلہنی اور غلام کو۔ مگر جمہور اس کو عموم پر نہیں رکھتے۔ ولد بغی اور غلام نابالغ کی امامت کو مکروہ کہتے ہیں البتہ اگر عبد تعلیم یافتہ ہو تو اجازت ہے استعمال حبشی۔ یہاں اگرچہ عبد کا لفظ نہیں ہے۔ مگر دوسری روایات میں استعمال عبد حبشی ہے زینۃ کش مش کو کہتے ہیں۔ تشبیہ کم عقل ہونے میں ہے اور بعض نے کہا کہ کالے ہونے میں تشبیہ ہے۔ یہاں استعمال عبد حبشی فرمایا گیا ہے۔ امامت صلوٰۃ اس سے معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ ولایتہ بلد معلوم ہوتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ جو شخص والی بلد ہوتا ہے امامت صفوی کا بھی اسے اختیار ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ سلف میں امامت عبد کے بارے میں اختلاف رہا ہے۔ حضرت امام مالکؒ سے بدون مجبوری

کراہت منقول ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے یہ باب باندھا۔ اور وہ آثار و روایات ذکر کیں جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ مسئلہ امامت العبد یہ تو مقصود ہے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ بھی بیچ میں آگیا وہ یہ ہے کہ کانت عائشۃؓ یومہا عبدھا ذکوان من المصحف الخ اسی جملہ میں من المصحف کا کیا مطلب ہے۔ بعض علما نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھ کر اور اس میں سے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ جیسے نصاریٰ انجیل سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اور اس میں دیکھ کر پڑھتے ہیں اگر اس کا مطلب یہ ہو تو مسئلہ اختلافی ہو جائے گا۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک نماز فاسد ہو جائے گی۔ صاحبین امام شافعی اور امام احمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں تراویح میں گنجائش ہے اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ نوافل میں گنجائش ہے۔ اس وقت یہ اثر احناف کے خلاف ہو جائے گا۔ احناف فرماتے ہیں کہ من المصحف کا وہ مطلب نہیں جو آپ بیان کرتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا بعض حصہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ پوری سورۃ نہیں پڑھتے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ نمازوں میں پوری سورت کا پڑھنا طوال اوساط اور قصار میں سے علی التفصیل اولیٰ ہے۔ مگر یہ ذکوان قاری تھے۔ اس کی رعایت نہیں کرتے تھے بلکہ کہیں سے پڑھ دیتے تھے۔ جیسا کہ فی زمانہ قرا کرتے ہیں کہ سورۃ کاملہ نہیں پڑھتے بلکہ کہیں سے بیچ میں سے کہیں اہم اور انتہا میں سے پڑھ دیتے ہیں من تبعیضہ ہے۔ یہ توجیہ علامہ شمس اللامۃ اسر حسیؒ کی ہے۔ جو مبسوط میں ہے اور یکی رائج ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ قرآن دیکھ کر پڑھتے تھے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کھلا ہوا ہو تا تھا اور آیت آیت دیکھ کر پڑھتے چلے جاتے تھے۔ بلکہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سامنے رکھا ہوا ہو تا تھا اور پڑھتے چلے جاتے اور جب کہیں شبہ ہو تا تو نماز سے فارغ ہو کر قرآن میں دیکھ لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ آجکل تراویح میں ہوتا ہے کہ جب کوئی سامع نہ ہو تو دیکھ کر اس طرح سناتے ہیں اور جب کہیں انگ جاتے ہیں تو فراغت کے بعد کھول کر دیکھ لیتے ہیں۔ ایک جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ایسا کیا ہے۔ مگر حضرت عمرؓ نے

اس کو منع فرمایا ہے اور ان کی نئی احرا بالقبول ہے (لائق قبول نہیں) ان کے اعلم ہونے کی وجہ سے اور قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاجتماع بطل الاستدلال۔ ولد البغی والاعرابی کیونکہ عام طور پر ولد الزنا اور اعرابی میں جہل غالب ہوتا ہے۔ نیز لوگ نفرت کرتے ہیں اس لئے ان کی امامت مکروہ ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک مطلق مکروہ ہے۔ الغلام الذی لم یحتلم امام شافعیؒ کے نزدیک غیر متحلم لڑکے کی اقتداً مطلقاً جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک فرائض میں تو نہیں نوافل میں جائز ہے۔ یومہم اقرأہم لکتاب اللہ چونکہ حضور اکرم ﷺ نے احق بالامامة الراؤ قرار دیا ہے۔ اور مسجد میں عبد۔ ولد البغی (ولد الزنا) اور اعرابی سبھی آتے ہیں اسلئے یہ حکم سب کی طرف متوجہ ہو گا جو اقرأ ہو گا وہ احق ہو گا۔ اور اس میں کوئی قید ہے کہ عبد یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کا امامت کرنا بھی جائز ہو گا۔ لا یمنع العبد من الجماعة بغیر علة یہ دلیل کا تتمہ ہے۔ وان استولی حبشی چونکہ جو امیر ہوتا ہے وہی نماز بھی پڑھاتا ہے تو جب عبد حبشی امیر ہو سکتا ہے تو نماز بھی پڑھائے گا۔ لہذا امامت العبد ثابت ہو گئی۔ کان رائسہ زبیبہ یہ بد صورتی سے کنایہ ہے۔

باب اِذَا لَمْ يُتِمَّ الْاِمَامُ وَاتَمَّ مِنْ خَلْفِهِ

ترجمہ۔ جب امام نماز پوری نہ کر سکے تو جو شخص اس کے پیچھے ہے وہ پوری کرے۔

حدیث (۶۵۴) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ (البحر)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ يُصَلُّونَ
لَكُمْ فَإِنْ أَصَابُوا فَلَكُمْ وَإِنْ أَخْطَأُوا فَلَكُمْ وَعَلَيْهِمْ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ تمہیں نماز پڑھائیں گے اگر ٹھیک ٹھیک پڑھائیں۔ شرائط اور سنن کا لحاظ رکھیں تو تمہیں ثواب ملے گا۔ اگر وہ ٹھیک ٹھیک شرائط اور سنن کا لحاظ نہ کریں تو تمہارے لئے ثواب اور ان کے اوپر عذاب ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ امام نے نماز تمام نہیں کی یعنی کوئی ایسی حرکت کی جو مغل بالصلوۃ ہے تو ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک نہیں ہوتی اس لئے امام کی نماز تو فاسد ہو جائے گی مقتدی کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا جبکہ ان کے شرائط اور سنن پورے ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام اور مقتدی کی نماز ایک ہوتی ہے اس لئے فساد صلوۃ مقتدی لازم آئے گا۔ اگر مقتدی کو اس کا علم نہیں ہو تو قضا اس پر لازم نہیں۔ احناف میں سے بھی ایک جماعت کا قول ائمہ ثلاثہؒ کے قول کے مطابق ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کی دلیل حدیث باب ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ اس روایت کے بعض طرق میں ہے کیف تصنع یا ابا ذرؓ اذا کون علیکم الامرا من بعدی۔ الحدیث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام نے جب نماز میں کوتاہی کی اور مقتدی کو علم نہیں ہو سکا تو شوافعؒ کے نزدیک مطلقاً نماز جائز ہے

امام اعظمؒ کے نزدیک مطلقاً نماز صحیح نہیں ہوگی۔ مالکیہؒ اور حنبلیہؒ کے نزدیک اگر امام نے بھول چوک کر بلا وضو نماز پڑھائی تو صحیح ہو جائے گی احنافؒ کا استدلال الامام ضامن والی حدیث ہے۔ اور جو صحیحہ کے قائل ہیں وہ حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث عواقب کے اعتبار سے ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں ہے یعمیتون الصلوۃ عن اوقاتہا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ شرائط اور ارکان پر محمول نہیں۔ بلکہ خشوع و خضوع میں تفصیل پر محمول ہے۔ خلاصہ یہ کہ حنفیہؒ کے نزدیک امام کی نماز کے فساد سے مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اگر مقتدیوں کو امام کی نماز کے فاسد ہونے کا علم نماز میں ہو گیا تو ان کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ امام بخاریؒ کا رجحان ائمہ ثلاثہؒ کی طرف ہے۔ اور استدلال حدیث باب سے ہے وان خطا فلکم وعليہم۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان امراء کی نماز کے فساد سے مقتدیوں پر اثر نہیں پڑتا۔ احنافؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے عموم پر تو کسی کے نزدیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر امام نے رکوع چھوڑ دیا اور سیدھا سجدہ میں چلا گیا۔ اور مقتدیوں نے اپنے رکوع کو پورا کر لیا تو پھر بھی کسی کے نزدیک کسی کی بھی نماز نہ ہوگی۔ تو یہاں امام کی نماز فاسد ہونے سے مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو گئی ہے۔ لہذا ہم کہیں گے یہ حدیث سنن پر محمول ہے فرائض پر نہیں۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تاخیر اوقات پر محمول ہے کہ یعنی حضور انور ﷺ فرماتے ہیں کہ اخیر زمانے میں امرأ کا حال یہ ہوگا کہ وہ تاخیر سے نماز پڑھیں گے۔ لہذا تم اپنی نماز پڑھ لیا کرو۔

باب إِمَامَةِ الْمُفْتُونِ وَالْمُتَبَدِّعِ

ترجمہ۔ فتنہ انگیز اور بدعتی کی امامت کیسی ہے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ صَلَّى وَعَلَيْهِ بَدْعُهُ وَقَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدِيٍّ بْنِ الْخِيَارِ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَانَ وَهُوَ مَحْضُورٌ فَقَالَ إِنَّكَ إِمَامٌ عَامَّةٍ وَنَزَلَ بِكَ مَا تَرَى وَيُصَلِّي لَنَا إِمَامٌ فَتَنَةٌ وَنَتَحَرَّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ فَأَحْسَنُ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوا فَاجْتَنِبْ إِسَاءَهُمْ وَقَالَ الزُّهْرِيُّ قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا تَرَى أَنَّ يُصَلِّي خَلْفَ الْمُخْتَلِ الْأَمِينِ صُرُورَةً لِأَبَدٍ مِنْهَا

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھ لو بدعت کا وبال اس کے ذمہ ہے۔ اور حضرت عبید اللہؒ فرماتے ہیں کہ وہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ وہ نظر بند تھے۔ فرمایا آپ امام عامہ ہیں اور آپ پر وہ مصیبت اتری جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور ہمیں امام فتنہ نماز پڑھاتا ہے جس میں ہمیں حرج معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ نماز لوگوں کے اعمال میں سے اچھا عمل ہے جب وہ اچھا عمل کریں تو تم بھی ان کے ساتھ اچھائی میں شامل ہو جاؤ اور جب وہ بد کریں تو ان کی بدائی سے چھٹے رہو۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہم غنث (بیچرے) کے پیچھے نماز پڑھنے کو صحیح نہیں سمجھتے۔ ہاں کوئی ضرورت شدیدہ جس سے کوئی چارہ نہ ہو تو پھر کوئی حرج نہیں۔

باب يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ بِحَذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَ اثْنَيْنِ

ترجمہ۔ امام اور مقتدی دو ہی آدمی ہوں تو مقتدی امام کے داہنی جانب کھڑا ہو بلکل اس کے برابر مقابل۔

حدیث (۶۵۶) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ فِي بَيْتٍ خَالَتِي مَيْمُونَةً فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعِشَاءَ ثُمَّ جَاءَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ نَامَ ثُمَّ قَامَ فَجِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى خُمُسَ رَكَعَاتٍ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ نَامَ حَتَّى سَمِعْتُ غَطِيطَهُ أَوْ قَالَ خَطِيطَهُ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے گهرات بسر کی جناب رسول اللہ ﷺ جب عشاء کی نماز پڑھ چکے تو گھر تشریف لائے۔ اور چار رکعت نماز پڑھی پھر سو گئے۔ بعد ازاں کھڑے ہو گئے۔ تو میں بھی ان کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے اپنی داہنی طرف کھڑا کیا پھر پانچ رکعات پڑھیں۔ اس کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھی پھر سو گئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپؐ کے خراٹے کی آواز سنی پھر آپؐ صبح کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمہور کے نزدیک اگر صرف دو آدمی نماز پڑھنے والے ہوں تو مقتدی امام کے دائیں جانب کھڑا ہو اور اس سے آگے نہ بڑھے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تھوڑا سا پیچھے کھڑا ہو۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض لفظ سواء سے شافعیہ پر رد کرنا ہے

باب إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ فَحَوَّلَهُ الْإِمَامُ إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَاتُهُمَا

ترجمہ۔ جب ایک آدمی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو پس امام اسے پھیر کر دائیں جانب کھڑا دے تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

حدیث (۶۵۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نِمْتُ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَالنَّبِيِّ ﷺ عِنْدَهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَتَوَضَّأْتُ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَأَخَذَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ثُمَّ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُؤَذِّنُ فَخَرَجَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .. الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہؓ کے پاس سو گیا اور جناب نبی اکرمؐ اس رات ان کے پاس تھے آپؐ نے وضو کیا اٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ تو میں آپؐ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپؐ نے مجھے پکڑا اور اپنی دائیں جانب کر دیا۔ تیرہ رکعات نماز پڑھی پھر سو گئے یہاں تک کہ پھونک مارنے لگے اور آپؐ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سوتے تھے تو پھونک مارتے تھے پھر مؤذن آیا آپؐ تشریف لے گئے نماز پڑھی اور وضو نہ کیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں اس کے متعلق صفحہ ۱۰۰ پر باب اذا قام الرجل عن يسار الامام آنے والا ہے وہاں کلام کمزوں کا لم تفسد صلوٰتہما اس جملہ سے حنبلہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک مقتدی اگر بائیں جانب کھڑا ہو گا تو اس کی نماز نہیں ہوئی لہذا اس کا تحریم بھی باطل ہو گیا۔ تو اب اگر امام اس کو دوسری جانب پھیر دے تب بھی اس کی نماز درست نہ ہونی چاہیئے حالانکہ بیان فرمایا گیا ہے کہ صحیح ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔

باب اِذَا لَمْ يَنْوِ الْاِمَامُ اَنْ يُّؤْمَ ثُمَّ جَاءَ قَوْمٌ فَاَمَّهُمْ۔

ترجمہ۔ جب امام امامت کی نیت نہیں کرتا پھر قوم کے آجانے پر ان کی امامت کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس رات بسر کی جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔ لیکن بائیں جانب کھڑا ہوا تو آپؐ نے میرا سر پکڑا اور مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔

حدیث (۶۵۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ بَتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فَقُمْتُ أُصَلِّي مَعَهُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَآخَذَ بِرَأْسِي وَأَقَامَتْنِي عَنْ يَمِينِهِ.. الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کو امامت کی نیت کرنی چاہیئے۔ مگر وہ بھی بعض صورتوں میں یعنی صلوٰۃ نافلہ میں اجازت ہے۔ فرائض میں نہیں۔ اور بعض صورتوں میں وہ ضروری قرار نہیں دیتے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مردوں کی نماز تو ہو جائے گی خواہ امام نیت کرے یا نہ کرے۔ البتہ وہ عورت جو محاذاتہ میں آگئی ہے اس کی نماز بغیر نیت امام کے نہیں ہوگی۔ اور جو مرد اس کے قریب ہیں ان میں سے مرد متصل کی نماز فاسد ہوگی۔ امام احمدؒ اور امام اعظمؒ بعض صورتوں میں نیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نیت کو ضروری نہیں کہتے۔ چنانچہ روایت باب اس پر دلالت کرتی ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے اور اس نے امامت کی نیت نہیں کی تھی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کی اقتداء کر لی تو جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ اور حنبلہ کے نزدیک فرائض میں صحیح نہیں۔ البتہ نوافل میں صحیح ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک عورت کے لئے امامت کی نیت کرنا ضروری ہے اگر نہیں کرے گا تو عورت کی نماز نہ ہوگی۔ یہ تین مذہب ہو گئے۔ حنبلہ کہتے ہیں کہ یہ نماز نفل تھی۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ من حیث الصلوٰۃ کوئی فرق نہیں اور عورت کے لئے احنافؒ کہتے ہیں کہ چونکہ محاذاتہ النساء مفسد ہے اس لئے اس کی نیت شرط ہوگی۔ امام بخاریؒ کے یہاں کوئی شرط نہیں ہے۔ تو گویا جمہور کی تائید کرتے ہیں۔

باب إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلَّى -

ترجمہ۔ جب ایک امام قرأت لمبی کر دے اور کسی مقتدی کو ضروری کام ہو تو وہ صف سے نکل کر الگ نماز پڑھ لے اس کا کیا حکم ہے۔

حدیث (۶۵۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ (الْح) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُ قَوْمِهِ ح. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَوْمُ قَوْمِهِ فَصَلَّى الْعِشَاءَ فَقَرَأَ بِالْبَقَرَةِ فَأَنْصَرَفَ الرَّجُلُ فَكَانَ مُعَاذٌ يَنَالُ مِنْهُ فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ فَتَانُ فَتَانُ ثَلَاثُ مَرَارٍ أَوْ قَالَ فَاتِنًا فَاتِنًا فَاتِنًا وَآمَرَهُ بِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمَفْصَلِ قَالَ عَمْرٌو لَا أَحْفَظُهُمَا .. الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے دوسری سند کے ساتھ یوں ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پھر واپس آ کر اپنی قوم کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عشاء کی نماز پڑھی اور اس میں سورۃ بقرہ کی قرأت کی ایک آدمی جماعت سے پھر گیا تو حضرت معاذؓ اس پر تعین و تشنج کرنے لگے۔ یہ خبر جناب نبی اکرم ﷺ کو پہنچی آپؐ نے فرمایا وہ فتنہ انگیز ہے۔ فتنہ انگیز ہے یا تین مرتبہ فتن فرمایا اور اوسط مفصل کی دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا عمر و راوی کہتے ہیں کہ وہ دو سورتیں میں یاد نہیں رکھ سکا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت باب سے معلوم ہوا کہ اگر طوالة قراۃ سے حرج واقع ہوتا ہو۔ اور کوئی شخص جماعت

چھوڑ کے چلا جائے تو اس کے لئے جائز ہے۔ کیونکہ آپؐ نے ایسے شخص پر ملامت نہیں فرمائی بلکہ التامام کو تنبیہ کی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اب وہ اقتدا نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر اقتدا چھوڑ دی تو

جہاں سے چھوڑی ہے وہاں سے مانتا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی نماز فاسد ہو گئی دوبارہ نماز پڑھے۔ یہ جمہور فرماتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک جہاں سے امام کی اقتدا چھوڑی ہے وہیں سے مانتا کر سکتا ہے۔ فخرج چونکہ شوافع کے نزدیک مانتا صحیح ہے اس لئے شراح شوافعؒ خروج کا مطلب خروج عن الاقتدا کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور شراح غیر شوافع کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہے۔ اس لئے وہ اس کا مطلب خروج عن الصلوۃ قرار دیتے ہیں کہ امام نے اتنا طویل کر دیا کہ کوئی بے چارہ قادر ہی نہیں ہے اور اس نے امام کی نماز چھوڑ کر پھر شروع کی فانصرف یہ بظاہر جمہور کی تائید ہے کہ فخرج کے معنی خروج عن الصلوۃ کے ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی توجیہ فرماتے ہیں

فانصرف عن الاقتداء . قال عمر ولا احفظهما یعنی مجھے یاد نہیں رہا کہ ان سورتوں کا نام کیا لیا تھا۔

باب تَخْفِيفُ الْإِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَالْإِمَامِ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ -

ترجمہ۔ امام کا قیام میں کمی کرنا۔ لیکن رکوع اور
سجود کو پورا ادا کرنا۔

حدیث (۶۶۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْخَمَّاسِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا قَالَ وَاللَّهِ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنْ صَلَوةِ الْغَدَاةِ مِنْ أَجْلِ فَلَانٍ مِمَّا يُطِيلُ بِنَا فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي مَوْعِظَةٍ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ إِنَّ مِنْكُمْ مَنْفَرٌ بَيْنَ فَايُكُم مَاصِلِي بِالنَّاسِ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَلِكَ حَاجَةٌ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ آدمی نے عرض کی اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ میں صبح کی نماز سے فلاں شخص کی طوالت کرنے کی وجہ سے پیچھے رہا جاتا ہوں پس میں نے وعظ کرنے میں کبھی آپؐ کو اتنا غضب ناک نہیں دیکھا جس قدر اس دن دیکھا۔ پھر فرمایا تم میں سے بعض لوگ نفرت دلانے والے ہیں۔ پس جو شخص بھی تم میں سے جب بھی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اختصار کرے۔ کیونکہ اس میں کمزور اور بوڑھے اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نماز میں تخفیف فرماتے تھے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے

ان احادیث کی شرح فرمادی کہ اس سے تخفیف فی الارکان مراد نہیں ہے بلکہ تخفیف فی القیام والقراءة مراد ہے۔ اور تخفیف کا حکم قرآن میں ہے رکوع اور سجود میں نہیں ہے۔ لاناخو الخ یہاں بعض شراح نے حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام لیا ہے مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ فجر کی نماز حضرت معاذؓ نے نہیں پڑھائی۔ بلکہ حضرت ابی بن کعبؓ نے پڑھائی تھی۔ جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اور حضرت معاذؓ عشاء کی نماز پڑھاتے تھے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ حضور اکرم ﷺ ایک بات سے منع فرمائیں اور پھر یہ حضرات دوبارہ کریں یہ محال ہے لیکن اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ترمذی کی بعض روایات میں ہے لم یطول بنا معاذ فی المغرب لہذا دو نمازیں تو ہو گئیں۔ اور عود من الصحابی الی مانہی عنہ (صحابی کو جس سے روکا گیا ہے اسی طرف لوٹا ہوا) پایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محدثانہ قاعدہ پر بخاری کی روایت راجح ہے اور مغرب کی نماز کے متعلق کسی کو وہم ہو گیا۔ یا یہ کہ وہاں مغرب بول کر عشاء مراد لیا گیا ہے قد یطلق المغرب علی العشاء۔ یا جواب یہ ہے کہ اولاً مغرب کا واقعہ پیش آیا۔ مگر چونکہ حضور اکرم ﷺ عشاء میں بہت تاخیر فرماتے تھے تو حضرت معاذؓ نے اس سے سمجھ لیا کہ اطالت (لمبارکنا) مقصود ہے۔ اس لئے اطالت فرمائی۔ مگر جواب اول صحیح ہے۔

ترجمہ۔ جب اپنے لئے یعنی منفرد نماز پڑھے تو جس قدر
اطالت چاہے کر سکتا ہے۔

باب إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ -

حدیث (۶۶۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الضَّعِيفَ وَالسَّقِيمَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّيْتَ أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُكَلِّمْ مَا شَاءَ (المحدث)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے۔ کیونکہ ان میں کمزور۔ بیمار اور بڑی عمر والے ہوتے ہیں۔ اور جب خود اکیلا پڑھے تو جس قدر چاہے طوالت کرے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اذاصلی لنفسہ اس سے تنبیہ ہے کہ تخفیف کا حکم امام کیلئے ہے ورنہ مفرد کو اختیار ہے کہ جتنی چاہے لمبی نماز پڑھے۔ ماشاء کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ قرأت کو جتنا بھی چاہے طویل کرے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو چاہے طویل کرے۔ خواہ قرأت کو یا رکوع یا جود کو۔ تو مسئلہ مختلف فیہ ہو جائے گا۔ آگے مستقل ایک باب آ رہا ہے۔ پہلی صورت میں ماشاء ای بقدر ماشاء چاہے پورا وقت پڑھتا رہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کلمہ ما مفعول ہو اور مطلب یہ ہے کہ اجزا میں سے جس کو چاہے طویل کر دے۔

ترجمہ۔ جب امام لمبی قرأت کرے تو کوئی شخص امام کی شکایت کر دے اس کا کیا حکم ہے۔ اور حضرت ابو اسید نے فرمایا اے بیٹے! تو نے تو قیام اور قرأت ہمارے لئے لمبی کر دی۔

باب مَنْ شَكَأَ إِمَامَهُ إِذَا طَوَّلَ
وَقَالَ أَبُو أُسَيْدٍ طَوَّلْتَ بِنَايَ بَنِي

حدیث (۶۶۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا تَأْخُرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مِمَّا يَطِيلُ بِنَايَ لَأَنْ فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا رَأَيْتُهُ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مَنْفَرَيْنِ فَمَنْ أَمَّ مِنْكُمْ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّزْ فَإِنَّ خَلْفَهُ الضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَذَلِكَ حَاجَةٌ (الحديث)....

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ میں فجر کی نماز سے اسلئے رہ جاتا ہوں کہ فلاں شخص نماز میں طوالت کرتا ہے تو جناب رسول اللہ ﷺ بہت سخت ناراض ہوئے کہ ایسی ناراضگی وعظ کئے میں میں نے اس سے زیادہ کبھی نہیں دیکھی پھر فرمایا اے لوگو! بعض لوگ تم میں سے نفرت دلانے والے ہیں پس جو شخص تم میں سے لوگوں کی امامت کرے تو اسے اختصار کرنا چاہیے کیونکہ اس کے پیچھے کمزور بھی ہوتے ہیں بوڑھے آدمی اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اپنی آپاشی والی دو لونٹیاں لے کر آیا جبکہ رات کافی سیاہ ہو چکی تھی۔ اتفاقاً حضرت معاذؓ نماز پڑھا رہے تھے اس نے

حدیث (۶۶۳) حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَقْبَلَ رَجُلٌ بِنَاصِحَيْنِ وَقَدْ جَنَّ اللَّيْلُ فَوَافَقَ مُعَاذًا يُصَلِّيَ فَبَرَكَ نَاصِحُهُ

وَأَقْبَلَ إِلَى مُعَاذٍ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوْ التَّوْبَةِ فَانْطَلَقَ
الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ أَنَّ مُعَاذًا نَالَ مِنْهُ فَاتَى النَّبِيَّ ﷺ
فَشَكَا إِلَيْهِ مُعَاذًا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَامُعَاذُ أَفَتَأَنَّ
أَنْتَ أَوْ قَالَ أَفَتَأَنَّ أَنْتَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَلَوْلَا صَلَّيْتَ
يَسْبِحُ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا وَاللَّيْلِ
إِذَا بَغِيَشَى فَإِنَّهُ يَصَلِّي وَرَاءَكَ الْكَبِيرَ وَالضَّعِيفُ
وَذُو الْحَاجَةِ أَحْسَبُ هَذَا فِي الْحَدِيثِ (البحر)....

اپنی اونٹیاں بٹھائیں اور حضرت معاذؓ کی طرف آئے انہوں نے
سورہ بقرہ یا سورہ نساء پڑھ دی وہ آدمی چلا گیا۔ اسے خبر پہنچی کہ
حضرت معاذؓ اس پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں وہ جناب نبی اکرم
ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت معاذؓ کی شکایت کر دی
تو آپؐ نے فرمایا اے معاذ کیا آپ فتنہ انگیز ہیں یعنی متفر کرنے
والے ہیں یا فتنہ امت تین مرتبہ فرمایا تو نے سبح اسم ربك
والشمس وضوحها اور واللیل اذا بغیشى کے ساتھ نماز
کیوں نہیں پڑھائی۔ کیونکہ آپ کے پیچھے بڑی عمر کے اور کمزور

اور ضرورت مند نماز پڑھتے ہیں۔ مجھے گمان ہے کہ آخری جملہ بھی حدیث میں سے ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا واستمعینا بالصبر والصلوة فانها لكبيرة الاعلى العاشعين تو اگر

کوئی طوالت صلوٰۃ کی شکایت کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز اس پر ثقیل ہے۔ تو مصنفؒ بتلاتے ہیں کہ شکایت نہ کرنی چاہیے اگر کوئی
شکایت طوالت کی کرتا ہے۔ تو وہ منافقین میں سے نہیں ہوگا۔ کیونکہ آیت میں نفس صلوٰۃ کے ثقل کو فرمایا گیا ہے۔ اور یہاں طوالت
صلوٰۃ کی شکایت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر کوئی شخص امام کی شکایت کر دے تو یہ اس کی اہانت نہیں ہے۔ اور یہ شکایت گناہ بھی نہیں ہے۔

چونکہ امام محترم ہوتا ہے۔ تو وہ ہم ہو سکتا تھا کہ اس کی شکایت کرنا بے ادبی ہو اس لئے امام بخاریؒ نے رفع ایہام فرمادیا۔ معاذ یطیل بنا فلان
یہاں تین السطور فلاں کی شرح میں قسطلانی سے نقل کر کے لکھا ہے۔ معاذ او ابی بن کعب مگر یہ غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ جہاں اطالت
صلوٰۃ کا ذکر ہے اور وہ مجمل ہو تو وہاں دونوں کا احتمال ہے۔ لیکن جہاں تفصیل ہو تو عشاء اور بعض روایات صحاح میں مغرب کا ذکر ہے تو
حضرت معاذ مراد ہیں۔ اور جہاں صلوٰۃ الغداة ہے وہاں ابی بن کعب مراد ہیں۔ فشکا الیہ معاذ چونکہ حضرت معاذؓ غایت اعتقاد
و محبت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے تھے۔ اور پڑھا بھی کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ عامۃً ثلث لیل تک تودیر فرمایا
کرتے تھے اور کبھی کبھی نصف رات بھی ہو جایا کرتی تھی اس کے بعد جا کر اپنی قوم کو نماز پڑھایا کرتے تھے اسی کے ساتھ ساتھ یہ کہ سورہ بقرہ
پڑھا کرتے تھے۔ تو اس رجل سے نہ رہا گیا تو اس نے نماز توڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لی اور پھر نبی اکرم ﷺ سے اس کی شکایت بھی کر دی۔
احسب هذا الخ امام شعبہ کا مقولہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ یہ تفصیل سورت حدیث مرفوعہ میں ہے۔ اور بعض کی رائے ہے
کہ یہ موقوف ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے تو سورہ کذا وسورہ کذا ثابت ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد آخر کا جملہ ہے۔

فانه يصلي وراءك الكبير الخ میری رائے یہ ہے کہ اس جملہ کو بیان کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ اس جملہ سے قبل جو سورتوں کی تعیین آئی ہے اس کی طرف اشارہ ہے چونکہ روایات میں اختلاف ہے۔ بعض میں سورت کی تعیین ہے اور بعض میں ابہام ہے۔ اور سورۃ کذا وسورۃ کذا واقع ہوا ہے۔ تو اس لئے راوی نے تنبیہ کر دی کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ تعیین حدیث ہی میں ہے۔

باب الْإِيجَازِ فِي الصَّلَاةِ وَإِكْمَالِهَا

ترجمہ۔ نماز میں اختصار کرنا اور اسے مکمل بھی کرنا

حدیث (۶۶۴) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ لَعَنَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُوجِزُ الصَّلَاةَ وَيُكْمِلُهَا . الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز کو مختصر کرتے۔ اور اسے مکمل بھی کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اختصار اکمال کے خلاف نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ سے یوخر الصلوۃ ویکملون منقول ہے۔

باب مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ

ترجمہ۔ بچے کے رونے کے وقت جو نماز میں

تخفیف کر دے۔

عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس میں طوالت کروں تو میں چھوٹے بچے کی رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز میں اختصار کر دیتا ہوں مجھے ناپسند ہوتا ہے کہ میں اس کی مال پر گرانی پیدا کر دوں۔

حدیث (۶۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَأَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَطْوِلَ فِيهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةً أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّةٍ الْحَدِيث

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں پر شبہ ہوتا ہے کہ اگر امام نے لوگوں کی وجہ سے نماز میں طوالت یا مختصر کی تو یہ شرک فی العبادت ہو گیا۔ اس لئے توفقیاء فرماتے ہیں کہ اگر آنے والے کی آہٹ سن کر امام نے رکوع طویل کر دیا تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے۔ تو امام بخاریؒ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر رعایت الناس کا لحاظ کرتے ہوئے نماز میں خفت کی جائے تو اس سے نماز میں شرک لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آپؐ سے مراعات ثلث ہیں۔ اور فقہاء جو آنے والے کی آہٹ پر امام کو طویل رکوع کی اجازت نہیں دیتے اس کے بارے میں صاحب در مختار نے لکھا ہے کہ اگر آنے والے کو پچھتا ہے یعنی کسی خاص آدمی کی وجہ سے طوالت فی الركوع کر دی تو یہ مکروہ ہے۔ اگر امام آنے والے کو پچھتا نہیں تو پھر اجازت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح بخاری فرماتے ہیں کہ اب تک امام بخاریؒ نے تخفیف صلوٰۃ کو نقل فرمایا ہے وہ رعایت

للمقتدین تھا۔ اب یہ باب منعقد کر کے تبیہ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقتدین کی رعایت سے نماز کو مختصر کر دے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ چوں کی رعایت فرما کر نماز مختصر کر دیا کرتے تھے۔ مگر میرے نزدیک اس باب کی یہ غرض نہیں جو شرح فرماتے ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ ان چوں کی ماؤں کی رعایت سے اختصار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ روایات میں مخافة ان تفتن امہ یہ مقتدی کی رعایت ہوئی نہ کہ غیر مقتدی کی۔ تاہم اس سے علماء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ غیر مقتدی کی رعایت سے نماز کو مختصر کیا جاسکتا ہے۔ تو اگر کوئی نماز میں شریک ہو نا چاہے اور امام کو معلوم ہو جائے تو اطاعت (لبا کرنا) بھی جائز ہوگی کیونکہ اس میں مقتدی کی رعایت ہوئی اور میری رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ ان کی شان کے موافق بھی ہے۔ تو یہ ترجمہ کی دوسری غرض ہوئی یعنی آنے والے کیلئے نماز میں تطویل کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ مسئلہ مختلف فیہا رہا ہے بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض علماء شرک کا خوف بتاتے ہیں۔ خود احناف کے یہاں جواز و عدم جواز میں دونوں قول ہیں۔ اور مخافة فی الشوک بھی منقول ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ اگر امام کو اطلاع ہوگئی کہ فلاں آ رہا ہے اور اس نے اس کی رعایت کرتے ہوئے نماز تطویل کر دی تو یہ نا جائز ہے اگر یہ خبر نہیں کہ کو ان آ رہا ہے تو جائز ہے کیونکہ یہ اعانت علی ادراک الصلوٰۃ ہے۔ جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں کہ اس میں آنے والے کی رعایت تو کی جائے اور یہ بخارے جو ائمہ ا سے موجود ہیں ان کی رعایت کیوں نہ کی جائے۔ بلکہ طوالت نہ کر کے ان کی رعایت ہو جائے گی۔ اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ چونکہ احادیث میں حضور اقدس ﷺ کی نماز کے متعلق قریباً من السواء وارد ہوا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں اعتدال ہو۔ اوّل اور آخر مساوی ہوں۔ تو امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اعتدال تو اصل ہے۔ لیکن اگر نماز شروع ہونے کے بعد کوئی عارض پیش آجائے مثلاً بارش ہونے لگے تو تخفیف کر دے یا چوہ کے رونے کی آواز آجائے تو تخفیف کر دے۔ اسی طرح آجکل اگر اسٹیشن پر نماز ہوتی ہو اور سیٹی بج جائے تو تخفیف کی جائے گی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو جناب نبی اکرم ﷺ سے زیادہ نماز کو مختصر اور تمام کرنے والا ہو چنانچہ اگر آپؐ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو تخفیف کر دیتے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس کی ماں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے کہ نماز سے غفلت برتنے لگے۔

حدیث (۶۶۶) حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ (الخ) سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَاءَ إِمَامٍ قَطُّ أَخَفَّ صَلَوةً وَلَا أَتَمَّ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانَ لَيَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْتِنَ أُمُّهُ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب

حدیث (۶۶۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (الخ)

أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِنِّي لَا دُخْلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ فِي صَلَاتِي مِمَّا عَلِمْتُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ امِّهِ مِنْ بُكَائِهِ.....

حدیث (۶۶۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (البحر)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنِّي لَا دُخْلُ فِي الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطَالَتَهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزُ مِمَّا عَلِمْتُ مِنْ شِدَّةِ وَجْدِ امِّهِ مِنْ بُكَائِهِ الْحَدِيث

باب إِذَا صَلَّى ثُمَّ أَمَّ قَوْمًا

حدیث (۶۶۹) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (البحر)
عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ فَيُصَلِّي بِهِمْ . الْحَدِيث ..

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا ہوں کہ اس کو لمبا کروں پھر چے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں اختصار کر دیتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ چے کے رونے سے اس کی ماں سخت غم میں ہوگی۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز میں داخل ہوں پس میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے طول دوں پس چے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اختصار کر دیتا ہوں اس وجہ سے کہ چے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں سخت غمگین ہوگی۔

ترجمہ۔ جب نماز پڑھ چکے تو پھر قوم کی امامت کرائے اس کا کیا حکم ہے۔

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم کے پاس آکر ان کو نماز پڑھاتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس روایت سے اقتدا المفترض خلف المتنفل پر استدلال کیا جاتا ہے۔ مگر یہ استدلال تام نہیں ہے اس لئے کہ جائز ہے کہ حضرت معاذؓ قوم کو فرض پڑھاتے ہوں اور آپؐ کے پیچھے نفل پڑھتے ہوں۔ یا اس وقت کا واقعہ ہو جبکہ فرائض کو مکرر پڑھا جاتا تھا۔ یا ممکن ہے کہ آپؐ کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ اور بھی وجہ ہیں جن کی وجہ سے استدلال تام نہیں ہوتا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اقتدا مفترض خلف المتنفل جائز ہے۔ اور حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ اور اس کاہنہ حدیث الامام ضامن ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ ضعیف قوی کا ضامن نہیں ہو سکتا۔ بالحدیث اور حنبلیہ کے یہاں دونوں قول ہیں۔ بخاری شریف کی روایت سے تو کچھ ثابت نہیں ہوتا اس لئے اس کے اندر تو صرف اتنا ہے کہ حضرت معاذؓ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پڑھتے اور پھر اپنی قوم کو پڑھاتے تھے۔ اب یہ بھی احتمال ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے۔ جب احتمال ہو گیا تو اس قصہ سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بہ نیت نفل پڑھتے رہے ہوں گے ایسا نہیں کہ ان کی نماز کو خراب کریں۔ ہاں جھگڑا وہاں ہے جہاں یہ ہے کہ ہذہ فریضة وتلك نافلة مگر وہ بھی

احناف کے موافق ہے۔ اس لئے کہ ہذہ کا اشارہ قریب کے لئے ہوتا ہے۔ اور تلك بعید کے لئے مستعمل ہے۔ امام طحاویؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ ایک فرض نماز دو مرتبہ پڑھی جاسکتی تھی۔

باب مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ جو شخص لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے اس کا کیا حکم ہے

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے وہ بیماری جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت بلالؓ نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے عرض کی کہ حضرت ابو بکرؓ نرم دل آدمی ہیں جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونا شروع کر دیں گے اور قرآن پر قادر نہ ہوں گے آپؐ نے فرمایا پھر بھی ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے اسی طرح عرض کیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ تم تو یوسفؑ والی عورتیں ہو۔ جاؤ ابو بکر صدیقؓ کو حکم سناؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ آپؐ نے نماز پڑھانا شروع کی تو نبی اکرم ﷺ دو آدمیوں کے سارے باہر تشریف لائے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ کے دونوں پاؤں زمین پر خط مارتے تھے جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو

حدیث (۶۷۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا مَرَضَ النَّبِيُّ ﷺ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَنَا هُ بَلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ قَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قُلْتُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِنْ يَقُومَ مَقَامَكَ يَبْكُ فَلَا يَقْدِرُ عَلَى الْقِرَاءَةِ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ قُلْتُ مِثْلَهُ فَقَالَ فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ أَتَكُنُّ صَوَاحِبَ يُوسُفَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ فَصَلَّى وَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَانَتِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ يَخْطُ بِرِجْلَيْهِ الْأَرْضَ فَلَمَّا رَأَاهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَاشَارَ إِلَيْهِ أَنْ صَلِّ فَتَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ وَقَعَدَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسْمِعُ النَّاسَ التَّكْبِيرَ (البخ).....

دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے حضور اکرم ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ پیچھے ہٹ آئے اور جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو آپؐ کی تکبیر سناتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ روایت میں مرض الوصال کا قصہ ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ کی یہ حاضری شنبہ کے دن ظہر کی نماز میں ہوئی تھی۔ اور ترمذی وغیرہ میں جو سترہ نمازیں آئی ہیں میرے نزدیک یہ ان سے مستثنیٰ ہے اور سترہ کا لفظ اغلبی ہے امام کے اعتبار سے اور امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف ہے کہ اگر امام بیٹھ کر پڑھے تو مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں۔ اور امام بخاریؒ حمیدی کا قول پہلے نقل کر چکے ہیں۔ حنابلہ کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اذ اصلی الامام الراتب جالسا فال مقتدون ایضا وہ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس نماز میں مقتدی تھے۔ ورنہ سترہ کا عدد پورا نہیں ہوتا۔ حنابلہ انما جعل الامام لیوتم کی وجہ سے کہتے ہیں کہ جب امام راتب

معذور ہو جائے اور بیٹھ کر پڑھائے تو مقتدی بھی بیٹھیں گے۔ اور اس قصہ کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ ہی امام تھے۔ اس پر اشکال یہ ہے کہ آپ کے یہاں یعنی حنابلہ کے یہاں امام کے یہاں پر کھڑا ہونا مفید صلوٰۃ ہے اور یہاں حضور اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کے یہاں پر تھے۔ اس کی توجیہ میں وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ عذر تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس امامت میں تین احتمال ہیں اول یہ کہ حضور انور ﷺ امام تھے اور حضرت ابو بکرؓ مبلغ تھے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابو بکرؓ حضور اقدس ﷺ کی اقتدا کر رہے تھے اور قوم حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا کر رہی تھی۔ لہذا دو امام ہو گئے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ امام حضرت ابو بکرؓ تھے اور حضور اقدس ﷺ عذر کی وجہ سے بائیں طرف بیٹھے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا احتمال تو بہت بعید ہے اس لئے اس کو امام بخاریؒ نے ذکر نہیں فرمایا یہ دو احتمال قریبی تھے اس لئے ان پر باب باندھ دیئے۔ پہلا باب جمہور کے مطابق ہے۔ اور دوسرا امام شعبیؒ کے مطابق۔ اس مقام پر تمام شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف اپنے استاد شعبیؒ کی رائے کے موافق ہیں۔ امام بخاریؒ کا مذہب اگلے باب الرجل یاتم بالامام الخ میں آ رہا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب امام بخاریؒ من قال کذا کہیں تو وہ ان کا مذہب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا ترجمہ حزم سے باندھا ہے لہذا دوسرے باب سے ان کا مذہب ظاہر ہے۔ لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ یہ اصول کلی نہیں ہے۔

ترجمہ۔ اگر ایک آدمی امام کی اقتدا کرے اور لوگ مقتدی کی اقتدا کریں۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ تم میری اقتدا کرو اور تمہارے بعد آنے والے تمہاری اقتدا کریں۔

باب الرَّجُلُ يَأْتِمُ بِالْإِمَامِ وَيَأْتِمُ النَّاسُ
بِالْمَأْمُومِ وَيَذْكُرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ أَتَمُّوْا بِيْ وَآيَاتِمُ بِكُمْ مِّنْ بَعْدِكُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت بلالؓ نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ حضرت ابو بکرؓ بہت جلدی رونے والا اور غم والا ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑا ہو گا تو لوگوں کو نہیں سنا سکے گا پس اگر آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر صدیقؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے میں نے فی فی حصہ سے کہا کہ آپؐ کہیں کہ ابو بکرؓ غزوہ آدمی ہے جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو

حدیث (۶۷۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُلَّ النَّبِيُّ ﷺ جَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَّجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يَسْمَعُ النَّاسُ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ فَقَالَ مَرُّوا أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ لِحِفْظَةِ قَوْلِيْ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَّجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى مَا يَقُومُ مَقَامَكَ لَا يَسْمَعُ النَّاسُ فَلَوْ أَمَرْتُ عُمَرَ

فَقَالَ اِنَّكَ لَا تَنْتَ صَوَابُ يُوسُفَ مُرُّوْا اَبَا بَكْرٍ
يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ وَجَدَ رَسُوْلَ اللّٰهِ
ﷺ فِيْ نَفْسِهِ حَقَّةً فَقَامَ يَهَادِيْ بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلَاةٍ
يُحِطَّانِ فِي الْاَرْضِ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمَّا
سَمِعَ اَبُوْ بَكْرٍ يَتَاَخَّرُ فَاَوْمَأَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ حَتّٰى جَلَسَ عَنْ يَسَارِ اَبِيْ بَكْرٍ
فَكَانَ اَبُوْ بَكْرٍ يُصَلِّيْ قَائِمًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ
يُصَلِّيْ قَاعِدًا يُقْتَدِيْ اَبُوْ بَكْرٍ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ
وَالنَّاسُ مُقْتَدُوْنَ بِصَلٰوةِ اَبِيْ بَكْرٍ ... الحديث

نہیں سنا سکیں گے۔ پس اگر آپ حضرت عمرؓ کو حکم دیتے تو بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا تم تو یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں جب ابو بکرؓ نماز میں داخل ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے اندر تخفیف محسوس فرمائی۔ تو کھڑے ہوئے اور دو آدمیوں کے سہارے چل پڑے۔ اس طرح کہ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر خط مانتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ پس جب حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی کھسکھاہٹ سنی تو پیچھے ہٹنے لگے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹیں۔ بہر حال نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی بانیں جانب آکر بٹھ گئے

اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور جناب رسول اکرم ﷺ بیٹھ کر پڑھتے تھے گویا کہ ابو بکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے۔ اور لوگ ابو بکرؓ کی اقتدا کرنے والے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ جیسے پہلے باب سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی لوگوں کو امام کی تکبیر سنائے تو اس سے نماز میں خلل نہیں آتا

ایسے اگر اگلی صفوں کو مقتدی بہ قرار دیا جائے اور ان کے فعل کی اقتدا کی جائے تو جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام شعبیؒ نے حدیث باب سے ایک مسئلہ مستبط کیا ہے۔ وہ یہ کہ صف اول مقتدی ہوتی ہے امام کی

اور امام ہوتی ہے صف ثانی کی اسی طرح صف ثانی صف ثالث کی امام ہوتی ہے ہلم جوا (اسی طرح آگے چلے جاؤ) اور ان کا استدلال ائمتہ ابی ولایتہم بکم من بعدکم سے ہے۔ حضرت امام بخاریؒ بھی اس مسئلہ میں امام شعبیؒ کے ساتھ ہیں مگر جمہور کے نزدیک امام ہی سب کا امام ہوتا ہے۔ اب ثمرہ اختلاف اس صورت میں نکلتے گا کہ ایک آدمی نماز میں رکوع کے اندر آکر شریک ہو۔ امام نے سر اٹھایا مگر مقتدیوں نے ابھی سر نہیں اٹھایا اور یہ آنے والا ان کے پیچھے کھڑا ہوا تو ان حضرات کے نزدیک اس آنے والے کو رکوع مل گیا۔ کیونکہ وہ صف اول کا مقتدی ہے۔ اور ابھی تک وہ رکوع ہی میں ہیں۔ لہذا اس نے اپنے امام کو رکوع میں پالیا اور جمہور کے نزدیک اس کو رکوع نہیں ملا کیونکہ وہ امام کی اقتدا کر رہا ہے نہ کہ ان مقتدیوں کی۔ اور ائمتہ ابی کا یہ مطلب نہیں کہ تم میری اقتدا کرو۔ اور تمہارے پیچھے جو مقتدی ہیں وہ تمہاری اقتدا کریں گے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ خوب غور سے میرے افعال کو دیکھو اور ان کا اتباع کرو۔ کیونکہ میرے بعد اور امتی تمہاری اقتدا کریں گے۔ اور جیسا تم کر دو گے وہ زیادہ کریں گے۔ میں تو رہوں گا نہیں کہ مجھ سے پوچھیں یا مجھ کو دیکھیں۔

باب هَلْ يَأْخُذُ الْإِمَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ -

ترجمہ۔ جب امام شک کو گزرے تو کیا امام
لوگوں کی بات پر عمل کر سکتا ہے۔

حدیث (۶۷۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ
الرَّخ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْصَرَفَ
مِنْ ائْتِنَيْنِ فَقَالَ لَهُ ذُو الْيَدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ
أَمْ نَسِيتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
أَصْدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ النَّاسُ نَعَمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ فَصَلَّى ائْتِنَيْنِ أُخْرَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ
مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ.... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب
رسول اللہ ﷺ دو رکعت نماز پڑھ کر پھر گئے تو حضرت ذوالیدینؓ
نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز میں کمی کی گئی ہے یا آپ بھول
گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا ذوالیدینؓ سچ
کہتا ہے لوگوں نے کہا ہاں! تو حضور رسول اللہ ﷺ نے کھڑے
ہو کر دو آخری رکعتیں ادا فرمائیں پھر سلام پھیرا پھر تکبیر کہہ کر
سجدے میں چلے گئے وہ سجدہ اس پہلے سجدے جیسا تھا یا اس سے
لمبا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ حضرت امام اعظمؒ امام کو لقمہ لینے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت شافعیؒ اجازت نہیں دیتے۔ روایت
احناف کے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ آپؐ نے لوگوں کے نعم کہنے پر اعتماد کیا۔

حدیث (۶۷۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الرَّخ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ الظُّهْرَ رُكْعَتَيْنِ
فَقِيلَ قَدْ صَلَّيْتَ رُكْعَتَيْنِ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ
ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں تو کہا گیا کہ
آپؐ نے تو دو رکعتیں پڑھی ہیں۔ پس آپؐ نے دو رکعتیں اور
پڑھیں پھر سلام پھیرا اور دو سجدے سمو کے ادا فرمائے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اگر امام کو شک ہو گیا اور پیچھے سے مقتدیوں نے لقمہ دیا تو حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ امام
انکے قول پر عمل نہ کرے جب تک کہ اس کو خود یقین نہ ہو جائے اور ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے لم یسجد
حتى یقنہ اللہ یعنی اس وقت تک سجدہ سونہ کرے جب تک اللہ تعالیٰ اسے یقین نہ کرا دیں۔ احناف کے نزدیک اگر امام کو پورے ہونے کا
یقین ہو تو لقمہ جائز نہیں۔ اور مقتدیوں میں سے جن کو یقین ہو کہ امام کو شک ہو اوہ پھر سے پڑھیں اور جن کو شک نہیں ہوا ان پر اعادہ نہیں
حتابہ کا مذہب یہ ہے کہ یاخذ بقول عدلین کہ دو عادل آدمیوں کے قول پر اعتماد کرے۔ اور مالکیہ کے نزدیک اگر امام شک میں ہو تو
عدلین کا قول لے گا۔ اور اگر شک نہ ہو تو نہ لے۔ امام حزاریؒ نے باب کے اندر ہل بڑھا کر اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَادٍ سَمِعْتُ نَشِيجَ
عُمَرَ وَآنَافِيْ أَخِي الصُّفْوَيْ يَقْرَأُ إِنَّمَا أَشْكُو بَثِّي
وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ... الحديث...

ترجمہ۔ جب امام نماز میں رونے لگے تو اس کا کیا حکم ہے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں کہ
میں نے حضرت عمرؓ کی رونے کی آواز سنی جبکہ میں صفوں کے
آخر میں تھا فرما رہے تھے میں اپنی پریشانی اور غم و اندوہ کی شکایت
اللہ کی طرف کرتا ہوں۔

حدیث (۶۷۴) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْحَمْدُ لِلَّهِ) عَنْ
عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ فِي
مَرْحَلِهِ مَرُّهُ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ
قُلْتُ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْمَعْ
النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمَرُّ عُمَرَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فَقَالَ
مَرُُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصِلِ النَّاسُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ
لِحَفْصَةَ قَوْلِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ
يَسْمَعْ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَمَرُّ عُمَرَ فَلْيَصِلِ النَّاسُ
فَفَعَلْتُ حَفْصَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَهْ أَنْ كُنَّ
لَا تُنْصَرِفُ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مَرُُّوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيَصِلِ النَّاسُ
فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأَصِيبَ مِنْكَ خَيْرًا
الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے اپنی بھاری کی حالت میں فرمایا ابو بکر صدیقؓ
تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حضرت عائشہؓ فرماتی
ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ پر
کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو نہیں سنا سکیں
گے آپؐ حضرت عمرؓ کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں
آپؐ نے پھر بھی فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو
نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت
حفصہؓ سے کہا کہ آپ حضور اقدسؐ سے کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ
جب آپؐ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے
لوگوں کو آواز نہیں سنا سکیں گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ کو حکم
فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حفصہؓ نے
ایسا ہی کیا۔ جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم تو یوسف

علیہ السلام والی عورتیں ہو۔ حضرت ابو بکرؓ تک حکم پہنچاؤ کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ مجھے تو
تمہاری طرف سے کبھی بھلائی نہیں پہنچی۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اگر بکاء بالصوت لوجه الله ہو تو یہ مفسد صلوٰۃ نہیں ہے۔ اگر زخم بھاری کی وجہ سے بکاء
بالصوت ہے تو مفسد صلوٰۃ ہوگی۔ اگر بلاصوت ہے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر نماز میں صوت کے ساتھ روپڑے تو عند الشافعیہ نماز فاسد ہو گئی۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر دنیا کے لئے صوت کے ساتھ رویا ہو تو فاسد ہے ورنہ نہیں۔ اگر بلا آواز کے روتا ہے تو بالاتفاق نماز صحیح ہے کوئی فساد لازم نہیں آئے گا۔ اگر آواز کے ساتھ روتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا دنیاوی اور جسمانی مصائب کی وجہ سے روتا ہے یا دین کی وجہ سے۔ اگر اول صورت ہے تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر اللہ کی یاد میں جنت اور دوزخ کے ذکر سے روتا ہے۔ تو اس میں اختلاف ہے امام شافعیؒ کے نزدیک مفید صلوٰۃ ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرما کر شوافعؒ پر رد فرما رہے۔

باب تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

ترجمہ۔ تکبیر کہنے کے وقت اور اس کے بعد

صفوں کو برابر کرنا کیسا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے اپنی صفوں کو سیدھا کر دو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چروں میں مخالفت پیدا کر دے گا۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ صفوں کو ٹھیک ٹھاک کرو اسلئے کہ اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی تم کو دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ سَلِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لِيُخَالِفَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجُوهِكُمْ .. الحديث

حدیث (۶۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اكْثِمُوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَاكُمْ خَلْفَ ظَهْرِي . الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ تسویۃ الصفوف مامور بہ ہے تکبیر کے درمیان میں اور تکبیر کے بعد بھی کرنا چاہئے امام بخاریؒ نے

”اس پر تنبیہ اس لئے فرمادی کہ ابھی ایک باب گذرا ہے معنی يقوم الناس اذا راوا الامام عند الاقامة وہاں میں ائمہ کا اختلاف بیان کر چکا ہوں۔ کہ کس کے نزدیک کب کھڑا ہونا چاہئے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تکبیر کے بعد فوراً بعد نماز کھڑی ہو جانی چاہئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ اگر صفوف میں کچھ کمی رہ گئی تو اس کو تکبیر کے بعد درست کر لے۔ اولیٰ خالفن اللہ فی وجوہکم یہ مسخ سے کنایہ ہے۔ کہ تمہارے انسانی چہرے حیوانات کے چروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں باہمی مخالفت ڈال دیں گے۔ کہ ایک دوسرے کی کبھی موافقت نہیں کریں گے۔ ہمیشہ مخالف ہی رہیں گے۔ یہ زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دیں گے۔ اولیٰ خالفن فی قلوبکم تو اب چروں کی مخالفت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا چہرہ

دوسرے سے بغض اور عدم موافقت کی وجہ سے پھر اہوا ہو گا۔ بہر حال امام کو ہر وقت اقامت سے پہلے اور اس کے بعد اور اس کے دوران تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرنا چاہیے اس ترجمہ کی اقرب غرض یہ ہے کہ تسویۃ صفوف مقتدیوں کا فریضہ ہے۔ کما یظہر من الحدیث اس طرح امام کا بھی ادب یہ ہے کہ وہ تسویۃ الصفوف کا اہتمام کرے اور شراب کے نزدیک عند الاقامة وبعدها سے تعمیم مقصود ہے لیکن حدیث سے بعد ہائمت نہیں ہوتا۔ حضرت گنگوہیؒ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہاں عموم حدیث سے استدلال کیا گیا ہے اور میرے نزدیک بکل الاحتمال استدلال ہے۔ لیکن میرے نزدیک بعدہا سے مقصود یہ ہے کہ یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ کہ امام تکبیر کے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔ اور بعض علماء کے نزدیک جب اقامت کہنے والا اقامت سے فارغ ہو تو فوراً تکبیر کہے۔ ان دونوں قولوں کا تقاضا یہ ہے کہ امام کو تکبیر کہنے میں تاخیر نہ کرنی چاہیے۔ ان اقوال کی بنا پر امام بخاریؒ اب یہ فرما رہے ہیں کہ تعیل کی بنسبت تسویۃ الصفوف ضروری ہے۔

باب اِقْبَالِ الْإِمَامِ عَلَى النَّاسِ عِنْدَ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ

ترجمہ۔ صفوں کو برابر کرتے وقت امام کا
لوگوں کی طرف سے متوجہ ہونا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نماز کی تکبیر کی جا چکی تھی کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے چہرہ انور کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اپنی صفوں کو سیدھا کرو۔ اور خوب ملاؤ کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۷۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ النَّخَعِيُّ قَالَ نَأْنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَوَّجْهِهِ فَقَالَ اقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاؤُوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وُزَاءِ ظَهْرِي.. الحدیث .

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا مکملہ ہے کہ تسویۃ صفوف امامت تکبیر کے بعد ہو تو امام کو مناسب ہے کہ وہ منہ پھیر کر دیکھ لے کہ صفیں درست ہوئیں یا نہیں تو یہ امام کا ادب ہوا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ غرض بیان جواز ہے۔

باب الصَّفِّ الْأَوَّلِ

ترجمہ۔ پہلی صف کا بیان

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ شہید یہ لوگ ہیں۔ پانی میں ڈوب کر مر جانے والا۔ اس سال لگ جانے سے مرنے والا۔ طاعون کی بیماری سے مر جانے والا۔ اور دیوار کے نیچے دب کر مر جانے والا پھر فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو اس ثواب کا

حدیث (۶۷۸) حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ (النخعي) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ الشُّهَدَاءُ الْغُرَقُ وَالْمَبْطُونُ وَالْهَدِيمُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجُّبِ

لَا سُبْحَ إِلَّا لِلَّهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ
لَا تَوْهَاتُ وَلَا تَوَحُّبٌ وَلَا يُعْلَمُونَ مَا فِي الصُّفِّ الْمَقْدَمِ
لَا سُبْحَ إِلَّا لِلَّهِ.....

علم ہو جائے جو مسجد میں سخت گرمی کے وقت جانے میں ہے تو
اس کی طرف ایک دوسرے کا مقابلہ کریں اور دوڑ لگائیں۔ اگر
اس ثواب کا علم ہو جائے جو عشاء اور صبح کی نماز پڑھنے میں ہے

تو اگر گھنٹوں کے بل چل کر آنا پڑے تو آئیں گے اور اگر پہلی صف کے اندر کھڑے ہونے کے ثواب کا علم ہو جائے تو قرعہ اندازی کرنے لگیں

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے صفِ اول کی فضیلت بیان کرنی ہے

اگر ایسا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ مگر اس صورت میں بخاریؒ کا ترجمہ نہیں رہے گا۔ بلکہ اور اصحاب کتب حدیث کا ترجمہ ہو جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ نے ایک دوسری جگہ توجیہ فرمائی ہے جو یہاں چل سکتی ہے کہ آخر حدیث کی کتاب ہے اس لئے بعض ابواب ایسے ہی سیدھے سادے آگئے مگر میرے نزدیک جب امام بخاریؒ کا ترجمہ ٹھہرا تو پھر اس میں کوئی باریکی ہونی چاہیے۔ بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں پر شرحؒ نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ کہ یہاں ترجمہ سیدھا سادہ ہے۔ مگر میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ صفِ اول کے مصداق میں اختلاف ہو رہا ہے کہ کیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صفِ اول کے مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد کے اندر پہلے آجائیں انہیں میں حافظ ابن عبد اللہ بھی ہیں تو حضرت امام بخاریؒ اس باب سے صفِ اول کا مصداق مقرر فرما رہے ہیں اور جمہور کی تائید کرتے ہیں اور ابن عبد اللہ پر رد کر رہے ہیں۔ ابن عبد اللہ پر رد فرمانے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر خصوصیت کے ساتھ رد ہے۔ کیونکہ ابن عبد البر تو امام بخاریؒ سے متاخر ہیں۔ بلکہ یہ قول انہی سے ظاہر ہوا۔ اس لئے اس کی طرف نسبت فرمادی۔ اور استدلال یوں ہے کہ فرماتے ہیں لو يعلمون ما في الصف المقدم الخ تو اگر صفِ اول کا مصداق وہ لوگ ہوتے جو مسجد میں پہلے آویں تو اس میں قرعہ اندازی کے کیا معنی۔ جو چاہتا ہے گھر سے مسجد میں سویرے آجاتا۔ ابن عبد البر نے جو قول نقل کیا ہے کہ صفِ اول کا مصداق وہ لوگ ہیں جو مسجد میں سویرے آجائیں خواہ انہیں صفِ اول میں جگہ ملے یا نہ ملے کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ سویرے آکر بیٹھتے ہیں۔ مگر کسی بڑے کے لحاظ ملاحظہ میں وہ پیچھے ہو کر دوسرے کو آگے جگہ دیتے ہیں تو اس شخص کو جو پیچھے ہٹ گیا صفِ اول کا ثواب ملے گا۔ لیکن جمہور کے نزدیک یہ معنی معتبر نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے جمہور کی تائید فرمائی۔ اور دوسرے قول کو رد فرمایا۔ اور اس شخص کے متعلق جمہور فرماتے ہیں کہ اس کو سویرے آنے کا ثواب ملے گا صفِ اول کا ثواب نہیں ملے گا۔ اور جمہور کی دلیل آنحضرت ﷺ کا الاستہموا ہے۔ کیونکہ اگر صفِ اول کا مصداق امام کے پیچھے والی صف نہ ہو بلکہ سویرے آنے والا ہو خواہ وہ کسی صف میں ہو تو پھر قرعہ اندازی اور استہمام کی کیا ضرورت ہے۔ اب اس مسئلہ میں اختلاف ہے ایشاء بالقرب جائز ہے یا نہیں۔ یعنی اپنی کسی نیکی کے کام کو دوسروں پر ایثار کر دینا جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص صفِ اول میں بیٹھا ہوا ہے کوئی استاذ یا بڑا آدمی آجائے تو خود پیچھے ہٹ جائے اور ان کو جگہ دے دے بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ دوسرے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کو آگے اس وجہ سے جگہ دیتا ہے کہ وہ نیا دار ہے رئیس ہے اور بہت پیسے والا ہے تو جائز نہیں ہے۔ اگر دین دار ہونے کی وجہ سے دیتا ہے

کہ ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتا ہے۔ صفِ اول کا اہتمام کرتا ہے لیکن کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہو گئی تو ایسی صورت میں صفِ اول کے اندر جگہ دینی چاہیے۔ اور کیا عجب ہے کہ اس ایثار کا ثواب صفِ اول کے ثواب سے کہیں زیادہ بڑھ جائے۔

باب اِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ صف کو سیدھا کرنا یہ بھی نماز کو پورا کرنے میں سے ہے۔
 حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدائی جائے۔ پس اس پر اختلاف نہ کرو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کو تم رہنا لک الحمد کو۔ جب وہ سجدہ کرے تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو اور نماز میں صف کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کی خوبیوں میں سے ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا صفوں کو برابر کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا نماز کو قائم کرنا ہے۔

حدیث (۶۷۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَلَا تَخْتَلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ وَاقْبِمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ إِقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ . الحديث

حدیث (۶۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ . الحديث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ نے بڑا اچھا ترجمہ باندھا۔ چونکہ روایات دو طرح کی وارد ہیں۔ ایک میں ہے

اقامة الصف من حسن الصلوة جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اقامۃ الصف کو نفسِ صلوة میں کوئی دخل نہیں صرف اس کے ذریعہ سے حسن پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے تسویۃ الصفوف من اقامة الصلوة اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اقامۃ الصفوف منتفی ہو جائے گی۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے اقامۃ الصف من تمام الصلوة کا باب باندھ کر تنبیہ فرمادی کہ نہ تو یہ بالکل ماہیتِ صلوة میں داخل ہے کہ اس کے انتفاء سے انتفاءِ صلوة ہو جائے اور نہ ہی اس کو نماز سے بالکل الگ رکھا جائے بلکہ یہ متمماتِ صلوة اور اس کے محملات میں سے ہے اور روایت میں من تمام الصلوة نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جو شخص صفوں کو پورا نہ کرے

اس کے گناہ کا بیان۔

باب إِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَتِمَّ الصُّفُوفَ

حدیث (۶۸۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ أَسَدٍ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَقِيلَ لَهُ مَا أَنْكَرْتَ مِنَّا مِنْذُ يَوْمٍ عَاهَدْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَا أَنْكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا أَنْكُمْ لَا تُقِيمُونَ الصُّفُوفَ. الحديث....

باب الزَّاقِ الْمُنْكِبِ بِالْمُنْكِبِ
وَالْقَدِمِ بِالْقَدِمِ فِي الصَّفِّ وَقَالَ النُّعْمَانُ
بْنُ بَشِيرٍ رَأَيْتُ الرَّجُلَ مِمَّا يُلْزَقُ كَعْبُهُ
بِكَعْبِ صَاحِبِهِ.

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جب مدینہ تشریف لائے تو ان سے کہا کہ آپ نے جب سے جناب رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا ہے اس وقت سے ہمارے اندر کیا تبدیلی پائی انہوں نے فرمایا اور تو کوئی تبدیلی نہیں البتہ یہ کہ تم صفوں کو سیدھا نہیں کرتے

ترجمہ۔ صف کے اندر کندھے کو کندھے سے اور قدم کو قدم کے ساتھ صف میں ملانا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو دیکھا کہ ٹخنے کو ٹخنے کے ساتھ ملاتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں الزاق حقیقہ مراد نہیں۔ کیونکہ کندھے سے کندھا نہیں ملتا۔ اور نہ ہی ٹخنے سے ٹخنہ ملتا ہے۔ بلکہ مجازی معنی اتصال صف مراد ہیں۔ غیر مقلد حقیقی معنی لیتے ہیں کہ قدم سے قدم ملا کر پاؤں پھیلا دیتے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت انسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ میں اپنی بیٹھ کے پیچھے بھی تھمیں دیکھتا ہوں۔ اور ہم سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے اور اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے ملاتا تھا۔

حدیث (۶۸۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ الْخَنَّاسِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وِرَاءِ ظَهْرِي وَكَأَنَّ أَحَدَنَا يُلْزَقُ مِنْكَبُهُ بِمِنْكَبِ صَاحِبِهِ وَقَدَمُهُ بِقَدَمِهِ. الحديث..

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب ثم لم يتم الصفوف میں امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ کی روایت ذکر فرمائی ہے اس میں

یہ ہے کہ جب وہ مدینہ تشریف لائے تو لوگوں نے پوچھا کہ ہم میں کوئی منکر چیز آپؐ نے دیکھی۔ تو انہوں نے فرمایا انکرت شینا الا الخ چونکہ منکرات کے بہت سے مراتب ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ ان کا اہم کی وجہ سے تھا۔ اور اس روایت کے متعلق میں مابقی میں کلام کر چکا ہوں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف صفوں کے اندر تعمیر پیدا ہوا تھا۔ اور روایت متقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں بدل گئی تھیں۔ میں اس تعارض کا جواب پہلے بھی دے چکا ہوں کہ یہ مدینہ کا واقعہ ہے جب وہ شام سے تشریف لائے اور وہ شام کا واقعہ ہے۔ اب ترجمہ کی غرض کیا ہے۔ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارحہ ہے۔ امام بخاریؒ نے بتا دیا کہ حضرت انسؓ کا انکار

ترک واجب پر تھا۔ اور یہ اس لئے بتادیا کہ انکار بھی ترک السنۃ پر بھی ہوتا ہے۔ اور اکثر شرار فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ اہتمام صفوں سنت ہے یا واجب ہے ! تو امام بخاریؒ نے باب منعقد فرما کر وجوب کو ثابت فرمادیا۔ باب الزاق المنكب الخ چونکہ تسویۃ الصفوف کا ذکر فرما رہے تھے اسلئے بطور تکملہ کے یہ بیان فرمادیا کہ تسویہ اس طرح ہوگا۔ ہمارے زمانے کے اہل حدیث ٹخنوں سے ٹخنے ملانے پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ مراد نہیں بلکہ مراد محاذات ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے معقب اور قدم دونوں کے الزاق کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اس لئے کہ قدم کے ساتھ قدم کا الزاق حقیقی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو بھی جائے تو الزاق المناکب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ سارے لوگ ایک ہی قدم کے نہیں ہوتے۔ کسی کا قدم بڑا ہوتا ہے اور کسی کا چھوٹا۔ اور پھر الزاق معقب ذکر فرمایا۔ اس سے پتہ چلا کہ حقیقی مراد نہیں۔ تو مجازی مراد ہوگا۔ اور الزاق مجازی محاذات سے حاصل ہوتا ہے۔ فبت ماقلت واللہ اعلم غرضیکہ یہاں پر الزاق سے غایۃ محاذۃ مراد ہے۔ اور دلیل اس پر یہ ہے کہ ایک روایت میں آداب میں سے یہ بتلایا گیا ہے کہ مصلی اپنے دائیں جانب جوتہ نہ رکھے کیونکہ اس طرف ملک یمن ہے۔ اور بائیں جانب بھی نہ رکھے کیونکہ اس کے پاس جو دوسرا شخص جماعت میں کھڑا ہے اس کا وہ یمن ہے۔ لہذا اس کو چاہیئے کہ اپنے قدمین کے درمیان میں جوتوں کو رکھ لے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کے دائیں اور بائیں جانب کچھ نہ کچھ جگہ ضرور ہے جس کے اندر جوتہ رکھ سکے۔ ورنہ حضور اکرم ﷺ کیوں منع فرماتے۔

باب إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ

يَسَارِ الْإِمَامِ حَوْلَهُ الْإِمَامُ خَلْفَهُ

إِلَى يَمِينِهِ تَمَّتْ صَلَوَتُهُ

ترجمہ۔ جب مقتدی امام کے بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اُسے اپنی پچھلی طرف سے پھیر کر دائیں طرف کھڑا کر دے تو اس کی نماز تمام ہو جائے گی۔

حدیث (۶۸۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ لَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِرَأْسِي مِنْ وَرَائِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ فَصَلَّى وَرَقَدَ فَبَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ يُصَلِّي وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک رات نماز پڑھی تو میں آپ کے بائیں جانب کھڑا ہوا حضور اقدس ﷺ نے میرے پیچھے سے میرا سر پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا پھر نماز پڑھی اور سو گئے۔ پس مؤذن آیا آپ کھڑے ہوئے نماز پڑھائی اور وضو نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہی وہ باب ہے جس کے متعلق میں نے باب إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْإِمَامِ پر پہنچ کر یہ کہا تھا

کہ میں اس باب پر کلام آگے کروں گا بظاہر دونوں ترجموں میں تکرار ہو گیا۔ اس لئے کہ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ یہاں خلفہ بڑھا دیا اور وہاں نہیں ہے۔ یہاں تمت صلوتہ فرمایا اور وہاں لم تفسد صلوتہما فرمایا۔ شرار فرماتے ہیں کہ رفع تکرار کے لئے اتنا ہی کافی ہے

کہ وہاں دو کی نماز کا ذکر ہے اور یہاں ایک نماز کا۔ وہاں خلفہ نہیں ہے اور یہاں ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ اس سے رفع تکرار نہیں ہوتا کیونکہ لم تفسد اور تمت دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ فرق صرف لفظی ہے۔ اور صلوتہا کے اندر صلوة خود داخل ہے لہذا میری رائے یہ ہے کہ یہاں دو مسئلے ہیں۔ دونوں پر امام بخاریؒ نے الگ الگ تنبیہ فرمائی ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر مقتدی اپنے موقف کو مثلاً اس کو داہنے جانب کھڑا ہونا چاہیے اور وہ بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ توائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز صحیح ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک فاسد ہو جائے گی۔ حضرت امام بخاریؒ نے باب سابق سے یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک تقدم مقتدی علی الامام مفید صلوة ہے۔ امام بخاریؒ نے اس مسئلہ کو یہاں بیان فرمایا کہ پیچھے سے کھینچ کر لائے۔ اگر مقتدی کو آگے سے لائے گا تو فاسد ہو جائے گی۔ اور باب سابق سے امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمادی۔ اور حنابلہ پر رد فرمایا اس طرح کہ وہ اپنے غیر موقف میں کھڑا ہوا پھر بھی اس کی نماز فاسد نہ ہوئی۔

ترجمہ۔ عورت اکیلی صف ہے

باب الْمَرْأَةِ وَحْدَهَا تَكُونُ صَفًّا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں اور یتیم اپنے گھر میں جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور میری والدہ ام سلیمؓ ہمارے پیچھے ہوتی تھی۔

حدیث (۶۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَيَتِيمٌ فِي بَيْتِنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ وَأُمِّي خَلْفَنَا أُمُّ سَلِيمٍ.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض سلف کی رائے ہے کہ جب کوئی لڑکا یا مرد اگر اکیلا ہو اور دوسرا امام ہو تو وہ امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اسی طرح اگر صرف عورت ہو تو وہ بھی دائیں طرف کھڑی ہوگی۔ حضرت امام بخاریؒ اس پر رد فرما رہے ہیں کہ وہ الگ کھڑی ہوگی۔ کیونکہ وہ خود مستقل صف ہے۔ چنانچہ حضرت ام سلیمؓ حضرت انسؓ کے ساتھ کھڑی نہیں ہوئیں بلکہ پیچھے کھڑی ہوئیں۔

ترجمہ۔ مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

باب الْمِيْمَنَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِمَامِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں جناب نبی اکرم ﷺ کے بائیں جانب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے میرے ہاتھ یا بازو کو پکڑ کر مجھے اپنی داہنی جانب کھڑا کر دیا۔ اور میرے پیچھے سے ہی اپنے ہاتھ سے مجھے پکڑا۔

حدیث (۶۸۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي النَّخَعِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ تَمَسْتُ لَيْلَةً أَصَلَّى عَنْ يَسَارِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَخَذَ بِيَدِي أَوْ بَعْضَدِي حَتَّى أَقَامَتِي عَنْ يَمِينِهِ وَقَالَ بِيَدِهِ مِنْ وَرَائِي. الحديث....

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ میمنۃ الامام توروایت سے ثابت ہوتا ہے مگر میمنۃ المسجد کا ثبوت نہیں

ملتا۔ دوسرے مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھے گی۔ تو کہا جائے گا کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ مصلیٰ کے استقبال کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ آپ کے میمنہ کے اعتبار کرنے میں استقبال کا اعتبار کیا گیا۔ ایسے مسجد کے میمنہ میں بھی استقبال کا لحاظ کیا جائے گا عوام الناس میں مشہور ہے کہ مسجد کا چہرہ ادھر ہوتا ہے جہاں دروازہ ہوتا ہے۔ مگر مصنف فرماتے ہیں کہ جیسے میمنہ و میسرہ استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہے تو مسجد کا میمنہ بھی استقبال قبلہ کی حیثیت سے ہوگا۔ دروازہ کی حیثیت سے نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاری کے سارے جواب ہی ٹیڑھے ہوتے ہیں جن میں سے کچھ گذر بھی چکے مثلاً باب الحلاب

والطیب۔ باب قبلہ اہل المشرق والشام۔ اس کے علاوہ اور بھی ابواب اس نوع کے آگے آئیں گے جن میں شرح کے اقوال نقل کرتا ہوں گا۔ اور اپنی رائے بھی بیان کرتا ہوں گا۔ اس باب کے متعلق شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاری کی غرض میمنۃ الامام و میمنۃ المسجد کی فضیلت بیان کرنا ہے یہ ہم نے مان لیا تو پھر میمنۃ الامام و میمنۃ المسجد دو کیوں ذکر فرمائے جبکہ میمنۃ الامام ہی میمنۃ المسجد ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس صرف ایک کو ذکر فرماتے بعض شرح مثلاً حافظ ابن حجر نے اس سے بڑھ کر ایک اور بات فرمائی۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاری کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں بعض ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو امام بخاری کی شرط کے موافق نہ ہو۔ چونکہ حضرت براءؓ کی روایت ہے کہ ہم داہنی طرف بیٹھتے تھے تاکہ نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوں۔ اسلئے کہ نبی اکرم ﷺ داہنی طرف متوجہ ہو ا کرتے تھے۔ اس جواب کو بھی ہم مان لیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تو میمنۃ الامام ہو گیا۔ پھر میمنۃ المسجد کیونکر ذکر فرمایا۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ لکن ماجہ شریف کی روایت پر رد فرماتے ہیں اس لئے کہ اس میں ہے من عمر میسرۃ المسجد فله کفلاں من الاجر جس شخص نے مسجد کی بائیں جانب کو آباد کیا اس کے لئے دو حصے ثواب کے ہوں گے یہ توجیہ میرے نزدیک پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے۔ امام بخاری نے میمنۃ الامام تو ذکر فرمایا کیونکہ روایت میں تھا مگر مسجد کا ذکر نہیں تھا۔ اسلئے مسجد کا لفظ ذکر فرما کر اس روایت پر رد فرمادیا۔ میری رائے یہ ہے کہ بظاہر میمنۃ الامام اور میمنۃ المسجد میں تحالف معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ میمنۃ الامام تو ظاہر ہے کہ اس کی داہنی طرف ہوگا۔ اور مسجد کا چہرہ امام کی طرف ہوتا ہے۔ لہذا اس کا میمنہ امام کا میسرہ ہوگا کیونکہ ہمیشہ مواجہہ کا میمنہ دوسرے کا میسرہ ہوتا ہے اس لئے امام بخاری نے اس وہم کو دفع فرمادیا۔ کہ جو امام کا میمنہ ہے وہی مسجد کا میمنہ ہے دونوں ایک ہی ہیں کوئی فرق نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جب امام اور قوم کے درمیان

دیوار حائل ہو یا سترہ ہو۔

بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ
وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سِتْرَةٌ

وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ أَنْ تُصَلِّيَ وَبَيْنَكَ
وَبَيْنَهُ نَهْرٌ وَقَالَ أَبُو مُجَلِّزٍ يَأْتِمُّ بِالْإِمَامِ وَإِنْ كَانَ
بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ جِدَارٌ إِذَا سَمِعَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

ترجمہ۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر تو
ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ تیرے اور امام کے درمیان نہر
حائل ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ابو مجلزؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی

اقتدا کر سکتا ہے۔ اگرچہ ان دونوں کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو۔ جبکہ وہ امام کی تکبیر کو سن لیتا ہے۔

حدیث (۶۸۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ (البحر)
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي
مِنَ اللَّيْلِ فِي حُجْرَتِهِ وَجِدَارُ الْحُجْرَةِ قَصِيرٌ فَرَأَى
النَّاسَ شَخْصَ النَّبِيِّ ﷺ فَقَامَ أَنَا نَسُ يَصَلُّونَ
بِصَلَوَتِهِ فَاصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا بِذَلِكَ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ
فَقَامَ مَعَهُ أَنَا نَسُ يَصَلُّونَ بِصَلَوَتِهِ صَنَعُوا ذَلِكَ لِيَلْتَنِينَ
أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
فَلَمْ يَخْرُجْ فَلَمَّا صَبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ
فَقَالَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ .

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے۔ حجرے کی دیوار
چھوٹی تھی۔ جس سے لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کی ذات کو
دیکھ سکتے تھے۔ تو لوگ کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ والی نماز
پڑھتے تھے۔ صبح کو اس کی باتیں کرنے لگتے۔ پھر دوسری رات
آپؐ نے قیام فرمایا۔ تو بھی لوگ جناب رسول اللہ کے ساتھ
کھڑے ہوئے کہ آپؐ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ کام انہوں نے دو یا
تین راتیں کیا یہاں تک حضور انور ﷺ اس کے بعد بیٹھ گئے
نماز کیلئے نہیں نکلے صبح کو لوگوں نے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا
کہ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ رات کی نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جبکہ بین المصلی والامام کوئی چیز حائل ہو۔ تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خواہ کتنا بھی حائل ہو وہ

مانع الاعتقاد نہیں ہے۔ بلکہ علم بالامام ہونا چاہیے۔ مگر اگر مکان بدل جائے تو امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مثلاً نہریا سڑک حائل ہے۔ تو پھر
اقتدا جائز نہ ہوگی مگر شراح نے اس کی تفصیل کی ہے۔ کہ اگر سڑک اور نہر سے ٹرک یا گاڑی نہیں گذر سکتی پھر تو کوئی ممانعت نہیں۔ اگر وہ
گذر جاتی ہے تو پھر ممانعت ہوگی۔ مصنف امام مالکؒ کا مذہب اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ان کا استدلال بصلی من اللیل فی حجرته سے ہے
لیکن احناف فرماتے ہیں کہ یہ حجرہ ٹاٹ کا بنایا ہوا تھا۔ جو چھوٹی سی دیوار کے پیچھے تھا۔ جس سے انتقالات امام کا پتہ چلتا تھا۔ جب مکان نہ بدلاتو
اس سے استدلال تام نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں امام بخاریؒ نے مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امور میں کوئی

فرق نہیں ہے۔ حائل ہو یا اختلاف مکان ہو کوئی شے مانع اقتدا نہیں۔ اور ائمہ اربعہ میں باہم اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک

اگر امام کا حال معلوم ہوتا ہے تو حائل مانع نہیں ہے۔ اور اختلاف مکان مانع ہے۔ اور ائمہ ثلاثہؑ کے نزدیک اختلاف مکان مانع نہیں ہے۔ اور حائل مانع ہے۔ حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک چونکہ ان اشیاء میں سے کوئی شی مانع عن الاعتقاد نہیں ہے۔ اس لئے سب پر رد فرماتے ہیں یصلی من اللیل فی حجۃ امام بخاریؒ نے اس سے استدلال فرمایا ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ حجرہ سے مراد دیورہ کا حجرہ ہے جس کو حضور اقدس ﷺ نے اعکاف کے لئے بنالیا تھا۔ اور اس سے انتقالات امام معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ ان خشیت ان تکتب علیکم صلوة اللیل جیسے نصاریٰ نے رہبانیت اختیار کر لی۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کر دی۔ اسی طرح یہاں ڈر ہو کہ کہیں اللہ تعالیٰ رغبت دیکھ کر فرض نہ فرمادیں پھر مشقت میں پڑ جائیں گے۔ اگر نباہ نہ ہو سکے تو مورد عتاب الہی ہوں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی غایت شفقت ہے کہ خشية افتراض علی الامۃ (امت پر فرض ہو جانے کے خوف سے) کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نہیں نکلے۔ امام بخاریؒ نے ابو مجلز کا قول نقل کر کے خاص طور پر شوافعؒ پر رد فرمایا ہے کیونکہ ابو مجلز کا کہنا یہ ہے کہ اگر امام اور قوم کے درمیان دیوار وغیرہ کوئی حائل ہو تو اس کی وجہ سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ قال الحسن لا باس ان نصلی اس سے حنفیہ پر رد فرمایا کہ اختلاف مقام سے مثلاً امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہروغیرہ حائل ہو تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔

باب صَلَوةِ اللَّيْلِ

ترجمہ۔ رات کی نماز کا بیان

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی ایک چٹائی تھی جس کو دن میں چھالیتے تھے۔ اور رات کو اس کا حجرہ ہالیتے تھے۔ تو لوگ آپؐ کی طرف کو د پڑے کہ انہوں نے آپؐ کے پیچھے صف بنالی۔

حدیث (۶۸۷) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ بْنُ الْمُنْذِرِ (رحمہ اللہ)
عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يُمِطُهُ
بِالنَّهَارِ وَيَحْتَجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَثَابَ إِلَيْهِ نَاسٌ فَصَقُّوا
وَرَاءَهُ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک حجرہ رمضان شریف میں بنا لیا میرا گمان ہے کہ وہ چٹائی کا تھا آپؐ نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی لوگوں نے بھی آپؐ کے اصحاب میں سے آپؐ جیسی نماز پڑھی جب آپؐ کو علم ہو گیا تو آپؐ بیٹھ گئے پھر ان کی طرف تشریف لائے فرمایا کہ میں نے تمہارا وہ کام پہچان لیا جو تم نے کیا اے لوگو یہ نماز تم گھروں میں پڑھو کیونکہ افضل نماز آدمی کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا ہے۔ مگر فرض نماز مسجد میں پڑھی جائے۔

حديث (٦٨٨) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ
عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اتَّخَذَ حُجْرَةً
قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ مِنْ حَصِيرٍ فِي رَمْضَانَ فَصَلَّى
فِيهَا إِلَى أَنْ فَصَلَّى بِصَلْوَتِهِ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَمَّا عَمِمَ
بِهِمْ جَعَلَ يَقْعُدُ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ قَدْ عَرَفْتُ الَّذِي
رَأَيْتُمْ مِنْ صَنِيعِكُمْ فَصَلُّوا أَيُّهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ
فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِي بَيْتِهِ إِلَّا الْمَكْتُوبَةَ

تشریح از شیخ مدنی۔ یہاں اشکال ہے کہ یہ ابواب صلوٰۃ اللیل کے نہیں ہیں۔ ان کے لئے تو مستقل کتاب لائے ہیں۔ پھر اس جگہ اسے کیوں لایا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصنفؒ نے اہتمام شان کے لئے افراد ذکر کیا۔ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مستقل باب نہیں۔ بلکہ باب سابق کا تتمہ ہے اور کالفصل ہے۔ جو کہ افادہ زائدہ کے لئے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ رات کے وقت جب اقتدا کی جائے اور دیوار حائل ہو چونکہ اس حالت میں اختفاء زیادہ ہوتا ہے۔ تو مصنفؒ کا مقصد صلوٰۃ اللیل کو بیان کرنا نہ ہوا۔ بلکہ اس اختفاء کے باوجود اقتدا کی اجازت ثابت کرنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب کا یہاں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں یہاں پر یہ باب نہیں ہے۔ اور اس کا حذف ہی بہتر ہے۔ کیونکہ اس کا کوئی موقع نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ روایت میں جو صلوٰۃ اللیل آیا ہے وہ کسی کا تب سے مکرر ہو گیا۔ کسی نے یہ سمجھ کر کہ باب کا لفظ ساقط ہو گیا یہاں پر باب بڑھا دیا۔ اور سطر کی ابتدا میں واقع ہوا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ التہجد فی الجماعة بیان کرنا ہے۔ یہ توجیہ پہلی دو توجیہوں سے بہتر ہے مگر اشکال یہ ہے کہ صلوٰۃ تہجد کے ابواب تو مستقل آرہے ہیں یہاں اس کا موقع نہیں۔ یہاں ایک توجیہ ہے جس کو حافظ ابن حجرؒ نے رد کر دیا۔ لیکن میرے نزدیک یہاں وہی توجیہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام بخاریؒ جب کسی چیز کے اثبات پر آتے ہیں تو اس کو مختلف طور سے ثابت فرماتے ہیں۔ اس باب سے بھی مسئلہ سابقہ ثابت فرمایا ہے۔ اس طور پر کہ جب تاریکی شب جو ایک حائل ہے وہ ممانع عن الاقتداء نہیں تو اسی طرح اور حائل بھی مانع نہ ہوں گے آخر حائل میں مانع کیا ہے۔ دونوں برابر ہیں۔ جیسے امام اس میں مخفی ہوتا ہے ایسے اس میں بھی مخفی ہوتا ہے۔

ترجمہ۔ تکبیر کو واجب قرار دینا۔ اور نماز
کس طرح شروع کی جائے۔

**باب إِيْجَابُ التَّكْبِيْرِ
وَإِفْتِتَاحُ الصَّلَاةِ**

حدیث (۶۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَكِبَ
فَرَسًا فَجَحَشَ رِشْقُهُ الْأَيْمَنُ وَقَالَ أَنَسُ فَصَلَّى لَنَا
يَوْمَئِذٍ صَلَاةً مِّنَ الصَّلَاةِ هُوَ قَاعِدٌ فَصَلَّيْنَا وَرَاءَهُ
فَعَوَّدَانَا قَالَا لِمَا سَلَّمْنَا جَعَلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ
فَإِذَا صَلَّيْنَا قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ فرماتے ہیں کہ
جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپؐ کے دائیں
پہلو پر خراشیں آئیں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان دنوں
آپؐ نے نمازوں میں سے جو نماز پڑھائی وہ بیٹھ کر پڑھائی۔ پس
ہم نے بھی آپؐ کے پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے جب
سلام پھیرا تو فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا
کی جائے پس جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی

کھڑے ہو کر پڑھو۔ جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو
جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ اور جب وہ
سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ سمع اللہ الخ کے تو تم ربنا لك الحمد کہو۔

وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا قَالَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ الْحَبِث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب
نبی اکرم ﷺ گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ کو خراشیں
آئیں۔ آپ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی تو ہم نے بھی آپ کے
ساتھ بیٹھ کر نماز ادا کی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو
فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ
تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع کرے تو رکوع کرو جب
رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ جب تسمیع کے تو تم
تحمید کہو۔ اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

حدیث (۶۹۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ
انَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ
فَرَسٍ فَجُحِشَ فَصَلَّى لِنَاقِعِدَا فَصَلَّيْنَا مَعَهُ قُعُودًا
ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ أَوْ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا
رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا
رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا.. الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی
پیروی کی جائے۔ جب تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کہو۔ جب رکوع
کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب تسمیع کے تو تم تحمید کہو
اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھے
تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث (۶۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ
لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا وَإِذَا
قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ
وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا
مُجْلُوسًا أَجْمَعُونَ.. الْحَدِيث...

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ افتتاح کا عطف ایجاب پر ہے یا تکبیر پر ہے۔ دونوں صورتوں میں معنی صحیح

نہیں ہوتے۔ دوسرے روایت سے یہ دونوں چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔ تو شراب جواب دیتے ہیں کہ یہاں واؤ ممنوع کے ہے اور مصنفؒ
یہاں سے دو جماعتوں پر ذکر ناچاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک اس کی قائل ہے کہ بغیر ذکر اللہ کے نماز میں داخل ہو سکتا ہے۔ لیکن جمہور ذکر اللہ کو
نیت کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں۔ اور دوسرا ان لوگوں پر رد کرتا ہے جو عادت تکبیر کو ضروری نہیں سمجھتے البتہ مطلقاً ذکر اللہ کو ضروری کہتے
ہیں چنانچہ امام اعظمؒ اس کے قائل ہیں۔ لیکن روایت میں لفظ تکبیر نہیں ہے اگرچہ پہلی روایت میں نہیں ہے لیکن دوسری روایت میں ہے

اذا کبر فکبروا صیغہ امر ہے جس سے وجوہات ہوتا ہے۔ چونکہ شرط کو ذکر کیا گیا ہے اس لئے تکبیر امام کے ساتھ ہی کہنی پڑے گی۔ اور مقتدی کی تکبیر سے پہلے امام کی تکبیر کا وقت کہا گیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ افتتاح صلوة اسی تکبیر سے ہوا۔ چونکہ یہ تینوں روایات ایک ہی صحابی کی مسند میں سے ہیں اور ایک ہی واقعہ ہے۔ لہذا تکبیر کا اعتبار تینوں میں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اگر واؤ عاطفہ ہو تو یہاں سے دو مسئلے بیان کر دیئے گئے۔ ایک مسئلہ تکبیر تحریمہ کا اور دوسرا مسئلہ بطور

تنبیہ افتتاح صلوة کا۔ اور حاصل یہ ہے کہ یہاں تک مقدمات متعلقات اور شرائط بیان فرمائے اور اب یہاں افتتاح صلوة کی ابتدا ہے۔ جیسے فقہا کرام باب صفة الصلوة بیان کرتے ہیں۔ اور یہ اقرب توجیہ ہے۔ اس لئے کہ ایجاب تکبیر الگ ہو جائے گا۔ اور افتتاح صلوة الگ مضمون۔ اور اس لئے کہ امام بخاریؒ اس میں امام ابو حنیفہؒ کی طرف جھک جائیں گے۔ چونکہ امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ صلوة سے خارج ہے۔ اور یہاں بھی امام بخاریؒ اذلاً ایجاب تکبیر اور اس کے بعد افتتاح صلوة بیان فرماتے ہیں۔ اگر تکبیر داخل صلوة ہوتی تو تکبیر کے ساتھ ہی افتتاح ہو جاتا۔ وقال تعالیٰ فذکر اسم ربہ فصلی اور یہ بھی احتمال ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہو۔ پھر اس صورت میں مسئلہ ایک ہی رہ جائے گا۔ اور مطلب یہ ہوگا کہ تکبیر تحریمہ میں افتتاح صلوة کا باب ہے۔ اور تکبیر تحریمہ بالاتفاق بین الانمہ الاربعہ فرض ہے۔ صرف اختلاف شرطیت اور رکیت کا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک رکن ہے۔ اور بعض سلف مثلاً امام اوزاعیؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ سنت ہے۔ اس صورت میں اس باب سے امام اوزاعیؒ پر رد ہوگا۔ یہاں اشکال اور ہے۔ وہ یہ ہے کہ ترجمہ میں ایجاب ذکر فرمایا اور حدیث کے کسی لفظ سے ایجاب ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اذا کبر فکبروا امام کی اتباع فی التکبیر کا حکم ہے خواہ وہ تکبیر واجب ہو یا غیر واجب بعض علماء نے جواب دیا کہ مقتدی پر وجوب تو امر فکبروا سے ہو گیا۔ رہ گیا امام کا معاملہ تو اس طور پر ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ امام ہوتے تھے اور وہ اپنے فعل سے بیان واجب فرماتے تھے۔ کیونکہ میان واجب واجب ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبیر واجب ہے لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اگر اذا کبر فکبروا سے تکبیر مقتدی پر واجب ہے تو پھر فقہولوا ربنا لک الحمد سے تحمید بھی واجب ہونی چاہیے۔ اس کا جواب ہے کہ ممکن ہے امام بخاریؒ اس کے قائل ہوں جیسا کہ بعض ظاہریہ کا مذہب ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ترجمہ شارح ہے۔ چونکہ اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ تکبیر فرض ہے یا سنت۔ تو امام بخاریؒ نے فرضیت کو ترجیح دی۔ فبحش شقة الایمن اس کے متعلق کلام گذر چکا ہے یہ واقعہ ۵۵ مدینہ میں پیش آیا۔ تکبیر کا مصداق کیا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام اعظمؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر وہ لفظ جو عظمت باری پر دلالت کرے۔ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اس کا مصداق صرف اللہ اکبر ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ اکبر اور الاکبر میں کوئی فرق نہیں اس لئے اللہ اکبر کے ساتھ اللہ الاکبر بھی کہہ سکتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ان دونوں کے ساتھ اللہ کبیر بھی کہہ سکتا ہے۔ اذا کبر فکبروا اشکال یہ ہے کہ اذا شرطیہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر امام تکبیر کہے تو تم بھی کہو۔ اگر وہ نہ کہے تو تم بھی نہ کہو حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ اذا یہاں صرف وقت کے معنی میں ہے۔ کہ اس سے محض وقت مراد ہے کہ کس وقت کہے۔

باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

ترجمہ۔ تکبیر اولیٰ میں افتتاح کے ساتھ
دو دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۶۹۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّحْ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوِ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَهُمَا كَذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ ..

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو دونوں کندھوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور اسی طرح دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ جبکہ سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد فرماتے تھے سجدے میں ایسا نہیں کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ رفع یدین کی بحث ہے جس کو معرکہ الآراء مسائل میں سمجھا جاتا ہے۔ مگر میری طبیعت اس میں

لگتی نہیں۔ اس لئے کہ تم جو اپنے اساتذہ کے یہاں سنتے آرہے ہو وہی حشیں بار بار کیا کریں۔ طبیعت تو تراجم بخاری میں لگتی ہے۔ نیز اس میں دو تین دن خرچ کرو اور پھر حاصل بھی کچھ نہیں ہوتا۔ دراصل وجہ یہ ہے کہ میں نے جب ۱۳۴۰ھ میں مشکوٰۃ شریف پڑھائی تو میں نے مسائل مختلف فیہا تلاش کئے۔ اس میں مجھے صرف چار رکعات میں دو سو سے زائد اختلاف ملے۔ اور وہ سارے اس سلسلہ میں تھے کہ فلاں چیز فلاں امام کے یہاں اولیٰ ہے۔ اور فلاں کے یہاں نہیں۔ اور یہ چیز ان کے یہاں مستحب ہے اور ان کے یہاں مستحب نہیں۔ اور ایک چیز ایک کے یہاں سنت ہے اور دوسرے کے یہاں مسنون نہیں ان ہی میں رفع یدین ہے اٰمین بالجہر ہے۔ فاتحہ خلف الامام ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ان ہی چند کی کیا خصوصیت ہے اور باقی کے متعلق کلام کیوں نہیں کرتے کیا وجہ ہے کہ یہی چند مسائل معرکہ الآراء بن گئے سنو ! اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ نااہلوں کے ہاتھ آگیا۔ علامات قیامت کی احادیث میں ایک حدیث ہے اِذَا وَسَدَ الْأُمُورَ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهَا فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔ جب معاملہ نالائق لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اور ہمارے اکابرین میں سے بعض نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے کہ ہر وہ شی جو کسی نااہل کی نگرانی میں آجائے اس کی قیامت آگئی اسی طرح یہاں بھی اور یہی حال مسلم لیگ اور کانگریس کا ہے اتنا اختلاف ایک دوسرے میں کہ تکفیر تفسیق تذلیل سب کچھ کر گزرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ کام نااہل لوگوں کے ہاتھ آگیا۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے مسئلہ ہونے کی حیثیت سے ہے۔ اور مسائل کی حیثیت بھی یہی ہے۔ اور جہاں تک اختلاف ائمہ کا تعلق ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور رحمت ہے۔ ان ائمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اصول مستنبط کئے ہیں اور استنباط میں اختلاف ہوتا ہی ہے۔ جو روایت اصول کے مخالف ملے اس کا جواب دے دیا اور تاویل کر دی اور اصل یہ ہے کہ ائمہ کے درمیان ہونے والا جھگڑا جھگڑا ہی نہیں ہوتا

اس کو لوگ جھگڑا سمجھتے ہیں۔ جہاں تک مسئلہ کا تعلق ہے میں یہی بیان کر دوں گا اور خلاصہ اس کا صرف یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے مختلف روایات وارد ہیں۔ جن کو ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق بعض کو بعض پر ترجیح دی۔ اور وہ اصول بھی مسلم اور روایت کی صحت بھی مسلم ان میں کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف ترجیح میں ہے۔ مثلاً یہی دفع یدین ہے اس میں بہت سے مسائل مختلف فیہا ہیں اصول کے ماتحت ہو کر۔ چنانچہ اس کے حکم کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ابتدا میں واجب ہے اس کے برخلاف بعض مالکیہ سے بدعت نقل کیا گیا ہے۔ اور جمهور کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ نیز ایک اختلاف اس میں یہ ہے کہ دفع یدین کہاں کہاں ہوگا۔ یہی معرکہ الاراء ہے۔ نیز یہ کہ دفع یدین کب کرے۔ کب کرے کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھوں کو تکبیر کے ساتھ اٹھائے یا بعد میں یا پہلے اس میں علماء کے تینوں قول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مقارنت ہے اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے۔ اور طرفین یعنی امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اولاً رفع کرے پھر تکبیر کرے۔ اور اس اختلاف کی وجہ اختلاف مناط ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مناط اعلام (بہرے کو بتلانا) اصم ہے۔ اسلئے مقارنت ہونی چاہیے تاکہ بہرے کو اطلاع ہو جائے۔ اور طرفین کے نزدیک مناط یہ ہے کہ رفع نفی کے لئے ہے۔ اور تکبیر اثبات کے لئے ہے۔ اور لا الہ الا اللہ میں نفی اثبات پر مقدم ہے۔ تو بیان بھی ایسا ہوگا۔ اور بعض کے نزدیک اولاً تکبیر ہوگی پھر رفع۔ یہ تین قول ہو گئے۔ نیز اہل کماں تک رفع کرے۔ احناف کے نزدیک اذنین تک ہوگا۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک منکبین تک ہوگا۔ مالکیہ کا ایک قول منکبین کا ہے۔ اور امام احمدؒ سے تحییر منقول ہے۔ اور امام شافعیؒ سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ اس طرح اٹھائے کہ کفین منقبین کے مقابل میں اور ابہامین شحمتین کے مقابل اور انگلیاں فروع اذنین کے مقابل ہوں اس صورت میں کوئی اختلاف ہی نہیں رہا۔ اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ پہلا رفع یعنی تکبیر تحریمہ والا منکبین تک اور اس کے علاوہ اس سے کم ہوں گے۔ ثنیدین (پستان) تک۔ یہ چار اختلاف ہو گئے۔ نیز پانچواں یہ کہ مرد اور عورت کے رفع میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ ہاں فرق ہے۔ عورت اپنے ہاتھوں کو مردوں کے مقابلہ میں کم اٹھائے گی۔ لہذا استر لھا یہ اس کیلئے زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ مرد تو اذنین تک اور عورت ثنیدین یعنی پستان تک۔ لوگوں نے لکھ دیا کہ حنفیہ تفریق کرنے میں منفرد ہیں یہ غلط ہے۔ بلکہ حنابلہ کی دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عورت مرد سے کم اٹھائے گی۔ دوسری یہ کہ بالکل نہیں اٹھائے گی۔ چھٹا اختلاف یہ ہے کہ گرمی و سردی میں کوئی فرق کیا جائے گا یا نہیں۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک یہ بتلایا جاتا ہے کہ گرمی میں سردی سے زیادہ اٹھائے۔ اس لئے کہ گرمی میں ہاتھ وغیرہ کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور سردی میں کپڑوں کی وجہ سے ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ وائل بن حجر کی روایت میں تصریح ہے جو ابو داؤد میں مروی ہے۔ ساتواں یہ کہ رفع کی کیا صورت ہوگی۔ یعنی ہاتھوں کو کیسے رکھے۔ بطون کف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے یا بطون کفین خدین کی طرف ہوں۔ اس میں حنفیہ کے دونوں قول ہیں۔ آٹھواں یہ کہ انگلیاں کیسے رکھے۔ حنابلہ کے نزدیک غایۃ الضم ملی ہوئی۔ اور شافعیہ کے نزدیک غایۃ التفریق یعنی کھلی ہوئی۔ اور مالکیہ کے نزدیک مخفی رکھے اور حنفیہ کے نزدیک علی حالہا چھوڑ دے اور مسحون مالکی کے نزدیک ظہر کف تو زمین کی طرف اور بطون آسمان کی طرف رکھے

یہاں تک آٹھ اختلاف ہو گئے اب اس میں اختلاف ہے کہ اس رفع کی حکمت کیا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ اس کی حکمت اعلام الاصم بہرے کو اطلاع دینا ہے۔ اور بعض نے اس کی حکمت یہ بتائی کہ سارے اعضاء مستقبل قبلہ ہو جائیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کی حکمت استعظام مادخل فیہ ہے۔ علامہ شیرازی۔ شافعی میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ میزان کبریٰ علامہ شعرانی کی تصنیف تالیف ہے۔ جس میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ ائمہ میں باہم در حقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رفع یدین کی حکمت طرح دینا ہے۔ چونکہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بہت بڑے بزرگ تھے جہاں ایک مرتبہ طرح دینا فرمادیا پھر وہ لوٹ کر آتی ہی نہ تھی۔ بلکہ استغراق ہو جاتا تھا۔ لہذا انہوں نے ایک ہی بار رفع کا قول اختیار فرمایا۔ اور حضرت امام شافعیؒ امام اعظمؒ سے متاثر ہیں۔ ان کے زمانہ میں دنیا کا غلبہ کہیں زیادہ ہو گیا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ ایک مرتبہ میں نہیں جاتی تو شروع کرتے ہوئے بھی اور رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع کا حکم فرمادیا۔ اور اجزاء المسالک میں اس کی دس وجوہ لکھی ہیں۔ اگر تمہارا جی چاہے تو وہاں دیکھ لینا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ محل رفع میں اختلاف ہے۔ کہ کہاں کہاں کرے اسی طرح ان مواقع میں بھی اختلاف ہے۔ اب سنو! حضرت امام مالکؒ سے روایت ہے کہ کہیں بھی نہ اٹھائے۔ مگر ان کا مشہور قول حنفیہ کی طرح ہے۔ یعنی رفع یدین سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کہیں نہیں۔ اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کے علاوہ دو جگہ اور رفع ہے۔ رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے۔ مگر پھر ان میں باہم اختلاف ہو گیا کہ رکوع سے اٹھتے ہوئے جو رفع یدین ہو گا وہ انتقال کا وظیفہ ہے یا قومہ کا۔ شوافع کے نزدیک انتقال کا وظیفہ ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک قومہ کا وظیفہ ہے۔ اور اسی اختلاف کا یعنی ایک اور اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ شوافع کے نزدیک چونکہ رفع یدین عندا لرفع من الوکوع وظیفہ انتقال ہے لہذا اٹھنے کے ساتھ کرے۔ اور حنابلہ کے نزدیک چونکہ قومہ کا وظیفہ ہے لہذا وہ کھڑے ہونے کے بعد کرے چونکہ امام ابو داؤد حنبلی ہیں اس لئے انہوں نے روایت نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کان اکثر ما یقول ابو سفیان بعد ما یوقع اس میں یہ بھی اختلاف ہے کہ دور کعت سے اٹھتے ہوئے رفع یدین ہے یا نہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ لیکن متاخرین شافعیہ و حنابلہ جیسے کہ بھیقی ابن المنذر وغیرہ اور امام بخاریؒ بھی اس کے انتقال کے قائل ہیں۔ جیسا کہ باب باندھیں گے۔ یہ حضرات شوافع جو رکعتیں سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کے قائل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے امام شافعیؒ سے منقول ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی میں کہتا ہوں کہ یہ صرف امام شافعیؒ سے نہیں بلکہ ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔ تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جب ہمارے امام کا مقولہ اذا صح الحدیث الخ ہے تو ہمیں یہاں پر حدیث صحیح مل گئی۔ لہذا وہی ان کا مذہب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو صحیح ہے کہ امام کا مقولہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی ہے۔ لیکن یہ تو اسی وقت کہا جائے گا کہ دفع الیدین عندا لرفع من الوکعتین امام شافعیؒ کا مذہب ہو۔ جبکہ یہ ثابت ہو جائے گا کہ یہ روایت امام شافعیؒ کو نہیں پہنچی اور تم کو پہنچ گئی۔ لیکن جب امام شافعیؒ کو روایت پہنچ گئی اور انہوں نے اسے رد کر دیا تو پھر تم کون ہوتے ہو کہ امام نے جس چیز کو قبول نہیں کیا تو تم اس کو اس کے سر تعویذ رہے ہو۔ اذا صح الحدیث یہ صرف ائمہ اربعہ کا نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کا اعتقاد ہے۔ مگر یوں ہی کہہ دینا کہ چونکہ امام کا مقولہ ہے لہذا یہ امام کا مذہب ہو گا۔ مدعی ست گواہ چست کے مترادف ہے۔ جیسے امام مالکؒ کے نزدیک

صرف عند تکبیرة الاحرام ہے تو اگر مالکیہ یوں کہنے لگیں کہ چونکہ حدیث میں اس کے علاوہ بھی رفع یدین مذکور ہے اس لئے بھی امام مالکؒ کا مذہب ہے حالانکہ موطا امام مالکؒ میں حضرت ابن عمرؓ کی رفع یدین والی روایت مذکور ہے۔ اور پھر بھی امام مالک اس پر عمل نہیں فرماتے۔ جیسے کہ مدونہ میں وغیرہ میں ان کا مذہب منقول ہے جو مالکیہ کی بہت معتبر کتاب ہے۔ معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے ایک روایت پاکر کسی علت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا اور وہ علت ہے۔ عمل اہل مدینہ کا اسی کے خلاف ہونا یہیں سے ایک بات اور معلوم ہوئی۔ کہ حدیث صحیح ہونے کیلئے ضروری نہیں کہ وہ معمول بھلا بھی ہو۔ یہ حدیث صحیح ہے پھر بھی حضرت امام مالکؒ نے اس کو چھوڑ دیا کیونکہ معمول بھلا ہونے کے لئے صرف صحت ہی کافی نہیں۔ بلکہ واقع کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً بخاری شریف میں نبی اکرم ﷺ کے قیام قبا کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک میں مدت قیام چودہ دن ہے دوسری روایت میں چوبیس دن ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک واقعہ کے مطابق ہوگی۔ حالانکہ دونوں بخاری کی روایتیں ہیں۔ اور دونوں صحیح ہیں۔ اب سنو! رفع یدین بہت سی روایات سے ثابت ہے۔ اور ہر خفض رفع میں ثابت ہے۔ اس کے بعد بالاتفاق ثین الائمہ الرابعہ نسخ ہوا اب جھگڑا اس میں صرف یہ ہے کہ کتنا منسوخ ہے اور کتنا باقی ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں سالم عن ابن عمرؓ کی روایت کو نہیں لیتا۔ اس لئے کہ سالم اور ابو حمید ساعدی کی روایت میں فی کل خفض و رفع میں رفع یدین ثابت ہے اور بخاری کی روایت میں لا یفعل ذالک فی السجود ہے۔ تو اگر سالم کی روایت لے لوں گا تو تعارض بین النفی والاثبات لازم آئے گا۔ اور قاعدہ ہے کہ جہاں تعارض بین النفی والاثبات ہو تو وہاں اثبات کو ترجیح ہوتی ہے۔ لہذا فی رفع و خفض والی روایت کو ترجیح ہو جائیگی۔ اب جبکہ امام احمدؒ یوں فرماتے ہیں کہ میں سالم کی روایت کو نہیں لیتا۔ تو اگر حنابلہ یہ کہیں کہ ہمارے امام کا یہ فرمان اذا صبح الحدیث فهو مذہبی اور سالم کی حدیث صحیح ہے لہذا امام احمدؒ کا یہی مذہب ہو تو یہ ان کی بات کبھی درست نہ ہوگی۔ اب اختلاف اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ ابو حمید الساعدی کی روایت میں اضطراب ہے تین جگہ اور تین سے کم اور فی کل خفض و رفع رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔ اس لئے وہ اس کو نہیں لیتے۔ چونکہ بہت سی روایات میں فی کل خفض و رفع ثابت ہے۔ اور روایت ابن عمر لا یفعل ذالک فی السجود وارد ہے۔ تو شافعیہ اور حنابلہ حدیث ابن عمرؓ عند البخاری کو ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اسناد اور اقویٰ ہے۔ اور ان کے اصول میں سے اوثق کی روایت کو ترجیح دیتا ہے۔ اور امام مالکؒ کا قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ اوفق بعمل اہل المدینہ کو لیتے ہیں۔ انہوں نے دیکھا کہ اہل مدینہ رفع یدین نہیں کرتے اس لئے فرما دیا لم یثبت مدونہ میں ہے وقال ابن القاسم کان رفع الیدین ضعیفا اید فی تکبیر الاحرام (رفع یدین کی روایت ضعیف ہے اس لئے اسے تکبیر احرام کا کیا گیا۔ اور ان سب سے اونچے حنفیہ ہیں۔ اور یہ میں اس وجہ سے نہیں کہتا کہ میں خود حنفی ہوں بلکہ واقعہ اور حقیقت یہی ہے۔ کیونکہ ان کے اصول مطردہ میں سے یہ ہے کہ جب دو روایتوں میں تعارض ہو جائے ایک تو اصح اور اسناد ہو اور دوسری صحیح ہو مگر اس سے کم درجہ کی تو اصح کو ترجیح دے کر اس سے کم درجہ والی کو مرجع قرار دے کر چھوڑتے نہیں۔ کیونکہ وہ بھی تو صحیح ہے۔ قابل احتجاج ہے اس لئے اگر خارج سے کوئی قرینہ کسی ایک کی ترجیح کا مل جائے تو جس کے موافق قرینہ ملے اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر یہ اس وقت کرتے ہیں جبکہ دونوں میں توفیق اور تطبیق ممکن نہ ہو ورنہ تطبیق دیتے ہیں

اسی طرح احناف کے اصول مطردہ میں سے یہ بھی ہے کہ اگر دو روایت میں تعارض ہو جائے اور ان میں سے ایک اوفق بالقرآن ہے تو اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کثرت سے روایات بالمعنی نقل کی جاتی ہیں۔ اور روایت بالمعنی میں تغیر کا احتمال ہے۔ اور الفاظ قرآنیہ قطعی ہیں ان میں تغیر کا احتمال نہیں لہذا جو روایت الفاظ قرآن کے زیادہ موافق ہوگی اس کو لیں گے۔ اسی قاعدہ مطردہ پر سب روایات صلوٰۃ کو ایک مسطر پر ناپ لیا۔ اور وہ ہے قوموا للہ فانتین اے ساکنین اب جہاں ان روایات صلوٰۃ میں اختلاف ہو فیما بین الحرکت والسکون تو وہ سکون کو لیں گے۔ لانہ اوفق بالفاظ القرآن اب ہم کہتے ہیں کہ رفعت ثلاثہ کے غیر میں تو ہمیں کلام نہیں اس لئے کہ سب نے بالاتفاق اس کے ماسوا کو چھوڑ دیا اب رفعت ثلاثہ رہ گئیں۔ اس میں دو روایتیں وارد ہیں۔ ایک حضرت ابن عمر کی روایت میں رفع عند تکبیرۃ الاحرام وعند الركوع وعند الرفع منه تینوں کا ذکر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت رفع عند تکبیرۃ الاحرام کے علاوہ کی نفی ہے۔ لہذا ابن مسعود کی روایت لے لیں گے۔ کیونکہ یہ اوفق بالفاظ القرآن ہے۔ اسی طرح آمین بالجہر والسر ہے۔ چونکہ بالسرا اوفق بالقرآن ہے اس لئے احناف نے اس کو اختیار کیا۔

دوسرا اظہار یہ ہے کہ بالاتفاق نماز حرکت سے سکون کی طرف چلی ہے۔ مثلاً پہلے کلام فی الصلوٰۃ جائز تھا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔ جیسا کہ ابو داؤد میں ہے کہ اُحیلت الصلوٰۃ لثلثة احوال اور اس میں کلام کرنا بھی مذکور ہے۔ لہذا پہلے حرکت تھی اس کے بعد سکون ہوا۔ لہذا سکون کو لیا جائے گا۔ اور یہی مطلب ان بعض احناف کا ہے جن کی عبادت فی الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ سکون مؤخر ہے اس لئے حرکت منسوخ ہے۔ لہذا رفع یدین منسوخ ہے۔ اور غیر رفع معمول بہ ہو گا۔ یعنی ان کی مراد نوح حقیقی نہیں بلکہ مثل نوح کے ہے۔ اس مسئلہ بات کی بنا پر کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ نہ کہ نوح حقیقی۔ اس لئے کہ نوح حقیقی کے لئے کوئی تصریح ہو پھر نوح کا قول ہو سکتا ہے۔ لہذا جب ابن مسعود اور ابن عمر کی روایات میں تعارض ہو گیا تو ابن مسعود کی روایت مذکورہ بالا قواعد کی بنا پر رائج ہوگی۔ روایتیں دونوں صحیح ہیں۔ حضرت ابن مسعود کی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ روایت مضطرب اور موقوف ہے۔ ضعیف ہے۔ لیکن یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت محدثین کے قواعد کے موافق صحیح ہے۔ ہاں اگر کوئی لم بعد کو صحیح نہ کہے کہ یہ لفظ کسی اور روایت میں نہیں ہے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ابن عمر کی روایت پر عامل ہے۔ اب لم بعد کا لفظ اس کے موافق نہیں پڑتا تو اس کو غلط کہتے ہیں اب اس کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت ابن مسعود کی روایت میں صرف لفظ لم بعد ہے یہ صحیح نہیں بلکہ غلط ہے۔ مثلاً ابن مسعود کو نوح تطبیق معلوم نہ تھی۔ یہ ساری حماقت کی باتیں ہیں۔ اگر وہ ایسا کہتے ہیں تو پھر ہم بھی (گو ہمارا طریق طعن و تشنیع نہیں ہے بلکہ ہم ان کے ظلم برداشت کرتے ہیں) جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہاں کہیں گے کہ جیسے تم ابن مسعود کی روایت کو موقوف کہتے ہو ہم بھی ابن عمر کی روایت کو موقوف کہتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابن عمر کے دو شاگرد ہیں ایک سالم دوسرے نافع۔ سالم تو مرفوع نقل کرتے ہیں۔ نافع موقوف نقل کرتے ہیں۔ امام ابو داؤد نے نافع کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ ان محدثین کا ظلم سنو! جیسا کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ہم ظلم برداشت کرتے ہیں۔ چار روایات ایسی ہیں کہ ان کو حضرت سالم تو مرفوع نقل کرتے۔

اور حضرت نافع ان کو موقوف نقل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دونوں ساری روایتوں میں رضا دو حقائق ہیں۔ تو نافع کو مقدم کرتے ہیں اور رفع یدین میں سالم کو مقدم کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ جیسے اور مسائل میں نافع کی موقوفات کو ترجیح ہے اسی طرح یہاں بھی ان کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ اور ابو جہز پ ۲۱۳ میں دو روایتوں کے متعلق بعض محدثین سے منقول ہے کہ نافع کی روایت موقوفہ کو ترجیح دی ہے۔ لیکن ابن عبد البر کی رائے ہے کہ چاروں میں سالم کا قول مقدم ہے۔ اب ایک بات اور سنو! امام ابو داؤد کی طرف سے نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے لم بعد پر اعتراض کیا ہے کہ اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عمرؓ کی روایت میں رکوع میں جاتے ہوئے رفع یدین منقول بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ لہذا تم بھی اس کا انکار کرو۔ ابن عمرؓ کی روایت منقطع ہے کوئی رکوع میں جاتے وقت رفع نقل کو تاہے کوئی نہیں کرتا۔ اسی طرح اس میں اختلاف ہے۔ یہ رفع انتقال کے ساتھ ساتھ ہے۔ یا کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں۔ حضرت امام مالکؒ اس روایت کے مؤطا میں راوی ہیں۔ اور پھر مدونہ میں لم یثبت فرماتے ہیں۔ اب اگر اتنا متفق علیہ امام ایک حدیث کو نقل کر کے لم یثبت کہہ دے تو کیا یہ اس امام کا انکار نہیں ہے اگر نسائی اور ابو داؤد حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو لم یثبت کہہ دیں تو وہ معتبر ہو تو حضرت امام مالکؒ کا لم یثبت فرما دینا بدرجہ اولیٰ معتبر ہو گا۔

ایک اعتراض یہاں اور ہے کہ ابن مسعودؓ کو نسخ تطبیق کا پتہ ہی نہ چل سکا۔ اس کا جواب اللہ معاف کرے یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو وضو کرنی نہیں آتی تھی۔ وضو کرتے ہوئے آنکھوں میں پانی ڈالتے تھے۔ اور ابو داؤد میں ہے حضرت ابن عمرؓ خود وضو فرماتے ہیں۔ اذا سمعنا الاذان تو ضانا فخر جانا اب تم خود ہی بتاؤ کہ تکبیر سن کر وضو کرتے تھے اور پھر پیچھے کھڑے ہوتے۔ اسلئے کہ اصحاب صفہ جو دوسو کے قریب تھے پہلے ہی سے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کے لئے آگے چلے جایا کرتے تھے۔ خدا معاف کرے یہ سب لغو اور فضول باقی ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ جیسا کہنا ویسا سننا ورنہ میرے والد صاحب نے ابو داؤد کی حدیث کی توجیہ کی ہے کہ تو ضانا اذا سمعنا کی جزاء نہیں ہے۔ بلکہ اس کی جزا خوجنا ہے اور تو ضانا بتقدیر قد حال ہے۔ سمعنا کی ضمیر سے تقدیر عبارت یوں ہے اذا سمعنا الاقامہ فقد تو ضانا خوجنا لیکن اس توجیہ کے بعد بھی حنفیہؒ بطور التزام کہہ سکتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ اقامت کے بعد مسجد میں جاتے تھے تو وہ پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پھر رفع یدین کہاں سے دیکھ لیا۔ حضرت ابن عمرؓ قنوت فی الصبح کے قائل نہیں۔ حضرات شافعیہ قائل ہیں۔ اور اعتداریہ کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ چھ ہونے کی وجہ سے دور کھڑے ہوتے تھے۔ اور قنوت نہیں سن پاتے تھے۔ تو کیا وہ رفع یدین دیکھنے کیلئے آگے جاتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی جماعت آگے ہوتی تھی۔ آخر کیسے دیکھتے تھے۔ احناف یہ بھی فرماتے ہیں کہ عدم رفع کی ترجیح کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ رفع یدین کے ناظرین یا تو وہ صحابہ ہیں جو احداث اور عمر تھے۔ یا وہ صحابہ ہیں جو ایک دوبار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آخر یہ بڑے بڑے صحابہ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کہاں چلے گئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہاں تھے۔ باوجود اتنے کثیر الروایۃ ہونے کے انہوں نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ ابو حمید ساعدیؒ نے جب یہ کہا کہ انا علمکم بصلوة رسول اللہ تو ان دس صحابہ جن کے سامنے کما تھا جواب میں کہا ما کنت اقدمنا صحبة ولا الزمنا کہ آپ نہ تو ہم میں سے قدیم الصحبت ہیں اور نہ ہی

آپ کے لازم ملازم ہیں پھر آخر کیا بات ہے صاحب بدائع تو یہ فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے عدم رفع نفل ہے۔ حنفیہ کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ مجاہد کہتے ہیں کہ میں بہت دنوں تک لندن عمر کے ساتھ رہا۔ اور ان کو میں نے سوائے تکبیرۃ الاحرام کے اور کہیں رفع کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آخر حضرت لندن عمر کی روایت اور وہ اپنی مروی کے خلاف کرتے ہیں یہ کیا بات ہے سنو! حنفیہ فرماتے ہیں کہ روایات فعلیہ میں تو قہض ہو گیا۔ اور روایت قولی ترک رفع پر سالم عن المعارضہ ہے۔ لہذا وہ مقدم ہو گی۔ اور وہ روایت حضرت جلد بن سرہ سے مسلم میں مروی ہے۔ مالی اراکم رافعی ابیدیکم کالہا اذا ناب خمل شمس اسکنوا فی الصلوۃ یعنی مجھے کیا ہو گیا کہ تمہیں اس طرح ہاتھ اٹھانے والا دیکھ رہا ہوں۔ گویا کہ وہ شوخ گھوڑوں کی دہلیز میں نماز میں سکون سے رہا کرو۔ اس پر امام حناری نے اعتراض فرمایا کہ بعض جاہل بے وقوف جو اوقف اس سے ترک رفع پر استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سلام کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے ان پر تکبیر فرمائی۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ نے بدل میں جواب دیا ہے کہ اعتراض کرنے والوں نے غور نہیں کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جلد بن سرہ کی دو روایتیں ہیں۔ اور دونوں الگ الگ ہیں۔ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے اس لئے کہ دونوں کا سیاق مختلف ہے کہ رفع یدین کے متعلق تو روایت میں ہے عروج علیہا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعوا ابیدینا فقال مالی اراکم الحدیث۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور ہم ہاتھوں کو اٹھاتے ہوئے تھے تب آپ نے مالی اراکم فرمایا۔ اور سلام والی روایت میں ہے کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ الخ قال ما بال احلہم الخ سیاق کے اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ دونوں میں الگ الگ قصہ مذکور ہے۔ اس لئے ایک دوسری روایت سے خطا کرنا درست نہیں ہے۔ اس کے بعد تم یہ سنو! کہ رفع یدین کے قائلین کہتے ہیں کہ ۸۰ صحابہ کرام سے رفع یدین مروی ہے۔ اور تو اس تک پہنچاتے ہیں۔ مگر یہ غلط ہے۔ ان روایات کو پہلے لاویں۔ اگر کسی صحابی کے متعلق منقول ہے کہ وہ رفع یدین کرتے تھے تو اس سے تمہارا رفع کیسے جفت ہو گیا۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ وہ رفع یدین کرتے تھے مگر وہ احناف پر ہجت نہیں آتا۔ آنکہ یہ جہت منہ ہو جائے کہ رفع سے مراد وضو نماز ہیں اور یہ نہ معلوم ہو جائے کہ اس کے علاوہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ تین مرتبہ سے زائد کا قائل تو وہ بھی نہیں ہے اور اگر تین سے کم ہو تو وہ ان کی ہجت نہیں۔ اس کا جواب وہ لوگ دیں گے ہم دیکھ لیں گے اس کے بعد مصنف نے ایک باب اور متفقہ فرمایا ہے باب الی ابن یزید رفع یدینہ اس پر کلام کیا جا چکا ہے۔

باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ

وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

ترجمہ۔ دونوں ہاتھوں کو اٹھانا جبکہ تکبیر کے جب رکوع کیلئے جائے اور جب رکوع سے سر اٹھائے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے

حدیث (۶۹۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ الخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ نَاحِدُو مَنْكِبَيْهِ
وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يُكَبِّرُ لِلرُّكُوعِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ
إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ
لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ

تو دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔ اور اسی طرح
کرتے تھے جبکہ رکوع کے لئے تکبیر کہتے۔ اور اس طرح کرتے
جب سر رکوع سے اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے
اور ایسے سجدہ میں نہیں کرتے تھے۔

حدیث (۶۹۴) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ الْوَاسِطِيُّ (ر) أَنَّهُ
رَأَى مَالِكََ ابْنَ الْحَوَارِثِ إِذَا صَلَّى كَبَّرَ وَرَفَعَ
يَدَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُرْكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ
مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
صَنَعَ هَكَذَا ...

ترجمہ۔ حضرت اسحاق بن شاپین واسطی فرماتے ہیں
کہ میں نے مالک بن حویرثؓ کو دیکھا جب وہ نماز شرع کرتے تو
اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے لگتے
تو بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی
دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اور بیان کرتے کہ انہوں نے آنحضرت
ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

بَابُ إِلَى أَيْنَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ
وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ فِي أَصْحَابِهِ
رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ

ترجمہ۔ کہاں تک دونوں ہاتھ اٹھائے حضرت
ابو حمید نے اپنے اصحابہ میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ
اپنے کندھوں کے برابر تک اٹھاتے تھے۔

حدیث (۶۹۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (ر) أَنَّ
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ
فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يَجْعَلُهُمَا حَدَّوْ مَنْكِبَيْهِ
وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ فَعَلَ مِثْلَهُ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ
حَمِدَهُ فَعَلَ مِثْلَهُ وَقَالَ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ
حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے تکبیر کہہ کر نماز میں
شروع ہوئے تو تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھایا۔ یہاں تک
کہ انہیں اپنے دونوں کندھوں کے برابر لے گئے اور جب رکوع
کے لئے تکبیر کہی تو بھی اسی طرح کیا اور جب سمع اللہ لمن
حمدہ کہا تو بھی اسی طرح کیا۔ اور بعد ازاں ربنا لک الحمد کہا
اور جب سجدہ کیا تو ایسا نہیں کیا اور نہ ہی جبکہ سجدہ سے سر اٹھایا۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا قَامَ
مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ

ترجمہ۔ جب دو رکعتوں سے کھڑا ہو
تو رفع یدین ہے کہ نہیں۔

حدیث (۶۹۶) حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذَلِكَ ابْنُ عُمَرَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز میں داخل ہوتے تھے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع کیلئے جاتے تو بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تب بھی دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب دو رکعتیں ادا کر کے کھڑے ہوتے تو بھی رفع یدین کرتے تھے اور اس حدیث کو جناب نبی اکرم ﷺ تک رفع کرتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ روایت امام بخاریؒ نقل کر رہے ہیں۔ گویا کہ صحیح حدیث ہے۔ جس پر انہوں نے کوئی جرح بھی نہیں کی۔ لیکن امام شافعیؒ لدى القيام من الركعتين یعنی رکعتین سے اٹھتے وقت رفع یدین کو نہیں مانتے۔ جس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ امام شافعیؒ کا مقولہ ہے اذا صاح الحديث فهو مذهبي۔ جب صحیح حدیث ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔ لہذا وہ اس رفع یدین کے قائل ہوں گے۔ مگر امام نوویؒ شارح مسلم فرماتے ہیں کہ اکثر شوافع اس رفع کے قائل نہیں ہیں۔ تو تین چار مقامات پر رفع یدین ترک میں احناف اور شوافع متفق ہیں۔ پھر جب لدى الركوع وبعد الركوع بھی ترک ثابت ہے۔ تو پھر امام شافعیؒ اس کو کیوں نہیں مانتے حیرت کی بات ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ خاص طور سے اس پر ترجمہ اس لئے باندھا کہ ائمہ اربعہؒ میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ سوائے متاخرین شوافع اور حنابلہ کے۔ حافظ ابن حجرؒ نے سب پر رد فرمایا ہے۔ مگر سارے محدثین کی رائے ہے کہ رفع کرے۔ اور یہی امام بخاریؒ کی رائے ہے رفع ذلك ابن عمرؓ یہاں سے یہ بتلایا کہ جیسے ابن عمرؓ سے یہ موقوفہ مروی ہے۔ اسی طرح مرفوعاً بھی نقل کیا گیا ہے۔

باب وَضْعُ الْيَمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ نماز میں دائیں کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا ہے۔

حدیث (۶۹۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ نَاسٌ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ وَقَالَ أَبُو حَازِمٍ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا يُنْمَى ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِبْنُ سَمْعِيلٍ يُنْمَى ذَلِكَ وَلَمْ يَقُلْ يُنْمَى . الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ مرد نمازی نماز میں اپنے ہاتھ کو اپنے بائیں بازو پر رکھے۔ ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں یہی جانتا ہوں کہ وہ اس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے اسما عیال نے یعنی کہا ہے یمنی نہیں کہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ میں نے بتایا تھا کہ اختلاف ائمہ تلاش کئے تو صرف چار رکعات میں جو اختلافات تھے وہ دوسو

زائد تھے۔ اور اکثر ان میں اولویت و استحباب کے اختلافات ہیں۔ اسی میں ایک وضع الیمنی علی الیسری ہے۔ اس میں تین اختلاف ہیں اول یہ کہ وضع ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک وضع الیمنی علی الیسری سنت ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نوافل میں جائز ہے۔ اور فرائض میں ناجائز ہے۔ اور دوسرا قول مالکیہ کے یہاں یہ ہے کہ فرائض میں جائز ہے اور جب فرائض میں جائز ہے تو نوافل میں بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ اور اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصل تو ارسال ہے لیکن اگر کوئی وضع کرے تو جائز ہے اب یہاں بھی ترجیح والی بات آگئی چونکہ وضع و ارسال دونوں طرح کی روایات ہیں۔ مالکیہ نے اپنے اصول کے مطابق ارسال کو اصل قرار دیا۔ اور باقی روایات کو مؤول یا بیان جواز پر محمول کیا۔ اور ائمہ ثلاثہ نے اپنے اصول پر وضع کی روایات کو رائج قرار دیا۔ اس لئے کہ وضع کی روایات مصرح ہیں اور روایات ارسال مجمل ہیں۔ لہذا وضع کی روایات رائج ہوں گی۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے نہی رسول اللہ ﷺ عن الاعتماد فی الصلوۃ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سہارا لینے سے منع فرمایا ہے۔ اور نوافل میں ضرورتاً اجازت دی ہے۔ اور وضع بھی ایک قسم کا اعتماد ہے۔ اور ٹیک لگانا ہے۔ بلکہ باقاعدہ سواری ہے۔ امام بخاریؒ عید میں باقاعدہ سواری ثابت کریں گے اور ممنوع ہے۔ لیکن نوافل میں قیام طویل ہوتا ہے اسلئے ڈر ہے کہ کہیں انگلیوں میں خون نہ اتر آئے۔ لہذا اس عارض کی وجہ سے اجازت ہے کہ نوافل میں باندھ لے۔ اور وضع والی روایات باقی حالات میں بیان جواز پر محمول ہیں یا مؤول ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں ہے من السنۃ ان یضع الرجل علی یدہ الیمنی علی الیسری فی الصلوۃ کہ سنت یہ ہے کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ یہ صحابی کا استنباط ہے۔ حضور اکرم ﷺ کو کبھی کرتے ہوئے دیکھا اور کہہ دیا جیسے حضرت ابن عباسؓ سجدہ سے اٹھتے ہوئے کہتے ہیں کہ پہلے بیٹھ لے اور پھر اٹھے اور پھر انہوں نے من السنۃ فرمادیا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ ارسال کی جتنی روایات ہیں سب مجمل ہیں۔ اور وضع کی مفصل وہ ان پر قاضی ہوں گی۔ اور ہم حضرت ابن عباسؓ کے ومن السنۃ کہنے کو استنباط اس لئے قرار دیتے ہیں کہ دوسری روایت میں آگیا کان ینھض علی صدوز قدمیہ آپ اپنے قدموں کے صدوز پر اٹھتے تھے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ جس روایت سے تم نے رفع یدین ثابت کیا یعنی ابو حمید باعدی کی روایت ہم اسی سے ارسال ثابت کرتے ہیں۔ اس میں ہے حتی استقر کل عظم موضعہ اور ہر ہڈی اسی وقت اپنی جگہ ہو سکتی ہے جبکہ ارسال ہو۔ ثنائیہ نے جب یہ دیکھا تو جمع بین الروایات فرمایا کہ جب ہاتھوں کو اٹھائے تو ارسال کرے پھر اس کے بعد ہاتھ باندھے۔ احنافؒ اور حنبلیہؒ کہتے ہیں کہ کسی روایت سے نصابہ ثابت نہیں پہلے ارسال کرے پھر وضع کرے لہذا معانجیکر کے ساتھ وضع کرے گا۔ اب پھر حنفیہ میں اختلاف ہو گیا۔ کہ یہ وضع وظیفہ قرأت ہے یا اس کے علاوہ کسی اور چیز کا وظیفہ ہے حضرت امام محمدؒ سے مروی ہے کہ وظیفہ القراءۃ ہے۔ لہذا جب وظیفہ قرأت ٹھہرا تو جب قرأت شروع کرے اس وقت ہاتھ باندھے۔ یعنی ثناء اور تَعُوذ میں چھوڑے رکھے۔ اس کے بعد پھر اختلاف ہے کہ جب وظیفہ القراءۃ دوسرے قول پر نہیں ہے تو پھر کیا ہے۔ قیل وظیفہ الذکر وقیل وظیفہ القيام اور ہمارے یہاں رائج یہ ہے کہ وظیفہ الذکر ہے اسی لئے تکبیرات عیدین میں تکبیر اول کے بعد تو وضع کرتے ہیں کیونکہ

اس کے بعد ذکر مسنون ہے۔ اور اس کے بعد کی تکبیرات میں وضع نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ اور اس تکبیر کے بعد وضع ہے اس کے بعد قرأت شروع ہو جاتی ہے۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ موضع وضع کیا ہے۔ احناف کے نزدیک تحت السرة ناف کے نیچے۔ اور شافعیہ کے نزدیک تحت الصدر فوق السرة یعنی سینے سے نیچے اور ناف سے اوپر ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ہمارے موافق بھی اور شافعیہ کے موافق بھی۔ اور تیسرا قول جو امام احمد سے منصوص ہے وہ یہ ہے۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ نماز میں بارگاہ خداوندی میں حضوری ہوتی ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اس کا وسیع ادب ہونا چاہیے۔ اور غایت ادب یہ ہے کہ منتہائے نظر پر ہاتھ بندھے ہوں۔ یہ نہیں کہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔ جیسے بزرگوں اور بادشاہوں کے یہاں قاعدہ ہے کہ خدام بالکل نیچے ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

قل کر ڈالو یا جرم الفت خش دو لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

شافعیہ فرماتے ہیں کہ عالی بارگاہ میں حضوری ہے۔ اور جتنی بڑی بارگاہ ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اندرانہ ہونا چاہیے۔ اور دل سے بندھ کر بارگاہ خداوندی کے لائق اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہی محل ایمان ہے۔ محل انوار ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے۔ اور اس پر اپنی جان نثار کرتا ہے اور زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تو ہاتھ دل پر رکھ کر اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حَاوَلْتُ تَغْلِيظِي خَفْنِ مَرَاقِبًا وَوَضَعْنَ اَيْدِيَهُنَّ فَوْقَ تَرَائِبًا

ان محبوباؤں نے مجھ پر نڈا ہونے کا ارادہ کیا۔ یعنی فدیہ ناک کہنا چاہا تو تاڑ رکھنے والے سے ڈر گئیں تو اپنے سینے کی ہڈیوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر کتب شوافع میں اس بات کی تصریح ہے۔ سینہ کے نیچے مائل الی القلب ہاتھوں کو باندھے۔ فوق الصدر کسی کا قول نہیں ہے آجکل کے اہل حدیث اس کے قائل ہیں ہاں ایک ضعیف قول امام احمد کا نقل کیا جاتا ہے۔ تیسرا اختلاف یہ ہے کہ کیونکر ہاتھ کور کئے۔ حنفیہ کے نزدیک وضع الکف علی الکف کہ ہتھیلی پر ہتھیلی رکھے۔ مگر ہمارے یہاں مستحب طریقہ ہاتھ باندھنے کا یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھے۔ اور انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں کلائی کو پکڑے۔ باقی تین انگلیوں کو مسبحہ وسطی اور بنصرہ کو مساعد کلائی پر رکھے۔ تاکہ جمع بین الروایات ہو جائے۔ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ مساعد یسری کو دائیں ہاتھ سے پکڑے۔

ترجمہ۔ نماز کے اندر خشوع ہونا چاہیے

باب الْخُشُوعِ فِي الصَّلَاةِ

خشوع غایت سکون اور غایت نظم کا نام ہے۔ یوں کہتے ہیں کہ خشوع تو جوارح سے ہوتا ہے اور خضوع قلب سے ہوتا ہے۔ بہر حال خشوع کامل یہ ہے کہ قلب و جوارح دونوں سے توجہ ہو۔ اور کوئی ایک طرف ملتفت نہ ہو۔ کیونکہ ظاہر خشوع ہونا چاہیے۔

مگر قلب متوجہ نہیں ہوتا۔ اور بسا اوقات اس کا مطلب عکس ہوتا ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج کو گیا کہ ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ استار کعبہ سے چمٹا ہوا رو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مگر اس کا قلب بالکل غافل تھا اور منیٰ میں ایک شخص کو کپڑے فروخت کرتے ہوئے دیکھا مگر اس کا قلب ایک دم کے لئے بھی غافل نہ تھا۔ حضرت امام بخاریؒ نے لفظ خشوع اس لئے اختیار فرمایا کہ خشوع فعل جو ارجح کا نام ہے۔ اور وہ اختیاری ہے۔ اور خضوع فعل قلب ہے اور وہ غیر اختیاری ہے لہذا اختیار بابا باندھا کہ وہ اپنا فعل ہے اور مقدمہ ہے خضوع کا بامام بخاریؒ کی غرض کیا ہے۔

حدیث (۶۹۸) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَهُنَا وَاللَّهُ مَا يَخْفَىٰ عَلَيَّ مَوْكُوعَكُمْ وَلَا تُخْشَوْعَكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ وَرَاءَ ظَهْرِي . الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہی سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ اسی جگہ ہے یعنی میری توجہ صرف قبلہ کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کی قسم مجھ پر تمھارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں رہتا۔ اور میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث (۶۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الْح) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَقِيمُوا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَإِنَّ اللَّهَ إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِي وَرَبَّمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا رُكِعْتُمْ وَسَجَدْتُمْ . الْحَدِيث ..

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تم رکوع اور سجود ٹھیک ٹھیک اور پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ اور کبھی فرمایا اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ جبکہ تم رکوع کرتے اور سجدہ کرتے ہو۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ هل ترون قبلتی ہنا آپؐ کا ارشاد ہے جو استفہام انکاری ہے۔ حالانکہ قبلہ تو وہی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ یہاں پر غفلت کی نفی کرنا ہے کہ تمہاری نقل و حرکت کو دیکھتا ہوں مستقبل الیہ اگرچہ قبلہ ہے تم سمجھتے ہو کہ اس کی طرف توجہ کرنے سے میں تمہاری حرکات و سکنات نہیں دیکھ سکتا یہ غلط ہے۔ چنانچہ بعد میں فرمایا واللہ ما یخفی علی رکوعکم الخ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء کی رائے امام بخاریؒ کے انعقاد باب کی غرض کے متعلق یہ ہے کہ خشوع سے مراد سجود ہے اسلئے حدیث میں خشوع کا مقابلہ رکوع سے کیا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک بالکل غلط ہے۔ اسلئے کہ سجود تو ابھی بہت دور ہے ابھی تو قرأت بھی شروع نہیں ہوئی۔ ابھی سے سجود کہاں آ گیا ہے۔ لہذا امام بخاریؒ کے ترجمہ میں خشوع سے سجود مراد نہیں ہو سکتا۔ گو حدیث میں تقابل رکوع کی وجہ سے مراد ہو مگر امام بخاریؒ کے ترجمہ کے لحاظ سے یہاں وہ بھی نہیں ہے اور میری رائے ہے کہ بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ نے

رفع یدین والے باب سے تو قائلین رفع کے مذہب کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور اس سے مذہب حنفیہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہ کہتے ہیں کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے۔ اور خشوع سکون اطراف کا نام ہے۔ من بعدی معنی وراء ظہری

باب مَا يُقْرَأُ بَعْدَ التَّكْبِيرِ

ترجمہ۔ تکبیر کے بعد کیا پڑھے

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ الحمد للہ رب العالمین سے نماز کو شروع کرتے تھے۔

حدیث (۷۰۰) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ (النخ)
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ كَانُوا
يَفْتَحُونَ الصَّلَاةَ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان خوب چپ رہتے تھے۔ اور میرا گمان ہے کہ کچھ دیر چپ رہتے تھے۔ میں نے عرض کی میرا باپ اور میری ماں آپؐ پر قربان ہوں یا رسول اللہ یہ تکبیر اور قرأت کے درمیان چپ رہتے ہیں آپؐ کیا فرماتے ہیں فرمایا میں یہ دعا کہتا ہوں کہ اے اللہ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسی دوری کر دے جیسے مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ اور مجھے گناہوں سے ایسے پاک صاف کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک و صاف ہوتا ہے۔ اور میرے گناہوں کو پانی برف اور اولے سے دھو دے۔

حدیث (۷۰۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (النخ)
حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَسْكُتُ
بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ اسْكَاةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ
هُنِيَةً فَقُلْتُ يَا بَنِي أُمِّیَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْكَاةُكَ
بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ قَالَ أَقُولُ اَللّٰهُمَّ
بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنْقَى
الْقَوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ
بِالْمَاءِ وَالتَّلَجِ وَالْبَرَدِ . الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ امام مالکؒ تکبیر کے بعد نہ بسم اللہ کے قائل ہیں نہ تَعُوذ کے اور نہ ہی سبحانک اللہم کے۔ اگر

کوئی پڑھ لے تو جائز کہتے ہیں امام شافعیؒ اور امام اعظمؒ دعا افتتاح تَعُوذ بسم اللہ کی سنیت کے قائل ہیں۔ پھر دعا افتتاح میں اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ سبحانک اللہم الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ توجیہ یعنی النی وجہت وجہی الخ کو ترجیح دیتے ہیں۔ امام بخاریؒ کا مسلک امام مالکؒ کا مسلک معلوم ہوتا ہے۔ اور باب کی پہلی روایت ان کا مستدل ہے کہ انہو تفتحون الصلوۃ الخ میں اس کی یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ لا یفتحون القراءة لیکن امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں حقیقی معنی مراد لیتا ہوں مجازی نہیں لیتا۔ پھر جمہور کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ابھی تو تم افتتاح الصلوۃ بالتکبیر کہہ چکے ہو۔ پھر اس کا انکار کیسے کرنے لگے۔ تو جواب دیا جاتا ہے کہ تکبیر تو

جزء خارج صلوٰۃ ہے۔ جزء داخل نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جماعت تکبیر کو شرط کرتی ہے۔ شطر نہیں کرتی۔ لیکن مصنفؒ نے جیسے یہ روایت ذکر کی ایسے باب کے اندر دوسری روایت بھی ذکر کر دی۔ جس میں ہے لیسکت بین التکبیر والقرآۃ اسکاتۃ اس کو مصنفؒ جواز پر محمول کرتے ہیں۔ اور آپؐ کے پہلے فعل کو دوام پر محمول کرتے ہیں۔ یا اسے فرائض پر۔ اور دوسری روایت کو نوافل پر محمول کرتے ہیں۔ بہر حال مصنفؒ امام مالکؒ کے ساتھ ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول میں سے معلوم ہو چکا ہے کہ جہاں روایات میں قوی اختلافات ہوں وہاں امام بخاریؒ کوئی حکم نہیں لگایا کرتے۔ یہاں بھی اختلافات روایات صحیحہ کی بنا پر کوئی حکم نہیں لگایا روایتیں دونوں طرح کی ذکر فرمائی ہیں حضرت انسؓ کی روایت ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ پڑھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ذکر فرمائی جو دلالت ہے کہ حضور اکرم ﷺ پڑھتے تھے۔ بہر حال یہاں بھی بہت اختلاف ہے۔ اول اختلاف یہ ہے کہ تکبیر کے بعد کچھ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک سوائے الحمد للہ کے کچھ نہ پڑھے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ پڑھے اور اس میں ایک دوسرا اختلاف جو اسی پر مبنی ہے یہ ہو گیا کہ تَعُوذ پڑھے یا نہ پڑھے۔ جمہور کے نزدیک پڑھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اسی اصل کے موافق کے معانجیر کے بعد الحمد سے شروع کرے کچھ نہ پڑھے۔ اب جبکہ جمہور کے نزدیک پڑھے گا تو اس کے الفاظ کیا ہوں گے۔ صاحب ہدایہ کی رائے ہے کہ قرآن مجید میں چونکہ فاستعذ باللہ استعاذہ وارد ہوا ہے۔ لہذا تبعاً للقرآن استعاذہ پڑھے گا۔ اور ہمارا دوسرا قول یہ ہے کہ اَعُوذ باللہ پڑھے۔ حنابلہؒ کے یہاں دونوں روایتیں ہیں۔ صاحب ہدایہ جیسا بھی اور اَعُوذ باللہ والی بھی۔ پھر اسی میں اختلاف ہے کہ تَعُوذ لَنَا کے تابع ہے یا قرآۃ کے تابع ہے۔ دونوں قول میں ثمرہ اختلاف مثلاً عیدین ہیں۔ نکلے گا ان لوگوں کے نزدیک جو کہتے ہیں کہ قرآۃ کے تابع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات زوائد کے بعد پڑھے اور جو ثنائے کے تابع ہونے کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات سے قبل پڑھے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ پہلی رکعت میں یا ہر رکعت میں۔ اور پھر جب تَعُوذ پڑھے گا تو کہاں پڑھے گا۔ جمہور کے نزدیک قرآۃ سے پہلے اور بعض ظاہریہ کے نزدیک قرآۃ کے بعد اور اِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ سے استدلال ہے کہ استعاذہ کو معقب بقاء التعقیب کیا ہے۔ نیز قرآۃ قرآن سے جو فخر پیدا ہوا تو اس سے استعاذہ کرے۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ ہمیں روایات سے معلوم ہو گیا کہ قرآۃ سے پہلے ہونا چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی اختلاف ہے کہ بسملہ پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ کے نزدیک نہ پڑھے۔ جمہور میں پھر اس میں اختلاف ہے کہ جہراً پڑھے۔ یا سرّاً امام شافعیؒ کے نزدیک جہراً پڑھے۔ اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک سرّاً پڑھے۔ پھر اس کی حقیقت کیا ہے۔ جزء فاتحہ ہے یا نہیں۔ احتاف کے نزدیک جزء نہیں ہے۔ شوافع کے نزدیک جزء ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک دونوں قول ہیں۔ ایک قول ہمارے ساتھ کا ہے اور دوسرا شوافع کے موافق ہے مگر باوجود اس جزوئیت کے قول کے پھر بھی بہر حال سرّاً پڑھے گا۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ سورۃ کے ساتھ پڑھے یا نہ پڑھے اسی طرح نساء پڑھے یا نہ پڑھے۔ مالکیہ نزدیک بالکل نہ پڑھے یہ لوگ حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نماز قرآۃ کی ابتداء الحمد فقرب العالمین سے فرماتے تھے معلوم ہوا اس سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے جمہور فرماتے ہیں کہ

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت اس پر دلیل ہے۔ کیونکہ انہوں نے حضور انور ﷺ سے پوچھا تھا اسکا تک بین التکبیر والقرآء اب کیا پڑھے حنفیہ کے نزدیک ثناء یعنی سبحانک اللہم الخ پڑھے۔ یہی حنابلہ کا مسلک ہے۔ لیکن قیم نے زاد المعاد کے اندر اس دعا کے لئے دس وجوہ ترجیح بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ اس کو منبر پر بمحضر من الصحابہ لوگوں کو یاد کر لیا کرتے تھے۔ اور شافعیہ کے یہاں دعا توجیہ انی وجہت وجهی الخ اور امام ابو یوسف سے جمع منقول ہے۔ پھر اس میں جو انا اول المسلمین ہے ایسے ہی پڑھے یا ان من المسلمین پڑھے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین کذب ہے اور مفسد صلوة ہے۔ ہماری کتابوں میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین لان رسولی اول المسلمین ہر جگہ حضرت انسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں اور جمہور جواب دیتے ہیں کہ چونکہ ثناء تَعُوذُ اور تسمیہ سر اہوتا ہے اس لئے اس کو سنتے نہیں تھے۔ بلکہ الحمد للہ سے سنتے تھے۔ لہذا اسی کو نقل کیا۔ اللہم اغسل خطایا الخ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ جب کپڑا میلا ہوتا ہے تو وہ گرم پانی سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اور یہاں ثلج اور برد سے دھونے کی دعا فرما رہے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دعا اس مادی میل کے ازالہ کے لئے نہیں بلکہ غیر مادی میل کے ازالہ کے لئے ہے جو جنم کا سبب ہے۔ لہذا جس قسم کا دنس ہے اسی قسم کا پانی بھی اس کے لئے چاہیے۔

باب

ترجمہ۔ حضرت اسمائت اہلی بجرؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف سورج گرہن کی نماز پڑھائی۔ چنانچہ آپؐ کھڑے ہوئے تو قیام کو لہا فرمایا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا۔ پھر کھڑے ہوئے تو قیام کو لہا کیا۔ پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا پھر سر اٹھایا اور سجدہ میں گئے۔ تو سجدہ کو لہا کر دیا۔ پھر سر کو اٹھایا پھر سجدہ کیا۔ اور اس کو بھی لہا کیا۔ پھر کھڑے ہو کر قیام فرمایا تو قیام کو لہا کیا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو لہا کیا پھر سر اٹھایا اور قیام کو لہا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لہا کر دیا۔ پھر سر اٹھا کر سجدہ کیا اور سجدہ کو لہا کیا۔ پھر سر اٹھا کے سجدہ کیا تو سجدہ کو لہا کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جنت میرے اتنی قریب ہو گئی کہ اگر میں جرأت کرتا تو اس کے خوشوں میں سے ایک خوشہ تمہارے لئے لے آتا۔ اور جہنم بھی میرے قریب ہوئی حتیٰ کہ میں نے کہا اے میرے رب

حدیث (۷۰۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْيَمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى صَلَوةُ الْكُسُوفِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَفَعَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ أَنْصَرَفَ فَقَالَ قَدْ دَنَّتْ مِنِّي الْجَنَّةُ حَتَّىٰ لَوْ اجْتَرَأْتُ عَلَيْهَا الْجَنَّتُكُمْ بِقَطَافٍ مِّنْ قَطَافِهَا وَدَنَّتْ مِنِّي النَّارُ حَتَّىٰ قُلْتُ أَيُّ رَبِّ أَوْ

اَنَا مَعَهُمْ كَإِذَا امْرَأَةٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَتْ تَحْدِثُهَا هَرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هَذِهِ قَالُوا حَسِبْتُهَا حَتَّى مَاتَتْ جُوعًا لَا أَطْعَمُهَا وَلَا أَرْسُلُهَا تَأْكُلُ قَالَ نَافِعٌ حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَتْ مِنْ خَشْيَةِ الْأَرْضِ أَوْ خَشَاشًا.....

کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ اچانک دیکھتا کیا ہوں کہ عورت ہے۔ میرا گمان یہ ہے کہ فرمایا ایک بلی اس کو خراشیں ڈال رہی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ حال کیوں ہے۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو روک رکھا تھا۔ یہاں تک کہ وہ

بھوکی مر گئی ہے نہ اس کو کھلاتی تھی اور نہ ہی اس کو چھوڑتی تھی کہ زمین کے گھاس پھوس میں سے کھاتی۔ خشیش فرمایا خشاش فرمایا مطلب ایک ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت کو بعض کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا ہے۔ اور بعض باب تولائے مگر ترجمہ ذکر نہیں

کیا۔ جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ تشحید الاذہان ہے۔ یا کالفصل من الباب السابق کے ہے۔ مگر جب کتابوں میں بغیر باب کے ذکر کیا گیا ہے اس صورت میں زیادہ اشکال ہوتا ہے۔ کہ اس میں بالقرآن بعد التکبیر کا کہیں سے ثبوت نہیں ہوتا۔ اس کے کئی جوابات ہیں۔ ۱۔ آپؐ نے اثناء صلوٰۃ میں دعا کی۔ اے رب انا معہم اے انت معذبہم وانا معہم توجب دعا معلوم ہوئی تو اگر کوئی ابتداء صلوٰۃ میں دعا کرے تو جائز ہے۔ اور بعض نے کہا قیام کا طویل کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ نے دعا افتتاح پڑھی ہے۔ مگر یہ دونوں توجہ میں نہیں چلتیں۔ کیونکہ اطالت قیام تو اس کے بعد بھی ہے۔ اور رکوع میں بھی اطالت ہے۔ اور ایسے اثناء صلوٰۃ میں دعا کرنے پر استدلال کرنا یہ بھی تکلف سے خالی نہیں۔ کیونکہ خصوصیت کوئی معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ اگر تمہاں منعقد کر لیتے تو پھر کوئی تکلف نہ ہوتا۔ تو بعض نے کہا کہ یہاں سے صلوٰۃ میں اطالت رکوع کے جواز کو ثابت کرتا ہے۔ باب یہی تھا مصنفؒ نے ہماری آزمائش کے لئے اسے ذکر نہیں کیا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب آپؐ کو یقین ہے کہ میری موجودگی میں عذاب نازل نہیں ہوگا پھر آپؐ اے رب انا معہم کیوں فرماتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض احکام ایسے نازل ہوتے ہیں کہ ان میں شرائط مخفی ہوتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر عموم اور اطلاق معلوم ہوتا ہے تو ایسے یہاں بھی آپؐ کو عدم ایسا ن عذاب کی قطعیت میں شبہ تھا۔ جیسے لا یکلف اللہ نفسا الخ کے بعد فرماتے ہیں ربنا ولا تحملنا مالا طاقت لنا بہ کہا جاتا ہے۔ تو آپؐ کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ وعدہ مقید بشرط ہو ہم اس کو مطلق سمجھ بیٹھے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جب باری تعالیٰ کوئی وعدہ کر لیں تو ان کو کوئی مجبور کرنے والا نہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دنیا میں تو قبول کی گئی مگر حضرت آدمؑ کو قیامت کے دن ڈر ہو گا اور شفاعت کبریٰ سے انکار کر دیں گے۔ ایسے باقی انبیاء بھی انکار کریں گے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر باری تعالیٰ کوئی وعدہ فرمائیں تو اس کی وجہ سے وہ مجبور نہیں ہوتے۔ جب دنیا میں معمولی بادشاہ اپنے عہد و اور مواثیق پر اپنی اتنی قدرت متلاتے ہیں تو کیا باری تعالیٰ اپنے وعدہ کے توڑنے پر قادر نہیں ہیں۔ یقیناً قادر ہیں۔ اس لئے آپؐ کو خداوندی جلال کے مقابلہ میں التجا کرنی پڑے گی۔ کیونکہ نزدیکانِ رایش بود حیرانی ان الله لا یخلف المیعاد کا فرمان ہے۔ تو ادر ان الله علی کل شیء قذیر بھی موجود ہے۔

(اسی کو امکان کذب سے تعبیر کیا جاتا ہے)

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے اس قسم کا باب باب سابق سے فی الجملہ لاحق اور فی الجملہ دور ہوتا ہے۔ روایت

اس میں کسوف کی ذکر فرمائی ہے اور وجہ مناسبت میں اختلاف ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فاطال القیام سے ما یقرء بعد التکبیر ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اطالت قیام دعا ہی کی وجہ سے تو ہوئی۔ مگر چونکہ یہ لفظ نص فی الدعاء نہیں تھا اس لئے باب بلا ترجمہ سے فصل کر دیا۔ مگر ثابت کرنا اسی دعا کو ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نماز ساری مکمل دعا ہے۔ اور حضور اقدس ﷺ آیت رحمت پر دعا اور آیت عذاب پر پناہ چاہتے تھے۔ اور اس میں دعا رب اذنا معنا فرمایا اور یہ بھی دعا ہے۔ تو امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے رب وانا معهم کہہ کر دعا فرمائی۔ یعنی ابھی تک میں موجود ہوں تو یہ عذاب کیسا! لہذا عذاب اٹھا لیجئے لہذا دعا ثابت ہو گئی۔ اور بعض مشائخ علماء کی رائے ہے کہ باب سابق میں دو طرح کی روایات ذکر فرمائی ہیں ایک روایت میں قرأت سے قبل کچھ پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔ اور دوسری سے نہیں۔ تو یہ باب ذکر فرما کر اشارہ فرمادیا اس روایت کے مضمون کے موافق جس سے ثناء وغیرہ کا پڑھنا معلوم ہوتا ہے اس بات کی طرف کہ بعد التکبیر میں انھما نہیں ہے۔ بلکہ وسط میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ باب ما یقرء بعد التکبیر میں ایک روایت حضرت انسؓ کی ذکر کی ہے کہ الحمد للہ سے شروع کرے اور دوسری روایت حضرت ابو ہریرہؓ کی ہے دعا والی۔ یہاں باب باندھ کر ختم سورہ کی طرف اشارہ کر دیا۔ چونکہ تکبیر کے بعد یہ بھی ہوتا ہے۔ مگر اس کے زمان کے تاخیر کی طرف الگ باب باندھ کر اشارہ فرمادیا کہ ضم الحمد اور دعا موثر ہے۔ اور امام بخاریؒ نے باب سابق سے دعا کا اثبات کیا ہے توجیہ اور ثناء والی روایات تو ان کی شرط ہی نہیں ہیں۔ اسی رب اذنا معنا حضور اقدس ﷺ نے وانا معهم کہہ کر اس وعدہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وما کان اللہ معذبہم وهم یتستغفرون اوانت فیہم میں فرمایا تھا کہ ابھی تو میں انہی میں ہوں اور آپ یہ وعدہ فرما چکے ہیں کہ تمہارے ہوتے ہوئے میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔ آخر یہ کیا ہے یہ دعا بھی ہوئی سوائے دعا اول کے۔ اور وسط میں ہوئی خشناس کیڑے کوڑے۔ ضم سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے باب منعقد کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ ابو اب القراءۃ تو مستقل آگے آرہے ہیں۔ بلکہ اس باب کی غرض یہ ہے کہ بعد التکبیر قبل القراءۃ تین دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ ایک ثناء دوسرے تعوذ تیسرے تسبیح تو ان دونوں باؤں سے ان تین اشیاء کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ نیز اول باب سے یہ ثابت کیا کہ شروع قراءۃ کے اندر دعا وغیرہ پڑھنی چاہئے۔ اور دوسرے باب لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ اگر درمیان قراءۃ کے بھی دعا کرے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ وسعت ہے۔ اللہم باعد بینی و بین خطایا ی مشہور قول ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ پڑھنا تعلیم امت کیلئے تھا۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خطاؤں اور ہماری خطاؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن ام مکتوم والے واقعہ میں ڈانٹ پڑ گئی۔ اور عیسٰی و نولمی نازل ہوئی اسی طرح اسارہ بدر کے بارے میں ڈانٹ پڑی۔ اس قسم کی چیزیں عصمت کے خلاف نہیں ہیں۔ لہذا ان کو ظاہر پر محمول کر کے حضور ﷺ کی خطاؤں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

باب رَفَعَ الْبَصَرَ إِلَى الْإِمَامِ

فِي الصَّلَاةِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ

رَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَحْطِمُ بَعْضُهَا بَعْضًا

حِينَ رَأَيْتُمُونِي تَاْخَرْتُ

ترجمہ - نماز میں امام کی طرف نظر اٹھانا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صلوٰۃ کسوف میں فرمایا کہ جہنم کو میں نے دیکھا کہ اس کے شعلے ایک دوسرے کو توڑ رہے ہیں جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے دیکھا۔

حدیث (۷۰۳) حَدَّثَنَا مُوسَى (الخ) عَنْ

أَبِي مُعْمَرٍ قُلْنَا لِعَبَّاسٍ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ. الْحَدِيث.

ترجمہ - حضرت ابو معمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ لوگ یہ کیسے پہچانتے تھے۔ فرمایا آپ کی داڑھی کے پٹنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۰۴) حَدَّثَنَا حُجَّاجُ (الخ) سَمِعْتُ

عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ يُخْطِبُ قَالَ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ وَكَانَ غَيْرَ كَذُوبٍ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ رَفَعُوا رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَأَمَّا وَقِيَامًا حَتَّى يَرَوْهُ قَدْ سَجَدَ الْحَدِيث

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو آپ رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ لوگ اس وقت تک قیام میں رہتے تھے۔ جب تک کہ آپ گود دیکھتے تھے کہ آپ سجدہ کر رہے ہیں۔

حدیث (۷۰۵) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الخ) عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّيْتُ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ رَأَيْتَاكَ تَنَاقَلْتُمَا كَيْفًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْتَاكَ تَكْمَعُكَ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ نَسَاوَلْتُ مِنْهَا عُنُقُودًا وَلَوْ أَخَذْتُهَا لَأَكَلْتُ مِنْهَا مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا. الْحَدِيث

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں سورج بے نور ہوا تو حضور ﷺ نے نماز پڑھی صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم نے آپ کو اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے کسی چیز کو پکڑتے دیکھا پھر ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ لینے لگا۔ اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو جب تک دنیا باقی رہتی اس وقت تک تم اس سے کھاتے رہتے۔

حدیث (۷۰۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَكَانَ النَّحَّاسُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ رَفَعَ الْمِنْبَرَ فَأَشَارَ بِيَدِهِ قَبْلَ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ رَأَيْتُ الْأَنْ مُنْذُ صَلَّيْتُ لَكُمْ الصَّلَاةَ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ مُمَثَّلَتَيْنِ فِي قِبْلَةِ هَذَا الْجِدِّ إِرْقَلُمُ أَرْكَالِيَوْمٍ فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ لَلْأَنَّا . الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ابھی جبکہ تمہیں نماز پڑھا رہا تھا جنت اور دوزخ کو دیکھا جن کی اس دیوار کے قبلہ میں تصویریں بنادی گئی تھیں۔ پس میں نے آج کے دن جیسا کوئی دن نہیں دیکھا۔ جس میں خیر اور شر دونوں جمع ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ حین رایتھونی تا عوت الخ اس اثر میں تورویۃ مقتدیوں کی مذکور ہے۔ مگر آخری روایت سے یہ چیز ثابت نہیں ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ آپؐ نے جب دیوار میں جنت و نار کو دیکھا تو یہ دیوار آپؐ کا مرنی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھنے سے جب فساد فی الصلوٰۃ لازم نہیں آتا تو امام بھی صفوف کی بنسبت اسی طرح ہوتا ہے تو اس کی طرف دیکھنا بھی مفسد صلوٰۃ نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض شراح کی رائے یہ ہے کہ امام حارّیؒ کی غرض یہ ہے کہ امام اور جدار قبلہ کی طرف رفع ہنر جائز ہے۔ اور آسمان کی طرف جائز نہیں جیسا کہ اگلے باب میں آ رہا ہے تو پہلے باب سے جواز اور دوسرے سے کراہت ثابت فرمائی۔ مگر میرے نزدیک امام حارّیؒ نے پہلے باب سے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ مقتدی کی نظر کہاں ہو۔ جمہور کے نزدیک موضع سجود پر لا نہ غایۃ الخشوع اور مالتحیہ کے نزدیک امام کی طرف ہونی چاہیے اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کے انتقالات کا علم ہوتا رہے گا۔ راہت جہنم اس سے استدلال فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے جہنم کو متمثل فی الجدار دیکھا۔ دیکھنا ثابت ہو گیا۔ حین رایتھونی بعض نے اس سے استدلال کیا ہے کہ جب انہوں نے امام کو دیکھا تو نظر الی الامام ثابت ہو گیا۔ ہم کہتے ہیں کہ قرائۃ قرآنہ صحابہؓ میں سے بعض جیسے ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ سر یہ میں قرأت نہیں ہے اور اکثر فرماتے تھے کہ قرأت ہے۔ اس لئے اس کے متعلق سوال ہو اگر تا تھا کہ قرأت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت خبابؓ ابن الارتؓ سے بھی پوچھا گیا۔ تو جواب دیا کہ ہاں قرأت کرتے تھے۔ اس پر سائل نے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلتا تھا تو فرمایا کہ باضطراب لہجہ داڑھی کے ہٹنے کی وجہ سے۔ مگر یہ دلیل تام نہیں ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ دعا کی وجہ سے ہو مگر حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے معلوم ہو گیا کہ قرأت کی وجہ سے اضطراب لہجہ ہوتا تھا۔ کیونکہ ان کی روایت میں ہے ویسمعنا احیاناً یعنی تعلیم کبھی کبھی ہم کو سنایا کرتے تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ آئین میں بھی رفع صوت تعلیم احیاناً تھا۔ اور یہاں جو غرض ہے یعنی رفع الی الامام وہ اس طرح ثابت ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی طرف نظر اٹھائی جب ہی تو اضطراب لہجہ کو دیکھا۔

باب رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا

حدیث (۷۰۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْخَزَّازِيُّ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُرْفَعُونَ أَبْصَارَهُمْ إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَدُّ قَوْلَهُ فِي ذَلِكَ حَتَّى قَالَ لَيَنْتَهَنَّ عَنْ ذَلِكَ أَوْ لَيُخَطَفَنَّ أَبْصَارُهُمْ .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالکؓ نے ان کو حدیث سنائی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ نماز میں اپنی نظریں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ اور اس بارے میں آپ کا فرمان سخت ہو گیا یہاں تک کہ فرمایا کہ لوگ اس کام سے رک جائیں۔ ورنہ ان کی آنکھیں اچک لی جائیں گی۔

باب الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

حدیث (۷۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَدُوٍّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْإِلْتِفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ اخْتِلَاسٌ يَخْلِسُهُ الشَّيْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھر ادھر جھانکنے کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ جھین لینا ہے۔ جس کو شیطان بدے کی نماز سے چھینتا ہے۔

حدیث (۷۰۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى فِي خُمَيْصَةٍ لَهَا أَعْلَامٌ فَقَالَ شَغَلَنِي أَعْلَامُ هَذِهِ أَذْهَبُوا بِهَا إِلَى أَبِي جَهْمٍ وَأَتُونِي بِأَنْجَانِيَةِ .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک خُمیصہ چادر میں نماز پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اس کے نقش و نگار نے مشغول رکھا۔ فرمایا اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ اور میرے پاس انجانیہ چادر لے آؤ جس میں نقش و نگار نہیں ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ الالتفات فی الصلوة کی دو صورتیں ہیں۔ قبلہ کی طرف چہرہ رہے۔ مگر آنکھوں کے کنارے سے

ادھر ادھر دیکھا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے چہرہ پھر جائے۔ پہلی صورت مکروہ تخریجی ہے۔ اور دوسری صورت ممنوع ہے۔ آپؐ نے اعلام یعنی نقش و نگار کو کنکھنیوں سے دیکھا۔ اس کو جمہور مکروہ تخریجی کہتے ہیں۔ اور اہل ظواہر حرام کہتے ہیں۔

وہ ترمذی کی روایت کو مستدل مانتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - خلاصہ یہ ہے کہ الطغات فی حد ذاتہ تو مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو تو باب ثانی سے استثناء فرمایا۔

الطغات کی مختلف قسمیں ہیں ایک الطغات قلبی ہوتا ہے کہ قلب دوسری طرف متوجہ ہو جائے۔ اس الطغات کے ساتھ نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن یہ اعراض من حضور اللہ شام ہوگا۔ اور اکمال صلوٰۃ کے منافی ہوگا۔ دوسرے یہ کہ گوشہ چشم سے دیکھے یہ اوّل سے اخف ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ گردن پھرا کر دیکھے۔ یہ اختلاس شیطان ہے۔ اور اس میں اوّل سے زیادہ کراہت ہے۔ اور چوتھے یہ کہ سینہ پھیر کر دیکھے۔ یہ مفسد صلوٰۃ ہے۔ لفوات الاستقبال کیونکہ استقبال قبلہ نہیں رہا اور اصل بات یہ ہے کہ کسی طرف الطغات نہ ہو نہ قلب سے نہ جو ارجح ہے۔ بلکہ استقبال کامل الی اللہ ہو۔ باب کی روایت میں وارد ہے شعلنی اعلام ہذہ حضور اقدس ﷺ سے اس قسم کے جتنے افعال منقول ہیں وہ ہمارے لئے خلاف اولیٰ ہیں۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے لئے اس میں ثواب ہے۔ کیونکہ اس طرح سے حضور انور ﷺ نے تعلیم فعلی کی ہے۔ اور طبع ما انزل الیک کی تکمیل ہے۔ جیسے موطا میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ انی لانسى ولكن انسى میں بھولتا نہیں ہوں بھلوا دیا جاتا ہوں۔ اور جن افعال کا صدور شان نبوت کے منافی تھا ان کا صدور صحابہ کرامؓ سے کر لیا گیا جیسے زنا وغیرہ ان امور کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو نکوئی طور پر پیش کیا۔ لہذا ہمیں ان صحابہؓ کے متعلق ذرا مشابہ کرنا بالکل غیر مناسب اور حکماً ناجائز ہے۔

ترجمہ۔ کیا کسی ایسے معاملہ کے لئے جو اچانک پیش آجائے یا کسی چیز کو دیکھے یا کھار قبلہ کی طرف دیکھے تو کیا ان امور کے لئے ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ ادھر متوجہ ہوئے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔

باب هَلْ يَلْتَفِتُ لِأَمْرٍ يَنْزِلُ بِهِ
أَوْ يَرَى شَيْئًا أَوْ بُصَاقًا فِي الْقِبْلَةِ
وَقَالَ سَهْلٌ التَّفَتَ أَبُو بَكْرٌ
فَرَأَى النَّبِيَّ ﷺ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کھار کو مسجد کے قبلہ کی طرف دیکھا جبکہ آپؐ لوگوں کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہے تھے تو آپؐ نے اسے چھیل کر زائل فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز کے اندر

حدیث (۷۱۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثُومٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَحْمَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيِ النَّاسِ فَحَتَّهَا ثُمَّ قَالَ حِينَ أَنْصَرَفَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ اللَّهَ قَبْلَ وَجْهِهِ فَلَا يَتَخَمَّنْ

أَحَدُ قَبْلَ وَجْهِهِ فِي الصَّلَاةِ الْحَدِيثُ

ہو۲۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے چہرہ کی طرف ہوتے ہیں

ہیں تم میں سے کوئی بھی نماز کے اندر اپنے سامنے کی طرف نہ تھو کے۔

حدیث (۷۱۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخِ
أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ بَيْنَمَا الْمُسْلِمُونَ فِي
صَلَاةِ الْفَجْرِ لَمْ يَفْجَأَهُمُ إِلَّا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
كَشَفَ سِتْرَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَنَظَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ
صُفُوفٌ قَبَسَمَ يَضْحَكُ وَكَصَّ أَبُو بَكْرٍ عَلَى
عَقْبِهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّفَ فَظَنَّ أَنَّهُ يُرِيدُ الْخُرُوجَ
وَهُمُ الْمُسْلِمُونَ أَنْ يَفْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ
إِلَيْهِمْ أَتَمُّوا صَلَاتَكُمْ وَأَرْخَى السِّتْرَ وَتَوَلَّى مِنْ
آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ اس اثنا میں
کہ مسلمان فجر کی نماز میں تھے کہ اچانک جناب رسول اللہ ﷺ
نمودار ہوئے کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ کھولا تو مسلمانوں
کو صفیں باندھے ہوئے دیکھا مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔
حضرت ابو بکرؓ اپنی ایڑیوں پر پیچھے ہوئے تاکہ آپؐ کی وجہ سے
صف میں مل جائیں۔ ان کا گمان یہ تھا کہ حضور اکرم ﷺ باہر
تشریف لانے کا ارادہ فرما رہے ہیں اور مسلمانوں نے قصد کر لیا
کہ اپنی نماز میں فتنہ میں مبتلا ہو جائیں کہ کہیں نماز نہ توڑ دیں۔
تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی
نماز پوری کرو پردہ لٹکایا اور واپس چلے گئے اور اس دن کے آخری
حصہ میں آپؐ کی وفات ہو گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..

تشریح از شیخ مدنی۔ امام بخاری نے جمع کی صورت بیان کی ہے۔ کہ اگر کسی امر عارض کی وجہ سے التفات ہو تو اس کی

ممانعت نہیں ہے۔ اور بغیر ضرورت کے التفات کرنا جو مغل فی التوجہ ہو یہ ممنوع ہے۔ یہ تطبیق کی صورت اچھی ہے مگر پہلی روایت پر
اشکال ہے۔ کہ فتحہا کے الفاظ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں چھیلا گیا۔ اور یہ فعل ممنوع فی الصلوٰۃ ہے۔ تو بعض نے کہا کہ یہ
فعل قلیل تھا۔ مگر کہا جائے گا کہ جہاں آپؐ کھڑے ہوئے تھے وہاں تو جمیل نہیں سکتے ضرور دو چار قدم آگے بڑھے ہوں گے لکڑی وغیرہ
لے کر پھر چھیلا ہو گا تو اس سارے عمل سے فعل کثیر کا نہ ہونا سمجھ میں نہیں آتا۔ تو دوسری توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے کہ فتحہا وقال میں
تنازع فعلین واقع ہوا ہے۔ انصراف کے وقت آپؐ نے کچھ چھیلا پھر اس کے بعد فرمایا۔ اب کوئی اشکال نہ ہو گا۔

ترجمہ۔ قرآنہ امام اور مقتدی کیلئے سب نمازوں میں
واجب ہے خواہ حضر ہو یا سفر ہو خواہ جہری نماز ہو یا سری
یعنی جہرا قرأت کی جاتی ہے یا آہستہ پڑھی جاتی ہے۔

باب وَجُوبُ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ
وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَاةِ فِي الْحَضَرِ
وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافُ -

حدیث (۷۱۲) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ أَبِي عَمْرٍو عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَكَى أَهْلُ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَارًا فَشَكُّوا حَتَّى ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ يُصَلِّي فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا أَبَا اسْحَاقَ إِنَّ هَؤُلَاءِ يَزْعُمُونَ أَنَّكَ لَا تُحْسِنُ تُصَلِّي قَالَ أَمَّا أَنَا وَاللَّهِ فَإِنِّي كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا آخِرُومَ عَنْهَا أَصَلِّي صَلَوةَ الْعِشَاءِ فَأَرْكَدُ فِي الْأَوَّلِينَ وَأُخِفُّ فِي الْآخِرِينَ قَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا اسْحَاقَ فَأَرْسَلَ مَعَهُ رَجُلًا أَوْرَجَالَ إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ وَلَمْ يَدْعُ مُسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَيَتَوَنَّنَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا حَتَّى دَخَلَ مُسْجِدًا لِنَبِيِّ عَبَسَ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ يُقَالُ لَهُ أُسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكْنَى أَبَا سَعْدَةَ فَقَالَ أَمَا إِذْ لَشَدُّ قَتَادَةَ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يُعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ قَالَ سَعْدُ أَمَا وَاللَّهِ لَأَدْعُونَ بِثَلَاثِ اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا قَامَ رَبَاءٌ وَسَمْعَةٌ فَأَطْلُ عُمَرُ وَأَطْلُ قُفْرَةَ عَرَضَهُ بِالْفَتَنِ وَكَانَ بَعْدَ إِذَا سَمِعَ يَقُولُ كَبِيرٌ مَفْتُونٌ أَصَابَتْنِي دَعْوَةُ سَعْدٍ قَالَ عَبْدُ الْمَلِكِ فَأَنَا رَأَيْتُهُ بَعْدَ قَدْ سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِنَ الْكِبَرِ وَإِنَّهُ لَيَتَعَرَّضُ لِلْجَوَارِي فِي الطَّرْفِ يَغْمُرُهُنَّ.....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ کوفہ والوں نے حضرت سعدؓ کی شکایت حضرت عمرؓ سے کی تو حضرت عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ حضرت عمارؓ کو گور نہایا کوفہ والوں نے جہاں اور شکایات کیں ان میں ایک یہ شکایت بھی ذکر کی کہ وہ نماز اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمرؓ نے قاصد بھیج کر انہیں بلوایا۔ پوچھا اے ابو اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے کہ یہ کوفہ والے کہتے ہیں کہ آپ ان کو نماز بھی اچھی طرح نہیں پڑھاتے۔ تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاتا رہا ہوں۔ جس میں میں نے کسی قسم کی کمی نہیں کی۔ چنانچہ میں ان کو عشاء کی نماز اس طرح پڑھاتا تھا کہ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتا تھا اور آخری دو میں تخفیف کرتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحاق میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔ پھر ان کے ساتھ ایک یا بہت سے آدمی کوفہ کی طرف بھیجے جو کوفہ والوں سے حضرت سعدؓ کے متعلق سوال کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کوئی مسجد چھوڑی جس کے مکان سے ان کے متعلق سوال نہ کیا ہو۔ سب لوگوں نے آپ کے متعلق نیکی کے ساتھ تعریف کی یہاں تک کہ قبیلہ بنو عس کی مسجد میں پہنچے تو ان میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا نام اسامہ بن قتادہ تھا جس کی کنیت ابو سعدہ تھی تو اس نے کہا جب آپ نے ہم سے قسم دے کر پوچھا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ حضرت سعدؓ جہاد میں نہیں چلتے۔ غنیمت کا مال بردار تقسیم نہیں کرتے۔ اور قضا اور فیصلہ میں عدالت انصاف نہیں کرتے۔ جس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں بھی اس کیلئے تین بددعاں کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ مجھوتا ہے

محض دکھاوے اور شہرت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی فرما۔ اس کے فقر کو بھی لمبا کر دے اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا دے۔ چنانچہ اس کے بعد جب اس سے پوچھا جاتا تو کہتا تھا کہ میں بوڑھا اثرانت اور فتنوں میں مبتلا شخص ہوں جس کو حضرت سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔ عبدالملک راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اسے دیکھا کہ بوڑھا پے کی وجہ سے اس کے لہر دو دونوں آنکھوں پر آپڑے تھے اور راستوں میں بچیوں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ کرتا تھا کہ ان کی چٹکیا کاٹا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ وجوب القراءة کا ایک طویل باب ہے اگر میں یوں کہوں کہ یہ بمنزلہ کتاب کے ہے تو صحیح ہو گا۔

اسلئے کہ قرأت میں کئی مسائل مختلف فیہا ہیں۔ لہذا میرے خیال میں ایک کلی باب بمنزلہ کتاب کے باندھ دیا۔ مسئلہ قرأت میں بائیس اختلافات ہیں۔ ان اختلافات کی وجہ سے ایک کلی باب باندھا۔ فی الصلوات کلبھا سے امام بخاریؒ نے حضرت ابن عباسؓ وغیرہ پر رد فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ جہوری میں تو قرأت کے قائل ہیں۔ سری میں نہیں بلکہ جب ان سے کہا گیا تو کہنے لگے خاموش رہو منہ نوج لوں گا۔ کیا حضور ﷺ ہم سے چھپا دیں گے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی دونوں پر ساری نمازوں میں قرأت واجب ہوئی۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مذہب نہیں یہ امام بخاریؒ کا مذہب ہے۔ ماموم پر تو ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی قرأت واجب نہیں۔ سوائے امام شافعیؒ کے دو قولوں میں سے ایک قول میں وجوب فاتحہ کے قائل ہیں۔ اور اس قول کے ساتھ ساتھ ان کے یہاں تصریح ہے کہ اگر امام جلدی سے رکوع میں چلا گیا اگر مقتدی قرأت فاتحہ میں مشغول ہوتا ہے تو فوت رکوع کا اندیشہ ہے یا مقتدی کو کوئی عذر پیش آجائے مثلاً اتنا معذور ہے کہ سجدہ سے اٹھ کر امام کے ساتھ قیام میں شریک ہونا چاہ رہا تھا۔ اتنے میں امام نے رکوع کر دیا تو شافعیہ باوجود وجوب کے قول کے فرماتے ہیں کہ قرأت چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے کسی قول میں واجب نہیں۔ اب کیا ہے۔ احناف کے یہاں خلاف لوٹی ہے اور مالکیہ کے یہاں سری میں لوٹی ہے۔ حنابلہ بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر یوں کہتے ہیں کہ اگر جہوری میں اتنا دور ہو کہ امام کی آواز نہ آتی ہو تو پڑھنا لوٹی ہے۔ فی الحضر وال سفر الخ۔ ابواب الوکوع تک سارے ابواب ہیں۔ اس باب کی مثالیں اور توضیحات ہیں۔ لہذا اب یہ اشکال نہ ہو گا کہ جہر فی المغرب کا باب کیوں باندھا حالاً صلوة الا بفاتحة الكتاب سے استدلال کیا گیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اولاً تو روایت مضطرب ہے کما فی ابی داؤد اور اگر مان لیں تو یہ ہم پر وارد نہیں۔ اس لئے کہ دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے کہ من کان له امام فقرأه الامام قرأ له کہ جس شخص کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہوگی۔ لہذا وہ قاری فاتحہ رہا۔ اس روایت کے بعض اسناد میں و ما زاد بھی ہے اور ما زاد کی فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ شکی اهل الکوفة سعدنا یہ سعد بن اہل وقاصؒ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے۔ کسی کو ان سے عناد ہوا اس نے دار الخلافہ میں حضرت عمرؓ کے یہاں جمع اہل کوفہ کی طرف سے شکایت لکھ بھیجی۔ حضرت عمرؓ کے یہاں خبر پہنچی۔ انہوں نے فوراً حضرت سعدؓ کو معزولی کا حکم بھیج دیا۔ اور ان کی جگہ حضرت عمار بن یاسرؓ کو عامل بنا کر بھیج دیا۔ اور حضرت سعدؓ کو طلب کر لیا۔ فقال یا ابا اسحاق یہ حضرت سعدؓ کی کنیت ہے۔ ما احرم ای ما انقص میں کی نہیں کرتا۔ فار کد ای فاطول لمبا کرتا ہوں۔ قال ذالک الظن حضرت عمرؓ نے جب ان سے پوچھا کہ یہ اہل کوفہ تمہاری شکایت

کر رہے ہیں کہ تم اچھی طرح سے نماز نہیں پڑھتے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں تو ان کو حضور اکرم ﷺ کی نماز پڑھاتا ہوں یعنی جیسے حضور انور ﷺ پڑھایا کرتے تھے۔ اس پر کوئی کو تاہی نہیں کرتا۔ اولین میں قراءۃ طویل کرتا ہوں۔ اور آخرین میں اختصار کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے جب یہ سنا تو فرمایا ذاك الظن ہك یعنی تمہارے ساتھ یہی گمان رکھتا ہوں کہ تم ایسا ہی کرتے ہو گے۔ اور بات یہی ہے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ فاتح عراق اور اجل صحابہؓ اور حضور انور ﷺ کے ماموں ہیں یہاں اشکال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے منہ پر تعریف کی۔ حالانکہ منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سعدؓ ناراض ہو گئے ہوں گے۔ لہذا حضرت عمرؓ نے اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ایسا فرمایا فارسل منہ رجلا اب تحقیق واقعہ کے لئے حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کے ساتھ آدمی بھیجے کہ جا کر معلوم کریں کہ آخر بات کیا ہے۔ وہاں جا کر انہوں نے حضرت سعدؓ کے متعلق پوچھا اور کوئی مسجد نہیں چھوڑی جہاں انہوں نے تحقیق نہ کی ہو۔ اس لئے کہ حضرت سعدؓ امیر تھے۔ جمعہ کے دن لوگ جمع ہوتے ہی ہیں۔ ان کو حال معلوم ہوتا ہے۔ اور پہلے ایک ہی جگہ جمع ہوا کرتا تھا۔ اس زمانہ کی طرح نہیں جہاں چاہے جمعہ قائم کر دیا وہ لوگ حضرت سعدؓ کی تعریف کرتے تھے تحقیق کرتے کرتے مسجد بنو عس میں پہنچے۔ وہاں بھی دریافت کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان سے کہا کہ جب تم قسم دلا کر پوچھتے ہو تو پھر سنو! اللہ کے نام کی عظمت کی وجہ سے کہتا ہوں کہ ان سعد لایسیر بالسریۃ کہ حضرت سعدؓ خود جہاد کو نہیں جاتے اور اپنی جان بچاتے ہیں ڈرتے ہیں۔ لا یقسم بالسویۃ اور برابر تقسیم نہیں کرتے۔ انہوں کو ترجیح دیتے ہیں ولا یعدل فی القضیۃ اور حق بات میں انصاف نہیں کرتے۔ قال سعد اما واللہ لا دعون بثلث حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھ پر تین الزام لگائے ہیں۔ اور میں ان کے مقابل میں تین بد دعائیں کرتا ہوں۔ اور پھر تین بد دعائیں دیں۔ اے اللہ اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہو۔ محض ریا اور سنانے کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ میں نے تو حق بات حضرت سعدؓ کے مقابل میں بھی کہہ دی تو اس کی عمر طویل کر دے۔ اور اس کا فقر بڑھا دے۔ اور اس کو فتنوں سے دوچار کر دے۔ حضرت سعدؓ صحابہ میں مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ حضرت سعدؓ کی بد دعا قبول ہوئی۔ اور اس شخص کی سخت پڑھاپے کی وجہ سے پلکیں جھک گئیں تھیں۔ فقر کی وجہ سے مانگتا پھر تا تھا۔ اور راستہ میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا۔ اور پھر ذلیل ہوا کرتا تھا۔ یہ تعویض بالفتن ہو گیا۔ چونکہ حضرت سعدؓ نے اپنی بد دعا کو ایک شرط کے ساتھ معلق کیا تھا کہ اگر یہ قائل کاذب ہو تو ایسا فرما اور دعا قبول ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ شخص کاذب تھا اور اس نے فلفل الزام لگایا تھا اس کے بعد جب اس کا یہ حال ہو گیا تو جب لوگ دریافت کرتے تو کہتا تھا کہ حضرت سعدؓ کی بد دعا لگ گئی۔

چو! یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے قلوب کو اپنی طرف سے مکر نہ ہونے دو۔ ان کی طبیعت کو تمہاری طرف سے کوئی ملال نہ ہونے پائے۔ ورنہ اس کا اثر ایک نہ ایک دن ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ میرے والد صاحب مرحوم کا جب انتقال ہو گیا تو بہت سے لوگ تعزیت کو آئے۔ ان میں ایک صاحب ایسے بھی آئے جن کو کشف قبور ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے مجھے میرے والد صاحب مرحوم کی طرف سے بہت سے پیغامات پہنچائے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ اس سے کہہ دو کہ بزرگوں کا دل اپنی طرف سے بُرائی نہ ہونے دے اس لئے کہ دنیا میں

ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ میں نے کئی سال بعد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے پوچھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بزرگوں کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ ناحق کو ترجیح دیں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ ناحق کو کبھی ترجیح نہیں دیتے۔ ہوتا وہی ہے جو حق ہوتا ہے خواہ کتنا ہی بڑا بزرگ ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ اہل اللہ کو جو کبھی کندر ہو جاتا ہے اس کا اثر ہو کر رہتا ہے۔ چاہے جب کبھی ہو۔ ان کے قلب کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس کا کسی نہ کسی دن اثر ظاہر ہوتا ہے۔

بیچ تو رمے را خدار سوانہ کرد تا دلے صاحب دلے نیلبدرد

الحاصل جس شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر حضرت سعدؓ کی شکایت کی تھی اس کا نام اسامہ بن قنادہ تھا۔ اور کنیت ابو سعدہ تھی اس نے تین شکایتیں کیں جس کے بدلہ میں حضرت سعدؓ نے اس کو بھی تین بدعائیں دیں۔ اول اس نے شکایت کی کہ خود جہاد میں نہیں جاتے گویا موت کے خوف سے گھر میں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کے بدلہ میں انہوں نے بدعادی کہ اطل عمرہ یعنی اس کی شکایت کا حاصل یہ ہے کہ میں طویل عمر چاہتا ہوں۔ اور موت کے خوف سے نہیں نکلتا اے اللہ مجھے تو طویل عمر کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے دوسری شکایت یہ تھی کہ بدامری سے تقسیم نہیں کرتے جس کا حاصل یہ ہے کہ فقرہ کا مجھے خوف ہے اس لئے میں تھوڑا تھوڑا بے انصافی سے دیتا ہوں۔ اس پر آپ نے بدعائی اطل فقرہ کہ مجھے تو طول فقر نہیں چاہیے۔ البتہ اس کو ضرور عطا فرمادے۔ تیسری شکایت تھی کہ معاملات کے اندر بے انصافی کرتے ہیں۔ گویا فتنہ پھیلاتا ہوں اس پر حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ اسے فتنوں میں مبتلا کر دے۔ چنانچہ یہ سب بدعائیں اسے لگیں۔

حدیث (۷۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يُقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ.. الْحَدِيثُ

حدیث (۷۱۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النَّخَعِيُّ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّ وَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلَّى كَمَا صَلَّيْتُ ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي

ترجمہ۔ حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے سورۃ فاتحہ الکتاب نہ پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی تو اس سے فرضیت قرآن ثلاث ہو گیا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور شخص بھی داخل ہوا۔ اس نے نماز پڑھ کر جناب نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم جا کر پھر نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس نے جا کر ایسے ہی نماز پڑھی جیسے وہ پہلے پڑھ چکا تھا۔ پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا آپ نے فرمایا واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے

بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنُ غَيْرَهُ فَلَعَلَّنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ
إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ أَقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ
ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ
فَاقْبَلْ ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى
تَطْمَئِنَّ جَالِسًا وَالْفِعْلُ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا.....

نماز ہی نہیں پڑھی یہ حال یہ تین مرتبہ واقعہ پیش آیا۔ آخر
اس شخص نے کہا کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو
حق دے کر بھیجا ہے کہ میں تو اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا
آپؐ مجھے سکھائیں تو آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے
کھڑے ہو تو پہلے تکبیر تحریرہ کو۔ پھر قرآن مجید میں سے جو
تجھے آسان ہو اس کو پڑھو پھر رکوع کرو یہاں تک رکوع کی

حالت میں تمہیں اطمینان ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدے میں اطمینان
حاصل ہو جائے۔ پھر سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور اسی طرح اپنی سب نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ کی روایت سے معلوم ہوا کہ بغیر فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر شوافعؒ

کے نزدیک قرآن فاتحہ الکتاب نماز کے اندر فرض ہے۔ یہی ماحیہ کا مذہب ہے۔ اور حنابلہ کی روایت ہے اور دوسری روایت احناف کے موافق
ہے کہ مطلق قرآن فرض ہے خاص طور سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ ہماری دلیل حدیث المعسیٰ ہے۔ جس کے اندر فاقروء ما
تیسرک من القرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مطلق قرآن فرض ہے۔ البتہ اس حدیث کی بنا پر فاتحہ کی قرآنہ وجوب کے درجہ میں ہوگی۔
حدیث المعسیٰ کے متعلق ایک لطیفہ سنو۔ وہ یہ کہ یہ روایت تنقیدات دارقطنی میں سے ہے۔ مگر سب ائمہ نے اس سے بہت سے
مسائل کا استنباط فرمایا۔ چنانچہ علامہ شعرانی کے بھائی مولانا فضل اللہ مرحوم نے اس حدیث سے ۷۷۷ مسائل مستنبط فرمائے ہیں
ایک اہم بات سنو! قرأت فاتحہ احناف کے نزدیک واجب ہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ واجب صرف علماء احناف کے یہاں ہے۔ کسی اور امام
کے یہاں نہیں ہے یہ بات صحیح نہیں۔ کیونکہ نفس واجب تو سب کے یہاں ہے۔ البتہ اس کا نام واجب احناف ہی کے یہاں ہے۔ دوسرے
ائمہ اس واجب کو دوسرے اسم سے تعبیر کرتے ہیں جیسے احناف کے نزدیک نماز مستحب سنت واجب اور فرض سے مرکب ہے اس طرح
حنابلہ کے نزدیک مستحب سنت فرض غیر قطعی اور فرض قطعی سے مرکب ہے۔ شوافع کے یہاں آداب سنت ابعاد اور فرض یہ نماز
کے اصل اجزاء شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ماحیہ کے نزدیک بھی نماز مندوب سنت مؤکدہ اور فرض مرکب ہے۔ تو گویا تمام ائمہ کے نزدیک نماز
کے چار اجزاء ہوئے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ احناف کے نزدیک واجب اور حنابلہ کے یہاں فرض غیر قطعی۔ شوافع کے یہاں ابعاد اور
امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ کے چھوڑنے سے سجدہ سموا واجب ہوتا ہے۔ لہذا اشیٰ ایک ہی ہوئی البتہ تعبیر میں فرق ہو گیا کہ احناف نے
اسے واجب سے تعبیر کر دیا۔ شوافع نے ابعاد سے۔

باب الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ ترجمہ۔ ظہر کی نماز میں قرأت ہے

حدیث (۷۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانُ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَعِدُ كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْعِشِيِّ لَا آخِرَ مُعْنَاهَا كُنْتُ أَرْكَدُ فِي الْأَوَّلَيْنِ وَأَحْدِفُ فِي الْآخِرَيْنِ فَقَالَ عُمَرُ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ

ترجمہ۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا میں تو ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھاتا تھا۔ شام کی دو نمازیں کہ جن میں کمی نہیں کرتا تھا۔ وہ اس طرح کہ پہلی دو رکعتوں میں سکون کرتا تھا اور آخری دو میں کم پڑھتا تھا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا بھی آپ کے متعلق یہی گمان تھا۔

حدیث (۷۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَسْمَعُ الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يُطَوِّلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَيُقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے اور کبھی کبھی ایک آیت سنا دیتے تھے اور عصر کی نماز میں فاتحہ کتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے۔ اور صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے اور دوسری میں کمی کرتے تھے۔

حدیث (۷۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ (الخ) عَنْ أَبِي مُعْمَرٍ قَالَ سَأَلْنَا خَبَابًا أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بَايَ شَيْءٍ كُنْتُمْ تَعْرِفُونَ قَالَ بِأَضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ. الْحَدِيثُ .

ترجمہ۔ حضرت ابو معمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قراءت کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں۔ ہم نے پوچھا آپ کس چیز سے یہ پہچانتے تھے فرمایا آپ کے داڑھی کے پلنے کی وجہ سے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یسمع الایہ احیاناً صلوة میں اسماع آیتہ پر ہمارے فقہاء سجدہ سوکتے ہیں۔ تو بعض نے کہا کہ آپؐ عمداً جہراً نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ قراءت تو سرا ہوئی تھی۔ البتہ کبھی کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ تعلیم۔ مگر دوسرا جواب اچھا ہے کہ آپؐ تعلیم امت کے لئے کہ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے۔ اسماع آیتہ یعنی آیت سنا دیا کرتے تھے۔ کسی اور کے لئے یہ جائز نہیں تو آپؐ کی خصوصیت ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں باب وجوب القراءة علی الامام والمأموم میں بتا چکا ہوں کہ اصل تو یہ باب ہے اور اس کے بعد ابواب الركوع تک جتنے ابواب آرہے ہیں سب اس کی تفصیل اور تمثیل ہیں۔ لہذا اب ہر جگہ اس بات کی تلاش کی ضرورت نہ ہوگی کہ امام بخاریؒ کی یہاں کیا غرض ہے۔ گو کہیں فائدہ جدیدہ بھی حاصل ہو جائے۔ جیسے یہاں ایک فائدہ جدیدہ یہ حاصل ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک سری صلوات میں قرأت واجب نہیں۔ تو ان پر اس باب سے رد ہو گیا کہ ظہر کے اندر قرأت ہے کنت اصلی بہم یہ وہی حضرت سعدؓ کی روایت ہے۔ اور ان کی روایت میں صلوتی العشاء صلوتی العشی دو طرح کے الفاظ وارد ہیں۔ اگر صلوتی العشاء ہو تو مغرب اور عشاء مراد ہوگی۔ صلوتی العشی ہے تو صلوتین سے ظہر اور عصر مراد ہوگی۔ اور اس میں لاحالہ ایک صحیح ہے اور ایک وہم ہے۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ بخاریؒ میں ہونا اس کو مستلزم نہیں۔ کہ موافق واقعہ بھی ہو۔ اب یہاں متن میں صلوتی العشاء جو ہے وہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ جو حاشیہ کا نسخہ ہے یعنی احدی صلوتی العشی یہ ہونا چاہیے۔ بطول فی الاولی الخ یہ مسئلہ آگے آ رہا ہے۔

باضطراب لحیة میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ محض اس سے اس بات پر استدلال تام نہیں ہوتا۔ کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرماتے تھے۔ یہ تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس ﷺ کچھ پڑھتے تھے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس ﷺ یوں ہی منہ کو نہیں ہلاتے تھے۔ لیکن کیا پڑھتے تھے اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ممکن ہے دعا پڑھتے رہے ہوں۔ لہذا اس کے ساتھ ایک اور بات لگانی پڑے گی جو دوسری حدیث میں آرہی ہے۔ کان یسمعنا الایة۔ احیاناً اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ قرأت فرمایا کرتے تھے اور اس طرح آیہ تعلیم ہو کر تھا۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کہی آمین بھی تعلیم ازور سے ہو جایا کرتی تھی۔ بطول فی الركعة الا ولی اس کے متعلق مستقل باب آ رہا ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے کہ دونوں رکعتیں برابر ہوں گی یا کچھ فرق ہوگا۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر نماز کی پہلی رکعت دوسری سے طویل ہوگی۔ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف صبح کی نماز کے اندر پہلی رکعت دوسری رکعت سے طویل ہوگی۔ امام شافعیؒ کے نزدیک کسی نماز کے اندر بھی یہ حکم نہیں بلکہ سب برابر ہیں۔

باب الْقِرَاءَةُ فِي الْعَصْرِ ترجمہ۔ عصر کی نماز میں قرأت ہے

ترجمہ۔ ابو معمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت خباب بن الارتؓ سے کہا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر میں قرأت کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے کہا آپ لوگ آپ کی قرأت کو کس چیز سے معلوم کرتے تھے فرمایا آپ کی داڑھی کے حرکت کرنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ (الخ) قُلْتُ لِحَبَابِ بْنِ الْأَرْتِ أَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ بَابِي كَيْفَ عَرَفْتُمُ تَعْلَمُونَ قَرَأَتْهُ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ ...

حدیث (۷۱۹) حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (الغ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی دو رکعتوں میں فاتحہ الكتاب اور ایک ایک سورہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب کی غرض پہلے معلوم ہو چکی ہے۔

باب القراءة في المغرب

ترجمہ۔ نماز مغرب میں قرأت ہے

حدیث (۷۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الغ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ "أَنَّه قَالَ إِنَّ أُمَّ الْفَضْلِ سَمِعَتْهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسِلَتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَقَدْ ذَكَرْتَنِي بِقِرَاَتِكَ هَذِهِ السُّورَةِ إِنَّهَا لِأَخْرَمَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ حضرت ام الفضل نے ان کو والمرسلات عرفاً پڑھتے سنا تو فرمایا کہ تو نے اس سورت کو پڑھ کر مجھے یہ سورت یاد دلادی کیونکہ یہی وہ آخری سورت ہے جس کو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ وہ اسے مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے

حدیث (۷۲۱) حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ (الغ) عَنْ مُرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي رِبْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَالِكٌ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقِصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ بِطَوِيلٍ الطَّوِيلَيْنِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت مروان بن الحکمؓ فرماتے ہیں اور مجھے کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ آپؐ مغرب کی نماز میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتے تھے۔ حالانکہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دو لمبی سورتوں میں لمبی سورت پڑھتے سنا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح نے امام بخاریؒ پر اشکال کیا ہے کہ مغرب کی نماز میں تو قرأت ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں

پھر باب کیوں باندھا۔ بعض علماء نے جواب دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنے کے لئے باب باندھا ہے کہ ظہر اور عصر کی نوعیت اور ہے۔ اور مغرب عشاء کی اور ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے یہ ابواب ابواب الرکوع تک باب وجوب القراءة علی الامام والمأموم کی تفصیل ہیں۔ اگر انہوں نے یہاں یہ جواب دے دیا کہ نوعیت قرأت بیان کرنی ہے۔ تو پھر جہر بالمغرب وجہر بالعشاء میں کیا کہیں گے۔ لہذا لاخر ما سمعت من رسول اللہ ﷺ یقرأها فی المغرب یعنی یہ سورۃ والمرسلات عرفاً آخری سورت ہے

جس کو میں نے رسول اللہ ﷺ کو مغرب میں پڑھتے ہوئے سنا۔ مگر اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ آخری نماز ہو کہ اس کے بعد پھر آپؐ نے کوئی نماز نہ پڑھی ہو۔ کیونکہ ممکن ہے بہت پہلے سنی ہو اور پھر دوبارہ سننے کا موقع نہ ملا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ اس روایت کے بعض طرق میں اخیر میں ماضی لنا بعد بھی آیا ہے۔ کہ ہمیں بعد میں آپؐ نے نماز نہیں پڑھائی۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ کی آخری نماز ہو۔ لہذا اب دو اشکال ہو گئے۔ اول تو یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز مغرب میں گویا سورہٴ والموسلات عرفا پڑھی گئی۔ حالانکہ فقہاء یہ کہتے ہیں کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ محقق علماء کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی آخری نماز فجر ہے جو دو شنبہ کے دن پڑھی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں تو آخری نماز جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی وہ جمعرات کی شام کو مغرب کی نماز ہے۔ اور اس کے بعد عشاء سے لے کر دو شنبہ کی صبح تک سترہ نمازیں حضرت ابو بکرؓ نے پڑھائیں۔ جس میں یہاں دی بین رجلین ہے۔ وہ دلیل ہے تو ممکن ہے کہ مغرب سے مراد آخر مغرب ہو جو حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ مگر پھر مجھ پر اشکال یہ ہے کہ میری تحقیق کے موافق شنبہ کے دن کی ظہر کی نماز حضور اقدس ﷺ نے پڑھائی۔ کما قلت سابقاً تو پھر ماضی لنا بعد درست نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اپنے اعتبار سے فرمایا۔ ظہر کی نماز میں وہ حاضر نہیں ہوئیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جبراً نہیں پڑھائیں۔ اور تیسرا جواب جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ مائل ہیں۔ وہ یہ ہے کہ آخری نماز نبی اکرم ﷺ نے اپنے حجرہ میں مغرب کی نماز پڑھائی وہ مراد ہے۔ اس میں حضرت ام الفضل حاضر تھیں۔ اب دوسرا اشکال یہ ہے کہ جمہور کے قول کے خلاف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ استحباب قصار فی المغرب کے قائل ہیں۔ امام ابو داؤدؒ نے سمعت النبی ﷺ یقرأ بطولی الطولین نقل فرما کر عروہ کے اثر سے اس کے نسخ پر استدلال کیا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ کیا ضروری ہے کہ پوری پڑھتے تھے کچھ حصہ پڑھتے ہوں۔ علماء کرام نے قرآن پاک کی سورتوں کی تقسیم اس طرح فرمائی ہے۔ کہ اول سبع طول اس کے اندر سورہٴ اعراف تک سورہٴ بقرہ سے لے کر چھ سورتیں ہوتی ہیں۔ ساتویں سورت کے اندر اختلاف ہے کہ وہ کون سی سورت ہے۔ بعض نے سورہٴ فاتحہ کو بتلایا ہے۔ کیونکہ اگرچہ وہ چھوٹی سی سورت ہے لیکن ام القرآن ہے۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سورہٴ انفال اور برات ملا کر سات سورتیں ہوتی ہیں اس کے بعد گیارہ سورتیں مبین کہلاتی ہیں۔ اس کے بعد تیس سورتیں مثنائی کہلاتی ہیں۔ پھر آخر قرآن تک تمام سورتیں مفصلات کہلاتی ہیں اب یہ کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہے۔ اس کے اندر اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ انا فتحنا سے فرماتے ہیں۔ اور احنافؒ کے نزدیک سورہٴ حجرات سے اس کی ابتداء ہے۔ پھر مفصل کی تین قسمیں ہیں۔ طوال مفصل۔ اوساط مفصل۔ اور قصار مفصل۔ شوافع کے نزدیک طوال مفصل۔ سورہٴ انا فتحنا لک الخ سے لے کر سورہٴ عبس تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک سورہٴ حجرات سے لے کر سورہٴ بروج تک ہے۔ اور اوساط مفصل کی انتہا شوافع کے نزدیک والضحیٰ تک ہے۔ اور ہمارے نزدیک اذاذ لزلت الارض تک ہے۔ پھر اخیر تک قصار مفصل ہے۔ اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صبح کی نماز کے اندر طوال مفصل کا پڑھنا اولیٰ اور مستحب ہے اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور بقیہ کے اندر اوساط مفصل پڑھے

باب الْجَهْرِ فِي الْمَغْرِبِ

ترجمہ۔ مغرب کی نماز میں بلند آواز سے پڑھنا

حدیث (۷۲۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ
عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورہ الطور
پڑھتے سنا ہے۔

باب الجهر في العشاء

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں بھی بلند آواز سے پڑھنا ہے

حدیث (۷۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي
رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ
إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُ
خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا زَالَ اسْجُدْ بِهَا حَتَّى الْقَاهِ

ترجمہ۔ حضرت ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے
عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ پڑھی تو انہوں نے
اذا السماء انشقت پڑھا۔ اور اس میں سجدہ کیا۔ جب میں نے
ان سے سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے
ابو القاسم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیچھے نماز میں سجدہ تلاوت

کیا ہے۔ پس میں تو اب ہمیشہ اس سورہ میں سجدہ کرتا رہوں گا۔ یہاں تک حضور اقدس ﷺ سے جا کر ملوں گا۔

حدیث (۷۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (البحر) عَنْ
عَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ فِي
سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي أَحَدَى الرَّكْعَتَيْنِ بِالَّتَيْنِ
وَالزَّيْتُونِ . الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت عدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت براءؓ سے سنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں تھے تو
عشاء کی دو رکعتوں میں سے ایک کے اندر والتین والزيتون
پڑھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ مالکیہ کے نزدیک اس سورہ کا پڑھنا جس میں سجدہ تلاوت ہو فرائض کے اندر مکروہ ہے اسلئے

کہ عام لوگوں کو اشتباہ ہوگا۔ اس لئے خاص طور پر اس کے اثبات کے لئے باب باندھا۔

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ بِالسَّجْدَةِ

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں سجدہ والی سورت پڑھنا

حدیث (۷۲۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ (البحر) عَنْ أَبِي
رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ

ترجمہ۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ
کے ہمراہ عشاء کی نماز پڑھی۔ انہوں نے اذا السماء انشقت

پڑھی اور اس میں سجدہ کیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا سجدہ ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسم رحمہ اللہ کے پیچھے اس میں سجدہ کیا ہے۔ پس اب تو ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملوں۔

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ فَسَجَدَ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ سَجَدْتُ فِيهَا خَلَفَ أَبِي الْقَاسِمِ رحمہ اللہ فَلَا زَالَ اسْجُدُ فِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ... الحديث....

ترجمہ۔ عشاء کی نماز میں قرأت ہے

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

ترجمہ۔ حضرت عدی بن ثابتؓ نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ کہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عشاء کی نماز میں والتین والتین پڑھتے ہوئے سنا وہ یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھی قرأت والا نہیں سنا۔

حدیث (۷۲۶) حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى الْخ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْرَأُ فِي الْعِشَاءِ بِالتَّيْنِ وَالتَّيْنِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ صَوْتًا مِنْهُ أَوْ قِرَاءَةً... الحديث

ترجمہ۔ آپؐ پہلی دو رکعتوں میں طوالت کرتے تھے اور آخری میں طوالت ترک کر دیتے تھے۔

باب يُطَوَّلُ فِي الْأُولَيَيْنِ وَيُحَذَفُ فِي الْآخِرَيْنِ

ترجمہ۔ ابو عون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ کوفہ والوں نے ہر معاملہ میں آپ کے متعلق شکایت کی ہے۔ حتیٰ کہ نماز کے بارے میں بھی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلی دو رکعتوں میں درازی کرتا ہوں اور دو آخری میں طوالت کو ترک کرتا ہوں۔ اور جب سے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتدا کی ہے کبھی اس میں کوتاہی

حدیث (۷۲۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ لَقَدْ شَكَّوْكَ فِي كُلِّ كَيْسٍ حَتَّى الصَّلَاةُ قَالَ أَمَا أَنَا كَأَمَدٌ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُحَذِفُ فِي الْآخِرَيْنِ وَلَا أَلْوَمَا أَتَدْبِئْتُ بِهِ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ صَدَقْتَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ظَنِّي بِكَ.....

نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ نے سچ فرمایا یہی گمان آپ کے ساتھ تھا میرا گمان آپ کے ساتھ یہی تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اولین اس لئے طویل ہوں گی کہ اس میں ضم سورۃ ہے اور اخیرین میں

ضم سورۃ نہیں ہے۔

باب الْقِرَاءَةِ فِي الْفَجْرِ وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ بِالطُّورِ

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں قرأت ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فجر کی نماز میں سورہ طہ پڑھی۔

حدیث (۷۲۸) حَدَّثَنَا اَدَمُ بْنُ اَبِي نَجْمٍ قَالَ دَخَلْتُ اَنَا وَابْنِي عَلٰى اُمِّ بَرْزَةَ الْاُسْلَمِيَّةِ فَسَالْنَا هُ عَنْ وَقْتِ الصَّلَاةِ فَقَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ حِينَ تَزُولُ الشَّمْسُ وَالْعَصْرُ وَيَرْجِعُ الرَّجُلُ اِلَى اَنْصَاةِ الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ حَيَّةٌ وَتَسِيَتْ مَا كَانَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يَأْتِي اِلَّا بِتَاخِيرِ الْعِشَاءِ لَوْ لَيْتَ اللَّيْلُ وَلَا يُحِبُّ النَّوْمَ قَبْلَهَا وَلَا الْحَدِيثَ بَعْدَهَا وَيُصَلِّي الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ الرَّجُلُ فَيَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ اَوْ اِحْدَهُمَا مَائِينَ السِّتِينَ اِلَى الْمِائَةِ

ترجمہ۔ حضرت سیار بن سلامہؓ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ حضرت ابو ہریرہؓ اسلمیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے ان سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔ اور عصر کی نماز کو اس وقت پڑھتے تھے جبکہ ایک آدمی مدینہ کے انتہائی مقام تک واپس پہنچ جاتا تھا۔ جبکہ سورج ابھی تغیر پذیر نہیں ہوا تھا۔ اور مغرب میں جو کچھ آپ نے فرمایا میں اسے بھول گیا۔ البتہ تیسرے حصہ رات تک عشاء کی نماز مؤخر کرنے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ اس سے پہلے سونا اور بعد میں باتیں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور صبح کی نماز ایسے وقت میں پڑھتے کہ آدمی فراغت صلوٰۃ کے بعد اپنے

سامنے کو پہچان سکتا تھا۔ درال حالانکہ آپؐ دور کعتوں میں یا ایک میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قالت ام سلمة الخ یہ کتاب الحج کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے اور پہلے پوری روایت گزر چکی ہے میری رائے میں یہ ۱۳ ذوالحجہ کی صبح کی نماز کا واقعہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ جب حج سے فارغ ہو گئے تو رات ہی میں مکہ میں طواف وداع کرنے آئے۔ ۱۳ ذوالحجہ کی صبح کو کعبہ کے پاس صبح کی نماز پڑھی۔ اور اس میں سورہ طہ و الطور پڑھی۔ پھر طواف وداع کیا اور فراغت کے بعد مدینہ منورہ رخصت ہوئے۔

ترجمہ۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سنا دیا یعنی جہر کیا ہم نے بھی وہ تمہیں سنا دیا اور جہاں مخفی پڑھا

حدیث (۷۲۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ اَبِي مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ مَا سَمِعْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ اَسْمَعْنَا كُمْ وَمَا خَفِيَ عَلَانَا خَفِينَا

عَنْكُمْ وَإِنْ لَمْ يَزِدْ عَلَى أَمِّ الْقُرْآنِ اجْزَأَتْ وَإِنْ زِدَتْ فَهِيَ خَيْرٌ.. الحديث..

ہم نے بھی تم سے محض رکھا۔ اگر نماز میں صرف ام القرآن سورۃ فاتحہ پر اکتفا کریں تو وہ کافی ہے۔ اور زیادہ کریں یعنی اور سورت ملائیں تو بہتر ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت کی ترجمۃ الباب سے مطابقت معلوم نہیں ہوتی۔ البتہ پہلے باب سے معلوم ہوتی ہے تو بعض نے کہا کہ یہ سو کا تبین میں سے ہے کہ روایت پہلے باب کی تھی جس کو در سرے باب میں ذکر کیا گیا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ قرآن النبی ﷺ الخ ما اخفی منا اخفینا عنکم کے تقابل کی وجہ سے قراءۃ جہر کے معنی ہوں گے۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ یہ مستقل باب نہیں ہے بلکہ کالفصل للباب السابق ہے۔ پہلی روایت سے قراءۃ صلوٰۃ فجہر اکمیان کر دیا پھر باب اول کی طرف عود فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بقول فی کل صلوٰۃ یُقرء یہ حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت ابن عباسؓ پر رد کرنے کے لئے فرمایا۔

باب الْجَهْرُ بِقِرَاءَةِ صَلَوةِ الْفَجْرِ
وَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ طُمْتُ وَرَأَى النَّاسَ
وَالنَّبِيُّ ﷺ يَصَلِّي يَقْرَأُ بِالطُّورِ --

ترجمہ۔ فجر کی نماز میں بلند آواز سے قرأت کرنا حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں لوگوں کے پیچھے طواف کر رہی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ نور اس میں سورہ طور کی قرأت فرما رہے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ایک گروہ کے ساتھ بازار عکاظ کا قصد کر کے چل پڑے جبکہ شیاطین اور آسمان کی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی۔ اور شباب ثاقب ان پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ تو شیطان اپنی قوم کے پاس واپس آئے۔ قوم نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ واپس آ گئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی ہے۔ اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہونہ ہو کوئی نیا واقعہ پیش آ گیا ہے۔ جاؤ اور زمین کے مشرقی اور

حدیث (۷۳۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ الْخ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ ﷺ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَفَدَحِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ قَالُوا رَحِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْنَا الشُّهُبُ قَالُوا مَا حَالُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ الْأَشْيَاءُ حَدَّثَ فَاضْرِبُوا مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَانْظُرُوا مَا هَذَا

الَّذِي حَالٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَأَنْصَرَفَ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ تَوَجَّهُوا نَحْوَ تِهَامَةٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ
بِنُحْلَةٍ عَامِدِينَ إِلَى سُوقٍ عَكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ
صَلَاةَ الْفَجْرِ فَلَمَّا سَمِعُوا الْقُرْآنَ اسْتَمَعُوا لَهُ فَقَالُوا
هَذَا اللَّهُ الَّذِي حَالٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ
فَهَذَا لَكَ حِينٌ رَجِعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ قَالُوا يَا قَوْمَنَا
إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَأَمْنَابِهِ وَكُنْ
نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ۖ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ ﷺ
قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أُوْحِيَ إِلَيْهِ قَوْلُ الْحَيِّ الْحَدِيثِ

مغربی کناروں میں پھیل جاؤ۔ اور دیکھو کہ کیا چیز حائل ہو گئی ہے
چنانچہ یہ لوگ تھامہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں نبی اکرم
ﷺ مقام ظلہ پر عکاظ کے بازار کی طرف جانے کی غرض سے
ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے اصحاب کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے
جب انہوں نے قرآن مجید سنا تو کان لگا کر سننے لگے۔ کہنے لگے
اللہ کی قسم یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبر کے درمیان
حائل ہوئی ہے۔ پس وہیں سے وہ لوگ اپنی قوم کے پاس واپس
لوٹ کر بیان کرنے لگے کہ اے ہماری قوم ہم نے تو ایسا عجیب
قرآن سنا ہے جو رشد کی راہ دکھاتا ہے۔ پس ہم تو ایمان لے آئے
اب ہم کبھی بھی اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر قل اوحی الی نازل فرمائی۔ یعنی جنوں کا قول آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے۔

حدیث (۷۳۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ
عَبَّاسٍ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ فِيمَا أَمَرَ وَسَكَتَ فِيمَا
أَمَرَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا وَلَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي
رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ... الْحَدِيثِ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ کو جس جس مقام پر پڑھنے کا حکم ہوا وہاں آپ
نے پڑھا اور جہاں چپ کرنے کا حکم ہوا وہاں چپ رہے۔ آپ
کے رب بھولنے والے نہیں ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ
میں تمہارے لئے بہتر نمونہ ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ طفت وراء الناس یہ وہی طواف الوداع والا واقفہ ہے۔ عامدین الی السوق عکاظ

حضور اقدس ﷺ جب پیدا ہوئے تو جنات کا آسمان پر آنا جانبد کر دیا گیا۔ اگر کوئی جاتا بھی تو اسے شباب آگ کا شعلہ مارتے (میراگل) تو
دو چار جنات یہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اور یہ سوچا کہ آسمان پر تو جانے سے رہے اب اطراف عالم میں پھر کر معلوم کرنا چاہیے کہ ایسی
نئی بات پیش آگئی جس سے ہمارا آسمانوں پر جانبد ہو گیا۔ وہ اسی تلاش میں پھرتے تھے کہ اچانک ایک دن حضور اقدس ﷺ سوق عکاظ کی
طرف تشریف لے گئے اور وہاں جاتے ہوئے آپ نے بطن نخلہ میں جو مکہ کے قریب ایک مقام ہے جہاں کھجوروں کے باغات تھے نماز فجر
پڑھی۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ جنات جو تحقیق کے لئے نکلے تھے آپ نے دیکھا تو کہا بس یہی چیز ہے جس کی وجہ سے
ہمارا آسمانوں پر جانبد ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ کی دل چیرنے والی قرأت تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اللہ کا کلام تھا وہیں مسلمان ہو گئے۔

اور یہی سب سے پہلا گروہ جنات کا ہے جو مسلمان ہوا۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر انہوں نے کہا انا سمعنا قرانا عجبا الخ جب یہ قصہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان فرمایا قل اوحی الی الخ یہاں ایک چیتاں یعنی کبلی یہ ہے کہ وہ حدیث بتاؤ جس کو محدثین نے اپنے اساتذہ سے سنا۔ اور انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہاں تک کہ وہ حدیث صحابہ کرامؓ سے سنی گئی۔ اور پھر صحابہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنی۔ اور حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے سنی وہ یہی حدیث ہے۔

ترجمہ۔ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کرنا۔ سورتوں کے صرف آخری حصوں کو پڑھنا اور ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے پہلے پڑھنا۔ اور سورہ کا صرف اوّل حصہ پڑھنا اور حضرت عبداللہ بن سائب سے ذکر کیا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں سورہ المؤمنون پڑھنی شروع کی جب موسیٰ اور ہارونؑ یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپؐ کو کھانسی آگئی تو آپؐ رکوع میں چلے گئے۔ اور حضرت عمرؓ نے پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کی ایک سو بیس آیات پڑھیں۔ اور دوسری رکعت میں مثنیٰ کی ایک سورۃ پڑھی اور احنف بن قیس نے پہلی رکعت میں سورہ کہف پڑھی اور دوسری رکعت میں مفصلات کی ایک سورۃ پڑھی۔ اور حضرت قتادہؓ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو ایک سورہ کو دو رکعتوں میں یا ایک ہی سورۃ کو دو رکعتوں میں لوٹاتا ہے۔ تو فرمایا سب کتاب اللہ ہے ہر طرح پڑھنا جائز ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کلثوم بن ہدم انصار کا ایک آدمی تھا۔ جو قبائلی مسجد میں امامت کرتا تھا جب بھی وہ اس سورت کے شروع کرنے کا ارادہ کرتا جو نماز میں پڑھی جاتی ہے تو وہ اس کا افتتاح قل هو اللہ احد سے کرتا۔ جب اس سے فارغ ہو جاتا پھر کوئی دوسری سورۃ اس کے ساتھ

باب الْجُمُعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي رَكْعَةٍ وَالْقِرَاءَةَ بِالْخَرَاتِيمِ وَبِسُورَةِ قَبْلِ سُورَةِ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ وَيُذَكِّرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ السَّائِبِ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ الْمُؤْمِنُونَ فِي الصُّبْحِ حَتَّى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى أَخَذَتْهُ سَعْلَةٌ فَرَكِعَ وَقَرَأَ عُمَرَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى بِمِائَةِ وَعِشْرِينَ آيَةً مِنَ الْبَقَرَةِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمُثَنَّى وَقَرَأَ الْأَخْنَفُ بِالْكَهْفِ فِي الْأُولَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِيُوسُفَ أَوْ يُنُسَ وَذَكَرَ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ عُمَرَ الصُّبْحَ بِهِمَا وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً مِنَ الْأَنْفَالِ وَفِي الثَّانِيَةِ بِسُورَةٍ مِنَ الْمُفَصَّلِ وَقَالَ قَتَادَةُ فِيمَنْ يُقْرَأُ بِسُورَةٍ وَاحِدَةٍ فِي رَكْعَتَيْنِ أَوْ يُرَدُّ سُورَةٌ وَاحِدَةٌ فِي رَكْعَتَيْنِ كُلُّ كِتَابٍ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَأْتُهُمْ فِي مَسْجِدِ قُبَاءٍ وَكَانَ كُلَّمَا فَتَحَ سُورَةً يَقْرَأُ بِهَا لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِمَّا يَقْرَأُ بِهِ افْتَحَ يَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ حَتَّى يَقْرَأَ مِنْهَا

ثُمَّ يَقْرَأُ بِسُورَةٍ أُخْرَىٰ مَعَهَا وَكَانَ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَلَكَئِمَّهُ أَصْحَابُهُ وَقَالُوا إِنَّكَ تَفْتَحُ بِهَذِهِ السُّورَةِ لَمْ لَا تَرَىٰ أَنَّهَا تُجْزَلُكَ حَتَّىٰ تَقْرَأَ بِأُخْرَىٰ فَلَمَّا تَقْرَأُ بِهَا وَرَمَا أَنْ تَدْعَهَا وَتَقْرَأَ بِأُخْرَىٰ فَقَالَ مَا أَنَا بِتَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ أُوَكِّمُ بِذَلِكَ فَعَلْتُ وَإِنْ كَرِهْتُمْ مِنْكُمْ وَكَانُوا يَرَوْنَ أَنَّهُ مِنْ أَفْضَلِهِمْ وَكَرِهُوا أَنْ يُؤْمَهُمْ غَيْرَهُ فَلَمَّا أَنَا هُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَخْبَرُوهُ الْخَبَرَ فَقَالَ يَا فُلَانُ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا يَحْمِلُكَ عَلَىٰ لُزُومِ هَذِهِ السُّورَةِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا قَالَ حُبُّكَ إِيَّاهَا أَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ ..

پڑھتا تھا اور وہ ہر رکعت میں ایسا کرتا تھا۔ اس کے مقتدیوں نے ان سے بات کی کہ آپ اس سورت کو شروع کرتے ہو پھر ہم سمجھتے ہیں کہ شاید آپ کو وہ کافی نہیں ہوتی کہ آپ دوسری سورت شروع کر دیتے ہیں۔ پس یا تو اسی قل هو الٰہ کو پڑھو یا اسے چھوڑ دو اور کوئی دوسری سورت پڑھو۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑ سکتا البتہ اگر تمہیں پسند ہو تو میں اسی طرح تمہاری امامت کروں گا۔ اور اگر تمہیں ناپسند ہو تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا سورت نہیں چھوڑتا۔ اہل قبائیل کو اپنے میں سے افضل سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ کر دوسرے کی امامت کو پسند نہ کیا۔ اتفاق سے جب جناب نبی اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے یہ سارا واقعہ آپ کو سنایا چنانچہ آپ نے اس امام سے فرمایا کہ اے فلاں! اپنے

مقتدیوں کی بات ماننے سے تمہیں کس چیز نے روکا اور کیا وجہ ہے کہ آپ نے ہر رکعت میں اس سورت کے پڑھنے کا التزام کیا ہے۔ اس نے جواباً کہا کہ حضرت والا توحید کی وجہ سے مجھے اس سورت اخلاص سے محبت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا سورۃ کا پسند کرنا تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ النَّخَعِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمُفْصَلَ اللَّيْلَةَ فِي رَكْعَةٍ فَقَالَ هَذَا كَهَذَا الشَّعْرِ لَقَدْ عَرَفْتُ النَّظَائِرَ النَّبِيُّ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ بَيْنَهُنَّ فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمُفْصَلِ سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو داؤد اہلؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے تو آج کی رات ایک رکعت میں سارے مفصلات پڑھ لئے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو اشعار کی طرح جلدی جلدی پڑھنا ہوا میں ان ہم مثل سورتوں کو جانتا ہوں جنہیں جناب نبی اکرم ﷺ ملائے تھے۔ تو ان میں سے مفصلات کی بیس سورتیں ذکر فرمائیں کہ ان میں سے دو سورتیں ہر رکعت میں پڑھا کرتے تھے

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہاں مصنفؒ نے چار تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اگرچہ ان میں سے سب کے جواز کے قائل ہیں

مگر ترتیب مصحف عثمانی کے خلاف پڑھنے کو مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں۔ لیکن ماہجہ کی روایت ان کا مستدل ہے۔ امام بخاریؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ اور اس روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ترتیب مصحف عثمانی باجماع صحابہ واجب ہوئی ہے۔ اب جو اس کے بعد خلاف ترتیب کرے گا تو اس سے حقوق اجماع لازم آئے گا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب پر اجماع نہیں ہوا تھا۔ اس لئے وہ اس طرح خلاف ترتیب پڑھتے تھے۔ صحت صلوٰۃ میں تو کوئی کلام نہیں البتہ کراہت ضرور ہے اس کے علاوہ جو دیگر تین تراجم ذکر فرمائے ہیں جمہور علماء اس کے جواز کے قائل ہیں۔ البتہ قراءۃ بالخواتیم میں کراہت کے قائل ہیں۔ کیونکہ ہر سورت کی حقیقت مستقلہ ہے۔ اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تو مضمون قطع ہو جائے گا۔ البتہ بعض حضرات بلا کراہت جائز کہتے ہیں۔ اگرچہ اولویت اس میں ہے کہ تمام سورت پڑھی جائے۔ کیونکہ ربط بین الآیات بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بعض نے رکوع سے پڑھنا جائز کہا ہے کیونکہ اس میں قطع مضمون نہیں ہوتی۔ لیکن اولاً تو رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین میں اختلاف ہے۔ کیونکہ آنجناب ﷺ سے رکوعات کی تعیین منقول نہیں۔ اس لئے ربط بین الآیات کی اچھی صورت نہیں بنے گی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور علامہ مہارونیؒ نے اپنی کتب میں اس کا اہتمام کیا ہے۔ مگر ان میں بھی کما حقہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے یہاں ابواب القراءۃ کی مختلف فروع اور جزئیات کو جمع فرمادیا اسلئے کہ حضرت الامام

کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دوسروں کے یہاں اختلاف ہے۔ قراءۃ بالخواتیم یعنی سورتوں کی آخری آیات کو پڑھنا مثلاً ایک رکعت میں سورۃ جمعہ کا آخری رکوع اور دوسری رکعت میں سورۃ منافقون کا آخری رکوع پڑھے۔ یہ ائمہ کے یہاں جائز تو ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ اولیٰ تو طوال الی القصار علی التفصیل ہے۔ سورۃ قبل سورۃ مثلاً پہلی رکعت میں قل هو اللہ احد الخ اور دوسری رکعت میں تبت یدا ابی لہب الخ پڑھے ائمہ کے یہاں یہ مکروہ ہے۔ اور امام بخاریؒ نے جو استدلال کیا ہے وہ ترتیب عثمانی سے پہلے کا واقعہ ہے۔ چونکہ ترتیب عثمانی پر اجماع ہو گیا اس لئے اس کے خلاف مکروہ ہے۔ و باول سورۃ یہاں بھی وہی ہے۔ حتیٰ اذا جاء ذکر موسیٰ و ہارون الخ یہ سورۃ مؤمنون کے آخر میں ہے۔ حنک ابایا الخ لیکن اس سے اس کا استحباب یا جواز کہاں لازم آیا۔ هذا کھد الشعر هذا کے معنی منقطع کرنے کے ہیں۔ اس جملہ کا مطلب شراح کے نزدیک یہ ہے کہ شعر کی طرح سے جلدی جلدی پڑھ ڈالنا اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ اشعار تو خوب الحان سے پڑھے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ان لوگوں نے یہ دیا کہ عرب میں جلدی جلدی اشعار پڑھتے تھے۔ لیکن میرے نزدیک اگر اس کا یہ مطلب ہو تا تو اچھا تھا کہ شعر یعنی بال کاٹنے کی طرح سے جلدی جلدی گچ گچ کر ڈالا۔ مگر مجھ کو کہیں سے اس کی تائید نہیں ملی۔

ترجمہ۔ آخری دور کعتوں میں

فاتحۃ الكتاب پڑھے۔

باب یقرأ فی الآخرین

بفاتحۃ الكتاب۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں ام الكتاب اور دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور آخری دو رکعتوں میں صرف ام الكتاب پڑھتے تھے اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں اتنا طول کرتے تھے جو دوسری رکعت میں نہیں ہوتا تھا۔ اور اسی طرح عصر میں اور اسی طرح صبح کی نماز میں کرتے تھے۔

حدیث (۷۳۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْآخِرَتَيْنِ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ وَيُطَوِّلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مَا لَا يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَهَكَذَا فِي الصُّبْحِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تقریباً جماعی مسئلہ ہے اور تقریباً کا مطلب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی ایک روایت میں ضم سورۃ بھی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے یہاں نہیں۔ تو امام بخاریؒ نے اس باب سے امام شافعیؒ پر رد فرمادیا ہے۔

ترجمہ۔ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کو آہستہ پست آواز میں پڑھے۔

باب مَنْ خَافَتِ الْقِرَاءَةَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

ترجمہ۔ حضرت ابو معمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت خباب بن الارتؓ سے پوچھا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت کرتے تھے فرمایا ہاں۔ ہم نے پھر پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہو جاتا تھا۔ فرمایا آپؐ کی داڑھی مبارک کے پٹنے کی وجہ سے۔

حدیث (۷۳۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ خُبَابِ بْنِ الْأَرْتِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالِ نَعَمْ قُلْنَا مَنْ كَيْنَ عَلِمْتُ قَالَ بِاضْطِرَابٍ لِحَيْتِهِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ جب امام سری نماز میں کوئی آیت سنائے تو اسے نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

باب إِذَا سَمِعَ الْإِمَامُ الْآيَةَ

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر اور عصر کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں ام الكتاب اور اس کے ساتھ دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے۔ اور کبھی کبھی ہمیں آیت سنا دیا کرتے تھے اور پہلی رکعت میں طول ہوتا تھا۔

حدیث (۷۳۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ بِأَمِّ الْكِتَابِ وَسُورَةً مَعَهَا فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَصَلَوةِ الْعَصْرِ وَيُسْمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطِيلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی جب سری نماز میں امام کوئی آیت جہراً سنا دے تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر آیت کی جائے دو آیات سنا دیں تب بھی فاسد نہ ہوگی۔

باب يَطْوِلُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى

ترجمہ۔ پہلی رکعت میں قرأت کو لمبا کرے تو کوئی حرج نہیں

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کرتے تھے اور دوسری میں قصر کرتے تھے۔ یعنی طوالت نہیں ہوتی تھی بلکہ چھوٹی سورت پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح صبح کی نماز میں بھی کرتے تھے۔

حدیث (۷۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ (الْح) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَطْوِلُ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ وَيَقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ .. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام احمدؒ اور امام محمدؒ کا یہی مذہب ہے البتہ حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں طوالت کی جائے تاکہ لوگ جماعت کو حاصل کر سکیں بقیہ نمازوں میں نہیں۔ امام شافعیؒ سے مختلف روایات ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ہر نماز کی پہلی رکعت میں طوالت ہو۔ دوسری روایت جو ان کا صحیح مذہب ہے کہ پہلی دونوں رکعتوں میں مساوات کی جائے۔ امام حنابلؒ کی انعقاد باب سے یہی غرض معلوم ہوتی ہے کہ اطالت ہر رکعت میں ہونی چاہیئے۔ جمہور فرماتے ہیں یہ اطالت جو روایات سے ثابت ہے ثناء تعوذ اور تسمیہ کی وجہ سے ہے۔ ورنہ سب میں مساوات ہو۔

باب جَهْرُ الْإِمَامِ بِالتَّأْمِينِ

ترجمہ۔ امام کو آمین بلند آواز سے کہنا ہے

ترجمہ۔ حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ آمین دعا ہے (جس میں امام اور مقتدی دونوں شریک ہوں گے) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کے پیچھے جتنے لوگ ہوتے تھے سب آمین کہتے تھے یہاں تک کہ مسجد میں اس کی وجہ سے ایک شور ہوتا تھا اور حضرت ابو ہریرہؓ امام کو پکار کر فرمایا کرتے تھے کہ میری آمین فوت نہ کر ادینا۔ اور حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت

وَقَالَ عَطَاءٌ "أَمِينَ دُعَاءُ آمَنَ ابْنُ الزُّبَيْرِ وَمَنْ وَرَاءَهُ حَتَّى إِنَّ لِلْمَسْجِدِ لَلجَنَّةِ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُنَادِي الْإِمَامَ لَاتَفْتِنِي بِأَمِينٍ وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَدْعُو وَيَحْضُرُهُمْ وَسَمِعْتُ مِنْهُ فِي ذَلِكَ خَبْرًا

ابن عمرؓ اس آمین کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ اس پر لوگوں کو ترغیب دیتے تھے۔ آمادہ کرتے تھے اور اس بارے میں میں نے ان سے ایک خبر مرفوع بھی سنی ہے۔

حدیث (۷۳۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا أَمِنَ الْإِمَامُ فَأَمْتُوا فَإِنَّهُ مِنْ وَافَقَ تَأْمِينَهُ تَأْمِينَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ أَبُو شَهَابٍ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ أَمِينَ . الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہتا ہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیوں کہ جن کی تائین فرشتوں کی تائین کے موافق ہو گئی اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور لکن شباب زہریؒ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی آمین کہتے تھے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو لکن حضری والی نے صفوف کو درست کرنے کے لئے مقرر کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو آمین کہنے کا موقع کم ملتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے امام سے کہہ دیا کہ مجھے آمین کہنے سے محروم نہ رکھنا۔ ان آثار سے امام بخاریؒ زور لگا کر جہر بالتائین کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات مشکل چیز ہے۔ کیونکہ صراحۃً کہیں جہر کا لفظ نہیں۔ اور اتنی مخالفت کے ہم بھی قائل ہیں کہ جن سے مل کر گونج یا شور مچائی دے۔ کما هو المشاهد۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ مسئلہ بھی ان معرکہ آراء مسائل میں سے ہے جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ جملاء نے حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ ورنہ جتنا بڑھایا گیا اتنی ان مسائل کی اہمیت نہیں۔ روایات جہر و سر دونوں طرح کی وارد ہیں ائمہ نے اپنے اپنے اصول کے مطابق ایک کو اصل قرار دیا۔ اور دوسری کو عارض پر محمول کیا۔ شوافع اور حنابلہ میں سے یہ ہے کہ وہ اصح کو مقدم کرتے ہیں۔ اس طرح اس روایت کو جس میں وسائل کم ہوں۔ توجب روایت ان کے اصول کے موافق ہو گی اسے ترجیح دیں گے۔ بلخیہ کے اصول میں یہ ہے کہ اصل عمل اہل مدینہ ہے کہ وہی مہبط وحی ہے۔ اور پھر امام مالکؒ اور حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں کچھ زیادہ بعد نہیں ہے۔ اور احناف کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ وہ روایات متعارضہ میں اوفق بالقرآن کو لیتے ہیں۔ اس لئے کہ روایات میں روایت بالمعنی کا احتمال ہے۔ خلاف قرآن پاک کے کہ وہ کلام الہی ہے۔ اس لئے نماز کے بارے میں قومو اللہ قانتین کے تحت احناف فرماتے ہیں کہ نماز سے سکون کی طرف رجوع ہوا ہے۔ اس طرح یہاں بھی احناف فرماتے ہیں کہ لجه۔ جہر یا ارتجاج والی روایات یا تو منسوخ ہیں کہ جر وغیرہ ابتدا پر محمول ہے۔ اور سر والی روایات آخری زمانہ کی ہیں۔ توجب منسوخ ہو گا۔ یا یوں تاویل کی جائے گی کہ اصل تو آمین میں سر ہے۔ البتہ کبھی کبھی تعلیم لامة جر فرمایا کرتے تھے۔ توجب لجه والی روایت رد نہ ہوئی۔ اس طرح ارتجاج والی روایت میں حتی یسمعها من یلیہ من الصف الاول اس قدر مخالفت کا احناف بھی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اسرار اور اخفاء اس لئے بھی مناسب ہے کہ وہ بھی تضرع کی ایک قسم ہے۔ ادعو ربکم تضرعاً وخفیۃ الغرض یہاں تائین میں بھی مختلف مسائل مختلف فیہ ہیں۔ اول یہ ہے کہ اس کا حکم کیا ہے اکثر ظاہر یہی کی رائے ہے کہ واجب ہے اور اس کے برخلاف فرقہ امامیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بدعت ہے اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

اور ان حزم ظاہری سے منقول ہے کہ امام کے لئے تو مستحب ہے اور مقتدیوں کے لئے فرض ہے۔ جنہوں نے مطلق وجوب کا قول اختیار کیا ہے وہ حضرات امنوا کے امر سے استدلال کرتے ہیں۔ ان حزم فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تو مقتدیوں کو ہے۔ لہذا ان پر تو آمین واجب ہوگی اور امام کے متعلق اذاقال الامام آمین فرمایا ہے۔ لہذا اس پر مستحب ہے۔ اور ائمہ اربعہ میں سے حنابلہ کے نزدیک مسنون ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں سنت ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ آمین کون کہے گا۔ حضرت امام مالکؒ سے مشہور یہ ہے کہ صرف مقتدی کہے کیونکہ حدیث میں امام اور مقتدی ہر دو کا وظیفہ الگ الگ مقرر کیا گیا ہے۔ اذاقال الامام ولا الضالین یہ امام کا وظیفہ۔ اور فامنوا یہ مقتدی کا وظیفہ ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اذاقال الامام آمین فامنوا والی حدیث بھی ہے۔ مگر انہوں نے حدیث اول کو ترجیح دی ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام اور مقتدی دونوں کہیں۔ قولہ اذا امن الامام فامنوا۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ جہرا کے یا سرا۔ احناف کے یہاں سرا اور حنابلہ کے یہاں جہرا ہے۔ امام شافعیؒ کا قول قدیم تو حنابلہ کے موافق ہے۔ اور قول جدید حنفیہ کے۔ مالکیہ کے یہاں بھی دونوں روایات ہیں تو اصل اختلاف حنفیہ اور حنابلہ میں ہے۔ اب یہاں ایک بات سنو! وہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں تو قاعدہ ہے کہ اگر امام سے دو قول مروی ہوں تو جو آخری ہوگا وہ لیا جائے گا۔ اور وہی رائج ہوگا اور شوافع کے یہاں جدید و قدیم دونوں برابر ہیں۔ اور ان میں سے اصحاب التوجیع جس کو ترجیح دیں گے وہی رائج ہوگا۔ یہاں پر اگر شوافع میں بہت اختلاف ہو گیا۔ کبھی تو وہ کہتے ہیں کہ ماموم کے لئے دو قول ہیں۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ یہ دو قول تو امام کے لئے ہیں۔ اور ماموم تو بالاتفاق تأمین بالسر کرے گا۔ لامع میں مضمون دیکھ لیا جائے۔ لافتنی بامین چونکہ حضرت ابو ہریرہؓ کا فتح پڑھتے تھے اسلئے اگر امام جلدی جلدی کہتے تو یہ رہ جاتے۔ اور امام کے ساتھ آمین نہ کہہ سکتے اس لئے یہ فرمایا سمعت منه فی ذلك خبرا اور خبر پایا والبادوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اگر اول ہو تو مطلب یہ ہے کہ اس کی فضیلت سنی۔ اگر ثانی ہو تو مطلب یہ ہے کہ حدیث مرفوع ہے۔

باب فَضْلِ التَّأْمِينِ ترجمہ۔ آمین کہنے کی فضیلت

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی ایک آمین کہتا ہے تو فرشتے بھی آسمان میں کہتے ہیں۔ پس ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے تو کہنے والے کے پچھلے گناہ بخش دئے جاتے ہیں۔

حدیث (۷۳۸) عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ كُوَافَقَتْ أَحَدَهُمَا الْآخَرُ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے یہ بات ہے کہ جو روایت ان کی شرط کے مطابق نہ ہو وہ ہساوا قات اس پر رد فرماتے ہیں۔ جبکہ وہ ان سے نزدیک صحیح نہ ہو۔ اور ہساوا قات جبکہ اسی کا مضمون صحیح ہو تو ترجمہ سے اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں ابو داؤد وغیرہ میں ایک روایت ہے جس میں ہے کہ آمین طالع ہے یعنی آمین جبر ہے۔ اس کی طرف امام بخاریؒ نے اشارہ فرما کر تائید فرمادی۔

باب جَهْرُ الْمَأْمُومِ بِالتَّامِينِ

ترجمہ۔ مقتدی بھی آمین جہراً کہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے تو تم آمین کہو۔ کیونکہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حدیث (۷۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّح عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ غَيْرَ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

تشریح از شیخ زکریا۔ مذہب تو معلوم ہو چکا کہ ہمارے یہاں سر ہے اور حنابلہ کے یہاں جبر ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں اختلاف ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں رائج سر ہے۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ روایت میں کہیں بھی جہر مأموم کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء نے جواب دیا ہے اور یہ اسل ہے کہ ترجمہ شارح ہے اور شارح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بتلاتے ہیں کہ روایت میں جو آمین مقتدی کا امر وارد ہوا ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ جہر کے ساتھ کہے۔ ہم کہتے ہیں امام بخاریؒ کا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ سر آنکھوں پر مگر ہم تو ان کی تفسیر کو نہیں مانتے وہ ہم پر حجت نہیں۔ دوسرا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ جب قول کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے زور سے ہی بولنا مراد ہوا کرتا ہے۔ اگر آہستہ بولنے کے متعلق کہا جائے تو اس کو سر سے مقید کرتے ہیں۔ اور حدیث میں فقولوا آمین وارد ہے لہذا ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مگر یہ ضابطہ مسلم نہیں ہے۔ حدیث میں ہے کہ اِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمْدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ تَوْزُرُ سے تحمید کرنا چاہیے۔ ولم يقل به الخصم اسی طرح حدیث پاک میں ہے اِذَا رَكَعَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَاِذَا سَجَدَ قَالَ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى لہذا تسبیحات کو بھی زور سے کہنا چاہیے۔ اس کے وہ بھی قائل نہیں ہیں۔ ونعیم المعجم بہت سے رواۃ کے اوصاف میں وارد ہے کہ یہ حضرات مسجد میں دھونے دینے کا کام کرتے تھے۔

ترجمہ۔ صف میں پہنچنے سے پہلے جب رکوع کرے

باب إِذَا رَكَعَ دُونَ الصَّفِّ

حدیث (۷۴۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ أَنَّهُ أَنْتَهَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ رَاكِعٌ لِرُكُوعِ قَبْلَ أَنْ يُصِلَ إِلَى الصَّفِّ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ زَادَكَ اللَّهُ حِرْصًا وَلَا تَعُدُّ.....

ترجمہ۔ حضرت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ تک اس وقت پہنچے جبکہ آپ رکوع میں تھے۔ تو انہوں نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا۔ جب اس کا ذکر جناب نبی اکرم ﷺ سے کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیری حرص علی الخیر بڑھائے۔ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حنابلہ کے نزدیک ترک موقوف سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور بقیہ ائمہ کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی۔ لہذا اگر کوئی وضو کر کے چلا اور امام رکوع میں چلا گیا اب اسے یہ خوف ہوا کہ اگر میں صف میں جا کر ملوں گا تو میری رکعت چلی جائے گی بس اس نے وہیں پیچھے صف سے الگ ہو کر رکوع کر لیا اور بدو ن توالی حرکات کے آہستہ آہستہ پھر صف سے جا ملا تو عند الثلاثہ اس کی نماز ہو گئی۔ مگر ایسا کرنا مکروہ ہو گا۔ اور حنابلہ کے نزدیک نماز ہی فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اس نے اپنا موقوف چھوڑ دیا جمہور کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بکرؓ سے زادک اللہ حرصاً ولا تعد فرما کر اس فعل سے منع فرمایا ہے۔ مگر اعادہ صلوٰۃ کا امر نہیں فرمایا۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ آخر حضور اقدس ﷺ نے اس فعل کے کرنے سے منع فرمادیا۔ لہذا اب اگر کرے گا تو کافی نہ ہو گا۔ جمہور جواب دیتے ہیں کہ یہ لفظ لا تعد جس طرح مجرد سے ضبط کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں اعادہ سے لا تعد ضبط کیا گیا ہے۔ لہذا حضور اقدس ﷺ نے اعادہ سے منع فرمایا ہے معلوم ہوا کہ نماز ہو گئی اعادہ واجب نہیں۔ مگر روایت مشورہ مجرد سے ہے۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔

باب اِتِّمَامِ التَّكْبِيرِ فِي الرُّكُوعِ

ترجمہ۔ رکوع میں جاتے ہوئے اللہ اکبر کو رکوع میں جا کر پورا کرنا چاہیے۔

قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَفِيهِ مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ.....

ترجمہ۔ یعنی یہ بات حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے۔ اور اس بارے میں مالک بن الحویرثؓ کی روایت بھی ہے۔

حدیث (۷۴۱) حَدَّثَنَا اسْحَقُ الْوَاسِطِيُّ الْخَزَنَدِيُّ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّى مَعَ عَلِيٍّ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلَ صَلَوةً كُنَّا

ترجمہ۔ حضرت عمران بن حصینؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے بصرہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو فرمانے لگے کہ اس آدمی نے ہمیں وہ نماز یاد دلادی

جو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھتے تھے تو انہوں نے ذکر کیا کہ جب وہ اٹھتے تھے یا نیچے جاتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

نَصَلِيهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَذَكَرَ أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا وَضَعَ . الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب وہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو جب بھی نیچے اوپر جاتے تو تکبیر کہتے تھے اور جب فارغ ہو جاتے تو فرماتے کہ میں تم سب میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے زیادہ مشابہ ہوں یعنی میری نماز آپ کی نماز کی طرح ہے۔

حَدِيث (۷۴۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الْح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ فَيُكَبِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ فَإِذَا انْصَرَفَ قَالَ إِنِّي لَا شُبْهَكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . الْحَدِيث ...

تشریح از شیخ مدنی۔ اتمام التکبیر فی الركوع کے ایک معنی یہ ہیں کہ تکبیر کو اس طرح دراز کیا جائے کہ رکوع میں آ کر ختم ہو۔ اور دوسرے معنی یہ ہیں تمام نماز میں تکبیر کو لانا حتیٰ کہ اس کے فرد رکوع میں بھی تکبیر کو لایا جائے یعنی ہر رفع و خفض کے وقت تکبیر کہی جائے۔ بظاہر یہی دوسرے معنی مصنف کی مراد ہے۔ عمران بن حصینؓ کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ اور اتمام التکبیر فی السجود کے بھی یہی معنی ہیں۔ ای اتمام الصلوة بالتکبیر فی السجود۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابو داؤد میں ہے کان النبی ﷺ لا يتم التکبیر یعنی جب سجدہ میں جائے اور رکوع سے اٹھے تو حضرت امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمایا اور یہ اقرب ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ حیا کی وجہ سے جھوڑی الصوت نہ تھے اور حضرت علیؓ جھوڑی الصوت تھے۔ اور زمانہ فرقہ پرستی کا ہو گیا تھا۔ علوی تو حضرت علیؓ کی ہر ایک بات میں اقتدا کرتے تھے اور عثمانی حضرات حضرت عثمانؓ کی اقتدا کرتے۔ ان دونوں حضرات کی آوازوں میں جبر اور عدم جبر طبعی تھا مگر ان پارٹی بازوں نے پارٹی بنالی۔ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جو اموی عمال و امراء تھے وہ حضرت عثمانؓ کی اقتدا میں یا تو بالکل آہستہ کہتے یا کہتے ہی نہ تھے۔ تو چونکہ اس سنت میں اس کا وہم تھا اس لئے محدثین نے یہ ابواب اتمام الركوع وفي السجود کے باندھے تاکہ کہیں تکبیرات بالکل نہ چھوٹ جائیں۔

ترجمہ۔ سجود میں تکبیر کو پورا کرنا!

باب اِتْمَامِ التَّكْبِيرِ فِي السُّجُودِ

ترجمہ۔ حضرت مطرف بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حَدِيث (۷۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ (الْح) عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَا وَعِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ

وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَاِذَا نَهَضَ مِنَ الرَّكَعَتَيْنِ كَبَّرَ
فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ اخَذَ بِيَدِي عُمَرَاؤُ بْنُ حُصَيْنٍ
فَقَالَ قَدْ ذَكَّرْنِي هَذَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ ﷺ اَوْ قَالَ
لَقَدْ صَلَّى بِنَاصِلَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ... الحديث...

اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتیں
ادا کر کے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے۔ جب نماز پوری کر لی تو حضرت
عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ اس نے حضرت
محمد ﷺ کی نماز مجھے یاد دلادی۔ یا، ہمیں جناب محمد ﷺ والی
نماز پڑھائی۔

حدیث (۷۴۴) حَدَّثَنَا عُمَرُو بْنُ عَوْنٍ (الخ)
عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَجُلًا عِنْدَ الْمَقَامِ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ
خَفِضٍ وَرَفَعٍ وَاِذَا قَامَ وَاِذَا وُضِعَ فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ
فَقَالَ اُولَئِكَ صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ لَا أَمَّ لَكَ...

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مقام
ابراہیمؑ کے پاس ایک آدمی (ابو ہریرہؓ) کو دیکھا کہ وہ ہر خفض و
رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے اور جب کھڑے ہوتے یا بیچے جاتے
جس کی اطلاع میں نے ابن عباسؓ کو دی تو انہوں نے فرمایا تیری
ماں نہ ہو کیا وہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کی ایک غرض تو وہ ہے جو پہلے بیان کی گئی۔ اور دوسری غرض اس باب کی خاص یہ ہے کہ تکبیر

صلوٰۃ پورے انتقال کے ساتھ ہو مطلب یہ ہے کہ انتقالات صلوٰۃ کی ابتداء سے ان کی انتہا تک تکبیر حاوی ہونی چاہیے تو چونکہ رکوع میں
تو خیر کچھ نہیں۔ سجدہ میں عام طور سے ایسا ہوتا ہے کہ سجدہ میں پہنچنے سے پہلے ہی تکبیر ختم کر دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی آگے بڑھا تو رکوع کی
حد تک پہنچتے پہنچتے ختم کر دیتا ہے۔ اور کوئی اس سے آگے جاتا ہے۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ تکبیر پورے انتقال کو حاوی
ہونی چاہیے۔

باب التکبیر اذا قام من السجود

حدیث (۷۴۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الخ)
عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ فَكَبَّرَ
ثَنِينَ وَعَشْرِينَ تَكْبِيرًا فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّهُ أَحْمَقُ
فَقَالَ نِكَلْتُكَ أُمَّكَ سَنَةَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ... الحديث...

ترجمہ۔ جب سجدہ سے کھڑا ہونے لگے تو بھی تکبیر کے

ترجمہ۔ حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ
میں ایک شیخ حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے
نماز میں بائیس مرتبہ تکبیرات کیں۔ تو میں نے حضرت ابن
عباسؓ سے کہا کہ یہ شیخ کوئی بے وقوف ہے۔ انہوں نے فرمایا
تجھے تیری ماں گم کرے یہی تو ابو القاسم ﷺ کی سنت ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن نے حضرت

حدیث (۷۴۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ رِيَّةً يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ صَلْبَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ مِنَ الثَّانِيَةِ بَعْدَ الْجُلُوسِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ صَالِحٍ عَنِ اللَّيْثِ وَلَكَ الْحَمْدُ الْحَدِيثُ

ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے تھے کھڑے ہوتے وقت پھر جب وہ رکوع کیلئے جاتے تو تکبیر کہتے پھر سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہتے۔ جبکہ رکوع سے اپنی پیٹھ کو اٹھاتے پھر کھڑے کھڑے رہنا لک الحمد فرماتے پھر جب نیچے جھکتے تو تکبیر کہتے اور جب اپنا سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ نماز کو پورا کرتے۔ اور التحیات پر بیٹھنے کے بعد دو رکعتوں کے بعد اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔ عبد اللہ نے فرمایا وَلَكَ الْحَمْد۔

تشریح از شیخ مدنی۔ بنو امیہ نے تکبیرات کتنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ نے ضعف کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اور معمر بن اطلاق کر دیتے تھے۔ اور انہوں نے مقصورہ بنا رکھا تھا جس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ کی وجہ سے بنو امیہ نے سمجھا کہ حضرت عثمانؓ نے تکبیرات کو ترک کر دیا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی چھوڑ دیا۔ کیونکہ الناس علی دین ملوکھم ہوا ہی کرتا ہے۔ عام لوگوں نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ تو ابن عباسؓ کے سامنے یہ واقعہ پیش آیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یا تو نفس تکبیرات کا اثبات مقصود ہے۔ یا مطلب یہ ہے کہ پورے انتقال کو تکبیر حاوی ہونی چاہیے۔ جیسا کہ باب یکبر اذ انھض من المسجدین آ رہا ہے۔ تو کتنا یہ ہے کہ یہاں من السجود آیا ہے۔ اور وہاں من المسجدین ہے۔ اور ظاہر بات ہے کہ نموض سجدتین سے ہوگا۔ ایک سجدہ سے ہوگا نہیں۔ لہذا دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس پر کلام آئندہ ہوگا۔

ترجمہ۔ رکوع میں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھنا۔

باب وَضْعِ الْأَكْفِ عَلَى الرُّكْبِ فِي الرُّكُوعِ۔

ترجمہ۔ ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر لگاتے تھے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ أَمَكَنَّ النَّبِيُّ ﷺ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ...

حدیث (۷۵۰) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ سَمِعْتُ مُصْعَبَ ابْنَ سَعْدٍ صَلَّيْتُ إِلَى جَنْبِ أَبِي قَطْبَةَ بَيْنَ كَفَيَّ ثُمَّ وَضَعْتُهُمَا بَيْنَ فَخَذَيَّ فَهَيَّئْتُ أَبِي وَقَالَ كُنَّا نَفْعَلُهُ فَهَيَّئْنَا عَنْهُ وَأَمْرُ نَا أَنْ نَضَعَ أَيْدِينَا عَلَى الرُّكْبِ . الحديث ..

ترجمہ۔ حضرت مصعب بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے پہلو میں اس طرح نماز پڑھی کہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کی انگلیاں جمع کر کے اپنی دونوں رانوں کے درمیان رکھ دیا تو میرے باپ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا ہم لوگ پہلے ایسا کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس سے روک دیا گیا۔ اور ہمیں حکم ہوا کہ ہم ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ تشریح کے ساتھ روایات میں نسخ تطبیق اور وضع الاکف علی الرکب کا امر وارد ہوا ہے اسلئے نہ ائمہ اربعہ میں اس کے بارے میں اختلاف ہے اور نہ ہی ظاہر یہ کا کوئی اختلاف ہے۔ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔ البتہ سلف صالحین میں سے بعض صحابہ جیسے حضرت ابن مسعود اور بعض تابعین کا اختلاف تھا کہ یہ حضرات تطبیق کے قائل تھے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ تشبیک کر کے یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ضم کر کے ان کو رکوع کی حالت میں دونوں رانوں کے درمیان رکھ لے لیکن نسخ صریح کی وجہ سے جمہیر امت اس کے قائل نہیں ہیں۔

باب۔ اِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعَ ترجمہ۔ جبکہ نمازی رکوع پورا نہ کرے

حدیث (۷۵۱) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّخَعِيُّ قَالَ رَأَى حُذَيْفَةَ رَجُلًا لَا يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ وَقَالَ مَا صَلَّيْتُ وَلَوْ مِثْلَ مَتِّ عَلَى غَيْرِ الْفِطْرَةِ الَّتِي فَطَرَ اللَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ نے کسی نمازی کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجود پورا نہیں کر رہا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اگر تو اس حال میں مر گیا تو اس فطرت ملت پر نہیں مرے گا جس ملت کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کیلئے مقرر فرمایا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ عدم اتمام رکوع و سجود یہ ہے کہ اعتدال نہ کرے۔ رکوع کی حقیقت جھکنا ہے۔ اور سجود کی حقیقت پیشانی کو زمین پر رکھنا ہے۔ اب اگر کوئی اتنے ہی پر اکتفا کرے اور کچھ وقفہ نہ کرے۔ تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کی نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ اعتدال فی الارکان فرض ہے۔ اور یہی حضرت امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ اعتدال واجب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ سنت ہے۔ وجوب کے قول پر اگر کسی نے ترک کر دیا تو ترک واجب کی وجہ سے اعادہ واجب ہوگا۔ بناءً قول سنیت تارک سنت ہوگا۔ اور اعادہ مسنون ہوگا۔ اب شرح حنفیہ یوں کہتے ہیں کہ چونکہ اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ اور شرح شوافع فرماتے ہیں چونکہ روایت سے مقصود واضح تھا اس لئے کوئی حکم نہیں لگایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام کے اصول میں یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے تو اب پھر روایت کے ظہور کا کیا مطلب ہے۔ اگر یہی ہے تو امام بخاریؒ کو کہیں بھی حکم نہیں لگانا چاہیے تھا۔ بس روایت سے واضح ہو جاتا۔ ماصلیت یوں کہتے ہیں کہ صحابی نے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور صحابی کا قول غیر مدرك بالوئی حکم میں مرفوع کے ہوا کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صرف اتنا ہی دیکھا اور لو مت مت علی غیر الفطرة الخ کو نہیں دیکھا فطرت سے مراد سنت ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح ہے۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ تارک سنت ہوگا۔ اگر وہ اسی حالت میں مر گیا تو تارک سنت ہو کر مرے گا۔

باب إِذَا لَمْ يُتِمَّ الرُّكُوعُ

ترجمہ۔ رکوع میں پیٹھ کو سیدھا رکھنا

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ فِي أَصْحَابِهِ رَكَعَ النَّبِيُّ ﷺ

ترجمہ۔ اور ابو حمید نے اپنے شاگردوں میں یہ کہا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے رکوع کرتے ہوئے اپنی پیٹھ کو توڑا۔

ثُمَّ هَضَرَ ظَهْرَهُ

باب حَدِّائِمَامِ الرُّكُوعِ

ترجمہ۔ رکوع کو مکمل کرنے کی حد

اس میں اعتدال کرنا اور اطمینان کرنا ہے۔

وَالْإِعْتِدَالِ فِيهِ وَالْإِطْمَانِيَّةِ

حدیث (۷۵۲) حَدَّثَنَا بَدَلُ بْنُ الْمُحَبَّرِ (الخ)

عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكُوعِ مَا خَلَا الْقِيَامَ وَالْقُعُودَ قَرِيبًا مِنَ السَّوَاءِ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت براءؓ عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کا رکوع کرنا سجدہ کرنا اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور اسی طرح جب رکوع سے سر اٹھا کر قومہ فرماتے تھے تو قریب قریب سب برابر ہوتے تھے۔ سوائے قیام اور قعود کے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب سابق کا مکملہ ہے۔ اس باب سے طریقہ اعتدال بتلایا ہے وہ یہ کہ سر کو اتنا جھکایا جائے کہ

پیٹھ کے برابر ہو جائے۔ باب حد اتمام الرکوع سے اعتدال کی مقدار بتاتے ہیں کہ مقدار اتمام کیا ہونی چاہیے۔ اور اس میں حضرت براءؓ کی روایت ذکر فرمائی جو مشہور ہے بخاریؒ شریف میں کئی جگہ آئے گی۔ قریباً من السواء اس کے تین مطلب ہیں۔ اول یہ کہ قریب سے قریب تام مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر رکوع ایک منٹ کا تو سجود بھی ایک منٹ کا۔ اگر سجود ایک منٹ کا تو مابین السجدتین جلسہ اور قومہ بھی ایک منٹ کا۔ سوائے قیام و قعود کے۔ اس میں برابری نہیں ہو سکتی۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ قرب سے تناسب مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ رکوع۔ سجود۔ قومہ۔ جلسہ سب مناسب ہوتے۔ یہ نہیں کہ ایک چیز ایک گھنٹہ کی اور دوسری چیز ایک منٹ کی۔

اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ مساوات سے مساوات النظر مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا رکوع دوسری رکعت کے رکوع کے برابر اور ایک رکعت کا سجدہ دوسری رکعت کے سجدہ کے برابر۔ علیٰ ہذا القیاس اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ قیام و قعود میں مساوات نہیں ہو سکتی کیونکہ اول دو قیاموں میں فاتحہ اور ضم سورت دونوں ہوتا ہے۔ اور ثانیین میں صرف فاتحہ۔ اسی طرح اول قعدہ میں صرف تشہد اور ثانی میں درود اور دعائیں وغیرہ بھی ساتھ ہیں۔ بخاری شریف کی روایت میں صرف اتنا ہی ہے۔ اور ابو داؤد میں مسند اور ابن بخاری کی روایت میں بہت گڑبڑ ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمہ روایت سے ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ترجمہ حدیث تمام الموقوف اور روایات میں ایک دوسرے کی مساوات مذکور ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اعتدال بھی ہو۔ ایک سیکنڈ میں مساوات ہو جائے۔ دونوں ذرا اور اسی دیر کے بعد ہوں۔ علامہ سندھیؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ بعض امور کا حکم خارج ہوتا ہے۔ یہاں بھی ہمیں خارج سے مقدار معلوم ہو گئی ان روایات سے جن کے اندر تسمیحات رکوع و سجود کا ذکر ہے۔ اور دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ آخر یہ بھی تو ایک حد ہے کہ ایک دوسرے کے مساوی ہوتے تھے۔

ترجمہ۔ جس شخص نے رکوع کو پورا نہیں کیا تھا
جناب نبی اکرم ﷺ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا

باب أَمْرُ النَّبِيِّ ﷺ
الَّذِي لَا يُتِمُّ رُكُوعَهُ بِالْإِعَادَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک اور آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ اور اس نے نماز پڑھی۔ آیا اور حضور نبی اکرم ﷺ پر سلام کیا حضور نبی اکرم ﷺ نے سلام کا جواب دیا فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ پھر اس نے اسی طرح نماز پڑھی۔ آیا اور جناب رسول اللہ ﷺ کو تحفہ سلام پیش کیا آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ نماز پڑھو۔ تم نے تو نماز نہیں پڑھی بہر حال ایسا واقعہ تین مرتبہ پیش آیا۔ پس اس شخص نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے میں اس سے اچھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ پس آپؐ مجھے نماز کا طریقہ سکھلائیں۔ آپؐ نے فرمایا جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو

حدیث (۷۵۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخَمَّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَرَدَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ السَّلَامَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ ثَلَاثًا فَقَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَحْسَنَ غَيْرُهُ فَعَلِمْنِي فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تيسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ فَإِنَّمَا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ

جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمِئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ افْعَلْ
تکبیر کو۔ پھر جو کچھ آسانی سے قرآن کا حصہ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو
پھر رکوع کرو یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع کرنے والے ہو جاؤ
ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا .. الحديث ..

پھر رکوع سے سر اٹھاؤ یہاں تک کہ اعتدال سے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرنا ہو جاؤ پھر سر اٹھا کر پھر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ کرنے والے ہو جاؤ۔ پھر اسی طرح اپنی ساری نماز میں کرو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ ترجمہ شارحہ ہے۔ اور حدیث جو ذکر فرمائی ہے وہ فقہاء اور محدثین کے یہاں حدیث المسبی فی الصلوۃ کے نام سے مشہور ہے۔ میں نے تنبیہ اس لئے کر دی کہ کہیں تمہاری نظر پڑے کہ فی حدیث المسبی کذا اور تم اس کو نہ سمجھ سکو۔ حالانکہ اس سے فقہاء نے کثرت سے مسائل پر استدلال کیا ہے۔ اور چونکہ حضور اقدس ﷺ نے ارجع فصل فانک لم تصل فرمایا اور اس کی وجہ حدیث میں ذکر نہیں کی گئی۔ تو حضرات امام بخاریؒ نے اس کی وجہ ذکر فرمادی۔ کہ رکوع و سجود پوری طرح نہیں ادا کیا تھا اس لئے اعادہ کا امر فرمایا۔ ثم اقرأ ماتیسر من القرآن حضور اقدس ﷺ نے تیسرے کے پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ دونوں مقام تعلیم پر حضور ﷺ اسے ضرور تعلیم دیتے۔ اور فاتحہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

باب الدُّعَاءِ فِي الرُّكُوعِ ترجمہ۔ رکوع میں دعا مانگنا

حدیث (۷۵۴) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عَمْرٍو النخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقُولُ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجود میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ ہمارے رب تو پاک ہے۔ اور ہم تیری حمد بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ میری مغفرت فرمادے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ امام مالکؒ کے نزدیک دعا فی الرکوع مکروہ ہے لہذا یہ باب ان پر رد کرنے کے لئے باندھ دیا امام بخاریؒ اور جمہور ائمہ کے نزدیک دعا فی الرکوع جائز ہے مگر خلاف اولیٰ۔ کیونکہ اولیٰ یہ ہے کہ تسمیحات رکوع پڑھے۔ اللهم اغفر لی . حضور اقدس ﷺ فسبح بحمد ربک واستغفرہ کے بعد کثرت سے اللهم اغفر لی پڑھتے تھے۔ اور یہ آیت شریفہ اخیر زمانہ میں نازل ہوئی۔ ان عباسؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضور اقدس ﷺ کی ابتدائی نعی تھی۔ یعنی موت کی خبر ہے اور یہیں سے میں نے استنباط کیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا ناہین کی طرف رجوع ہو تو سمجھو کہ اب وقت قریب ہے۔ اسلئے کہ فتح مکہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی طرف رجوع عام ہو گیا تھا۔

باب مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَمَنْ خَلْفَهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ -

ترجمہ۔ جب امام اور اس کے مقتدی رکوع سے سر اٹھائیں تو کیا پڑھیں۔

حدیث (۷۵۵) حَدَّثَنَا أَدُمُ الرَّحْمَنِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمَدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ يُكَبِّرُ وَإِذَا قَامَ مِنَ السُّجُودَيْنِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ... الْحَدِيثُ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے تو اللہم ربنا لك الحمد فرمایا کرتے تھے۔ اور نبی اکرم ﷺ جب رکوع کرتے اور جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دونوں سجدوں سے فارغ ہونے لگتے تو اللہ اکبر کہتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام فقط سمع اللہ لمن حمدہ

کے لفظوں علیہ السلام اذ قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا ربنا لك الحمد ہر ایک کا وظیفہ الگ الگ بنا دیا گیا ہے۔ بقیہ ائمہ فرماتے ہیں کہ امام تسمیع اور تحمید دونوں کو جمع کرے گا۔ اس لئے کہ جب دوسروں کو ترغیب دیتا ہے تو خود کو بھی ضرور کرنا چاہیے۔ بحکم اور حنفیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں امام کی تحمید ماموم کی تحمید سے مؤخر ہو جائے گی۔ حالانکہ جعل الامام لیؤتم بہ تو یہاں قلب موضوع لازم آئے گا۔ اور مقتدی بالاتفاق جمع نہ کرے۔ مگر حضرت امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق تسمیع کرے گا۔ اور منفرد بالاتفاق جمع کرے گا۔ اب یہاں اشکال یہ ہے کہ ما یقول الامام روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر ما یقول من خلفہ یہ جز ثانی ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انما جعل الامام لیؤتم بہ حدیث میں وارد ہے۔ لہذا امام کی اتباع کرے گا مگر یہ غلط ہے اس لئے کہ پھر تو تسمیع بھی کرے گا۔ بلکہ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر باب باب در باب ہے۔ مگر چونکہ روایت سے ایک نئی بات یعنی فضل اللہم ربنا لك الحمد معلوم ہوتا تھا اس لئے اس پر تنبیہ کرنے کے لئے باب باندھ دیا۔ اور اس روایت میں فقولوا ربنا لك الحمد وارد ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ مقتدی تسمیع نہیں کرے گا۔ اللہم ربنا لك الحمد کی فضیلت فانه من وافق قوله قول الملائک سے ثابت ہو گئی۔

ترجمہ۔ اللہم ربنا ولك الحمد کی فضیلت کیا ہے

باب فَضْلُ اللَّهِ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کے

حدیث (۷۵۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ (الْح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ

تو تم اللہم ربنا الحمد کو اس لئے کہ جس شخص کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے پچھلے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔

سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ فَإِنَّهُ مَنْ وَافَقَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلَائِكَةِ عُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ...

باب

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے تھے کہ میں تمہیں ایسی نماز پڑھاؤں گا جو جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے مشابہ اور قریب ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نماز ظہر کی۔ نماز عشاء اور نماز فجر کی آخری رکعت میں بعد سمع اللہ الخ کہنے کے دعا قنوت پڑھتے تھے۔ جس میں مؤمنین کے بارے میں دعا اور کفار کے لئے لعنت ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۷) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَصَالَةَ (الخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَا قُرْبَنَ صَلَوةِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقْنُتُ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ وَصَلَوةِ الْعِشَاءِ وَصَلَوةِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَيَدْعُو لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَلْعَنُ الْكُفَّارَ. الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں ہوتی تھی۔

حدیث (۷۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ (الخ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ الْقُنُوتُ فِي الْفَجْرِ وَالْمَغْرِبِ. الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت رافع بن رافع زرقیؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک دن جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ایک آدمی نے کہا ربنا ولك الحمد الخ جب آپؐ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو فرمایا یہ بولنے والا کون تھا۔ اس شخص نے کہا کہ میں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تیس سے کچھ زائد فرشتوں کو دیکھا کہ وہ ان کلمات کی طرف لپک رہے ہیں کہ ان میں سے کون ان کو پہلے لکھے۔

حدیث (۷۵۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ (الخ) عَنْ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ الزُّرْقِيِّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا نُصَلِّي وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ وَرَاءَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مِنَ الْمُتَكَلِّمِ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتُ بِضْعَةَ ثَلَاثِينَ مَلَكًا يَتْلُونَهَا أَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا أَوَّلَ (الْحَدِيث)

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہ باب بمنزلہ فصل کے ہے۔ پہلے باب میں اذکار بیان کئے گئے تھے چونکہ رکوع کے بعد دعا قنوت بھی

بھی مشروع تھی ویسے الفاظ حمد میں زیادتی تھی اس لئے اس کو الگ ذکر کر دیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قومہ میں یہ الفاظ بھی مشروع ہیں مگر مقتدی کے لئے امام سے مختلف ہونا پڑے گا۔ کیونکہ متنفل اور منفرد کے لئے تو جائز ہے۔ مگر فرائض اور جماعت میں صرف امام ہی قنوت پڑھے گا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ حاشیہ کا نسخہ دعاء القنوت ہے اور اس کو بعض شراح نے ترجیح دی ہے۔

مگر یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قنوت کی صرف ایک روایت ہے اور باقی روایتوں میں قنوت کا ذکر نہیں اور پھر امام بخاری قنوت کو ابو ابی الوتر میں ذکر کریں گے۔ ہمیں سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ امام بخاری قنوت فی الفجر کے قائل نہیں۔ کیونکہ ابو ابی الوتر میں تو قنوت کا ذکر کیا ہے مگر ابو ابی الفجر میں ذکر نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک رجوع الی الاصل ہے یعنی ما یقول الامام والمأموم اور علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ فضیلت اللہم ربنا لك الحمد ہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ روایت سے نصائحت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے باب باندھ دیا اور میری رائے یہ ہے کہ اگر دو قسم کے وارد ہیں۔ معمول بہا اور غیر معمول بہا۔ معمول بہا وہ اذکار ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے کثرت سے منقول ہیں اور غیر معمول بہا وہ کسی عارض کی وجہ سے فرمایا ہو۔ اب جو معمول بہا ہیں ان کو اولاً ذکر فرمایا۔ اور جو معمول بہا نہیں ہیں ان کو اس باب سے ذکر فرمایا۔ مثلاً قنوت وارد ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ ایسے حکم کا واقعہ۔

ترجمہ۔ جب رکوع سے سر اٹھائے تو

باب الطَّامِنِينَ حِينَ يَرْفَعُ

اطمینان کرنا چاہیے۔

رَأْسُهُ مِنَ الرُّكُوعِ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو حمید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم

وَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ رَفَعَ النَّبِيُّ ﷺ وَاسْتَوَى

ﷺ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھا کھڑے رہتے

حَتَّى يَعُودَ كُلُّ لِقَارٍ مَكَانَهُ ..

یہاں تک ہر جوڑا اپنی جگہ پر آجاتا۔

ترجمہ۔ حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

حَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْدِ عَنْ الْبُرَاءِ

ﷺ کہ رکوع آپؐ کا سجدہ اور جب آپؐ رکوع سے سر اٹھاتے

قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ ﷺ وَسُجُودُهُ وَإِذَا رَفَعَ

اور دو سجدوں کے درمیان قریب قریب بدلہ ہوتے تھے۔

رَأْسُهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَبَيْنَ السُّجُودَيْنِ قَرِيبًا

مِّنَ السَّوَاءِ . الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ ابو قلابہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ

ہمیں دکھاتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کیسے نماز پڑھتے تھے

قَالَ كَانَ مَالِكُ بْنُ الْحَوِيرِثِ يُرَبِّئُنَا كَيْفَ كَانَ

اور یہ کام ان کے وقت میں نہیں ہوتا تھا چنانچہ وہ کھڑے ہوئے اور انہی طرح تک کر قیام کیا پھر رکوع تو وہ بھی اسی طرح تک کر کیا پھر رکوع سے سر اٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ہمیں اس شیخ ابو یزید کی طرح نماز پڑھائی۔ اور ابو یزید جب آخری سجدہ سے سر اٹھاتے تھے تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ پھر کھڑے ہوتے تھے۔

صَلَاةُ النَّبِيِّ ﷺ وَذَلِكَ فِي غَيْرِ وَقتٍ صَلَاةُ فَقَامَ
فَامْكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَامْكَنَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ
فَانْصَتَ هُنَيْئَةً قَالَ فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ شَيْخِنَا هَذَا
أَبِي يَزِيدَ وَكَانَ أَبُو يَزِيدٍ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ
الْآخِرَةِ اسْتَوَى قَاعِدًا لَمْ يَهْضُ رَأْسَهُ الْحَدِيثُ.....

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ باب قومہ کے اعتدال کے بیان میں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کی صفت بیان کیا کرتے تھے چنانچہ وہ نبی اکرم ﷺ کی نماز پڑھتے تھے۔ جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم آپس میں کہتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

حدیث (۷۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدُ الْخَالِ قَالَ
أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ كُنَّا صَلَاةَ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ يُصَلِّي
فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى نَقُولَ قَدْ نَسِيَ.
الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ قال حتی نقول قد نسي اتنا طویل قیام حنابلہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور شوافع کے یہاں مفند صلوٰۃ ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں جائز ہے۔ کبھی کبھی حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی خاص تجلی ہوتی تو ایسا ہو ا کرتا تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ قد نسی کہتے تھے۔ ورنہ اگر عادت شریفہ ہوتی تو پھر قد نسی کہنے کی کیا ضرورت ہوتی۔ کیونکہ وہ تو روز کی عادت ہوئی۔ بہر حال اس باب میں قومہ میں اطمینان کو عادت فرمایا۔

باب يُهْوَىٰ بِالتَّكْبِيرِ حِينَ يَسْجُدُ
وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَضَعُ يَدَيْهِ قَبْلَ
رُكْبَتَيْهِ....

ترجمہ۔ جب سجدہ کیا جائے تو چپھے جھکتے ہوئے تکبیر کے ترجمہ۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ گھٹنوں سے پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ اور ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک حضرت ابو ہریرہؓ ہر نماز میں خواہ وہ فرض ہو یا غیر فرض رمضان ہو یا غیر رمضان تکبیر کہتے تھے۔ چنانچہ جب کھڑے ہوتے

حدیث (۷۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْخَالِ أَنَّ
أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ
وَعِغْرِهَا فِي رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ فَيُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ

ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ
ثُمَّ يَقُولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قَبْلَ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ يَقُولُ
اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَرْفَعُ
رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يَكْبِرُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يَكْبِرُ
حِينَ يَقُومُ مِنَ الْجُلُوسِ فِي الْإِئْتِنِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ
فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى يَفْرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ
حِينَ يَنْصَرِفُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنِّي لَأَقْرُبُكُمْ
شَبْهًا بِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ
لَصَلَاةُهُ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ يَرْكَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَدْعُو
لِرَجَائِلٍ فَيَسْمِعُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ
الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ وَعِيَّاشَ ابْنَ
أَبِي رَبِيعَةَ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ
اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ وَاجْعَلْهَا عَلَيْهِمْ سِنِينَ
كَسْنِي يَوْسُفَ وَأَهْلَ الْمَشْرِقِ يَوْمَئِذٍ مَنْ مَضَرَ
مُخَالِفُونَ لَهُ (الحديث)....

تو تکبیر کہتے پھر جب رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے پھر ربنا ولك الحمد کہتے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے پھر جب سجدہ کرنے کیلئے نیچے کو جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب سجدہ میں جاتے تو تکبیر کہتے پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے پھر جب دو رکعتوں میں بیٹھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور اس طرح ہر رکعت میں کرتے۔ یہاں تک کہ نماز میں سے فارغ ہو جاتے پھر جب نماز سے فارغ ہو کر پھرتے تو فرماتے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے پھک میں تم میں سے سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب المشاہد ہوں۔ پھک یہی ان کی نماز ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ دنیا سے جدا ہو گئے پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا ولك الحمد کہہ چکے تو کچھ آدمیوں کیلئے دعا کرتے تھے پس ان کے نام بھی ذکر کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے اے اللہ ولید بن ولیدؓ۔ سلمہ بن ہشامؓ۔ عیاش بن ربیعہؓ اور کثرہؓ کو مسلمانوں کو نجات دے۔ اور اپنی پڑ قبیلہ مضر پر سخت کر دے۔ اور ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسے قحط سالی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔ اور ان دنوں اہل المشرق قبیلہ مضر میں سے آپ کے مخالفین تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اشکال یہ ہے کہ روایت میں یکبر حین یھوی ساجدا ہے لیکن امام بخاریؒ نے ترجمہ میں اس کا

برعکس کر دیا۔ اس کا جواب میرے نزدیک یہ ہے کہ یہاں سجدہ کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے تکبیر اور ہوی کے لزوم کی طرف اشارہ فرمایا۔ جیسا کہ فقہا فرماتے ہیں کہ تکبیر ہوی کے ساتھ ہو۔ اور ہوی تکبیر کے ساتھ ہو۔ یعنی جب سجدہ کے لئے جا۔ تو تکبیر کہتے ہوئے اس مقارنت تکبیر للہوی پر تہیہ کرنے کے لئے عکس کر دیا۔ وکان ابن عمر یضع یدہ الخ اشکال یہ ہے کہ

حدیث ترجمہ الباب کے مناسب نہیں۔ اس کا بعض شرح نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ جز ترجمہ ہے نہ مگر یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر جز ہے تو روایت سے ثابت ہونا چاہیے۔ حالانکہ ثابت نہیں ہوتا۔ بعض شرح نے دوسرا جواب دیا ہے کہ کبھی لفظ ترجمہ خاص ہوا کرتا ہے اور اس سے مراد عام ہوتا ہے۔ تو یہاں ترجمہ کے لفظ تو خاص ہیں مگر غرض عام ہے۔ یعنی بیان کیفیت المسجود۔ اور وہ عام قول و فعل دونوں کو شامل ہے۔ ابن عمرؓ کے اثر سے کیفیت ثابت ہو گئی۔ یا یہ کہ اصل تو کیفیت قولی کو ذکر کرتا تھا۔ مگر کیفیت فعلی کو تبعاً ذکر کر دیا۔ اب یہاں مسئلہ سنو! ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اولاً گھٹنے پھر ہاتھ پھر سر رکھے اور امام مالکؒ کے نزدیک اولاً ہاتھ پھر گھٹنے پھر سر رکھے۔ اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر سے استدلال فرمایا ہے۔ اور جمہور کی دلیل وائل بن حجر کی روایت ہے اس میں وضع رکبتہ قبل یدیدہ وارد ہوا ہے۔ اور وہ مرفوع ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا اثر موقوف ہے تو مرفوع کو موقوف پر ترجیح ہوگی۔ اللھم انج الولید بن الولید الخ یہاں پر دو مسئلے ہیں۔ ایک قنوت کا وہ تو باب القنوت میں آئے گا۔ اور دوسری بحث اللھم اجعلہا سنین الخ یہ کتاب الاستسقاء میں آئے گی۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ گھوڑے سے گر پڑے۔ تو آپؐ کا دایاں پہلو چھل گیا ہم آپؐ کی عیادت بیمار پر سی کے لئے حاضر ہوئے نماز کا وقت ہو گیا۔ تو آپؐ نے ہمیں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور ہم بھی بیٹھ گئے اور سفیان کہتے تھے کہ ہم نے بیٹھ کر نماز پڑھی جب آپؐ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کو جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ جب سمع اللہ الخ کہے تو تم ربنا للک الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ کیا عمر نے اسی طرح بیان کیا میں نے کہا ہاں! سفیان نے کہا اسی طرح یاد رکھا۔ زہریؒ فرماتے ہیں کہ ولک الحمد اور مجھے من شقہ الایمن یاد ہے جب ہم زہری کے پاس سے نکلے تو ابن جریج نے کہا میں زہری کے پاس تھا تو انہوں نے کہا کہ آپؐ کی دائیں پٹلی چھیل گئی۔

حدیث (۷۶۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَقَطَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ فَرَسٍ وَرُبَّمَا قَالَ سُفْيَانُ مِنْ فَرَسٍ فَجَحِشَ شِقُّهُ الْاَيْمَنُ فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ نَعُوذُهُ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِنَاقِعِدَا وَقَعْدَنَا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً صَلَّيْنَا نَعُوذًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَأَرْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَأَرْفَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا كَذَا جَاءَ بِهِ مَعْمَرٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ لَقَدْ حَفِظْتُ كَذَا قَالَ الزُّهْرِيُّ وَلَكَ الْحَمْدُ حَفِظْتُ مِنْ شِقِّهِ الْاَيْمَنِ فَلَمَّا خَرَجْنَا مِنْ عِنْدِ الزُّهْرِيِّ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَأَنَا عِنْدَهُ فَجَحِشَ سَاقُهُ الْاَيْمَنُ .. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ کذا جاء به معمران دو سطروں میں امام بخاریؒ نے تین چیزیں الگ الگ ذکر فرمائی ہیں اول یہ کہ کذا جاء به معمر

یہ سفیان کا مقولہ انہوں نے اپنے شاگرد علی بن المدینی سے یوں پوچھا کہ جیسے میں نے بیان کیا اسی طرح معمر نے بھی بیان کیا۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں کہ میں نے جواب میں نعم کہا۔ سفیان نے ابن المدینی سے معمر کا لفظ اس لئے معلوم کیا کہ وہ جس طرح سفیان کے شاگرد ہیں ویسے معمر کے بھی شاگرد ہیں۔ قال لقد حفظ اس کو صحیح یاد ہے یہ گویا سفیان نے معمر کی توثیق اور تائید کی دوسری بات کذا قال الزہری و لك الحمد الخ۔ ابن عیینہ نے بطور تنبیہ کے فرمایا کہ میرے استاد امام زہریؒ نے یوں ہی فرمایا تھا۔ اور بعض لوگ ربنا لك الحمد اور بعض اللهم ربنا لك الحمد نقل کر دیتے ہیں۔ یعنی بلاواؤ کے نقل کرتے ہیں۔ اور اللهم کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور تیسری بات حفظت من شقه الايمن سفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے شقه الايمن ہی ضبط کیا ہے۔ اور جب ہم اپنے استاد کے پاس سے نکل کر آئے تو میرا ساتھی ابن جریجؒ مجھے من شقه الايمن کے ساتھ الايمن نقل کرنے لگا۔ وانا عنده یہ ضمیر یا تو زہریؒ کی طرف راجع ہے تب تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں زہریؒ کے قریب تھا۔ اور ابن جریجؒ کے پیچھے تھا۔ اور میں نے شقه الايمن سنا تو انہوں نے ساتھ الايمن کیسے سن لیا۔ یا ضمیر ابن جریجؒ کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں ابن جریجؒ کے ساتھ رہا۔ ان سے جدا نہیں ہوا اور یہ احتمال کہ شاید ابن جریجؒ نے بعد میں زہریؒ سے پوچھ لیا ہو ختم ہو گیا۔ اور انا عنده کے قائل سفیان ہیں۔

باب فَضْلِ السَّجُودِ ترجمہ۔ سجدہ کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھ سکیں گے آپؐ نے فرمایا کہ کیا چودھویں کے چاند جبکہ اس کے آگے بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی تمہیں شک ہو سکتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں پھر آپؐ نے فرمایا جب سورج کے آگے کوئی بادل نہ ہو اس کے دیکھنے میں بھی کوئی شک و شبہ ہو سکتا ہے انہوں نے کہا نہیں فرمایا تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھ سکو گے۔ چنانچہ قیامت کے دن جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے پیچھے لگ جائے تو سورج کے پرستار اس کے پیچھے لگیں گے چاند کے پرستار اس کے پیچھے بتوں کے پجاری ان کے پیچھے باقی یہ امت رہ جائیگی جس میں منافقین بھی ہوں گے تو ان کے پاس اللہ تعالیٰ

حدیث (۷۶۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) أَنَّ
أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا أَنَّ النَّاسَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ
نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ هَلْ تُمَارُونَ فِي الْقَمَرِ
كَلِيلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ فَهَلْ تُمَارُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْسَ دُونَهَا سَحَابٌ
قَالُوا لَا قَالَ فَإِنَّكُمْ تَرَوْنَهُ كَذَلِكَ يُحْشَرُ النَّاسُ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ مِنْهُمْ
مَنْ يَتَّبِعُ الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ مَنْ
يَتَّبِعُ الطَّوْاعِيَّتَ وَتَبْقَى هَذِهِ الْأُمَّةُ فِيهَا مُنَافِقُوا هَا
كَيْفَ تَبْقَى اللَّهُ فَيَقُولُ أَنَا رَبُّكُمْ فَيَقُولُونَ هَذَا مَا كُنَّا
حَتَّى يَأْتِينَا رَبَّنَا فَأُذَاعَاجَاءَ رَبَّنَا عَرَفْنَاهُ كَيْفَ تَبْقَى اللَّهُ

عَزَّوَجَلَّ فَيَقُولُ اَنَارُكُمْ فَيَقُولُونَ اَنْتَ رَبُّنَا
فَيَدْعُوهُمْ وَيَضْرِبُ الصَّرَاطُ بَيْنَ ظَهْرٍ اِنِّى جَهَنَّمُ
فَاَكُونُ اَوَّلَ مَنْ يَجُوزُ مِنَ الرُّسُلِ بِاَمَّتِهِ وَلَا يَتَكَلَّمُ
يَوْمَئِذٍ اَحَدٌ اِلَّا الرُّسُلُ وَكَلَامُ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِمْ
سَلَّمَ سَمِعَ وَلِىَّ جَهَنَّمَ كَلَالِيبُ مِثْلَ شَوْكِ السَّعْدَانِ
هَلْ رَأَيْتُمْ شَوْكَ السَّعْدَانِ قَالُوا نَعَمْ قَالَ فَاِنَّهَا مِثْلُ
شَوْكِ السَّعْدَانِ غَيْرَ اَنَّهُ لَا يَعْلَمُ قَدْرَ عَظَمَتِهَا اِلَّا اللّٰهُ
تَخْطِفُ النَّاسَ بِاعْمَالِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُوقِعُ بِعَمَلِهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ يُخَوِّدُ ثُمَّ يَجُوحُ حَتَّى اِذَا رَاَ اللّٰهُ رَحْمَةً
مَنْ اَرَادَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ اَمَرَ اللّٰهُ الْمَلٰٓئِكَةَ اَنْ يُخْرِجُوْا
مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَيُخْرِجُوْنَهُمْ وَيَعْرِفُوْنَهُمْ بِاٰثَارِ
السُّجُودِ وَحَرَّمَ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ اَنْ تَأْكُلَ اَثَرَ السُّجُودِ
فَيُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ فَكُلُّ اَبْنِ اٰدَمَ تَأْكُلُهُ النَّارُ اِلَّا
اَثَرَ السُّجُودِ فَيُخْرِجُوْنَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَمْتَحَشُوا
فَيُصَبُّ عَلَيْهِمْ مَّاءُ الْحَيٰةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الرِّجَّةُ
فِى حَمِيلِ السَّبِيلِ ثُمَّ يَفْرُغُ اللّٰهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ الْعِبَادِ
وَيَبْقَى رَجُلٌ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ اٰخِرُ اَهْلِ النَّارِ
دَخَوْلًا الْجَنَّةِ مُقْبِلًا بِوَجْهِهِ قَبْلَ النَّارِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
اَصْرَفْ وَجْهِيْ عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَسْبَنِيْ رِيْحُهَا
وَاحْرَقَنِيْ ذِكَاؤُهَا فَيَقُولُ هَلْ عَسَيْتَ اِنْ فَعَلْتَ
ذٰلِكَ بِكَ اَنْ تَسْأَلَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَيَقُولُ وَعِزَّتِكَ

اپنی شان کے مطابق تشریف لائیں گے اور فرمائیں گے میں
تمہارا رب ہوں۔ امت مسلمہ کو لوگ کہیں گے کہ ہم تو اس
وقت تک اس مکان پر رہیں گے یہاں تک ہمارا رب ہمارے پاس
آئے گا جب وہ آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے چنانچہ ان کا رب
اسی صورت میں آئے گا جس سے وہ پہچان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ
فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں وہ پہچان کر کہیں گے کہ واقعی
تو ہمارا رب ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس بلائے گا۔ جبکہ
پہلے صراطِ جنم کے درمیان پھیلائی جائے گی۔ پس رسولوں میں
سے میں پہلا رسول ہوں گا جو اپنی امت کو لے کر اس پہلے سے
عبور کرے گا۔ اور اس دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کرنے
کی اجازت نہ ہوگی اور رسولوں کا کلام اس دن اللہم سلم سلم
ہوگا۔ اے اللہ! چالے چالے اور جنم میں سنذر کے درخت
کے کانٹوں کی طرح سلاخیں ہوں گی۔ آپؐ نے پوچھا کیا سنذر
کے درخت کے کانٹوں کو تم لوگوں نے دیکھا ہے انہوں نے
بتلایا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا سلاخیں سنذر کے کانٹوں کی طرح
ہوں گی۔ مگر ان کی عظمت کی مقدار کہ وہ کتنی بڑے ہوں گے
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پس وہ لوگوں کو ان کے اعمال
کے مطابق اچک لیں گے۔ پس بعض ان میں سے اپنے عمل کی
وجہ سے ہلاک ہوں گے۔ اور بعض ان میں سے وہ ہوں گے جو
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے جیسے گوشت کا قیمہ ہوتا ہے
پھر وہ نجات پائیں گے۔ یہاں تک جب اللہ تعالیٰ اپنے جنمی
مؤمنوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائیں گے تو فرشتوں کو حکم
دیں گے کہ ہر اس شخص کو جنم سے نکال دو جو اللہ تعالیٰ کی
عبادت کرتا تھا۔ پس وہ فرشتے ان کو نکالیں گے اور سجدے کے

فَيُعْطِي اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ
فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَقْبَلَ بِهِ عَلَى الْجَنَّةِ
رَأَى لَهَا جَنَّتَهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ ثُمَّ قَالَ
يَارَبِّ قَدِّمْنِي عِنْدَ بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَيْسَ
قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي
كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ يَارَبِّ لَا أَكُونُ أَشْقَى خَلْقِكَ
فَيَقُولُ فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أُعْطِيتَ ذَلِكَ أَنْ لَا تَسْأَلَ
غَيْرَهُ فَيَقُولُ لَا وَعِزَّتِكَ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَ ذَلِكَ فَيُعْطِي
رَبُّهُ مَا شَاءَ مِنْ عَهْدٍ وَمِيثَاقٍ فَيَقْدِمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ
فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَى زَهْرَتَهَا وَمَافِيهَا مِنَ النَّصْرَةِ
وَالسُّرُورِ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ فَيَقُولُ
يَارَبِّ ادْخُلْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَيُحَكِّ
يَا ابْنُ آدَمَ مَا عَنَدَكَ أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ الْعَهْدَ
وَالْمِيثَاقَ أَنْ لَا تَسْأَلَ غَيْرَ الَّذِي أُعْطِيتَ فَيَقُولُ
يَارَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشْقَى خَلْقِكَ فَيُضْحِكُ اللَّهُ مِنْهُ
ثُمَّ يَأْذَنُ لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ تَمَنَّ فَيَتَمَنَّى
حَتَّى إِذَا انْقَطَعَ أُمِّيَّتُهُ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ رِزْقُ مَنْ
كَذَاوَكَذَا أَقْبَلَ يَذْكُرُهُ رَبُّهُ حَتَّى إِذَا انْتَهَتْ بِهِ
الْأَمَانِيُّ قَالَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ وَمِثْلُهُ مَعَهُ وَقَالَ أَبُو
سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةُ أَمْثَالِهِ

نشانات سے ان کو پہچائیں گے (ترجمہ الباب ثلثت ہوا) کیونکہ
اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشانات
کو کھا جائے۔ چنانچہ وہ جہنم سے نکالے جائیں گے۔ ابن آدم کے
بدن کے ہر حصہ کو کھا جائے گی۔ مگر سجدہ کی جگہ کو نہیں کھا نیگی
چنانچہ جب لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے تو جھٹسے ہوئے
ہوں گے۔ تو ان پر آب حیات پلٹا جائے گا۔ تو ان کے بدن ایسے
جلدی اگیں گے جیسے سیلاب کی اٹھائی مٹی میں دانہ جلدی اگتا ہے
الغرض جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے
فارغ ہو جائیں گے یعنی جب آپ کا حکم پورا ہو جائیگا جبکہ جنت
اور جہنم کے درمیان صرف ایک آدمی بچ جائے گا جو جہنمیوں میں
آخری آدمی جنت میں داخل ہونے والا ہوگا۔ جس کا رخ جہنم کی
طرف ہوگا۔ کہے گا اے میرے رب میرے چہرے کو اس جہنم
سے پھیر دے کیونکہ اس جہنم کی بدبو نے مجھے مسموم کر دیا ہے
اور اس کی تیز شعلہ زنی نے مجھے جلادیا ہے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے
دیکھو اگر تمہارا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو پھر اور کسی چیز کا سوال
تو نہ کرو گے۔ کہے گا نہیں تیری عزت و جلال کی قسم! چنانچہ وہ
اللہ تعالیٰ سے عہد و پیمان باندھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرہ کو
جہنم سے پھیر دیں گے پھر جب وہ جنت کے پاس پہنچ کر اس کی
رونق کو دیکھے گا تو کچھ عرصہ تک تو چپ سادہ لے گا جب تک
اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے
دروازے تک پہنچا دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تو نے عہد
و پیمان نہیں کیا تھا کہ تو اس کے سوا اور کسی چیز کا سوال نہیں
کرے گا تو کہے گا اے میرے رب کیا میں ہی تیری ساری مخلوق
میں سے زیادہ بد بخت ہوں کہ تیری جنت سے محروم رہوں۔

یا غلام چلے جاتے ہیں۔ تو امت کی شرافت رسل پر لازم نہ آئے گی۔ وبعرفونہم بانثار السجود یہ محل ترجمہ ہے۔ قبشی ای ہلکنی اوسمنی .. ذکاء بمعنی پیٹ۔

تشریح از شیخ ذکریا۔ امام بخاریؒ نے اجزاء صلوٰۃ میں سے صرف سجود کے فضل کا باب باندھا ہے دیگر اجزاء مثلاً رکوع قیام قرأت۔ جلسہ بین المسجدین کے فضل کا باب نہیں باندھا۔ اس کی دو جہیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ خارج صلوٰۃ بھی مشروع ہے۔ سجدہ تلاوت تو بالاتفاق اور سجدہ شکر بالا اختلاف رکوع و قیام کے لہذا سجدہ کو ایک مزینہ و فضیلت اوروں پر حاصل ہے لہذا باب فضل السجود باندھا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم یہ جان چکے ہو کہ امام بخاریؒ ان روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں تو اس کی تردید کرتے ہیں یا تائید یہاں امام بخاریؒ نے ابو داؤد کی ایک روایت کی طرف اشارہ کر کے اس کی تائید فرمائی ہے۔ وہ روایت ہے کہ اقرب ما یكون العبد من ربه وهو ساجد فاجتهدوا فی الدعاء فمن ان يستجاب لكم یعنی بندہ رب کے قریب تب ہوتا ہے جب وہ سجدہ ریز ہو۔ لہذا دعاء میں کوشش کرو اس لئے کہ ایسی حالت میں تمہاری دعاء قبول کی جائے گی۔ اور یہی وہ روایت ہے جو عوام کی اس بات کا ماخذ ہے کہ سجدہ میں دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اب یہاں ایک اشکال ہے کہ باب کا تقاضا یہ ہے کہ سجدہ الفضل الاجزاء ہے۔ حالانکہ ایک دوسری روایت میں طویل قیام کو افضل الاجزاء کہا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی شئی میں کوئی خاص اثر ہونے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ وہ شئی اس شئی سے جس کے اندر وہ اثر نہیں ہے افضل ہو۔ جیسے اذان سے شیطان بھاگتا ہے اور نماز میں آجاتا ہے۔ تو اس سے نماز کے مقابلہ میں اذان کا افضل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی سجدہ کی طول قیام پر فضیلت لازم نہیں آئی۔ اگر سجدہ میں ایک خصوصیت ہے تو اس سے لازم نہیں کہ جس میں یہ خصوصیت نہ ہو وہ اس سے مرجوع اور مفضول ہو۔

ہل نری ربنا الخ اہلست والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو گا صحابہ کرامؓ کو جب معلوم ہوا کہ جناب باری تعالیٰ کو دیکھیں گے تو انہیں تعجب ہوا کہ جب اتنے سارے لوگ ہوں گے تو ایک مجمع کثیر اور ایک بڑا جم غفیر اس کو کیسے دیکھ سکے گا۔ لہذا انہوں نے جناب رسول اکرم ﷺ سے استعجاباً سوال کیا۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے بطور مثال کے فرمایا کہ ہل تمارون فی القمر الخ کہ کیا تم اس وقت شک و شبہ کا اظہار کرتے ہو جب چودھویں کی رات بادل وغیرہ نہ ہوں تو کیا اس کے دیکھنے میں جنگ و جدال۔ بھڑ بھڑ کا کوئی چیز ہوتی ہے۔ بلکہ سب برابر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہاں بھی دیکھو گے۔ چاند کو لیلۃ البدن میں سب ہی دیکھتے ہیں۔ گو جس وقت اولاً طلوع ہو اس وقت سب نہ دیکھیں۔ مگر تھوڑی دیر بعد سب ہی دیکھتے ہیں تو جب چاند کو سب دیکھتے ہیں حالانکہ اس کی اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں ہے وہ خالق یہ مخلوق تو اللہ تعالیٰ بدرجہ اولیٰ دیکھے جائیں گے۔

یبحشر الناس یوم القیامۃ چونکہ آخرت کا ذکر ہو رہا تھا اس لئے حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ ساتھ آخرت کا ایک منظر بھی بیان فرمادیا کہ محشر میں کیا ہو گا۔ وبقی هذه الامۃ فیہا منافقون یعنی کفار جتنے ہیں وہ سب کے سب اپنے معبودان باطلہ کے پیچھے جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ بلا حساب و کتاب۔ اس کے بعد یہ امت اور منافقین رہ جائیں گے۔ حساب و کتاب کے لئے منافقین اس لئے

رہ جائیں گے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا میں مسلمان کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی توحید ظاہر کرتے تھے فیاتیہم اللہ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک تجلی میں ظاہر ہوں گے اور چونکہ ہر جگہ امتحان ہی امتحان ہے ایک منزل یہ بھی امتحان کی ہے۔ اس لئے امتحان فرمائیں گے انار بکم میں تمہارا رب ہوں جب لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے لا یعنی ہر گز نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جب وہ لوگ یہ سنیں گے تو کہیں گے معاذ اللہ ان تکون ربنا اللہ کی پناہ کہ تو ہمارا رب ہو ہم تو یہیں رہیں گے اور جب ہمارے رب آئیں گے تو ان کو ہم خود پہچان لیں گے۔ فیاتیہم اللہ الخ۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسری تجلی میں ظاہر ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مختلف شئون اور مختلف تجلیات ہیں۔ مثلاً تجلی نوری۔ تجلی ظلماتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کل یوم هو فی شأن اور پھر ارشاد فرمائیں گے انار بکم میں تمہارا رب ہوں۔ اس مرتبہ مخلوق پہچان لے گی۔ اور کہیں گے انت ربنا تو ہمارا رب ہے۔ پہلی بار انکار کریں گے۔ اور دوسری بار پہچان لیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً جو تجلی ہوگی وہ غیر مانوس ہوگی اور ثانیاً جو تجلی ہوگی وہ عہد الست کی تجلی ہوگی اس لئے پہچان لیں گے کیونکہ وہ مانوس ہوگی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ تو محال ہے کہ اللہ تعالیٰ تشریف لائیں اور کوئی نہ پہچانے۔ بلکہ فیاتیہم اللہ کا مطلب یہ ہے کہ فیاتیہم رسول من اللہ اور انار بکم کا مطلب یہ ہے کہ انار رسول ربکم اور اقامة المضاف الیہ مقام المضاف بحذف المضاف کے قبیل سے ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ فرشتہ ہی کا کلام ہے مگر یہ نقل ہے کلام باری کی جو فرشتہ لے کر آیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انار بکم میں ہمزہ استفہام محذوف ہے۔ چونکہ مقام امتحان ہے اسلئے اس طرح کا خطاب ہوگا۔ فاکون اول من یجو ز الخ یہ نحن الاولون السابقون کے قبیل سے ہے۔ مگر یہاں اشکال یہ ہے کہ اس سے دیگر انبیاء علیہم السلام پر اس امت کے آحاد کا افضل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ تو حضور اقدس ﷺ کے ساتھ پل صراط سے پہلے گذر جائیں گے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اس کے بعد گذریں گے۔ اس اشکال کے دو جواب ہیں۔ اول یہ کہ یہ ارشاد ام کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام تو اپنی اپنی منازل پر پہنچ گئے ہوں گے اس کے بعد پھر لوٹ کر آئیں گے اور اپنی اپنی امت کو لے جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ اپنی امت کو لینے کے لئے آئیں گے اس کے بعد دوسرے انبیاء علیہم السلام آئیں گے۔ اور اپنی ام کو لے کر جائیں گے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپ کی امت کے گذرنے سے امت کی فضیلت دیگر انبیاء علیہم السلام پر لازم نہیں آتی۔ اسلئے کہ یہ گذرنا خدام کی طرح گذرنا ہوگا۔ جیسے وزیر اعظم اور گورنر وغیرہ کہیں جا رہے ہوں تو سب سے پہلے وزیر اعظم مع اپنے خدام کے اور پھر گورنر اپنے خدام کے ساتھ گذرے گا۔ تو یہاں وزیر اعظم کا گورنر سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ مگر ان خدام کی کہیں برتری لازم نہیں آتی۔ اور چونکہ یہ دن اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب کا ہوگا جیسے حدیث میں وارد ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ایسے غضب ناک ہوں گے کہ اس جیسا غضب نہ کبھی پہلے ہو گا نہ بعد میں او کما قال چونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی نہایت عظمت کرنے والے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ جو جتنا بڑے کے قریب ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ اس پر غضب کے وقت ہیبت ہوتی طاری ہوتی ہے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام رب سلم سلم کہہ رہے ہوں گے۔

کلابیب آنکڑوں کو کہتے ہیں السعدان سینڈر کا درخت جسے باغات کی حفاظت کے لئے ان کی باز کے کنارے لگا دیا جاتا ہے۔

تخطف الناس باعمالهم وہ آنکڑے کنارے کنارے چل رہے ہو گے۔ اور اس بات پر مامور ہوں گے کہ جو ان میں گناہ گار ہو ان کو خراش لگائے۔ اب بعض تو ایسے ہوں گے جو کٹ کٹ کر جہنم میں جا پڑیں گے اور بعض پر خراش آئے گی اور بعض بیچ بیچ کر پار ہو جائیں گے ویر فونہم باثار السجود روایت کے ذکر کرنے سے یہ مقصد ہے۔ اور اس سے سجود کی فضیلت اس طرح ثابت ہوئی کہ سارے اعضاء تو کوئلہ ہو جائیں گے صرف اعضاء سجود باقی رہ جائیں گے۔ یہ سجدہ کی فضیلت کی وجہ سے ہے۔ قدامت حشوا یعنی جھلس گئے ہوں گے۔ کما تبت الحجة فی حمیل السبل جیسے روکے کنارے دانہ اگتا ہے۔ بقی رجال ایک شخص ایمان کی وجہ سے جہنم سے نکال لیا جائے گا مگر ان اعمال کی وجہ سے نکالنے کے بعد فوراً جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ قبشی کہ مجھے اس کی لونے جھلس دیا۔ بقی رجل یا تو ایک شخص ہو گا یا ایک جماعت ہو گی۔ جماعت مراد لینے میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔ قال ابو سعید ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ میں فضائل اعمال میں ایک قاعدہ بیان کر چکا ہوں کہ اقل کو ابتدا پر اور اکثر کو خیر پر حمل کرتے ہیں۔ لہذا ابو ہریرہؓ کی روایت لك ذلك ومثله معه والی مقدم ہے۔ اور حضرت ابو سعیدؓ کی روایت لك ذلك وعشرة امثاله مؤخر ہو گی۔ اس طرح دونوں روایتیں موافق ہو گی۔ تعارض رجع ہوا۔

ترجمہ۔ سجدہ میں اپنے بازو کو ظاہر کرے

اور دور رکھے

باب يُبْدِي ضَبْعِيهِ وَيُحَافِي

فِي السُّجُودِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھتے تھے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی کرتے تھے کہ دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی تھی۔

حدیث (۷۶۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ بُحَيْنَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَلَّى فَرَجَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدُو بَيَاضُ اِبْطِئِهِ . الحديث ..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ یہ صفت سجود ہے اس لئے اس کے ٹکملہ کے طور پر اس کی ہیئت میان کی کہ دوری ہونی چاہیے

ترجمہ۔ یعنی سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے ابو حمید نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

باب يَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَ أَبُو حَمِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ --

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب پہلے گزر چکا ہے۔ وہاں مبالغہ کے طور پر ذکر کیا تھا اور یہاں سے ہیئت صلوٰۃ کا ایک جز

بیان کیا ہے۔ کہ اِصْبَاعِ رِجْلَيْنِ كَارِخِ قِبْلَةٍ کی طرف ہونا چاہیے۔

باب إِذَا لَمْ يُتِمَّ سُجُودُهُ

ترجمہ۔ جب نمازی اپنے سجدہ کو پور نہ کرے

حدیث (۷۶۷) حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الغ)

عَنْ حَدِيقَةَ أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا لَا يَتِمُّ رُكُوعَهُ وَلَا سُجُودَهُ
فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ لَهُ حَدِيقَةُ مَا صَلَّيْتَ وَأَحْسَبُهُ
قَالَ كُوتُ مَتَّ عَلَى غَيْرِ سُنَّةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت حدیقہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے

ایک آدمی کو دیکھا جو نہ رکوع پورا کرتا تھا اور نہ ہی سجدہ کو پورا ادا کرتا تھا۔ جب اس نے نماز پوری کر لی تو حضرت حدیقہؓ نے ان سے فرمایا کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ اور میرا گمان ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر تو اس حالت میں مر گیا تو غیر سنت محمدؐ پر مرے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عدم اتمام سجدہ میں اختلاف ہے۔ جو لوگ طہانیت کو فرض کہتے ہیں ان کے نزدیک نماز نہیں ہوتی

اور جو واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک واجب الاعادہ ہے۔ اور سب حضرات علی غیر الفطرہ۔ یا غیر سنۃ محمدؐ سے استدلال کرتے ہیں۔ چونکہ اس باب میں اختلاف وسیع تھا اس لئے امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔

باب السُّجُودِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ

ترجمہ۔ سات ہڈیوں پر سجدہ ہوتا ہے

حدیث (۷۶۸) حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ الْخِزْمِيِّ عَنْ ابْنِ

عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُسْجَدَ عَلَى سَبْعَةِ
أَعْضَاءٍ وَلَا يَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا الْجَبْهَةَ وَالْيَدَيْنِ

وَالرِّجْلَيْنِ وَالرَّجْلَيْنِ . الحدیث ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ کو سات اعضاء پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور یہ کہ نہ بالوں کو روکے اور نہ کپڑے کو۔ وہ سات اعضاء یہ ہیں۔ پیشانی دو ہاتھ۔ دو گھٹنے۔ اور دو پاؤں۔

حدیث (۷۶۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ الْخِزْمِيِّ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمَرْنَا أَنْ تُسْجَدَ
عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ وَلَا تَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے

روایت کرتے ہیں کہ ہمیں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ ہم بالوں کو روکیں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۰) حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ (الغ) حَدَّثَنَا

الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ وَهُوَ غَيْرُ كَذُوبٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي
خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں براءؓ

عازب نے جو جھوٹے نہیں ہیں حدیث بیان کی کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب آپ ﷺ سمع اللہ لمن حمد

لَمْ يَجْنِ أَحَدٌ مِّنَظَهْرَهُ حَتَّى يَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ (الحديث)...

کہتے تو ہم میں سے کوئی ایک بھی اس وقت تک پیٹھ نہیں جھکاتا تھا جب تک نبی اکرم ﷺ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ لیتے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ سبعة اعظم سے مراد دونوں پیر۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور پیشانی ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اعضاء سبعة پر سجدہ کرنا فرض ہے اور یہی حضرات متابلہ کا ایک قول ہے۔ اور ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا فرض ہے اس لئے کہ سجدہ کی حقیقت وضع الجبهة على الارض ہے۔ اب احنافؒ پر اشکال یہ ہے کہ تم یہ کہتے ہو کہ اگر کوئی دونوں قدم سجدہ میں اٹھالے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فرض نہیں تو فاسد کیوں کہتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں پر فساد کا ایک امر عارض کی وجہ سے آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ استزاء ہے۔ لہذا مفسد ہو گیا۔ وهو غیر کذب علماء اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ صحابی کے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ محتاج تزکیہ نہیں ہیں بلکہ نیچے کے راوی کے متعلق ہے مگر میری رائے یہ ہے کہ اس میں کیا اشکال ہے کہ صحابی کے متعلق ہو مگر اس سے تزکیہ مقصود نہ ہو بلکہ مزید تقویت روایت اور اس کی تائید مقصود ہو۔

باب السُّجُودِ عَلَى الْأُفْتِ

ترجمہ۔ ناک پر سجدہ کرنا

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ پیشانی پر اور اپنے دونوں ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی ناک پر دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بالوں کو جمع نہ کریں۔

حدیث (۷۷۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ (الخ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُؤْمَرُ أَنْ يُسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَشَارَ بِيَدِهِ عَلَى أَنْفِهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الْقَدَمَيْنِ وَلَا نَكَفَتِ الثِّيَابُ وَالشَّعْرُ....

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے تو کوئی حکم لگایا نہیں لہذا اب اس کی غرض کیا ہے بعض نے کہا کہ اس باب کی غرض اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ناک کا حکم بھی زمین پر رکھنے میں پیشانی جیسا ہے۔ یہ امام لوزائؒ کا مسلک ہے۔ لیکن میرے نزدیک مصنفؒ کی غرض یہ ہے کہ سجدہ میں صرف ناک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ امام اعظمؒ کا مذہب ہے۔ البتہ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں انف پر اکتفا جائز نہیں۔ امام اعظمؒ کا استدلال باب کی اسی حدیث سے ہے جس میں ہے اشارہ بیدہ علی انفہ تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انف جھہ پیشانی میں داخل ہے۔ امام بخاریؒ کا خود اس حدیث کو اس باب میں ذکر کرنا ہمارے مسلک کی واضح دلیل ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ ہر ایک کی حقیقت مختلف ہے۔ دونوں ایک نہیں ہو سکتے۔ لیکن امام صاحب کا مسلک حدیث سے ثابت ہے۔

باب السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ فِي الطَّيْنِ

ترجمہ۔ مٹی اور کچڑ میں ناک پر سجدہ کرنا

حدیث (۱۷۷۲) حَدَّثَنَا مُوسَى الرَّاحِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ انْطَلَقْتُ إِلَى أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فَقُلْتُ لَا تَخْرُجْ بِنَا إِلَى النَّخْلِ تَحْدُثُ فَخَرَجَ قَالَ قُلْتُ حَدِّثْنِي مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ اعْتَكَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَطَلَّبُ أَمَامَكَ فَأَعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ وَاعْتَكَفْنَا مَعَهُ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَطَلَّبُ أَمَامَكَ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ خَطِيئًا صَبِيحَةً عَشْرِينَ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ النَّبِيِّ فَلْيُرْجِعْ فَإِنِّي أَرَيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي نَسِيتُهَا وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ الْاٰخِرِ فِي وَثْرٍ وَإِنِّي رَأَيْتُ كَانِيًا اسْجُدَ فِي طَيْنٍ وَمَاءٍ وَكَانَ سَقْفُ الْمَسْجِدِ جَرِيدَ النَّخْلِ وَمَانَرِي فِي السَّمَاءِ شَيْئًا فَجَاءَتْ قُرْعَةٌ فَأُمْطِرَ نَا فَصَلَّى بِنَا النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطَّيْنِ وَالْمَاءِ عَلَى جَبْهَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَرَانِيهِ تَصَدِّقُ رُؤْيَاهُ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت اہل سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی طرف چلا میں نے جا کر عرض کیا آپ ہمیں کھجور کے باغ کی طرف نہیں لے چلئے کہ وہاں باتیں کریں چنانچہ وہ باہر تشریف لائے تو میں نے کہا کہ آپ مجھے ایسی حدیث بیان کریں جو آپ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے لیلۃ القدر کے بارے میں سنی ہو۔ تو انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف کی پہلی دہائی میں اعتکاف بیٹھے۔ ہم بھی آپ کے ہمراہ اعتکاف بیٹھے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ جو چیز آپ تلاش کرتے ہیں وہ آپ کے آگے ہے۔ پھر آپ درمیانی دہائی اعتکاف بیٹھے ہم بھی آپ کے ساتھ اعتکاف بیٹھے تو جبرائیل آپ کے پاس تشریف لائے فرمایا جس چیز کے آپ متلاشی ہیں وہ آگے ہے۔ تو آپ رمضان شریف کی بیس تاریخ کی صبح کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اعتکاف بیٹھ چکا ہے وہ واپس آئے کیونکہ مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھلائی گئی۔ اور پھر مجھے وہ بھلوادی گئی اور وہ تو آخری دہائی کی طاق راتوں میں ہے۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کچڑ اور پانی میں سجدہ کر رہا ہوں۔ اور حضور اکرم ﷺ کی مسجد کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور ہمیں اس وقت آسمان پر

کوئی بادل وغیرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ پس ایک ٹکڑا بادل آیا پس ہم پر بارش برساتی گئی۔ پس ہمیں جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی حتیٰ کہ میں نے کچڑ اور پانی کا نشان جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشانی اور آپ کے ناک کے بانے پر دیکھا۔ یہ آپ کے خواب کی تصدیق و تعبیر تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں مسئلہ سے ممانعت آئی ہے اس لئے کہ اس میں تغیر خلق اللہ ہے جس پر

نہی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے وشم اور وشر سے منع فرمایا۔ کچڑ میں سجدہ کرنے سے چہرہ میں ایک قسم کی تبدیلی آجاتی ہے جس سے

مٹلہ کا وہم ہوتا ہے۔ اس لئے امام حارّیؒ نے تنبیہ فرمائی کہ یہ مسجود فی الطین - مٹلہ کے افراد میں سے نہیں ہے یہ جائز ہے۔

چوتھا پارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ۔ باب نماز پڑھتے وقت کپڑوں کو گرہ دینا۔ اور جب تنگ کھل جانے کا خطرہ ہو تو نمازی اپنے کپڑے سمیٹ لے۔

باب عَقْدِ الثِّيَابِ وَشِدِّهَا
وَمَنْ ضَمَّ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِذَا خَافَ
أَنْ تَتَكَشَّفَ عَوْرَتُهُ

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ فرماتے ہیں کہ لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنی لٹکیوں کو اپنی گردنوں پر بادھنے والے ہوتے تھے چنانچہ عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت تک اپنا سر سجدہ سے نہ اٹھاؤ جب تک مرد سیدھے ہو کر نہ بیٹھ جائیں تاکہ کہیں ان کی نگاہیں مردوں کے تنک پر نہ پڑ جائیں۔

حدیث (۷۷۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ (الغ)
عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ وَهُمْ عَاقِدُونَ أَزْرِهِمْ مِنَ الصِّغَرِ عَلَى رِقَابِهِمْ
فَقِيلَ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْتَفَعْنَ رُؤُوسَكُمْ حَتَّى يَسْتَوِيَ
الرِّجَالُ جُلُوسًا.....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میں پہلے صفحہ ۵۶ پر ذکر کر چکا ہوں کہ یہ باب اور اس طرح لا یکف ثوبہ فی الصلوۃ ان کا ذکر ابواب السجود میں مناسب نہیں۔ اسی طرح بازؤں کا ظاہر کرنا اور دوری رکھنا۔ اور اس طرح تم السجود وغیرہ کا ابواب الثیاب میں ذکر کرنا رد عمل نہیں ہے۔ چنانچہ شرح نے قاطعہ کہہ دیا کہ ایسا کا تبیین کی غلطی سے ہوا ہے۔ مگر میرے نزدیک امام حارّیؒ نے جان بوجھ کر ان ابواب کو ابواب السجود میں ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ساجد کو جب ابداء ضعیف اور قجا فی کا حکم ہوا۔ تو اس میں کشف عورت کا

خوف تھا۔ تو امام بخاریؒ نے یہ ابواب منعقد کر کے تنبیہ فرمادی کہ اگر ابداء اور تجاہلی کی صورت میں کشف عورت کا خوف ہو تو کپڑے کو گرہ لگا دے۔ باندھ لے سمیٹ لے غرضیکہ کشف عورت کے خوف کے پیش نظر ابداء اور تجاہلی واجب نہیں ہے۔

باب لَا يَكْفُ شَعْرًا ترجمہ۔ نمازی بال نہ رو کے

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ سات ہڈیوں پر سجدہ کریں اپنے بال نہ روکیں اور نہ ہی کپڑا روکیں۔

حدیث (۷۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْخِزَعِيُّ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ وَلَا يَكْفُ شَعْرَةً وَلَا ثَوْبَةً....

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بال بھی سجدہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ دونوں ہاتھ سجدہ کرتے ہیں اس لئے کف ثياب و کف شعر کی ممانعت کی گئی۔ پھر یہ کہ یہ نہی نماز کے ساتھ خاص ہے یا نہی عام ہے۔ علامہ داؤدی کے نزدیک کف ثياب و شعر کی ممانعت نماز کے ساتھ مقید ہے۔ لہذا اگر نماز سے قبل کف ثياب و شعر کر لے تو کوئی ممانعت نہیں۔ اور جمہور کے نزدیک اس حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔ لہذا نماز سے قبل بھی کف ثياب و شعر نہ کرنا چاہیئے۔

باب لَا يَكْفُ ثَوْبُهُ فِي الصَّلَاةِ ترجمہ۔ نماز کے اندر کپڑے کو بھی گرنے سے نہ رو کے

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور یہ کہ نہ بالوں کو رو کوں اور نہ کپڑے کو۔

حدیث (۷۷۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخِزَعِيُّ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ أَمَرْتُ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمٍ لَا أَكْفُ شَعْرًا وَلَا ثَوْبًا....

باب التَّسْبِيحِ وَالِدُّعَاءِ فِي السُّجُودِ ترجمہ۔ سجدہ میں سبحان اللہ کہنا اور دعا کرنا

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے رکوع اور سجدہ میں سبحانک اللہم ربنا وبحمدک اللہم اغفر لی یعنی تسبیح اور دعا دونوں کرتے تھے اور قرآن مجید سے استدلال کرتے تھے۔ فسبح بحمد ربک واستغفر لہ انہ کان توابا۔

حدیث (۷۷۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكْثُرُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَكَاوِلُ الْقُرْآنَ. الْحَدِيثُ ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے اما الکرکوع فعظموا فیہ الرب واما السجود فاجتهدوا فی الدعاء

امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ تسبیح اور دعا کسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ رکوع اور سجود دونوں میں دونوں کہہ سکتا ہے۔

باب الْمَكْتُبَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ

ترجمہ۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنا

حدیث (۷۷۷) حَدَّثَنَا أَبُو التَّعْمَانِ (الْخ) عَنْ
أَبِي قَلَابَةَ أَنَّ مَالِكَ بْنَ الْخُوَيْرِثٍ قَالَ لِأَصْحَابِهِ
أَلَا أَنْبِئُكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ وَفِي ذَلِكَ فِي
غَيْرِ حِينَ صَلَوةٍ فَقَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ
فَقَامَ هُنَيْئَةً ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيْئَةً فَصَلَّى
صَلَوةَ عُمَرَوِ بْنِ سَلَمَةَ شَيْخِنَا هَذَا قَالَ أَيُّوبُ كَانَ
يَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُونَهُ كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ
أَوِ الرَّابِعَةِ فَاتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ فَقَالَ
لَوْ رَجَعْتُمْ إِلَى أَهَالِكُمْ صَلُّوا صَلَوةَ كَذَا فِي حِينَ
كَذَا صَلُّوا صَلَوةَ كَذَا فِي حِينَ كَذَا فَإِذَا حَضَرَتِ
الصَّلَوةُ فليؤذِّنْ أَحَدُكُمْ وَلْيُؤْمَرْكُمْ أَكْبَرُكُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو قلابہ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک
بن الخویرثؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ میں تمہیں جناب
رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں۔ اور یہ کسی نماز کے وقت میں
نہیں تھا چنانچہ کھڑے ہوئے پھر رکوع کیا پھر تکبیر کی بعد ازاں
سر اٹھایا تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر
اپنا سر اٹھایا پھر سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تھوڑی دیر سر اٹھایا۔ اور
ہمارے اس شیخ نے عمر و بن سلمہ کی نماز کی طرح نماز پڑھی
ایوب رلوی کہتے ہیں وہ شیخ چند ایسی باتیں کرتے تھے جو ہم نے
صحابہ کرامؓ کو کرتے نہیں دیکھا چنانچہ وہ تیسری یا چوتھی رکعت
میں بیٹھا کرتے تھے بہر حال ہم جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ کچھ عرصہ آپؐ کے پاس رہے تو آپؐ نے فرمایا
کہ اگر تم اپنے گھروالوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت
کے اندر ادا کرو۔ اور فلاں نماز فلاں وقت کے اندر ادا کرو پس

جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ہر ایک اذان دے سکتا ہے البتہ امامت تم میں سے بڑی عمر کا کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ فصلی صلوة عمر و بن سلمة الخ حضرت ایوب سختیانی کبار تابعین میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں

کہ جلسہ استراحتہ کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ تابعین اور صحابہ کرامؓ عام طور پر جلسہ استراحتہ نہیں کرتے تھے۔ اور
جو عمل امام اعظمؒ میان کرتے ہیں کہ آپؒ نے ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحتہ فرمایا۔ وہی عامہ تابعین اور صحابہ میان کرتے ہیں۔ یہ اختلاف کی
دلیل ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مکث بین السجدةین سے جلسہ مراد ہے۔ متنبہ اس کی اطاعت (لبا کرنا) کے احجاب کے قائل

ہیں شوافعؒ فرماتے ہیں کہ اگر اہلالتبائتہ ہوئی تو نماز قاسد ہو جائے گی۔ مکیہ اور حنفیہ کے نزدیک نماز قاسد ہوتی ہے اور نہ یہ جلسہ مستحب ہے

كان يقعد في الثالثة والرابعة یہ بعض رواۃ کو شک ہے۔ اس قعود سے مراد جلسہ استراحتہ ہے جو تیسری رکعت کے بعد اور چوتھی رکعت سے پہلے ہوتا ہے۔ تو ثالثہ سے مراد آخر ہا اور رابعہا سے مراد اول ہا ہوگا۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں کوتاہی نہیں کروں گا کہ میں تمہیں وہ نماز پڑھاؤں جو نماز میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو ہمیں پڑھاتے دیکھا۔ ثابتؓ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ ایسے کام کرتے تھے جو میں تم کو کرتے نہیں دیکھتا۔ وہ جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو یہاں تک کھڑے رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ بھلا دیئے گئے اور سجدہ تین کے درمیان بھی بیٹھتے کہ کہنے والا کہتا بھول گئے۔

حدیث (۷۷۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنِّي لَا أَلُوَّ أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كَمَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي بِنَا قَالَ ثَابِتٌ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَصْنَعُ شَيْئًا لَمْ أَرَكُمُ تَصْنَعُونَهُ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَبَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ. الحديث ...

تشریح از شیخ زکریا۔ اس روایت میں حضرت انسؓ کا یہ فعل نقل کیا گیا کہ جب وہ رفع رأس من السجده کرتے تو جلسہ کو اتنا طویل فرماتے کہ لوگ یہ سمجھتے کہ سجدہ کرنا بھول گئے اس سے حنابلہ نے طول مکث پر استدلال کر لیا لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ آگے جو لفظ نسی آیا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ طول معروف نہیں تھا۔ ورنہ لوگ کیوں سمجھتے کہ ان کو نسیان ہو گیا۔

ترجمہ۔ سجدہ کی حالت میں اپنے دونوں بازوؤں کو فرش نہ بنائے بچھائے نہیں۔

باب لَا يَفْتَرِشُ ذِرَاعِيهِ فِي السُّجُودِ

ترجمہ۔ حضرت ابو حمیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سجدہ کیا ہاتھوں کو ایسی حالت میں رکھا کہ نہ تو اس کو بچھانے والے تھے اور نہ ہی ان کو قبض کرنے والے تھے۔

وَقَالَ أَبُو حُمَيْدٍ سَجَدَا لِنَبِيِّ ﷺ وَوَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضٍهُمَا.....

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ حضرت نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سجدہ کی حالت میں اعتدال کرو۔ کہ تم سے کوئی ایک اپنے بازو کو ایسا نہ پھیلائے جیسے کتا پھیلاتا ہے۔

حدیث (۷۷۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اعْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَبْسُطُ أَحَدُكُمْ ذِرَاعِيَهُ انْبِساطَ الْكَلْبِ..

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ افتراش طریق مسنون کے خلاف ہے اور ممکن ہے کہ اس باب میں جو حدیث وارد ہوئی ہے اس کی شرح کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے وضع یدیدہ کے معنی ہیں وضع کفہ کہ ہتھیلیاں رکھیں تو تنبیہ فرمائی کہ یدین سے مراد ذرا عین ہیں۔

باب مَنِ اسْتَوَى قَاعِدًا فِي وَثْرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ ثُمَّ نَهَضَ۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز کی طاق رکعتوں میں سیدھا ہو کے بیٹھے اور پھر اٹھے یعنی جلسہ استراحتہ کرے

ترجمہ۔ حضرت مالک بن الحویرثؒ خبر دیتے ہیں کہ انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا جب اپنی نماز کی طاق رکعت میں ہوتے تھے تو اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک سیدھے ہو کر نہیں بیٹھ جاتے تھے۔

حدیث (۷۸۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْحِمْصِيُّ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي فَاذَا كَانَ فِي وَثْرٍ مِّنْ صَلَوتِهِ لَمْ يَنْهَضْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَاعِدًا. الحديث

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب سے جلسہ استراحتہ کو ثابت فرما رہے ہیں۔ شوافع کے نزدیک جلسہ استراحتہ مسنون ہے جمہور کے نزدیک خلاف اولیٰ ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے علیہ صدور قدسیہ سجدہ سے اٹھنا کثرت سے ثابت ہے شوافع کا استدلال حدیث الباب سے ہے نیز شوافعؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حضور اکرم ﷺ کا آخری فعل ہے۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو آخری عمر میں ضعف ہو گیا تھا۔ اور بدن میں بھاری پن پیدا ہو گیا تھا اس لئے آپؐ جلسہ استراحتہ فرماتے تھے۔ خود امام بخاریؒ نے باب کے اندر من استوفی کے لفظ سے اس طرح اشارہ کر دیا کہ ان کی رائے اس کے موافق نہیں ہے۔ اور حالت کبر پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس میں ہے کہ لا تباد رونی فانی قد بدنت میرے سے جلدی نہ کیا کرو کیونکہ میں بھاری ہو گیا ہوں۔

باب كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ۔

ترجمہ۔ جب رکعت سے اٹھے تو زمین پر کیسے سہارا لے

ترجمہ۔ حضرت ابی قلابہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؒ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں ہماری اس مسجد میں نماز پڑھائی اور فرمایا تمہیں ضرور نماز پڑھاؤں گا۔ میرا ارادہ نماز پڑھنے کا نہیں۔ میں تمہیں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں نے

حدیث (۷۸۱) حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ (الخ) عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ جَاءَنَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ فَصَلَّى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لِأُصَلِّيَ بِكُمْ

وَمَا أَرِيدُ الصَّلَاةَ لِكُنِّي أُرِيدُ أَنْ أُرِيَكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي قَالَ أَيُّوبُ فَقُلْتُ لَا يَبِي
فَلَابَةٌ وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَوَتُهُ قَالَ مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا
هَذَا يَعْنِي عَمْرُو بْنُ سَلَمَةَ قَالَ أَيُّوبُ كَانَ ذَلِكَ
الشَّيْخُ يَتَمُّ التَّكْبِيرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ عَنِ السَّجْدَةِ
الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ قَامَ. الحديث

جناب رسول اللہ ﷺ کو کیسے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے
ابو قلابہؓ سے پوچھا کہ وہ نماز کیسے تھی۔ فرمایا کہ ہمارے اس شیخ
عمرو بن سلمہ کی نماز کی طرح تھی۔ ایوب فرماتے ہیں کہ وہ شیخ
تکبیر پوری کرتے اور جب اپنا سر دوسرے سجدہ سے اٹھاتے تو
بیٹھ جاتے۔ اور زمین پر سہارے کر پھر کھڑے ہوتے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے تیس باب لفظ کیف سے باندھے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ مگر روایت میں

کہیں کیفیت کا ذکر نہیں ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ مجلس واعتماد علی الارض ثم قام سے کیفیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے
معلوم ہوا کہ صورت یہ ہوتی تھی کہ اولاً قعود فرماتے تھے۔ پھر اعتماد علی الارض ہو تا تھا۔ پھر قیام ہو تا تھا۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ
مقصود اثبات کیفیت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کیف۔ استفہامیہ ہے اور سوال کے لئے ہے۔ چونکہ یہاں اختلاف ہے۔ لہذا کیف سے باب
باندھ دیا۔ شوافع اس کے قائل ہیں اور کیفیت میں اختلاف کرتے ہیں قال بعضهم يعتمد باسقاط کفہ قبل قابضاً معتمداً علی کفہ
بعض نے کہا کہ ہتھیلیاں پھیلا کر سارے۔ بعض نے کہا ہتھیلیاں بند کر کے سارے جیسے آنا گوندھنے والا کرتا ہے۔

باب يُكَبِّرُ وَهُوَ يَنْهَضُ مِنَ السَّجْدَتَيْنِ
وَكَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ يُكَبِّرُ فِي نَهْضَتِهِ -

ترجمہ۔ سجدہ تین سے اٹھتے ہوئے تکبیر کہے اور
ابن الزبیرؓ اپنی اٹھتی حالت میں تکبیر کہتے تھے۔

حدیث (۷۸۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ الْخ
عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى لَنَا أَبُو سَعِيدٍ فَجَهَرَ
بِالتَّكْبِيرِ حِينَ رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ وَحِينَ سَجَدَ
وَحِينَ رَفَعَ وَحِينَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ هَكَذَا
رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ ...

ترجمہ۔ حضرت سعید بن الحارث فرماتے ہیں کہ
حضرت ابو سعیدؓ نے ہمیں نماز پڑھائی۔ پس بلند آواز سے تکبیر
کہتے تھے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے۔ اسی طرح جب سجدہ
کرتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے۔ اور جب دو رکعتوں سے
کھڑے ہوتے۔ اور فرمایا میں نے اسی طرح جناب نبی اکرم
ﷺ کو دیکھا۔

حدیث (۷۸۳) حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخ
عَنْ مُطَرِّفٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَعُمَرَانُ ابْنُ الْحَصَنِ

ترجمہ۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں کہ میں نے اور عمران
بن حصینؓ نے ایک نماز حضرت علی بن ابی طالب کے پیچھے

پڑھی جب وہ سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعتوں سے اٹھتے تو بھی تکبیر کہتے جب انہوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمرانؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس نے ہمیں محمد ﷺ والی نماز پڑھائی ہے۔ یا جناب محمد ﷺ کی نماز یاد دلادی ہے۔

مَلُوكًا خَلْفَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَانَ إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ مِنَ الرُّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا سَلَّمَ أَخَذَ عُمَرَانُ بِيَدِي فَقَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذِهِ صَلَوةٌ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ قَالَ لَقَدْ ذَكَّرَنِي هَذَا صَلَوةٌ مُحَمَّدٍ ﷺ... الحديث...

تشریح از شیخ زکریا۔ اس سے پہلے صفحہ ۱۰۸ پر ایک باب گزرا ہے باب اذا قام من السجود وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ دونوں میں ظاہر لفظی فرق ہے ورنہ معنی ایک ہیں لہذا انکار ہو گیا۔ اور اس میں کلام باب یکبر وهو ينهض من السجدة تین میں آئے گا تو اب سنو کہ وہاں تو غرض اثبات تکبیر وقت النهوض من السجود بیان کرنی تھی روایت اہل داؤد۔ اور یہاں دو رکعت کے بعد تکبیر ہوتی ہے اس کا مقام بیان کرنا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وہ تکبیر کب ہوگی۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ حدیث پاک میں الصلوۃ مثنی مثنیٰ وارد ہے۔ لہذا ہر شفعہ مستقل صلوۃ ہوگی تو جیسے ابتدائے میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہاں بھی تکبیر تحریمہ ہوگی اور یہ تکبیر تکبیر قیام ہے اور جمہور کے نزدیک یہ تکبیر تکبیر انتقال ہے۔ لہذا اٹھنے کے ساتھ ساتھ ہوگی۔ امام بخاری یکبر وینهض فرما کر جمہور کی تائید کرتے ہیں اور مالکیہ پر رد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ التحیات میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے حضرت ام الدرداءؓ اپنی نماز میں مردوں کی بیٹھک کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ سمجھدار تھیں۔

باب سُنَّةِ الْجُلُوسِ فِي التَّشَهُدِ
وَكَانَتْ أُمُّ الدَّرْدَاءِ تَجْلِسُ فِي صَلَوتِهَا
جَلْسَةَ الرَّجُلِ وَكَانَتْ فِقِيهَةً۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عبداللہ نے اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ جب وہ بیٹھتے ہیں تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ چونکہ میں ان دنوں نوجوان نو عمر تھا میں نے بھی ایسا کیا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے منع کر دیا۔ فرمایا نماز کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرو اور بائیں پاؤں کو مردوں کی طرح جاؤ۔ میں نے کہا آپ تو ایسا کرتے ہیں جس سے مجھے روکا۔ فرمایا میرے پاؤں مجھے نہیں اٹھا سکتے۔

حدیث (۷۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يُتَرَبَّعُ فِي الصَّلَاةِ إِذَا جَلَسَ فَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَهَيَّأَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةُ الصَّلَاةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتُنِثِيَ الْيُسْرَى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّ رِجْلَايَ لَا تَحْمِلَانِي۔

حدیث (۷۸۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَطَاءٍ أَنَّهُ كَانَ جَالِسًا مَعَ
نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَذَكَرُوا صَلَاةَ النَّبِيِّ
ﷺ فَقَالَ أَبُو حَمِيدٍ السَّاعِدِيُّ أَنَا كُنْتُ أَحْفَظُكُمْ
لِصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَأَيْتُهُ إِذَا كَبَّرَ جَعَلَ يَدَيْهِ
حَذُّ وَمَنْكِبَيْهِ وَإِذَا رَكَعَ أَمَكَّنَ يَدَيْهِ مِنْ رُكْبَتَيْهِ ثُمَّ
هَضَرَ ظَهْرَهُ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ اسْتَوَى حَتَّى يُعَوِّدَ كُلُّ
فَقَارٍ مَكَانَهُ وَإِذَا سَجَدَ وَضَعَ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفْتَرِشٍ
وَلَا قَائِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِأَطْرَافِ أَصَابِعِ رِجْلَيْهِ
الْقِبْلَةَ فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ
الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكْعَةِ
الْآخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْآخِرَى وَقَعَدَ
عَلَى مَقْعَدَتِهِ. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت محمد بن عمر بن عطاء صحابہ کرامؓ کی
ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ
کی نماز کا تذکرہ کیا تو ابو حمید ساعدیؓ نے کہا کہ میں تم سے
سب سے زیادہ جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کو یاد رکھنے والا ہوں
چنانچہ میں نے آپؐ کو دیکھا جب تکبیر کہتے تو اپنے دونوں
ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے۔ اور جب رکوع
کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں گھٹنے پکڑ لیتے پھر
اپنی پیٹھ جھکاتے۔ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سیدھے
کھڑے ہو جاتے۔ یہاں تک کہ ہر جوڑا اپنی جگہ پر آجاتا اور جب
سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طرح رکھتے کہ نہ تو
ان کو ہچکانے والے ہوتے اور نہ ہی پیچ کرنے والے۔ اور اپنے
دونوں پاؤں کی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ کی طرف متوجہ
کرتے تھے۔ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھنے کا ارادہ کرتے تو اپنے
بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ اور دائیں پاؤں کو کھڑا کر لیتے۔ اور جب
آخری رکعت میں بیٹھتے تو اپنے بائیں پاؤں کو آگے کر لیتے۔ اور
دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ اور پھر اپنی مقعد پر بیٹھ جاتے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ احناف کے یہاں مشہور یہ ہے کہ مرد کے لئے تشہد میں افتراش مسنون ہے۔ عورت کیلئے تورک

ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ سب کے لئے افتراش ہے۔ چنانچہ حضرت ام الدرداءؓ افتراش کرتی تھیں۔ اور وہ فقیہ تھیں۔ لہذا ان کا فعل
جست ہوگا۔ مگر شوافعؒ پر جو کہ ہم رجال ونحن الرجال کہتے ہیں اس اثر سے استدلال نہیں کر سکتے دوسرے یہ کہ یہ حکم مدرک بالقیاس
ہے کیونکہ عموماً رجال اور نسا کے احکام مشترک ہوتے ہیں۔ چنانچہ ام الدرداءؓ نے سمجھا کہ جیسے مردوں کے لئے افتراش ہے ایسے عورتوں
کے لئے بھی افتراش ہوگا۔ تو یہ قیاسی چیز ہوئی۔ مگر احنافؒ کا مستدل مصنف ابن شیبہ کی روایات ہیں۔ جن میں ہے کہ عورت کیلئے تورک ہے
کیونکہ اس میں تسر (پردہ کرنا) ہوتا ہے۔ البتہ احنافؒ کی ایک جماعت عورت کیلئے بھی افتراش کی قائل ہے۔ لیکن تورک اور افتراش میں
یہ اختلاف جواز میں نہیں۔ اولویہ اور عدم اولویہ میں ہے جائز دونوں ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا - تشہد میں بیٹھنے کا کیا طریقہ ہے۔ اس میں دو طرح کی روایات ہیں۔ ایک ابن عمرؓ کی روایت ہے وہ

فرماتے ہیں کہ سنة الصلوة الخ۔ اور دوسری ابو حمید ساعدیؓ کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں روایت النبی ﷺ جلس متورکا۔ اول قولی حدیث ہے اس لئے کہ صحابی کا قول ہے۔ اور صحابی کا من السنة کنا حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ لہذا حدیث مرفوع ہوئی۔ اور ابو حمید ساعدیؓ والی روایت فعلی ہے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ جب ابن عمرؓ نے اپنے صاحبزادے کو متربعا (چار زانوں) بیٹھ دیکھا تو انہیں روکا اور مسنون طریقہ بتلایا۔ اور اپنے چار زانوں بیٹھنے کی وجہ ظاہر فرمائی۔ تو معلوم ہوا کہ چار زانوں عذر کی وجہ سے بیٹھتے تھے۔ اس طرح ہم کہتے ہیں کہ قعود متورکا بھی عذر کی وجہ سے تھا۔ اور جو تورک مالکیہؒ نے اختیار فرمایا ہے وہ کسی اور مرجع کے پیش نظر ترجیح دی گئی ہوگی ورنہ بظاہر تو عمل اہل مدینہ نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ مدنی ہیں۔ وہ خود ہی ارشاد فرما رہے ہیں سنة الصلوة ہکذا تو اصل اختلاف فیما بین الاحناف والموالک ہے۔ کہ احناف تو قعود علی الرجل اليسرى کے قائل ہیں اور مالکیہ تورک کے قائل ہیں۔ حضرات شافعیہؒ اور حنابلہ جمع بین الروایات فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت تشہد اول پر محمول ہے۔ اور حضرت ابو حمید ساعدیؓ والی روایت تشہد اخیر پر محمول ہے۔ لیکن ایک فرق ہو گیا وہ یہ ہے کہ دونوں میں اختلاف ہو گیا کہ تورك فی الاخيرہ کی علت کیا ہے؟ حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ تشہد اول اور ثانی میں فرق کرنا ہے۔ لکی لا تشبه علی الناظر اور حضرات شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ تورک کی علت تخفیف ہے چونکہ تشہد اول قصیر ہوتا ہے اسلئے اس میں تو ضرورت نہیں اور تشہد ثانی طویل ہوتا ہے۔ اس لئے شریعت مطہرہ نے تخفیف فرمائی کہ متورکا بیٹھ جایا کرے۔ اب چونکہ علت میں اختلاف ہو گیا۔ امام احمدؒ کے یہاں تفریق ہے اور شافعیہ کے یہاں طول القعود ہے لہذا امام احمدؒ کے یہاں جن نمازوں میں دو تشہد ہیں وہاں تو تورک ہو گا۔ کیونکہ تفریق کی ضرورت اسی میں ہے جیسے صلوٰۃ الظهر والعصر والعشاء اور جہاں دو تشہد نہ ہوں جیسے صلوٰۃ فجر اور صلوٰۃ جمعہ وہاں تورک نہ ہو گا۔ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ علت طول القعود ہے اس لئے ہمیشہ قعدہ اخیر میں تورک ہو گا۔ کیونکہ اسی میں طول ہوتا ہے۔ حضرت امام حارثیؒ نے دونوں طرح کی روایات ذکر فرمادیں اور کوئی حکم نہیں لگایا کیونکہ مسئلہ میں اختلاف قوی ہے اور روایات دونوں ایک سی قوی ہیں۔ فاذا رفع رأسه استوی الخ بعض اہل حدیث کا طریق یہ تھا کہ جب وہ رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع یدین کرتے تو ہاتھوں کو اسی طرح اٹھائے ہوئے سجدہ میں چلے جاتے۔ اور یوں کہتے کہ رفع الیدین وقت الرفع من الركوع وثابت ہے۔ اور ہاتھوں کا ارسال بعد الرفع حدیث میں کیس نہیں ہے۔ اس لئے چاہئے لیکن میں اس جملہ سے ارسال ید بعد الرفع پر اس طرح استدلال کرتا ہوں کہ حتی یعود کل فقار مکانہ اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ ارسال ید کیا جائے۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو پہلے تشہد کو واجب نہیں سمجھتا کیونکہ جناب نبی اکرم ﷺ دور کعتوں پر کھڑے ہو گئے واپس نہیں آئے۔

باب مَنْ لَمْ يَرَ التَّشْهَدَ الْأَوَّلَ وَاجِبًا لَا تَنْبَغِي عَلَيْهِ الْقَامُ مِنَ الزَّكْعَيْنِ وَلَمْ يَرْجِعْ

حدیث (۷۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُحَيْنَةَ قَالَ وَهُوَ مِنْ أَرْدُ شُؤْءَ وَهُوَ حَلِيفُ لَبِئْسَ عَبْدٌ مَنَافٍ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمُ الظُّهْرَ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ لَمْ يَجْلِسْ فَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ حَتَّى إِذَا قَضَى الصَّلَاةَ وَانْتَظَرَ النَّاسُ تَسْلِيمَهُ كَبَّرَ وَهُوَ جَالِسٌ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ ثُمَّ سَلَّمَ. الْحَدِيثُ

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن بحینہ جو قبیلہ ازد شہوتہ سے تھے اور بنو عبد مناف کے حلیف تھے اور اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ان کو ظہر کی نماز پڑھائی تو پہلی دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے بیٹھے نہیں۔ پس آپ کھڑے ہو گئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب آپ نے نماز پوری کر لی اور لوگ سلام پھیرنے کے انتظار میں تھے کہ آپ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کی۔ پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا

تشریح از شیخ زکریا - ہر دو تشہد کا کیا حکم ہے۔ احناف کے نزدیک قراۃ التَّشْهَدِ فِي الْقَعْدَتَيْنِ (دو بیٹھکوں) واجب ہے اور مالکیہ کے یہاں سنت ہے اور شافعیہ کے یہاں اوّل قعدہ میں سنت ہے۔ اور ثانی میں واجب ہے۔ اور اس وجہ سے ہمارا وجوب مراد نہیں بلکہ فرض کے معنی میں ہے اور حنابلہ کے یہاں اوّل میں واجب اور ثانی میں رکن ہے۔ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں من لم یؤ التَّشْهَدِ الا ول واجباً اور واجب سے ان کی مراد وہی فرض تو نہیں لیکن واجب ضرور ہے کیونکہ اگرچہ آپ واپس نہیں آئے لیکن سجدہ سو سے اس کی تلائی کر دی۔

باب التَّشْهَدِ فِي الْأُولَى

ترجمہ - پہلے قعدہ میں تشہد کیسا ہے

حدیث (۷۸۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الظُّهْرَ فَقَامَ وَعَلَيْهِ جُلُوسٌ فَلَمَّا كَانَ فِي آخِرِ صَلَاتِهِ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ...

ترجمہ - حضرت عبد اللہ ابن مالک ابن بحینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ کھڑے ہو گئے حالانکہ آپ پر بیٹھا تھا۔ جب آخر نماز میں ہوئے تو بیٹھے بیٹھے دو سجدے کئے۔

تشریح از شیخ زکریا - اتنا تو باب سابق سے معلوم ہو گیا کہ تشہد قعدہ اولی واجب نہیں ہے۔ یہ واجب نہ ہونا عام ہے اس بات کو کہ مستحب بھی نہ ہو۔ بلکہ مشروع ہی نہ ہو۔ اس لئے امام بخاری نے تنبیہ فرمادی کہ واجب و فرض تو نہیں ہے البتہ لازم ہے۔ کیونکہ اگر لازم نہ ہوتا تو سجدہ سو کیوں فرماتے۔ احناف بھی یہی کہتے ہیں۔

باب التَّشَهُّدِ فِي الْآخِرَةِ

ترجمہ۔ آخری قعدہ کا تشہد کیسا ہے

حدیث (۷۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) قَالَ
عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَا السَّلَامُ
عَلَى جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَفُلَانٍ
فَالْتَفَتَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ
فَإِذَا صَلَّي أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ
وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمُوهَا أَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِلَّهِ صَالِحٍ
فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُهُ. الْحَدِيثُ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ
جب ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو ہم کہتے
تھے سلام علی جبرائیل و میکائیل السلام علی فلان و فلان
جناب رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ
سلام تو اللہ کا نام ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو
تشہد کے یہ کلمات کہے۔ التحیات الخ تمام قولی عبادتیں اور
تمام مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ اے اللہ کے نبی آپ پر
سلامتی رحمت اور برکت نازل ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام
نیک بندوں پر سلامتی ہو۔ جب تم نے یہ کلمات کہہ دیئے جو
اللہ کا نیک بندہ آسمان یا زمین میں ہو گا۔ اس تک یہ دعائیہ کلمات
پنچیں گے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے

لائق نہیں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشریح از شیخ مدنی۔ روایت مختصر ہے جس کی وجہ سے معنی سمجھنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ
التحیات میں السلام علی اللہ والسلام علی جبرائیل وغیرہ کہا کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ سلام تحیہ ہے حالانکہ یہ دعائیہ
اس لئے آپ نے فرمایا ان اللہ هو السلام اس پر سلامتی بھیجنے کے کیا معنی ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ تشہد اول اور ثانی میں جمہور کے نزدیک فرق ہے۔ اس لئے تنبیہ کے لئے دو باب مستقل
باندھ دیئے۔ مصنف نے جو تشہد اور التحیات ذکر فرمائی ہے۔ یہ تشہد ابن مسعودؓ کہلاتی ہے۔ احناف کے نزدیک یہی اولیٰ ہے۔ حنبلہ کا بھی یہی
مذہب ہے۔ امام بخاریؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ابن عمرؓ کا تشہد اور شافعیہ کے نزدیک ابن عباسؓ کا تشہد اولیٰ ہے۔

باب الدُّعَاءِ قَبْلَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے سے پہلے کی دعائیں

حدیث (۷۸۹) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوجہ النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ جناب

زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرْتُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ
يَدْعُو فِي الصَّلَاةِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ وَأَعُوذُ بِكَ
مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ
مِنَ الْمَآثِمِ وَالْمَغْرَمِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ مَا أَكْثَرَ مَا تَسْتَعِيدُ
مِنَ الْمَغْرَمِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا غَرِمَ حَدَّثَ فَكَذَبَ
وَرِذَاوَعَدَ أَخْلَفَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ سَمِعْتُ
خَلْفَ بْنَ عَامِرٍ يَقُولُ فِي الْمَسِيحِ وَالْمَسِيحِ لَيْسَ
بَيْنَهُمَا فَرْقٌ وَهُمَا وَاحِدٌ أَحَدُهُمَا عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَالْآخَرُ الدَّجَالُ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ
بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَسْتَعِيدُ فِي صَلَاتِهِ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ. الحديث..

حدیث (۷۹۰) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ)
عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ
عَلِّمْنِي دُعَاءً أَدْعُو بِهِ فِي صَلَاتِي قَالَ قُلِ اللَّهُمَّ
إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْمًا كَثِيرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ
إِلَّا أَنْتَ فَاعْفُرْ لِي مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِي إِنَّكَ
أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ.. الحديث..

رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اللہ کے ساتھ
میں پناہ پکڑتا ہوں قبر کے عذاب سے اور تیرے ساتھ پناہ
پکڑتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے۔ اور تیرے ساتھ پناہ
پکڑتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے اور تیرے ساتھ پناہ
پکڑتا ہوں گناہ اور قرضے کے بواعث سے۔ کسی کہنے والے نے
کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ اکثر قرضہ سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا
جب آدمی مقروض ہو جاتا ہے تو جب بات کرتا ہے جھوٹ
بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ خلف بن عامر نے
مسح کے بارے میں فرمایا کہ دونوں میوں کے درمیان کوئی فرق
نہیں دونوں ایک ہیں ایک عیسیٰ علیہ السلام دوسرا دجال اور
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے میں نے
سنا کہ وہ اپنی نماز میں فتنہ دجال سے پناہ مانگتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی مجھے ایسی دعا
سکھلائیں جو میں نماز میں مانگا کروں فرمایا کہ اے اللہ میں نے
اپنی جان پر بہت سے ظلم کئے ہیں اور گناہوں کو تیرے سوا کوئی
نہیں بخشتا اپنے پاس سے میری بخشش فرما۔ اور مجھ پر رحم
فرما اس لئے کہ آپ ہی تو بخشنے والے اور نہایت مہربان ہیں

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کی غرض میں اختلاف ہے۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض محل دعا کو بیان
کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جو دعائیں حضور اقدس ﷺ سے منقول ہیں ان کو آپ قبل السلام پڑھتے تھے اور بعض دوسرے حضرات کی
رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ شروع صلوٰۃ سے لے کر قبل السلام تک سب محل دعا ہے۔ وعدہ اخلف اگر ایفاء کے ارادہ سے

وعدہ کرے اور پھر وہ کسی عذر کی وجہ سے پورا نہ کر سکے تو یہ وعدہ خلافی نہیں کہلائے گی بلکہ وعدہ خلافی یہ ہے کہ ایسا کاراؤہ ہی نہ ہو۔ سمعت خلف بن عامر یقول فی المسیح مسیح کا اطلاق دجال اور حضرت عیسیٰؑ دونوں پر ہوتا ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کوئی لفظی فرق ہے یا نہیں۔ ابو داؤد کی رائے ہے کہ دجال کو مسیح بکسر المیم وتشدید السین کہتے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کو مسیح بفتح المیم وکسر السین کہتے ہیں امام بخاریؒ نے خلف بن عامر سے نقل کر کے بتلادیا کہ دونوں ایک دوسرے پر بولے جاتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام پر اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ مریضوں کو مسیح کرتے تھے۔ جس سے وہ اچھے ہو جاتے تھے اور دجال کو اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ممسوح العین تھا (جس کی ایک آنکھ مسخ ہو گئی) مغفرة من عندك امی من غیر استحقاق سنی جاتی لا استحقاق المغفرة مع العصیان لجناہك یعنی بغیر استحقاق کے تیری بخشش چاہتا ہوں۔ مستحق اسلئے نہیں ہوں کہ آپ کی معصیت کر کے پھر مغفرت کا حق کیسے پہنچ سکتا ہے۔ انی ظلمت نفسی یہ دعا حضور اکرم ﷺ نے خاص طور سے حضرت صدیق اکبرؓ کو بتلائی اس لئے اکثر علماء اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ انی ظلمت نفسی یہاں اشکال ہے کہ ظلم کے معنی تو تصرف فی ملک الغیر کے ہیں۔ تو اپنے نفس پر ظلم کیسے ہوگا۔ کہا جائے گا کہ انسان اپنے آپ کا مالک ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ ہماریں خود کشی پر موءاخذہ کیا جائے گا۔ تو جب اعمالِ سیئہ کی وجہ سے اسی کو جہنم میں پیش کیا جائے گا تو یہ اسی نفس پر ظلم ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ معنی وضع الشیء فی غیر محله کے ہیں۔ تو اب مقصد یہ ہے کہ اپنے نفس کو نجات دلانے اور اسے غیر محل میں استعمال نہ کرے۔ فاغفر لی مغفرة من عندك تحصیل حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت من عندك کے معنی ہیں مغفرت یلیق بشاۃك اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مغفرت بلا استحقاق منی کے معنی ہیں۔

ترجمہ۔ التحیات کے بعد جو مرضی آئے

دعاء اختیار کرے لیکن یہ واجب نہیں ہے

باب مَا يَتَخَيَّرُ مِنَ الدُّعَاءِ

بَعْدَ التَّشَهُّدِ وَلَيْسَ بِوَاجِبٍ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ نماز میں ہوتے تھے تو ہم کہتے تھے السلام علی اللہ من عبادہ السلام علی فلان و فلان تو جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا السلام علی اللہ نہ کہا کرو اللہ تعالیٰ تو خود ہی سلام ہے بلکہ یوں کہو التحیات الخ جب تم یہ کلمات کو گے تو اللہ کا جو نیک بندہ آسمان یا آسمان اور

حدیث (۷۹۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ السَّلَامُ عَلَى فُلَانٍ وَ فُلَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُولُوا السَّلَامَ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ وَلَكِنْ قُولُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ

وَالصَّلَواتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ فَإِنَّكُمْ إِذَا قُلْتُمْ ذَلِكَ أَصَابَ كُلُّ عَبْدٍ
فِي السَّمَاءِ أَوْ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ثُمَّ
لِيُخَيَّرَ مِنَ الدُّعَاءِ أَعْجَبَهُ إِلَيْهِ فَيَدْعُوا . الْحَدِيثُ

زمین کے درمیان ہے اس کو یہ دعا پہنچے گی۔ میں گواہی دیتا ہوں
کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت نے لائق نہیں اور اس بات کی
بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس
کے رسول ہیں پھر دعاؤں میں سے جو دعا اس کو پسندیدہ ہو اسے
اختیار کر کے دعا مانگے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ حدیث میں وارد ہے کہ تم میں سے کوئی الخیات پڑھے تو چار چیزوں سے ضرور پناہ پکڑے

اس لئے بعض حنابلہ بعد الصلوٰۃ تعوذ من اربع کے وجوب کے قائل ہیں امام بخاریؒ ان پر رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تعوذ من اربع
واجب نہیں ہے بلکہ جو دعا چاہے اختیار کرے واجب کوئی چیز نہیں ہے۔ جانتا چاہیے کہ امام بخاریؒ نے صلوٰۃ علی النبیؐ کا کوئی ترجمہ منعقد
نہیں فرمایا۔ حالانکہ روایات کثرت سے اس پر دال ہیں اس لئے امام بخاریؒ نے خود کتاب الدعوات میں نماز کا درود ذکر فرمایا ہے۔ اس لئے
علماء نے استنباط فرمایا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک درود شریف نماز میں فرض نہیں ذرا صل مسئلہ اختلافیہ ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے
اور بقیہ حضرات کے نزدیک سنت ہے۔ شافعیہؒ کہتے ہیں کہ صلوا علیہ وسلموا تسلیما کا حکم صلوٰۃ ہی میں ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ
آیت مبارکہ میں نماز کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر جمہور کے نزدیک عمر میں ایک مرتبہ درود شریف آیت کے حکم کی وجہ سے فرض ہے۔ پھر
اس کے بعد حنفیہ میں اختلاف ہے۔ کرئیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار ایک مجلس میں واجب ہے اور پھر مستحب۔ اور امام طحاویؒ کی رائے ہے کہ
جب بھی ذکر شریف آئے درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ ان و عیدوں کی وجہ سے جو تارک درود پر وارد ہیں۔

ترجمہ۔ اس شخص کے بارے میں جو جب تک

نماز نہ پڑھ لے اپنی پیشانی اور ناک کو نہ پونچھے امام بخاریؒ
فرماتے ہیں کہ میں نے حمیدی کو دیکھا وہ اس حدیث سے
حجت قائم کرتے تھے کہ نماز میں پیشانی کو نہ پونچھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَمْسَحْ جَبْهَتَهُ وَانْفَهَ
حَتَّى صَلَّى - قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ رَأَيْتُ
الْحَمِيدِيَّ يَحْتَجُّ بِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْ
لَا يَمْسَحَ الْجَبْهَةَ فِي الصَّلَاةِ ----

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت

ابو سعید خدریؒ سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے

حدیث (۷۹۲) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ (الخ)

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فَقَالَ

جناب رسول اللہ ﷺ کو پانی اور کچھڑ میں سجدہ کرتے دیکھا۔ یہاں تک کہ میں نے لگا کارے کا نشان آپ کی پیشانی میں دیکھا۔

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَسْجُدُ فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى رَأَيْتُ أَثَرَ الطِّينِ فِي جَبْهَتِهِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ آثار عبادت کو باقی رکھنا جمہور اسے پسند فرماتے ہیں اور ان کو زائل کرنا خلاف اولیٰ قرار دیتے ہیں

کیونکہ باری تعالیٰ اس اثر کو پسند فرماتے ہیں جو نماز کی وجہ سے گٹھا وغیرہ پڑ جاتا ہے۔ سیما ہم فی وجوہہم من اثر السجود اور آپؐ نے بھی کبھی اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ چنانچہ روایت باب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اثر عبادت کو زائل نہیں کیا۔ حمیدی نے بھی اسی سے استدلال کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بتا چکا ہوں کہ چونکہ چہرہ وغیرہ پر مٹی لگ جانا بظاہر مثلاً ہے تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ

اگر پیشانی پر مٹی لگ جائے تو یہ مثلاً نہیں ہے۔ اور اس کو اگر بعد الصلوٰۃ زائل نہ کرے تو یہ ریا اور نمود نہیں ہے۔

ترجمہ۔ سلام پھیرنا

باب التَّسْلِيمِ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تھے جب آپؐ سلام پورا کر لیتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتی تھیں۔ اور آپؐ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑا سا رک جاتے تھے۔ ان شہاب زہریؒ فرماتے ہیں آپؐ کا یہ رکنا اور ٹھہرنا اس لئے ہوتا تھا تاکہ عورتیں جلدی گذر جائیں پہلے اس کے قوم میں سے فارغ ہو کر پھرنے والا آدمی انہیں نہ پائے۔

حَدِيثُ (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الرحمہ اللہ) أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَفْضِي تَسْلِيمَهُ وَمَكَثَ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَرَأَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ أَنَّ مَكْثَهُ لِكَيْ تَنْفُذَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهِنَّ مِنْ انْصِرَافِ مِنَ الْقَوْمِ . الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور مقتدی کے لئے دو سلام کہتے ہیں۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو تین سلام کرنے چاہئیں

قبل الوجه امام کے جواب دینے کے لئے ہو۔ چنانچہ فسلمنا حین سلم سے مصنف اسی کو ثابت کر رہے ہیں کہ اگر درمیان میں سلام کہا جائے تب تو سلمنا حین سلم ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ احناف کے نزدیک تسلیم واجب ہے بقیہ ائمہ کے نزدیک فرض ہے۔ ان کی دلیل حضور اقدس ﷺ

کا یہ ارشاد ہے۔ تحلیلہا التسليم کہ نماز کو حلال کرنے والا سلام پھیرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے اختلاف ائمہ اور اختلاف روایات کی وجہ سے

کوئی حکم نہیں لگایا۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ تشہد کے متعلق آپؐ نے ان سے فرمایا تھا۔ اذا قلت هذا فقد تمت صلواتك ان شئت فقم وان شئت فاقعد یعنی جب یہ لفظ سلام آپؐ کہہ دیں تو تیری نماز تمام ہوگئی اب چاہے تو آپؐ کھڑے ہو جائیں اور چاہے تو بیٹھ جائیں۔ پھر اختلاف ہے کہ دونوں فرض ہیں یا ایک فرض ہے جمہور کے نزدیک ایک سلام فرض اور دوسرا سنت ہے۔ لیکن بعض سے نقل کیا گیا ہے کہ دوسرا بھی فرض ہے۔ دو سو مختلف فیہ مسائل میں سے ایک مسئلہ سلام بھی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس پر ترجمہ باندھ کر تین مختلف فیہ مسائل پر تنبیہ فرمادی۔ پہلا یہ کہ سلام عند الاحناف واجب ہے اور بقیہ کے نزدیک فرض ہے۔ دوسرا اختلاف یہ بتلایا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا ضروری ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بعد میں پھیرنا ہے۔ تیسرا مسئلہ تقدم الى الامام في السلام کا ہے جو جمہور کے نزدیک مفسد صلوٰۃ ہے۔ (امام سے پہلے سلام پھیرنا)۔

باب يُسَلِّمُ حِينَ يُسَلِّمُ الْإِمَامُ وَكَانَ
ابْنُ عُمَرَ يُسْتَحِبُّ إِذَا سَلَّمَ الْإِمَامَ
أَنْ يُسَلِّمَ مَنْ خَلْفَهُ -

ترجمہ۔ مقتدی اس وقت سلام پھیرے جب امام سلام پھیرتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اسے پسند فرماتے تھے کہ جب امام سلام پھیرے تو پیچھے والے لوگ بھی اس وقت سلام پھیریں۔

حدیث (۷۹۴) حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ عُبَّانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبان بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپؐ سلام پھیرتے تو ہم بھی سلام پھیرتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مالکیہ کے نزدیک امام کے ساتھ مقارنت فی السلام جائز نہیں ہے۔ بلکہ مفسد ہے۔ مہذبت ضروری اور واجب ہے۔ غیر مالکیہ کے نزدیک اگر مقارنت کرے تو جائز ہے اور نماز ہو جائے گی۔ امام بخاریؒ نے مالکیہ کا رد کیا ہے۔

باب مَنْ لَمْ يُرِدْ السَّلَامَ عَلَى الْإِمَامِ
وَاکْتَفَى بِتَسْلِيمِ الصَّلَاةِ -

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو امام کو سلام کا جواب نہیں دیتا صرف نماز کے سلام پر اکتفا کرتا۔

حدیث (۷۹۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ أَبِي الْخُبَيْرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الرَّبِيعِ وَزَعَمَ أَنَّهُ عَقَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعَقَلَ مَجْهَامُنْ دَلُّوْكَانَتْ فِي دَلِّهِمْ قَالَ سَمِعْتُ

ترجمہ۔ حضرت محمود بن الربیع نے کہا ان کو رسول اللہ ﷺ کے آنے کا بھی ہوش ہے اور اس کلی کرنے کا جو آپؐ نے اس ڈول سے پانی لے کر جو ان کی حویلی کے کنویں میں سے

عُمَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ ثُمَّ أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ قَالَ
كُنْتُ أَصَلِّيَ لِقَوْمِي بَنِي سَالِمٍ فَاتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ
فَقُلْتُ إِنِّي أَنْكَرْتُ بِصَرِيٍّ وَإِنَّ السُّؤْلَ تَحُولُ
بَيْنِي وَبَيْنَ مَسْجِدِ قَوْمِي فَلَوَدِدْتُ أَنَّكَ رَحِمْتَ
فَصَلَّيْتُ فِي بَيْتِي مَكَانًا اتَّخَذَهُ مَسْجِدًا فَقَالَ أَفْعَلُ
إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَعَدَا عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ
بَعْدَ مَا اسْتَدَّ النَّهَارُ فَاسْتَاذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَذْنَتْ لَهُ
فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى قَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ
فَأَشَارَ إِلَيْهِ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي أَحَبَّ أَنْ يُصَلِّيَ فِيهِ
فَقَامَ وَصَفَفْنَا خَلْفَهُ ثُمَّ سَلَّمَ وَسَلَّمْنَا حِينَ سَلَّمَ الْحَسِبُ

لیا گیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن مالک
الانصاریؓ جو بنو سالم قبیلہ کے ایک آدمی سے بھی ایسا ہی سنا۔ وہ
فرماتے ہیں میں اپنی قوم بنو سالم کو نماز پڑھاتا تھا۔ میں جناب
نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کی کہ
میری آنکھوں میں ضعف ہے۔ اور یہ سیلابوں کا پانی میرے اور
میری قوم کی مسجد کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس میں یہ
چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں
اسے مسجد بنا لوں۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ نے چاہا تو ایسا کروں گا
چنانچہ ایک دن صبح کے وقت جبکہ دھوپ چڑھ چکی تھی آپ اور
حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ میرے سے اندر آنے کی اجازت
چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ پس ابھی آپ بیٹھے نہیں تھے کہ

فرمایا کہ آپ گھر کے کون سے حصہ میں میرا نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔ تو انہوں نے اس مکان کی طرف اشارہ کیا جہاں وہ نماز پڑھنا پسند
کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کھڑے ہوئے ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور ہم نے بھی اس وقت سلام پھیرا
جبکہ آپ نے سلام پھیرا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو داؤد شریف میں ہے۔ امرنا ان نردد السلام علی الامام کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم امام کو بھی

سلام کا جواب دیں۔ اس حدیث کی بنا پر مالکیہ کا مذہب مقتدیوں کے بارے میں یہ ہے کہ وہ تین سلام کریں۔ ایک دائیں دوسرا بائیں
اور تیسرے امام کو قبل الوجہ۔ اور امام ایک سلام کرے یا دو سلام کرے علی اختلاف الروایات۔ اور دوسرے ائمہ کے نزدیک
صرف دو سلام ہیں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید فرمائی ہے مالکیہ اور ان کے متدل کی تردید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تسلیم علی الامام
کی ضرورت نہیں۔ جمہور ابو داؤد کی روایت کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ امام پر سلام کی نیت کرے جیسے کہ حفظہ ملاحظہ پر سلام کی نیت
کرے گا۔ فلسنا حین سلم اس سے امام بخاریؒ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اگر مقتدی تین سلام کرے گا تو حین سلم نہیں ہوگا
بلکہ بعد ما سلم ہوگا۔

ترجمہ۔ نماز کے بعد ذکر ناکیا ہے

باب الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ جب لوگ فرض نماز کے ادا کرنے سے فارغ ہوتے تھے تو ذکر الہی کے ساتھ آواز کو بلند کرتے۔ یہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہوتا تھا۔ جب میں یہ ذکر سنتا تھا تو میں پہچان لیتا کہ اب لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں تکبیر سے ہی جناب نبی اکرم ﷺ کی نماز کے ختم ہونے کو پہچانتا تھا۔ علماء کہتے ہیں کہ ابو معبد حضرت ابن عباسؓ کے غلاموں میں سے سب سے بچہ غلام تھے جن کا نام نافذ تھا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فقراء صحابہ جناب نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ مال کثیر کے مالک لوگ تو اپنے اموال کی بدولت بلند مقامات اور ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کر گئے جیسے ہم نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں وہ بھی رکھتے ہیں لیکن ان کو مال کی وجہ سے فضیلت حاصل ہو گئی کہ وہ اس مال سے حج کرتے ہیں۔ جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور صدقہ خیرات بھی کرتے ہیں۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز نہ بیان کروں جن پر قائم رہنے کی وجہ سے تم ان پر سبقت کرنے والوں کو پالو گے اور تمہیں تمہارے بعد کوئی بھی نہیں پاسکے گا۔ اور جن لوگوں کے درمیان تم رہتے ہو ان سب سے تم بھر ہو جاؤ گے۔ مکروہ شخص جو اس جیسا عمل کرے گا وہ تو تمہارے برابر ہو جائیگا

حدیث (۷۹۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرِ (الخ) أَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفَعَ الصَّوْتُ بِاللَّحْرِ حِينَ يُنْصَرِفُ النَّاسَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذَلِكَ إِذَا سَمِعْتُهُ . الْحَدِيثُ ...

حدیث (۷۹۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ (الخ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَعْرِفُ انْقِصَاءَ صَلَوةِ النَّبِيِّ ﷺ بِالتَّكْبِيرِ قَالَ عَلِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عُمَرَ وَقَالَ أَبُو مُعَيْدٍ أَصْدَقَ مَوَالِي ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ عَلِيُّ وَاسْمُهُ نَافِلٌ . الْحَدِيثُ ...

حدیث (۷۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ الْفُقَرَاءُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالُوا ذَهَبَ أَهْلُ الدُّورِ مِنَ الْأَمْوَالِ بِاللَّذْرِ جِثِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ يَصْلُونَ كَمَا نَصَلِي وَيُصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَلَهُمْ فَضْلٌ مِنْ أَمْوَالٍ يُحْجُونَ بِهَا وَيَعْتَمِرُونَ وَيُجَاهِدُونَ وَيَصَدَّقُونَ فَقَالَ لَا أَحَدُكُمْ بِمَرَأٍ أَخَذَتْهُ بِهِ أَدْرَ كُنْتُمْ مَنْ سَبَقَكُمْ وَلَمْ يُدْرِ حَكْمُ أَحَدٍ بَعْدَ كُمْ وَكُنْتُمْ خَيْرٌ مَنْ أَتَيْتُمْ بَيْنَ ظَهْرَانِهِمُ إِلَّا مَنْ عَمِلَ مِثْلَهُ تَسْبِحُونَ وَتَحْمَدُونَ وَتُكَبِّرُونَ خَلَفَ كُلَّ صَلَوةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ فَأَخْتَلَفْنَا بَيْنَنَا فَقَالَ بَعْضُنَا نُسَبِّحُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ وَنُحْمَدُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ

تم سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ اور اللہ اکبر۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ
کہا کرو۔ پھر ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ
۳۳ مرتبہ تسبیح کہیں اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ کہیں اور ۳۳ مرتبہ

وَنُكَبِّرُ اَرْبَعًا وَكُلِّمَيْنِ فَرَجَعْتُ اِلَيْهِ فَقَالَ تَقُولُ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ اَكْبَرُ حَتَّى يَكُونَ
مِنْهُمْ كُلُّهُنَّ ثَلَاثٌ وَتَلْتُونَ .. الحديث ..

اللہ اکبر کہیں تو میں نے ابو صالح شاگرد ابو ہریرہؓ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے فرمایا کہ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر
ان سب میں سب کے سب ۳۳ مرتبہ ہوں۔

ترجمہ۔ حضرت دراد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے میر
نشی سے مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے جو خط
حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا اس میں مجھ سے املا کرائی کہ نبی اکرم
ﷺ ہر فرض کے بعد یہ ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اللہ وحدہ کے سوا
کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ تمہارے اس کا کوئی شریک نہیں
اسی کی بادشاہی ہے اسی کے لئے حمد و ثناء ہے وہی ہر چیز پر قدرت
رکھنے والا ہے۔ اے اللہ جسے جو کچھ تودے اس کو کوئی روکنے والا
نہیں۔ اور جس سے تو کوئی چیز روک لے اس کو کوئی دینے والا
نہیں اور کسی بھت والے کو اس کا بھت تیری پکڑ سے کوئی
فائدہ نہیں دے سکتا۔

حدیث (۷۹۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ
الْبَخْرِيُّ عَنْ وَرَّادٍ كَاتِبِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمَلَى
عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ ابْنُ شُعْبَةَ فِي كِتَابٍ إِلَى مُعَاوِيَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ
أَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا
أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ
مِنْكَ الْجَدُّ .. الحديث ..

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صلوات خمس کے بعد رفع الصوت بالذکر بدعت ہے۔ مگر ابن عباسؓ کی

روایت سے جواز معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ صغیر السن تھے حضورؐ کی نماز کا اختتام اس سے پہچانتے تھے۔ ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مسلک ہے
دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں القضاء صلوة سلام سے معلوم کرتی تھیں۔ اور قرآن مجید میں ادعوا ربکم تضرعا
و خفینہ کا ارشاد بھی ہے۔ تو امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات آپؐ نے تعلیم امت کے لئے اس کا اظہار کیا ہے دوام ثابت نہیں ہے
ورنہ عموماً آپؐ ذکر و اذکار خفیہ کرتے تھے۔ اور تیسری روایت میں جو ادر حکم من سبقکم الخ ہے اس سے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ
تینوں کے اندر سبقیہ اور بعد یہ زمانا ہے۔ کیونکہ امام سابقہ میں عمریں بہت لمبی ہو کر تھیں۔ جس میں وہ بہت سی ریاضات کر لیتے
تھے مگر ہماری عمریں چھوٹی ہیں یقینی بات ہے۔ عبادت و ریاضت تھوڑی ہو گی تو آپؐ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھ لیں تو
من سبقکم کو پالو گے۔ یعنی ان کا ثواب تمہیں ملے گا۔ اور ایسے ہی جو لوگ تمہارے زمانے میں موجود ہیں ان سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔

مگر بعض متفقین فرماتے ہیں کہ سبقت سے سبقت مرتبی مراد ہے۔ کہ جو اپنے اموال کی وجہ سے مراتب حاصل کر گئے تم ان کو پالو گے۔ چنانچہ یہ شکایت کرنے والے حضرات اسی کو کہہ رہے ہیں ولہم فضل من اموال الخ تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم نے تسبیحات پڑھیں تو ان متمولین سے بھی سبقت لے جاؤ گے۔ اور جو تم جیسے ہیں وہ بھی تم کو نہیں پاسکیں گے البتہ جو بھی ان تسبیحات کو پڑھے گا خواہ وہ امیر ہو یا فقیر ان سب کو یہ مراتب حاصل ہوں گے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ممکن ہے درجہ جواز بتایا ہو اور ممکن ہے کہ سنیت اور استحباب بتایا ہو اگر میں یہ کہوں کہ حنفیہ پر رد فرمایا

ہے تو صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حنفیہ فرماتے ہیں کہ جن نمازوں کے بعد سنن ہیں ان کے بعد متصل اور دعائے پڑھے۔ ان تمام فرماتے ہیں کہ اللہم انت السلام الخ کے علاوہ کچھ نہ پڑھے۔ کنت اعرف انقضاء الخ بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ اور علماء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ یہ جماد کے ساتھ خاص ہے۔ تاکہ جو لوگ ادھر ادھر ہوں وہ تکبیر کی آواز سے انقضاء صلوة کو جان لیں۔ اور نمازیں پڑھ لیں۔ تاکہ ہیبت فی قلوب الکفار ہو۔ اور حضرت امام بخاری کی رائے ہے کہ یہ احتراز نہیں ہے۔ بلکہ مطلق ذکر مراد ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ سے بہت سے اذکار مروی ہیں۔ اس لئے جو ذکر بھی اذکار صلوة میں سے ہو وہ جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ ایام تشریق یعنی پر محمول ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ روایت مختصر ہے۔ اور یہ اس روایت کا ٹکڑا ہے جس میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں منیٰ میں آیا دیکھا کہ نماز ہو رہی تھی۔ فارسلت الاذان ترفع الخ اسی میں یہ بھی ہے۔ یہ نماز سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے کان ابو معبد اصدق موالی ابن عباسؓ یہ ابو معبد کے لئے توثیق ہے۔ فاختلفنا بیننا یہ ابو صالح کے شاگرد کا مقولہ ہے۔ یہ حضور اقدسؐ یا کسی صحابیؓ کے الفاظ نہیں ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ ابو صالح کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ابو صالح نے تسبیحون وتحمّدون وتکبرون ثلاثاً وثلثین کہا۔ اب اس کے بعد ان کے شاگردوں میں اختلاف ہو گیا۔ کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولاً ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ پھر ۳۳ مرتبہ الحمد للہ۔ پھر ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ اور بعض شاگرد یہ کہتے تھے۔ کہ یہ نہیں بلکہ سبحان اللہ۔ الحمد للہ اور اللہ اکبر کا مجموعہ ۳۳ مرتبہ ہوگا۔ یعنی ہر ایک گیارہ مرتبہ۔ اس کے بعد شاگردوں نے ابو صالح سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا بقول سبحان اللہ الخ یعنی انہوں نے فریق اول کی موافقت کی۔ لا ینفع ذا الجد منك الجد یہ جملہ دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔ ایک یہ کہ ذا الجد لا ینفع کا مفعول ہو۔ اور دوسرے یہ کہ لا ینفع اللک ہو۔ اور ذا الجد منك الجد اللک ہو۔ اگر مفعول ہو تو پھر جد کے چند معانی ہیں۔ اور ہر ایک صحیح ہے۔ ایک غنا۔ دوسرے شرف۔ تیسرے کوشش۔ چوتھے دادا (جد) لیکن کوشش کے معنی اگر ہوں تو اکثر مکسور الجیم ہوتا ہے۔ اگر غنا کے معنی ہوں تو مطلب یہ ہے کہ نہیں نفع دیتا ہے غنی والے کو غنی بدون تیری مربانی کے اگر شرف کے معنی ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ کوشش والے کو بدون تیری مربانی کے کوشش نافع نہ ہوگی اگر جد کا معنی دادا سے کریں تو مطلب یہ ہے کہ نسب والے کو نسب بدون تیری رحمت کے نافع نہ ہوگی۔ اگر جملہ الگ ہو تو لا ینفع ما قبل سے متعلق ہوگا۔ اور ذا الجد منلوی حرف نداء محذوف کا ہوگا۔ اور مطلب یہ ہے کہ اے غنی دبزرگی والے تیری ہی طرف سے غنی دبزرگی ہے۔ وقال الحسن جد غنی

یعنی تبارک و تعالیٰ جدک میں جو جد کا لفظ آیا ہے اس کی تفسیر امام بخاریؒ اس جملہ غنی سے فرمادی ہے۔ الغرض بعض علماء کے نزدیک باب کی غرض یہ بتانا ہے کہ اگر نماز فرائض اور اس کے سنن کے درمیان فصل ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگرچہ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد فوراً نماز سنن کے اندر ہمیں مشغول ہو جانا چاہیے۔ دعائیں وغیرہ بعد میں مانگے زیادہ اچھا یہ ہے کہ ہر کلمہ کو ۳۳ بار گن لیں تو حدیث پر عمل ہو جائے گا۔ تو گویا انہیں قیامت میں گویا ہوں گی تو حرکت کی گواہی دیں گی۔

باب يَسْتَقْبِلُ الْإِمَامُ النَّاسَ إِذَا سَلَّمَ

ترجمہ۔ جب امام سلام پھیرے
تو لوگوں کے سامنے ہو کر بیٹھے۔

ترجمہ۔ حضرت سرہ بن جندبؒ فرماتے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی کوئی نماز پڑھ لیتے تو چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوتے۔

حدیث (۸۰۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الْح) عَنْ سُرَّةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَلَّي صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجَهُمْ ...

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جھنیؒ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہمیں جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی اس بارش کے نشان پر جو رات کو ہوئی تھی جب حضور اکرم ﷺ نماز سے پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا تم جانتے ہو تمہارے رب عزوجل نے کیا فرمایا ہے انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جاننے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ تو میرے اوپر ایمان لانے والے ہوئے اور کچھ کافر ہوئے۔ جنہوں نے کہا ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا ہم پر فلاں فلاں نہجھتو کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرے سے کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہوئے۔

حدیث (۸۰۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ (الْح) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَوةَ الصُّبْحِ بِالْحَدِيثِ عَلَى أَكْثَرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا أَنْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ عَزَّ وَجَلَّ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ قَامًا مَنْ قَالَ مُطَرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطَرْنَا بِنَوْءٍ كَذَا وَكَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ .. الحديث

حدیث (۸۰۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَنِيعٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَخَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الصَّلَاةَ ذَاتَ لَيْلَةٍ إِلَى سَطْرِ اللَّيْلِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَلَمَّا صَلَّى أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجْهَهُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا وَرَقَدُوا وَإِنَّكُمْ لَنْ تَزَالُوا فِي صَلَاةٍ مَا أَنْتَظَرْتُمْ الصَّلَاةَ الْعَتَمَةَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو آدمی رات تک موخر کیا پھر باہر تشریف لائے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ تو نماز پڑھ کر سو چکے اور تم ہمیشہ نماز میں رہے جب تک نماز کا انتظار کرتے رہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ کا دائیں طرف پھرنا اور اسی طرح بائیں طرف اور اسی طرح متوجہا الی الناس ہو کر بیٹھنا۔ تینوں طرح کی روایات سے ثابت ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ تینوں حالتیں جلوس پر محمول ہیں یا اور کچھ ہے۔ میرے مشائخ کی رائے ہے کہ یہ تینوں جلوس پر محمول ہیں اور مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کبھی دائیں طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور کبھی بائیں طرف اور کبھی بالکل لوگوں کی طرف متوجہ رہتے۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ دائیں اور بائیں طرف والی روایت انصراف الی البیت پر محمول ہے اور متوجہا الی الناس والی صرف جلوس پر محمول ہے چونکہ یہ اختلاف ہے اس لئے محدثین انصراف اور استقبال کا مستقل باب باندھتے ہیں۔ اور میرے نزدیک مشائخ کا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ انصراف عن المكان تو اس طرف ہو گا جدھر ضرورت ہو۔ کوئی دائیں یا بائیں طرف کی خصوصیت نہیں۔ تاہم اس کے بعد ایک باب اگلے صفحے کے شروع میں ہے۔ باب الانفال والانصراف بعض مشائخ کی رائے ہے کہ اول باب سے مقصود یہ ہے کہ امام کو مقتدیوں کی طرف رخ کر کے بیٹھنا چاہیے۔ گویا الحارثیؒ کا میلان بھی اسی طرف ہے۔ اور دوسرے باب سے مراد امام کا نماز سے فارغ ہو کر اٹھ کر جانا ثابت کرنا ہے۔

باب مَكَثُ الْإِمَامِ فِي مُصَلَّاهُ بَعْدَ السَّلَامِ

ترجمہ۔ سلام پھیرنے کے بعد امام اپنی جگہ پر ٹھہرا ہے۔

حدیث (۸۰۳) وَقَالَ لَنَا أَدَمُ (الخ) عَنْ تَارِفِ قَالَ كَانَ بَنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي مَكَانِهِ الَّذِي فِيهِ الْقَوْبَةُ وَفَعَلَهُ الْقَاسِمُ وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ لَا يَتَطَوَّعُ الْإِمَامُ فِي مَكَانِهِ وَلَمْ يَصَحَّ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت تارفعؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اسی مکان میں نفل نماز پڑھتے تھے جس میں فرض نماز ادا کی۔ اور قاسم بھی اسی طرح کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے اس حدیث کا مرفوع ہونا ذکر کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ امام اسی جگہ نفل ادا نہ کرے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

حدیث (۸۰۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الخ) عَنْ
 أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا سَلَّمَ يَمُكُّتُ فِي
 مَكَانِهِ بِسُرٍّ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ فَتَرَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ
 لِكَيْ يَنْقُذَ مَنْ يَنْصَرِفُ مِنَ النِّسَاءِ وَقَالَ ابْنُ أَبِي
 مُرَيْمٍ أَخْبَرَنَا نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ
 رَبِيعَةَ أَنَّ ابْنَ شَهَابٍ كَتَبَ إِلَيْهِ قَالَ حَدَّثَنِي هُنْدُ
 بِنْتُ الْحَارِثِ الْفَرَّاسِيَّةُ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ
 ﷺ وَكَانَتْ مِنْ صَوَاحِبِهَا قَالَتْ كَانَ يُسَلِّمُ
 فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ فَيَدْخُلْنَ مَبُوتَهُنَّ مِنْ قَبْلِ
 أَنْ يَنْصَرِفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ .. الحديث ...

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سلام پھیر لیتے تھے تو تھوڑی سی دیر اسی مکان پر رکے رہتے
 لکن شہاب فرماتے ہیں گمان یہ ہے کہ واللہ اعلم۔ تاکہ وہ
 عورتیں جو نماز سے فارغ ہو کر پھریں تو وہ نکل جائیں۔ ہند
 بنت الحارث فراسیہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ سے
 روایت کرتی ہیں جو حضرت ام سلمہؓ کی سہیلیوں میں تھیں
 وہ فرماتی ہیں حضور اقدس ﷺ سلام پھیرتے تو عورتیں
 چلی جاتیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے چلے جانے سے
 پہلے پہلے وہ اپنے گھروں میں داخل ہو جاتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں ابو داؤد کی روایت لا یتطوع الامام فی مکانہ پر رد کرنا مقصود ہے۔ جیسا کہ امام بخاری نے
 لم یصح کہہ کر خود تصریح فرمادی۔ اگر امام بخاری تصریح نہ فرماتے تو ہم کہتے کہ امام بخاریؒ کی غرض ابو دہش کی روایت پر رد کرنا ہے۔
 جس کے اندر یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کان رسول اللہ ﷺ یفتل کالفتح ابی دہش اس سے بظاہر ایہام ہوتا ہے کہ الفتح واجب
 ہے تو امام بخاریؒ نے اس کی تردید فرمادی۔ اور تیسری غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گذشتہ ترجمہ میں جو استقبال الامام مذکور ہے وہ ضروری
 نہیں۔ عن امراة عن قریش چونکہ ہند کی صفت میں اختلاف ہو گیا کہ یہ قریشہ ہیں یا فراسیہ اور احتمال تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اصل
 فراسیہ تھا تعقیف ہو کر قریشہ ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں قسم کی روایات ذکر فرما کر تنبیہ کر دی کہ دونوں میں کوئی تعالف
 نہیں ہے۔ اس لئے کہ بنو فراس قریش ہی کا ایک قبیلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں کہ تطوع فی مکانہ پر رد کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ وہ
 ممانعت اس لئے ہے کہ بعد میں کوئی شبہ نہ کرے کہ ابھی نماز ہو رہی ہے اس لئے منع فرمادیا۔ اور یہ ممانعت مکث کے منافی نہیں ہے۔

ترجمہ۔ جب امام لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو اسے کوئی
 ضرورت یاد آجائے تو وہ لوگوں کو پھلانگ کر جاسکتا ہے۔

باب مِّنْ صَلَّيْ بِالنَّاسِ فَذَكَرَ
 حَاجَتَهُ فَتَخَطَّاهُمْ

ترجمہ۔ حضرت عتبہؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں عصر کی نماز

حدیث (۸۰۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عُثْبَةَ

قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَى النَّبِيُّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ
فَقَامَ مُسْرِعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى بَعْضِ حُجَرِ
نِسَائِهِ فَفَزَعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ فَرَأَى
أَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ قَالَ ذَكَرْتُ كُنْيَاتِي ثَبَرٌ
عِنْدَنَا فَكِرْهُتُ أَنْ يُحْسِنُنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ الْحَدِيثُ

میں نے جناب نبی اکرم کے پیچھے ادا کی جب آپ نے سلام پھیرا
جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں
پھلانگ کر اپنی بعض بیویوں کے حجرے کی طرف چلے گئے۔
لوگ آپ کے جلدی کرنے کی وجہ سے گھبرا گئے۔ بہر حال آپ
تشریف لائے۔ اور سمجھ گئے کہ ان لوگوں کو میری جلدی کی وجہ
سے تعجب ہوا ہو گا فرمایا مجھے سونے کا ایک ٹکڑا جو ہمارے پاس تھا
یاد آ گیا۔ تو میں نے مکروہ سمجھا کہ کہیں مجھے روک نہ دے۔ اس لئے اس کے تقسیم ہو جانے کا حکم دے آیا ہوں۔

تشریح از شیخ زکریا - چونکہ باب سابق سے مکث امام ثابت ہوا تھا اس لئے باب بطور استثناء کے ذکر فرما دیا کہ مکث لازم
نہیں ہے۔ اگر کسی حاجت کی وجہ سے فوراً اٹھ جائے تو جائز ہے۔ اور دوسری غرض یہ ہو سکتی ہے کہ ضرورت کے درجہ میں تخطی رقاب
کی جائے تو جائز ہے۔ لیکن اول توجیہ مقام کے زیادہ مناسب ہے۔

ترجمہ۔ نماز سے پھر کر دائیں یا بائیں جانب
چلنا کیسا ہے۔

باب الْإِنْفِتَالِ وَالْإِنْصِرَافِ
عَنِ الْيَمِينِ وَالشِّمَالِ

ترجمہ۔ نماز سے پھرنا اور پھر دائیں اور بائیں جانب
پھر جانا۔ حضرت انس بن مالکؓ دائیں اور بائیں ہر طرف سے
پھرتے تھے۔ اور جو ایک طرف کا قصد کرتا یا جو صرف دائیں
جانب پھرنے کو لازمی قرار دیتا اس پر عیب لگاتے تھے۔

وَكَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ ۖ يَنْفَتِلُ عَنْ يَمِينِهِ
وَعَنْ يَسَارِهِ وَيَعِيبُ عَلَى مَنْ يَتَوَخَّى أَوْ مِنْ تَعَمُّدِ
الْإِنْفِتَالِ عَنْ يَمِينِهِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ
کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے۔ یہی سمجھتا ہوں
کہ اس پر لازم ہے کہ وہ دائیں طرف سے ہی پھرے گا۔ میں نے
جناب نبی اکرم ﷺ کو بہت مرتبہ دیکھا کہ آپ بائیں طرف
سے بھی پھرتے تھے۔

حدیث (۸۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ (الْح) عَنْ
الْأَسْوَدِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ لِلشَّيْطَانِ
شَيْئًا مِّنْ صَلَاتِهِ يَرَى أَنَّ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ لَا يَنْصَرِفَ
إِلَّا عَنْ يَمِينِهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ كَثِيرًا يَنْصَرِفُ
عَنْ يَسَارِهِ

تشریح از شیخ مدنی۔ آپ سے دونوں فعل ثابت ہیں۔ یمنینا بھی انصراف ہوتا تھا اور یسار بھی۔ مگر ان میں سے ایک پر التزام کرنا اس پر شیطان کا حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے فقہاء نے ایک قاعدہ کلیہ استنباط کیا کہ التزام مالا یلزم بدعت ہے۔ احیاناً اگر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں عادت نہ بنانی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس کے متعلق جو اختلاف علماء کے درمیان تھا اس کو میں بیان کر چکا ہوں۔ انفتال اور انصراف کے دو لفظ لاکرام بخاری نے بتلادیا کہ ان دونوں کے معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ تھکافرق ہو سکتا ہے۔

ترجمہ۔ باب جو کچھ کچے لہسن۔ پیاز۔ گندنے کے بارے میں آیا ہے۔ اور جناب نبی اکرم ﷺ کا ارشاد کہ جو شخص پیاز لہسن بھوک یا غیر بھوک کی وجہ سے کھا کر آئے تو وہ ہماری مسجد کے بالکل قریب نہ بھیسے۔

باب مَا جَاءَ فِي الثَّوْمِ النَّبِيُّ
وَالْبَصَلِ وَالْكَرَّاثِ - وَقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ
مَنْ أَكَلَ الثَّوْمَ أَوِ الْبَصَلَ مِنَ الْجُوعِ
أَوْ غَيْرِهِ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا -

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس درخت ان کی مراد لہسن ہے کھائے تو وہ ہماری مسجد میں نہ گھسے۔ میں نے کہا اس سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مراد کچا لہسن ہے۔ اور ان جرح فرماتے ہیں کہ ان کی مراد اس کی بدلو ہے۔

حدیث (۸۰۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الْح) سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يُرِيدُ الثَّوْمَ فَلَا يَغْشَا نَافِي مَسْجِدَنَا قُلْتُ مَا يَعْنِي بِهِ قَالَ مَا أَرَاهُ يَعْنِي الْإِنْسِيَّةَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ الْأَنْثَى. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر میں فرمایا جس شخص نے اس درخت یعنی لہسن سے کچھ کھالیا تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔

حدیث (۸۰۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْح) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي غَزْوَةِ خَيْبَرَ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ يَعْنِي الثَّوْمَ فَلَا يَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا.

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص لہسن اور پیاز کھالے وہ ہم سے الگ رہے یا یہ کہ ہماری مسجد سے الگ تھلگ رہے۔

حدیث (۸۰۹) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ (الْح) أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ مَنْ أَكَلَ ثَوْماً أَوْ بَصَلاً فَلْيَعْتَزِلْنَا أَوْ فَلْيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا

وَلْيَقْعُدْنِي بَيْتِي وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ إِنِّي بِقَدْرِ فِيهِ خَضِرَاتٌ
مِنْ بُقُولٍ فَوَجَدَلَهَا رِبْحًا فَسَالَ فَأَخْبِرَ بِمَا فِيهَا مِنْ
الْبُقُولِ فَقَالَ قَرَّبُوهَا إِلَى بَعْضِ أَصْحَابِهِ كَانَ مَعَهُ
فَلَمَّا رَأَاهُ كَبَّرَهُ أَكْلَهَا فَقَالَ كُلْ فَإِنِّي أَنَا جِئْتُ مَنْ لَا
تُجَارِي وَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ابْنِ وَهْبٍ أَنِّي
بِذَرٍ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ يَعْنِي طَبَقًا فِيهِ خَضِرَاتٌ وَلَمْ
يَذْكُرِ اللَّيْثُ وَأَبُو صَفْوَانَ عَنْ يُونُسَ قِصَّةَ الْقُدْرِ
فَلَا أَدْرِي هُوَ مِنْ قَوْلِ الزُّهْرِيِّ أَوْ فِي الْحَدِيثِ ...

اور اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت
میں ایک ہنڈیا لائی گئی جس میں یہ کچھ سبزیاں ترکاری تھیں۔
جس کی وجہ سے بدو آپ کو محسوس ہوئی آپ نے دریافت فرمایا
تو جو کچھ اس کے اندر سبزیاں یا ترکاری تھیں اس کی آپ کو اطلاع
دی گئی۔ آپ نے فرمایا ان کو میرے ان بعض ساتھیوں کے
قریب کر دو جو آپ کے ساتھ تھے۔ جب آپ نے محسوس کیا کہ
وہ ان کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں فرمایا تم کھاؤ میں تو ایسی
ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم نہیں کرتے ان وہب
نے طباق مراد لیا جس میں سبزیاں تھیں۔ اور لیث نے ہنڈیا کا

ذکر نہیں کیا۔ پس مجھے معلوم نہیں کہ وہ امام زہری کا قول ہے یا حدیث کے الفاظ میں سے ہے۔

حدیث (۸۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الْح) قَالَ
سَالَ رَجُلٌ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ مَا سَمِعْتُ نَبِيَّ ﷺ
فِي الثَّوْمِ فَقَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ
الشَّجَرَةِ فَلَا يَقْرَبَنَّ وَلَا يَصِلَنَّ مَعَنَا ...

ترجمہ۔ حضرت عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ ایک آدمی
نے حضرت انس بن مالکؓ سے سوال کیا کہ آپ نے جناب
نبی اکرم ﷺ سے اس لسن کے بارے میں کیا سنا ہے انہوں نے
فرمایا کہ آپ کا ارشاد ہے جو شخص اس درخت سے کھا کر آئے
تو وہ ہمارے قریب آئے اور نہ ہمارے ساتھ نماز پڑھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اشکال یہ ہے کہ یہ باب ابواب المساجد میں ہونا چاہیے۔ یہاں اس کو کیوں ذکر کیا گیا۔ شرح
فرماتے ہیں کہ یہ بطور ابواب متفرقہ کے ہے۔ اور میرے نزدیک اس کے ساتھ یہ ہے کہ امام بخاریؒ تنبیہ فرماتے ہیں کہ ان لسن پیاز وغیرہ
کے استعمال کی کراہت مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ مجامع سے متعلق ہے۔ تاکہ لوگوں کو ایذا رسانی نہ ہو۔ کراہت ایک بدو دار
سبزی کا نام ہے جسے گندنا کہتے ہیں۔ الانبیہ یہ روایت اور اسی طرح دوسری روایت میں متن ہے دونوں کا حاصل ایک ہے۔ اس لئے کہ نفع
کچے ہی میں ہوتا ہے۔ اناجی من لانتاجی حضور اقدس ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ نے خود نوش نہیں فرمایا۔ اور دوسروں کو فرمادیا
کہ تم کھاؤ۔ تو اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا آپ نے اس کی وجہ بتادی۔

ترجمہ۔ بچوں کا وضو کرنا۔ ان پر غسل اور وضو
کب واجب ہوتا ہے اور ان کا جماعت کے اندر اور عیدین

بَابُ وَضُوءِ الصَّبْيَانِ وَمَتَى يَجِبُ
عَلَيْهِمُ الْغُسْلُ وَالطُّهُورُ وَحُضُورُهُمْ

اور جنازوں میں حاضر ہونا کب واجب ہے اور ان کی صفیں کس طرح ہوں۔

الْجَمَاعَةُ وَالْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزِ وَصُفُوفِهِمْ

حدیث (۸۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى

(الخ) قَالَ أَخْبَرَنِي مَنْ مَرَّ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى قَبْرِ مَنْبُؤٍ فَأَمَّهُمْ وَصَفُّوا عَلَيْهِ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَمْرٍ وَمَنْ حَدَّثَكَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ .. الحديث ...

ترجمہ - حضرت امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس کا گذر بہر اہی نبی اکرم ﷺ ایک ایسی قبر پر ہوا جو الگ تھلگ تھی۔ پھر حضور ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور انہوں نے اس پر صفیں باندھیں۔ میں نے کہا! ابو عمر آپ کو کس بیان کیا کہا کہ جناب عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا۔

حدیث (۸۱۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ

(الخ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ - حضرت ابو سعید خدریؒ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا (نہانا) ہر احتلام والے پر واجب ہے۔

حدیث (۸۱۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي

عَبَّاسٍ قَالَ بَلَغْتُ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ لَيْلَةً فَنَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مَعْلَقٍ وَضُوءٌ خَفِيفٌ يُخَفِّفُهُ عَمْرٌ وَبَقِلَلَهُ جِدًّا ثُمَّ قَامَ يُصَلِّيُ فَقُمْتُ فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأْتُ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ فَنَادَاهُ الْمُنَادِي يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ فَلَنَّا لِعَمْرٍو إِنْ نَاسًا يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَامَ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ قَالَ عَمْرٌ وَسَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عَمْرٍِ يَقُولُ إِنْ

ترجمہ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ ميمونةؓ کے پاس بسر کی۔ پس جناب نبی اکرم ﷺ نے بھی انہیں کے گھر قیام فرمایا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک پرانے مٹکیزے لٹکے ہوئے سے ہلکا سا وضو فرمایا حضرت عمروؓ راوی اس کو بہت ہلکا اور بہت ہی قلیل بیان کرتے تھے۔ پھر آپؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں بھی اٹھا آپؐ جیسا ہلکا سا وضو کیا پھر میں آکر آپؐ کی بائیں جانب کھڑا ہوا گیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے پچھل طرف سے پھیر کر اپنی دائیں جانب کھڑا کر دیا پھر جس قدر اللہ نے چاہا آپؐ نے نماز پڑھی۔ پھر لیٹ گئے اور یہاں تک سوئے کہ پھونک مارنے لگے۔ مؤذن آپؐ کے پاس آیا اس نے آکر آپؐ کو نماز کی اطلاع دی پس حضور انور ﷺ اس کے ہمراہ نماز کیلئے کھڑے ہو گئے نماز پڑھی وضو نہیں فرمایا

رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحَيَّ ثُمَّ قَرَأَ إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ

عبید بن عمیرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے تائید کے لئے قرآنی آیت پڑھی کہ بیٹا میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

حدیث (۸۱۴) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْحَمْدُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ جَدَّتَهُ مَلِكَةَ دَعَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لِبَطْنِهَا صَنَعَتْ فَأَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ قَوْمُوا أَفَلَا صَلَّيْتُ بِكُمْ فَقُمْتُ إِلَى حَصِيرٍ لَنَا قَدْ اسْوَدَّ مِنْ طُولِ مَا لَيْسَ فَصَضْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَالْيَسِيمُ مَعِيَ وَالْعُجُوزُ مِنْ وَرَائِنَا فَصَلَّى بِنَا رَكَعَتَيْنِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ان کی دادی ملیکہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کے لئے بلایا جو انہوں نے آپؐ کے لئے تیار کیا تھا۔ جب حضور انور ﷺ کھانا کھا چکے تو فرمایا انھوں میں تمہیں نماز پڑھاؤں تو میں اپنی ایک چٹائی کی طرف اٹھا جو بہت دیر پڑے رہنے کی وجہ سے کالی ہو چکی تھی میں نے اس کو پانی کا چھینٹا دیا۔ چنانچہ حضور انور ﷺ اس پر کھڑے ہوئے۔ یتیم میرا بھائی میرے ساتھ تھا۔ اور بوڑھیا میری دادی ہمارے پیچھے تھی۔

حدیث (۸۱۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (عَنْ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ آتَانِ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّيُ بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ فَتَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْإِثْمَانُ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ فَلَمْ يُشْكِرْ ذَلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ... الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی گدھیا پر سوار ہو کر آیا جبکہ میں احتلام کے قریب پہنچ چکا تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ کے مقام پر بغیر کسی دیوار کے سامنے کئے لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے میں ایک صف کے آگے گزر گیا گدھیا سے اترا اور اسے چرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور میں خود صف اول میں شامل ہو گیا۔ اس ساری کاروائی پر مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

حدیث (۸۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الْحَمْدُ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَالَ عِيَّاشُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کو پکار کر کہا کہ عورتیں اور بچے سو گئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور ﷺ باہر تشریف لے گئے

اور فرمایا کہ روئے زمین پر سوائے تمہارے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو نماز پڑھ رہا ہو۔ اور ان دنوں سوائے اہل مدینہ کے اور کوئی یہ نماز نہیں پڑھتا تھا۔

فِي الْعِشَاءِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرُ قَدْ نَامَ النِّسَاءُ وَالصَّبِيَّانُ
قَالَتْ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ
مِّنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يُصَلِّي هَذِهِ الصَّلَاةَ غَيْرَكُمْ وَلَمْ
يَكُنْ أَحَدٌ يُؤْمِنُ بِذِي يُصَلِّي غَيْرَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ. (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت عبدالرحمن بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے سنا جبکہ ان سے کسی آدمی نے پوچھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کبھی نکلنے کا آپ کے ساتھ حاضری کا اتفاق ہوا ہے اگر میرا قرب اور مقام حضور اکرم ﷺ سے اتنا نہ ہوتا تو میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ حاضر نہ ہوتا۔ چنانچہ آپ اس مینار کے پاس تشریف لائے جو کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس ہے۔ خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے ان کو نصیحت فرمائی اور ان کو وعظ و تذکیر فرمائی۔ اور ان کو صدقہ خیرات کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ عورتیں

حدیث (۸۱۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ النَّخَعِيُّ
قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ؓ وَقَالَ لَهُ رَجُلٌ شَهِدْتُ
الْخُرُوجَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي
مِنْهُ مَا شَهِدْتُهُ يَعْنِي مِنْ صُغُرِهِ أَتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ
دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ
فَوَعَّظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ أَنْ يَتَصَدَّقْنَ فَجَعَلَتِ
الْمَرْأَةُ تُهَوِّى بِيَدِهَا إِلَى حِلْقِهَا تُلْقَى فِي ثَوْبِ
بِلَالٍ ثُمَّ أَتَى هُوَ وَبِلَالُ الْبَيْتِ. الحديث....

اپنے ہاتھوں کو جھکا کر اپنی بالیوں یا انگلیوں کی طرف لے جاتی تھیں اور اس کو حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔ پھر جناب حضور انور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ چونکہ روایات میں وارد ہے رفع القلم عن الصبی حتی احتلم وعن المجنون حتی افاق

وعن النائم حتی استيقظ کہ جب تک بالغ نہ ہو اس سے حکم کا قلم اٹھالیا گیا۔ اسی طرح مجنون سے جب تک اس کو افاقہ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک وہ بیدار نہ ہو اس لئے شبہ ہوتا تھا کہ اگر صبی۔ قبل الاحتلام اسلام لائے یا نماز پڑھے یا اور کوئی عبادت کرے تو اس کی وہ عبادت قابل اعتناء ہوگی یا نہ۔ جمہور فرماتے ہیں کہ صبی ممیز کے لئے تمام احکام کا اعتبار ہوگا۔ مگر کفر اور الحاد کی وجہ سے اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ غیر ممیز مثل مجنون کے ہے۔ امام بخاریؒ اسی مسئلہ کو یہاں بیان فرما رہے ہیں کہ صبی کے لئے فرائض و نوافل میں دو شائیں ہیں۔ اس عبادت کا معتبر ہونا اور دوسرا ثواب کا ہونا اور ان کے شرائط کا مطالبہ کرنا۔ ان سب کا اعتبار ہوگا اگر وہ ان کو ترک کر دے تو اس پر عتاب نہ ہوگا۔ یا امام بخاریؒ کا مقصد انعقاد باب سے یہ ہے کہ زمانہ سعادت میں یہ چیزیں جاری کرائی گئیں۔ اس لئے یہ واجب ہیں مگر ترک پر عتاب نہ ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - ایجاباً واستحباً کوئی حکم نہیں لگایا۔ لایہام یعنی اگر واجب فرماتے تو شبہ ہو تا کہ بلا وضو نماز

پڑھ سکتے ہیں اس لئے ترجمہ مجمل رکھ دیا۔ اور یہ بتلادیا کہ وضو الصبیان فی نفسہ مشروع ہے اس پر وضو واجب نہیں۔ لیکن اگر نماز پڑھے گا تو وضو واجب ہو گا۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ بچہ کب بالغ ہوتا ہے احتلام تو سبب مجمع علیہ ہے (یعنی سب کا اتفاق ہے) اور انبات شعر عانہ یعنی (شرمگاہ کے بال اگنا) اس میں اختلاف ہے۔ حنابلہ کے نزدیک یہ علامت بلوغ ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک کافر کے حق میں علامت ہے مسلم کے حق میں نہیں ہے۔ اور کافر کے حق میں معتبر ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کفار کا قتل عام ہو تو چونکہ بچوں کا قتل جائز نہیں اس لئے بالغ و نابالغ میں اگر تمیز نہ ہو سکے تو زیر ناف کے بالوں پر مدار ہو گا۔ اور تفریق بین الکافر والمسلم کی وجہ میں یہ سمجھا ہوں کہ کافر تو جھوٹ بول سکتا ہے اور مسلم جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس لئے مسلم کے حق میں معتبر نہیں اور کافر کے حق میں معتبر ہے تیسری چیز عمر ہے جمہور پندرہ سال کہتے ہیں۔ حنفیہ کے ہاں اٹھارہ سال لڑکے کے حق میں اور سترہ سال لڑکی کے حق میں معتبر ہے۔ و صفوفہم احناف اور حنابلہ کے نزدیک بچوں کی صف پیچھے ہوگی اور شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک بڑوں کے بیچ بیچ میں دو کے درمیان ایک کھڑا ہو اس لئے کہ وہ شرارت کرتے ہیں۔ احناف فرماتے ہیں کہ انہیں تنبیہ کر دے۔ نیز! حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں بچوں کی صف علیحدہ ہو ا کرتی تھی۔

علی قبر منبوذیہ اصل مسئلہ تو کتاب الجنائز کا ہے میں وہاں کلام کروں گا کہ صلوٰۃ علی القبر جائز ہے یا نہیں یہاں تو اس روایت سے صرف یہ مقصود ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ابن عباسؓ نے نماز پڑھی اور وہ بچے تھے۔ الغسل یوم الجمعہ واجب اس سے متنی یجب علیہم الغسل ثابت ہو گیا۔ بت لیلۃ یہ روایت متعدد بار گذر چکی ہے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ ابن عباسؓ باوجود بچہ ہونے کے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ وضو کر کے نماز کیلئے کھڑے ہو گئے۔ ان فاسا یقولون چونکہ روایت میں ابھی گذر کہ حضور اقدس ﷺ سو کر اٹھے اور بغیر وضو کئے نماز پڑھائی اس لئے راوی نے اس کی وجہ بتائی کہ آپؐ کا قلب مبارک میدار رہا تھا۔ اگرچہ آنکھیں سوتی تھیں۔ تو آپؐ کو بیداری قلب کی وجہ سے حدیث وغیرہ کا پتہ چلتا رہتا تھا۔ ان رؤی الانبیاء وحی یہ تائید کیلئے بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ اور وحی کا حفظ اسی وقت ہو سکتا تھا جبکہ قلب بیدار ہو۔ ان جدتہ ملیکہ یہ روایت بھی گذر چکی ہے یہاں مقصد یہ ہے کہ یتیم نماز میں شریک ہوا اور صف میں کھڑا ہوا۔ ودخلت فی الصف یہ مقصود باذکر الروایت ہے کہ نابالغ ہونے کے باوجود صف میں داخل ہو گئے۔ نام النساء والصبیان اس سے امام بخاریؒ نے استدلال فرمایا کہ مسجد میں بچے جاتے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کو علم غیب نہیں تھا کہ گھروں کے بچوں کے متعلق فرماتے۔ قدمو الحدیث مزاراً ولیم یکن احد یومئذ یعنی یہ حدیث کئی مرتبہ گذر چکی ہے۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اہل مدینہ کے علاوہ سب لوگ نماز عشاء پڑھ کر سو چکے ہیں۔ اس وقت تو صرف اہل مدینہ پڑھتے ہیں اور ایک مطلب یہ ہے کہ چونکہ عشاء اس امت کے خصائص میں سے ہے اسلئے اہل مدینہ یعنی مسلمین کے علاوہ کوئی نہیں پڑھتا۔ الغرض یہاں ترجمہ کے کئی اجزاء ہیں۔ پہلا جز وضو الصبیان ہے۔ شرح کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا

نہ وجوب نہ استحباب کا کیونکہ ہمچے مکلف نہیں ہوا کرتے۔ اگر وجوب کا حکم لگاتے تو غلط ہوتا۔ اگر استحباب کا لفظ لاتے تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ بغیر وضو کے بھی نماز جائز ہے اور یہ بھی غلط ہے۔ لیکن بعض متاخرین نے کہا ہے کہ یہاں صحت کا لفظ لا سکتے ہیں۔ علامہ سندھی کی رائے یہ ہے کہ یہاں لفظ وجوب لایا جاسکتا ہے لیکن اس سے مراد وہ وجوب ہے جیسے کہ سو تخطوع پر وضو کرنا واجب ہے۔ دوسرا جزء متنی یجب علیہم الغسل والظہور اس میں جمہور کا مذہب یہ ہے کہ بلوغ کے بعد واجب ہوگا۔ اور امام احمد کا ایک قول یہ ہے کہ دس برس کے بعد واجب ہو جائے گا۔ اور اس روایت سے استدلال کیا مروا صبیانکم بالصلوة۔ بچوں کو جب سات برس کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مارو۔ اور تیسرا جزء ہے حضورہم الجماعة والعیدین والجنائز ان باتوں کو اس لئے ذکر کیا کہ ان ماجہ کی روایت ہے جنہو امساجد کم الخ کا متفق یہ تھا کہ بچوں کو مطلقاً مسجد میں نہ لایا جائے لیکن علماء کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اس سے مراد وہ بھی ہیں جو بہت چھوٹے ہوں۔ اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ امام بخاری کے نزدیک چونکہ روایت ضعیف تھی اس لئے اس پر رد کر دیا۔

ترجمہ۔ رات کے وقت اور اندھیرے میں

عورتوں کا مساجد کی طرف نکلنا۔

باب خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسَاجِدِ

بِاللَّيْلِ وَالْغَلَسِ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات عشاء کی نماز میں آپؐ نے دیر کر دی یہاں تک کہ حضرت عمرؓ پکار اٹھے کہ عورتیں اور بچے سو گئے تو جناب نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس نماز کا زمین والوں میں سے سوائے تمہارے اور کوئی انتظار نہیں کر رہا۔ اور ان دنوں سوائے مدینہ کے کہیں نماز نہیں پڑھی جاتی تھی۔ اور عشاء کی نماز وہ حضرات شفق کے غائب ہونے کے درمیان سے لے کر رات کی پہلی تہائی تک پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَعْتَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْعَتَمَةِ حَتَّى نَادَاهُ عُمَرَانَاَمَ النِّسَاءَ وَالصِّبْيَانُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ مَا يَنْتَظِرُهَا أَحَدٌ غَيْرَكُمْ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ وَلَا يُصَلِّيُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا بِالْمَدِينَةِ وَكَانُوا يُصَلُّونَ الْعَتَمَةَ فَيَمَازِينَ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ إِلَى كُلِّ اللَّيْلِ الْأَوَّلِ الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم سے تمہاری عورتیں رات کے وقت مسجد جانے کی اجازت طلب کریں تو ان کو اجازت دے دو۔

حدیث (۸۱۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا سَأَلَتْكُمْ نِسَاءُكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَأَذْنُو لَهُنَّ

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ زوج النبی ﷺ خبر دیتی ہیں کہ عورتیں جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب فرض نماز سے سلام پھیرتی تھیں تو اٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور مردوں میں سے جو لوگ نماز پڑھتے جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا وہ نکلے رہتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوتے تو مرد بھی کھڑے ہوتے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ پیٹک جناب رسول اللہ ﷺ البتہ صبح کی نماز پڑھتے تو عورتیں اپنی گرم چادروں میں لپی ہوئی واپس ہوتی تھیں۔ تاریکی کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہ انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک البتہ میں نماز کے لئے کھڑا ہو تا میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز میں طوالت کروں پھر کسی بھی کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز میں تخفیف کر لیتا ہوں اس چیز کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کہ کہیں اس کی ماں کو مشقت میں مبتلا نہ کر دوں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ ان حالات کو پالیتے جو عورتوں نے نئے پیدا کر دیئے ہیں تو البتہ آپؐ ان کو مسجد میں آنے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ میں نے عمرو سے کہا کیا وہ عورتیں روک دی گئی تھیں فرمایا ہاں!۔

حدیث (۸۲۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّخَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي هِنْدُ بِنْتُ الْحَارِثِ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهَا أَنَّ النِّسَاءَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كُنَّ إِذَا سَلَمْنَ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ قُمْنَ وَتَبَتِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَمَنْ صَلَّى مِنَ الرِّجَالِ مَا شَاءَ اللَّهُ فَإِذَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَامَ الرِّجَالُ الْحَدِيثُ ..

حدیث (۸۲۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِيُصَلِّيَ الصُّبْحَ فَيَنْصَرِفُ النِّسَاءُ مُتَلَفِّعَاتٍ بِمُرُوطِهِنَّ مَا يَعْرِفَنَّ مِنَ الْغُلَسِ . الْحَدِيثُ

حدیث (۸۲۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْكِينٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَا قُومُ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أُطَوِّلَ فِيهَا فَاسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَاتَجَوَّزْ فِي صَلَاتِي كَرَاهِيَةٍ أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّهِ . الْحَدِيثُ ...

حدیث (۸۲۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَوْ أَدْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا أَحَدَتْ النِّسَاءَ لَمَنْعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءَ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَقُلْتُ لِعُمْرَةَ أَوْ مِغْنٍ قَالَتْ نَعَمْ -

تشریح از شیخ مدنی۔ امام بخاریؒ نے باب خروج النساء کے تحت چند روایات ذکر کی ہیں جن سے خروج النساء الی المساجد کا

ثبوت ہوتا ہے۔ اخیر کی روایت عائشہ صدیقہؓ والی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ غالباً امام بخاریؒ کا مسلک وہی ہے جو جمہور کا ہے۔ اگر فتنہ و فساد کا خطرہ نہ ہو اور تعلیم و تبلیغ کی ضرورت ہو تب تو ان کا لکھنا جائز ہے۔ اگر فتنہ و فساد کا خطرہ ہو تو پھر فساد زمانہ کی وجہ سے ممانعت ہے جیسا کہ فی زمانہ (یعنی ہمارے زمانے میں)۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے عورتیں رات کے وقت مساجد میں جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ احنافؒ کا مسلک ہے۔ اور مطلق روایات کو مقید پر محمول کیا جائے گا۔ کہ اگر فتنہ کا خوف ہو تو ممانعت ہے۔ والا فلا یعنی ورنہ نہیں۔

باب صَلَوةِ النِّسَاءِ خَلْفَ الرِّجَالِ ترجمہ۔ عورتوں کی نماز مردوں کے پیچھے ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو عورتیں کھڑی ہو جاتیں جبکہ آنحضرت ﷺ اپنا سلام پھیرنا پورا کر لیتے اور خود حضور اقدس ﷺ کھڑے ہونے سے پہلے تھوڑی دیر اپنی جگہ پر رکے رہتے۔ راوی کہتا ہے کہ ہم یہ سمجھے ہیں واللہ اعلم کہ یہ رکنا اس لئے تھا تا کہ عورتیں مردوں کے پالینے سے پہلے پہلے واپس چلی جائیں۔

حدیث (۸۲۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَرْحَةَ (الخ) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سَلَّمَ قَامَ النِّسَاءُ حِينَ يَفْضِي نَسْلِمُهُ وَيُكْمِكُ هُوَ فِي مَقَامِهِ يَسِيرًا قَبْلَ أَنْ يَقُومَ قَالَ نَرَى وَاللَّهِ أَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ لِكَيْ تَنْصَرِفَ النِّسَاءُ قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَ كَهَنَ مِنَ الرِّجَالِ.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے میری والدہ حضرت ام سلیمؓ کے گھر نماز پڑھی میں اور یتیم آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور حضرت ام سلیمؓ ہمارے پیچھے کھڑی ہوئیں۔

حدیث (۸۲۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ (الخ) عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ فِي بَيْتِ أُمِّ سَلِيمٍ فَقُمْتُ وَبَيْتِي خَلْفَهُ وَأُمُّ سَلِيمٍ خَلْفَنَا الْحَدِيث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ عورتوں کی صفیں ہمیشہ مردوں کے پیچھے ہونی چاہئیں۔

ترجمہ۔ صبح کی نماز سے عورتوں کا جلدی چلا جانا اور مسجد میں ان کا تھوڑا قیام کرنا۔

باب سُرْعَةِ انْصِرَافِ النِّسَاءِ مِنَ الصُّبْحِ وَقَلَّةِ مَقَامِهِنَّ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ

حدیث (۸۲۶) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى (الخ) عَنْ عَائِشَةَ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الصُّبْحَ بِغُلَسٍ
فَيَنْصَرِفَنَّ نِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ لَا يَعْرِفَنَّ مِنَ الْغُلَسِ
أَوْ لَا يَعْرِفَنَّ بَعْضُهُنَّ بَعْضًا . الحديث ...

کسی نماز اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ مومن عورتیں جب
واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے نہیں پہچانی جاتی تھیں یا
اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو نہیں پہچان سکتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ جب یہ بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ ان کی وجہ سے بیٹھتے تھے تو پھر عورتوں کو جلدی سے لوٹ جانا چاہیے

بابِ اسْتِئْذَانِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا بِالْخُرُوجِ إِلَى الْمَسْجِدِ -

ترجمہ۔ مسجد کی طرف جانے کے لئے عورت کا
اپنے شوہر سے اجازت مانگنا۔

حدیث (۸۲۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ
بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا اسْتَأْذَنَتِ امْرَأَةٌ
أَحَدَكُمْ فَلَا يَمْنَعُهَا . الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ
سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کسی
ایک کی بیوی اس سے اجازت مانگے تو وہ شوہر اسے نہ روکے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بغیر اجازت خاوند کے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اگر مرد
اجازت دے تب جاسکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد روکنا چاہے تو روک سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مطلب یہ ہے کہ نماز کیلئے مسجد میں جانے کے واسطے عورت کو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے
یہ سوچنا کافی نہ ہو گا کہ نماز تو حق اللہ ہے اس میں شوہر سے اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کِتَابُ الْجُمُعَةِ

باب فَرَضِ الْجُمُعَةِ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى
إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ
خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ فَاسْعَوْا
فَامْضُوا.....

ترجمہ۔ جمعہ فرض ہے۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ
جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو ذکر
الہی کی طرف چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ
تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ فاسعوا کا امعوا
یعنی دوڑنا مراد نہیں صرف چل پڑنا مراد ہے۔

حدیث (۸۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) أَنَّ
سَمِعَ أَبَاهُ رَوَاهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
نَحْنُ الْأَخِيرُونَ السَّابِقُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَيْنَهُمْ
أَوْثَرُ الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِنَا ثُمَّ هَذَا أَيُّهُمْ الَّذِي قُرِضَ
عَلَيْهِمْ فَاسْتَخْلِفُوا فِيهِ فَهَذَا أَنَا اللَّهُ لَهُ فَالنَّاسُ لَنَا فِيهِ
نَبَّحَ الْيَهُودُ غَدَّوْا وَالنَّصَارَى بَعْدَ غَدٍ.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ کو
یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے
ہیں لیکن قیامت کے دن ہر معاملہ میں سب سے پہلے ہوں گے
مگر یہ کہ ان لوگوں کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی۔ پھر یہ دن جو
ان پر فرض کیا گیا اس میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے
ہمیں ہدایت فرمائی اب لوگ اس دن میں ہمارے تابع ہیں۔
عیسویوں نے کل یعنی ہفتہ کا دن لیا۔ اور نصاریٰ نے پرسوں یعنی
یک شنبہ کا دن اختیار کیا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ لام بخاری آیت کریمہ اذانو دی للصلوة الخ سے فرضیت جمعہ پر اس طرح استدلال کرتے ہیں
کہ اذان خود فرض ہے اور وہ فرائض کیلئے ہوا کرتی ہے۔ نوافل کے لئے اذان نہیں ہوا کرتی۔ دوسرے فاسعوا الی ذکر اللہ فرمایا گیا۔

یہ امر کا میثاق ہے۔ مگر ذلکم خیر لکم سے اشکال ہوتا ہے کہ نفس خیر سے عدم سعی میں پائی جاتی ہے۔ تو اس سے وجوب سعی کیسے ثابت ہوگا۔ تو کہا جائے کہ لفظ خیر اس جگہ اپنے تفضیلی معنی میں نہیں ہے۔ روایت کی تائید سے اس کی فرضیت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ ابو داؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ ترک جمعہ پر عتاب و عذاب ہے نور ذکر اللہ سے باتفاق المفسرین خطبہ مراد ہے۔ الذی فرض علیہم فرض ممعنے قدر کے ہے۔ اور تقدیرات مستحبات اور سنن وغیرہ کے لئے بھی ہو سکتی ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فرض علیہم متردداً اسلئے انہوں نے اس کو اختیار نہ کیا۔ تو اب یہ اعتراض نہ ہوگا کہ انہوں نے فرض شدہ چیز کو چھوڑ دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ جمعہ بضم المیم و سکونہا دونوں طرح سے لغت میں ضبط کیا گیا ہے۔ لیکن ضم نیم اشہر ہے۔

اور یہی قرآن پاک کی لغت ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلامی نام ہے یا جاہلی مطلب یہ ہے کہ یہ نام زمانہ جاہلیت میں بھی تھا یا اسلام میں ہی رکھا گیا اور پہلے اس کا کوئی اور نام تھا۔ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جاہلی نام ہے چونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ اجتماع ہبوط من الجنة کے بعد اس دن ہوا تھا۔ اس لئے اس کو جمعہ کہتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار قریش کے بعض اکابر اس دن کسی جگہ جمع ہوتے تھے اس لئے اس کو جمعہ کہنے لگے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اسلامی نام ہے۔ اور اس کا جاہلی نام یوم العروہ ہے جو لوگ جاہلی کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تعدا اسمائیں کیا حرج ہے لقول اللہ تعالیٰ اذا نودی للصلاة الخ حضرت امام بخاریؒ نے اس باب سے فرضیت جمعہ بیان فرمائی ہے۔ اور اپنی عادت کے مطابق آیت کریمہ استبوا کما تعینی برکت حاصل کرنے کیلئے اور استدلال کے طور پر اول میں ذکر فرمائی ہے۔ مگر استدلال یہاں زیادہ واضح ہے اس لئے کہ لقول اللہ فرمایا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ وجوب کس چیز سے نکلتا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ فاسعوا الخ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہاں پر سعی کا امر ہے اور بعض کی رائے ہے کہ و ذرو البیع سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ایک امر مباح کو منع فرمادیا۔ تو اس سے پتہ چلا کہ واجب ہے اور چونکہ فاسعوا میں سعی کا امر فرمایا ہے اور حدیث میں سعی الی الصلوة کی ممانعت ہے۔ اس لئے حضرت امام بخاریؒ نے رفع اشکال کے لئے اس کی شرح فرمادی فاسعوا فامضوا کے معنی میں ہے یعنی گو سعی لغت میں دوڑنے کے اور تیز چلنے کے معنی میں آتی ہے۔ لیکن یہاں مضی الی الصلوة مراد ہے۔ امام بخاریؒ خود اس پر باب باندھیں گے۔ پھر اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ کی فرضیت کہاں ہوئی مکہ میں یا مدینہ میں۔ حنفیہ کے نزدیک مکہ میں ہوئی۔ مگر شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اقامت جمعہ نہیں فرمایا۔ اور قبائیں گاؤں ہونے کی وجہ سے جمعہ قائم نہیں فرمایا اور بنو سالم چونکہ مدینہ کے ملحقہات میں تھا اس لئے وہاں جمعہ قائم فرمایا۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ مالکیہ اور حنبلیہ گول مول ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے آیت مبارکہ فاسعوا الی ذکر اللہ الخ ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ میں ہوئی۔ حنفیہ جواب دیتے ہیں کہ کیا معلوم راستہ میں فرضیت ہوئی ہو اور آیت کریمہ راستہ ہی میں نازل کی گئی ہو حتیٰ کہ بنو سالم میں جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ اذافر مالیا اور اسعد بن زرارہ والی روایت حنفیہ کی دلیل ہے کہ چالیس آدمی شرط ہیں۔ لیکن فرضیت کو نہیں مانتے۔ نحن الا خرون السابقون یوم القیامۃ الخ میں اسی پر کئی مرتبہ کلام کر چکا ہوں السابقون یوم القیامۃ کا مطلب یہ ہے کہ گو ہم زمانہ کے اعتبار سے

متاثر ہیں لیکن یہ ہمارا تاثر زمانی ہمارے تقدیم رتبہ کو مانع نہیں ہوگا۔ ثم هذا يوم مهم الذي فرض عليهم یہ جمعہ کی فرضیت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح تعظیم یوم السبت یہود کیلئے حکم الہی ہے۔ شریعت موسوی کا ایک خاص حکم ہے اس طرح یوم الاحد شریعت عیسوی کا ایک خاص دن ہے۔ اور عیسائیوں کے یہاں مبارک دن ہے۔ لہذا اشکال یہ ہے کہ فاختلفوا کا کیا مطلب کیونکہ بظاہر تو اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختیار دیا گیا ہے۔ پھر ان لوگوں نے اختلاف کیا کہ یہود نے یوم السبت اور نصاریٰ نے یوم الاحد کو اختیار کر لیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکام ابتدائی اور آزمائشی ہو کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ اختیار دے کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتے ہیں۔ شب معراج حضور اکرم ﷺ کے سامنے مختلف پیالے پیش کئے گئے حضور اقدس ﷺ نے دودھ کا پیالہ منتخب فرمایا۔ اس پر اشارہ ہوا کہ اگر شراب کا پیالہ لے لیتے تو غوث امتک آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور دودھ پینے پر اصیت الفطرۃ فرمایا۔ کہ تو چونکہ جمعہ کی روایات دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ابتداء اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض نہ ہوا ہو بلکہ ہمارے اسلاف نے اس کو چھاننا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے فرض فرمادیا کیونکہ بہت سے احکام شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتے ہیں کما دل علیہ حدیث الترویح۔ چنانچہ اس میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے تو صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے پر فرمایا کہ میں اس لئے نہیں آیا کہ کہیں یہ ترویج تم پر فرض نہ ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ شوق کی وجہ سے فرض ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا جی بہت سی چیزوں کو چاہتا تھا مگر اس خوف سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے۔ ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ ہر جمعہ کو اسعد بن زرارہؓ کے لئے دعا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ لبا جان یہ اسعد بن زرارہ کون تھے؟ انہوں نے جواب دیا اول من جمع بنا یعنی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ہمیں جمع کیا۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہؓ اپنی قوم کی تعلیم کے لئے تشریف لائے وہ ان کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس میں انہوں نے یہ کہا کہ اگر ایک خاص دن مقرر کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ چنانچہ جمعہ کا دن مقرر کر لیا۔ اس میں سب لوگ جمع ہو جاتے اور وہ لوگوں کو تعلیم دیتے۔ اور پھر فراغت کے بعد دور کھت شکرانہ پڑھا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے رغبت دیکھ کر فرض فرمادیا۔ اس روایت سے امام ابو داؤدؒ نے جمعه فی القریٰ ثابت فرمایا ہے کہ بستیوں میں بھی جمعہ فرض ہے۔ اور استدلال اول من جمع بنا فی حورۃ بنی بیاضہ سے فرمایا ہے۔ اس کا جواب اپنی جگہ پر آئے گا۔ تو جس طرح ہمارے اسلاف کے اختیار کرنے سے فرض ہو گیا اسی طرح ابتداء قوم موسیٰؑ پر تعظیم یوم السبت و تعظیم یوم الاحد فرض نہ تھی۔ مگر انہوں نے اس کو اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اختیار کی وجہ سے ان پر فرض فرمادیا۔ فالناس لنا فیہ تبع اولاً جمعہ آتا ہے پھر شنبہ اس کے بعد یک شنبہ آتا ہے۔

ترجمہ۔ اس باب میں جمعہ کے دن غسل کرنے کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ کیا سچے یا عورتوں پر جمعہ کے دن حاضری ضروری ہے یا نہیں۔

باب فَضْلِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَلْ عَلَى الصَّبِيِّ شَهُودٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوْ عَلَى الْمَرْءِ

حدیث (۸۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الْح) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْجُمُعَةُ فَلْيَغْتَسِلْ.....

حدیث (۸۳۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ (الْح) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَيْنَا هُوَ قَائِمٌ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَتَادَاهُ عُمَرُ آيَةً سَاعَةً هَذِهِ قَالَ إِنِّي سُفِلْتُ فَلَمْ أَقْلِبْ إِلَى أَهْلِي حَتَّى سَمِعْتُ التَّائِيذِينَ فَلَمْ أَرِذْ أَنْ تَوْصَأْتُ قَالَ وَالْوُضُوءُ أَيْضًا وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُ بِالْغُسْلِ.....

حدیث (۸۳۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (الْح) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ غُسْلُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ....

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی جمعہ کے لئے آئے تو اسے غسل ضرور کرنا چاہیئے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ اس اثنا میں کہ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے کہ اصحاب نبی اکرم ﷺ میں سے مہاجرین اولین میں ایک آدمی اچانک آگیا تو حضرت عمرؓ نے اس کو پکار کر فرمایا کہ کیا یہی گھڑی آنے کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں کسی کام میں مشغول ہو گیا اپنے گھر واپس نہیں جاسکا یہاں تک کہ اذان کی آواز سن لی۔ پس وضو کرنے پر کوئی چیز زیادہ نہیں کی کہ حاضر ہو گیا فرمایا وضو بھی ضروری ہے۔ مگر آپ جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم دیتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن نہانا ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ امام احمدؒ اور امام مالکؒ غسل یوم الجمعہ کو واجب کہتے ہیں جیسا کہ صیغہ امر اس پر دلالت کرتا ہے

مگر جمہور اس کے احتباب کے قائل ہیں۔ پہلی دو روایات سے فضل غسل یوم الجمعہ ثابت ہوا اور دوسرا ترجمہ تیسری روایت سے ثابت کیا کہ غسل یوم الجمعہ ہر بالغ پر واجب ہے تو اس سے غیر محکم نکل جائے گا اور سب صیغہ مذکر کے ہیں۔ نساء اس حکم سے نکل جائیں گی۔ بعض حضرات غسل یوم الجمعہ کے وجوب کو منسوخ مانتے ہیں کیونکہ لوگ عوامی مدینہ سے آتے تھے محنت کش ہونے کی وجہ سے سخت گرمی میں ان کے لون والے کپڑے ہوا کرتے تھے۔ اس وقت غسل ضروری تھا مگر بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔ تو یہ حکم منتهی بانتہا علت ہوا اور ایک روایت میں وارد ہے کہ من غسل یوم الجمعہ فاحسن تو یہ روایت روایات وجوب کے لئے ناخ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا۔ مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا اس لئے کہ

امام بخاریؒ نے فضل کا حکم لگایا ہے۔ اور مذاہب علماء اس میں یہ ہیں کہ بعض ظاہر یہ وجوب کے قائل ہیں۔ بکثرة الاوامر بالفعل فی یوم الجمعة کہ جمعہ کے دن غسل کے بارے میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ اور متاخرین حضرات حنبلیہ کے یہاں قول رائج اور مفتی بہ یہ ہے کہ مزدور پیشہ اور سخت کام کرنے والوں کے لئے تو فرض ہے۔ اور جو لوگ کچھ کام و کاج نہیں کرتے ان کا استدلال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے جس میں وہ غسل کی علت بیان فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں لوگ کام کاج کرتے تھے۔ اور پھر وہ اسی حالت میں جمعہ کے لئے آتے تھے تو ان کے کپڑوں سے بدبو آتی تھی۔ جس سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لو اغسلتم کاش تم غسل کر لیتے اور اب یہ بات نہیں ہے۔ اور بقیہ امر کے نزدیک سنت ہے۔ اذ دخل رجل یہ حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ من المهاجرین الاولین اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ جس کا ذکر آیت کریمہ السابقون الاولون من المهاجرین میں ہے۔ اور اس کے بارے میں علماء کا اختلاف یہ ہے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں مہاجرین اولین وہ اصحاب ہیں جو اصحاب الہجرین ہیں اور بعض کے نزدیک وہ حضرات ہیں جو اصحاب القبلیین ہیں۔ اور بعض کی رائے ہے کہ مہاجرین اولین سے اصحاب بدر مراد ہیں۔ اور بعض اصحاب الشجرہ کو کہتے ہیں اور حضرت عثمانؓ صاحب الہجرین ومن المصلین الی القبلیین ومن اصحاب الشجرہ ہیں فناداه عمر اية ساعة هذه جو لوگ وجوب کے قائل ہیں وہ حضرت عمرؓ کے زجر سے استدلال کرتے ہیں۔ اور منکرین وجوب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تو حضرت عمرؓ تھے جو زجر پر اکتفا کر لیا۔ اگر مار بھی دیتے تو کوئی عجب نہیں تھا۔ اگر واجب ہوتا تو صرف زجر پر اکتفا نہ فرماتے۔ بلکہ امر فرماتے کہ غسل کر کے آئیں۔ بچہ پر غسل ہونے نہ ہونے کے اندر صراحت نص نہیں ہے۔ اس لئے لفظ هل بوجہا دیا۔ لیکن روایت میں کل محتلم کی قید یہ بات بتا رہی ہے کہ بچہ پر غسل واجب نہیں۔ نیز آگے روایت میں آتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں آنے کی اجازت دے دیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے آنا واجب نہیں۔ اور نہ ہی ان پر غسل ہے۔ اب اس میں ایک اختلاف یہ بھی ہے کہ آیا غسل یوم الجمعہ کے لئے ہے یا صلوة جمعہ کے لئے دونوں قول ہیں۔ اب میری رائے سنو! کہ روایات کے تتبع اور تلاش سے پتہ چلتا ہے کہ کل تین غسل کا ذکر آتا ہے۔ ایک لکل الاسبوع ہر ہفتہ کا غسل۔ دوسرے غسل یوم الجمعة۔ تیسرے غسل لصلوة الجمعة۔ اول کا تعلق ظافات سے ہے اور اس کا تعلق جمعہ سے کچھ نہیں۔ دوسرے غسل کو نماز سے کوئی تعلق نہیں۔ اور تیسرا غسل وہ ہے جو نماز کے لئے ہو۔ لہذا کوئی شخص نماز سے قبل غسل کر لے جمعہ کے دن کی اور اسبوع کی نیت کرے تو اسے تینوں غسلوں کا ثواب ملے گا۔

باب الطَّيِّبِ لِلْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کے لئے خوشبو لگانا

ترجمہ۔ حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ پر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن کا

حدیث (۸۳۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ (الْبُخَارِيُّ) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ الْغُسْلُ

غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔ اور یہ کہ مسواک کرنا اور یہ کہ اگر موجود ہو تو خوشبو لگائے۔ حضرت عمرو بن سلیم انصاریؓ نے فرمایا لیکن غسل اس کی تو میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ واجب ہے رہ گیا مسواک کرنا اور خوشبو لگانا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ کیا یہ واجب ہیں یا نہیں۔ لیکن حدیث میں اسی طرح ہے۔

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ وَأَنْ يُسْتَنْ
وَأَنْ يَمْسَ طَيِّبًا إِنْ وَجَدَ قَالَ عَمْرٌ وَأَمَّا الْغُسْلُ
فَأَشْهَدُ أَنَّهُ وَاجِبٌ وَأَمَّا الْأِسْتِنَانُ وَالطِّيبُ فَاللَّهُ أَعْلَمُ
وَاجِبٌ هُوَ أَمْ لَا وَلَكِنْ هَكَذَا فِي الْحَدِيثِ . الخ

تشریح از شیخ زکریا۔ خوشبو کے بارے میں ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ ذور صحابہ میں اختلاف تھا۔ بعض حضرات وجوب کے قائل تھے اور بعض قائل نہیں اس واسطے روایات میں بعض حکم لگاتے ہیں اور بعض لادری کہہ دیتے ہیں البتہ اب ائمہ اربعہ اور اصحاب ظواہر کے یہاں خوشبو لگانا اولیٰ ہے۔ قال ابو عبد اللہ حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سند حدیث میں جو ابو بکر وارد ہے وہ محمد بن المنکدر کے بھائی ہیں اور ان کا کوئی نام ذکر نہیں کیا گیا اور ان سے متعدد راویوں نے روایت کی ہے جن میں سے بعض کا نام بخاری میں مذکور ہے یعنی وہ معروف آدمی ہیں۔ وکان محمد بن المنکدر الخ یعنی تم کو التباس نہ ہو جائے کہ محمد بن المنکدر کی کنیت ابو بکر بھی ہے اور ابو عبد اللہ بھی ہے۔

باب فَضْلِ الْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کی فضیلت کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن جنات والے غسل کی طرح غسل کیا پھر جمعہ کے لئے چل پڑا تو گویا کہ اس نے لونٹ کی قربانی دی۔ اور جو دوسری گھڑی میں چلا گویا کہ اس نے گائے کی قربانی دی۔ اور جو تیسری گھڑی میں آگیا گویا کہ اس نے سیٹوں والے مینڈھے کی قربانی دی اور جو چوتھی گھڑی میں چل کر آیا گویا اس نے مرغی کی قربانی دی۔ اور جو پانچویں گھڑی میں چل آیا گویا اس نے اٹھ کے کی قربانی دی۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے حاضر ہو کر خطبہ کا ذکر سنتے ہیں۔

حدیث (۸۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّح
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ مَنْ اغْتَسَلَ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَانَ مَقْرَبَ بُدْنَةٍ
وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَانَ مَقْرَبَ كَبْشَةٍ
أَوْ قَرْنٍ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَانَ مَقْرَبَ
دُجَاجَةٍ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَانَ مَقْرَبَ
قَرَبٍ بَيْضَةٍ فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ
يَسْتَمِعُونَ اللَّهَ تَعَالَى الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ یا تو صلوٰۃ جمعہ کی فضیلت بیان کرنی ہے یا ذہاب الصلوٰۃ الجمعہ کہ جمعہ کی نماز کیلئے چلنا اس کی فضیلت

بیان کرتی ہے۔ من اغتسل غسل الجنابة غسل الجنابة یعنی غسل الجنابة یعنی غسل جنابت کی طرح خوب استیعا ب سے غسل کرے۔ اور مالکیہ کے یہاں تو ذلك یعنی بدن کا ملنا بھی فرض ہے حتیٰ کہ اگر ایک قطرہ کے برابر بھی جگہ چھوڑ دی گئی تو کسی کے یہاں بھی غسل نہیں ہو گا۔ اگر ذلك چھوڑ دیا تو مالکیہ کے یہاں غسل نہ ہو گا۔ لہذا حاصل یہ ہوا کہ خوب استیعا ب اور ذلك کے ساتھ غسل کرے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ مفعول مطلق ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہو گا کہ غسل جنابت کرے یعنی پہلے اپنی بیوی سے بھستری کرے پھر غسل کرے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ معنی بالکل غلط ہیں۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا غلط تو ہے نہیں اور میری بھی یہی رائے ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن اجتماع کا دن ہوتا ہے اس میں بازاروں میں سے ہو کر جانا ہوتا ہے تو ممکن ہے کسی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور بد نظری ہو۔ خلاف اس کے کہ جب غسل جنابت کئے ہوئے ہو گا اور جماع سے فارغ ہو گا تو پھر طبیعت آسودہ ہوگی۔ اس وقت طبیعت نہ چاہے گی۔ اور بد نظری سے محفوظ رہے گا۔ اب یہاں ایک فقہی مسئلہ مختلف فیہ ہے وہ یہ کہ غسل جنابت غسل جمعہ کے لئے کافی ہو گیا نہیں۔ جمہور کے یہاں کافی ہو جائے گا۔ کیونکہ مقصود ازالۃ ریح ہے۔ اور مالکیہ کے یہاں اگر غسل جنابت کے ساتھ غسل جمعہ کی نیت بھی کر لے تو کافی ہو جائے گا۔ اور نہ نہیں۔ فاذا اخرج الامام یعنی جب خطبہ کے لئے امام منبر پر آجائے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو جانے والے لوگ امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے سے پہلے پانچ قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ اب پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ساعات خمسہ، مذکورہ فی الحدیث کب سے شروع ہوں گی۔ جمہور کے نزدیک صبح کی نماز کے بعد سے لے کر امام کے خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہونے تک جتنا وقت ہو گا اس کو پانچ حصوں پر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اگر مثلاً صبح کی نماز سے لے کر نہو ض امام تک پانچ گھنٹے ہوں، تو ایک ایک گھنٹہ ہو جائے گا۔ فاللذہب فی الاولیٰ کالمہدی بدینۃ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ساعات سے مراد یہ ہو جو آپؐ فرماتے ہیں تو کوئی بھی بدینۃ (اونٹ کا ثواب) حاصل نہ کر سکے گا۔ اس لئے کہ ہم نے نہیں سنا کہ صحابہ کرامؓ صبح سے ہی مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے ہوں اور پھر حضور اکرم ﷺ کی ترغیب کے باوجود چھوڑ دیتے ہوں۔ اور حضرت عثمانؓ کی حدیث سے ابھی معلوم ہو گیا کہ وہ اذان کے وقت تک مشغول رہے جب خطبہ شروع ہو گیا اس وقت وہ تشریف لائے۔ تو مہاجرین اولین کا یہ حال تھا تو پھر اوروں کا کیا پوچھنا؟ اس لئے کہا جائے گا کہ یہ ساعات بعد الزوال شروع ہوں گی اور زوال سے شروع ہو کر نہو ض امام للخطبہ تک جتنا وقت ہو گا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اگر ایک گھنٹہ ہو تو بارہ بارہ منٹ کی ساعات ہو جائیں گی۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں زوال کے ہوتے ہی خطبہ کی اذان شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور حضور اکرم ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور اس وقت اذان اذیل تو تھی ہی نہیں۔ یہ تو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں زیادہ کی گئی۔ پھر ساعات کہاں ملیں گی۔ لہذا ساری ترغیب بے کار ہو جائے گی۔ اور یہ کہنا کہ صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ عدم ذکر عدم مستلزم نہیں اور یہاں جمہور اور مالکیوں کے خلاف بہت کچھ اشکال ہے۔ اوہز کے اندر اس کے موافق روایات تلاش کر کے لکھی گئی ہیں وہاں دیکھ لو اجمال یہ ہے کہ ذہاب الی الجمعہ کے بارے میں مختلف روایات ہیں بعض میں من غذا الی الجمعہ ہے اور غدوة کے معنی صبح کو

جانے کے ہیں۔ اور بعض میں من راح ہے اور رواح کے معنی زوال کے بعد جاتے کے ہیں۔ اور بعض میں من کبر ہے۔ اور تکبیر اور غدوہ ایک ہی ہیں فرق یہ ہے کہ تکبیر میں کچھ مبالغہ ہے اور بعض میں المہجر کا لفظ ہے۔ یعنی دوپہر کی دھوپ میں جانے والا۔ میرے نزدیک مہجر والی روایت رائج ہے کیونکہ تہجیر کے معنی ہیں دھوپ میں جانا اور اس کے مراد لینے میں سب روایات میں جمع ہو جاتا ہے کیونکہ تکبیر اور غدوہ کی روایات مجازاً قرب کی وجہ سے تہجیر والی روایات پر محمول ہو جائیں گی۔ اس طرح راح والی روایت بھی اس پر محمول ہو جائے گی۔ اب نہ مالکیہ کا اشکال رہتا ہے نہ ہی جمہور کا۔

باب

حدیث (۸۳۴) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ بَيْنَمَا هُوَ يُحْطَبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذَا دَخَلَ رَجُلٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لَمْ تَحْتَسِبُونَ عَنِ الصَّلَاةِ فَقَالَ الرَّجُلُ مَا هُوَ إِلَّا سَمِعْتُ الْبَدَاءَ تَوَضَّأْتُ فَقَالَ أَلَمْ تَسْمَعُوا النَّبِيَّ ﷺ قَالَ إِذَا رَاحَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ درس اٹھا کہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ تم لوگ نماز سے کیوں رکتے ہو۔ اس آدمی نے کہا کہ حضرت بس اتنی دیر ہوئی کہ میں نے اذان سنی وضو کیا اور حاضر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ کا یہ قول نہیں سنا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی طرف چلے تو غسل ضرور کرے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ اس باب کو امام بخاریؒ بلا ترجمہ لائے ہیں شاید مقصد یہ ہو کہ ابھی روایات سے وجوب غسل معلوم

ہو تا تھا۔ مصنفؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وجوب شرعی نہیں ہے ورنہ حضرت عثمانؓ غسل یوم الجمعہ کو ترک نہ کرتے اور ایسے ہی حضرت فاروق اعظمؓ ان کو نہ چھوڑتے۔ اس سے امام شافعیؒ اور جمہور ائمہ غسل یوم الجمعہ کے استحباب کے قائل ہیں اور ساعات کا شمار امام مالکؒ بعد الزوال کرتے ہیں۔ اور جمہور فرماتے ہیں کہ طلوع شمس سے لے کر خروج الامام الی الخطبہ تک ہے اور پھر یہ ساعات ہوتی ہیں روایت باب میں پانچ ساعات ذکر کی گئی ہیں۔ مگر دوسری روایات میں چھٹی ساعۃ کا ذکر بھی ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب بلا ترجمہ ہے۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ مالکیہؒ پر رد کرنا مقصود ہے۔ اور میری رائے یہ ہے

کہ مالکیہ کی تائید ہے۔ حافظؒ نے حضرت عمرؓ کے انکار سے استدلال کیا ہے۔ اور طریق استدلال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ پر اعتراض کیا کہ دیر سے کیوں آئے۔ اور وہ زوال کے بعد اذان ہوتے ہی آئے تھے۔ تو جب اس وقت سے ساعات شروع ہوتی ہیں تو پھر اعتراض کیوں کیا۔ اور میرا استدلال راح کے لفظ سے ہے۔ کہ باوجود انکار کے حضرت عمرؓ نے رواح کا لفظ استعمال کیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقصود جمعہ کی فضیلت ثابت کرنا ہو جو امر بالا غتسال سے کرتے ہیں۔

باب الدُّهْنِ لِلْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے لئے تیل لگانا

حدیث (۸۳۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيُّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنْ طَهْرٍ وَيَدْهِنُ مِنْ دُهْنِهِ أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبٍ بَيْنَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يَفْرُقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ ثُمَّ يُصَلِّي مَا كَتَبَ لَهُ ثُمَّ يَنْصَبُ إِذَا كَلَّمَ الْإِمَامَ الْأَعْفَرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَمَا بَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخَرَى . الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے۔ اور جہاں تک ممکن ہو خوب طہارت کرے اور اپنا تیل استعمال کرے۔ اور گھر کی خوشبو لگائے۔ مسجد کے نکلنے اور دو آدمیوں کے درمیان جدائی نہ کرے۔ پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے لکھا ہے اس قدر نماز پڑھے۔ پھر چپ ہو کر بیٹھ رہے جبکہ امام خطبہ کے لئے بول رہا ہے۔ تو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ تیل خوشبو ہی کے قبیلہ سے ہے۔

حدیث (۸۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْأَعْمَشِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ ذَكَرُوا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ اغْتَسِلُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاغْسِلُوا رُءُوسَكُمْ وَإِنْ لَمْ تَكُونُوا جُنُبًا وَاصْبُوا مِنَ الطِّيبِ قَالَ أَبُو الْيَمَانِ أَمَّا الْغُسْلُ فَنَعَمْ وَأَمَّا الطِّيبُ فَلَا أَدْرِي . الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا کہ لوگ ذکر کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن غسل کرو اور اپنے سروں کو بھی دھو ڈالو اگرچہ تم جہنمی نہ بھی ہو اور خوشبو لگاؤ۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ لیکن غسل تو ہے ہی۔ البتہ خوشبو کے متعلق میں نہیں جانتا۔

حدیث (۸۳۷) حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ بْنُ مُوسَى (البحر) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ ذَكَرَ قَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ أَيْمَسُّ طِيبًا أَوْ دُهْنًا إِنْ كَانَ عِنْدَهُلَهُمْ فَقَالَ لَا أَعْلَمُهُ . الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جناب نبی اکرم ﷺ کا قول غسل یوم الجمعة کے بارے میں ذکر کیا گیا تو میں نے ابن عباسؓ سے عرض کی کہ کیا خوشبو دار تیل اگر اس کے گھروالوں کے ہاں موجود ہو تو کیا لگا سکتا ہے انہوں نے کہا میں اس بارے میں علم نہیں رکھتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اما الطیب فلا ادری اس میں اشکال یہ ہے کہ ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت میں طیب کا ذکر ہے

اب یا تو یہ کہا جائے کہ تعارض کی صورت میں بخاری کی روایت رائج ہوگی۔ اور یا یہ کہا جائے کہ ممکن ہے پہلے یاد نہ رہا ہو اور پھر یاد آگیا ہو۔ لہذا ممکن ہے بخاری کی روایت مقدم ہو۔ اور ابن ماجہ میں جو مذکور ہے وہ بعد کا واقعہ ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابن ماجہ والی روایت از قبیل مراسیل صحابہ ہو۔ یعنی پہلے معلوم نہ تھا نفی کردی پھر ابو سعید خدری وغیرہ کو سن کر روایت فرمادی۔ اور دھن جمہور کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

باب يَلْبَسُ أَحْسَنَ مَا يَجِدُ

ترجمہ۔ اچھے کپڑے جو میسر ہوں وہ جمعہ کے دن پہنے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مسجد نبویؐ کے دروازے پر ایک قیمتی جوڑا سرخ رنگ کا دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر آپؐ اس جوڑے کو خرید لیتے تو اچھا ہوتا۔ تاکہ آپؐ اس کو جمعہ کے دن پہنتے۔ یا اس وفد کیلئے جو آپؐ کے پاس آتا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ان جوڑوں میں کچھ جوڑے آئے تو آپؐ نے ان میں سے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو دے دیا جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپؐ مجھے یہ پہناتے ہیں حالانکہ عطار و تاجر کے جوڑے کے بارے میں آپؐ مجھے وہ بات فرما چکے ہیں جو آپؐ نے مجھے فرمائی کہ یہ آخرت والوں کا لباس نہیں ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ پوشاک میں نے تم کو اس لئے نہیں دی کہ آپؐ اسے خود پہنیں

حدیث (۸۳۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَأَى حُلَّةً سَيَرَاءَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ اشْتَرَيْتَ هَذِهِ فَلَبِستَهَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلِلْوَفْدِ إِذَا قَدِمُوا عَلَيْكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا يَلْبَسُ هَذِهِ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فِي الْآخِرَةِ ثُمَّ جَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مِنْهَا حُلَّةٌ فَأَعْطَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهَا حُلَّةً فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَسَوْنِيهَا وَقَدْ قُلْتُ فِي حُلَّةٍ عَطَارِدٍ مَا قُلْتَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنِّي لَمْ أَكْسُكَهَا لِتَلْبَسَهَا فَكَسَاها عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَخَا لَهُ بِمَكَّةَ مُشِيرًا - الحديث

تو حضرت عمر بن الخطابؓ نے وہ جوڑا اپنے اس مشرک بھائی کو پہنا دیا جو مکہ میں رہتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ روایت سے ترجمہ الباب ثابت نہیں ہوتا۔ تو کہا جائے گا حلة سیراء وہ پوشاک ہے جس میں دھاریاں

پڑی ہوئی ہوں۔ جس سے وہ خوبصورت لگتا ہے۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے جو اس کے خریدنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا کہ آپؐ اسے یوم الجمعہ میں پہنا کریں۔ جس سے معلوم ہوا کہ یوم الجمعہ میں احسن ثياب کا پہننا رائج تھا اور آپؐ نے بھی اس پر کوئی تکیہ نہیں کیا باقی چونکہ ریشمی تھا اسلئے آپؐ نے اسے نہیں خریدا۔ صفحہ ۳۰ پر باب العیدین میں ایک باب باب ماجاء فی العیدین والتجمل فیہما

آ رہا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے جو روایت یہاں ذکر فرمائی ہے وہی وہاں بھی ذکر فرمائی ہے اور الفاظ ترجمہ میں فرق فرمادیا۔ میرے نزدیک احسن مایجد سے تو امام بخاریؒ نے ابو ابی الجعفیہ میں ذکر فرما کر یہ اشارہ کر دیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے خریدنے کی ضرورت نہیں بلکہ جو موجود ہیں ان میں سے جو اچھا ہو ان کو پہن لے۔ اور عیدین میں اگر نئے کپڑے خرید لے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اور حضور اقدس ﷺ کا انکار تجل پر نہیں تھا۔ بلکہ ریشی ہونے کی وجہ سے تھا۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ تجل جائز ہے۔ اور انکار امر عارض کی وجہ سے ہے۔

باب السَّوَاكِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا

وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يَسْتَنُّ ترجمہ۔ اور حضرت ابو سعیدؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ مسواک کرتے تھے۔

حدیث (۸۳۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ أَخْبَرَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَوْ لَا أَنُ اشُقَّ عَلَى أُمَّتِي أَوْ لَوْلَا أَنُ اشُقَّ عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ . الْحَدِيثُ ... ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا۔ یا فرمایا لوگوں پر مشقت نہ ہوتا تو میں انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حدیث (۸۴۰) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَكْثَرُتُمْ عَلَيْكُمْ فِي السَّوَاكِ ... الْحَدِيثُ ... ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مسواک کے بارے میں تم سے بہت مبالغہ کیا ہے۔

حدیث (۸۴۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنَا عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْوِصُ فَاهُ . الْحَدِيثُ ... ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب رات کو اٹھتے تھے تو اپنے منہ کو مسواک ملتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ کے دن مسواک کرنا بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور بعض ظاہریہ مثلاً اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اگر مسواک عہد اچھوڑ دی تو جمعہ ہی صحیح نہیں ہو گا اور میرے نزدیک حضرت امام بخاریؒ جمہور کے مذہب کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے روایات عامہ ذکر فرمائیں۔ خاص طور سے جو مسواک فی الجمعہ میں وارد ہیں ان کو ذکر نہیں فرمایا۔ اذا قام من الليل يشوص فاه اس روایت پر اشکال ہے کہ یہ ترجمہ کے مطابق نہیں کیونکہ اس کا تعلق تہجد سے ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ تاکید مسواک پر استدلال فرماتے ہیں کہ جب نفل کے لئے مسواک کرتے تھے تو فرض کے لئے بطریق اولیٰ چاہیے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس روایت کو ذکر فرما کر یہ بتلادیا کہ حضور اقدس ﷺ نے بھی رات کو مسواک کی ہے۔ لہذا جمعہ کے دن کی کوئی خصوصیت نہیں۔ اس صورت میں ظاہر یہ پررہے گا۔

ترجمہ۔ جو شخص دوسرے کی مسواک استعمال کرے اس کا کیا حکم ہے۔

باب مَنْ تَسَوَّكَ بِسَوَاكِ غَيْرِهِ

حدیث (۸۴۲) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْح) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ وَمَعَهُ سَوَاكٌ يَسْتَنْ بِهٖ فَنَظَرَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ لَهُ أَعْطِنِي هَذَا السَّوَاكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ فَأَعْطَانِيهِ فَقَصَمْتُهُ ثُمَّ مَضَعْتُهُ فَأَعْطَيْتُهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَاسْتَنْ وَهُوَ مُسْتَنْدٌ إِلَيَّ صَدَرِي. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے پاس ایک مسواک تھی جس سے وہ مسواک کر رہے تھے جناب رسول اللہ ﷺ نے اسکی طرف غور سے دیکھا تو میں نے کہا اے عبدالرحمن یہ مسواک مجھے دے دو۔ چنانچہ وہ مسواک انہوں نے مجھے دے دی میں نے اسے توڑا پھر چبا یا اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ کو دے دی۔ جس سے آپؐ نے اس حالت میں مسواک کیا کہ آپؐ میرے سینے کا سہارا لینے والے تھے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسواک ایک مؤکد چیز ہے۔ لہذا اگر کسی سے مانگ کر لے تو جائز ہے۔ حالانکہ سوال ذلت ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ان لوگوں پر ذکر کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کا رینق یعنی تموک اس کے حق میں ظاہر اور دوسرے کے حق میں نجس ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ابواب الطہارت میں جہاں سور (جھوٹا) کا ذکر آیا تھا وہاں یہ باب ذکر فرماتے۔ روایت مرض الوفا کے زمانہ کی ہے۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں کیا پڑھا جائے۔

باب مَا يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور هل اتی

حدیث (۸۴۳) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ (الْح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْفَجْرِ

علی الانسان الخ پڑھا کرتے تھے۔

يَوْمَ الْجُمُعَةِ اَلَمْ تَنْزِلْ وَهَلْ اَتَى عَلَى الْاِنْسَانِ ..

تشریح از شیخ زکریا۔ شوافع نے تو افراط کیا کہ وہ ان دو سورتوں کے علاوہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں اور کچھ نہیں پڑھتے

اور احتلاف نے یہ تفریط کی کہ انہوں نے عام طور پر اس کو چھوڑ ہی دیا۔

ترجمہ۔ بستیوں اور شہروں میں جمعہ جائز ہے

باب الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى وَالْمَدَن

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبویؐ کے بعد جو پہلا پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے جوانی چھاؤنی قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں تھا۔

حدیث (۸۴۴) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (البحر)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِعَتْ بَعْدَ
جُمُعَةِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي مَسْجِدِ
عَبْدِ الْقَيْسِ بِحِوَالِي مِنَ الْبَحْرَيْنِ . الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر ایک گھرانے ہے۔ اور لیث نے یہ زیادتی کی کہ یونس نے کمار زین بن حکیم نے ابن شہاب زہری کو لکھا۔ اور میں ان دنوں وادی القریٰ میں ابن شہاب کے ساتھ تھا۔ اگر میں جمعہ قائم کروں تو آپ کی کیا رائے ہے۔ اور رزق ایسی زمین پر حاکم تھا جہاں وہ زراعت بھی کرتا تھا۔ اور ان میں سوڈانیوں اور دوسرے لوگوں کا رکناں کی ایک جماعت رہتی تھی۔ رزق ان دنوں ایلہ کا امیر تھا لیکن عمل زراعت ہر جگہ تھا۔ تو ابن شہاب نے ان کو لکھا جبکہ میں سن رہا تھا کہ وہ ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم دیتے تھے۔ وہ اس کو خبر سناتے تھے کہ حضرت سالم نے انہیں حدیث بیان کی کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے تھے میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے۔ تم میں سے ہر ایک گھرانے ہے۔ اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا

حدیث (۸۴۵) حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ (البحر)
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
كُلُّكُمْ رَاعٍ وَرَأَدَ اللَّيْثُ قَالَ يُونُسُ كَتَبَ رَزِيقُ ابْنِ
حَكِيمٍ إِلَى ابْنِ شِهَابٍ وَأَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِوَادِي الْقُرَى
هَلْ تَرَى أَنْ أَجْمَعَ وَرَزِيقُ عَلَى أَرْضٍ يُعْمَلُهَا وَفِيهَا
جَمَاعَةٌ مِنَ السُّودَانِ وَغَيْرِهِمْ وَرَزِيقُ يَوْمَئِذٍ عَلَى
أَيْلَةٍ فَكَتَبَ ابْنُ شِهَابٍ وَأَنَا سَمِعْتُ يَأْمُرُهُ أَنْ يَجْمَعَ
يُخْبِرُهُ أَنْ سَأَلَمَا حَدَّثَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ
مَسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ
وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مُسْتَوِلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ
رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَمَسْتَوِلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا

امام بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا اور آدمی (مرد) اپنے گھروالوں کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا نوکر اپنے سردار کے مال کا نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ

وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِي مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مُسْتَوَلٌّ عَنْ رَعِيَّتِهِ قَالَ وَحَسِبْتُ أَنَّ قَدْ قَالَ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي مَالِ أَبِيهِ وَهُوَ مُسْتَوَلٌّ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَمُسْتَوَلٌّ عَنْ رَعِيَّتِهِ... الْحَدِيثُ....

انہوں نے یہ بھی کہا آدمی اپنے باپ کے مال کا بھی نگران ہے اس سے اپنی رعایا کا سوال ہو گا۔ اور ہر ایک تم سے نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ - اختلاف اس میں ہے کہ آیا نماز جمعہ مثل صلوٰۃ خمسہ کے ہے۔ یا اس میں کوئی خصوصیت ہے

جمہور اس کی خصوصیت مخصوصہ کو مانتے ہیں۔ غیر مقلد اور بعض اہل ظواہر سے صلوٰۃ خمسہ کا حکم دیتے ہیں کہ خواہ کوئی صحرا ہو یا بنیان (آبادی) چھوٹا قریہ ہو یا بڑا سب جگہ جمعہ جائز ہے مگر ارباب مذاہب اربعہ اس میں خصوصیت مانتے ہیں کہ جمعہ اس صورت میں جائز ہے کہ جہاں کے لوگ منتقل ہونے والے نہیں ہیں۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ خیام متصلہ (یعنی جو خیمے متصل ہو کر بستی بن جائے) اس میں بھی جمعہ جائز ہے۔ البتہ امام مالکؒ مطلقاً خیام میں جمعہ جائز نہیں کہتے۔ اگر اہل ایبنة ذات عمود (ستون والے) نہ ہوں تو اس میں امام مالک وہی سوق (بازار) اور مسجد کی شرط لگاتے ہیں۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ ان شرط کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ چالیس احرار ہوں۔ حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ مصر اور فناء مصر میں جمعہ واجب ہے۔ فناء مصر یعنی وہ آبادی جو شہر کی ضروریات و مصالح کے لئے بنائی جائے جہاز والوں پر جہاں اور قفلا (چٹیل میدان) میں جمعہ نہیں ہے۔ تو ارباب مذاہب اربعہ میں سے کسی نے بھی علی الاطلاق جمعہ واجب نہ کہا بلکہ ان حضرات نے قیود لگائی ہیں۔ قریہ کا لفظ عام ہے۔ لیکن اس روایت سے یہ معلوم نہیں ہو تا جو انی قریہ ہے یا مدینہ یا حصن (قلعہ) ہے۔ امام ابو داؤد نے صفحہ ۱۵۳ میں اسکو مفصل بیان کیا ہے۔ قریہ من البحرین اور قریہ من قری عبد القیس سے جمعہ فی القریٰ پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چالیس آدمی تھے تو قریہ میں جمعہ جائز ہوا۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ آیا لفظ قریہ کا اطلاق جو انی پر اعتبار اس کے معنی کے ہے یا نہیں۔ ہمیں تفصیح سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں قریہ اور ام القریٰ کا اطلاق مکہ معظمہ پر آیا ہے۔ اور ایسے انطاکیہ اور طائف پر بھی قریہ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ تو محض لفظ قریہ کہنے سے یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ ضد مدینہ ہے۔ اگر ضد مدینہ مان بھی لیا جائے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس جمعہ کا قیام آپؐ کے امر سے کیا گیا یا انہوں نے خود اپنی رائے سے قائم کیا۔ محض اس سے کہ یہ فعل آپؐ کے عہد میں ہوا۔ اس سے استدلال تام نہیں ہو سکتا۔ ثالثاً یہ کہ جو انی ایک حصن اور قلعہ ہے جو بہت بڑا شہر ہے اور اس میں بہت تاجر رہتے تھے۔ اور اس میں کثرت سے امتنعہ (سامان) پائے جاتے تھے۔ چنانچہ ابو عبد اللہ بحری کہتے ہیں

جوانی حصن بالبحرین کہ جو اُنی میں ایک قلعہ ہے۔ اور اموالقیس کا شعر اس کی تائید کرتا ہے۔ رضاکان جوانی ... جس سے پتہ چلتا ہے کہ جوانی ایک تجارتی مرکز تھا۔ ربعا یہ ہے کہ یہی جوانی کا جمعہ احناف کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسجد نبویؐ کے بعد اولاً جمعہ بحرین میں قائم کیا گیا مگر عوالی مدینہ (قرنی مدینہ) میں جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ وفد عبدالقیس ۴ھ میں آتا ہے۔ آپؐ نے ان کو جمعہ قائم کرنے کا حکم نہیں دیا۔ دوسرے روایات میں آتا ہے کہ اہل عوالی مسجد نبویؐ میں نو بت بنو بت آتے تھے اور بعض عوالی تو نو نو میل کے فاصلہ پر تھے۔ اگر قریہ میں جمعہ جائز ہو تا تو ان کو زحمت گوارا کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

امام بخاریؒ نے دوسرا استدلال حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے کیا ہے کہ ہر حاکم سے اپنی رعایا کے مفاد کے متعلق سوال ہو گا۔ یہاں تک تو ہم بھی متفق ہیں کہ ہر ایک کے لئے مابین صلح کی حفاظت ضروری ہے وہ جمعہ کو بھی اس میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن شہاب کے استدلال کو حجت مانتے ہیں کہ۔ وادی القرئی مدائن صالح کو کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے زیادہ قریب ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی جہاں بستی تھی وہ ایک سو تیس گاؤں پر مشتمل تھی۔ جسے وادی القرئی کہتے تھے۔ ایلہ کا شہر فلسطین میں سمندر کے کنارے واقع ہے۔ یا مہرہ ان یجمع اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جمعہ فی القرئی جائز ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ امام زہریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر حجت نہیں۔ ہم رجال ونحن رجال دوسرے ان کا استدلال صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر اہل خیام میں اگرچہ مابین صلح کی حفاظت ہے تو یہی چیز چالیس سے کم آبادی میں بھی ہے۔ اگر دو گھر ہوں تب بھی مابین صلح کی حفاظت مطلوب ہے۔ تو تمہارے قاعدے کے مطابق یہاں بھی جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ تو امام بخاریؒ کا فتویٰ حضرت امام اعظمؒ پر کیسے جرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ امام اوزاعیؒ کے مناظرے میں حضرت امام اعظمؒ نے امام زہریؒ کو ساکت کر دیا تھا۔ جبکہ اس نے کہا تھا کہ تم اہل کوفہ کو کیا ہو گیا کہ تم رفع یدین کو نہیں مانتے۔ اس پر امام صاحبؒ نے فرمایا تھا کہ حماد افقہ من الزہریؒ۔ بہر حال تابی کا قول تابی پر جرح نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ان کا اجتہاد نہ شوافع کے ہاں معتبر ہے اور نہ ہی ہمارے ہاں معتبر ہے۔ تو پھر امام زہریؒ کا قول امام صاحبؒ پر جرح نہ ہوا۔ بایں ہمہ یہ امام صاحبؒ کے مسلک کے مخالف نہیں۔ اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی حاکم اور والی نے حکم دیا اور وہ ہاں جمعہ پڑھاتا ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ ان کا یہ حکم واجب التعمیل ہے تاکہ نزاع پیدا نہ ہو۔ حضرت امام اعظمؒ کا استدلال مشہور یہ ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ اور مسند عبدالرزاق میں نہایت صحیح سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے منقول ہے لاجمعہ ولا تشریق الا فی مصر جامع اور امام نوویؒ دار قطنی کے واسطے سے صحیح نقل کرتے ہیں۔ اگرچہ حجاج کے واسطے پر ضعف کا اتفاق نقل کیا گیا ہے۔ اور مروفا بھی ان سے روایت ہے اور آیت کریمہ میں بھی اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ وذروا البیع اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ایسی آبادی کے لئے ہے جہاں سوق اور کاروبار پایا جاتا ہو اس لئے امام مالکؒ نے قیود لگا دیں کہ کل قریہ فیہا سوق او جامع امام اعظمؒ بھی اس قید کو اختیار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ہے کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا مگر جمعہ ادا کرنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ آپؐ چودہ دن قبائیں قیام پذیر رہے مگر جمعہ کی نماز نہ پڑھی اور نہ پڑھائی بلکہ جس روز صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو بنو سالم کے محلہ میں جمعہ پڑھا ہے قباء مدینہ کے قرئی میں سے ایک قریہ ہے جو مدینہ سے تین میل کے

فاصلہ پر ہے اگر قریب میں جمعہ جائز ہو تا تو قیام میں ضرور پڑھتے۔ نہیں پڑھا معلوم ہو کہ جائز نہیں۔ اور دار لفظی میں ابن عباسؓ کی روایت ہے اور ابن اسحاقؒ نے اس کو سیرت میں ذکر کیا ہے کہ جمعہ کہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن کفار کے لہجہ کی وجہ سے ادا نہ ہو سکا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ قریب گاؤں کی چھوٹی آبادی کو کہتے ہیں۔ اور معدن شہر اور بڑی آبادی کو کہا جاتا ہے۔ اب میں یہاں

جامع اور مختصر بات کوں کا طور سے سنو! حضرت نبی اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو جس دن پہنچے وہ جمعہ کا دن تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے سب سے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں بدو سالہ میں پڑھا۔ اس پر محدثین اور مؤرخین کا اتفاق ہے۔ اور قہار میں چودہ یا چوبیس دن قیام فرمایا۔ اور تحقیق گزرا چکی مگر ان ایام میں وہاں جمعہ نہیں پڑھا۔ اور سب سے پہلے مسجد نبوی کے بعد جمعہ پڑھا گیا وہ جوانی میں جو قریب من قری البحرین ہے۔ اور اتنی مدت میں کتنے گاؤں مسلمان ہو گئے۔ مگر کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اب چونکہ باوجود بہت سارے گاؤں مسلمان ہو جانے کے پھر بھی قہار اور ان گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھا گیا۔ اس لئے اب یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا۔ کہ ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کی کچھ شرائط ہیں۔ البتہ اس زمانے کے غیر مقلد جرجی میں آتا ہے وہ کر گزرتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ حجة اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ کہ جمعہ ایک قرن کو چاہتا ہے۔ کیونکہ باوجود متعدد گاؤں مسلمان ہونے کے سوائے جوانی کے اور کہیں جمعہ نہیں پڑھا گیا اب جو لوگ جمعہ فی القریب کے قائل ہیں وہ قریب من قری البحرین سے استدلال کرتے ہیں کہ جو ان کو قریب فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ قریب سے استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں مکہ اور طائف پر قریب کا اطلاق ہوا ہے۔ لا یزال هذا القرآن علی وجہ من القرآن عظیم۔ چونکہ آٹھ برس تک سوائے مدینہ کے اور کہیں جمعہ نہیں ہوا اس لئے اتفاق ہے کہ ہر گاؤں میں تو جمعہ ناجائز ہے۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ قریب صغیرہ میں ناجائز ہے البتہ قریب کبیرہ کی تحدید میں اختلاف ہو گیا کیونکہ حضور اقدس ﷺ سے کوئی تحدید منقول نہیں۔ صرف یہ ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا۔ اور پھر ۸ھ میں جو ان کے اندر ہوا۔ چونکہ امام اعظمؒ کے یہاں ایسے مواقع پر مد ار عرف ہوتا ہے۔ اس لئے انہوں نے تو عرف پر رکھا۔ چونکہ ہر زمانے کا عرف بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے تحریکات لغت میں اختلاف ہو گیا۔ ایک زمانے میں یہ تھا کہ وہ گاؤں بڑے جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ لہذا انہوں نے قریب کبیرہ کی پہچان یہ بتائی کہ جہاں کوئی حاکم یا قاضی ہو۔ اور حضرت گنگوہیؒ نے اپنے زمانہ میں قریب کبیرہ کی تعریف کی جہاں واکخانہ پولیس چوکی ہو اور اخیر میں پانچ ہزار کی آبادی کو معیار بنایا۔ اور مالکؒ کے یہاں بیوت متصلہ اور اسوائی متصلہ ہوں۔ ہاں شوافعؒ اور حنابلہؒ کی شرائط آسان ہیں جو ان کی کتب میں مذکور ہیں۔ اب یہ جو مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ ناجائز ہے یہ صرف امام صاحبؒ کا مذہب نہیں بلکہ میرے خیال میں تو امام مالکؒ کا مذہب ان سے بھی زیادہ سخت ہے۔ اور آج کل جو یہ گرد رکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز ہے لہذا جو اذکار لفظی دے دیتے ہیں اور پھر وہ جمعہ پڑھتے ہیں۔ ادھر یہ گرد رکھا ہے کہ احنافؒ کے قول پر متعدد جگہ جمعہ پڑھتے ہیں یہ کسی قول پر صحیح نہیں۔ ہاں شوافعؒ کے نزدیک اول جمعہ صحیح ہو جائے گا۔ یہ تعلیق ہے۔ تعلیق حرام ہے۔ اور تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ ایک قول ان کا لے لیا اور ایک قول دوسرے کا چھوے کوئی امام شافعی کا قول اس میں اختیار کرے کہ خون سے وضو نہیں لوثا اور حنیفہ کا قول

اس میں لے لے کہ مس ذکرنا قس وضو نہیں۔ اور اس نے مس ذکر بھی کیا اور خون بھی نکلا۔ تو کسی کے نزدیک بھی وضو صحیح نہیں ہوگا لہذا تغلیق سے چما ہوگا۔ والا معہ ای مع الزہری۔ اور بعض سے تسامع ہو گیا۔ کہ انہوں نے ضمیر رزق کی طرف راجع کی۔ لکن اب ابن شہاب الخ شراح کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ رزق اہلہ کے حاکم تھے اور وہ ایک جگہ اپنے نوکروں کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے انہوں نے زہری کی طرف خط لکھا کہ کیا میں یہاں جمعہ پڑھ لیا کروں۔ ابن شہاب نے اجازت دے دی۔ اور کلکم راع ومسئول عن رعبہ سے استدلال فرمایا۔ میرے نزدیک شراح کا یہ مطلب قرار دینا غلط ہے۔ امام زہریؒ نے جو جواب دیا اور جو استدلال فرمایا وہ صحیح ہے۔ اور میرے نزدیک مطلب یہ ہے کہ رزق اہلہ کے حاکم تھے۔ اور وہ زادیہ میں رہتے تھے اور کھیتی کرتے تھے۔ زادیہ ایک گاؤں ہے۔ تو انہوں نے امام زہریؒ کو یہ لکھا کہ میں اہلہ کا حاکم ہوں کیا میرے ذمہ جمعہ کے دن اہلہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ امام زہریؒ نے ان کو لکھا کہ ہاں تمہارے ذمہ ضروری ہے۔ کیونکہ تم اہلہ کے حاکم ہو۔ اور وہاں لوگ جمعہ پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو اگر کوئی بات پیش آگئی تو کیا ہوگا۔ تم سے سوال ہوگا اسلئے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ الاکلم راع الخ میرے اور شراح کے بیان کرنے میں فرق یہ ہے کہ انہوں نے بجمع کا مطلب یہ لیا کہ جمعہ پڑھیں اور میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ میں حاضر ہوں۔ اور میری دلیل یہ ہے کہ آگے ایک باب آرہا ہے۔ باب من این یوتی الجمعہ اس میں حضرت انسؓ کے مطلق فرماتے ہیں کہ کان انس فی قصرہ احیاناً بجمع اور یہاں پر جو معنی میں نے زہری کے قول کے بتائے ہیں وہی متعین ہیں یعنی حضرت انسؓ کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی حاضر نہیں ہوتے تھے اور شراح نے بھی یہاں اس کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے معنی جمعہ پڑھنے کے ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ کبھی پڑھتے تھے اور کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ یہ غلط ہے کیونکہ اگر جمعہ ہوتا تھا تو اس کے نہ پڑھنے کا کیا مطلب اس لئے وہی معنی متعین ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو معنی یہاں مراد لیتے ہیں وہی معنی زہری کے قول میں بھی متعین اور مراد ہیں۔ الحاصل جمعہ فی القرای کو عوام کا لالعام اور یم مولویوں نے بہت اجمال رکھا ہے۔ ہمارے یہاں ایک مثل ہے۔ یم مولوی خطرہ ایمان اور یم حکیم خطرہ جان۔ متقدمین اور متاخرین سب اس پر متفق ہیں کہ جمعہ صرف پورے شریعتیہ میں ایک جگہ ہونا چاہیے مگر اذکار کی وجہ سے غلط۔ چھوٹوں میں جو اذکار لڑائی امام محمدؒ سے منقول ہے

باب۔ کُلُّ کُلِّی مَنِ لَا یُفْهَدُ الْجُمُعَةُ
فُتِلَ مِنَ النَّسَاءِ وَالْبُطْحَانِ وَکُفِّرَ بِهِمْ وَقَالَ
ابْنُ عُمَرَ أَلَمَّا الْفُسْلُ کُلِّی مَنِ یُجِبُ
عَلَيْهِ الْجُمُعَةُ۔۔

ترجمہ۔ کیا عورتوں چوں وغیرہم میں سے جو
جمعہ میں حاضر نہیں ہوتا اس پر فسل ہے۔ حضرت
ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس پر جمعہ واجب ہے فسل
اس پر ہے۔

حدیث (۸۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْوَلَدِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا جو شخص جمعہ کو آئے

يَقُولُ مَنْ بَجَاءِ مُكِّمُ الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ ...

تو وہ غسل کرے۔

حدیث (۸۴۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ النَّح عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ غَسَّلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُحْتَلِمٍ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے۔

حدیث (۸۴۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِیْهِمُ النَّح عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَحْنُ الْآخِرُونَ الشَّارِبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَبْدَأُ اللَّهُ ﷻ أَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُنَا وَأَوْتِيَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ فَهَذَا الْيَوْمَ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ فَهَذَا اللَّهُ ﷻ فَفَدَّ لِلْيَهُودِ وَبَعْدَ غَدٍ لِلنَّصَارَى فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ حَقٌّ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يُغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا يُغْتَسِلُ فِيهِ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ رَوَاهُ أَبَانُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ طَارِسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلَّهِ تَعَالَى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ حَقٌّ أَنْ يُغْتَسِلَ فِي كُلِّ سَبْعَةِ أَيَّامٍ يَوْمًا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہم زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آنے والے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے آگے جانے والے ہوں گے۔ مگر یہ کہ ان کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان کے بعد ملی پس یہ وہ دن ہے جس میں ان لوگوں کا اختلاف ہو گیا۔ شنبہ یسود کا اور ایک شنبہ نصاریٰ کا پھر خاموش رہنے کے بعد فرمایا ہر مسلمان پر حق واجب ہے کہ وہ سات دنوں میں ایک دن ضرور غسل کرے جس میں اپنے سر اور جسم کو دھوئے۔ دوسری سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ کے لئے ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن ضرور غسل کرے۔

حدیث (۸۴۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النَّح عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ائْتُوا لِلنِّسَاءِ بِاللَّيْلِ إِلَى الْمَسَاجِدِ .. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ عورتوں کو رات کے وقت مساجد کی طرف آنے کی اجازت دے دو۔

حدیث (۸۵۰) حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُوسَى النَّح عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَتْ امْرَأَةٌ لِعُمَرَ تَشْهَدُ صَلَاةَ الصُّبْحِ وَالْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقِيلَ لَهَا لِمَ تَخْرُجِينَ وَقَدْ تَعْلَمِينَ أَنَّ عُمَرَ يَكْرَهُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی ایک بیوی تھی جو مسجد نبویؐ میں صبح اور عشاء کی نماز میں حاضر ہوا کرتی تھی اس سے کہا گیا کہ تو کیوں نکلی ہے جبکہ تجھے علم ہے کہ حضرت عمرؓ اس کو نا پسند کرتے ہیں اور غیرت کھاتے ہیں

ذَلِكَ وَيَعَارُ قَالَتْ فَمَا يَمْنَعُهُ أَنْ يَنْهَى فَنِي قَالَ يَمْنَعُهُ
قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَا تَمْنَعُوا إِمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ
(الحديث)۔
کنے لگیں کہ پھر وہ خود کیوں نہیں روک دیتے۔ کس چیز نے
منع کیا ہے انہوں نے کہا جناب رسول اللہ ﷺ کے اس قول
نے اس کو روک رکھا ہے کہ اللہ کی بند یوں کو اللہ کی مساجد سے
نہ روکا کرو۔

تشریح از شیخ مدنی۔ روایت کو ترجمۃ الباب سے مطابقت من حیث المفہوم ہے کہ غسل ان پر واجب ہے۔ جن پر جمعہ
واجب نہیں ان پر غسل بھی واجب نہیں۔ لا تمنعوا إماء الله الخ حضرت عمرؓ کی بیوی مغرب، عشاء اور فجر میں جایا کرتی تھیں اور
پہلی روایت میں من الليل کی قید ہے۔ تو معلوم ہوا کہ عورتوں کا مساجد میں آنا ناجائز ہے۔ تو جب وہ جمعہ کے لئے مساجد میں نہیں آسکتیں تو
ان پر غسل بھی واجب نہ ہوگا۔ کانت امرأة لعمر الخ یہ ان کی پھوپھی کی بیٹی تھیں حضرت عمرؓ ان کا مسجد میں جانا پسند نہیں کرتے تھے
کیونکہ اس نے نکاح کے وقت شرط لگادی تھی کہ تم مجھے مسجد جانے سے نہیں روکو گے۔ اس لئے حضرت عمرؓ روک نہیں سکتے تھے۔ اور وہ
لا تمنعوا إماء الله عن مساجد الله پر عمل کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک حیلہ کر کے ان کو رُک جانے پر مجبور کر دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت شریفہ یہ ہے کہ جہاں روایات میں اختلاف ہو یا ائمہ میں اختلاف ہو تو
وہاں کوئی حکم نہیں لگاتے۔ بلکہ ہل بڑھا کر اس سے اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ غسل یوم الجمعة کے بارے میں دو طرح کی
روایات ہیں۔ ایک یہ کہ غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اس کا تقاضا ہے کہ ہر بالغ پر غسل یوم الجمعة واجب ہے خواہ
وہ نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس لئے کہ اس حدیث میں نماز پڑھنے اور نہ پڑھنے سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ
من اتى الجمعة فليغتسل اس کا تقاضا ہے کہ غسل جمعہ صرف مصلیٰ کے لئے ہے خواہ کوئی ہو۔ چونکہ ان دونوں روایتوں کے عموم میں
تعارض ہو گیا۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس طرف اشارہ فرمادیا۔ اور ان ہی اختلاف روایات کی بنا پر اس میں اختلاف ہو گیا کہ یہ غسل نماز جمعہ
کے لئے ہے یا یوم الجمعة کے لئے۔ جمہور کی رائے ہے کہ یہ صلوٰۃ جمعہ کا غسل ہے۔ اور یہی حنفیہ کا رائج قول ہے۔ اور استدلال اسی
روایت من اتى الجمعة فليغتسل سے ہے۔ اور اسی طرح اس روایت سے ہے جس میں ہے کہ لوگ مزدور پیشہ تھے۔ ان کے کپڑے پہنتے
تھے۔ اور کام کرتے تھے۔ اور جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے تو بدبو پھیلا کرتی تھی۔ اس وقت سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لو انکم
تطهروا لیؤمکم هذا کاش تم اس دن کے لئے خوب طہارت حاصل کرتے۔ اس طرح من جاء بکم الجمعة سے استدلال کیا جاتا ہے
اس تقدیر پر کہ الجمعة منصوب ہے۔ اسی طرح اذا راح احدکم الی الجمعة فليغتسل سے استدلال ہے۔ اور جو حضرات اس کو
یوم الجمعة کا غسل مانتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم اذا جاء احدکم الجمعة برفح
الجمعة سے ہے اور یہ حضرات فرماتے ہیں کہ جیسے اور ایامِ متبرکہ مثلاً عیدین یا امکنہ مبارکہ مثلاً مکہ میں داخلہ کے وقت غسل ہے

اسی طرح یہاں جمعہ کی وجہ سے غسل ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ تین قسم کی روایات ہیں ایک من اہی الجمعہ فلہ غسل اس سے غسل لصلوۃ الجمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری روایت وہ ہے جس سے غسل لیوم الجمعہ ثابت ہوتا ہے۔ اور تیسری وہ روایت ہے جس میں ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرنا معلوم ہوتا ہے۔ تو اب میرے نزدیک تین قسم کے الگ الگ مستقل غسل ہو گئے۔ ایک غسل نماز جمعہ کے لئے۔ دوسرا جمعہ کے دن کا۔ اور تیسرا ہفتہ میں ایک بار اور یہ غسل نظاۃ کا غسل ہے۔ اور کسی ایک میں تدافع نہیں بلکہ ہر ایک مستقل ہے۔ غسل نظاۃ کی احادیث پاک میں بہت سی نظائر ہیں مثلاً حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو پرانندہ بال والدیکھا تو فرمایا ان کی اصلاح کر لینا اور غسل کر لینا۔ اوکھا قال اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں غسل کر کے شامہ کی طرح آؤ۔ حتیٰ نکلونا کالکم شامۃ من الناس اور غسل لیوم الجمعہ تو ظاہر ہے۔ اور اسی طرح غسل لصلوۃ الجمعہ ہے۔ اس لئے کہ امکانہ وازمنہ مقدسہ کے لئے غسل وارد ہے۔ تو اگر جمعہ بھی اسی قبیل سے ہو تو کیا بات ہے۔ البتہ اگر کوئی کسی وجہ سے جمعہ کے دن غسل نہ کر سکے تو کم از کم ہفتہ میں ایک بار تو ضرور غسل کر لینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز سے پہلے نماز جمعہ۔ یوم جمعہ۔ وغسل السبوع سب کی نیت کر لے تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ حضرت امام حاریؒ کا رجحان جمہور کے قول کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ کہ غسل لصلوۃ الجمعہ ہے۔ اذنوا النساء باللیل الی المساجد معلوم ہوا ان پر غسل واجب نہیں۔ کیونکہ جمعہ تو دن کو ہوتا ہے۔ اور عورتوں کو رات میں جانے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ تو پھر جمعہ میں کیسے حاضر ہو سکتی ہیں۔ لم یخروجین الخ حضرت عمرؓ کی اہلیہ محترمہ صبح اور عشاء کی نماز مسجد میں حاضر ہو کر پڑھا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمرؓ کو ان کا اور دیگر مستورات کا حرم میں جانا بہت گراں گذرتا تھا مگر منع نہیں کرتے تھے۔ کراہت تو فساد زمانہ کی وجہ سے تھی اور خاموشی ادباً رسول اللہ ﷺ تھی۔ اور بات یہ ہے کہ حضرات حضور اقدس ﷺ کے جاں نثار تھے اور ان پر حد درجہ ادب کا غلبہ تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیقؓ باوجود اجازت کے بھی محض غلبہ ادب کی وجہ سے نماز میں پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور صرف حضرت عمرؓ ہی عورتوں کے جانے کو مکروہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ دوسرے صحابہؓ بھی اس کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لو ادرك رسول اللہ ﷺ ما حدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل حضرت زہرؓ بھی اس کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمرؓ کی بیوی حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد حضرت زہرؓ کے نکاح میں آئیں تو حسب معمول مسجد میں جاتی رہیں۔ حضرت زہرؓ کو بوانا گوار گذرا۔ ایک دن جب وہ جانے لگیں تو حضرت زہرؓ جلدی سے آگے بڑھ گئے۔ اور ان سے راستہ میں مل کر اس کے سرین پر تھپڑ مارا اور چل دیئے۔ چونکہ اندھیرا تھا اس لئے وہ حضرت زہرؓ کو نہ پہچان سکیں۔ یہ صحابہ وہیں سے لوٹیں۔ اور اگلے دن سے مسجد میں جانا بند کر دیا حضرت زہرؓ نے دریافت کیا کہ اب تم نماز پڑھنے مسجد میں نہیں جاتیں۔ کہنے لگیں اب زمانہ نہیں رہا تو کہنا یہ ہے کہ جب خیر القرون میں حضرات صحابہؓ عورتوں کی اس آمد و رفت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ تو اب اس دور فتن و فساد میں تو ہر گز نہ جانا چاہیئے۔

باب الرَّحْصَةِ إِنْ لَمْ يَحْضُرِ الْجُمُعَةُ فِي الْمَطَرِ -

ترجمہ۔ اگر بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہو سکے تو اس کی رخصت ہے۔

حدیث (۸۵۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْحَمْدُ) قَالَ
ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَوْمَ مَطِيرٍ إِذَا قُلْتُ أَشْهَدُ أَنَّ
مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَلَا تَقُلْ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قُلْ
صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوا فَقَالَ لَعَلَّهُ
مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي إِنْ الْجُمُعَةُ عَزَمَةٌ وَإِنِّي كَرِهْتُ
أَنْ أَخْرِجَكُمْ فَمَشُورُونَ فِي الطَّيْنِ وَاللَّحْضِ ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک بارش والے دن
اپنے مؤذن سے فرمایا کہ جب تم اشهد ان محمد رسول اللہ
کو تو حسی علی الصلوۃ مت کو بلکہ کہو اپنے اپنے گھروں میں
نماز پڑھو۔ گویا کہ لوگوں نے اس کو نا پسند کیا تو فرمایا کہ یہ کام
اس ذات کا تھا جو مجھ سے بہتر تھی بے شک جمعہ واجب حتیٰ ہے
مگر میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہیں نکالوں اور تم کچھڑ اور پھسلن
میں چل رہے ہو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بارش ان اذکار میں سے ہے جن کی بنا پر جمعہ کی نماز اور نماز باجماعت ترک
کرنا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ بارش میں نکلنے سے کسی نقصان کا خوف ہو۔ بل صلوۃ فی بیوتکم اس پر کلام کر چکا ہوں کہ اس جملہ کو
اذان کے درمیان کہے یا بعد الفراغ من الاذان۔ باب کی یہ روایت امام حاریؒ باب الکلام فی الاذان میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

باب - مِنْ أَيْنَ تُؤْتَى الْجُمُعَةُ
وَعَلَى مَنْ تَجِبُ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِذَا
نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَقَالَ
عَطَاءٌ إِذَا أَكُنْتَ فِي قَرْيَةٍ جَامِعَةٍ فَنُودِيَ
بِالصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَحَقُّ عَلَيْكَ
أَنْ تَشْهَدَ هَا سَمِعْتَ الْبَدَأَ أَوَّلَكُمْ تَسْمَعُهُ
وَكَانَ أَنَسٌ فِي قَصْرِهِ أَحْيَانًا يَجْمَعُ وَاحِدًا
لَا يَجْمَعُ وَهُوَ بِالزَّوَاوِيَةِ عَلَى قَرْسَخَيْنِ -

ترجمہ۔ کہاں سے جمعہ کو آیا جائے اور کس شخص پر جمعہ
واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اذان وادی للصلوۃ
من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله اور عطاء فرماتے ہیں
کہ جب تو کسی بڑے گاؤں میں ہو اور جمعہ کے دن کی نماز
کی اذان ہو جائے تو تم پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو
خواہ اذان سنو یا نہ سنو اور حضرت انسؓ اپنے محل میں تھے
کبھی جمعہ میں حاضر ہوتے تھے اور کبھی نہیں حاضر ہوتے
تھے۔ اور وہ قصر زاویہ میں تھا جو چھ میل کے فاصلہ پر تھا۔

حدیث (۸۵۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ زوج النبی ﷺ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَأَبَّوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي قِيَامُونَ فِي الْغُبَارِ يُصِيبُهُمُ الْغُبَارُ وَالْعَرَقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُمْ الْعَرَقُ فَأَتَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنْسَانٌ مِنْهُمْ وَهُوَ عِنْدِي فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لَيَوْمِكُمْ هَذَا الْحَدِيث

فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے اپنے گھروں اور عوامی مدینہ سے باری باری جمعہ کے لئے آتے تھے۔ وہ گرد و غبار میں آتے تو غبار انہیں لگ جاتا اور پسینہ بھی۔ پس ان سے پسینہ نکلتا تو ان میں سے ایک انسان جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ میرے پاس تھے۔ تو آپ نے فرمایا کاش تم اس دن کے لئے پاک و صاف ہو جاتے تو کیا اچھا ہوتا۔

تشریح از شیخ مدنی۔ یہ تو متفق علیہ مسئلہ ہے کہ شر کے بسنے والے لوگوں پر جمعہ واجب ہے۔ ندا سننے یا نہ سننے کے بغیر یہاں تک کہ جمعہ کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے ایک فرسخ یعنی تین میل کہا۔ بعض نے ایک میل۔ اور بعض نے تین فرسخ۔ اور بعض نے کہا من اواه الليل۔ یعنی جمعہ پڑھ کر شام کو گھر واپس آسکیں۔ پھر ہمارے فقہاء کے یہاں بھی اختلاف ہے۔ مگر جمہور یہی کہتے ہیں کہ جمعہ ان لوگوں پر واجب ہے جن کو اذان جمعہ سننا ممکن ہے۔ وہ آبادی جو شہر سے باہر ہو بسا تین اور مزارات ان کے درمیان حائل ہوں تو ان پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ چونکہ امر بالسعی سماع اند پر مرتب ہے اس لئے اس کو علت قرار دیا گیا۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے تو دو فرسخ چھ میل کے ہوں گے۔ یجمع کے معنی بعض حضرات نے بصلی الجمعة کے لئے ہیں۔ مگر پھر لا یجمع سے اس پر اشکال ہو گا کہ احیاء ان کا زاویہ میں جمع نہ پڑھنا یہ خلافت ہو۔ اور دوسرے ترجمۃ الباب کے بھی مخالف ہو گا۔ ورنہ مصنف اے جمعة فی القری کے اندر ذکر کرتے اس لئے یجمع معنی یاتی للجمعة کے ہو گا۔ کہ کبھی جمعہ کے لئے آتے اور کبھی نہیں آتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام ترمذی نے باب باندھا ہے۔ من کم توتی الجمعة یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ ہر گاؤں میں باتفاق العلماء جمعہ جائز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک قسم کی مدنیت (شہر کا ہونا) شرط ہے۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے اس پر تواتر معنوی نقل کیا ہے اور اس وجہ سے ہر گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ ۱۷۱ سے لے کر ۸۷ تک کسی گاؤں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس جگہ کے آس پاس کے لوگوں پر کہاں تک جمعہ فرض ہے۔ ایک روایت میں ہے الجمعة علی من سمع النداء لیکن اس کا مصداق اہل شہر نہیں ہو سکتے کیونکہ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شہر میں رہنے والا ہو اور کسی عارض کی وجہ سے وہ اذان نہ سن سکے تو اس پر جمعہ واجب ہی نہیں۔ حالانکہ یہ نلط ہے۔ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ نواحی مصر میں جہاں تک اذان کی آواز جا سکتی ہو ان پر جمعہ فرض ہے۔ خواہ وہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ الجمعة علی من سمع النداء یہ مسافر کے بارے میں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسافر شہر میں آجائے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو اس پر حضور فی الجمعة فرض ہے۔

دوسری روایت میں الجمعة علی من آواه اللیل آتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور کے لوگوں پر فرض ہے جو نماز جمعہ پڑھ کر اپنے گھر پہنچ جائیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ جو تین فرسخ پر ہو اس پر واجب ہے۔ اور یہ بھی حنفیہ کے یہاں ایک قول ہے۔ اور حنفیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ فناء مصر والے مصر کے حکم میں ہیں۔ امام بخاریؒ نے کوئی حکم نہیں لگایا صرف سر دروایات پر اکتفا فرمایا۔ قال عطاء اذا كنت فی قریہ جامعة چونکہ اذا نودی للصلوة الآية اسی طرح حدیث پاک الجمعة علی من سمع النداء یہ ابہام ہوتا تھا کہ جمعہ میں حاضر ہونا صرف اس پر ضروری ہے جو بالفعل اذان سے اس لئے حضرت امام بخاریؒ عطاء کا قول نقل کر کے اس شبہ کو دفع فرمادیا کہ جہاں جمعہ ہوتا ہو تو وہاں کے لوگوں پر حضور فی الجمعة واجب ہے۔ خواہ اذان سنیں یا نہ سنیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ حضرت عطاء کے مقولہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قری دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قری جامعہ دوسرے غیر جامعہ اور عبدالرزاق نے روایت کی ہے کہ عطاء سے قریہ جامعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ قریہ جامعہ کس کو کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا النبی لہا امیر وقاض جہاں حاکم اور قاضی ہو اور یہی حنفیہ کا ایک قول ہے۔ مگر چونکہ اس کا مدار عرف پر ہے۔ اس لئے تعریفیں بدلتی رہتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ یہ تھا کہ جہاں پولیس کی چوکی اور ڈاکخانہ ہو وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے۔ یہ فتویٰ اس زمانے کا ہے جبکہ بڑی بڑی جگہوں پر ڈاکخانے اور چوکیاں ہوتی تھیں اور اب تو یہ کہنا کہ ہر جگہ ڈاکخانہ اور چوکی ہوتی ہے حضرت کے اس فتویٰ میں کوئی حدود وغیرہ مروی نہیں۔ وکان انس فی قصرہ احیاناً۔ حضرت انسؓ کا ہر سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ایک قصر تھا جہاں ان کی زمین تھی۔ اور وہ کبھی کبھی جمعہ کیلئے لہرہ چلے جاتے تھے یہ وہی اثر ہے جس سے میں نے استدلال کیا تھا۔ کہ رزق نے جمعہ میں حاضر ہونے کے متعلق سوال کیا تھا۔ نہ کہ جمعہ پڑھنے کے متعلق اور زہریؒ نے جواب دیا کہ ضرور حاضر ہو اگر وہاں تکہ تم وہاں کے حاکم ہو۔ اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ ینتابون الجمعة الخ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عوالی پر جمعہ فرض نہیں۔ ورنہ انتیاب کے کیا معنی؟ جمعہ آنا ضروری ہوتا۔ یہ انتیاب تعلم کی غرض سے ہوتا تھا۔ جیسے حضرت عمرؓ اور انصاری صحابی میں انتیاب ہوتا تھا۔ اور یہ کہنا کہ ممکن ہے یہ لوگ اپنے گھر جمعہ پڑھ لیتے ہوں۔ صحیح نہیں اس لئے کہ جواثی کی روایت میں گذر چکا کہ مسجد نبویؐ کے علاوہ کسی جگہ سوائے جواثی کے جمعہ قائم نہیں کیا گیا۔ اب ایک مسئلہ سنو! اصل یہ ہے کہ جمعہ صرف پورے شہر یا قصبہ میں ایک جگہ ہونا چاہیے۔ مگر اعذار کی وجہ سے مختلف جگہوں میں جواز کا فتویٰ امام محمدؒ سے منقول ہے۔ شامی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر بغداد جیسا کوئی شہر ہو تو اس میں متعدد جگہ جائز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ اجتماع کیلئے ہوتا ہے تو ایک ہی جگہ ہونا چاہیے۔ نوافل گھر میں۔ صلوٰۃ مغر وہ مسجد اجتماعات میں اور جمعہ جامع مسجد میں ہونا چاہیے۔

ترجمہ۔ جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ کا وقت شروع ہے حضرت عمرؓ علیؓ۔ نعمان بن بشیر۔ اور عمر و بن حریث سے اسی طرح ذکر کیا جاتا ہے۔

باب وَقْتُ الْجُمُعَةِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ
وَكَذَلِكَ يُذَكَّرُ عَنْ عُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالنُّعْمَانِ
بْنِ بَشِيرٍ وَعَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ۔

حدیث (۸۵۳) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (البحر) قَالَتْ
عَالِشَةُ سَكَانَ النَّاسُ مَهْنَةً أَنْفُسِهِمْ وَكَانُوا إِذَا رَاحُوا
إِلَى الْجُمُعَةِ رَاحُوا فِي هَيْئَتِهِمْ كَقَبِيلٍ لَهُمْ كِرَامٌ فَاسْتَلَمُوا

حدیث (۸۵۴) حَدَّثَنَا سُورِجُ بْنُ كَعْمَانَ (البحر)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي
الْجُمُعَةَ حِينَ تَمِيلُ الشَّمْسُ .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں لوگ منت کش تھے
جب وہ لوگ جمعہ کیلئے روانہ ہوتے تو اسی منت مزدوری کی شکل
میں جاتے ان سے کہا گیا کہ اگر تم غسل کر لیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ
ﷺ جب سورج ڈھل جاتا تھا تب جمعہ کی نماز کی پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم
جمعہ کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے

حدیث (۸۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدَانُ (البحر) عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَبْكَرُ بِالْجُمُعَةِ وَنَقِيلُ بَعْدَ
الْجُمُعَةِ .. الحديث ..

تشریح از شیخ مدنی۔ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بعض اہل ظواہر اور

امام احمدؒ کی ایک روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال سے پہلے ہے۔ اور مشہور روایت یہ ہے کہ وقت جمعہ زوال کے بعد ہے۔ اگر زوال سے پہلے
پڑھ لے تو جمعہ جائز ہو جائے گا۔ اسی بنا پر ہمارے ملک کے غیر مقلد دہلی میں دس بجے جمعہ پڑھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ لوگ زکوٰۃ ادا
کرنے میں بھی حیلے کرتے ہیں۔ کہ زیورات گیارہ مہینے عورت کو بہہ کر دیتے ہیں۔ پھر وہ مرد کو بہہ کر دیتی ہے نہ سال پورا ہوا نہ زکوٰۃ
واجب ہوئی۔ تو ان کے ہاں احکام شرعیہ حیلہ کی نذر ہو گئے۔ اور اعتراض حنفیہ پر کرتے ہیں۔ تیسری روایت میں کنا نبکر بالجمعة میں
تبکیر معنی تعجیل ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ با کورہ میں یعنی صبح ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور قیلولہ کو مؤخر کر دیتے تھے۔

تشریح شیخ زکریا۔ حضرت امام بخاریؒ کی عادت تم کو معلوم ہی ہے کہ جہاں کوئی قوی اختلاف ہو وہاں حکم نہیں لگاتے

اور جہاں اختلاف ہو مگر دلیل قوی ہو تو بناءً الحکم کر دیتے ہیں۔ جیسے باب وجوب الجماعة میں کیا ہے۔ یہاں پر حنابلہؒ کا مذہب
یہ ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے۔ امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا۔ حنابلہؒ کا استدلال و ما کنا نقیل ولا نتغدی الا بعد الجمعة
یعنی ہم قیلولہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ غذا صبح کے کھانے کو اور قیلولہ نوم وقت الزوال کو کہتے ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ
جمعہ پہلے ہی پڑھ لیتے تھے۔ ورنہ غذا اور قیلولہ جمعہ کے بعد کیسے ہوتا۔ جمہور جو زوال کے بعد جمعہ کے قائل ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تم نماز کو
کیوں آگے بڑھا دیتے ہو۔ قیلولہ اور غذا کو اپنے وقت سے کیوں نہیں بڑھا دیتے۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم بعد الزوال جمعہ سے

فارغ ہو کر کھانا کھاتے تھے۔ اور پھر قیلولہ کرتے تھے۔ اس پر ان لوگوں نے اشکال کر دیا کہ بعدی اور نقیل صحیح نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا لغت میں صبح کے کھانے کو اور قیلولہ وقت الزوال کی غینہ کو کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک شی کو دوسری شی کی جگہ لیا جاتا ہے تو اس شی ثانی پر اول کے نام کا اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ سحری کھا رہے تھے ایک صحابی گذرے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اہلم الی العداء المبارکۃ تو طعام وقت السحر پر حضور اکرم ﷺ نے خدا کا اطلاق فرمادیا۔ کیونکہ سحری کو خدا کی جگہ کھایا جاتا ہے ایسے ہی یہاں پر بھی عداء اور قیلولہ کا اطلاق اسلئے کیا گیا کہ وہ کھانا اور سونا خدا اور قیلولہ کی جگہ ہوتا ہے۔ وکانوا اذا راحوا الی الجمعة امام حارّی کا استدلال رواج کے لفظ سے ہے۔ اسلئے رواج سیر بعد الزوال کو کہتے ہیں۔ کنا نہکو بالجمعة اگر نہکو سے مراد سویرے پڑھنا ہو تو یہ تنابہ کی تائید ہوگی۔ اگر سویرے جانے کے معنی میں ہو تو پھر جمہور کی تائید ہوگی۔

باب اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کے دن جب گرمی سخت ہو جائے تو کیا حکم ہے

ترجمہ۔ حضرت ابو حلاہہ خالد بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ جب ٹھنڈک سخت ہو جائے تو نماز کو جلدی پڑھو اور جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو یعنی جمعہ کی نماز کو۔ اور یونس کی سند میں یہ ہے کہ صلوٰۃ کا ذکر ہے جمعہ کا ذکر نہیں ہے۔ اور بحرین جہت کی سند میں ابو خلدہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جمعہ کے امیر نے نماز پڑھائی پھر حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اقدس ﷺ ظہر کی نماز کیسے پڑھتے تھے۔

حدیث (۸۵۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْعَمَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا اشْتَدَّ الْبُرْدُ بَكَّرَ بِالصَّلَاةِ وَإِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ بَرَدَ بِالصَّلَاةِ يَعْنِي الْجُمُعَةَ وَقَالَ يُونُسُ بْنُ بَكْرٍ اخْتِزْنَا أَبُو خَلْدَةَ وَقَالَ بِالصَّلَاةِ وَلَمْ يَذْكُرِ الْجُمُعَةَ وَقَالَ بِشْرُ بْنُ فَابِثٍ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ صَلَّى بِنَا أَمِيرُ الْجُمُعَةِ ثُمَّ قَالَ لَا نَسِ كَيْفَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الظُّهْرَ۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس پر توافق ہے کہ اشتداد حر کے وقت ابراہام فی الظہر اولیٰ ہے۔ لقولہ علیہ وسلم اذا

اشتد الحر فابروا بالظہر۔ جب گرمی سخت ہو جائے تو ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ جمعہ میں ابراہام دہے یا نہیں اس لئے انہوں نے ہر ادکی روایات ذکر فرمائی ہیں۔ اور یہی ہمارے یہاں رائج قول ہے جس کی طرف امام حارّی کا میلان ہے کہ جمعہ میں بھی ابراہام دے۔ اس لئے میں نے بارہا یہ کہا ہے کہ جو شخص مذہب علماء سے خوب واقف ہو گا پھر وہ حارّی کے تراجم دیکھے تو اس کو اختلاف کی موافقت امام حارّی سے زیادہ ملے گی۔ جمہور کی رائے یہ ہے کہ ابراہام نہ کرنا چاہیے۔ علامہ عینیؒ نے ہمارا مسلک جمہور کے موافق نقل کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں کہاں سے نقل کر دیا۔ ہمارے یہاں تو رائج یہ ہے کہ ابراہام دہونا چاہیے یعنی الجمعہ قبل ہو مدرج الراوی

اور بعض نے کہا کہ روایات میں یہ لفظ نہیں ہے۔ راوی نے درج کر دیا ہے۔

باب الْمَشْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا

وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ
وَمَنْ قَالَ السَّعْيُ الْعَمَلُ وَالذَّهَابُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى
وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَحْرُمُ الْبَيْعُ
حِينَئِذٍ وَقَالَ عَطَاءٌ تَحْرُمُ الصَّنَاعَاتُ كُلُّهَا وَقَالَ
ابْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ إِذَا أَدَّانَ الْمُؤَدَّنُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهُوَ مُسَافِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يَشْهَدَ

ترجمہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں۔ سعی کا معنی عمل اور جانا ہے۔ سعی لہا سعیہا میں عمل کے معنی ہیں اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس اذان کے وقت بیع حرام ہو جائے گی۔ اور حضرت عطاءؓ فرماتے ہیں کہ بیع کی کوئی خصوصیت۔ نہیں سب کام حرام ہو جائیں گے اور امام زہریؒ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن جب مؤذن اذان کے تو مسافر کیلئے جمعہ میں حاضر ہونا ضروری ہے۔

حدیث (۸۵۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّائِجُ
حَدَّثَنَا عُبَايَةُ بْنُ رِفَاعَةَ قَالَ أَدْرَكْنِي أَبُو عَيْسَى وَأَنَا
أَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
يَقُولُ مَنْ أَعْبَرْتُ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَرَّمَهُ اللَّهُ
عَلَى النَّارِ

ترجمہ۔ حضرت عبایہ بن رفاعہؓ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ مجھے پیچھے سے حضرت ابو عیسیٰؓ آ کر ملے انہوں نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس شخص کے قدم اللہ کے راستے میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اس کو جہنم پر حرام کر دیں گے۔

حدیث (۸۵۸) حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ
بِسَنَدٍ آخِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتَوْهَا تَسْعُونَ وَاتُّوْهَا
تَمْشُونَ وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا
وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا فرماتے تھے جب نماز کی تکبیر کہی جائے تو دوڑتے ہوئے نماز کو نہ آؤ بلکہ آرام سے چل کر آؤ اور سکون اور وقار تم پر لازم ہے پس نماز کا جو کچھ حصہ مل جائے اسے پڑھو۔ اور جو چوک جائے اس کو پورا کرو۔

حدیث (۸۵۹) حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ
(النخ) عَنْ أَبِي قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ لَا تَقُومُوا

ترجمہ۔ حضرت ابو قتادہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک

حَتَّىٰ كُرُؤْنِي وَعَلَيْكُمْ الشَّكِينَةُ

مجھے دیکھ نہ لو کھڑے مت ہو اگر و تم پر سکون اور اطمینان لازمی ہے۔

تشریح از شیخ مدنی۔ سعی کے معنی عمل کے ہیں دوڑنے کے معنی مراد نہیں۔ یحرم البیع وہ بیع جو مانع عن الجمعہ

ہو وہ حرام ہے۔ البتہ احناف اس بیع کو جائز کہتے ہیں جو نماز جمعہ کے لئے مانع نہ ہو مثلاً کشتی جامع مسجد کی طرف جارہی ہو اس میں بیٹھے بیٹھے بیع کرنا جائز ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے منہی بالا اقدام الی الجمعہ کی

فضیلت بیان کرنا ہے۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ سے دو چیزیں ثابت فرمائی ہیں۔ ایک، تو مشی بالا اقدام کی فضیلت اور دوسرے سعی کے معنی کی تعیین۔ اس لئے کہ قرآن پاک میں ہے فاسعوا الی ذکر اللہ اور حدیث پاک میں ہے لا تاتوها وانتم تسعون تو یہاں دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ قرآن پاک سے امر بال سعی معلوم ہوتا ہے اور حدیث سے نہی معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے امام بخاریؒ نے دونوں میں جمع فرمادیا کہ فاسعوا الی ذکر اللہ لفظ سعی دوڑنے کے معنی میں نہیں ہے۔ تاکہ حدیث میں لا تاتوها وانتم تسعون سے تعارض ہو جائے۔ بلکہ اس کے معنی مشی الی الصلوۃ کے ہیں۔ ولا یخالف النہی عن السعی فی الصلوۃ۔ واللہ اعلم

یحرم البیع حینئذ اس کا تعلق و ذروا البیع سے ہے۔ اس میں امام بخاریؒ نے دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک ابن عباسؓ سے کہ

یہ حکم صرف بیع کے ساتھ خاص ہے۔ اور دوسرا عطاءؓ سے کہ اس میں بیع کی کوئی خصوصیت نہیں۔ بلکہ سارے اعمال اسی حکم میں ہیں یہی امام ابو حنیفہؒ اور جہور کا مسلک ہے۔ اذا اذن المؤذن حنبلاً کے یہاں اذان ثانی مراد ہے۔ یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول ہے اور حنفیہ کے یہاں اذان اول مراد ہے۔ ادرکنی ابو عبس بخاریؒ کی روایت میں تو یہ ہے کہ یہ قصہ عباہ اور ابو عبس کے درمیان پیش آیا اور نسائی میں یہ ہے کہ عباہ اور ان کے شاگرد یزید بن ابی مریم کے درمیان پیش آیا۔ اب تعارض کی صورت میں بخاریؒ کی روایت کو بخاری میں ہونے کی وجہ سے ترجیح ہوگی۔ اور حافظؒ نے جمع کیا کہ ممکن ہے دونوں کو پیش آیا ہو۔

باب لَا يُفْرَقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ

ترجمہ۔ جمعہ کے دن دو آدمیوں کے درمیان

جدائی اور تفریق نہ کرے۔

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جناب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور جہاں تک ہو سکا صفائی ستھرائی کی پھر تیل لگایا اپنی خوشبو

حدیث (۸۶۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ عَنْ سَلْمَانَ

الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَتَطَهَّرَ بِمَا اسْتَطَاعَ مِنْ طُحُرٍ

كُمُ أَذْهَنَ أَوْ مَسَّ مِنْ طَلَبٍ كُمُ رَاحَ كَلِمٌ يُقَرِّقُ بَيْنَ
النَّيْنِ كَعَلَى مَا حُجِبَ لَهُ كُمُ إِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ أَلْعَصَتْ
خُفْرَتُهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْخُرَى... الحديث.

استعمال کی پھر جمعہ کے لئے چل پڑا اور دو آدمیوں کے درمیان
تفریق اور جدائی بھی نہیں ڈالی جو کچھ مقدّر تھا وہ نماز پڑھی جب
امام خطبہ کے لئے نکلا تو یہ جھپکے پٹھارہا۔ تو اس کے اور دوسرے
جمعہ کے درمیان جس قدر گناہ ہیں سب غسل دینے جائیں گے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ تفریق بین النین کے معنی یہ ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان اگر بیٹھ جانا۔ دوسرے معنی ہیں

دو آدمیوں کے درمیان لسا ڈال دینا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کا مشور مطلب یہ ہے کہ جہاں دو آدمی بیٹھ ہوئے ہوں تو ان کے درمیان نہ بیٹھ۔ اور حضرت

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہی عن السطحی علی رقاب الناس ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر نہ جائے۔ اس لئے کہ
یہ تفریق بین دو وس الناس ہے لیکن مشور پہلے معنی ہیں۔ بیٹھ کے معنی کا بھی احتمال ہے۔

باب لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ أَحَاهُ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَقْعُدُ فِي مَكَانِهِ

حدیث (۸۶۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ رَحِمَهُ

سَمِعْتُ ابْنَ حُمَرَ يَقُولُ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُقِيمَ
الرَّجُلُ أَحَاهُ مِنْ مَقْعَدِهِ وَيَجْلِسَ فِيهِ لَكُنْتُ لِتَابِعِ
الْجُعَةِ قَالَ الْجُمُعَةُ وَغَيْرُهَا . الحديث...

ترجمہ۔ حضرت تابعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت
عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے
اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے دوسرے مسلمان بھائی
کو اس کے بیٹھنے کی جگہ سے اٹھائے اور پھر خود وہاں بیٹھ جائے۔
میں نے تابعؒ سے پوچھا کیا جمعہ کے متعلق ہے فرمایا جمعہ اور غیر
جمعہ دونوں برابر ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی مثل سابق آداب میں سے ہے۔ یہاں سے گمہ کر نہ اٹھائے۔ اور میرے نزدیک اپنی وجاہت

ظاہری سے بھی نہ اٹھائے۔

ترجمہ۔ جمعہ کے دن الزان کھنا

باب الْكَادَانِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

حدیث (۸۶۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ رَحِمَهُ

ترجمہ۔ حضرت صاحب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن

قَالَ كَانَ الْبَدَأُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَوَّلُهُ إِذَا اجْلَسَ الْإِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ نَكِيرٍ وَعُمَرُ كُلَّمَا كَانَ عُمَانٌ وَكَلَّمَ النَّاسَ زَادَ الْبَدَأُ الثَّالِثَ عَلَى الزُّوْرَاءِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الزُّوْرَاءُ مَوْضِعٌ بِالسُّوْفِ بِالْمَدِينَةِ.....

پہلی پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آکر بیٹھتا تھا حضور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی ایسا رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کا دور آیا اور لوگ بھی بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک تیسری اذان بوحادی جو زور ا کے مقام پر کسی جاتی تھی امام طاریؒ فرماتے ہیں کہ زور ا مدینہ منورہ کے اندر بازار میں ایک جگہ کا نام ہے۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ یہی پہلی اذان تھی۔ اس لئے اذان ثالث کی زیادتی خطبہ کی اذان سے پہلے کی گئی۔

اس کو غیر مقلدہ عت عثمانی کہتے ہیں۔ جسے تیس تراویح کو بدعت عمری کہتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اصل اذان حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں خطبہ کے وقت ہوتی تھی۔ اور بعد میں حضرت عثمانؓ

نے کثرت الشغال الناس کی وجہ سے دوسری اذان بمحض من الصحابہ جاری فرمائی۔ اس کو اس باب سے ثابت فرمادیا اور اس اذان کو اذان اول اور اذان ثالث دونوں کہا جاتا ہے۔ اذان اول تو اس لئے کہ اولاً ہوتی ہے اور ثالث اس لئے کہ اس کو اذانین کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بوحادی آیا۔ علی الزوراء مسجد نبوی کے ساتھ ایک اونچی جگہ تھی۔

باب الْمُؤَذِّنِ الْوَاحِدِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ترجمہ۔ جمعہ کے دن کیلئے ایک ہی مؤذن چاہئے

حدیث (۸۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ زَادَ الثَّانِيَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عُمَانُ بْنُ عُمَانَ رَجُلٌ كَثُرَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَلَمْ يَكُنْ لِلنَّبِيِّ ﷺ مُؤَذِّنٌ غَيْرُ وَاحِدٍ وَكَانَ الثَّانِيَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَجُلٌ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَنْبَغِي عَلَى الْمِنْبَرِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت صاحب من یزید سے مروی ہے کہ بے شک وہ شخص جس نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔ جبکہ اہل مدینہ کثیر ہو گئے اور جناب نبی اکرم ﷺ کے لئے ایک کے سوا اور کوئی مؤذن نہیں تھا۔ اور اذان جمعہ کے دن اس وقت ہو ا کرتی تھی جب امام منبر پر آکر بیٹھتا تھا۔

تشریح از شیخ مدنیؒ۔ مؤذن غیر واحد پر اکتال ہوتا ہے کہ آپ کے مؤذن تو حضرت حلالؓ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ جیسے

حضرات تھے۔ ہر ایک کا اثبات کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کی اذان مستقل طور پر ایک آدمی دینے والا ہوتا تھا اور کئی مؤذنین کا اذان دینا اصل نے کہا ہے امیہ نے ایجاد کیا تھا۔ مگر طاریؒ میں آتا ہے کہ علیہ راشد نے مقرر فرمایا تھا۔ جبکہ اس کی ضرورت محسوس کی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ احادیث میں یہ آتا ہے کہ

حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان زائد فرمائی۔ اس سے بعض مغاربہ نے یہ سمجھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں دو اذانیں ہوا کرتی تھیں اور پھر حضرت عثمانؓ نے تیسری کا اضافہ فرمایا۔ تو حضرت امام بخاریؒ نے ان پر رد فرمادیا کہ مغاربہ کا یہ خیال غلط ہے کہ تین اذانیں ہوا کرتی تھیں۔ بلکہ وہی دو اذانیں ہوتی تھیں جواب بھی ہوتی ہیں۔ تیسری تو تکبیر ہے جس پر مجاز اذان کا اطلاق کر دیا گیا۔ اور بعض علما کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ نے اذان جو ق پر رد فرمایا ہے۔

باب يُجِيبُ الْإِمَامُ عَلَى الْمُنْبِرِ إِذَا سَمِعَ النَّدَاءَ۔

ترجمہ۔ جب امام اذان سنے تو منبر پر ہی اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۸۶۴) حَدَّثَنَا ابْنُ مَقَاتِلٍ (الخ) قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ جَالِسٌ عَلَى الْمُنْبِرِ أَدْنُ الْمُؤَذِّنِ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قَالَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ مُعَاوِيَةُ وَأَنَا قُلْنَا أَنْ قَضَى التَّأْدِيبَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَى هَذَا الْمَجْلِسِ حِينَ أَدْنُ الْمُؤَذِّنِ يَقُولُ مَا سَمِعْتُمْ مِنِّي مِنْ مَقَالَتِي. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے سنا جبکہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مؤذن اذان کہہ رہا تھا۔ جب اس نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہؓ نے بھی کہا اللہ اکبر اللہ اکبر جب اس نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں اور جب اس نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ تو آپ نے فرمایا میں بھی گواہی دیتا ہوں جب مؤذن اذان ختم کر چکا تو حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا اے لوگو! میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا اسی مجلس میں جبکہ مؤذن نے اذان کہی تو جس طرح تم نے میرا مقولہ سنا میں نے بھی ایسا ہی سنا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو

نہ کوئی نماز ہے اور نہ کوئی کلام۔ اور صاحبین فرماتے ہیں کہ خروج الامام مانع صلوة ہے۔ اور کلام الامام مانع کلام ہے اور یہی تقریباً بقیہ ائمہ کا مذہب ہے۔ لہذا ان حضرات کے قول پر اذان خطبہ کا جواب امام اور مقتدی دونوں کو دینا چاہیئے۔ لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک چونکہ خروج الامام مانع کلام ہے اس لئے جواب نہ دینا چاہیئے۔ حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ یجیب الامام کا باندھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو جواب دینا چاہیئے مقتدی کو نہیں۔ ہمارے یہاں مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اس لئے فقہاءؒ فرماتے ہیں کہ دل سے جواب دے۔

مگر حضرت گنگوہیؒ نے لا مع میں کئی جگہ فرمایا ہے کہ امام کو کلام کرنے کا حق ہے۔ اور دوسروں کو نہیں۔ یہاں بھی کہا ہے اور تحیۃ المسجد کے مسئلہ میں سلیک عطفانی کے قصہ میں بھی۔ مگر مجھے اپنی کتابوں میں کیس نہیں ملا۔ مگر میرا خیال یہ ہے کہ چونکہ حضرت گنگوہیؒ فقہ کے اندر امام ہیں حتیٰ کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فقہ میں حضرت گنگوہیؒ کا مرتبہ شامی سے بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا قول حجت ہے۔ اسی کو دیکھ کر میں نے کہا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک امام جواب دے سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جمہور کے قول کی طرف مائل ہوں اور امام کی قید روایت کے پیش نظر لگادی ہو۔ مگر قید لگانا کھلتا ہے۔ وانا نہیں آیا ہے۔ جو اب اذان کے بارے میں صرف انا نہیں آیا ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے وانا اشہد اور اس صورت میں قولوا مثل ما یقول المؤذن کے موافق ہو جائے گا۔ انہاں کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف انا پر جواب میں اقتضاد کرنا جائز ہے۔ مگر یہ جمہور کا مذہب نہیں ہے۔ لیکن انہاں ائمہ معتبرین میں سے ہیں۔ اور ان کی صحیح معتبر ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ معتبر ہے اس لئے ممکن ہے ان کا مذہب ہو۔

ترجمہ۔ اذان کہنے کے وقت امام کا

منبر پر بیٹھنا۔

باب الْجُلُوسُ عَلَى الْمِنْبَرِ

عِنْدَ التَّأْدِیْنِ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؒ خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن دوسری اذان کا حضرت عثمانؓ نے اس وقت حکم دیا تھا جبکہ مسجد والے بہت ہو گئے۔ اور جمعہ کے دن اذان اس وقت کہی جاتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔

حدیث (۸۶۵) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ أَنَّ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ أَخْبَرَهُ أَنَّ التَّأْدِیْنِ الْقَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْرٌ بِهِ عُمَانٌ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ التَّأْدِیْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ الْعَلِي

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے بعض کو فیہ پر رد کرنا ہے کیونکہ ان کا مذہب ہے کہ امام منبر پر جا کر کھڑا ہے اور جب اذان خطبہ ہو جائے تو پھر فوراً خطبہ شروع کرے۔ اگر امام بخاریؒ کی غرض اس سے احناف ہیں تو یہ نقل غلط ہے۔ بلکہ ہمارے یہاں تو جلوس مستحب ہے۔ اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ جلوس لا ستماع الاذان ہے یا للاستراحت ہے۔ دونوں قول ہمارے یہاں بھی ہیں۔ جو للاستراحت کہتے ہیں۔ ان کے یہاں جمعہ وعیدین میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں میں بیٹھے۔ اور جو لوگ لا ستماع اذان کہتے ہیں کہ ان کے یہاں جمعہ میں بیٹھے عیدین میں نہ بیٹھے۔ یہی میرے اکابر کا بھی عمل رہا ہے۔

ترجمہ۔ خطبہ کے وقت اذان کرنا

باب التَّأْدِیْنِ عِنْدَ الْخُطْبَةِ

حدیث (۸۶۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ إِنَّ الْإِذَاانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ أَوَّلَهُ حِينَ يَجْلِسُ الْإِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبْنَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمَّا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَكَثُرُوا أَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْإِذَاانِ الثَّلَاثِ فَأَذِنَ بِهِ عَلَى الزُّورَاءِ فَتَبَتِ الْأُمُورُ عَلَى ذَلِكَ الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ حضرت سائب بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اذان پہلے پہلے اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اور ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایسا ہی رہا۔ جب حضرت عثمانؓ کی خلافت کا دور آیا اور لوگ بہت ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے دن تیسری اذان کا حکم دیا۔ پس وہ اذان زوراء مقام پر کسی جاتی تھی پھر عمل اسی پر قائم رہا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ صفحہ ۸۷ پر ایک باب گزرا ہے باب کم بین الاذان والاقامة وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ اذان اور اقامتہ میں وقفہ کیا کرو کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہو جائے اور حاجت والا اپنی حاجت پوری کر لے۔ اور وہاں میں نے بیان کیا تھا کہ امام بخاریؒ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ یہاں میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ اذان عند الخطبہ کو اس سے مستثنیٰ کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اذان خطبہ اور خطبہ میں فصل نہیں کرنا چاہیے

باب الْخُطْبَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ وَقَالَ أَنَسٌ خُطِبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے منبر پر خطبہ دیا

حدیث (۸۶۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ النَّخَعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ بْنُ دِينَارٍ أَنَّ رَجُلًا اتَّوَسَّهَلَ بْنِ سَعْدِ بْنِ السَّاعِدِيِّ وَقَدْ امْتَرَوْا فِي الْمِنْبَرِ مِمَّ عُدَّةُ فَسَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا عَرَفُ مِمَّاهُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَوَّلَ يَوْمٍ وَضَعَ وَأَوَّلَ يَوْمٍ جَلَسَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أُرْسِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى ثَلَاثَةِ أُمَرَاءٍ مِنَ الْأَنْصَارِ قَدَسَمَاهَا سَهْلٌ فَنَسِيَتْهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہازم بن دینارؓ نے حدیث بیان کی کہ کچھ لوگ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ کے پاس آئے جن کو منبر رسولؐ کے بارے میں شک تھا کہ وہ کس کڑی کا بنا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے حضرت سہلؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم مجھے خوب پہچان ہے کہ وہ کس سے بنا تھا۔ اور میں نے اس کو پہلے دن بھی دیکھا جبکہ اسے رکھا گیا اور جس پہلے دن جناب رسول اللہ ﷺ اس کے اوپر بیٹھے واقعہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت کی طرف

پیغام بھیجا جس کا نام حضرت سئلؓ نے لیا تھا مجھے بھول گیا۔ حکم دیا کہ اپنے بڑھئی غلام کو حکم دو کہ وہ میرے لئے لکڑیوں کا ایک منبر بنادے تاکہ جب میں لوگوں سے کلام کروں تو اس پر بیٹھ کر کروں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا وہ غابہ جنگل کے جھاڑ کے درخت سے بنا کر لے آیا۔ اس کی مالکہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ تو آپؐ نے حکم دیا کہ اس منبر کو اس جگہ رکھ دیا جائے۔ چنانچہ وہ اس جگہ رکھ دیا گیا۔ پھر میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس پر نماز پڑھنی شروع کی۔ تکبیر بھی اسی پر کسی اور رکوع بھی اسی پر کیا۔

مَرَى غُلَامَكَ التَّجَارَ أَنْ يَعْمَلَ لِيْ أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرْتُهُ فَعَمِلَهَا مِنْ طَرَفَاءِ الْغَابَةِ ثُمَّ جَاءَهَا فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَمَرَ بِهَا فَوَضَعَتْ هُنَا ثُمَّ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى عَلَيْهَا وَكَبَّرَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ رَكَعَ وَهُوَ عَلَيْهَا ثُمَّ نَزَلَ الْقَهْقَرَى فَسَجَدَ فِي أَصْلِ الْمِنْبَرِ ثُمَّ عَادَ فَلَمَّا فَرَغَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا صَنَعْتُ هَذَا لِتَأْتُمُوا بِيْ وَلِتَعْلَمُوا صَلَواتِيْ. الحديث

پھر اے پاؤں نیچے اتر آئے اور منبر کی جڑ میں زمین پر سجد کیا۔ پھر واپس منبر پر آگئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں پر متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ اے لوگو یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری اقتداء کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ منبر پر خطبہ دینا اولیٰ اور مستحب ہے۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے

ہے کہ خطبہ علی المنبر امیر المؤمنین کا حق ہے۔ اسلئے امام بخاریؒ نے اس پر رد فرمادیا۔ لیکن اگر ایسا ہے تو روایت سے رد ثابت نہیں ہوتا کیونکہ روایت میں منبر پر خطبہ دینے والے رسول اللہ ﷺ ہیں جو سب کے آقا اور امیر ہیں۔ ہاں عموم لفظ ترجمہ سے استدلال ہو جائیگا۔ اور منبر بنانے والے کے متعلق ہم کہہ چکے ہیں کہ اس کی وضع ۷ھ اور ۸ھ کے دو قول ہیں۔ اور بنانے والے کا نام میمون ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاریؒ جواز ماننا چاہتے ہوں قحطی رقاب سے اسی لئے تو منع کیا گیا ہے کہ اس میں ایذاء مسلم اور اس کی تحقیر ہے اور منبر پر چڑھنے میں بظاہر حاضرین کی تحقیر ہے۔ اس لئے اس کا جواز ثابت فرمادیا کہ یہ توحیدیت سے ثابت ہے اور تعلیم کے باب میں داخل ہے اور تعلیم کی سہولت کی وجہ سے ارتفاع میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اور ایک غرض یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ابو اب الاستسقاء میں آ رہا ہے کہ وہاں منبر نہ ہونا چاہیئے۔ تو یہاں بتادیا کہ جہہ کا یہ حکم نہیں ہے۔

غلامک التجار اور ایک روایت میں ہے کہ خود عورت نے درخواست کی تو جمع بین الروایتین کی یہ صورت ہوگی کہ اولاً عورت نے درخواست پیش کی جب دیر ہو گئی تو جناب رسول اللہ ﷺ نے تقاضا کے لئے فرمایا قد سماها سہل نسبت تمیز سے ہوا۔ اس عورت کا نام عائشہ انصاریہ ہے اور بعض نے مینا نقل کیا ہے۔

ترجمہ۔ ابن انسؒ نے حضرت جابر بن عبد اللہؓ کو فرماتے تھے

حدیث (۸۶۸) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ (الْح) أَنَّهُ

سَمِعَ جَابِرُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ جِدْعٌ يَقُومُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِدْعِ مِثْلَ أَصْوَاتِ الْعِشَاءِ حَتَّى نَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ الْخ

کہ کھجور کا ایک تنا تھا جس کا سارا لے کر جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر وعظ فرماتے تھے۔ جب آپ کے لئے منبر رکھا گیا تو ہم نے کھجور کے تنا کی ایسی آوازیں سنیں جیسے گامہن اونٹنی قریب الولادت آوازیں کرتی ہے۔ جناب حضور اکرم ﷺ

بالآخر منبر سے اترے اور اپنا ہاتھ اس پر رکھا جس سے اسے سکون حاصل ہوا۔

حدیث (۸۶۹) حَدَّثَنَا أَدَمُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ. الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سے سنا جبکہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص جمعہ کے لئے آئے وہ ضرور غسل کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ العشار اس سے دس ماہ کی وہ گامہن اونٹنی مراد ہے جو درد زہ کی وجہ سے چیختی ہو۔

باب الْخُطْبَةِ قَائِمًا وَقَالَ أَنَسٌ
يَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا۔

ترجمہ۔ کھڑے ہو کر خطبہ دینا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ درین اثنا جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے۔

حدیث (۸۷۰) حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ (الخ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہو جاتے جیسا کہ اب تم لوگ کرتے ہو۔

باب اسْتِقْبَالِ النَّاسِ الْإِمَامَ
إِذَا خَطَبَ وَاسْتَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ
وَأَنَسٌ الْإِمَامَ۔

ترجمہ۔ جب امام خطبہ دے تو لوگوں کو امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہونا چاہیے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت انسؓ امام کے سامنے بیٹھ کر متوجہ ہوتے تھے

حدیث (۸۷۱) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَصَالَةَ (الخ) أَنَّهُ سَمِعَ

ترجمہ۔ حضرت عطاء بن یسارؓ نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے سنا

أَبَا سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ جَلَسَ ذَاتَ يَوْمٍ عَلَى الْمِنْبَرِ وَجَلَسْنَا حَوْلَهُ... الْحَدِيثُ...
کہ جناب نبی اکرم ﷺ ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ خطبہ قائمہ عند الاحناف سنت ہے۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے۔ در امام شافعیؒ اور حنابلہؒ کے نزدیک قیام شرط ہے۔ لہذا اگر جالساً خطبہ دیا تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔ دوسرے باب کے متعلق فرمایا کہ میں ان تین جگہ کلام کروں گا۔ ایک یہاں دوسرے عیدین اور تیسرے استسقاء میں امام بخاریؒ نے تینوں مقامات پر یہی باب باندھا ہے۔ بس الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل کر دیا۔ جس کے متعلق شرح نے کوئی کلام نہیں کیا۔ یہاں شرح یہ فرماتے ہیں کہ استقبال الناس الامام ایک امر مستحب ہے۔ لہذا استحباب کو بیان کر رہے ہیں اور میرے نزدیک امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ مالکیہ کے یہاں خطبہ میں امام کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا واجب ہے۔ اور امام اعظمؒ سے بھی منقول ہے کہ وہ خطبہ کے وقت امام کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ متاخرین احناف نے جمہور کے موافق خطبہ کے وقت استقبال امام قبلہ کی اصطفا (صف بندی) کے لئے اجازت دی ہے۔ امام بخاریؒ نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ ہماری مسجد میں تو صف بندی کے ساتھ ساتھ ہی استقبال بھی ہو جاتا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک اس مسئلہ کا تعلق مسجد مدینہ سے ہے۔ کیونکہ وہاں محراب و منبر دونوں فاصلہ پر ہیں۔ در میان میں چند صفیں ہیں۔ تو وہاں استقبال امام کی ضرورت ہے۔ اگرچہ امام اس کے پیچھے ہے کیونکہ اعراض کرنا بظاہر امام سے تعاون ہے۔ میرے حضرت جب مدینہ میں تھے تو اس پر عمل کرتے تھے۔

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جو حمد و ثنا کے بعد اما بعد کہے حضرت عکرمہؒ نے ابن عباسؓ سے اور انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے ایسا ہی روایت کیا ہے

باب مَنْ قَالَ فِي الْخُطْبَةِ بَعْدَ الثَّنَاءِ
أَمَّا بَعْدُ رَوَاهُ عِكْرَمَةُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ---

ترجمہ۔ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ پر داخل ہوئی جب کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے میں نے کہا لوگوں کا یہ کیا حال ہے تو حضرت عائشہؓ نے اپنے سر کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ کیا میں نے کہا اللہ کی قدرت کی نشانی ہے انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اتنی بڑی طوالت کی کہ مجھ پر گرمی کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو گئی۔ میرے پہلو میں ایک مشکیزہ تھا

حدیث (۸۷۲) قَالَ مُحَمَّدٌ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ (الخ)
عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ
وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ قُلْتُ مَا شَأْنُ النَّاسِ فَأَشَارَتْ
بِرَأْسِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقُلْتُ آيَةٌ فَأَشَارَتْ بِرَأْسِهَا أَيْ
نَعَمْ قَالَتْ فَاطَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جِدًّا حَتَّى تَجَلَّيَنِي
الْفُشَى وَالْإِلَى جَنْبِي قُرْبَةً فِيهَا مَاءٌ فَفَتَحْتَهَا فَجَعَلْتُ

جس میں پانی تھا اس کو میں نے کھولا اور اس سے اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پس جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے اس وقت پھرے جب سورج کھل چکا تھا آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اللہ کی حمد بیان کی ان الفاظ کے ساتھ جن کا وہ اہل ہے پھر فرمایا ابعد حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ انصار کی کچھ عورتوں نے شور کرنا شروع کیا میں تو ان کی طرف جھکی کہ ان کو چپ کراتی تھی میں آپ کا کلام نہ سن سکی تو حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو مگر وہ میں نے اس مقام پر دیکھ لی حتیٰ کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا۔ اور میری طرف یہ وحی کی گئی کہ تمہارا قبروں میں ایسا امتحان لیا جائے گا مثل مسیح دجال کے فتنہ کے یا اس کے قریب قریب۔ چنانچہ تم میں سے ایک کو لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس ذات کے متعلق تمہارا کیا علم ہے۔ لیکن مومن یا مومن ہشام کو شک ہے تو وہ کہے گا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں وہ محمد ﷺ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لائے ہم ان پر ایمان لے آئے ان کی دعوت قبول کی ان کی پیروی کی اور ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ پس اس سے کہا جائے گا کہ ٹھیک ٹھاک سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تو مومن تھا۔ لیکن منافق یا شک کرنے والا ہشام کو شک ہوا اس سے کہا جائے گا کہ

أَصْبَتْ مِنْهَا عَلَى رَأْسِي فَأَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ تَجَلَّتِ السَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهُ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ قَالَتْ وَلَعَطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَنْكَفَتُ إِلَيْهِنَّ لِأَسْكِنَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ مَا قَالَتْ قَالَتْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَكُنْ أُرَيْتُهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَإِنَّهُ قَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنْكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أُوقْرِيكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ يُؤْتِي أَحَدَكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُؤَقِّنُ شَكَ هَشَامُ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ هُوَ مُحَمَّدٌ جَاءَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى فَأَمَنَّا وَاجْتَبَيْنَا وَاتَّبَعْنَا وَصَدَّقْنَا فَيَقَالُ لَهُ نَمَّ صَالِحًا قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ إِنْ كُنْتَ لِمُؤْمِنًا بِهِ وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوْ الْمُرْتَابُ شَكَ هَشَامُ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمَكَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ شَيْئًا فَقُلْتُ قَالَ هَشَامُ فَلَقَدْ قَالَتْ لِي فَاطِمَةُ فَأَوْعَيْتُهُ غَيْرَ أَنَّهَا ذَكَرَتْ مَا يَلُكُظُ عَلَيْهِ... الحديث...

تو اس آدمی کے بارے میں کیا جانتا تھا۔ وہ کہے گا میں نہیں جانتا لوگوں سے ایک بات سنتا تھا تو میں بھی ویسے کہہ دیتا تھا ہشام کہتے ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ میں نے اس کو خوب محفوظ کر لیا۔ ماسوائے اس کے جو سختی اس کا فرپر کی جائے گی اس کو انہوں نے تو ذکر کیا مجھے یاد نہ رہا۔

ترجمہ۔ حضرت عمرو بن تغلبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ (۸۷۳) حَدَّثَنَا (الخ) حَدَّثَنَا

عَمُرُو بَنُ تَغْلِبَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ إِنِّي بِمَالٍ أَوْ
بِكِسْفٍ فَقَسَمَهُ فَأَعْطَى رَجُلًا وَتَرَكَ رَجُلًا فَلَبَّغَهُ
أَنَّ الَّذِينَ تَرَكَ عَتَبُوا فَحَمِدَ اللَّهُ ثُمَّ أَنَّى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَمَّا بَعْدُ فَوَاللَّهِ إِنِّي أُعْطِيَ الرَّجُلَ وَأَذْعُ الرَّجُلَ وَالَّذِي
أَذْعُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الَّذِي أُعْطِيَ وَلَكِنْ أُعْطِيَ أَقْوَامًا
لَمَّا أَرَى فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْجُزَعِ وَالْهَلَجِ وَارْكُلُ
أَقْوَامًا إِلَى مَا جَعَلَ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ مِنَ الْغِنَى
وَالْخَيْرِ فِيهِمْ عَمُرُو بَنُ تَغْلِبَ فَوَاللَّهِ مَا أَحَبُّ أَنَّ
لِي بِكَلِمَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حُمْرُ النَّعَمِ.. الحديث

کے پاس کچھ مال یا سامان آیا آپ نے اس کو تقسیم فرمایا کچھ لوگوں
کو دیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ پس حضور انور ﷺ کو یہ بات پہنچی کہ
جن کو آپ نے چھوڑ دیا وہ ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے اللہ کی حمد
اور ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا اما بعد پس اللہ کی قسم میں کسی
آدمی کو دیتا ہوں اور کسی کو چھوڑ دیتا ہوں حالانکہ جس کو میں نے
چھوڑ دیا وہ میرے نزدیک اس شخص سے زیادہ پسندیدہ تھا نسبت
اس کے جس کو میں نے دیا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ میں کچھ
لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں میں گھبراہٹ
اور بے مبری دیکھتا ہوں اور کچھ لوگوں کو میں ان چیزوں کے
سپردہ کر دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں غنا اور بھلائی

رکھ دی ہے ان میں عمرو بن تغلب بھی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم حضور اکرم ﷺ کے اس کلمہ کے بدلے جو میرے بارے میں فرمایا مجھے
سرخ چوپائے یا سرخ اونٹ پسند نہیں ہیں۔ (سرخ اونٹ عمدہ مال تھا)۔

حدیث (۸۷۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ رَأَى أَنَّ عَائِشَةَ
أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَرَجَ لَيْلَةً مِنْ جُوفِ
اللَّيْلِ فَصَلَّى فِي الْمَسْجِدِ فَصَلَّى رَجُلًا بِصَلَوَتِهِ
فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَأَجْتَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلُّوا
مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوا فَكَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ
مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّلَاثَةِ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَصَلُّوا
بِصَلَاتِهِ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ
عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ لِصَلْوَةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَضِيَ الْفَجْرُ
أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ لَمْ يَخَفْ
عَلَيَّ مَكَانُكُمْ لِكَيْبِي خَشِيتُ أَنْ تُفَرِّضَ عَلَيْكُمْ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ خبر دیتی ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ ایک رات آدمی رات کے وقت گھر سے نکلے تو مسجد میں
آکر نماز پڑھی کچھ آدمیوں نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی
صبح کو لوگ باتیں کرنے لگے تو دوسری رات ان سے بھی زیادہ
لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی
پھر صبح کو لوگوں میں چرچا ہوا تو تیسری رات مسجد والے بہت
ہو گئے چنانچہ حضور تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کی نماز کے
ساتھ نماز پڑھی پھر جب چوتھی رات ہوئی تو لوگ اس قدر
بڑھ گئے کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی مگر حضور انور ﷺ تشریف
نہ لائے حتیٰ کہ صبح کی نماز میں تشریف آوری ہوئی۔ نماز فجر سے
فراغت کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

كَتَعَجَزُوا عَنْهَا تَابَعَهُ يُؤْنَسُ .. الحديث ..

کلمہ شہادت پڑھا پھر فرمایا اما بعد پیٹک تمہارا اجتماع مجھ پر محض

نہیں رہا۔ لیکن میں اس بات سے ڈر گیا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تو پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ گے۔

حدیث (۸۷۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (البخ) عَنْ
أَبِي حُمَيْدٍ بْنِ السَّاعِدِيِّ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
ﷺ قَامَ عَشِيَّةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَتَشْهَدُ وَأَنْتَى عَلَى اللَّهِ
بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ أَبُو مُعَاوِيَةَ (البخ) ...

ترجمہ - حضرت ساعدیؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ ایک شام نماز کے بعد کھڑے ہوئے کلمہ شہادت
پڑھا اللہ کی حمد و ثنایاں کی جس کا وہ مستحق ہے۔ پھر فرمایا اما بعد
ابو معاویہ نے متابعت کی البخ -

حدیث (۸۷۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (البخ) عَنْ
الْمِسُورِيِّ مَحْرَمَةَ قَالَ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشْهَدُ يَقُولُ أَمَّا بَعْدُ تَابَعَهُ الزُّهْرِيُّ
عَنِ الزُّهْرِيِّ .. الحديث

ترجمہ - حضرت مسعود بن مخرمہؓ فرماتے ہیں کہ
جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے جب آپؐ نے کلمہ تشہد
پڑھا تو میں نے آپؐ سے سنا فرماتے تھے اما بعد زہدی نے
اس کی متابعت کی -

حدیث (۸۷۷) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُنَاسٍ (البخ)
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِنْبَرَ وَكَانَ
أَخْرَجَ مَجْلِسٍ جَلَسَ مُتَعَطِّفًا مَلْحَمَةً عَلَى مَنْكِبَيْهِ
قَدْ عَصَبَ رَأْسَهُ بِعَصَابَةٍ وَسَمِعَ فَحَمْدَ اللَّهِ وَأَنْتَى
عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَتَاؤُا إِلَيْكُمْ ثُمَّ قَالَ
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ هَذَا الْحَقُّ مِنَ الْأَنْصَارِ يَقْلُونَ وَيَكْثُرُ
النَّاسُ فَمَنْ وَلِيَ شَيْئًا مِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٌ فَاسْتَطَاعَ
أَنْ يُطْوَ فِيهِ أَحَدٌ أَوْ يُنْفَعَ فِيهِ أَحَدًا فَلْيَقْبَلْ مِنْ
مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ .. الحديث

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ
جناب رسول اللہ ﷺ منبر پر چڑھے اور یہ حضورؐ کی آخری مجلس
تھی جس میں آپؐ اپنے دو کندھوں پر ایک لمبی چادر لپیٹی
ہوئی تھی اور اپنے سر کو ایک میلی سی سیاہ پٹی سے باندھا ہوا تھا
پس اللہ کی حمد و ثنایاں فرمائی پھر فرمایا اے لوگو! میری طرف
آ جاؤ تو لوگ حضور اقدس ﷺ کی طرف اکٹھے ہو گئے۔ پھر آپؐ
نے فرمایا اما بعد پس یہ انصار کا قبیلہ تو تھوڑے ہوں گے اور ویسے
اسلام میں لوگ بہت آ جائیں گے پس امت محمدیہ ﷺ سے جو کچھ
بھی کسی چیز کا والی بنا کہ کسی کو اس سے نقصان یا کسی کو نفع پہنچا
سکتا ہے تو اس نیکی کرنے والی کی نیکی قبول کر لینی چاہیے۔ اور
برائی کرنے والے سے درگزر کرنا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - یہ باب امام بخاریؒ نے عیدین - استسقا اور کسوف وغیرہ میں باندھا ہے مگر اس کی اہمیت سمجھ میں نہیں آتی

حدیث (۸۷۹) حَدَّثَنَا اَدَمُ بْنُ اَلِخ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَؓ

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں پہلے پہل آنے والے کو اور بعد میں آنے والے کو لکھتے رہتے ہیں۔ پس وہ شخص جو زوال کے بعد دھوپ میں آنے والا ہے اس کا حال اس شخص کی طرح ہے جس نے اونٹ کی قربانی دی پھر اس شخص کی طرح جو گائے ذبح کرتا ہے۔ پھر مینڈھا قربانی کرنے والا۔ پھر مرغی بعد ازاں انہی اقربان کرنے والے کا ثواب ملتا ہے۔ پھر جب امام خطبہ کیلئے نکلتا ہے تو فرشتے اپنے دفتر لیٹ لیتے ہیں اور کان لگا کر ذکر الہی کو سنتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ استماع اس لئے واجب ہے کہ قرآن مجید میں ہے اذ اقرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا للعلکم

ترحمون جب قرآن مجید پڑھا جائے تو خوب کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ترجمہ۔ جب امام کسی آدمی کو آتا دیکھے اور وہ خطبہ دے رہا ہو تو اسے حکم دے وہ دور کعت تحیۃ المسجد پڑھ لے

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اس وقت آیا جبکہ جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ کو خطبہ دے رہے تھے۔ تو آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز تحیۃ المسجد پڑھی ہے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کھڑے ہو کر رکوع کرو

قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَقَفَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ يَكْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَلَاوَلَّ وَمَثْلُ الْمُهِجَرِ كَمَثَلِ الَّذِي يُهْدَى بُدْنَةً ثُمَّ كَالَّذِي يُهْدَى بَقَرَةً ثُمَّ كَبْشَاتُمْ دُجَاجَةً ثُمَّ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طَوَّأَ صُحُفَهُمْ وَيَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ. الحديث

باب إِذَا رَأَى الْإِمَامُ رَجُلًا جَاءَ وَهُوَ يَخْطُبُ أَمْرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ رَكَعَتَيْنِ۔

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا أَبُو النَّعْمَانِ (الخ) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانٌ فَقَالَ لَا قَالَ فَمُفَارَكِعٌ. الحديث

تشریح از شیخ مدنی۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک ہے کہ اگرچہ امام خطبہ بھی دے رہا ہو تو بھی تحیۃ المسجد کو

ادا کرے۔ یہ حضرات وجوب کے قائل نہیں۔ البتہ اہل ظواہر وجوب کے قائل ہیں۔ شوافع روایت باب کو استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ دوسری روایت میں ہے اذ اخرج الامام فلا صلوة ولا كلام نئی وارد ہوئی ہے۔ اور رقم فارکع کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایک دوسری حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خطبہ کے دوران اگر کسی نے اذ اقلقت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام يخطب فقد لغوت کہہ دیا تو اس نے لغو کا ارتکاب کیا۔ حالانکہ وہ امر بالمعروف کر رہا ہے۔ جب امر بالمعروف سے ممانعت ہے تو تحیۃ المسجد کیسے جائز ہوگی۔ تو فصل رکعتین کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ان رکعتین سے

کیا مراد ہے۔ ممکن ہے کہ اس سے کوئی نماز فوت ہو گئی ہو۔ اور وہ صاحب ترتیب ہو۔ تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ پہلے قایتہ کو صا کر لو۔ پھر اگر شریک ہو جاؤ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بہت بسط سے اس پر بحث کی ہے۔ مگر ابن ماجہ صفحہ ۷۹ پر ہے کہ سلیک عطفانی خطبہ کی حالت میں آئے تو آپؐ نے آتے ہی اس سے پوچھا کہ کیا تو نے وہ پہلی رکعتیں پڑھیں ہیں۔ اصلیت رکعتین قبل ان تجبی ترجمہ آنے سے پہلے تو نے دو رکعتیں پڑھ لیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس نے کوئی اور نماز مراد ہے جو کہ انہوں نے ادا کرنی تھی۔ ورنہ تحیۃ المسجد تو دخول مسجد سے ہوا کرتی ہے۔ پہلے تو نہیں ہوتی۔ دوسرا تسلیمی جواب یہ ہے کہ مانا یہ تحیۃ المسجد تھی مگر دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آپؐ خطبہ پڑھ رہے تھے یا خطبہ شروع کرنے والے تھے۔ بخطبہ میں امکان ہے کہ آپؐ خطبہ شروع کرنے والے ہوں اس وقت آپؐ نے امر فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف میں صفحہ ۱۸ ج ۱ پر ہے جاء سلیک و رسول اللہ ﷺ قاعدا علی المنبر تو معلوم ہوا کہ سلیک اس وقت آئے جب آپؐ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور بیٹھ کر خطبہ نہیں پڑھا جاتا۔ کیونکہ یہ آپؐ کی عادت مبارکہ نہیں تھی۔ تو بخطبہ میں تاویل کرنی پڑے گی۔ اسی یوید الخطبۃ لیکن شوافعؒ اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ احناف بھی تو کہتے ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے نکلے تو لا صلوة ولا کلام۔ مگر کہا جائے گا یہ مسلک امام اعظمؒ کا ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ جب امام خطبہ پڑھ رہا ہو۔ اس وقت نہ نماز پڑھے نہ کلام کرے اور بین الخطبتین کا قعود مراد ہو تو اس میں صاحبین بھی اجازت دیتے ہیں۔ دوسرے نسائی صفحہ ۱۵۸ پر ہے۔ اور باب بھی الحث علی الصدقة فقال له رسول اللہ ﷺ صلیت قال لا قال فصل رکعتین وحث النبی ﷺ علی الصدقة تو اگر امام اثناء خطبہ میں خطبہ چھوڑ دے اور کسی دیگر اہم امر کی طرف متوجہ ہو تو اس اثنا میں کوئی نماز پڑھ لے تو کون سی ممانعت ہے۔ چنانچہ آپؐ نے لوگوں کو ترغیب دی اور ہر طرف سے کچھ نہ کچھ جمع ہو گیا آخر اس میں بھی تو ضرور کوئی وقت صرف ہوا ہو گا۔ اس کا ہم انکار نہیں کرتے کہ امام کسی اہم امر کے لئے نماز پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی اور دو کپڑے دیئے تو کسی خاص مصلحت کی بنا پر ہوا۔ اس کو قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا۔ تو اس روایت سے استدلال تام نہ ہوا۔ البتہ مسلم اور ابوداؤد میں جو ایک قوی روایت ہے اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اذا جاء احدکم يوم الجمعة والامام یخطب فلیبرک رکعتین ویتجاوز فیہما۔ کہ جب تم میں سے کوئی ایک جمعہ کے دن آئے اور امام خطبہ دے رہا ہے تو دو رکعت پڑھے اور ان میں اختصار کرے۔ نیز پہلی دو روایت کی مؤید بہت سی روایات موجود ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے غسل جمعہ کے متعلق فرمایا مگر صلوة تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اور ایسے آپؐ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک دیہاتی آکر کہتا ہے ہلکت الاموال وانقطعت السبل (مال مویشی تباہ ہو گئے اور راستے بند ہو گئے) مگر آپؐ نے اس سے تحیۃ المسجد کے متعلق کچھ نہیں فرمایا اسی طرح ایک شخص نخعی رقاب کرتے ہوئے آ رہا تھا آپؐ نے اسے فرمایا اجلس فانک اذیت الناس۔ الحدیث کہ بیٹھ جاؤ تو نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی ہے۔ الغرض ان روایات سے معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد ضروری نہیں ہے۔ البتہ قوی روایت جس کو تمام صحاح میں نقل کیا گیا ہے بخاری میں بھی موجود ہے دارقطنی نے امام بخاریؒ پر سو ۱۰۰ اعتراضات کیئے ہیں جن کا ذکر مقدمہ فتح الباری میں موجود ہے۔ ان میں سے چار روایات متن کی بھی ہیں

ان میں سے یہ قوی روایت بھی ہے۔ کہ یہ روایت فعلی تھی۔ راوی نے اس کو قوی بنالیا۔ جیسے حضرت عمار بن یاسرؓ کی تیمم کی روایت فعلی کو قوی بنالیا گیا۔ اور ایسے استثناء فی الیمین کی فعلی روایت کو قوی بنالیا گیا۔ اور روایت بالسنی میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ قوی کو فعلی اور فعلی کو قوی بنالیا کرتے ہیں۔ تو دارقطنی نے بھی امام بخاریؒ پر مواخذہ کیا۔ اور غالباً مصنفؒ نے اس روایت کو اس باب میں اس لئے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ شرح لکھتے ہیں کہ جس روایت میں اختلاف ہوتا ہے امام بخاریؒ اپنی عادت کے موافق اس کو اس باب میں ذکر نہیں کرتے۔ البتہ مصنفؒ نے اسے صلوٰۃ اللیل مثنیٰ مثنیٰ میں جا کر ذکر کیا ہے۔ تو یہ راوی کا تصرف ہو کہ اس نے اسے قوی بنالیا۔ مسلم میں تو اذا خرج الامام فلیصل رکعتین کے الفاظ ہیں یخطب کا تذکرہ نہیں ہے۔ اور ابو داؤد میں صفحہ ۵۹ پر ہے اذا جاء احدکم يوم الجمعة کے الفاظ ہیں جن کی وجہ سے حافظ ابن حجرؒ کو امام نوویؒ پر بہت غصہ آیا ہے۔ حالانکہ مسلم کی دوسری روایت میں ہے اذا جاء احدکم وخرج الامام فلیصل رکعتین ہے تو اس کے ہم بھی قائل ہیں کہ جب امام خطبہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو جلدی سے رکعتیں پڑھ لو۔ جیسا کہ یتجاوز فیہما کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان میں اختصار کریں۔ یہ جواب اس صورت میں ہے جبکہ روایت کو قوی تسلیم کیا جائے۔ تو ہم ارادہ فعل کی تاویل کریں گے۔ یا خروج الامام کی تاویل ہوگی۔ مصنف ابن شیبہؒ میں ہے ناھشیم عن محمد بن قیس ان النبی ﷺ حیث امرہ ان یصلی رکعتین امسک عن الخطبة حتی فرغ من رکعتیہ ثم عاد الی الخطبة۔ دارقطنی نے بھی مسند اور مرسل سے نقل کیا ہے۔ تو یہ مرسل صورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ابو اب المساجد میں اس پر کلام گذر چکا اور میں بتلا چکا ہوں کہ حنفیہؒ اور مالکیہؒ کے نزدیک یہ سلیک کے ساتھ خاص ہے اور حنابلہ اور شوافع کے یہاں کوئی خصوصیت نہیں حنابلہ اوقات مکروہہ میں تواحناف کے ساتھ ہیں۔ مگر اعراض کی وجہ سے یہاں رکعتین کے قائل ہیں۔ حنابلہؒ اور شافعیہؒ فرماتے ہیں کہ امام حکم کر دے اور اگر حکم نہ کرے تو خود پڑھ لے۔ حنفیہ اس کا جواب دیتے کہ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے حضرت عثمانؓ تشریف لے آئے اور انہوں نے دور کعتیں نہیں پڑھیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو غسل کے متعلق فرمایا رکعتین کا حکم نہیں دیا۔

باب مَنْ جَاءَ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ

صَلَّى رَكَعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

ترجمہ۔ باب اس شخص کے بارے میں جب وہ آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو دو ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھے

ترجمہ۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جمعہ کے دن داخل ہوا جبکہ نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے آپؐ نے پوچھا کیا تو نے نماز پڑھی اس نے بتلایا کہ نہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا اٹھو اور دور کعتیں پڑھ لو۔

حدیث (۸۸۰) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (البخاری) عَنْ عُمَرَ وَسَمِعَ جَابِرًا قَالَ دَخَلَ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالنَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ أَصَلَّيْتُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ الْعَدِيتِ

باب رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي الْخُطْبَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں دونوں ہاتھوں کو اٹھانا

حدیث (۸۸۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الْح) عَنْ أَنَسٍ

قَالَ بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْكَرَاعُ هَلْكَ الشَّاءُ فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُسْقِنَا فَمَدَّ يَدَيْهِ وَدَعَا.. الحديث.

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا جمعہ کے دن جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ گھوڑے اور بھیریاں ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ چنانچہ آپؐ نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور دعا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ ترجمہ کی غرض اس کے جواز کو بتلانا ہے۔ اور جواز کے بتلانے کی ضرورت اسلئے

پیش آئی کہ ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ بنو امیہ کا کوئی امیر خطبہ دے رہا تھا اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر تقریر کر رہا تھا۔ کہ ایک صحابی نے دیکھا تو فرمایا بیچ اللہ ہاتھین الہدین ما روایت رسول اللہ ﷺ شاہراً یدیدہ (میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا) پھر فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو صرف انکی اٹھاتے ہوئے دیکھا تو امام حاریؒ نے اس پر رد فرمادیا۔ مگر میرے نزدیک رد کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ابو داؤد کی روایت میں شاہراً یدیدہ ہے جو متکبرین کا طریقہ ہے۔ خلاف حاریؒ کی روایت کے کہ اس میں مدیدین للدعاء ہے نیز! نفس رفع یدین پر صحابی نے نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ ہاتھ جھانے پر نکیر فرمائی تھی۔ شاہراً یدیدہ اس پر دال ہے۔

باب الْإِسْتِسْقَاءِ فِي الْخُطْبَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ خطبہ میں بارش مانگنا۔

حدیث (۸۸۲) حَدَّثَنَا أَبُو رَاحِمٍ بْنُ الْمُنْذِرِ (الْح)

عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سُنَّةٌ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَبَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَأَدْعُ اللَّهَ لِنَافِرَعِ يَدَيْهِ وَمَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَزَعَةً فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا وَضَعَهَا حَتَّى تَأْرَ السَّحَابُ أَمْثَالَ الْجِبَالِ كَمْ لَمْ يَنْزِلْ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے پس دریں اثنا کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی اٹھ کھڑا ہوا جس نے کہا یا رسول اللہ مال مویشی ہلاک ہو گئے۔ اہل و عیال بھوکے مر گئے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیے پس آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ جبکہ ہمیں آسمان میں کوئی کھڑا بادل کا نظر نہیں آرہا تھا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری

جان ہے۔ ابھی آپؐ نے ہاتھ نہیں رکھے تھے یہاں تک بادل پہاڑوں کی مانند امنڈ آئے۔ پھر آپؐ منبر سے نہیں اتارے تھے کہ میں نے بارش کو دیکھا کہ اس کے قطرے آپؐ کی داڑھی مبارک پر گر رہے تھے۔ ہم پر اس دن بھی سارا دن بارش ہوئی دوسرے دن تیسرے دن پھر اس کے متصل دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش ہوئی۔ تو وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا اٹھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ مکان گر گئے۔ مال و اسباب پانی میں ڈوب گیا پس اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا بھیجئے کہ بارش رک جائے۔ پس آپؐ نے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے۔ پس آپؐ نے فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو۔ پس اپنے ہاتھ سے بادل کی

عَنْ مِنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتَ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى رِجْلَيْهِ فَمَطَرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْغَدِ وَمِنْ بَعْدِ الْغَدِ وَالَّذِي يَلِيهِ حَتَّى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ قَالَ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدِمُ الْبِنَاءَ وَتَغْرِقُ الْمَالَ فَادْعُ اللَّهَ لِنَأْفِرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا فَمَا يَشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَارِ حِيَةٍ مِنَ السَّحَابِ إِلَّا أَنْفَرَجَتْ وَصَارَتْ الْمَدِينَةُ مِثْلَ الْجُوبَةِ وَسَالَ الْوَادِي فَنَاءً شَهْرًا وَلَمْ يُجْنِ أَحَدٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْأَحْدَثِ بِالْجُودِ . الحديث

جس کڑی کی طرف بھی اشارہ کرتے تھے وہ کھل جاتی تھی۔ اور مدینہ گول حوض کی طرح ہو گیا۔ اور وادی قناتہ مدینہ بھر چلتی رہی اور ارد گرد کے اطراف سے جو شخص بھی آیا اس نے کثیر بارش کی بات بیان کی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس کا مستقل ذکر آگے آرہا ہے۔ چونکہ استسقاء کی تین صورتیں ہیں۔ ایک نماز کے بعد دعا کی جائے یہ اجماعاً جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا کی جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ باقاعدہ جنگل میں جا کر نماز پڑھ کر دعا مانگی جائے ان سب صورتوں میں سے دوسری صورت کو یہاں بیان کر رہے ہیں۔

ترجمہ۔ جب امام جمعہ کا خطبہ پڑھ رہا ہو تو چپ رہنا چاہیئے اور جب کوئی شخص اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ تو اس نے لغو کیا حضرت سلمانؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ چپ کراتے تھے جب امام بول رہا ہو۔

باب الْإِنْصَاتِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ وَإِذَا قَالَ لِصَاحِبِهِ
أَنْصِتْ فَقَدْ كَفَا وَقَالَ سَلْمَانُ عَنِ
النَّبِيِّ ﷺ يَنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الْإِمَامُ

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جمعہ کے دن تو نے اپنے

حدیث (۸۸۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ رَأَى أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُلْتُ

لصَاحِبِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ انْصَتْ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ
 فَكَلِمَاتٌ لَقُوتٌ.. الحديث..
 ساتھ والے سے اتنا کہ دیا کہ چپ رہ جبکہ امام خطبہ پڑھ رہا ہو
 تو تو نے لغو کیا۔

تشریح شیخ زکریا۔ قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ
 الایۃ باتفاق مفسرین یہ آیت خطبہ کے بارے میں نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا امر فرمایا ہے۔ ایک استماع کا دوسرے انصات
 کا۔ استماع کان لگانے کو کہتے ہیں اور انصات خاموش رہنے کو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر اس وقت استماع تو ہوتا ہے مگر مستمع درمیان استماع
 کچھ بول دیتا ہے۔ گو اس کا کان منکھم کی طرف لگا ہوا ہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بولتا نہیں خاموش رہتا ہے۔ مگر استماع نہیں ہوتا کان نہیں
 لگاتا تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کا حکم فرمایا ہے۔ یہ دونوں الگ الگ حکم ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے دونوں پر الگ الگ باب باندھے ہیں۔ مگر امام بخاریؒ
 نے یہ کیا کہ استماع کا باب باندھ کر متصلاً انصات کا باب نہیں باندھا۔ حالانکہ دونوں قرآن پاک میں ایک دوسرے سے مقرون ہیں۔
 اس کی وجہ کیا ہے کہ شراح حضرات نے اس سے کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ میرے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ اولاً استماع کا باب باندھ کر
 حضرات امام بخاریؒ نے اشارہ فرمادیا کہ استماع قریب کے لئے ہے۔ اور انصات کو اس سے دور ذکر کر کے بتلادیا کہ انصات بعید کے لئے ہے
 اور خاص طور سے باب اسلئے باندھا کہ کوئی یہ اشکال نہ کرے کہ جب ایک شخص دور ہے اور اس تک خطبہ کی آواز نہیں پہنچ رہی تو پھر اس کو
 خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بلکہ ضرورت تو اس کو ہے جو قریب ہو تاکہ استماع کامل ہو۔ تو اس کو بھی تنبیہ کر دی کہ وہ بھی خاموش
 رہے۔ اب اس کے بعد سنو! کہ انصات شافعیہ کے یہاں مستحب ہے۔ اور یہ ان کا رائج مذہب ہے۔ اور ان کا دوسرا قول جمہور کا مذہب یہ
 ہے کہ واجب ہے خواہ امام کی آواز آرہی ہو یا نہ آرہی ہو۔ والا امام یخطب یہ جملہ بڑھا کر امام بخاریؒ نے ایک اور مسئلہ خلافت کی طرف
 اشارہ فرمادیا وہ یہ ہے کہ انصات کب واجب ہے۔ امام کے کلام کے وقت واجب ہوتا ہے یا خروج امام سے واجب ہوتا ہے۔ اور کلام امام قاطع
 کلام ہے یعنی جس وقت امام خطبہ دینے کے لئے نکلے اس وقت نماز شروع نہ کرے۔ لیکن بات کر سکتا ہے۔ کیونکہ امام نے اب تک خطبہ
 شروع نہیں کیا۔ لیکن جب وہ شروع کر دے تو پھر فوراً خاموش ہو جائے۔ صلوٰۃ وکلام میں مابہ الفرق یہ ہے کہ صلوٰۃ ایک طویل کلام ہے۔
 خلاف کلام کے کہ وہ ایک آن میں قطع ہو سکتا ہے۔ لہذا نماز تو خروج کے بعد فوراً منع ہے۔ لیکن کلام شروع فی الخطبہ کے بعد منع ہے۔ امام
 بخاریؒ نے الانصات کو والا امام یخطب کے ساتھ متفید فرما کر جمہور کی تائید فرمائی ہے۔ واذا قال لصاحبه انصت لقد لعا کیونکہ
 اس نے خود نص قرآنی وانصتوا کا خلاف کیا ہے۔

ترجمہ۔ باب اس گھڑی کے بارے میں

جو جمعہ کے دن میں ہوتی ہے۔

باب السَّاعَةِ الَّتِي فِي

يَوْمَ الْجُمُعَةِ

حدیث (۸۸۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذَكَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ فِيهِ سَاعَةٌ لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي يَسْأَلُ اللَّهَ شَيْئًا إِلَّا آتَاهُ وَأَشَارَ بِيَدِهِ يَقْلِلُهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن کا ذکر کیا پس فرمایا اس دن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ جس مسلمان بندے کو اس گھڑی سے موافقت ہو گئی وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے

جو چیز بھی مانگے گا اللہ تعالیٰ وہ مطلوب اسے ضرور عطا فرمائیں گے۔ اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے کہ وہ گھڑی لحظہ خفیفہ ہوگی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ جمعہ میں بڑی بابرکت اور بڑی ہی قیمتی ایک ساعت ہے مگر نہایت مختصر ہے۔ چنانچہ خود حدیث

پاک میں ارشاد بیدہ بقللہا سے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اس میں بندہ جو بھی دعا کرے وہ قبول ہوتی ہے۔ لیلة القدر تو ساری رات ہوتی ہے۔ اور یہ تھوڑی سی دیر کی ہے اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ضرورت کی چیزیں ہیں جن کے بغیر انسانی زندگی دشوار ہے۔ مثلاً ہوا۔ پانی مٹی آگ وغیرہ ان کو تو بالکل عام کر رکھا ہے۔ اور جو ضرورت کی چیزیں نہ ہوں اس کو کیا بفرما دیتے ہیں۔ جیسے کیمیا کی جلدی سے اس کے بنانے میں کامیابی نہیں ہوتی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لیلة القدر کو چھپا رکھا ہے۔ اسی طرح ساعت جمعہ کو بھی چھپالیا۔ اور چھپانے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علماء کے میالیں قول ہیں کہ وہ مبارک ساعت کون سی ہے۔ اور ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ پچاس تک اقوال ہیں ان میں سے گیارہ مشہور ہیں جو اوجز میں منقول ہیں۔ ان گیارہ میں سے دو قول زیادہ مشہور ہیں۔ ایک شافعیہ کا دوسرا حنفیہ کا اور جمہور کا۔ تو شافعیہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام صلوٰۃ جمعہ تک ہے۔ حنفیہ اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ وہ ساعت عصر کے بعد سے لیکر غروب شمس تک ہے۔ ان ہی دونوں قول میں بہت سے اقوال آجاتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہی دونوں وقتوں میں خاص خاص اجزاء کی بعض علماء نے تعیین کی ہے۔ مثلاً ایک قول زوال سے بالکل متصل کا ہے۔ دوسرا قول دونوں خطبوں کے درمیان کا ہے۔ تیسرا قول خطبہ شروع ہونے کے بعد سے امام کے اللہ اکبر کہنے تک ہے۔ چوتھا قول نماز شروع ہونے کے بعد سے سلام پھیرنے تک کا ہے۔ یہ علماء شوافع کے اقوال ہیں۔ اسی طرح دوسرے ہیں عصر کے بالکل متصل عصر سے لے کر اصفرار تک اصفرار سے لے کر غروب تک۔ اور عین غروب کے وقت وهو قائم یصلی الخ اسی جملہ کی وجہ سے شوافع اس ساعت کو جمعہ کے اوقات صلوٰۃ میں کہتے ہیں۔ لیکن احناف کے نزدیک وہ ساعت بعد عصر ہے اسلئے اشکال یہ ہے کہ بعد عصر تو کوئی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ اشکال ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمایا من جلس ينتظر الصلوٰۃ فهو فی الصلوٰۃ یعنی جو نماز کا انتظار کرتا ہے وہ بھی نماز میں ہے۔

ترجمہ۔ جب لوگ جمعہ کی نماز میں امام سے

باب إِذَا نَفَرَ النَّاسُ عَنِ الْإِمَامِ

فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ فَصَلَاةُ الْإِمَامِ
وَمَنْ بَقِيَ جَائِزَةٌ

بھاگ جائیں تو امام اور دوسرے باقی رہنے والے
لوگوں کی نماز جائز ہوگی۔

حدیث (۸۸۵) حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عُمَرَ (الْح) حَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِذَا قَبِلْتُ عِزْرُ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِلَّا النَّاعَشَرُ جُلًّا فَزَكَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِذَا رَأَوْا بَجَارَةً أَوْ لَهْوَيْنِ انْقَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوكَ قَائِمًا.....

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ بیان فرماتے ہیں کہ دریں اثنا ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ گندم اٹھائے ہوئے ایک قافلہ آگیا اکثر لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بارہ آدمیوں کے ماسوا کوئی باقی نہ رہا۔ جس پر یہ آیت اتری کہ جب وہ تجارت اور کوئی شغل کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف منتشر ہو جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ من بقى كالنظدر لالت کرتا ہے کہ بھاگ جانے والوں میں سے واپس کوئی نہیں آیا۔ تو اس سے

ان لوگوں پر رد کرنا مقصود ہو گا جو جمعہ کی نماز کے وجوب کے لئے کم از کم چالیس آدمیوں کی شرط ضروری کہتے ہیں۔ علما احتاف کے نزدیک امام کے نماز میں شروع ہو جانے کے بعد بالفرض سب کے سب بھاگ جائیں تب بھی امام کی نماز صحیح ہوگی۔ البتہ قبل از شروع امام کے سوا دو آدمی کی جماعت ضروری ہے۔ ابواب صلوة الخوف رجالا و درکبان صفحہ ۲۸ / ۲۳ مقصد یہ ہے کہ جب جنگ کا خوف شدت اختیار کر لے کہ جیسی نماز شروع کی تھی ویسے اوائس کر سکتے یا جیسے آیت کریمہ میں صلوة خوف کی صورت مذکور ہے۔ تو پھر بغیر جماعت کے اکیلے نماز پڑھیں خواہ سوار ہوں یا پیدل ہوں۔ رکوع اور سجود اشارے سے ادا کریں اور قیال کی حالت میں نماز ادا نہ کریں بلکہ اسے مؤخر کر کے قضا کریں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اقامت جمعہ کے لئے ہر امام کے نزدیک کچھ نہ کچھ شرائط ہیں۔ منخلہ ان

شرائط کے ایک شرط یہ ہے کہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں کہ جمعہ قائم ہو۔ سب سے اہون ہمارا مذہب ہے۔ یعنی تین آدمی کافی ہیں۔ لیکن وہ امام کے علاوہ ہوں۔ اور صاحبین کے نزدیک مع الامام تین آدمی کافی ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک علاوہ امام کے بارہ آدمی ہوں گے اور امام شافعی و امام احمد کے نزدیک امام کے ساتھ چالیس آدمی ہونا ضروری ہیں اور ان حضرات کا استدلال ابو دلوڈ شریف کی اس روایت سے ہے۔ ان کعب بن مالک ما سمع الله الخ يوم الجمعة الا ترحم لا سعد بن زرارة فقلت لا ہی من هو قال هو الذي اقام بنا الجمعة الخ قلت کم کنتم یومئذ قال اربعین تعجب یہ ہے کہ یہ لوگ اربعین کے لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ابو دلوڈ

جمعہ فی القرای پر اس سے استدلال کرتے ہیں لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ ہجرت سے پہلے فرض ہوا تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اس کو تسلیم کر لیں تو پھر جمعہ فی القرای ثابت نہ ہو گا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبا میں جمعہ نہیں پڑھا۔ اب یہاں ایک مسئلہ ہے کہ اگر نماز شروع کرتے وقت تو بھر شرط آدمی موجود تھے لیکن پھر کسی عارض کی وجہ سے کم ہو گئے اور چلے گئے تو ایسی صورت میں کیا ہو گا؟ صاحبین فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جمعہ شروع ہو گیا تو پھر اب کم ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی میلان امام بخاری کا معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت سے قبل چلے گئے تو جمعہ باطل ہو گیا۔ اب چاہے نوافل کے طور پر پڑھے اور چاہے نیت توڑ کر ظہر کی نماز ادا کر لے۔ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایک رکعت ہو جانے کے بعد گئے ہیں تو نفل پوری کر لے۔ اور اگر ایک رکعت سے پہلے گئے ہیں تو انقلب ظہر یعنی اسی پر امام مراء ظہر کر لے۔ شافعیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ ابتداء خطبہ سے لیکر امام کے سلام پھیرنے تک اس عدد کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک عدد بھی کم ہو جائے تو جمعہ باطل ہو گیا۔ مابقی الاثنا عشر رجلا سے مالکیہ استدلال کرتے ہیں۔

باب الصَّلَاةِ بَعْدَ الْجُمُعَةِ وَقَبْلِهَا

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد اور جمعہ سے پہلے کتنی نماز ہے

حدیث (۸۸۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّح

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے دو رکعت پڑھتے تھے اور اس کے بعد بھی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور مغرب کے بعد اپنے گھر میں دو رکعتیں پڑھتے اور عشاء کے بعد دو رکعتیں پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ گھر واپس آجاتے پھر دو رکعت پڑھتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ فِي بَيْتِهِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَكَانَ لَا يُصَلِّي بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتَّى يَنْصَرِفَ فَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ. الْحَدِيث

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ سنن بعد یہ پر علماء کا اتفاق ہے۔ اگرچہ اعداد میں اختلاف ہے کہ وہ دو ہیں یا چار یا چھ۔ امام شافعیؒ

فرماتے ہیں کہ وہ دو ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ چار رکعت ہیں۔ امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ چھ رکعت ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ چار رکعت پہلے اور دو رکعت بعد میں پڑھے اور امام مالکؒ کے یہاں سنن روا تب ہیں ہی نہیں۔ البتہ سنت فجر کو وہ وتر سے ملا کر فرماتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ سنن قبلہ کا انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زوال ہوتے ہی اذان خطبہ شروع ہو جایا کرتی تھی۔ اور خطبہ کے بعد نماز شروع ہو جاتی تھی۔ تو ستین پڑھا ہی نہیں کرتے تھے۔ لیکن ابن قیمؒ کا یہ فرمان مالکیہ کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ساعات کا شروع زوال سے ہوتا ہے۔ اور جب زوال کے ساتھ ہی اذان ہوتی تھی تو وہ ساعات خمسہ کس طرح ملیں گی۔ امام بخاریؒ نے جو باب باندھا ہے اس کے متعلق شراح فرماتے ہیں کہ یہ قیاس سے ثابت کر دیا کہ جمعہ ظہر کی جگہ

پڑھا جاتا ہے اور ظہر میں سنن قبلہ اور بعد یہ ہیں۔ توجہ میں جیسے سنن بعد یہ ہیں۔ اسی طرح قبلہ بھی ہوں گی۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے اصول میں سے ہے کہ ترجمہ میں مساوات وہ ایسی روایات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جو ان کی شرط کے موافق نہ ہوں مگر مضمون صحیح ہو گو الفاظ شرط کے موافق نہ ہوں۔ ابو داؤد شریف میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جمعہ سے پہلے طویل سنتیں پڑھا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا فرمایا کرتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ بخاری کے اصول میں یہ ہے کہ جب ترجمہ میں متعدد چیزیں ذکر کریں اور روایت کسی ایک کی ذکر کریں اور دوسرے جزئی ذکر نہ کریں تو اس بات کی دلیل ہو اگر تا ہے کہ جس کی روایت امام بخاریؒ نے ذکر فرمائی ہے وہ ان کے نزدیک ثابت نہیں۔ لہذا امام بخاریؒ نے یہاں اس اصل کے مطابق سنن قبلہ کا انکار کیا ہے۔ ترمذی کا تقاضا یہ ہے کہ باب الصلوٰۃ قبل الجمعة وبعدها کہنا چاہیے تھا۔ علامہ ابن قیمؒ اور بعض علماء ظاہریہ کے نزدیک جمعہ سے قبل سنن ووافل ثابت نہیں ہیں۔ اس لئے امام بخاریؒ نے اس کے عدم ثبوت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بعد الجمعة و قبلہا کہا ہے۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا (سورۃ جمعہ میں) یہ فرمانا جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو (اپنے کام کاج کے لئے) زمین میں پھیل پڑو اور اللہ کا فضل (روزی رزق یا علم) ڈھونڈو۔

باب قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَإِذَا قُضِيَتِ
الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ
وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ۔

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں ہمارے اندر ایک عورت تھی جس نے ایک چھوٹی سر پر اپنی کھیتی میں چند روئے تھے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا تو چند روئے کے چند پودے کھینچ کر ہڈیا میں ڈال لیتی تھی اور اس کے اوپر وہ جو ایک مٹی ڈال دیتی تھی جو اس نے پیس رکھے تھے۔ پس اس کے چند روئے گوشت والی ہڈی کا کام دیتے تھے۔ اور ہم جب نماز جمعہ سے واپس ہوتے تھے اس عورت پر سلام کرتے وہ یہ کھانا ہمارے قریب کرتی۔ جس کو ہم چاہتے تھے اور جمعہ کے دن اس طعام کی ہم تمنا کیا کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۷) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْعَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ لِي امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى اَرْبَعَاءٍ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سَلَقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أَصُولَ السَّلَقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قُبْضَةً مِّنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أَصُولُ السَّلَقِ عَرَفَةً وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتَقْرُبُ ذَلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَتُلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لَطْعَامِهَا ذَلِكَ.. الحديث ...

ترجمہ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت سہل بن سعدؓ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہم لوگ قیلوہ اور صبح کا کھانا جمعہ کے بعد ہی کھاتے تھے۔

حدیث (۸۸۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ (الْح) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ هَذَا وَقَالَ مَا كُنَّا نَقِيلُ وَلَا نَتَغَدَّى إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ... الحديث.

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس آیت کا ظاہر تقاضا یہ ہے کہ نماز جمعہ سے فراغت کے بعد انتشار ضروری ہے۔ تو حضرت امام

حارّیؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ امر ایجابی نہیں ہے بلکہ لباحث کے لئے ہے۔ بعض علماء اہل ظواہر نے وابتغوا من فضل اللہ کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جمعہ کی نماز کے بعد بیع و شراء واجب ہے۔ امام حارّیؒ اس ترجمہ سے اور آئندہ والے ترجمہ سے اس قول پر رد فرماتے ہیں کہ ان روایات میں کہیں یہ مروی نہیں کہ ان لوگوں نے نماز کے بعد بیع و شراء کی ہو بلکہ صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے معمولات نقل کئے ہیں۔

باب الْقَائِلَةُ بَعْدَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ جمعہ کے بعد قیلولہ کرنا

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن جلدی جمعہ پڑھتے تھے۔ پھر آ کر قیلولہ کرتے تھے۔

حدیث (۸۸۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُقْبَةَ الشَّيْبَانِيُّ (الخ) سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كُنَّا نُبَكِّرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثُمَّ نَقِيلُ... الحديث..

ترجمہ۔ حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے پھر ہمارا قیلولہ ہوتا تھا۔

حدیث (۸۹۰) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ سَهْلِ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْجُمُعَةَ ثُمَّ تَكُونُ الْقَائِلَةُ... الحديث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام حارّیؒ نے یہ باب ثم تكون القائلہ کے لئے ذکر فرمایا ہے ورنہ مضمون تو باب سابق میں آچکا

اس سے امام حارّیؒ نے براءة الاخشام کی طرف اشارہ فرمادیا اور موت یاد دلادی۔ کیونکہ مشہور ہے النوم اخو الموت۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَبْوَابُ صَلَاةِ الْخَوْفِ

وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَإِذَا صَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ إِلَى قَوْلِهِ عَذَابًا مِثْلًا.....

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے (سورہ نساء میں) فرمایا اور
جب تم مسافر ہو تو تم پر گناہ نہیں اگر نماز کو کم کر دو آخر آیت
عذابا مہینا تک۔

حدیث (۸۹۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (البحر عن
الزُّهْرِيِّ سَأَلَهُ هَلْ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يُعْنَى صَلَاةَ
الْخَوْفِ فَقَالَ أَخْبَرَنَا سَالِمٌ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ
قَالَ عَزَّوَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ نَجْدِ قَوْمِ أَرْيَا
الْعُدُوَّ فَصَافَقْنَا لَهُمْ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي
لَنَا فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهُ وَأَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعُدُوِّ
فَرَكِعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ حضرت امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ جناب
نبی اکرم ﷺ نے صلوة خوف پڑھی ہے تو انہوں نے فرمایا ہمیں
حضرت سالمؓ نے خبر دی کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں
کہ ہم جناب رسول اللہ کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے
نکلے۔ جب ہمارا دشمن سے آمنہ سامنا ہوا اور ہم نے ان کے لئے
صفیں باندھیں تو حضور اقدس ﷺ ہمیں نماز پڑھانے کے لئے
کھڑے ہوئے تو ایک دستہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ
کھڑا ہوا۔ دوسرا دستہ دشمن کے سامنے آیا۔ تو جناب رسول اللہ

ﷺ نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر یہ لوگ اس دستے کی جگہ چلے گئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی پس وہ
لوگ آئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان کے ساتھ رکوع کیا اور دو سجدے کئے پھر سلام پھیر دیا اور ان میں سے ہر ایک دستہ کھڑا ہو کر
اپنے لئے رکوع اور دو سجدے کرے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ نحواً من قول مجاہد صفحہ ۱۲۹/۳ غرض یہ ہے کہ دونوں کا قول واحد ہے۔ پھر اس کو

اذا اختلطوا القیاما سے بیان کیا ہے۔ یعنی جب کفار مسلمانوں کے ساتھ قتال میں گڈمڈ ہو جائیں تو کھڑے کھڑے مسلمان نماز پڑھیں اور
رکوع سجود کے لئے اشارہ کریں۔ لیکن احنافؒ کے نزدیک قتال کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے مستدل احنافؒ کا یہ ہے کہ آنحضرت
ﷺ نے غزوہ خندق میں چار نمازیں قضا فرمائیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ فقہاء اور محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد عیدین کا ذکر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی عید

ہے اور وہ بھی عید ہے اس میں بھی تجل ہوتا ہے اور اس میں بھی تجل ہوتا ہے مگر امام بخاریؒ نے جمہور کے خلاف جمعہ کے بعد صلوٰۃ خوف کو ذکر فرمادیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ بھی فرض ہے صلوٰۃ خوف بھی فرض ہے اور عیدین کی نماز سنت ہے اور جمعہ بدل ہے ظہر کا اور صلوٰۃ خوف بدل ہے صلوٰۃ الطمانیت و السکون کا اس لئے دو نو کو مقرون فرمادیا۔ اور چونکہ جمعہ میں اختصار کم ہے۔ کہ جائے چار رکعات کے دو رکعت ہیں بخلاف صلوٰۃ خوف کے اس میں رکعات زیادہ ہیں۔ جبکہ مقیم ہو۔ اسلئے جمعہ کو مقدم فرمادیا۔ صلوٰۃ الخوف کے متعلق اوجز میں آٹھ ابحاث ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مشروع ہے یا نہیں۔ غزوہ خندق سے پہلے شروع ہوئی یا بعد میں وغیرہ وغیرہ نبی اکرم ﷺ سے چوبیس مرتبہ صلوٰۃ الخوف پڑھنا ثابت ہے اور روایات میں اس کے سولہ طریقے ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے بخاری میں تو ایک یا دو ہی طریقے مذکور ہیں لیکن زیادہ تر یہ طرق ابو داؤد میں مذکور ہیں۔ ابو داؤد سے گیارہ صورتیں صاف ظاہر ہیں۔ اور کچھ نسائی اور طبرانی کی روایت سے معلوم ہوتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے چار مقامات پر صلوٰۃ خوف پڑھنی ثابت ہے۔ ذی قزو۔ عسفان۔ نجد اور غزوہ طائف میں اور ایک جگہ میں آپؐ نے متعدد مرتبہ پڑھیں جن کی تعداد چوبیس ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کی کیفیات سولہ طرق سے مردی ہیں جن میں سے صرف ایک بالاتفاق ناجائز ہے اور ایک صورت مختلف فیہ ہے باقی سب صورتیں معمول بہا ہیں جو بالاتفاق جائز ہیں وہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں فرضیت صلوٰۃ الحضرة اربعاً علی لسان محمد ﷺ و صلوٰۃ السفر رکعتین و صلوٰۃ الخوف رکعة یعنی صلوٰۃ خوف ایک رکعت ہے ابو اس روایت کا تقاضا ہے کہ اختصار در اختصار ہو گیا۔ اور مختلف فیہ صورت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو دو رکعت پڑھادی۔ اور پھر دوسرے طائفہ کو دو رکعات پڑھادی۔ یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے۔ کیونکہ وہ جو از اقتداء المفترض بالمتفعل کے قائل ہیں۔ اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔ کیونکہ اس میں اقتداء المفترض بالمتفعل لازم آتی ہے۔ اب رہ گئیں باقی صورتیں یہ سب بالاتفاق جائز ہیں۔ مگر باوجود اس اتفاق کے اولویۃ میں اختلاف ہے۔ احنافؒ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو راجح قرار دیتے ہیں۔ ایک بات اور سنو! کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے ہم معنی ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی روایت مجمل ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی مفصل ہے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک طائفہ کو ایک رکعت پڑھادی اور دوسرا طائفہ دشمن کے سامنے رہا۔ جب پہلا طائفہ ایک رکعت سے فارغ ہو گیا تو وہ دشمن کے مقابل میں چلا گیا۔ اور دوسرا طائفہ آیا اس کو بھی ایک رکعت پڑھا کر نبی اکرم ﷺ نے سلام پھیر دیا۔ اور پھر بقیہ لوگوں نے اپنی نمازیں پوری کیں۔ اب یہ کس طرح پوری کیں اس کی کوئی تفصیل ابن عمرؓ کی روایت میں نہیں ملتی البتہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے کہ جب دوسرے طائفہ کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت پڑھادی تو وہ دشمن کے مقابل میں چلے گئے۔ اور طائفہ اولیٰ نے آکر اپنی نماز پوری کی۔ اب یہ لوگ اپنی نماز پوری کر کے دشمن کے مقابل چلے گئے۔ اور دوسرے طائفہ نے آکر اپنی نماز پوری کر لی۔ بس ان دونوں روایتوں میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔ احنافؒ دونوں روایتوں سے استدلال کرتے ہیں۔ دیگر علماء نے ابن عمرؓ

اور ابن مسعودؓ کی روایت کو دو شکل شمار کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک دونوں ایک ہی ہیں۔ امام مالکؒ نے قاسم بن محمد کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ امام شافعیؒ کے یہاں تفصیل ہے۔ اگر دشمن قبلہ کی جانب میں ہو تو عسفان والی روایت کو اختیار کرتے ہیں اگر غیر قبلہ میں ہو تو یزید بن رومان کی روایت کو لیتے ہیں۔ امام احمدؒ نے یزید بن رومان کی روایت کو اختیار کیا ہے۔ قاسم اور یزید کی روایت میں فرق یہ ہے کہ یزید کی روایت سے انتظار الامام ثابت ہوتا ہے۔ اور قاسم کی روایت میں یہ ہے کہ فراغ کے بعد سلام پھیر دیا اور انتظار نہیں کیا۔ ایک اختلاف اس مسئلہ میں یہ ہے کہ صلوٰۃ خوف اب بھی باقی ہے یا نہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اب مشروع نہیں ہے۔ صرف حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ خاص تھی۔ اس لئے کہ آپؐ کے ساتھ ہر شخص نماز پڑھنے کی تمنا کرتا تھا۔ اب یہ بات نہیں رہی۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک اب بھی مشروع ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرامؓ سے پڑھنا ثابت ہے۔ مختلف روایات میں اس نماز کا ذکر آیا ہے۔ امام ابو داؤد نے بہت تفصیل سے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ اذ اضربتم فی الارضی شرح فرماتے ہیں کہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت صلوٰۃ الخوف میں نازل ہوئی۔ یا صلوٰۃ السفر میں احناف کے یہاں صلوٰۃ السفر میں ہے۔ اور شافعیہ کے یہاں صلوٰۃ الخوف میں۔ امام بخاریؒ نے جمہور کی تائید کی ہے۔ اور تعجب ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے تراجم میں بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ حالانکہ شوافعؒ نے قصر فی السفر کے عدم وجوب پر لیس علیکم جناح سے ہی استدلال کیا ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ دونوں کے یہاں دونوں قول ہیں۔ امام بخاریؒ نے اس باب میں ابن عمرؓ کی روایت نقل کی ہے۔ جو احنافؒ کا مستدل ہے۔ اگر میں کہوں کہ امام بخاریؒ احناف کے ساتھ ہیں اس لئے کہ انہوں نے اور کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی تو میرا یہ کہنا صحیح ہوگا۔

باب صَلَوةِ الْخَوْفِ رَجَالًا وَزُكْبَانًا رَاجِلٌ قَائِمٌ۔

ترجمہ۔ صلوٰۃ خواہ پیدل اور سوار ہو کر دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہے۔ راجل کے معنی قائم کے ہیں۔

حدیث (۸۹۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ نَحْوًا مِنْ قَوْلٍ مُجَاهِدٍ إِذَا اخْتَلَطُوا قِيَامًا وَزَادَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَلْيُصَلُّوا قِيَامًا وَزُكْبَانًا. الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے رجلا کی تفسیر کے بارے میں حضرت مجاہدؒ کی طرح منقول ہے کہ جب ان کی کھڑے کھڑے مٹھ بھیڑ ہو جائے۔ اور حضرت ابن عمرؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مزید نقل فرمایا کہ اگر وہ دشمن

اس سے زیادہ ہوں تو پھر مسلمان کھڑے کھڑے اور سوار ہو کر جس طرح ممکن ہو نماز ادا کریں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض یہ ہے کہ جب شدت خوف ہو جائے تو اس وقت سواری پر یا اقدام پر جس طرح ہو سکے پڑھنا جائز ہے۔ اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں بلکہ یہ باب صلوٰۃ الطالب والمطلوب میں آ رہا ہے۔

لہذا میرے نزدیک امام حارثیؒ کی غرض یہاں پر آیت کریمہ کی تفسیر کرنی ہے۔ کیونکہ راجل قائم علی اقدامہ کے معنی میں آتا ہے۔ اور مسافر اور ماشی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ واذن لی الناس بالحج ان یأتوک رجلا میں رجال سے مشافہہ مراد ہیں۔ تو حضرت امام حارثیؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہاں ماش کے معنی میں نہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہاں قائم علی اقدامہ کے ہیں۔

عن ابن عمر نحواً من قوله مجاهد اشکال یہ ہے کہ یہاں اس کے برعکس ہونا چاہیے تھا۔ یعنی عن مجاهد نحواً من قول ابن عمر کیونکہ مجاہدؒ تابعی ہیں اور ابن عمرؓ صحابی ہیں۔ میرے نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کا قول مجمل تھا۔ اور مجاہدؒ کا مفصل۔ اور مجمل مفصل کی طرف محمول ہوتا ہے۔ اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اذا اختلطوا قیاماً اس قیام کے بارے میں حافظؒ کی رائے یہ ہے کہ یہ تحریف ہے صحیح اذا اختلطوا قائماً ہے۔ مگر میرے نزدیک محوف ماننے کی ضرورت نہیں بلکہ قیام میرے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ امام حارثیؒ کا ترجمہ اس وقت صحیح ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے قیام کا ترجمہ باندھا ہے۔

باب یَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي صَلَوةِ الْخَوْفِ

ترجمہ۔ صلوٰۃ خوف میں ایک دوسرے کی حفاظت اور نگرانی کرتے تھے۔

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا حَبِیْبَةُ بْنُ مُرْبِیعٍ (الخ)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَامَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ فَكَبَّرُوا وَكَبَّرَ مَعَهُ وَرَكَعَ وَرَكَعَ نَاسٌ مِنْهُمْ ثُمَّ سَجَدُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ ثُمَّ قَامَ لِلثَّانِيَةِ فَقَامَ الَّذِينَ سَجَدُوا وَحَرَّسُوا إِخْوَانَهُمْ وَآتَتِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرَى فَرَكَعُوا وَسَجَدُوا مَعَهُ وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ فِي صَلَوةٍ وَلَكِنْ يَحْرُسُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا.... الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے تو لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ پس آپؐ نے تکبیر کی تو انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ تکبیر کی۔ آپؐ نے رکوع کیا تو لوگوں میں سے کچھ آدمیوں نے رکوع کیا پھر آپؐ نے سجدہ کیا تو ان لوگوں نے بھی آپؐ کے ساتھ سجدہ کیا پھر جناب رسول اللہ دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ لوگ کھڑے ہو گئے جنہوں نے سجدہ کر لیا تھا اور وہ اپنے بھائیوں کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا طائفہ آیا تو انہوں نے رکوع کیا اور حضور انور ﷺ کے ساتھ سجدہ کیا۔ اور یہ لوگ سارے کے سارے نماز میں تھے۔ لیکن ایک دوسرے کی حفاظت کرتے تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فلم نصل الابد ارتفاع النهار صفحہ ۱۲۹/۱۳ اسی کو امام ابو حنیفہؒ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر

حضرت ابو موسیٰ اشعریؒ اور حضرت انسؓ متفق ہوئے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور حضرات بھی ان دونوں کے ہمراہ ہیں۔ اور ان حضرات نے

جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھ کر ایسا کیا کیونکہ یہ فعل غیر مدرك بالعقل ہے۔ صلوٰۃ شرجیل بن السمط صفحہ ۱۲۹/۱۸ حدیث (۸۹۳) باب صلوٰۃ الطالب المطلوب المع ان حضرات نے جانوروں کی پیٹھ پر نماز ادا کی تھی اور جنہوں نے اتر کر نماز ادا کی تھی ان پر ان حضرات نے نکیر کیا۔ مگر ان کا حصہ پورا ذکر نہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طالب تھے یا مطلوب تھے۔ پھر بنو قریظہ کی طرف جانے والے حضرات کے واقعہ سے بھی استدلال تام نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر موقوف ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز ادا کی۔ وہ ثابت نہیں ہے۔ البتہ اتنا ثابت ہے کہ ان حضرات نے راستہ میں نماز ادا کی ظاہر یہ ہے کہ سواری سے اتر کر نماز ادا کی ہوگی۔ کیونکہ اگر ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھی ہوتی تو رکوع جود کے لئے اشارہ کرتے۔ جب ان کے معترضین ان پر مطلع ہوئے تھے تو انہوں نے کہا ہماری طرف سے اس کو روایت نہ کرنا۔ اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ان حضرات نے سوار ہونے کی حالت میں پڑھی تو ممکن ہے کہ ان کو نماز کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انہیں اعادہ صلوٰۃ کا حکم نہیں دیا گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اس طرح اشارہ سے نماز پڑھنے سے ان کا وقتی فریضہ ساقط ہو گیا۔ کیونکہ نص کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہو گئی۔ تو اپنے اجتہاد میں خطا کا ر ثابت ہوں گے۔ تو ان کی نماز اپنی رائے کے مطابق ادا ہو گئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح فرماتے ہیں کہ ایک صورت صلوٰۃ الخوف کی لائن عمر کی روایت میں گذری ہے۔ ایک اور صورت ذکر فرما رہے ہیں۔ اور بطور تفنن کے باب ذکر فرمادیا۔ تفنن کا مطلب یہ ہے کہ مقصد تو روایت نقل کرنا ہے۔ لیکن بطور تنبیہ کے باب منعقد فرمادیا اور میری رائے یہ ہے کہ نماز الثقات کو اختلاس شیطان قرار دیا گیا ہے۔ تو امام حارّی نے صلوٰۃ الخوف میں الثقات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ تو امام حارّی صلوٰۃ الخوف میں الثقات کو اس سے مستثنیٰ قرار دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کے اندر الثقات کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اس وقت تو دشمن سے اور چوکنا اور ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کہ کہیں وہ نماز میں مشغول دیکھ کر حملہ نہ کر دیں۔

ترجمہ۔ قلعون کی لڑائی ہونے اور دشمن سے
بڑھیر کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے۔

باب الصَّلَاةِ عِنْدَ مَنَاهَضَةِ الْحُصُونِ
وَلِقَاءِ الْعَدُوِّ۔

ترجمہ۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر قلعہ کا فتح ہونا ممکن ہو اور مجاہدین نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکیں تو ہر ایک مجاہد الگ الگ اشارے سے نماز پڑھے اگر اشارے پر بھی قادر نہ ہوں تو نماز کو مؤثر کر دیں یہاں تک کہ لڑائی کا فیصلہ ہو جائے۔

وَقَالَ الْأَوْزَاعِيُّ إِنْ كَانَ تَهَيُّاَ الْفَتْحِ وَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ صَلُّوا بِمَاءٍ وَمَحَلُّ أَمْرِي لِنَفْسِهِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الْإِيمَاءِ أَخْرَوْا الصَّلَاةَ حَتَّى يَنْكَشِفَ الْقِتَالُ أَوْ يَأْمَنُوا فَيَصَلُّوا رَكَعَتَيْنِ

كَوْنُ لَمْ يَقْدِرُوا صَلُّوا رَكْعَةً وَسَجَدَتَيْنِ فَإِنْ لَمْ يَقْدِرُوا فَلَا يُجْزِيهِمْ التَّكْبِيرُ وَيُؤْخِرُونَهَا حَتَّى يَأْمُرُوا رَبَّهُ قَالَ مَكْحُولٌ وَقَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ حَضَرْتُ مِنْاهِصَةَ حِصْنٍ تَسْتَرُ عِنْدَ إِصَاءَةِ الْفَجْرِ وَاشْتَدَّ اشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ إِلَّا بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ فَصَلَّيْنَاهَا وَنَحْنُ مَعَ أَبِي مُوسَى فَفُتِحَ لَنَا قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَمَا تَسَرَّنِي بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَمَلَفِيهَا ..

اور مجاہدین محفوظ ہو جائیں تو پھر دو رکعات نماز پڑھیں۔ اگر قدرت نہ ہو تو ایک رکوع اور دو سجدے کریں اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو محض اللہ اکبر کہنا ان کو کافی نہ ہو گا۔ اور نماز کو مؤخر کر دیں یہاں تک کہ امن قائم ہو جائے۔ یہی مکحول تابی کا قول ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے کہ تستر قلعہ کی فریقین کی باہمی لڑائی فجر روشن ہونے کے وقت شروع ہوئی اور لڑائی کا زور بواخت ہو گیا۔ ہم نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو سکے تو ہم نے دن چڑھنے کے بعد نماز ادا کی۔ ہم نے وہ نماز حضرت ابو موسیٰ کے ہمراہ ادا کی پس وہ قلعہ فتح ہو گیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ

اس نماز کے مقابلہ میں مجھے دنیا اور اس کے اندر جتنی چیزیں ہیں خوش نہ کر سکیں۔

حدیث (۸۹۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ عُمَرُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ وَيَقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا صَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتْ الشَّمْسُ أَنْ تَغِيبَ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا بَعْدَ قَالَ فَنَزَلَ إِلَيَّ بِطُحَّانٍ فَتَوَضَّأَ وَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَابَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ بَعْدَهَا .. الحديث

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خندق کی لڑائی کے دن تشریف لائے اور کفار قریش کو گالیاں دینے لگے اور فرماتے تھے یا رسول اللہ میں عصر کی نماز نہیں پڑھ سکا یہاں تک کہ سورج غروب ہونے کے قریب آیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے بھی ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ بطحان وادی میں اترے وضو فرمایا اور سورج غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی اور اس کے بعد مغرب کی نماز ادا فرمائی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک صلوۃ المسابقة کہلاتی ہیں۔ یعنی جس وقت جانبین سے تلواریں چل رہی ہوں اس وقت

نماز کیسے پڑھی جائے۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ مسابقہ کے وقت نماز مؤخر کر دی جائے گی۔ اور ائمہ خلافتؒ فرماتے ہیں کہ چلتے پھرتے کروفر کے ساتھ جس طرح ممکن ہو فرادئی فرادئی نماز ہو سکتی ہے۔ یہ اسی بحث کے تحت داخل ہے کہ صلوۃ خوف غزوۃ احزاب سے پہلے مشروع ہوئی یا بعد میں۔ جو لوگ پہلے مشروع ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک نماز کو مؤخر کیا جائے گا کیونکہ غزوۃ احزاب میں نمازیں قضا ہوئیں اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بعد میں مشروع ہوئی ان کے نزدیک وقت پڑھی جائے گی۔ کیونکہ وہ ایسے ہی وقت کیلئے مشروع ہے

اور دوسری صلوٰۃ الطالب والمطلوب کلاتی ہے۔ یہاں اس باب میں صلوٰۃ المسابقة کو بیان فرمایا ہے۔ اور دوسرے باب میں صلوٰۃ الطالب والمطلوب کو۔ صلوا ایماء یہ ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے۔ فان لم یقدروا فلا یجزئہم التکبیر اس سے بعض تابعین پر رد ہے جو کہتے ہیں کہ اشارہ بھی نہ کر سکے تو ایک بار تکبیر کہہ دے یہ کافی ہے۔ وما یسرنی بتلك الصلوٰۃ الدنیا وما فیہا اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میری جو نماز فوت ہو گئی اگر اس کے بدلہ میں مجھے دنیا وما فیہا مل جائے تو اس سے مجھے خوشی نہ ہوگی۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوٰۃ فائتہ کی طرف ہوگا۔ دوسرا مطلب یہ ہے یہ نماز جو ہم نے پڑھی گو وقت پر نہیں پڑھی تھی مگر اس کے مقابلہ میں دنیا وما فیہا کی میرے نزدیک کوئی قدر نہیں اور مجھے اس سے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ ہم نے اپنے لئے قضا نہیں کی بلکہ اللہ کے لئے کی ہے۔ اس صورت میں تلک کا اشارہ صلوٰۃ مقضیہ کی طرف ہوگا۔

باب صَلَوةِ الطَّالِبِ وَالْمَطْلُوبِ رُكْبًا وَإِمَاءً

ترجمہ۔ حملہ کرنے والا اور جس پر حملہ کیا جائے
وہ سواری پر اور اشارے سے نماز پڑھے۔

ترجمہ۔ ولید فرماتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے حضرت شرجیل بن السمط اور ان کے ساتھیوں کی نماز جانور کی پیٹھ پر کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا جب نماز کے قضا ہو جانے کا خوف ہو تو اس کا حکم ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے۔ اور حضرت ولیدؒ جناب نبی اکرم ﷺ کے اس قول سے دلیل پکڑتے تھے جو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔

وَقَالَ الْوَلِيدُ ذَكَرْتُ الْأَوْزَاعِيَّ صَلَوةَ
سُرْجِيلِ بْنِ السَّمِطِ وَأَصْحَابِهِ عَلَى ظَهْرِ الدَّابَّةِ
فَقَالَ كَذَلِكَ الْأَمْرُ عِنْدَنَا إِذَا خُوفَ الْفُوتُ وَاحْتَجَّ
الْوَلِيدُ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ قَالَ
الْأَفْئِي بَنِي قُرَيْظَةَ.....

حدیث (۸۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَنَا الْمَارِجُ مِنَ الْأَحْزَابِ
لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدُ الْعَصْرِ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَادْرَكَ
بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي
حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَلْ نُصَلِّيْكُمْ يُرَدُّ وَمَا ذَلِكَ فَذَكَرَ
ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يُعْفَ أَحَدًا مِنْهُمْ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں فرمایا جبکہ آپ غزوہ احزاب سے واپس لوٹے۔ کہ کوئی بھی عصر کی نماز بنو قریظہ کے سوا نہ پڑھے بعض کو عصر کی نماز نے راستہ میں پالیا تو بعض نے کہا ہم توجہ تک بنو قریظہ میں نہیں پہنچیں گے عصر کی نماز نہیں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ ہم تو پڑھیں گے حضور اقدس ﷺ نے ہم سے یہ نہیں چاہا تھا جب نبی اکرم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپؐ نے کسی پر ناراضگی کا اظہار نہ فرمایا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ طالب حملہ کرنے والا۔ اور مطلوب جس پر حملہ کیا جائے۔ ان سب میں احناف کا مذہب یہ ہے کہ

صلوۃ المطلوب صرف راکباً جائز ہے۔ یا یہ کہتے کہ صلوۃ المطلوب راکباً تو بالافتاق جائز ہے اس کے علاوہ احناف کے نزدیک کوئی صورت جائز نہیں۔ اور شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک صلوۃ المطلوب ہر طرح جائز ہے۔ اور صلوۃ الطالب راکباً و ماشیاً دونوں طرح جائز ہیں لیکن ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ اگر نماز پڑھنے میں مشغول ہو گا تو دشمن فوت ہو جائے گا۔ یا لٹ کر حملہ کر دے گا اور امام مالک کے نزدیک صلوۃ المطلوب راکباً و ماشیاً دونوں طرح سے جائز ہے۔ صلوۃ الطالب میں مختلف اقوال ہیں۔ جن کی تفصیل اوجز المسالك میں دیکھ لی جائے۔ علی ظہر الذابۃ حافظ فرماتے ہیں کہ مجھے تتبع اور تلاش کے باوجود یہ نہیں ملا کہ شرجیل بن اسمط طالب تھے یا مطلوب۔ بعض نے ان کو طالب میں ذکر کیا ہے اور بعض نے مطلوب میں۔ اگر پورا قصہ ہوتا تو ہم بھی رائے قائم کرتے۔ اگر مطلوب تھے تب تو احناف بخلاف نہیں اگر طالب تھے تو احناف کے خلاف ہے۔ لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف کی روایت میں لا یصلین احد الظهر ہے۔ حافظ نے جائے اس کے کہ بخاری کی روایت کو اصول کے موافق رائج کہتے مسلم کی روایت کو رائج بتلایا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جمع ممکن ہے۔ اس طرح کے جو ظہر کے وقت جانے والے تھے ان کو تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق کہا جائے اور جو ظہر میں نہیں گئے ان کے مطابق بخاری شریف کی روایت ہے بل فصلی لم یبرید منا ذلک حافظ فرماتے ہیں کہ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ انہوں نے اتر کر نماز پڑھی یا سواری پر پڑھ لی۔ چونکہ یہ روایت حافظ ابن حجر کے مذہب کے موافق ہے کیونکہ یہ لوگ طالب تھے اور دشمن کے فوت کا اندیشہ نہ تھا۔ اور دشمن کے حملہ کا خوف تھا اس لئے حافظ نے کہہ دیا کہ تصریح نہیں ملی کہ راکباً پڑھی یا اتر کر۔ ورنہ جبکہ سے چل دیتے مگر میں بھی سمجھ جاتا ہوں فلم یعنف (ڈانٹا نہیں) اس لئے کہ ہر ایک نے اجتہاد کیا۔ واحتج الولید الخ حضور اقدس ﷺ نے جب عزوہ احزاب سے فارغ ہو کر اپنے ہتھیار اتار دیئے اور لوگوں نے غسل وغیرہ شروع کر دیا۔ تو حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے ابھی ہتھیار نہیں اتارے آپ نے فرمایا کہ کیا ارادہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا بنو قریظہ کا ارادہ ہے۔ یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ مدینہ میں اس نے مسلمانوں سے بد عہدی کی تھی۔ اور منافقانہ طریقہ سے دشمن کی مدد کی تھی۔ اس پر حضور پاک ﷺ بھی تیار ہو گئے اور اسی وقت اعلان فرمایا لا یصلین احد العصر الخ اور مسلم شریف میں جائے عصر کے ظہر وارد ہے۔ میرے والد صاحب کی توجیہ یہ ہے کہ آپ نے صلوۃ فرمایا تھا۔ جن لوگوں نے ظہر کی نماز پڑھ لی تھی انہوں نے صلوۃ عصر کی نماز مراد لی اور جنہوں نے ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی انہوں نے اس سے ظہر مراد لی۔ بہر حال اس اعلان کے بعد صحابہ میں اس جملہ کے مطلب میں اختلاف ہو گیا۔ بعض نے کہا حضور اقدس ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ نماز اسی جگہ پڑھی جائے۔ اور بعض نے کہا اعلان کا مقصود تو یہ ہے کہ لوگ جلدی اس طرف چلیں۔ لہذا اگر راستہ میں نماز پڑھ لیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی۔ اور اس سے استدلال کیا گیا کہ طالب کے لئے راکباً نماز جائز ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے رکوب کے ساتھ نماز پڑھنے پر استدلال نہیں ہے۔ کیونکہ رکوب کی تصریح نہیں ملی ممکن ہے کہ راستہ میں اتر کر پڑھ لی ہو۔

باب التَّبَكُّيرِ وَالْغُلَسِ بِالصُّبْحِ وَالصَّلَاةِ عِنْدَ الْإِغَارَةِ وَالْحَرْبِ

ترجمہ۔ صبح کی نماز میں جلدی کرنا اور اسے تاریکی میں پڑھنا اور لوٹ مار اور لڑائی کے وقت نماز کیسے پڑھی جائے

حدیث (۸۹۵) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ أَخْبَرَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى الصُّبْحُ بَغْلَسٍ ثُمَّ رَكِبَ فَقَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ خَرَبْتُ خَيْرٌ إِنَّا إِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ لَسَاءَ صَبَاحَ الْمُنْدَرَيْنِ فَخَرَجُوا يَسْعَوْنَ فِي السَّككِ وَيَقُولُونَ مُحَمَّدٌ وَالْخَمِيسُ قَالَ الْخَمِيسُ الْجَيْشُ فَظَهَرَ عَلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ الْمُقَاتِلَةُ وَسَيِّ الدَّرَارِيِّ فَصَارَتْ صَفِيَّةٌ لِدَحِيحَةَ الْكَلْبِيِّ وَصَارَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ تَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ صَدَاقَهَا عَتَقَهَا فَقَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ لِثَابِتٍ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَنْتَ سَأَلْتَ أَنْسَامًا أَمَهَرُ فَقَالَ أَمَهَرُ هَا نَفْسُهَا قَالَ فَتَبَسَّمَ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز بہت تاریکی میں پڑھی پھر سوار ہوئے اور اللہ اکبر فرمایا خیر خراب ہو گیا۔ بے شک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بڑی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ گھروں سے نکل کر گلی کوچوں میں دوڑتے تھے اور کہتے تھے محمدؐ اس کا لشکر آ گیا بہر حال جناب رسول اللہ ﷺ ان پر غالب آ گئے لڑاکا لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیا اور عورتوں چوں کو قیدی بنانے کا۔ حضرت علیؓ فی صفیہؓ حضرت دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں۔ اور بالآخر جناب رسول اللہ ﷺ کے لئے ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے اس سے نکاح کر لیا اور اس کی آزادی اس کا حق مر مقرر فرمایا۔ عبدالعزیز نے ثابت سے پوچھا کہ اے ابو محمد آپؐ نے حضرت انسؓ سے پوچھا تھا کہ آپؐ نے علیؓ فی صفیہؓ کا کیا مہر باندھا تھا۔ فرمایا ان کی ذات ان کا مہر تھا تو وہ مسکرا دیئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علما کی رائے ہے کہ امام کی غرض یہ ہے کہ جہاد میں تکبیر بعد الصلوٰۃ کنی چاہیئے اس صورت

میں بتا خیر الباء الموحدة من الکاف ہوگا۔ یعنی تکبیر اللہ اکبر کہنا اور مقصود جہاد میں مصالح کی وجہ سے تکبیر کا جواز بیان کرنا ہے۔ اور کتاب الجہاد میں جو روایت آرہی ہے کہ حضور اقدس ﷺ رفع الصوت کو جہاد میں پسند نہیں کرتے تھے وہ اس وقت ہے جبکہ رفع الصوت بلا مصلحت ہو۔ اور بعض نے تکبیر پڑھا ہے۔ یعنی سورے نماز پڑھے۔ اور غلّس عطف تفسیری ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام حارّیؒ نے ان لوگوں پر رد فرمایا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میدان جنگ میں اطمینان کے ساتھ تاخیر سے نماز پڑھے۔ حضرت امام حارّیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اطمینان ہی حاصل نہ ہو تو اوّل وقت میں پڑھ لے وہو الراجح عندی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كِتَابُ الْعِيدَيْنِ

باب مَا جَاءَ فِي الْعِيدَيْنِ
وَالْتَّجْمُلُ فِيهِمَا

ترجمہ۔ عیدین کے بارے میں جو کچھ آیا ہے اور
عیدین میں خوبصورتی اختیار کرنا۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت
عمرؓ نے گاڑھے اہریشم کا چنہ لیا جو بازار میں بک رہا تھا۔ وہ اس کو
لے کر جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش
کیا اور فرمایا یا رسول اللہ اس کو خرید لیجئے تاکہ آپؐ ان سے عید اور
وفود کے لئے خوبصورتی حاصل کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا یہ تو
ان لوگوں کا لباس ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔
حضرت عمرؓ اتنا عرصہ ٹھہرے رہے جس قدر اللہ تعالیٰ نے
ٹھہرایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے ان کی طرف اہریشم کا ایک
چبہ بھیجا جس کو حضرت عمرؓ لے کر حضور اقدس رسول اللہ ﷺ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ آپؐ نے تو
فرمایا تھا کہ یہ ان لوگوں کا لباس ہے۔ پھر آپؐ نے اسے میرے
پاس بھیج دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو بیچ کر اپنے کام میں لاؤ

حدیث (۸۹۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ قَالَ أَخَذَ عُمَرُ جُبَّةً مِنْ اسْتَرْقٍ
تَبَاعُ فِي السُّوقِ فَأَخَذَهَا فَاتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْتَغْ هَذِهِ تَجْمَلُ بِهَا لِلْعِيدِ
وَالْوُفُودِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ
مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ فَلَبِثَ عُمَرُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَلْبِثَ ثُمَّ
أَرْسَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِجُبَّةٍ دِيْبَاجٍ فَأَقْبَلَ بِهَا
عُمَرُ فَاتَى بِهَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّكَ قُلْتَ إِنَّمَا هَذِهِ لِبَاسُ مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ وَأَرْسَلْتَ
إِلَيَّ بِهَذِهِ الْجُبَّةِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تَسْمِعُهَا
وَتَصِيبُ بِهَا حَاجَتَكَ... الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ عید کہنے کی وجہ تم پڑھ ہی چکے ہو چونکہ عوائد اور نعمائے الہیہ کی کثرت ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو

عید کہتے ہیں۔ اور بعض نے اسے تفاعلاً عید کہا ہے۔ ۲ ھ میں اس کی مشروعیت ہوئی۔ عیدین کی نماز ہمارے یہاں واجب ہے۔ اور شوافع اور مالکیہ کے نزدیک سنت ہے اور حنبلیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور عیدین کا ذکر کتاب الجمعہ کے بعد کر دینا واضح ہے باب ماجاء فی العیدین الخ میں اس کے متعلق باب یلبس احسن مایجد میں بیان کر چکا ہوں کہ امام بخاری نے سیاق ترجمہ بدل کر اشارہ فرما دیا کہ جمعہ میں نئے کپڑے ہونا ضروری نہیں صرف صاف ہونا کافی ہے لیکن اگر عیدین میں نئے بنائے تو کوئی حرج نہیں۔

باب الْحِرَابِ وَالْدَّرْقِ يَوْمَ الْعِيدِ ترجمہ۔ عید کے دن ہر چھا اور ڈھال کا رکھنا کیسا ہے

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ میرے پاس تشریف لائے کہ میرے پاس دو لڑکیاں جنگ بعاث کے گیت گارہی تھیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ چہرہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے تو مجھے ڈانٹا کہ شیطان کے باجے اور گانے جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس۔ جناب رسول اللہ ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ان کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو جب حضور اقدس ﷺ ہم سے بے پرواہ ہوئے تو میں نے لڑکیوں کی چٹکی کاٹی وہ جلدی جلدی نکل گئیں چونکہ وہ عید کا دن تھا۔ سوڈانی غلام ڈھال اور برہمچے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ پس یا تو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی یا حضور انور ﷺ نے خود فرمایا کہ کیا تم یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو۔ میں نے عرض کی ہاں! چنانچہ آپ نے مجھے

حدیث (۸۹۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَائِشَةَ

قَالَتْ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ وَعِنْدِي جَارِيَتَانِ يُغَنِّيَانِ بِغِنَاءٍ بُعَاثٌ فَاصْطَبَعَ عَلَى الْفَرَاشِ وَحَوْلَ وَجْهَهُ وَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَانْتَهَرَنِي وَقَالَ مَرْمَارَةُ الشَّيْطَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَقْبَلَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ دَعُهُمَا فَلَمَّا غَفَلَ غَمَزْتُهُمَا خَرَجَتَا وَكَانَ يَوْمَ عِيدٍ يَلْعَبُ السُّودَانُ بِالْدَّرْقِ وَالْحِرَابِ فَمَا سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا قَالَ تَشْتَهَيْنِ نَظْرِي فَقُلْتُ نَعَمْ فَأَقَامَنِي وَرَأَاهُ خَدِي عَلَى خَدِهِ وَهُوَ يَقُولُ دُونَكُمْ يَا بَنِي أَرْفَدَةَ حَتَّى إِذَا مِلْتُ قَالَ لِي حَسْبُكَ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَاذْهَبِي.. الحديث..

اپنے پیچھے کھڑا کیا کہ میرا رخسارہ حضور انور ﷺ کے رخسارہ پر تھا۔ اور آپؐ فرما رہے تھے کہ اے بنی ارفدہ اپنا کام جاری رکھو یہاں تک کہ جب میں اس کا گئی تو آپؐ نے مجھے فرمایا بس تجھے کافی ہے میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے فرمایا اب چلو۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حراب حرب کی جمع ہے اس کے معنی برہمچے کے ہیں اور درق درقہ کی جمع ہے اس کے معنی ڈھال کے

ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ پر مایکروہ من حمل السلاح آ رہا ہے۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ یہ جواز غیر حالت خوف کے وقت ہے اور کراہت حالت

خوف میں ہے اور میرے نزدیک یہ غرض نہیں۔ میں اپنی غرض آگے بیان کروں گا۔ فاضطجع علی الفراش الخ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو اس کا جواز اور دوسرے اس کی عدم اولویۃ کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے چرمبارک پھیر رکھا تھا۔ غرض مایکروہ من حمل السلاح میں آ رہی ہے۔

بابُ سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ

ترجمہ۔ اسلام والوں کے لئے عیدین کا طریقہ

ترجمہ۔ حضرت بدراء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا۔ کہ فرماتے تھے پہلی وہ چیز جس کی ہم اس دن عید کے ابتداء کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں اس کے بعد واپس آکر قربانی کریں جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا۔

حدیث (۸۹۸) حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ اسْمَاعِيلَ عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ مِنْ يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَسْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا. الْحَدِيثُ ..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس میرے باپ ابو بکر صدیقؓ اس وقت تشریف لائے کہ انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں وہ اشعار گارہی تھیں جو انصار نے جنگ بعاث کے بارے میں انصار نے ایک دوسرے کے بارے میں کہے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ لڑکیاں کوئی خاص گانے والیاں نہیں تھیں۔ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا شیطان کے باجے جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں۔ یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ اور واقعہ عیدین کے دن کا ہے۔ تو جناب

حدیث (۸۹۹) حَدَّثَنَا عُيَيْدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُنْدِي جَارِيَتَانِ مِنْ جَوَارِي الْأَنْصَارِ تَغْنِيَانِ بِمَا تَقَاوَلَتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بَعَاثَ قَالَتْ وَلَيْسَتَا بِمَغْنِيَتَيْنِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ "إِبْمَزْ أَمِيرُ الشَّيْطَانِ فِي بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ" وَذَلِكَ فِي يَوْمٍ عِيدٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيدٌ وَهَذَا عِيدُنَا. الْحَدِيثُ ..

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر! ہر قوم کیلئے عید ہوتی ہے جس دن وہ خوشیاں مناتے ہیں یہ ہمارا عید کا دن ہے تو ان کو خوشیاں منانے دو

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ من جوارى الانصار تغنيان الخ صفحہ ۱۷۱/۱۳۰ یہ الفاظ اس لئے بڑھائے گئے تاکہ

معلوم ہو جائے کہ وہ لڑکیاں پیشہ ور گانے والی نہیں تھیں اور اس سے اس طرف بھی اشارہ کرنا ہے کہ بڑے لوگوں کی عورتوں اور بچیوں کے لئے گانا اس وقت جائز ہے جبکہ اس میں مفسدہ نہ ہو۔ مثلاً محارم کی طرف نظر کرنا۔ یا حرام شہوت۔ یا عبادات کا فوت ہونا۔ یا آلات محرمہ میں سے کسی کو استعمال میں لایا جائے۔ جیسے سارنگی۔ طبلہ۔ وغیرہ یا ایسے مضامین کا ذکر اشعار میں کیا جائے جو شرعاً جائز نہیں ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ گانے کی حرمت لہیرہ ہے لہفہ نہیں ہے۔ فقہاء نے جو گانے جانے سے منع کیا ہے وہ فتنہ کا دروازہ بند کرنے کے لئے کیا ہے۔ ورنہ فی نفسہ غناء جائز اور امر مباح ہے۔

ہذا عیدنا صفحہ ۱۹/۱۳۰ مؤلفؒ نے اس حدیث کو اس باب میں لا کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عید کے دن تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ مباح مثلاً کھیل۔ شغل اور دل لگی کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یا تو سنت سے مراد مسنون ہے یعنی اہل اسلام کیلئے عیدین میں مسنون طریقہ کیا ہے۔ یا سنت کے معنی طریقہ کے ہیں۔ یعنی عیدین میں اہل اسلام کا طریقہ بیان کرنا ہے۔ اگر معنی اول مراد لئے جائیں تو روایت اولیٰ موافق ترجمہ ہوگی لیکن دوسری روایت باب کے موافق نہ ہوگی اور اگر معنی ثانی مراد لیں تو روایت ثانیہ باب کے موافق ہے لیکن اولیٰ نہیں لہذا کسی صورت میں دونوں روایات باب سے مناسبت نہیں رکھتیں۔ اگر معنی ثانی یعنی مصدری معنی مراد ہوں تو باب کی غرض سے ترمذی شریف کی اس روایت کی تائید مقصود ہوگی جس میں یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے دیکھا کہ کفار کے سال بھر میں دو دن عید کے ہیں ایک یوم نیروز اور مہر جان۔ تو حضور اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے لئے عید الفطر اور عید الاضحیٰ مقرر فرمائے۔ روایت ثانیہ تو بالکل ظاہر ہے اس کے معنی موافق ہے۔ روایت اولیٰ اور ثانیہ میں جو اس طرح ہو گا کہ عید وہی معتبر ہے جس میں نماز بھی ہو۔ اگر معنی اول مراد ہوں تو ثانیہ کی تاویل یہ ہے کہ سرور بھی عید کے طریقوں میں سے ہے۔ اور ایک طریقہ جمع کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنت کے دونوں معنی مراد ہوں عموم مشترک یا عموم مجاز کے طور پر۔

یوم بعثت یہ انصار کی ایک لڑائی ہے۔ جو ایک سو پچیس برس تک شعلہ زن رہی۔ اس لڑائی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک قبیلہ کے کسی آدمی نے دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کی اونٹنی کا دودھ بلا اجازت نکال لیا تھا۔ دوسرے نے اس دودھ دینے والی اونٹنی کا تھن کاٹ لیا اس طرح ایک دوسرے سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اور بھائی قاعدہ یہ ہے کہ خدا شرے برا انگیزہ راں خیرے نہاں باشد۔ اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں بڑے بڑے سردار سب ختم ہو گئے قتل کر دیئے گئے۔ اور جب ان کو نبی آخر الزمان کی بعثت کا علم ہوا اور حضور اقدس ﷺ مبعوث ہو گئے تو انصار کا قبیلہ جلدی جلدی مسلمان ہونے لگا اور دوسری بات انصار کی کثرت اسلام کی یہ ہوئی کہ یہود و انصار میں اسلام سے پہلے کشاکش تھی۔ یہود کہا کرتے تھے کہ ہم نبی آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری گوش مالی کریں گے۔ لیکن جب انصار کو حضور اکرم ﷺ کی بعثت کی خبر ہوئی تو جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔

فقال ابو بکر من امیر الشیطان یہاں اشکال یہ ہے کہ اگر یہ سماع جائز تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے نکیر کیوں کی۔ اگر ناجائز تھا تو پھر حضور اقدس ﷺ نے کیوں گانے دیا۔ اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے منع کرنے کے باوجود بھی باقی رکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اصل میں یہ گانا ناجائز تھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان اشعار میں جنگی کارنامے تھے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے

یہ سوچ کر کہ لوگ اس کو غلط بات کا ذریعہ بنالیں گے اور اس سے استدلال کریں گے۔ لہذا منع فرمادیا۔ بعض لوگوں نے اس سے قوالی کے جواز پر استدلال کیا ہے کہ اس کے اندر بھی ناجائز نہیں ہوتا لیکن یہ کسی بھی طرح درست نہیں۔ کیونکہ یہاں ناجائز چیزوں کے ساتھ تھا اور چوں کہ آپس کے کھیل میں تباح ہو تا ہے۔ نیز! جب محرم اور مبیع میں تعارض ہو جائے تو محرم روایات کو ترجیح ہوتی ہے۔ نیز! دوسری بعض روایات میں ان دونوں گانے والی بچیوں کے متعلق تصریح ہے کہ لیست بمعینین کہ در حقیقت وہ گانے والیاں نہیں تھیں۔

باب الْأَكْلِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ ترجمہ۔ نکلنے سے پہلے عید فطر کے دن کھانا چاہیے

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن اس وقت تک صبح سویرے نہیں جاتے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نہ کھالیں۔ دوسری سند میں ہے کہ وہ کھجور جن کو کھاتے تھے وہ طاق ہوتی تھی۔

حدیث (۹۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يُغْدُوا يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ وَقَالَ مُرَجَّى بْنُ رَجَاءٍ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ وَيَا كُلْهُنَّ وَتَرَا... الحديث

تشریح از قطب گنگوہی۔ باب الاکل یوم النحر صفحہ ۲۳/۱۳۰ قربانی کے دن کھانے پینے میں زیادتی کوئی حرج نہیں۔ بلکہ جو شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ پہلا کھانا جو اس کے پیٹ میں پہنچے وہ اس کی قربانی کا گوشت ہو نا چاہیے۔ حدیث کو ترجمہ الباب سے مناسبت اس طرح ہوئی کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوہریرہؓ کے کھانے اور کھلانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ قربانی کے جانور کو نماز ادا کرنے سے پہلے ذبح کرنے پر اعتراض کیا۔ اگر کھانے میں کوئی کراہت ہوتی تو آپؐ اس پر بھی ضرور رد فرماتے۔ جب کہ آپؐ نے اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ آپؐ کے سامنے اس نے صبح کو کھالینا اور ہمسایوں کو کھلانے کا ذکر فرمایا اور اس فائدہ کا ذکر کیا جس نے ان کو جلدی جانور ذبح کرنے پر آمادہ کیا۔ تو آپؐ کی طرف سے تقریر ہو گئی کہ نماز سے پہلے کسی چیز کا کھالینا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ البتہ قربانی وغیرہ کی تقدیم نہ کرے۔ اور جو قربانی کرنا چاہتا ہو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہ کھا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ مسئلہ ائمہ کرام میں متفق علیہا ہے کہ عید الفطر کے روز نماز کے لئے جانے سے پہلے کچھ کھجوریں کھانی مسنون ہیں۔ اور یہ بھی مسنون ہے کہ وہ طاق ہوں یعنی ایک تین یا پانچ وغیرہ۔

باب الْأَكْلِ يَوْمَ النَّحْرِ ترجمہ۔ قربانی کے دن کب کھانا چاہیے

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے نماز عید سے پہلے ذبیح کر لیا پس وہ اس کا اعادہ کرے۔ ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا حضرت یہ دن تو وہ ہے جس میں گوشت کی خواہش کی جاتی ہے اور کچھ ہمسایوں کا ذکر بھی کیا۔ تو گویا کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی اس آدمی نے کہا حضرت میرے پاس بحری کاچہ سال سے کم کا ہے جو میرے نزدیک دو بحریوں کے گوشت سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے

اس کو ذبیح کرنے کی رخصت دے دی۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ یہ رخصت اس کے ماسوا و سروں کو بھی پہنچی یا کہ نہ پہنچی۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے قربانی کے دن بعد نماز کے ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا جس نے ہماری نماز جیسی نماز پڑھی ہماری قربانی جیسی قربانی دی۔ پس ٹھیک نسک (قربانی) کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے ذبیح کیا تو وہ نماز سے پہلے ہے۔ وہ کوئی قربانی نہیں ہے تو حضرت ابو بردہ بن نیارؓ جو حضرت براءؓ کے ماموں تھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ میں نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہے اور میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ دن کھانے پینے کا ہے اور میں نے پسند کیا کہ میری بحری پہلی بحری ہو جو میرے گھر میں ذبیح کی جائے۔ چنانچہ میں نے اپنی بحری ذبیح کر دی اور نماز میں آنے سے پہلے میں نے صبح کا کھانا کھالیا فرمایا یہ تیری بحری گوشت کی بحری ہے تو اس نے کہا یا رسول اللہ ہمارے پاس ہمارا ایک بڑا عالاہ ہے جو ایک سال سے کم عمر کا ہے جو میرے نزدیک دو بحریوں سے زیادہ

حدیث (۹۰۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَنِ الْأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِدْ لِقَامِ رَجُلٍ فَقَالَ هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ وَذَكَرَ مِنْ جَيْرَانِهِ فَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ صَدَقَهُ قَالَ وَعِندِي جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاكِي لَحْمٍ كَرِخَصٍ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَلَا أَدْرِي أَبْلَغْتَ الرَّحْصَةَ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا...

حدیث (۹۰۲) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي بَرْزَاءٍ عَنْ عَنِ الْأَنْسِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْأَضْحَى بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَوَاتَنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسُكَ لَهُ فَقَالَ أَبُو بَرْزَاءُ بْنُ نِيَارٍ خَالَ بَرَاءٍ يَارَسُولَ اللَّهِ فَإِنِّي نَسَكْتُ شَاكِي قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعَرَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ أَكْلِ وَشُرْبٍ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَكُونَ شَاكِي أَوَّلَ شَأْنٍ تَذْبَحُ فِي بَيْتِي فَلَذَبَحْتُ شَاكِي وَتَغَدَّيْتُ قَبْلَ أَنْ أَتِيَ الصَّلَاةَ قَالَ شَاكِي شَاكٍ لَحْمٍ فَقَالَ يَارَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ عِنْدَنَا عَنَاقًا لَنَا جَذَعَةٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاكِيْنِ الْفَجْزِيِّ عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَكِنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بِعَدْلِكَ.....

محبوب ہے کیا وہ میری طرف سے کافی ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں لیکن تیرے بعد کسی کو کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ فانہ قبل الصلوۃ الخ صفحہ ۱۱۳۱ میں لازم کو ملزوم کی جگہ رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قربانی کا وقت نماز ادا کرنے کے بعد ہے۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی تو وہ قربانی قبل از وقت واقع ہوگی۔ کیونکہ اس کا وقت نماز کے بعد ہے۔ تو یہ قربانی غیر معتبر ہوگی۔ کیونکہ یہ قبل از نماز واقع ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام بخاریؒ نے باب سابق باب الاکل یوم الفطر میں جو روایت ذکر فرمائی ہے وہ جمہور کے موافق ہے۔ اور یہ باب الاکل یوم النحر ہے۔ اور اس میں فقہاء قاطبہ کا یہ مذہب ہے کہ عید کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھائے۔ بلکہ نماز پڑھ کر اپنی قربانی میں سے کھائے۔ اس میں امام بخاریؒ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے عید کی نماز سے قبل ذبیح کی اور کھایا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی اس کے بدلہ انہوں نے دوسری قربانی دی۔ اب امام بخاریؒ کی اس سے غرض کیا ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے خلاف یہ فرما رہے ہیں کہ نماز عید سے پہلے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور اس ابو بردہؓ کی روایت سے ان کا استدلال اس طرح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے کھانے پر کچھ نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ قربانی نہیں ہوئی۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ جمہور کے ساتھ ہیں اور استدلال یوم یشتہی فیہ اللحم سے ہے اور طریق استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس دن گوشت کی خواہش ہوتی ہے اور گوشت عید کے دن قربانی ہی کا ہوتا ہے اور قربانی بعد الصلوۃ ہوتی ہے اور حضرت ابو بردہ بن نیارؓ نے جو ذبیح فرمایا تھا وہ محض عدم علم کی وجہ سے ہوا تھا فلا ادری ابلفت الرخصہ یہ کس راوی کا مقولہ ہے حضرت انسؓ یا ابن سیرینؓ کا نہیں ہے اور یہ تردید انہی راوی کو ہے ورنہ روایت میں تصریح ہے کہ یہ حکم انہی صحابی کے ساتھ خاص ہے لن تجزی عن احد بعدک یہ وہ تصریح آگئی۔

باب الْخُرُوجِ إِلَى الْمَصَلَّى بِغَيْرِ مَنِيٍّ ترجمہ۔ بغیر منبر کے عید گاہ کی طرف جانا۔

ترجمہ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں عید گاہ کی طرف نکلتے تھے پس پہلی چیز جس سے اہتمام کرتے وہ نماز تھی۔ پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد پھر کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے اور لوگ اسی طرح اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے پس حضور ﷺ ان کو نصیحت کرتے وصیت فرماتے اور ان کو حکم دیتے اگر کسی فوجی دستہ کو الگ کر کے کہیں بھیجنے کا ارادہ ہوتا تو اس کو الگ کر لیتے یا کسی چیز کا حکم کرنا ہوتا تو اس کا حکم دیتے پھر چلے جاتے۔

حدیث (۹۰۳) حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْخ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمَصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَفْعَلُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى خُصُوفِهِمْ فَيُعْظَمُهُمْ وَيُؤْصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ فَإِنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهُ أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَلَمْ يَزَلِ النَّاسُ

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں معاملہ اسی طرح رہا۔ یہاں تک میں مروان امیر مدینہ کے ہمراہ عید قربان یا عید فطر میں نکلا پس ہم عید گاہ تک پہنچے تو دیکھتا کیا ہوں کہ کثیر بن الصلت نے ایک منبر بنا رکھا ہے چنانچہ مروان نماز پڑھنے سے پہلے اس منبر پر چڑھنا چاہتے تھے۔ میں نے اس کو کپڑے سے کھینچا اس نے مجھے کھینچا پس منبر پر چڑھ گیا اور نماز سے پہلے خطبہ دیا میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی قسم تم لوگوں نے تبدیلی کر دی۔ اس نے کہا اے ابو سعید جو آپ جانتے ہیں وہ حکم چلا گیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم جو میں جانتا ہوں وہ اس سے بہتر ہے جو میں نہیں جانتا۔ کہنے لگا

عَلَى ذَلِكَ حَتَّى خَرَجْتُ مَعَ مَرْوَانَ وَهُوَ امِيرُ الْمَدِينَةِ فِي أَصْحَى أَوْ فِطْرٍ فَلَمَّا آتَيْنَا الْمُصَلَّى إِذَا مِنْبَرٌ بَنَاهُ كَثِيرُ بْنُ الصَّلْتِ فَذَا مَرْوَانُ يُرِيدُ أَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ أَنْ يُصْرِي فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِي فَأَرْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيْرْتُمْ وَاللَّهِ فَقَالَ يَا أَبَا سَعِيدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا أَعْلَمُ خَيْرٌ مِمَّا لَا أَعْلَمُ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يُجْلِسُونَ لَنَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ.. الحديث..

کہ لوگ نماز کے بعد ہمارے لئے نہیں بیٹھتے تھے اسلئے میں نے اس خطبہ کو نماز سے پہلے کر لیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت امام حارثیؒ کی غرض ابو داؤد کی اس روایت پر ذکر کرنا ہے جس میں یہ ہے کہ مروان نے حکم دیا کہ منبر عید گاہ میں لے جا کر نصب کیا جائے۔ تو امام حارثیؒ نے بتلادیا کہ حضور اقدس ﷺ عید گاہ میں بغیر منبر کے تشریف لے گئے۔ فیقوم مقابل الناس اس سے امام حارثیؒ نے منبر کے نہ ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ اگر منبر ہوتا تو قیام مقابل الناس نہ ہوتا۔ بلکہ اوپر قیام ہوتا۔ فان کان یزید ان یقطع بعنا اس لئے کہ لوگ مجتمع ہوتے تھے۔ لہذا حضور انور ﷺ وہیں فوجی دستہ تشکیل فرماتے تھے۔ حتی خرجت مع مروان بنو امیہ کے زمانے میں مروان نے عیدین میں دو تعمیر کئے ایک تو یہ کہ عید گاہ میں منبر لے گیا۔ دوسرے یہ کہ عید کا خطبہ بعد میں ہوتا تھا اس کو نماز سے پہلے کر دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے اتباع اور اہل بیت کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اور مسلمان اس کو سننا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے وہ چپکے چپکے وہاں سے اٹھ کر چل دیا کرتے تھے۔ اور اس کا خطبہ نہیں سنتے تھے۔ مروان نے جب دیکھا کہ جن کو سننا اصل ہے وہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں تو اس نے خطبہ کو نماز سے مقدم کر دیا کہ اب تو مجبور ہو کر نماز کے انتظار میں رُک رہیں گے۔ اور ان کی لغویات سنیں گے۔ فقد ذهب ما تعلم یعنی اب وہ زمانہ نہیں رہا اب مصلحت یہی ہے کہ قبل الصلوة خطبہ دیا جائے۔

ترجمہ۔ عید کی طرف پیدل اور سوار ہو کر جانا جائز ہے۔ عید بغیر اذان اور اقامت کے ہوگی۔

باب الْمَشْيِ وَالرُّكُوبِ إِلَى الْعِيدِ
بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ۔

حدیث (۹۰۴) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْجَزَامِيُّ (النخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّي فِي الْأَصْحَى وَالْفِطْرِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدَ الصَّلَاةِ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قربانی اور فطر میں پہلے نماز پڑھتے تھے نماز کے بعد خطبہ دیتے تھے۔

حدیث (۹۰۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ قَالَ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ عَبَّاسٍ أَرْسَلَ إِلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ فِي أَوَّلِ مَا بُويعَ لَهُ أَنَّهُ يُكُنُّ يَوْمَ ذُنْ بِالصَّلَاةِ يَوْمَ الْفِطْرِ وَأَتَمَّ الْخُطْبَةَ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَأَخْبَرَنِي عَطَاءُ بْنُ عَبَّاسٍ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا يَوْمَ الْأَصْحَى وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَقُولُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بِأَسْطِ كُوبِهِ تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةٌ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَتَرَى حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ الْآنَ أَنْ يَأْتِيَ النِّسَاءَ فَيَذَكَرَهُنَّ حِينَ يَقْرَأُ قَالَ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَالَهُمْ أَنْ لَا يَفْعَلُوا (الحديث)

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے تو خطبہ سے پہلے نماز سے ابتدا فرمائی۔ نیز حضرت عطاءؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی طرف پہلے پہل جب ان کی بیعت کی گئی تو پیغام بھیجا کہ عید الفطر کے دن نماز کے لئے اذان نہیں کہی جاتی تھی۔ اور خطبہ بھی نماز کے بعد ہوتا تھا۔ نیز پھر حضرت عطاءؓ دونوں حضرات یعنی حضرت ابن عباسؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں دنوں میں اذان نہیں ہوتی تھی۔ اور صرف حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے تو نماز سے ابتدا کی اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ اور ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ حضرت بلالؓ کے ہاتھ پر سہارا لیا ہوا تھا اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑا پھیلانے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں تو راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاءؓ سے کہا کہ کیا اب بھی امام کے ذمہ ضروری ہے کہ وہ

عورتوں کے پاس آکر انہیں نصیحت کریں جبکہ نماز سے فارغ ہو جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ ان کی ذمہ داری تو ہے لیکن ان کو کیا ہو گیا کہ اب وہ ایسا نہیں کرتے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ارسل الی ابن الزبیر الخ صفحہ ۱۵۱۳۱ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت ابن الزبیر صغیر سن تھے۔ تو حضرت ابن عباسؓ کو خطرہ لاحق ہوا کہ عدم علم کی وجہ سے کہیں سنت کی مخالفت نہ کر دیں۔ اس لئے ان کو اس حدیث کی اطلاع کر دی۔ باب من حمل السلاح الخ صفحہ ۳۱۳۲۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ترمذی شریف میں ہے کہ المشی علی الاقدام فی العیدین افضل ہے۔ اس پر رد کرتا ہے۔ اور رد اس طرح فرمادیا کہ حدیث میں ہے خروج یوم الفطر اور خروج عام ہے۔ را کہا ہوا ماشیا اور یہ اقرب ہے۔ اور بعض علماء کی رائے ہے کہ امام بخاریؒ کے اصول میں ہے کہ جب ترجمہ میں چند چیزیں ذکر فرمائیں اور کسی ایک کی روایت ذکر نہ فرمائیں تو وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت نہیں۔ یہاں امام بخاریؒ نے رکوب کی کوئی روایت ذکر نہیں فرمائی جو رکوب پر صریحہ دلالت کرے۔ لہذا گویا وہ امام بخاریؒ کے نزدیک ثابت ہی نہیں۔ اس صورت میں ترمذی کی روایت کی تائید ہوگی۔ اور میری رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے رکوب پر بتو کا علی بد ہلال سے استدلال فرمایا ہے۔ کیونکہ ہاتھ پر فلک لگانا سواری ہے بجھے ایک کھیل کھیلا کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو بجھے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور تیسرا بجھا اپنی ٹانگ ان دونوں کے ہاتھ پر رکھتا ہے۔ اور دونوں کے مونڈھے پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر سب بجھے چلتے ہیں اور اس کو باری دینا کہتے ہیں۔ تو کیا عجب ہے کہ امام بخاریؒ نے ایک فطری چیز سے استدلال فرمایا ہو۔

والصلوة قبل الخطبة بغیر اذان واقامة یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ عیدین میں اذان اور اقامہ نہیں ہے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے زمانے میں اختلاف تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ میں اذان دلوایا کرتے تھے۔ تو ابن عباسؓ نے ان پر رد فرمادیا۔ پھر بعد میں یہ دستور ختم ہو گیا۔ اور عیدین میں اذان اور اقامہ اس لئے نہیں ہوتی کہ یہ دونوں فرائض کے ساتھ خاص ہیں۔ اور عیدین فرائض نہیں ہیں۔ البتہ ایک اختلاف یہ ہے کہ عیدین کے دن الصلوۃ جامعہ کا اعلان کر سکتے ہیں یا نہیں۔ شافعیہؒ کے نزدیک اعلان اولیٰ ہے۔ اور شرح ترمذی میں عراقی نے وجوب نقل کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس کے جواز پر اتفاق نقل کر دیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں۔ حنبلیہؒ اس کو خلاف سنت لکھتے ہیں کہ موفق نے مغنی میں اس طرح نقل کیا ہے۔ قاضی نے مالکیہ میں سے اس کو جائز لکھا ہے۔ مگر مالکیہؒ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اور بعض خلاف اولیٰ لکھتے ہیں۔ اور مجھے اپنی کتابوں میں اس مسئلے میں کوئی تصریح نہیں ملی۔ جو جائز کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ بغیر اذان والاقامت میں داخل نہیں۔ جو منع کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اپنے اطلاق کی وجہ سے اس کو بھی شامل ہے۔

ترجمہ۔ عید کے بعد خطبہ ہونا چاہیے

باب الْخُطْبَةِ بَعْدَ الْعِيدِ

حدیث (۹۰۶) حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ النَّحْدَعِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ ترجمہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں عید میں حاضر ہوا

قَالَ شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَكُلُّهُمْ كَانُوا يَصْلُونَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ

الحديث...

جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ سب کے سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے

حدیث (۹۰۷) حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ (الخ) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَيُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خطبہ سے پہلے عیدین یعنی دونوں عیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۰۸) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ (الخ) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى يَوْمَ الْفِطْرِ رَكَعَتَيْنِ لَمْ يَصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلْنَ يُلْقِينَ تُلْقِي الْمَرْأَةُ خُرْصَهَا وَسِخْرِيهَا.. الحديث...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے عید فطر کی نماز دو رکعت پڑھی۔ نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کوئی نماز پڑھی۔ پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے جبکہ حضرت بلالؓ آپ کے ہمراہ تھے تو عورتوں کو صدقہ کرنے کا حکم دیا پس انہوں نے مال ڈالنا شروع کیا حتیٰ کہ عورتیں اپنی بالیاں اور ہار بھی ڈالتی تھیں۔

حدیث (۹۰۹) حَدَّثَنَا أَدُمُ (الخ) عَنِ الْبَرَاءِ ابْنِ عَزَابٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ أَوَّلَ مَا بُدِئَ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ أَصَابَ سُنتَنَا وَمَنْ نَحَرَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلَنَّمَا هُوَ لَحْمٌ قَدَّمَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ النَّسِكَ فِي شَيْءٍ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نَبَارٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ذُبَحْتُ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ مِنْ مُسِنَّةٍ قَالَ اجْعَلْهُ مَكَانَهُ وَلَنْ تَوَلِّيَ أَوْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اس عید کے دن میں ہم سب سے پہلے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر واپس آکر قربانی کرتے ہیں جس نے ایسا کیا وہ ہمارے طریقے کو پہنچا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا تو یہ ایک گوشت ہے جو اس نے گھروالوں کے لئے پہلے کیا۔ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو انصار کے ایک آدمی جس کو ابو بردہ بن نبارؓ کہا جاتا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو ذبح کر چکا ہوں اور میرا پاس ایک سال سے کم عمر کا بڑغالہ ہے جو سال والے سے بہتر ہے۔ فرمایا اس کو اس کی جگہ ذبح کر دو مگر یہ آپ کے بعد کسی کے لئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب خاص طور سے اس لئے باندھا کہ بنو امیہ اپنے زمانہ میں نماز عید سے پہلے جمعہ کی طرح خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو اس خوف سے کہ کہیں یہ طریقہ نہ بن جائے محدثین خاص طور سے اس پر رد کرنے کیلئے باب باندھتے ہیں۔ تلقی المرأة فرصھا و سخابھا یہ روایت عورتوں کے لئے زیورات ہانے کی دلیل ہے۔ یوم العید کے خطبہ کی روایات میں بہت سے زیوروں کا ذکر ملے گا۔

ترجمہ۔ عید کے دن اور حرم پاک میں ہتھیاروں کا اٹھانا مکروہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ عید کے دن مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے روک دیا گیا۔ مگر ہاں اگر انہیں کسی دشمن کا خطرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔

باب مَا يَكْرَهُ مِنْ حُمْلِ السِّلَاحِ فِي الْعِيدِ وَالْحَرَمِ وَقَالَ الْحَسَنُ نَهْوٌ أَنْ يَحْمِلُوا السِّلَاحَ يَوْمَ الْعِيدِ إِلَّا أَنْ يَخَافُوا عَدُوًّا۔

ترجمہ۔ حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عمرؓ کے ہمراہ تھا جس دن نیزے کی بھال ان کے تلوے میں چھپی جس کی وجہ سے ان کا پاؤں رکاب میں چٹ گیا تو میں نیچے اتر اور اس کو کھینچا۔ یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا۔ حجاج بن یوسف کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو وہ آپ کی ہمار پرسی کے لئے آیا تو حجاج نے کہا کہ کاش مجھے اس شخص کا علم ہو جاتا جس نے آپ کو یہ تکلیف پہنچائی تو حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ تم ہی نے یہ تکلیف مجھے پہنچائی ہے اس نے کہا یہ کیسے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ آپ نے ہی اس دن ہتھیار اٹھائے جس دن میں ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے اور تو ہی نے حرم کے اندر ہتھیاروں کو داخل کیا حالانکہ حرم پاک میں ہتھیار داخل نہیں کئے جاتے تھے۔

حدیث (۹۱۰) حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَى (الْح) عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ حِينَ أَصَابَهُ سَنَانُ الرُّمَحِ فِي أَخْمَصِ قَدَمِهِ فَلَزَقَتْ قَدَمُهُ بِالرُّكَابِ فَتَزَلَّتْ فَتَزَعَّتْهَا وَذَلِكَ بِمِنَى قَبْلَ الْحَجَّاجِ فَجَاءَ يَعُودُهُ فَقَالَ الْحَجَّاجُ لَوْ نَعْلَمُ مَنْ أَصَابَكَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ أَنْتَ أَصَبْتَنِي قَالَ وَكَيْفَ قَالَ حَمَلْتَ السِّلَاحَ فِي يَوْمٍ لَمْ يَكُنْ يُحْمَلُ فِيهِ وَأَدْخَلْتَ السِّلَاحَ الْحَرَمَ وَلَمْ يَكُنِ السِّلَاحُ يُدْخَلُ فِي الْحَرَمِ .. الحديث ..

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ روایت نے امام بخاریؒ نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ عید کا دن ازدحام کا دن ہے۔ ایسی حالت میں

ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔ ایسے ازدحام جہاں بھی ہوں گے وہاں ہتھیار لے کر چلنا مکروہ ہوگا۔

وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ صَفْحَ ۱۰/۱۳۲ ممکن ہے یہ مقولہ عبد اللہ بن بسر کا ہو۔ معنی یہ ہوں گے کہ یہ وقت جس میں وہ آج

داخل ہوئے۔ عید گاہ سے واپس آنے کے بعد یہ ہمارے گھروں میں نوافل پڑھنے کا وقت ہوتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اس شخص کا کلام ہو جس نے عبداللہ بن مسر سے نقل کیا اور ان سے تحمل روایت کیا ہے۔ تو اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جبکہ تمہاری نفلی نماز کا وقت تھا جس کو تم ضعی کے وقت پڑھتے تھے۔ لیکن پہلے معنی بہتر ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت سعیدؓ فرماتے ہیں کہ حجاج حضرت

ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ میں بھی ان کے پاس تھا اس حجاج نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں فرمایا ٹھیک ہوں۔ کہا کہ یہ تکلیف آپ کو کس نے پہنچائی۔ فرمایا مجھے یہ تکلیف اس نے پہنچائی جس نے اس دن ہتھیار اٹھانے کا حکم دیا۔ جس دن ہتھیار اٹھانا حلال نہیں ہے۔ یعنی حجاج نے سب کچھ کیا۔

حدیث (۹۱۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلَ الْحَجَّاجُ عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَأَنَا عِنْدَهُ قَالَ كَيْفَ هُوَ قَالَ صَالِحٌ فَقَالَ مَنْ أَصَابَكَ قَالَ أَصَابَنِي مَنْ أَمَرَ بِحُمُلِ السَّلَاحِ فِي يَوْمٍ لَا يَحِلُّ فِيهِ حُمْلُهُ يَعْنِي الْحَجَّاجُ۔

الحدیث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ ایک ورق پہلے ایک باب گزرا ہے باب الحراق والدرق یوم العید وہاں میں نے یہ کہا تھا کہ

اگلے باب پر کلام کروں گا یعنی اس باب میں گذشتہ ترجمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے عید کے دن اہل سوڈان کو ہتھیاروں سے کھیلنے کی اجازت دی اور اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرم اور عیدوں میں ہتھیار لے جانا مکروہ ہے ان دونوں میں تعارض ہو گیا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ پہلی حالت امن پر محمول ہے۔ اور یہ باب حالت خوف پر محمول ہے یعنی جبکہ بد امنی وغیرہ کا اندیشہ ہو۔ لیکن میرے نزدیک یہ غرض نہیں ہے۔ بلکہ باب سابق کی کہ عید کے دن اظہار سرور کے طور پر مسجد سے باہر کھیلنا مندوب ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے اجازت دی ہے اور اس باب کی غرض یہ ہے کہ عید کی نماز کو جاتے ہوئے یا حرم میں مجمع کے وقت ہتھیار لے جانا ضرورت مکروہ ہے اب دونوں میں فرق ہو گیا۔ وہاں تو یوم العید کا ذکر تھا اور یہاں ذہاب الی المصلیٰ وفی الحرم کا ذکر ہے اور شرح نے امن و خوف سے فرق کیا ہے کنت مع ابن عمروؓ واقعہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو شہید کر دیا۔ مسلمانوں میں بواغ و غصہ پھیلنا۔ عبدالملک برا سمجھ دار تھا اس نے سوچا کہ یہ مسلمان حضرت ابن زبیرؓ کے قتل پر جب اتنا بجوے ہیں تو اگر ان کے امر دینی میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو یہ بالکل پھر جائیں گے۔ لہذا اس نے حجاج کو لکھا کہ ایام حج میں حضرت ابن عمرؓ سے پوچھ کر ارکان حج ادا کرے کیونکہ اگر حج میں کوئی گڑبڑ ہوئی تو پھر یہ سارا مجمع پھر جائے گا اور قباؤں میں نہیں آئے گا کیونکہ مسلمانوں کو شعائر اسلام میں گڑبڑ اور مداخلت کرنے سے جتنا غصہ آتا ہے اور کسی چیز سے نہیں آتا۔ حجاج اس کا حکم کیسے نالتا امیر کا حکم تھا مگر اس کو غصہ بہت آیا اس نے ایک آدمی کو کہا کہ اپنا ایک نیزہ زہر میں چھاکر رکھ۔ اور جب ابن عمرؓ گذریں تو ان کے مار دینا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابن عمرؓ کے بدن میں زہر سرایت کر گیا اسی میں ان کا انتقال ہوا۔ حجاج بھی دکھاوے کے طور پر ان کی عیادت کرنے آیا اور کہا کہ ایسا کس نے کیا اگر مجھ کو اس کا نام معلوم ہو جائے تو میں اس کی

خبر لوں حضرت ابن عمرؓ نے کچھ تو یہ سے کام لے کر فرمایا کہ تو نے ہی تو کیا ہے۔ کہنے لگائیں نے کیسے کیا اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا حملت السلاح الخ یعنی تو نے اس دن میں ہتھیار لانے کی اجازت دی۔ حالانکہ اس دن ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے۔ اور تو نے حرم میں ہتھیار داخل کئے۔ حالانکہ حرم میں ہتھیار نہیں داخل کئے جاتے۔ یہی جزء امام بخاریؒ کا مقصود ہے اور اسی سے امام بخاریؒ کا استدلال ہے۔ حجاج بواخالم تھا۔ یوں کہتے ہیں کہ جیسے خیرات میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر خالم دیکھا جائے تو ہمارا ایک حجاج کافی ہے۔ اس کا مقولہ ابو داؤد میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر امیر کسی کو کہے اس دروازے سے نہ جاؤ اور وہ اس کے خلاف کرے تو مجھ کو اس کی گردن اڑا دینی جائز ہے۔

باب التَّكْبِيرِ لِلْعِيدِ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِانٍ كُنَّا فَرَعْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَةِ وَذَلِكَ حِينَ التَّسْبِيحِ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں کہ ہم اس گھڑی میں نماز عید سے فارغ ہوتے تھے اور یہی نفلی نماز کا وقت ہے۔

حدیث (۹۱۲) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ الْخ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْتَحْرٍ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُتَحَرَّ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُتْنَانًا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ عَجَلَهُ لِأَهْلِهِ لَيْسَ مِنَ التَّسْبِيحِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نَبْرِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ أُصَلِّيَ وَعِنْدِي جَذْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةٍ فَقَالَ اجْعَلْهَا مَكَانَهَا أَوْ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَنْ تَجْزِيَ جَذْعَةٌ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ قربانی کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ پہلے پہل جس کام کو ہم اپنے اس دن میں شروع کریں گے وہ نماز ہے پھر ہم واپس آکر ذبح کریں گے۔ پس جس نے یہ کیا وہ ٹھیک ہمارے طریقہ کو پانچا اور جس نے ہمارے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا تو وہ ایک گوشت ہے جس کو اس نے جلدی جلدی اپنے گھر والوں کے لئے بنایا ہے۔ وہ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نبارؓ اٹھ کر کہنے لگے کہ میں نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک بڑغالہ ہے جو ایک سال کے بچے سے بہتر ہے۔ تو فرمایا کہ اس جذعہ کو اس کی جگہ ذبح کر لو اور جذعہ اور کسی کی طرف سے تمہارے بعد کفایت نہیں کرے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ومن ذبح قبل ان يصلی الخ صفحہ ۱۳۲/۱۲ اس حدیث سے ترجمہ الباب ثلثت ہوا

کہ نماز عید سے پہلے ذبح کرنا منوع ہے۔ اور نماز سے ابتدا کرنا مامور ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر قربانی کے ذبح کرنے میں مشغول ہو گیا تو نماز میں تاخیر ہو جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ تکبیر یعنی جلدی نماز ادا کرنا مستحب ہے۔ لیکن معلوم رہے کہ یہ حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو ان میں سے عید نماز پڑھنے والے ہیں۔ اور جو نہیں پڑھتے جیسے بستی والے ان کے لئے جائز ہے کہ وہ شہر والوں کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کر لیں۔ کیونکہ اہل القرئی بستی والوں پر نماز عید واجب نہیں ہے۔ اگر واجب ہوتی پھر تو قربانی میں مشغول ہونے کی وجہ نماز کی تاخیر کا امکان تھا۔ جب نماز ہی واجب نہیں تو قربانی کرنے میں کیوں دیر کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قربانی کو نماز پر مقدم کرنے سے ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ نماز کا وجود ہو۔ جب نماز ہی نہیں تو مقدم کیسے ہو گا۔ اس لئے دیہاتیوں کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں قربانی کریں خواہ شہریوں کے نماز ادا کرنے سے پہلے کریں یا بعد میں کریں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریا۔ تکبیر للعید کا مطلب یہ ہے کہ عیدین کی نماز اول وقت میں پڑھنی مستحب ہے۔ مگر عید الفطر ذرا پہلے ہو گی۔ ان کما فرغنا فی هذه الساعة تاخیر کرنے پر تکبیر فرمائی کہ اب پڑھنے جا رہے ہو۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں اس وقت فارغ ہو جاتے تھے۔

ترجمہ۔ ایام تشریق میں عمل کی فضیلت

ترجمہ۔ ابن عباسؓ نے اذکروا لله فی ایام معلومات کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ ذوالحجہ کے دس دن ہیں اور اذکروا لله فی ایام معدودات میں ایام تشریق مراد ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں بازار میں چلے جاتے تکبیریں کہتے۔ لوگ بھی ان کی تکبیر کی وجہ سے تکبیریں کہتے تھے اور محمد بن علی الباقریؒ نقلی نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے

باب فَضْلِ الْعَمَلِ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ أَيَّامُ الْعُشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُودَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ يَخْرُجَانِ إِلَى السُّوقِ فِي الْأَيَّامِ الْعُشْرِ يُكَبِّرَانِ وَيُكَبِّرُ النَّاسُ بِتُكْبِيرِهِمَا وَكَبَّرَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ خَلْفَ النَّافِلَةِ ..

تشریح از قطب گنگوہی۔ تکبیرات تشریق کے بعد از فرض وبعد از نفل کی فضیلت کا انکار نہیں ہے۔ انکار اگر ہے تو وہ

وجوب تکبیر کا ہے۔ تو تکبیر کہنا اس شخص پر واجب ہے جس نے فرض نماز کو جماعت مسنونہ کے ساتھ ادا کیا ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ذی الحجہ کے اس پہلے عشرہ میں کوئی عمل ان تکبیرات سے افضل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا جہاد بھی نہیں

حدیث (۹۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُورَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ مَا الْعَمَلُ فِي أَيَّامٍ أَفْضَلُ مِنْهَا فِي هَذِهِ قَالُوا وَلَا الْجِهَادُ قَالَ وَلَا الْجِهَادُ

الْأَرْجُلُ خَرَجَ يُخَاطِرُ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ بِشَيْءٍ۔ فرمایا جہاد بھی نہیں مگر ہاں وہ شخص جو جہاد میں اس حال میں نکلا کہ اپنی ذات اور مال دونوں کو ہلاک کر دیتا ہے کوئی چیز واپس لے کر نہیں آتا۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ وکان النساء یکبرن صفحہ ۲۲/۱۳۲ کہ عورتیں بھی تکبیرات تشریق پڑھتی تھیں مگر وہ آہستہ پڑھتی تھیں۔ بلند آواز سے نہیں کیونکہ ان کی آواز بھی عورت ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ایام تشریق گیارہ۔ بارہ۔ تیرہ تاریخیں ہیں۔ اور ایام نحر دس۔ گیارہ۔ بارہ ہیں تو گویا دو تاریخیں مشترک ہیں۔ گیارہ اور بارہ کی۔ اور دو غیر مشترک ہیں۔ یعنی دس اور تیرہ۔ دسویں تاریخ تو یوم النحر کی ہے۔ یوم التشریق نہیں۔ اور تیرہ یوم التشریق کی ہے۔ یوم النحر کی نہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کی غرض اس باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے۔ وقال ابن عباسؓ واذکروا لله فی ایام معلومات یہاں پراذکروا لله میں یہ تسامح ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں لیذکروا لله الایہ ہے۔ ایہ کیوں ہوا کہ جائے لیذکروا کے اذکروا فرمادیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سارے روات حفاظ نہیں ہوتے۔ بعض اوقات حافظ کو بھی سو ہو جاتا ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ کسی حافظ سے سو ہوا ہو۔ یا غیر حافظ سے غلطی ہو گئی ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ مقصود آیت کی طرف اشارہ ہے۔ تلاوت مقصود نہیں۔

یہاں مقصود بالذات ایام معدودات ہیں۔ کیونکہ اس کی تفسیر ایام تشریق ہے۔ اس پر اشکال ہے کہ پھر ایام معلومات کو کیوں ذکر فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ ذکر کا امر وارد ہے۔ تو ممکن ہے کہ کسی کو وہم ہو کہ دونوں ایک ہیں۔ اس لئے اس وہم کو دفع کرنے کے لئے تقابلی کے طور پر دونوں کی تفسیر فرمادی۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر ایام تشریق میں سے ہے۔ لہذا ایام معلومات ایک دن کے اعتبار سے ایام تشریق میں داخل ہو گئے۔ اس لئے اس کو یہاں ذکر فرمادیا۔ ورنہ ایام معلومات کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا کیونکہ باب سے ایام تشریق کی فضیلت بیان کرنی ہے نہ کہ ایام النحر کی۔ بخروجان الی السوق یہاں اشکال یہ ہے کہ ایام النحر کی تکبیر کو کیوں ذکر فرمایا۔ ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ ایام عشر کا ذکر آگیا تھا اس لئے ان کی تکبیرات کا ذکر فرمادیا۔ اور دوسرا جواب وہی میرے والا ہے کہ بعض علماء کے نزدیک یوم النحر۔ یوم التشریق ہے لہذا اس ایک دن کے لحاظ سے یہ ایام تشریق کی تکبیر میں داخل ہو گیا۔ وکبر محمد بن علی خلف النافلة یہ بعض شافعیہ اور مالکیہ کا بھی مذہب ہے۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صرف فرائض کے بعد تکبیرات ہیں۔ ما العمل فی ایام النحر۔ ہذہ کی تفسیر ابو داؤد میں ایام العشر یعنی عشرہ ذوالحجہ کے ساتھ واقع ہے۔ امام بخاریؒ کے ترجمہ کی خاطر بہت سے شراح نے ہذہ کی تفسیر ایام تشریق سے کی ہے۔ مگر محققین اس کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر وہی ہے جو حدیث میں آگئی اب امام بخاریؒ کا ترجمہ کسی اور طرح ثابت ہو گا۔ میرے نزدیک اس کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک جو یوم عشر ایام تشریق میں سے ہے اس لئے ایک دن کے اعتبار سے ترجمہ ثابت ہو گیا۔ اور حافظؒ کے نزدیک مقایسہ سے ثابت ہے یعنی جب ایام عشر میں

یہ فضیلت ہے تو ایام تشریق میں بھی ہوگی۔

باب التَّكْبِيرُ أَيَّامَ مَنَىٰ وَإِذَا عَدَا إِلَى الْعَرَفَةِ -

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ فِي قُبَّةِ بَمْنَىٰ فَيَسْمَعُهُ
أَهْلُ الْمَسْجِدِ فَيُكَبِّرُونَ وَيُكَبِّرُ أَهْلُ الْأَسْوَاقِ
حَتَّى تَرْتَجَ مَنَىٰ كُتَيْبًا وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُكَبِّرُ بِمَنَىٰ
تِلْكَ الْأَيَّامُ وَخَلَفَ الصَّلَاةَ وَعَلَىٰ فِرَاشِهِ وَفِي
مُسْطَاطِهِ وَمَجْلِسِهِ وَمَمَشَاهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ جَمِيعًا
وَكَانَتْ مِثْمُونَةً تُكَبِّرُ يَوْمَ التَّحْرِ وَكَانَ النِّسَاءُ
يُكَبِّرُونَ خَلَفَ أَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ وَعُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ
لَيَالِي التَّشْرِيقِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ ...

حدیث (۹۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ (الْح) قَالَ
سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَنَحْنُ غَادِيَانِ مِنْ مَنَىٰ إِلَى
عَرَفَاتٍ عَنِ التَّلْبِيَةِ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ مَعَ النَّبِيِّ
ﷺ قَالَ كَانَ يَلْبِسُ الْمَلْبَسَ لَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ وَيُكَبِّرُ
الْمُكَبِّرَ فَلَا يُنْكَرُ عَلَيْهِ ...

حدیث (۹۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ (الْح) عَنْ أُمِّ
عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نَزُومُ أَنْ نُخْرَجَ يَوْمَ الْوُعْدِ حَتَّى
نُخْرَجَ الْبُكْرَ مِنْ خُدْرِهَا حَتَّى نُخْرَجَ الْحَيْضَ

ترجمہ۔ ایام منیٰ میں تکبیر کہنا۔ اسی طرح جب
عرفات کی طرف صبح سویرے جائے تو تکبیر کہے

ترجمہ۔ اور حضرت عمرؓ منیٰ کے اندر اپنے خیمہ میں
تکبیر کہتے تھے جس کو مسجد والے سنتے تھے۔ تو وہ بھی تکبیر کہتے
اور بازاروں والے بھی تکبیر کہتے یہاں تک کہ منیٰ تکبیر سے گونج
اٹھتی اور حضرت ابن عمرؓ منیٰ میں ان ایام کے اندر تکبیر کہتے
تھے اسی طرح سب نمازوں کے بعد اور اپنے بستر پر اپنے بڑے
خیمہ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ اور چلنے کی جگہ اور ان سب ایام میں
تکبیر کہتے تھے۔ اور ام المؤمنین حضرت میمونہؓ یوم النحر میں تکبیر
کہتی تھیں۔ اور دوسری عورتیں بھی لبان ابن عثمان اور عمر بن
عبد العزیز رحمہما اللہ کے پیچھے تشریق کی راتوں میں مردوں کے
ساتھ مسجد میں تکبیر کہا کرتی تھیں۔

ترجمہ۔ حضرت محمد بن ابی بکر ثقیفی فرماتے ہیں میں نے
حضرت انس بن مالکؓ سے تلبیہ کے متعلق سوال کیا جبکہ ہم دونو
صبح سویرے منیٰ سے عرفات کی طرف جا رہے تھے کہ آپ
لوگ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ کیسے کرتے تھے فرمایا تلبیہ
کہنے والا تلبیہ کہتا تھا تو اس پر کوئی تکبیر نہیں کرتا تھا اس طرح
تکبیر کہنے والا تکبیر کہتا تو اس پر بھی تکبیر نہیں ہوتا تھا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا
جاتا تھا ہم عید کے دن گھروں سے نکالی جائیں حتیٰ کہ ہم باکرہ
عورتوں کو ان کے پردے سے نکالتی تھیں۔ اور حتیٰ کہ حیض والی

لَيْكُنْ خَلْفَ النَّاسِ لِيُكَبِّرَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ
بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ الْحَدِيث

عورتوں کو بھی نکالنی تھیں ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتیں اور
ان کی دعا کے ساتھ دعائیں گتیں۔ اس دن کی برکت اور اس کی
طہارت کی امید رکھتی تھیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہ تکبیرات تشریق کہلاتی ہیں اس میں ابتدا اور انتہاء کے اعتبار سے بارہ قول ہیں۔ جو اوجز المسالک
میں مفصل مذکور ہیں۔ راجح قول علماء کا یہ ہے کہ عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک یہ تکبیرات رہتی ہیں۔ امام صاحبؒ کے
نزدیک یوم النحر کی عصر تک اس کا وقت ہے۔ لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔

باب الصَّلَاةُ إِلَى الْحَرْبَةِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید کے دن بر چھپی کی طرف نماز پڑھنا

حدیث (۹۱۶) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ النِّعَمِيُّ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُرَكِّزُ لَهُ
الْحَرْبَةَ قُدَّامَهُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ ثُمَّ يَصَلِّي ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم
ﷺ کے لئے آپ کے آگے عید الفطر اور عید النحر میں بر چھا گاڑ
دیا جاتا تھا۔ پھر آپ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ ابواب الستہ میں صلوة الی الحربۃ اور صلوة الی العنزۃ کا باب گذر چکا ہے وہاں میں تخصیص
کی وجہ بیان کر چکا ہوں کہ میرے والد صاحب کی رائے یہ ہے کہ چونکہ بعض اقوام ہتھیار کی عبات کرتی ہیں۔ اسلئے خاص طور سے ذکر فرمایا
جو غرض وہاں تھی وہ یہاں بھی ہوگی۔ مزید آں یہ کہ چونکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں کوئی عید گاہ تو ہوتی نہیں تھی بلکہ میدان میں
نماز پڑھتے تھے۔ تو عنقریب اور حربہ وغیرہ ساتھ لے جاتے تھے۔ تاکہ اس کا سترہ بنالیں۔ اگر کہیں عید گاہ نہ بنی ہو تو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ
کوئی چیز ساتھ لے جائے تاکہ اس کو سترہ بنالے۔ حضرت گنگوہیؒ کے زمانے میں گنگوہ میں عید گاہ نہیں تھی۔ صرف ایک منبر بنا ہوا تھا
اب کا حال معلوم نہیں۔

باب حَمْلِ الْعَنْزَةِ أَوْ الْحَرْبَةِ

بَيْنَ يَدَيِ الْإِمَامِ يَوْمَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید کے دن چھوٹا یا بڑا نیزہ

امام کے آگے آگے اٹھانا۔

حدیث (۷) : یعنی عید کے دن امام کے آگے آگے نیزہ اٹھا کر چلنا جائز ہے۔ پہلے گذر اٹھا کہ ازدحام کے موقع پر ہتھیار
لے کر نہیں چلنا چاہیے۔ اب باب سے گویا کہ استثنا کر دیا۔ کہ امام کے آگے نیزہ لے کر چلنا اس لئے جائز ہے کہ علت نہی نہیں پاتی جاتی۔
کیونکہ نہی کا بہت خوف ہلاکت تھا۔ جب امام کے آگے اکیلا جا رہا ہے جس سے کسی کو اس کے ہتھیار سے تکلیف نہیں پہنچتی تو معلوم ہوا

حمل السلاح اس صورت میں جائز ہے تو امام بخاریؒ نے علت جواز پر تنبیہ فرمادی کہ جواز کی وجہ حصول امن ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حامل سلاح جب امام کے آگے ہے تو قوم کے بھی آگے ہوگا۔ کیونکہ قوم تو امام کے پیچھے ہے۔ تو یہ قوم سے آگے ہوا۔ مہاجرین جواز کی وجہ ثامت ہو گئی۔

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ صبح سویرے عید گاہ کی طرف جاتے تھے۔ اور نیزہ آپ کے آگے آگے اٹھایا جاتا تھا۔ جس کو آپ کے سامنے عید گاہ میں گاڑ دیا جاتا جس کی طرف منہ کر کے آپ نماز پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۱۷) حَدَّثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْمُنْذِرِ (الغ) عَنْ اَبْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْدُو اِلَى الْمُصَلَّى وَالْعِزَّةُ بَيْنَ يَدَيْهِ تُحْمَلُ وَتُنْصَبُ بِالْمُصَلَّى بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّي اِلَيْهَا... الحديث..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بدعات آجکل جاری ہیں۔ بالکل بے اصل نہیں ہیں کسی نہ کسی درجہ میں اس کی اصل ہوتی ہے۔ جیسے تیجہ چالیسواں وغیرہ لیکن یہ بات غور سے سنو! تم جا کر یہ مت نقل کرنا کہ میں نے تیجہ کو جائز قرار دے دیا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اس کو غور سے سنو! حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اسمعوا منی اسمعونی ایسا نہ ہو کہ کوئی بات جا کر میری طرف سے نقل کر دے جس کو میں نے نہ کہا ہو۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے مجھ سے یہ کہا کہ مولانا امیر احمد صاحب نے رؤیت باری کو دنیا میں ان آنکھوں سے ہونا ممکن بتلایا ہے اور انہوں نے مجھ سے نقل کیا ہے۔ جب یہ بات میں نے سنی تو تردید کر دی کہ بالکل غلط ہے نہ میں ایسی بات کہہ سکتا ہوں اور نہ مولانا امیر احمد صاحب۔ اور اس کی کاپی لے کر یہ مضمون اسی وقت کاٹ دیا۔ کیونکہ یہاں تو خود حضور اقدس ﷺ کی رؤیت میں اختلاف ہے۔ کہ آپؐ نے اللہ کو دیکھا یا نہیں۔ پھر احادیث کا کیا کہنا۔ بہر حال رؤیت باری اس دنیا میں ان آنکھوں سے ممکن نہیں۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ بدعات بے اصل نہیں بلکہ کسی نہ کسی درجہ میں ان کی اصل ہے۔ مثلاً تیجہ ہے اس کی اصل یہ تھی کہ مرنے کے تیسرے دن کچھ اہل قرابت جمع ہو کر قرآن پاک پڑھتے تھے اور اس کا ثواب مرنے والے کو بخشتے تھے۔ لیکن اب یہ ہو گیا کہ خاص اس دن میں خصوصیت سمجھنے لگے۔ اور اس کو واجب سمجھ لیا۔ اور غیر واجب کو واجب سمجھ لیا۔ یہ بدعت اور حرام ہے۔ مالیس من امرنا هذا فہو رد کے تحت داخل ہو گیا۔ اسی طرح عرس ہے۔ اس کی اصل فی نفسہ جائز ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں مگر اس میں قیود بڑھا کر اس کو حرام تک پہنچا دیا۔ اس کے فی نفسہ اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک شیخ بقید حیات رہتا ہے اس کے مریدین آتے جاتے رہتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں مگر جب شیخ کا انتقال ہو جاتا ہے تو پھر یہ پتہ نہیں رہتا کہ کون کہاں ہے۔ کوئی کہیں ہوتا ہے اور کوئی کہیں۔ ان کا جمع کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہی نہیں رہا جس کی وجہ سے اجتماع ہوتا ہے۔ تو پہلے لوگوں نے یہ کیا کہ ایک دن مقرر کر لیا تاکہ اس مقررہ دن میں ایک دوسرے سے ملیں استفادہ اور استشارہ کر لیں۔ اور یہ شیخ کی موت کے دن سے اور اچھا دن اسی وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ یہ دن نقش الحجر کی طرح رہتا ہے کیونکہ یہ بوجان کا صدمہ ہوتا ہے تو اس دن کو مقرر کر دیا تاکہ اس میں سب اکٹھے ہو جائیں

اور کسی کو بلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ خلاف اس کے کوئی اور دن مقرر کرتے تو اس میں سب کو بلانا پڑتا اشتہار دینا ہو تا وقت مقرر کرنا پڑتا تو اصل مقصد اس اجتماع کا یہ تھا کہ ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کر لیں۔ اور اس حد تک کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بعد میں کیا کیا ہو کہ نوبت حرام تک جا پہنچی۔ شیخ کی روح کو حاضر و ناظر سمجھا جانے لگا۔ اس اجتماع کو فرض کہنے لگے جو سب کچھ حرام ہے۔ تم خود ہی سوچو کہ اگر شیخ کی روح صالح ہے تو اعلیٰ علیین کو چھوڑ کر یہاں کیوں آنے لگی۔ اور اگر ایسی ویسی یعنی بری حالت میں ہے تو نا معلوم کہاں کہاں پھرتی ہوگی یہاں کیوں آنے لگی۔ اب غرض باب کی طرف آؤ تو حضور اقدس ﷺ کے زمانہ حیات میں یہ طریقہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کہیں عید وغیرہ میں تشریف لے جاتے تو کوئی خادم حربہ وغیرہ ان مصالح کی وجہ سے لیتا جو میں ابھی بتا چکا۔ اور چونکہ وہ آپ کے ساتھ جاتا تھا۔ تو اب امیر المؤمنین کے ساتھ باقاعدہ چوب دار آگے آگے بر چھالے کر چلے لگا۔ اسی واسطے یہاں دوسری حدیث میں فہم نم اخذ ہا الامراء آیا ہے۔ اور میری یہ ساری تقریر اسی پر ہے۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ بر جھے کی اصل تو کچھ اور تھی اور اس کو کچھ کا کچھ بتا دیا۔

ترجمہ۔ عورتوں اور حیض والی عورتوں کا

باب خُرُوجِ النِّسَاءِ وَالْحَيْضِ إِلَى الْمُصَلَّى۔

عید گاہ کو نکلنا۔

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم نوجوان نوخیز پردہ والیوں کو بھی عید کے لئے نکالیں۔ حضرت حصہؓ کی حدیث میں ہے کہ نوجوان نوخیز اور پردہ والیوں کو نکالیں اور حیض والی عید گاہ سے الگ تھلگ رہے۔

حدیث (۹۱۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ أَمَرْنَا أَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ ذَوَاتِ الْخُدُورِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ خُوَيْلَةَ وَزَاكِرٍ فِي حَدِيثٍ حَفْصَةَ قَالَتْ أَوْ كَالْتِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَيَعْتَزِّلْنَ الْحَيْضُ الْمُصَلَّى ..

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ حائض نماز نہیں پڑھتیں اس طرح عورتیں دن کے وقت مسجد میں نہیں جاتیں تو پھر عید گاہ میں کیسے جائیں۔ امام بخاریؒ نے باب باندھ کر بتا دیا کہ چونکہ اس میں فوائد ہیں انہما رشوکت المسلمین ہے اس لئے جانا چاہیے۔

ترجمہ۔ بچوں کا عید گاہ کی طرف نکلنا۔

باب خُرُوجِ الصِّبْيَانِ إِلَى الْمُصَلَّى

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی طرف چلا تو حضور اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا

حدیث (۹۱۹) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ (البحر) سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أُضْحَىٰ فَصَلَّى ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ

فَوَعَّظْهُمْ وَذَكَرْهُمْ وَأَمْرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ...

پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی اور ان کو صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ لکن ماجہ کی روایت میں جنبوا صبیانکم مساجدکم اپنے بچوں کو مسجدوں سے دور رکھو آیا ہے اس سے عید گاہ کو متثنیٰ کر رہے ہیں۔

بابِ اسْتِقْبَالِ الْإِمَامِ النَّاسِ
فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ - وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ
قَامَ النَّبِيُّ ﷺ مُقَابِلَ النَّاسِ ---

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام کا لوگوں کی طرف متوجہ ہونا اور حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ لوگوں کے سامنے کھڑے ہوتے تھے۔

حدیث (۹۲۰) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ أَصْحَى إِلَى الْبَيْعِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجَهُمْ فَقَالَ إِنَّ أَوَّلَ نُسُكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنُحَرِّقَ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ وَافَقَ مُسْتَنَّا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ عَجَلَهُ لَاهِلِهِ لَيْسَ مِنَ التَّسْلُكِ فِي شَيْءٍ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي ذَبَحْتُ وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسْنَةِ قَالَ اذْبَحْهَا وَلَا تَفِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدُكَ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت برواءؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ قربانی کے دن بیع کی طرف تشریف لے گئے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر چہرہ انور سے ہماری طرف متوجہ ہوئے پس فرمایا کہ پہلا پہل حکم شرعی جو ہمارے اس دن کے اندر ہے وہ یہ ہے کہ ہم نماز سے ابتدا کریں پھر واپس آ کر قربانی کریں۔ پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کے موافق ہو اور جس نے اس سے پہلے ذبح کیا پس یہ ایک چیز ہے جو اس نے اپنے گھروالوں کے لئے جلدی بنائی ہے۔ یہ قربانی میں سے کچھ نہیں ہے۔ تو ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میں تو ذبح کر چکا ہوں۔ اور میرے پاس ایک بڑا غالہ ہے جو سال کے بحرے سے بھر ہے۔ فرمایا اس کو ذبح کر لیکن تمہارے بعد کسی کیلئے کافی نہیں ہوگا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ اس باب کی غرض اور باب يستقبل الامام القوم واستقبال الناس

اس باب کی غرض اور جواب اب اب الجمعہ میں صفحہ ۱۲۵ کے آخر میں گذرا ہے سب کی اغراض ایک ہی ہیں۔ صرف تفسیر کے لئے الفاظ بدل کر یہاں ذکر فرمادیا۔ اور وہاں میں کلام کر چکا ہوں کہ شرح کی غرض کیا ہے۔ مگر میری رائے یہ ہے کہ ابواب الاستسقاء صفحہ ۱۳۰ پر ایک باب آرہا ہے باب استقبال القبلة على الخطبة تو حضرت امام بخاریؒ خطبہ عید کو خطبہ استسقاء سے الگ کر رہے ہیں۔

اور الگ کرنا اس وجہ سے ہے کہ دونوں میں مشابہت زیادہ ہے۔ وہ بھی میدان میں ہوتا ہے اور یہ بھی میدان میں ہوتا ہے۔ قام النبی ﷺ مقابل الناس جب مقابل الناس کھڑے ہوئے تو استقبال الامام الناس ہو گیا۔

باب الْعِلْمُ بِالْمُصَلِّي

ترجمہ۔ عید گاہ کے اندر کوئی علامت مقرر کر دینا

حدیث (۹۲۱) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ قَالَ سَمِعْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قِيلَ لَهُ أَشْهَدْتُ الْعِيدَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ
قَالَ نَعَمْ وَلَوْ لَا مَكَانِي مِنَ الصَّغَرِ مَا شَهِدْتُهِ حَتَّى
أَتَى الْعِلْمَ الَّذِي عِنْدَ دَارِ كَثِيرِ بْنِ الصَّلْتِ فَصَلَّى
ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَوَعظَهُنَّ
وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَرَأَيْتُهُنَّ يَهُوِينَ
بِأَيْدِيَهُنَّ يَقْدِفْنَهُ فِي ثُوبٍ بِلَالٌ ثُمَّ انْطَلَقَ هُوَ وَبِلَالٌ
إِلَى كَيْتِهِمْ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ عید کی نماز میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے تو انہوں نے فرمایا ہاں اگر میرا مرتبہ حضور ﷺ کے یہاں نہ ہوتا تو چٹن کی وجہ سے میں عید میں حاضر نہ ہوتا۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ اس علامت کے پاس تشریف لائے جو حضرت کثیر بن الصلت کی حویلی کے پاس تھی۔ نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کی طرف تشریف لائے آپ کے ہمراہ حضرت بلالؓ تھے آپ نے عورتوں کو وعظ فرمایا نصیحت کی۔ اور ان کو صدقہ کا حکم دیا تو میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ جھکا کر

حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں۔ پھر وہ حضور ﷺ اور حضرت بلالؓ اپنے گھر کو چلے گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر عید گاہ میں مسجد نہ ہو اور کسی قسم کی علامت وہاں مقرر کر دی جائے تو کوئی

مضانقہ نہیں۔ مگر اشکال یہ ہے کہ جس روایت سے استدلال ہے اس میں علم کا ذکر ہے۔ وہ علم حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں کہاں تھا۔ جو اس کے ذریعہ استدلال کیا جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ظاہر لفظ روایت سے استدلال فرمایا۔ اس تحقیق میں نہیں گئے کہ زمانہ نبویؐ میں تھا یا نہیں۔ ولو لا مکانی من الصغر ما شہدته اس کے دو مطلب ہیں۔ اول یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ میری قربت نہ ہوتی تو میں اپنے چھوٹے پن کی وجہ سے وہاں حاضر نہ ہو سکتا۔ مگر یہاں پر یہ مطلب مراد لیتا غلط ہے۔ اور جس نے یہ مطلب بیان کیا اس نے غلطی کھائی۔ بلکہ اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر میں صغیر السن نہ ہوتا تو عورتوں کے مجمع میں نہ جاسکتا۔ اس صورت میں حاصل یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ عورتوں کے مجمع میں جانے اور ان کے دیکھنے کی علت بیان فرما رہے ہیں۔ میں اپنے صغیر السن ہونے کی وجہ سے وہاں گیا تھا۔ اگر یہ جملہ فرایتہن یھوین بایدیہن کے بعد ہوتا تو یہ اشتباہ نہ رہتا۔

ترجمہ۔ امام کا عید کے دن عورتوں کو پند و نصیحت کرنا

باب مَوْعِظَةُ الْإِمَامِ النِّسَاءَ يَوْمَ الْعِيدِ

حدیث (۹۲۲) حَدَّثَنَا اسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الْفِطْرِ قَصَلْتُ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ ثُمَّ عَطَبْتُ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ وَبِلَالٌ بِاسِطٌ ثَوْبُهُ تُلْقَى فِيهِ النِّسَاءُ الصَّدَقَةُ قُلْتُ لِعَطَاءٍ زَكَاةٌ يَوْمَ الْفِطْرِ قَالَ لَا وَلَكِنْ صَدَقَةٌ يَتَصَدَّقَنَّ حِينَئِذٍ تُلْقَى فَتَحُفَّاها وَيُلْقِينَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ أَرَأَيْتَ حَقًّا عَلَى الْإِمَامِ ذَلِكَ وَيَذَكِّرُهُنَّ قَالَ إِنَّهُ لَحَقٌّ عَلَيْهِمْ وَمَالُهُمْ لَا يَفْعَلُونَهُ قَالَ بَنُ جُرَيْجٍ وَآخِرُ بَنِي الْحُسَيْنِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدْتُ الْفِطْرَ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ يَصْلُوْنَ نَهَا قَبْلَ الْخُطْبَةِ ثُمَّ يَخْطُبُ بَعْدُ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ حِينَ يُجْلِسُ بِيَدِهِ ثُمَّ أَقْبَلَ يُسْقِئُهُمْ حَتَّى جَاءَ النِّسَاءَ مَعَهُ بِلَالٌ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذْ جَاءَ لَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ الْآيَةُ ثُمَّ قَالَ حِينَ فَرَغَ مِنْهَا أَتَيْنَ عَلَى ذَلِكَ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ لَمْ يُجِبْهُ غَيْرُهَا نَعَمْ لَا يَدْرِي حَسَنٌ مِنْ هِيَ قَالَ فَتَصَدَّقَنَّ فَبَسَطَ بِلَالٌ ثَوْبَهُ ثُمَّ قَالَ هَلَمْ لَكِنَّ فِدَاءَ أَبِي وَأُمِّي فَيُلْقِينَ الْفَتْحَ وَالْحَوَاتِيمَ فِي كُوبِ بِلَالٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ الْفَتْحُ الْحَوَاتِيمُ الْعِظَامُ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ... الْحَدِيثُ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ نماز پڑھنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو پہل نماز سے کی۔ پھر خطبہ پڑھا جب فارغ ہوئے تو نیچے اترے۔ اور عورتوں کی طرف تشریف لائے۔ ان کو وعظ و نصیحت فرمائی۔ جبکہ آپؐ حضرت بلالؓ کے ہاتھ کا سہارا لئے ہوئے تھے۔ اور حضرت بلالؓ اپنا کپڑے پھیلائے ہوئے تھے جس میں عورتیں صدقہ کا مال ڈالتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاءؓ تاہی سے پوچھا کہ کیا یہ صدقہ الفطر تھا فرمایا نہیں یہ ویسے ہی صدقہ نقلی تھا۔ جو اس وقت عورتیں کر رہی تھیں۔ وہ اپنی بڑی بڑی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ اور بھی جو کچھ تھا وہ ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے حضرت عطاءؓ سے پوچھا کیا آپؐ ابھی امام پر حق سمجھتے ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس آ کر ان کو وعظ کرے۔ فرمایا یہ ان کے ذمہ تو ہے۔ مگر خدا معلوم وہ کیوں نہیں کرتے اور دوسری سند کے ساتھ طاووس بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عید الفطر کے دن جناب نبی اکرم ﷺ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ساتھ حاضر ہوا۔ وہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔ پھر اس کے بعد خطبہ پڑھتے تھے چنانچہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے گویا کہ میں ابھی آپؐ کو دیکھ رہا ہوں۔ جبکہ آپؐ لوگوں کو اپنے ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے تھے۔ پھر جناب رسول اکرم ﷺ لوگوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے عورتوں کے پاس تشریف لائے حضرت بلالؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ تو یا ایہا النبی الخ والی آیت تلاوت فرمائی جب تلاوت سے فارغ ہوئے تو عورتوں سے پوچھا کہ کیا تم بھی اس عہد پر قائم ہو تو ان میں سے صرف ایک عورت نے کہا

جس کے علاوہ اور کسی نے آپؐ کو جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا ہاں! یا رسول اللہ ﷺ حسن کہتے ہیں معلوم نہیں کہ وہ کون عورت تھی۔ پس انہوں نے صدقہ کیا۔ حضرت بلالؓ نے اپنا کپڑا پھیلا یا اور کہا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں لاؤ۔ چنانچہ عورتیں حضرت بلالؓ کے کپڑے میں بوی اور چھوٹی انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ عبدالرزاق رووی فرماتے ہیں کہ فصیح بوی بوی انگوٹھیاں زمانہ جاہلیت میں ہوتی تھیں۔ جنہیں عورتیں ہاتھوں اور پاؤں میں ڈالتی تھیں۔ پازیب ہوں گی۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حین بجلس بیدہ صفحہ ۱۳۳/۲۴ آنحضرت ﷺ کو ہاتھ کے اشارے سے بٹھا رہے

تھے۔ تاکہ وہ عورتوں کے چلے جانے سے پہلے جاننا شروع کر دیں۔ اس صورت میں مردوں کا عورتوں پر گزروں کا اور ان کا عورتوں سے خلط مطہ ہونا لازم آئے گا جو فتنہ کباعث ہے۔ بیجہ غیر ہا نعم صفحہ ۲۶/۱۳۳ نعم یہی ایک عورت کہ رہی تھی باقی عورتیں خاموش تھیں۔ تو ان کا سکوت سب کی طرف سے اقرار اور تصدیق ہو گئی۔ کہ جو کچھ اس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ عورت اسماء بنت یزید تھی جو خطیبۃ النساء کے لقب سے مشہور تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ عورتیں دور رہتی ہیں اسلئے اگر عورتیں

امام کا خطبہ نہ سنیں تو امام عورتوں کے سامنے دوسرا خطبہ دے۔ مگر میری رائے اس کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے کہ امام بخاریؒ نے خطبہ نہیں فرمایا ہے بلکہ موعظتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ امام کو چاہیے کہ عید کے دن مردوں سے فارغ ہو کر عورتوں کو نصیحت کرے۔ بجلس تجلیس سے ہے۔ جس کے معنی ٹھانے کے ہیں۔ امراء واحدة کانت طولة (ایک عورت لمبی قد والی تھی)۔

باب إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ فِي الْعِيدِ ترجمہ۔ عید میں جب کسی عورت کے لمبی چادر نہ ہو تو

ترجمہ۔ حضرت حصہ بنت سیرین فرماتی ہیں کہ ہم اپنی چھو کر یوں کو عید کے دن نکلنے سے منع کرتی تھیں تو ایک عورت آ کر قصر بنی خلف میں مقیم ہوئی تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے حدیث بیان کی کہ ان کا بہنوئی جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ بارہ جنگوں میں لڑائی کیلئے نکلا اس کی بہن چھ غزوات میں اس کے ہمراہ رہی فرماتی تھیں ہم مریضوں کی خبر گیری کرتی تھیں۔ اور زخمیوں کا علاج معالجہ کرتی تھیں تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ اگر کسی عورت کے پاس

حدیث (۹۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ (الخ) عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ جَوَارِيَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ يَوْمَ الْعِيدِ فَجَاءَتْ امْرَأَةٌ فَزَكَّتْ فَصَرَّ بَنِي خَلْفٍ فَاتَيْنَهَا فَحَدَّثَتْ أَنَّ زَوْجَ أُخْتِهَا عَزَامَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً فَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتِّ غَزَوَاتٍ قَالَتْ فَكُنَّا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى وَنُدَاوِي الْكَلْمَى فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعَلَيْ أَحَدَانَا

لبی چادر ہو تو اگر وہ عید کیلئے نہ نکلے تو کوئی حرج تو نہیں آپ نے فرمایا اس کی ساتھی اپنی چادر سے اس کو پنادے۔ پس امور خیر میں اور مؤمنین کی دعا میں ضرور حاضر ہوں حصہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ام عطیہؓ تشریف لائیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں کچھ سنا ہے اس نے کہا ہاں! میرا باپ آپ پر قربان ہو۔ اور جب وہ جناب نبی اکرم ﷺ کا ذکر کرتی تھیں تو بابی ضرور کہا کرتی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ نوجوان پر دے والیاں یا نوجوان اور پردہ والیاں ایوب کو شک ہے ضرور نکلیں بلکہ حیض والی بھی لیکن حیض والی عید گاہ سے الگ تھلک رہیں بہر حال امور خیر اور مؤمنین کی دعاؤں میں ضرور حاضر ہوں۔ حصہ نکلتی ہیں

بَاسُ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جَلْبَابٌ أَلَّا تَخْرُجَ فَقَالَ لِنَلْبِسُهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جَلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْ نَ الْخَيْرِ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ حَفْصَةُ فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ أَتَيْتُهَا فَسَأَلْتُهَا أَسَمِعْتِ فِي كَذَا وَكَذَا فَقَالَتْ نَعَمْ يَا بَنِي وَقَلَمَ أَذْكَرُتِ النَّبِيَّ ﷺ إِلَّا قَالَتْ يَا بَنِي لَتَخْرُجَ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوْ قَالَ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ شَكَّ أَيُّوبُ وَالْحَيْضُ فَتَعَزَّلُ الْحَيْضُ الْمُصَلِّي وَلْيَشْهَدْ نَ الْخَيْرِ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَقُلْتُ لَهَا الْحَيْضُ قَالَتْ نَعَمْ أَلَيْسَ الْحَائِضُ تَشْهَدُ عَرَافَاتٍ وَتَشْهَدُ كَذَا وَتَشْهَدُ كَذَا .. الحديث

میں نے ان سے کہا کہ حیض والی بھی۔ انہوں نے فرمایا ہاں حیض والی بھی کیا حیض والی عرفات میں اور فلاں فلاں مقام پر حاضر نہیں ہوتیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قَالَتْ كَتْنَا نَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى الْخِصْفُ ۳۴/۱۳۳ یہ اس عورت کی بہن کا مقولہ ہے جو

قصر بنی خلف میں فروکش تھی۔ اس عورت کا مقولہ نہیں ہے ایس الحائض تشهد الخ صفحہ ۱۳۴/۷ عید گاہ میں حائضہ عورتوں کی حاضری کو عجیب سمجھا جا رہا تھا تو اس عورت ام عطیہ نے کہا کیا عورتیں عرفات میں مزدلفہ میں منیٰ میں رمی جمرات کیلئے حاضر نہیں ہوتیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو ذکر کرنے سے روکا جاسکتا ہے اور نہ ہی متبرک مقامات میں داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے۔ تو اگر وہ عید گاہ میں جمع ہو گئیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہاں پہنچ کر اللہ کا ذکر کریں گی۔ وعظ و نصیحت سنیں گی۔ البتہ ان حائضہ کو دخول مسجد اور نماز سے ممانعت ہے۔ عید گاہ مسجد نہیں ہے اور ان میں حاضر ہونے پر نماز لازم نہیں ہے۔ لہذا جماعت مسلمین اور پند و نصیحت کے مواقع میں ان کو حاضر ہونے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اہتمام کرے اگر اپنے پاس جلباب نہ ہو تو اپنی ساتھی سے مانگے اور وہ اس کو اڑھا دے۔

لنلبسها صاحبها اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ عاریت پر دیدے۔ دوسرے یہ کہ اجرت پر دیدے۔

۱۵ بابِ اعْتَزَالِ الْحَيْضِ الْمُصَلِّي ترجمہ۔ حائضہ عورتوں کا عید گاہ سے الگ رہنا ہے

حدیث (۹۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى (البحر)
قَالَتْ أُمُّ عَطِيَّةٍ أَمْرُنَا أَنْ نَخْرُجَ لِنُخْرِجَ الْحَيْضَ
وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنٍ أَوِ الْعَوَاتِقِ
ذَوَاتِ الْخُدُورِ فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيُشْهَدْنَ جَمَاعَةً
الْمُسْلِمِينَ وَدَعَوْتُهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں تو ہم حیض والی نوجوان عورتیں اور پردے والیوں کو نکالا کرتی تھیں۔ ابن عونؓ فرماتے ہیں باعواتق ذوات الخدور فرمایا۔ لیکن یہ حیض والی عورتیں مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاؤں میں حاضر ہوتی تھیں۔ اور ان کی عید گاہ سے دور رہتی تھیں۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ويعتزلن مصلاًھم کہ وہ عورتیں حائضہ عید گاہ سے الگ رہیں۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ان کا عید گاہ میں داخل ہونا حرام ہوگا۔ جو لوگ عید گاہ کو مسجد قرار نہیں دیتے وہ لوگ ان کو عید گاہ سے الگ رہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک تو ان کی حاضری سے صفوں میں خلل پڑے گا دوسرے حائضات کا طہارت سے ان کی نماز میں اختلاط لازم آئے گا۔ اس لئے ان کو الگ رکھا جائے۔ جمہور اسے کراہت تزیہ پر محمول کرتے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حائضہ عورتوں کو عید گاہ میں نہ جانا چاہیے۔ یا تو اس وجہ سے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے یا اس وجہ سے کہ وہ نماز تو پڑھتی نہیں پھر صفوف میں القطار کیوں پیدا کریں۔ یہی جمہور علماء کی رائے ہے۔

ترجمہ۔ عید گاہ میں قربانی کے دن اونٹ کا ذبح کرنا
یا عام قربانی کے جانوروں کا ذبح کرنا۔

باب التَّحْرِ وَالذَّبْحِ يَوْمَ التَّحْرِ بِالْمُصَلَّى

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم

ﷺ عید گاہ ہی میں اونٹ ذبح کرتے تھے۔

حدیث (۹۲۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ (البحر)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْحَرُ أَوْ يَذْبَحُ
بِالْمُصَلَّى... الحديث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحو اونٹ کا ہوتا ہے اور ذبح دوسرے جانوروں کا اور باب کی غرض یہ ہے کہ نحو الابل وذبح

غیر الابل عید گاہ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد کرنا چاہیے جمہور فقہاء کی مذہب ہے اور اس کی اولیت کے قائل ہیں اور اس کی بہت سی مصالح ہیں۔ ایک تو شعار اسلام کا اظہار ہے۔ دوسرے اس میں نفع فقرا ہے۔ اس طور پر کہ جب عید گاہ میں قربانی ہوگی تو ظاہر ہے کہ کوئی سارا گوشت تولے جائیں سکتا لہذا جو بھی گاوہ فقرا کا ہوگا۔ اور پھر راستہ میں مانگنے والے مانگ لیں گے۔ اور اگر گھر میں ذبح کرے گا تو

پہلے ہی سے کو ازاور زنجیر لگا دے گا۔ مگر فی زمانہ خاص ہندوستان میں بعض مجبور یوں کی بنا پر گھر میں ذبیح کرنے کو ترجیح ہے۔ اب یہاں امام بخاریؒ پر اشکال کیا جاسکتا ہے کہ باب میں فحور اور ذبیح دونوں کا ذکر ہے۔ اور رویت میں ینحور او یدبیح شک کے ساتھ ہے پھر ترجمہ کیسے ثابت ہوا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ او شک کے لئے نہیں تنویع کے لئے ہے۔ یعنی اگر اونٹ ہو تانحور فرماتے اگر غیر اونٹ ہو تاتو ذبیح فرماتے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ صفحہ ۸۸۸ پر یہی روایت کتاب الاضاحی میں آرہی ہے۔ وہاں او کی جائے واؤ ہے لہذا وہ دلیل ہے اس بات کی کہ او معنی واؤ ہے۔

باب کَلَامِ الْإِمَامِ وَالنَّاسِ

فِي خُطْبَةِ الْعِيدِ وَإِذَا سُئِلَ الْإِمَامُ
عَنْ شَيْءٍ وَهُوَ يَخْطُبُ -

ترجمہ۔ عید کے خطبہ میں امام اور لوگوں کا کلام کرنا۔ اور جب امام سے کسی چیز کے متعلق پوچھا جائے جبکہ وہ خطبہ پڑھ رہا ہو۔

ترجمہ۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز کے بعد ہمیں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہماری قربانی جیسی قربانی دی تو ہماری قربانی کو پہنچ گیا۔ اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو یہ گوشت کی بخری ہے۔ حضرت ابو بردہ بن نیارؓ اٹھے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ میں نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے قربانی کر لی اور میں یہ سمجھا کہ آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اسلئے میں نے جلدی کی خود کھایا گھر والوں اور مسایوں کو کھلایا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو گوشت کی بخری ہے قربانی نہیں ہے۔ میں نے عرض کی میرے پاس ایک بڑا غالہ ہے جو دو بخریوں کے گوشت سے بہتر ہے پس کیا وہ مجھے کافی ہوگا فرمایا ہاں! لیکن آپ کے بعد کسی کیلئے کفایت نہیں کرے گا۔

حدیث (۹۲۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ النُّحْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ مَنْ صَلَّى صَلَوَاتِنَا وَنَسَكَ نُسُكَنَا فَقَدْ صَابَ النُّسُكَ وَمَنْ نَسَكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَتِلْكَ شَاةٌ لِحِمِّ فَقَامَ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ نَسَكْتُ قَبْلَ أَنْ أُخْرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ وَعَوَفْتُ أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ أَكُلُ وَشُرِبُ فَتَعَجَّلْتُ وَأَكَلْتُ وَأَطَعَمْتُ أَهْلِي وَجِيزَانِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ تِلْكَ شَاةٌ لِحِمِّ قَالَ فَإِنَّ عِنْدِي عَنَاقًا جَذَعَةً لَهَا خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لِحِمِّ فَهَلْ تَجْزِي عَنِّي قَالَ نَعَمْ وَلَنْ تَجْزِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ.. الحديث..

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ عرفت أَنَّ الْيَوْمَ يَوْمٌ أَكُلُ وَشُرِبُ فَتَعَجَّلْتُ الْح یعنی ظاہر نص سے میں یہ سمجھا کہ آج عید کا دن کھانے پینے کا دن ہے اور اس میں عموم ہے کسی خاص وقت کی تخصیص نہیں اسلئے میں نے جلدی قربانی ذبیح کر کے خود بھی کھایا اور

اور ہمسائیوں کو بھی کھلایا۔ نص فاذا وجبت فكلوها ہے۔ (نص یہ ہے کہ جب جانور ذبح ہو کر گر پڑے تو اسے کھاؤ)۔

حدیث (۹۲۷) حَدَّثَنَا حَرَامُ بْنُ عُمَرَ الْخ
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى
يَوْمَ النُّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ فَأَمَرَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ
يُعِيدَ ذَبْحَهُ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
رَجِيْرُ أَنْ لِيْ إِمَامًا قَالَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَإِمَامًا قَالَ بِهِمْ
فَقُرُّوْا إِنِّي ذَبَحْتُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَعِنْدِي عِنَاقٌ لِّيْ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شَاتِي لِحِمٍّ فَرَخَّصُ لَهُ فِيهَا ...

حدیث (۹۲۸) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ عَنْ جُنْدُبٍ
قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النُّحْرِ ثُمَّ خَطَبَ ثُمَّ ذَبَحَ
وَقَالَ مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَذْبَحْ أُخْرَى مَكَانَهَا
وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللَّهِ ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ ﷺ نے قربانی کے دن نماز پڑھی پھر خطبہ دیا پھر حکم
دیا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ اس کو لوٹائے تو
انصار کا ایک آدمی کھڑا ہوا اس نے کہا یا رسول اللہ میرے ہمسائے
ہیں یا تو کہا کہ ان کو بھوک تھی یا کہا کہ ان کو احتیاجی لاحق تھی
اس لئے میں نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا۔ اور میرے پاس ایک
بڑا غالہ ہے جو دو بھریوں کے گوشت سے بھر ہے تو آپؐ نے
اس میں اس کو رخصت دے دی۔

ترجمہ۔ حضرت جندبؓ سے مروی ہے کہ قربانی کے
دن جناب نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر ذبح فرمایا
اور ارشاد فرمایا کہ جس نے نماز پڑھنے سے پہلے ذبح کیا وہ
اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جو ذبح کرے اللہ کے
نام پر ذبح کرے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ امام صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خطبہ میں کر سکتا ہے۔

اور امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ امام جس سے چاہے جو چاہے بات کر سکتا ہے۔ اور اسی طرح اگر کوئی امام سے بات کرے تو کر سکتا ہے۔ اور
یہی حضرت گنگوہیؒ نے اپنی مختلف تقریرات میں ہمارا مذہب نقل کیا ہے۔ مگر مجھ کو باوجود تحقیق و تفتیش کے کہیں کوئی روایت نہیں ملی
البتہ حضرت گنگوہیؒ کو حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ علامہ شامیؒ سے افتخار بتلاتے تھے۔ اور خود حضرت علامہ شامیؒ کو معاصر فرماتے تھے۔
اور فرماتے تھے کہ ان کی بات ہم پر حجت نہیں۔

ترجمہ۔ جبکہ عید کے دن واپس لوٹے

تو راستہ بدل لے۔

باب مَنْ خَالَفَ الطَّرِيقَ

إِذَا رَجَعَ يَوْمَ الْعِيدِ۔

ترجمہ۔ حضرت جلدؒ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب

حدیث (۹۲۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ (الْخ) عَنْ جَابِرٍ قَالَ

عید کا دن ہوتا تھا تو راستہ بدل لیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ لیکن حضرت جابرؓ کی روایت زیادہ صحیح ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ
تَابِعَهُ يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ فُلَيْحٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ وَحَدِيثُ جَابِرٍ أَصَحُّ ... الحديث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یس سے زیادہ مصاحف مخالفة الطريق فی یوم العید کی بیان فرمائی

ہیں۔ من جملہ ان کے اظہار شوکت المسلمین اور دونوں طرف کے لوگوں سے ملاقات اور دونوں راستوں کا شہادت دینا بھی ہے۔ تابعہ یونس الخ یہاں اس عبارت میں گڑبڑ ہے۔ اور صحیح حاشیہ کا نسخہ ہے۔ متن کے نسخہ میں متابعۃ ہی نہیں بنتی۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ تابعہ یونس بن محمد عن فلیح وقال محمد بن الصلت عن فلیح عن سعید عن ابی ہریرۃؓ وحديث جابر اصح اب حدیث جابر اصح کما صحیح ہوا۔ اس لئے کہ اس کا متابع موجود ہے۔ اور ابو ہریرہؓ کی روایت کا کوئی متابع نہیں۔

باب إِذَا فَاتَهُ الْعِيدُ

يُصَلِّي رَكَعَتَيْنِ۔

ترجمہ۔ جب کسی سے عید کی نماز فوت ہو جائے

تو وہ دو رکعت پڑھے۔

ترجمہ۔ اور اسی طرح عورتیں اور وہ لوگ جو گھروں اور بستیوں میں رہتے ہیں وہ بھی دو رکعت پڑھیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اے اہل اسلام یہ ہمارا عید کا دن ہے اور انس بن مالکؓ نے روایہ میں اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو حکم دیتے تھے وہ ان کے گھروالوں ان کے بیٹوں سب کو جمع کرتا اور شر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھتے تھے۔ اور ان جیسی تکبیر کہتے تھے اور حضرت عکرمہؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتی لوگ عید میں جمع ہوتے اور جیسے امام کرتا ہے یہ بھی اس کی طرح دو رکعت پڑھتے اور عطاؓ فرماتے ہیں کہ جب عید کی نماز فوت ہو جائے تو دو رکعت پڑھے

وَكَذَلِكَ النَّسَاءُ مَنْ كَانَ فِي الْبُيُوتِ وَالْقُرَى
لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ هَذَا عِيدُنَا يَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَأَمْرُ
أَنْسِ بْنِ مَالِكٍ مَوْلَاهُ ابْنُ أَبِي عُتْبَةَ بِالزَّوَاوِيَةِ فَجَمَعَ
أَهْلَهُ وَبَنِيهِ وَصَلَّى كَصَلَاةِ أَهْلِ الْمِصْرِ وَتَكْبِيرُهُمْ
وَقَالَ عِكْرِمَةُ أَهْلُ السَّوَادِ يَجْتَمِعُونَ فِي الْعِيدِ
يُصَلُّونَ رَكَعَتَيْنِ كَمَا يَصْنَعُ الْإِمَامُ وَقَالَ عَطَاءٌ إِذَا
فَاتَهُ الْعِيدُ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ ... الحديث ...

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اذا فاتته العید یصلی رکعتین صفحہ ۲۵/۱۳۳ یعنی جب کسی سے عید نماز فوت ہو جائے

تو وہ دو رکعت پڑھ لے۔ احنافؒ کے نزدیک یہ قضاء نہیں ہے بلکہ بطور استحباب اور نفل کے دو رکعت پڑھ لے۔ باقی حضرت انس بن مالکؓ نے جو زاویہ مقام میں اپنے اہل عیال اور بیٹوں کو جمع کر کے شریوں کی طرح عید کی نماز پڑھی اور ان کی طرح تکبیرات تشریق بھی کہیں

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فنا بھرہ میں رہتے تھے۔ زاویہ بھرہ کے نواح ہی میں واقع تھا۔ جو لوگ شہر کے متعدد مقامات پر عید کی نماز پڑھنے کو جائز کہتے ہیں حضرت انسؓ کا اثر ان کی حجت و دلیل ہے اور عطا تابعی کا قول کہ جس سے نماز عید فوت ہو جائے وہ دور کعت پڑھ لے یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو احنافؒ پر حجت نہیں ہو سکتا۔ اور عکرمہ کا قول کہ دیہات والے عید کے دن جمع ہو کر امام کی طرح دور کعت پڑھیں یہ بھی تابعی کا اجتہاد ہے۔ جس کا تسلیم کرنا واجب نہیں ہے۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ حضرت

ابو بکرؓ ان کے پاس اس وقت تشریف لائے جبکہ دو لڑکیاں ایام منی میں ان کے پاس دف جارہی تھیں۔ اور دف کو پیشی تھیں اور جناب نبی اکرم ﷺ اپنے کپڑے ڈھانپے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ڈانٹا حضرت نبی اکرم ﷺ نے اپنے چہرہ انور سے کپڑا ہٹا کے فرمایا اے ابو بکرؓ ان بچیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دو کیونکہ یہ عید کے دن ہیں اور یہ منی کے دن ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ مجھے چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا تو

حدیث (۹۳۰) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ (الخ)

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَيْهَا جَارِكَيْنِ فِي أَيَّامٍ مِنِّي تَدْفِقَانِ وَتَضْرِبَانِ وَالنَّبِيُّ ﷺ مُتَغَشٍّ بِثَوْبِهِ فَانْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعُهُمَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ أَيَّامٌ مِنِّي وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْتُرُنِي وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحُبَشَةِ وَهُمْ يَلْعَبُونَ فِي الْمَسْجِدِ فَرَجَرَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ دَعُهُمْ أَمَّا بَنِي أَرْفَدَةَ فَعِنِّي مِنَ الْأَمْنِ.... الحديث...

جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو اے بنی ارفدہ۔ امنا امن سے مشتق ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ فانہا ایام عید ا تلك الايام ایام منی صفحہ ۱۳۵/۳ اس روایت کے عموم سے استدلال

کرنا کہ عید سب کے لئے ہے۔ عورت۔ مرد۔ شہری۔ دیہاتی تو نماز بھی سب کے لئے ہوگی۔ اس میں کسی قوم کی تخصیص نہیں ہے۔ تو یہ احتجاج بھی واجب التسلیم نہیں ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع یہ صحابی کا قول ہے۔ تابعی کا قول صحابی کے قول کا معارضہ نہیں کر سکتا۔

من الامن صفحہ ۱۳۵/۵ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے بنو ارفدہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو تو یہ امنا امن سے ہے

امان سے ماخوذ نہیں ہے جس کا کفار پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں عید کی خوشیاں سب کو شامل ہو جائیں گی۔ خواہ وہ کافر اور مشرک کیوں نہ ہوں بلکہ یہ امن سے ماخوذ ہے جس سے مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو حبشیوں کو ڈانٹ ڈپٹ کی تھی اس کا ازالہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ان کو امن کی حالت میں چھوڑ دو۔ جو کچھ کر رہے ہیں کرنے دو ڈر اؤ دھکاؤ نہیں۔ اے بنو ارفدہ امن کے ساتھ کھیلے رہو

اور ممکن ہے اس لفظ سے ترجمہ الباب کی طرف اشارہ ہو کہ جو سرور بنی ارشدہ کو شامل ہے جو حبشی غلام ہیں تو پھر یہ حکم آزاد مسلمان عورتوں اور بچوں سب کو شامل ہو گا۔ واللہ اعلم۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہاں پر دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ بعض کی نماز عید فوت ہو جائے اور جماعت میں شریک نہ ہو سکے تو

حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک صلوٰۃ العید مردوں۔ عورتوں۔ آزاد۔ غلام سب کے حق میں ہے۔ لہذا جو لوگ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں وہ دوسرے دن پڑھیں اور عورتیں اپنے گھروں میں دور کھت پڑھیں۔ مرد جہر تکبیر پڑھیں اور عورتیں سر۔ یعنی امام بخاریؒ کا میلان معلوم ہوتا ہے۔ اور جمہور کی رائے یہ ہے کہ نماز عید کے لئے نماز جمعہ کی طرح مخصوص شرائط ہیں۔ اگر کوئی رہ جائے تو امام مالکؒ کے نزدیک دور کھت عید کی طرح تکبیرات کے ساتھ پڑھے اور امام احمدؒ کے نزدیک دو یا چار رکعات پڑھے۔ اور امام صاحبؒ کے یہاں چار رکعت مثل ظہر کے پڑھے۔ اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر سب ہی کی نماز فوت ہو جائے اور پہلے دن نہ ہو سکے اس مسئلہ سے امام بخاریؒ نے تعرض نہیں کیا ہے۔ اس سے امام ابو داؤدؒ نے تعرض کیا ہے اور ترجمہ قائم کیا ہے۔ باب اذالم یخرج الامام للعید من یومہ یخرج من الغد کہ اگر امام پہلے دن کسی وجہ سے عید کے لئے نہ نکل سکے تو دوسرے دن نکلے۔ حنابلہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگلے دن قضا کی جائے گی اس کے بعد نہیں۔ دلیل حدیث ابو داؤد کی ہے جو ابھی ذکر کی گئی۔ اور پھر عید کی نماز بارہ تاریخ تک ہے۔ اس لئے کہ یہ صلوٰۃ الاضحیٰ کہلاتی ہے اور اضحیٰ یعنی قربانی بارہ تک ہوتی ہے۔ تو نماز بھی بارہ تک ہوگی۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو قضا نہیں ہے اور اگر اگلے دن کی رات میں بعد المغرب الی الصبح ثبوت ہوا تو دوسرے دن قضا کی جائے گی اسلئے اگر بعد الزوال قبل المغرب ثبوت ہوا تو چاند نکل کا ہے۔ اور نوافل کی قضا نہیں۔ اور اگلے دن کی رات میں بعد الغروب ثبوت ہوا ہے تو اس دن کا چاند ہو گا۔ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے گی۔

باب الصَّلَاةِ قَبْلَ الْعِيدِ وَبَعْدَهَا
وَقَالَ أَبُو يَعْلَى سَمِعْتُ سَعِيدًا عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيدِ

ترجمہ۔ عید سے پہلے اور عید کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے ابو یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے سعید سے سنا وہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ عید سے پہلے نماز کو مکروہ کہتے تھے۔

حدیث (۹۳۱) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهُ بِلَالٌ ...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید الفطر کے دن باہر تشریف لائے دور کھت نماز عید پڑھی۔ لیکن اس سے پہلے اور اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا آپؐ کے ہمراہ حضرت بلالؓ بھی تھے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ - عید گاہ کے اندر عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر عید کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ نہیں۔ حدیث سے جو ممانعت قبل اور بعد معلوم ہوتی ہے وہ عید گاہ کے اندر ہے۔ دوسرے مقام پر بعد ادا نیکی صلوٰۃ عید کراہتہ نہیں ہے۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ - عید کے دن حنابلہ کے یہاں قبل الصلوٰۃ نوافل مطلقاً مکروہ ہیں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک گھر پر جائز ہے۔ اور عید گاہ میں مکروہ ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک صرف امام کے لئے مکروہ ہے۔ اور مقتدی جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتا ہے۔ اور حنفیہ کے یہاں عید گاہ میں قبل الصلوٰۃ اور بعد الصلوٰۃ مطلقاً مکروہ ہے اور گھر پر صلوٰۃ عید سے پہلے تو مکروہ ہے اور بعد میں پڑھ سکتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَبْوَابُ الْوُتْرِ

ترجمہ - وتر کے بارے میں جو کچھ وارد ہے

باب مَا جَاءَ فِي الْوُتْرِ

ترجمہ - حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے رات کی نماز کے متعلق سوال کیا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کی نماز دو رکعت ہے۔ جب تم میں سے کسی کو صبح ہونے کا خوف ہو تو ایک رکعت نماز پڑھ کر جو کچھ نماز پڑھ چکا ہے اسے وتر مانالے حضرت نافع فرماتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وتر کی ایک اور دو رکعت کے درمیان سلام پھیرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی بعض ضرورت کا بھی حکم فرماتے تھے۔

حدیث (۹۳۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُونُسَ (ن) عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ صَلَوةِ اللَّيْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَوةُ اللَّيْلِ مَثْنَى مَثْنَى فَإِذَا خَشِيَ أَحَدُكُمْ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَةً وَاحِدَةً نُوتِرَ لَهُ مَا قَدْ صَلَّى وَعَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَةِ وَالرَّكْعَتَيْنِ فِي الْوُتْرِ حَتَّى يَأْمُرَ بِبَعْضِ حَاجَتِهِ.... الحديث

تشریح از قطب گنگوہی۔ صلی رکعة واحدة الخ صفحہ ۱۱/۱۳۵ اس حدیث ابن عمرؓ میں ہے کہ یہ ایک رکعة ماصلی کو وتر بنادے گی۔ شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں یہ ایک رکعت جو پہلی دور رکعت کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔ تو اس طرح تین رکعت وتر کی نماز بن جائے گی لیکن حق بات یہ ہے کہ وتر دراصل ایک رکعت تھے جو بعد میں نبی رسول اللہ ﷺ عن البتیراء ان یصلی الرجل بواحدة لوتر بها کہ آپؐ نے ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ اس حدیث سے وتر رکعة واحدة منسوخ ہو گیا لہذا ضروری نہیں ہے کہ جمع روایات وحدت کو تین رکعات بنایا جائے۔ صحیح صورت یہی ہے کہ وتر ایک رکعت منسوخ ہیں۔ اور حدیث بتیراء ناخ ہے۔ اس پر حمل کرنے سے پھر کسی تکلیف کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہذا اسے مان لینا چاہیے۔ ایثار بواحداً تھا جو بعد میں نبی عن البتیراء کی حدیث سے منسوخ ہوا۔ ان عبد اللہ بن عمرؓ کان یسلم بین الركعة والركعتین صفحہ ۱۳۵/۱۳۵ کہ ابن عمرؓ وتر تین رکعت تو پڑھتے تھے لیکن دور رکعت کے بعد سلام پھیر لیتے۔ بعد ازاں ایک رکعت اور پڑھتے۔ گویا ثلث رکعات بتسلمتین دو سلاموں کے ساتھ تین رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت شیخ گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی کا اجتہاد ہے جو نص صریح کے مقابلہ میں قبول نہیں ہوگا۔ وہ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ان النبی ﷺ لا یسلم فی رکعتی الوتر (الحديث) کہ وتر کی دور رکعات میں سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور حدیث ابن عمرؓ پر حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ سے ان کے باپ عمرؓ افقہ تھے۔ کان ینھض فی الثالثة بالتکبیر کہ وتر کی تیسری رکعت کیلئے تکبیر کہہ کر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضرت ابو بکرؓ کو دفن کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے تین رکعات نماز وتر پڑھی اور لوگوں نے بھی تین رکعات وتر پڑھے۔

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ خبر دیتے ہیں کہ میں نے ایک رات اپنی خالہ میمونہؓ کے پاس بسر کی میں تو سر ہانے کے چوڑاں میں لیٹ گیا۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے گھر والے اس کی لمبائی میں لیٹ گئے پس حضور انور ﷺ سو گئے یہاں تک کہ جب آدمی رات ہو گئی یا اس کے قریب ہوا تو حضور اقدس ﷺ نیند کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے بیدار ہوئے۔ پھر آل عمر ان کی دس آیات پڑھیں پھر ایک پرانا مشکیزہ جو لٹکا ہوا تھا اس کی طرف تشریف لے گئے وضو فرمایا اور اچھی طرح وضو فرمایا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے میں نے بھی اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے کیا تھا اور میں

حدیث (۹۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّحْدُ عَنْ كُرَيْبٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوَسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَهْلُهُ فِي طُولِهَا فَنَامَ حَتَّى انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَرِيبًا مِنْهُ فَاسْتَقِظَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى شَنْ مُعَلَّقَةٍ فَتَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَصَنَعْتُ مِثْلَهُ وَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي وَأَخَذَ بِأُذُنِي

تشریح از شیخ زکریا۔ وتر میں سترہ مسئلے مختلف فیہ ہیں جو بخاری میں آتے رہیں گے میں بیان کرتا ہوں گا۔ سب سے اول

مسئلہ حکم الوتر ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے اور بقیہ ائمہ کے یہاں سنت ہے امام بخاریؒ نے ابو اب الوتر کو ابواب التطوع اور ابواب التہجد سب سے الگ باندھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ نماز اور نوافل کی طرح نہیں ہے بلکہ الگ نماز ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام بخاریؒ باب الوتر علی الدابة منعقد نہ فرماتے تو میں یہ کہہ دیتا کہ امام بخاریؒ وجوب وتر کے قائل ہیں۔ احنافؒ جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ امام بخاریؒ قول بالوجوب کے ساتھ جو از علی الدابة فی السفر کے قائل ہوں۔ باب ماجاء فی الوتر امام بخاریؒ نے حکم الوتر کا کوئی باب نہیں باندھا البتہ عدد وتر کا باندھا ہے۔ وتر احنافؒ کے یہاں تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ اور مالکیہ کے یہاں ایک رکعت مستقل ہے۔ مگر اس سے پہلے شفع ضروری ہے ورنہ کراہت ہوگی۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک وتر دو قسم ہیں۔ ایک مفصول دوسرا موصول تو یہی کہ ایک رکعت پڑھے یا پہلے سے نوافل پڑھ رہا تھا اخیر میں ایک رکعت بالاستقلال پڑھ لے۔ اور موصول کی تفصیل میں مختلف اقوال ہیں۔

شافعہ کے یہاں ادنی الکمال تین رکعات پھر پانچ۔ سات۔ نو۔ گیارہ رکعات ہیں۔ اب ان شفعات میں یا تو ہر ہر شفعہ پر سلام پھیرے یا پڑھتا رہے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور حنبلیہ کے یہاں اگر پانچ ہیں تو اخیر میں بیٹھے۔ اور سات اور نو میں دوبار بیٹھے۔ اور اخیر میں سلام پھیرے۔ اور تین اور گیارہ میں ہر شفعہ پر سلام پھیرے۔ حتی یا مراً بحاجتہ اس سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا اپنا فعل ہے جب حسن بصریؒ سے ان کا فعل نقل کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کان ابوہ لایسلم وکان الفقہ کہ ان کے باپ سلام نہیں پھیرتے تھے۔ اور وہ زیادہ فقیہ تھے۔ ورا ینا انا سا الخ یہ تو ان کی جماعت کا طور و طریقہ تھا۔ اور آگے قاسم کی رائے ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کر لو۔ ان ابی شیبہؒ نے حسن بصریؒ سے اجماع نقل کیا ہے اجمع المسلمون علی ان الوتر ثلاث لایسلم الا فی آخرہن۔ کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ اور سلام ان کے آخر میں ہی ہونا چاہیے۔ فیسجد السجدة الخ یہ سجدہ یا تو صلوتیہ ہوتا تھا مگر بعض خاص اوقات میں مخصوص تجلیات کی بنا پر اطالہ ہو جاتی تھی۔ یا سجدہ صلوتیہ نہ تھا۔ اس صورت میں سجدہ شکر و مناجات کے قائلین اس سے استدلال کرتے ہیں۔ حنفیہ جو سجدہ مناجات کے قائل نہیں وہ اس کی تقدیر پر یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ سجدہ تلاوت ہوتا تھا۔ اور سجدہ تلاوت میں جتنی دیر چاہے دعائیں پڑھتا رہے۔ اگر تم میں سے کوئی اس اختلاف کی جزئیات دیکھنا چاہے تو او جز کی کتاب الوتر میں دیکھ لے۔

باذنی یفتلھا کان مروئیا تو تنبیہ کے لئے تھا یا نیند سے بیدار کرنے کے لئے۔ عبد الرحمن بن قاسم یہ قاسم بن محمد بن ابی بکر ہیں جو افقہ زمانہ تھے یہ کہتے ہیں کہ جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے صحابہ کو تین وتر پڑھتے دیکھا یعنی اکثریت تین وتر پڑھنے والوں کی تھی۔ فیسجد السجدة اس کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ سجدہ اتنا طویل ہوتا تھا کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔ اس میں نماز کے سارے سجدے داخل ہوں گے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے بعد کا سجدہ شکر مراد ہے۔ اس صورت میں کوئی سجدہ داخل نہ ہوگا۔

باب سَاعَاتِ الْوُتْرِ

ترجمہ۔ وتر کے اوقات

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالْوُتْرِ قَبْلَ النَّوْمِ ...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے سونے سے پہلے وتر پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

حَدِيث (۹۳۶) حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ الْخِمْيَرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ أَرَادَ أَنْ يَكْتُمَ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ أُطِيلُ فِيهِمَا الْقِرَاءَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ مَثْنً وَيُوتِرُ بِوَكَعَةٍ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ وَكَانَ الْإِذَاانَ بِأَذْنِهِ قَالَ حَمَادٌ أَيْ بِسُرْعَةٍ الْحَدِيث

ترجمہ۔ انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے پوچھا کہ مجھے بتائیے صبح کی نماز سے پہلے جو دو رکعتیں ہیں میں ان میں قرأت لمبی کر سکتا ہوں تو انہوں نے فرمایا جناب نبی اکرم ﷺ رات کو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور ایک رکعت کے ساتھ وتر پڑھتے اور صبح کی نماز سے پہلے دو رکعت اس طرح پڑھتے تھے گویا اذان ان کے کانوں میں ہے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس سے مراد جلدی ہے کہ رکعتیں جلدی پڑھتے تھے۔

حَدِيث (۹۳۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ الْخِمْيَرِيُّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَانْتَهَى وَتَرَهُ إِلَى السَّحَرِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رات کے ہر حصہ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وتر پڑھے ہیں۔ اور آپؐ کا وتر سحر تک پہنچتا تھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ قَالَتْ كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللَّهِ الْخِمْيَرِيُّ رَوَايَتٌ فِي مَطْلَقِ لَيْلٍ كَالْفَتْوَارِ دَوَاهٍ۔ اور یہ بھی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ سحری کے وقت وتر پڑھتے تھے۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ تم طالب علم ہو نیند سے پہلے وتر پڑھ لیا کرو۔ تو تینوں روایات سے ثابت ہوا کہ رات کی ہر گھڑی میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔ لیکن جب حکم دیا کہ فرائض ادا کرنے کے بعد رات کی آخری نماز وتر ہو تو فرائض عشاء سے ان کو مقدم نہ کیا جائے۔ کیونکہ عشاء کے بعد سے وتر کا وقت شروع ہو کر انتہائے سحر تک پہنچتا ہے۔ اس طرح سب احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ بعض علماء نے بیان فرمایا ہے اذلا عادت شریفہ یہ تھی کہ رات کے جس حصہ میں چاہتے وتر پڑھتے مگر پھر آخر میں آخر حصہ میں پڑھنے لگے۔ وقد اوردوا انتہی وتروہ الی السحر اس سے بظاہر ایہام ہوتا تھا کہ اور اوقات منسوخ ہو گئے اسلئے ساعات الوتر کا باب باندھ کر حبیہ فرمادی کہ صرف ایک ساعۃ نہیں بلکہ ساعات اس کے اوقات ہیں۔ اوصانی النبی ﷺ کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اسلئے ان کو وتر قبل النوم کی وصیت فرمائی۔ اور یہی معمول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا تھا

کان الاذان باذنہ یہاں پر بعض حضرات نے اذان سے اقامت مراد لی ہے۔ یعنی اتنی عجلت فرماتے تھے کہ گویا اقامت ہو رہی ہے اور جلدی فرما رہے ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اذان حقیقی مراد ہو۔ اور مطلب یہ ہے کہ عین اذان کے ساتھ شروع فرماتے تھے۔

باب اِيقَاطِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْوُتْرِ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا وتر کیلئے اپنے گھر والوں کو جگانا ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ رات کو نماز پڑھتے تھے اور میں جوڑان میں لیٹی ہوئی ان کے بسز پر نیند کرنے والی ہوتی تھی۔ جب آپؐ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے جگا دیتے میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

حدیث (۹۳۸) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيُ وَأَنَا رَاقِدَةٌ مُعْتَرِضَةٌ عَلَى فِرَاشِهِ فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يُؤْتِرَ أَبْقَطَنِي فَأَوْتَرْتُ الْحَدِيث ...

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ابقظنی فائوت ر صفحہ ۵۱۳۶ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ رات کو وتر ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو مجھے بیدار کرتے تو میں بھی وتر نماز ادا کرتی تھی۔ تو آپؐ کا ہمیشہ وتر پڑھنے کے لئے بیدار کرنا اور اس کے لئے تاکید اکلم فرماتا جو نوافل میں نہیں ہوتا یہ وجوب کی علامت ہے۔ ابو محمد صحابیؒ کا قول آ رہا ہے ان الوتر واجب اور امام بخاریؒ کا تہجد اور نوافل سے الگ وتر کا ترجمہ رکھنا بھی اس کے وجوب کی دلیل ہے۔ اور سواری پر سفر میں وتر ادا کرنا بھول لکن عباسؒ وابن عمرؓ کے وتر سفر میں ادا کرنا سنت ہو جاتا ہے۔ شاید اسی بنا پر ہو۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ بھی وتر کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر وتر واجب نہ ہوتے تو پھر وتر کیلئے کیوں جگاتے تہجد کے لئے کیوں نہ جگاتے تھے۔

باب لِيَجْعَلَ آخِرَ صَلَوَتِهِ وَتَرًا

ترجمہ۔ رات کے وقت اپنی آخری نماز وتر کو بنا لو

حدیث (۹۳۹) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ اجْعَلُوا آخِرَ صَلَوَتِكُمْ بِاللَّيْلِ وَتَرًا... الْحَدِيث

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حدیث پاک میں اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وتروا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس میں تھوڑا سا تغیر کر کے اپنا ترجمہ بنادیا۔ اس حدیث کی وجہ سے اسحق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ وتر بالکل آخر میں ہونے چاہئیں اگر کسی نے اولاً وتر پڑھے

اور پھر رات کو جاگ کر تہجد کی نماز پڑھ لی تو وہ وتر باطل ہو گئے دوبارہ پڑھے۔ امام ابو داؤد نے اس پر رد کرنے کے لئے نقض الوتر کا باب باندھا ہے۔ اور لا وتر ان فی لیلة والی روایت ذکر فرمائی ہے۔ جمہور کے نزدیک اجعلوا کا امر استحباب کے لئے ہے۔ میرے والد صاحب نے حضرت گنگوہیؒ سے نقل فرما کر ایک اور توجیہ فرمائی وہ یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کر لیا کہ امر ایجابی ہے مگر یہاں صلوة سے مراد نوافل نہیں ہیں۔ بلکہ فرائض اللیل ہیں۔ اور وہ مغرب و عشاء ہے۔ تو اب مطلب یہ ہو گا کہ وتر عشاء کے بعد پڑھو۔ یعنی وتر کا ابتدا کی وقت بیان فرمایا کہ عشاء سے پہلے وتر نہ ہوں گے۔ لہذا امر کا صیغہ وجوب کے لئے ہی رہے گا۔ اور حدیث بالکل صاف ہو جائے گی۔ نیز! یہ حدیث فقہاء کی اس مسئلہ میں دلیل بن گئی کہ اگر کسی وجہ سے عشاء کی نماز دھرائی جائے تو وتر بھی دہرائے جائیں گے۔

باب الْوُتْرِ عَلَى الدَّابَّةِ ترجمہ۔ جانور پر وتر ادا کرنا

ترجمہ۔ حضرت سعید بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے ہمراہ مکہ کے راستہ میں چل رہا تھا سعید فرماتے ہیں جب مجھے صبح ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوا تو میں سواری سے اتر اور وتر پڑھ کر ان سے جا ملا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے میرے سے پوچھا تم کہاں تھے میں نے کہا صبح ہونے کا اندیشہ ہوا تو میں نے اتر کر وتر پڑھ لئے۔ جس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تمہارے لئے اچھا نمونہ نہیں ہے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم کیوں نہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک جناب رسول اللہ ﷺ اونٹ پر وتر پڑھتے تھے۔

حدیث (۹۴۰) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ قَالَ كُنْتُ أَسِيرُ مَعَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ بِطَرِيقٍ مَكَّةَ فَقَالَ سَعِيدٌ فَلَمَّا خَشِيتُ الصُّبْحَ نَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ ثُمَّ لَحِقْتُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَيْنَ كُنْتَ فَقُلْتُ خَشِيتُ الصُّبْحَ فَنَزَلْتُ فَأَوْتَرْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ الْيَمِينُ لَكَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فَقُلْتُ بَلَى وَاللَّهِ قَالَ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِرُ عَلَى الْبَعِيرِ

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ کان یوتر علی البعیر کہ آنحضرت ﷺ وتر کو اونٹ کی پیٹھ پر پڑھتے تھے۔ علماء احناف کے

نزدیک یہ ضرورت پر محمول ہے۔ جیسے فرض نماز کو ہلاکت کے خوف سے خواہ وہ دشمن کی وجہ سے ہو یا کسی درندے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے ہو الدابة پر ادا کرنا جائز ہے۔ تو وتر کو بھی اسی حالت ضرر پر محمول کیا جائے گا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ وہ باب ہے جس کی وجہ سے حافظؒ نے امام بخاریؒ کے عدم القول بالجوب کا تعلق فرمایا ہے۔

کان یوتر علی البعیر یہ ابتدا پر محمول ہے اور ایجاب سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ان الله امدكم بصلوة وهى الوترية الف ولام عدد کا ہے۔ اس سے وہی وتر مراد ہے جو پہلے پڑھی جاتی تھی۔ امداد و زیادت کے درجہ میں

نہیں آئی تھی۔ اس باب کے متعلق حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ احناف کے خلاف ہے۔ ورنہ تمام ابواب احناف کے موافق ہیں۔ ہماری طرف سے اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ یہ باب ہمارے خلاف نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک بھی ذلہ یعنی پھسلن کی صورت میں دابہ پر وتر جائز ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ وتر کے وجوب سے قبل کا ہے۔ یہ باب ان لوگوں کے لئے مؤید ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں کیونکہ احناف کے یہاں بغیر عذر کے دابہ پر ادا نہیں کیا جاسکتا اور بہت ممکن ہے کہ امام بخاریؒ وتر کو واجب مانتے ہوئے اسے دابہ پر ادا کرنے کے قائل ہوں کیونکہ امام بخاری کے لئے یہ کمزوری نہیں کہ وہ جمیع جزئیات میں احناف کے ساتھ اتفاق کریں۔ اور خود شوافع کے یہاں ایک واجب کو دابہ پر ادا کر سکتے ہیں وہ یہ کہ اگر راکب رکوب کی حالت میں سجدہ تلاوت سے توبہ دابہ پر سجدہ کر سکتا ہے۔

باب الْوُتْرِ فِي السَّفَرِ ترجمہ۔ سفر میں وتر ادا کرنا

حدیث (۹۴۱) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ (الْح) عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِيْ اِيْتَاءَ صَلَوةِ اللَّيْلِ اِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلَى رَاحِلَتِهِ .. الْحَدِيث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ سفر میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جدھر وہ سواری منہ کرتی تھی خوب اشارہ کرتے تھے۔ یہ رات کی نماز میں ہوتا تھا فرائض سواری پر نہیں پڑھتے تھے البتہ وتر سواری پر پڑھتے تھے

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ نحاك بن مخلد وغيره وتر في السفر کے قائل نہیں۔ ان پر رد فرما رہے ہیں۔ اور بقیہ ائمہ بالاتفاق

قائل ہیں۔

باب الْقَنُوتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ وَبَعْدَهُ ترجمہ۔ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے یا بعد میں

حدیث (۹۴۲) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ الْخَمْسِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَقْنَتَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الصُّبْحِ قَالَ نَعَمْ فَقِيلَ أَوْقَنْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ قَالَ بَعْدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا . الْحَدِيث ...

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا جناب نبی اکرم ﷺ صبح کی نماز میں دعاء قنوت پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں پھر پوچھا گیا کہ رکوع سے پہلے فرمایا تھوڑا سا رکوع کے بعد قنوت کیا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ نبی اکرم ﷺ نے صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی ہے

آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کیا قبل الرکوع انہوں نے فرمایا بعد الرکوع۔ دراصل قنوت دو ہیں۔ ایک قنوت وتر ہے دوسرا قنوت نازلہ ہے قنوت نازلہ احناف کے نزدیک بعد الرکوع ہے جب کوئی مصیبت مسلمانوں پر نازل ہو جائے۔ حضرت انسؓ کی حدیث اسی قنوت نازلہ پر

دلائل کر رہی ہے۔ اسے منسوخ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک اب بھی معمول بھا ہے جو آنحضرت ﷺ کا آخر حیات تک معمول رہا اور حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ قنوت قبل الکووع ہے تو انہوں نے فرمایا بعد الکووع اور قنوت وتر قبل الکووع ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ان سے مطلق قنوت کے متعلق سوال ہوا کسی وقت کی قید نہیں تھی تو انہوں نے قبل الکووع فرمایا وہ قنوت وتر ہے۔ جو سارا سال معمول بہ رہتا ہے۔

ترجمہ۔ عامم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک قنوت ہے۔ میں نے کہا رکوع سے پہلے یا بعد۔ فرمایا رکوع سے پہلے۔ عامم نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کی طرف سے خبر دی کہ آپ رکوع کے بعد فرماتے ہیں فرمایا اس نے جھوٹ کہا اسلئے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مہینہ مہر بعد الکووع قنوت کیا وہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ قراء کی ایک جماعت جو قریباً ستر ۷۰ کے قریب تھے۔ نجد کے مشرکین کی ایک قوم کی طرف ان کو بھیجا تھا یہ وہ لوگ نہیں تھے جن پر بد دعا کی۔ بہر حال اس قوم اور جناب رسول اللہ ﷺ کے درمیان

حدیث (۹۴۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ رَأَى الْخِمْسَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوتِ فَقَالَ قَدْ كَانَ الْقُنُوتُ قُلْتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ أَوْ بَعْدَهُ قَالَ قَبْلَهُ قَالَ فَإِنَّ فَلَانًا أَخْبَرَنِي عَنْكَ إِنَّكَ قُلْتَ بَعْدَ الرُّكُوعِ فَقَالَ كَذَبَ إِنَّمَا قُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَعْدَ الرُّكُوعِ شَهْرًا أَرَاهُ كَانَ بَعَثَ قَوْمًا يَقَالُ لَهُمُ الْقُرَاءُ زُهَاءُ سَبْعِينَ رَجُلًا إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ دُونَ أَوْلَئِكَ وَكَانَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَهْدٌ فَكُنْتُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَهْرًا يَدْعُوْنَ عَلَيْهِمْ... الحديث....

معاہدہ تھا جس کو انہوں نے توڑ کر قراء کو قتل کر دیا تو مہینہ مہر قنوت میں ان پر بد دعا کرتے رہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ جب سائل نے حضرت انسؓ سے قنوت مطلق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے قبل الکووع

فرمایا جب اس نے کہا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ آپ نے قنوت بعد الکووع فرمایا۔ فرمایا کذب۔ پھر قنوت لازلہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ جو ایک ماہ تک پڑھی گئی۔ اور کذب کا مطلب ہے کہ جان بوجھ کر میرے مقصد سے پھیرا جا رہا ہے۔ یا یہ کہ سائل نے ان کے کلام سے یہی سمجھا تھا۔ یہ نہیں کہ اس نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ تو کذب کا اطلاق مشککہ صورہ کے طور پر ہوگا۔ حقیقی معنی میں نہیں ہوگا۔ کہ جو بات اس کے نزدیک ٹھیک تھی اس کو خلاف مراد نقل کیا گیا۔ اگرچہ اس نقل اور تعبیر میں عدم فہم اور ان کے معنی میں تمدنہ کرنے کو دخل ہے۔ تو حضرت انسؓ کی تشریح سے معلوم ہو القنوت فہو جو کسی عارض کی وجہ سے ہوئی تھی وہ بعد الکووع تھی۔ اور جو قنوت دائمی ہوتی تھی وہ قنوت وتر ہے جو قبل از رکوع ہوتی تھی۔

دون اولئک صفحہ ۱۸/۱۳۶ یعنی قرآن کو قتل کرنے والے وہ لوگ نہیں جن کی طرف ان کو بھیجا گیا۔ کیونکہ وہ تو معاہدہ تھے۔ بلکہ ان کے علاوہ دوسرے مشرکوں نے جن سے نہ معاہدہ تھا نہ ہی قرآن کی جماعت ان کی طرف بھیجی گئی تھی ان لوگوں نے ان کو قتل کیا تھا وہ رعل اور ذکوان قبیلہ کے لوگ تھے۔ جن کے خلاف آپؐ نے قنوت نازلہ پڑھی۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ (الخ) ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے مہینہ بھر دعائے قنوت نازلہ میں رعل اور ذکوان پر بدعا کرتے رہے۔

حدیث (۹۴۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْقَنُوتُ فِي الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ۔ ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دُعاۃ قنوت نازلہ فجر کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ كان القنوت في المغرب والفجر صفحہ ۲۰/۱۳۶ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قنوت نازلہ فجر اور مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔ بلکہ ظہر عصر اور عشاء میں بھی پڑھی جاتی تھی کچھ مدت کے بعد آپؐ نے بدعا کرنا چھوڑ دیا۔ تمام نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہو گئی۔ البتہ اصل قنوت نازلہ باقی ہے۔ جب بھی کبھی مسلمان کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو امام قنوت نازلہ پڑھ سکتا ہے وہ بھی صرف فجر کی نماز میں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک سب نمازوں میں۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک کسی نماز میں بھی قنوت نازلہ نہیں ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ امام بخاریؒ نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ قنوت فی الوتر کے قائل ہیں۔ جیسا کہ حنفیہ و حنبلیہ فرماتے ہیں نہ کہ قنوت فی الفجر کے۔ جیسا کہ شافعیہ اور مالکیہ کی رائے ہے۔ یہ اختلاف قنوت مستقل کا ہے۔ یعنی فیما بین الائمہ اس میں اختلاف ہے کہ قنوت وتر مستقل ہیں یا قنوت فجر احناف اور حنبلیہ تو قنوت وتر کے مستقل ہونے کے قائل ہیں مالکیہ اور شافعیہ قنوت فجر کے اور وتر میں مالکیہ کے قول کے موافق قنوت ہے ہی نہیں ہاں ان کے یہاں کی دوسری روایت اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں قنوت ہے تو اب جبکہ صرف وتر میں نصف ماہ قنوت ہے اور فجر میں پورے سال اور پھر امام بخاریؒ نے قنوت کو ابواب الوتر میں ذکر فرمایا تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ قنوت وتر کے قائل ہیں البتہ ایک حاشیہ کا نسخہ گزرا ہے مگر میں نے وہاں تنبیہ کر دی کہ سوائے ایک روایت کے اور روایات اس کی مساعدت نہیں کرتیں تو اب یہاں دو اختلاف ہو گئے۔ ایک یہ کہ وتر میں قنوت ہے یا نہیں۔ احناف اور حنبلیہ کے نزدیک پورے سال ہے اور مالکیہ کے مشہور قول میں نہیں ہے۔ اور مالکیہ کا دوسرا قول اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ نصف آخر رمضان میں ہے۔ اور دوسرا اختلاف یہ ہے کہ فجر میں قنوت ہے یا نہیں۔ مالکیہ اور شافعیہ فرماتے ہیں کہ پورے سال ہے۔ اور حنفیہ اور حنبلیہ فرماتے ہیں کہ فجر میں قنوت نہیں۔ البتہ اگر کوئی آفت اور مصیبت آجائے تو قنوت نازلہ پڑھی جائے گی۔

اور تیسرا اختلاف یہ ہے کہ قنوت قبل الرکوع چاہے فجر کا قنوت ہو یا وتر کا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک وتر و فجر سب میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک سب قبل الرکوع ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک وتر کا قبل الرکوع ہے اور نازلہ کا بعد الرکوع اب بعض روایات میں جو قنوت قبل الرکوع ہے اور بعض میں قنوت بعد الرکوع ہے۔ یہ حنفیہ کے خلاف نہیں اور نہ ہی ہمیں کسی تاویل یا جواب دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جہاں قبل الرکوع آتا ہے وہ وتر پر محمول ہے۔ اور جہاں بعد الرکوع آتا ہے وہ نازلہ پر محمول ہے۔ امام بخاریؒ نے اس باب کو وتر میں ذکر فرما کر یہ اشارہ فرمادیا کہ مستقل قنوت وتر میں ہے۔ اور قبل الرکوع اور بعد الرکوع سے اشارہ فرمادیا کہ اگر وتر میں ہو تو قبل الرکوع اگر نازلہ میں ہو تو بعد الرکوع۔

اور چوتھا اختلاف الفاظ قنوت میں ہے۔ حنفیہ کے یہاں سورة الحفد والغلع افضل ہے اور شافعیہ کے یہاں اللهم اهدنی من هدیة قنت النبی ﷺ فی الصبح حضرت انسؓ کی روایت اس مدعا میں بالکل واضح ہے کہ قنوت فجر مستقل نہیں اور اسی طرح اس مدعا کو بھی روایت انسؓ واضح کرتی ہے کہ قنوت فی النوازل بعد الرکوع ہوتا ہے۔ اور قنوت بعد الرکوع مستقل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک ماہ صبح کی نماز میں حادثہ اور نازلہ کی بنا پر تھا۔ اور جو لوگ اس روایت میں گڑبڑ مٹاتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اسلئے کہ جب حضرت انسؓ سے مطلقاً قنوت کے متعلق سوال ہے اور روایت میں کسی قسم کی قید نہیں ہے۔ تو اس سے مراد قنوت دائمی ہو گا۔ اور وہ وتر ہی کا ہے۔ اور قبل الرکوع ہے اسلئے کہ حضرت انسؓ نے ان لوگوں کی تکذیب کی جنہوں نے ان سے یہ نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ قنوت بعد الرکوع ہے بلکہ یہ فرمایا کہ انما قنت رسول اللہ ﷺ بعد الرکوع شہراً اور پہلی روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ صبح کی نماز میں ایک ماہ بعد الرکوع تھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں اور کسی قنوت کے متعلق سوال ہے اور وہ سوائے وتر کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اراہ کان بعث قوماً یہ سریہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قوم کی درخواست پر ۴۳ھ میں بھیجا تھا۔ یہ ستر ۷۰ قراء پر مشتمل تھا۔ اور ان کو دھوکہ سے قتل کر دیا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی اور ایک ماہ تک فجر کی نماز میں بعد الرکوع قنوت نازلہ پڑھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ ہے جبکہ قنوت نازلہ پڑھا گیا۔ کان القنوت فی المغرب والفجر قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف فجر میں جائز ہے۔ اور کسی نماز میں نہیں اور یہی اور ائمہ کا مذہب ہے۔ مگر شوافع فرماتے ہیں کہ شدت نوازل کے وقت پانچوں نمازوں میں پڑھنا جائز ہے اور بعض روایات میں جبر یہ نمازوں میں قنوت نازلہ کا ذکر ہے اس وجہ سے درختار میں صلوة جہر یہ میں لکھ دیا۔ مگر سب منسوخ ہے صرف فجر کی نماز میں ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

أَبْوَابُ الْإِسْتِسْقَاءِ

باب الْإِسْتِسْقَاءِ وَخُرُوجِ النَّبِيِّ
ﷺ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ پانی طلب کرنا۔ جناب نبی اکرم ﷺ کا
بارش طلب کرنے کے لئے باہر نکلنا۔

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیمؓ اپنے چچا سے روایت
کرتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ بارش طلب کرنے کے لئے
باہر تشریف لے گئے اور اپنی چادر کو بدلا۔

حدیث (۹۴۵) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ عَنْ عَمِّهِ
قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي وَحَوْلَ رِداءَهُ
الحدیث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ استسقاء کے متعلق اوجز میں سات اباحت لکھ دی ہیں۔ ان میں سے جو بخاری میں آتی رہیں گی
ان کو بیان کرتا رہوں گا۔ منجملہ ان اباحت کے یہ بھی ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء مسنون بھی ہے یا نہیں۔ امام صاحبؒ کا مذہب جو میرے
نزدیک دلائل کے اعتبار سے قوی ہے۔ گو ہمارے یہاں فتویٰ اس پر نہیں ہے۔ بلکہ صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ استسقاء میں
کوئی نماز مسنون نہیں بلکہ اس کی حقیقت دعا ہے۔ اور صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ ہے۔ اب میں نے جو
یہ کہا کہ امام صاحبؒ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ کی نظر اوّل قرآن پر
ہوتی ہے اور قرآن پاک میں ہے استغفروا ربکم انه کان غفار ای رسل السماء علیکم مدراراً تو اس سال ماگو استغفار پر مرتب فرمایا
اور پھر روایات میں بخیرت جناب نبی اکرم ﷺ سے استسقاء ثابت ہے۔ جب کوئی آتا اور قلت مطو کی شکایت کرتا تو آپؐ دعا فرماتے اور
بارش ہو جاتی اور نماز کے ساتھ استسقاء صرف رمضان ۶ھ میں ثابت ہے۔ تو اب ساری روایات کو اصل قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ
اصل یہ ہے کہ استسقاء میں صلوٰۃ مسنونہ نہیں ہے یا اس واقعہ کو اصل قرار دیا جائے۔ لہذا امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اذا حذبه امر بادر
الی الصلوٰۃ ترجمہ جب آپؐ کو کوئی مشکل معاملہ پیش آجاتا تو نماز کی طرف جلدی کرتے تھے کے قبیلہ سے ہے۔ جیسا کہ سنن کی

روایات میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد مدینہ میں ایک بار اندھیرا چھا گیا۔ حضرت انسؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم ایسے وقت میں حضور ﷺ کے زمانے میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں ذرا ہوا چلتی تھی سارے مسجد میں چلے جاتے تھے کہ قیامت آگئی۔ اس طور پر یہاں بھی حضور ﷺ نے نماز پڑھی۔ مزید برآں یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپسی پر ۹ھ میں استسقاء ثابت ہے مگر اس میں حضور اقدس ﷺ نے نماز نہیں پڑھی اور جہاں قاعدہ ہے یوحنا بالآخر تو پھر سرے سے نمازی نہ ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے کہا کہ دلائل کے اعتبار سے امام صاحبؒ کا مذہب قوی ہے۔ اور امام محمدؒ سے تو منقول ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں صرف ایک روایت ہے۔ غالباً ان کا مطلب یہ ہے کہ ایک روایت سے ثابت ہے یا ان کو ایک ہی روایت پہنچی۔

ترجمہ۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا بد دعا کرنا کہ اللہ ان کو یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط سالی کی سال بنادے۔

باب دُعَاءِ النَّبِيِّ ﷺ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِي يُوسُفَ -

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب آخری رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو فرماتے اے اللہ عیاش بن ابی ربیعہ۔ سلمہ بن ہشام۔ الولید بن الولید کو نجات دے اور کمزور سمجھے جانے والے مومنوں کو بھی نجات دے اور اے اللہ قبیلہ مضر پر اپنی گرفت سخت کر دے۔ اور وہ گرفت قحط سالی کی صورت میں ہو جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں کئی سالوں تک قحط سالی رہی۔ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ نے عیش دیا۔ اور قبیلہ اسلم اللہ تعالیٰ نے اسے سالم رکھا۔ یہ لکن الزناد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ سب صبح کی نماز میں تھا۔

حدیث (۹۴۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ (البح) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَنْجِ عِيَّاشَ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ اللَّهُمَّ أَنْجِ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ اللَّهُمَّ أَنْجِ الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اللَّهُمَّ أَشْدِّدْ وَطْأَتَكَ عَلَى مُضَرَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسَنِي يُوسُفَ وَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ غَفَّارٌ غَفَرَ اللَّهُ لَهَا وَأَسْلَمَ سَالِمَهَا اللَّهُ قَالَ ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ هَذَا كُلُّهُ فِي الصُّبْحِ... الحديث...

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ امام بخاریؒ نے دو قصوں کو اس لئے جمع کر دیا کہ ان کے استاذ نے ان دونوں کو انصافاً ذکر کیا تھا ورنہ امام بخاریؒ کی شان اس سے ارفع ہے کہ یہ مسئلہ ان پر مخفی رہا ہو۔ کیونکہ قحط سالی کی دعا آپؐ نے مکہ والوں کے لئے مکہ میں مانگی تھی اور مسلمانوں کے لئے آپؐ کی دعا مدینہ منورہ تھی۔

ترجمہ۔ حضرت سروقؓ سے مروی ہے کہ حضرت

حدیث (۹۴۷) حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ (البح)

وہ یہ کہ شرح اور مشائخؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو ملتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے دونوں کو یکجا کر دیا۔ انج سلمہ بن ہشام یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے اور میری تحقیق کے مطابق ۲ھ کا ہے۔ اور اللہم اجعلہا سنین الخ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ امام بخاریؒ نے قبل الہجرت اور بعد الہجرت کو یکجا کر دیا لامع الدراری میں اس اشکال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے استاد سے اسی طرح سنا تھا اس لئے یک جا جمع کر دیا۔ ورنہ امام بخاریؒ کی شان سے بعید ہے کہ ان کو خبر نہ ہو کہ دونوں دو ملتے ہیں یا ایک واقعہ۔ اور میری رائے یہ ہے کہ یہ کئی قصے الگ الگ ہیں۔ ایک مکہ کا ہجرت سے قبل کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہم اجعلہا سنین یہ آپؐ نے کفار مکہ پر بد عاکی تھی جبکہ ابو جہل وغیرہ بیٹھے تھے اور حضور اقدس ﷺ تشریف لائے۔ اور بیت اللہ کے پاس نماز پڑھنے لگے تو شقی القوم عبد اللہ بن ابی معیط نے اونٹ کی لٹو جھری گندگی سمیت حضور اقدس ﷺ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ یہ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت میں ہے۔ دوسرا واقعہ وہ ہے جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے۔ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایات میں دونوں الگ الگ قصے ہیں۔ ایک قصہ نہیں ہے اور شرح و مشائخؒ نے دونوں کو اشتراك فی الالفاظ اور دعا کی وجہ سے ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ اشتراك فی اللفظ۔ اشتراك فی القصہ کو مقتضی نہیں ہے۔ بلکہ میری رائے یہ ہے کہ حضرت انسؓ کی روایت میں خاص قبیلہ مضر کے متعلق ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں اهل المشرق یومئذ من مضر مخالفون لہ آیا ہے۔ اور اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں وفد عبد القیس کے آنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے کہا ان هذا الحي من كفار مضر بيننا وبينك الخ اور یہ وفد ۸ھ میں آیا ہے تو اگر دونوں قصے ایک ہوں تو مکہ کا واقعہ ہو تو کفار مضر کے حائل ہونے کا کیا معنی؟ بلکہ حضرت انسؓ کی روایت ۲ھ کی ہے۔ شرح فرماتے ہیں کہ مضر قریش کا قبیلہ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خواص کے لئے بد دعا کرنے سے عام کے لئے بد دعا کرنا لازم نہیں آتا۔ اور تیسرا واقعہ ۶ھ کا ہے۔ جس میں صلوٰۃ الاستسقاء پڑھی گئی۔ اور چونکہ خطبہ جمعہ میں دعاء استسقاء کا واقعہ ہے وہ ۹ھ کا ہے جو غزوہ تبوک سے واپسی پر پیش آیا۔ شرح نے پہلے دونوں کو جوڑا پھر امام بخاریؒ پر اشکال کر دیا۔

فقد مضت الدخان الخ۔ یہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرما رہے ہیں کہ یہ گزر گئیں۔ ان میں آیۃ الروم الم غلبت الروم الخ تو متفق علیہ ہے کہ گزر چکی۔ باقی تین میں جمہور مفسرین اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہے۔ دخان سے مراد حقیقی دھواں نہیں بلکہ وہ ہے جو قحط کے زمانے میں قریش کو بھوک کی وجہ سے محسوس ہوتا تھا۔ اور جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ قیامت کے قریب ایک دھواں آئے گا جو منہ سے داخل ہو کر ناک سے نکلے گا۔ اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یوم نبطش البطشة الكبرى میں جو بطشہ ہے اس سے مراد بدر کے روز قتل اور قید کفار ہے اور وہ بھی گزر گیا جمہور کے نزدیک یہ قیامت میں ہو گا۔ اور فسوف یکون لزاما ہے اس سے مراد قید کفار ہے وہ بھی گزر چکی اور جمہور کے نزدیک اس سے مراد کفار کو جہنم میں پکڑ کر ڈالنا ہے۔

باب سُئُولِ النَّاسِ الْإِمَامَ الِاسْتِسْقَاءَ إِذَا اقْحَطُوا۔

ترجمہ۔ جب لوگ قحط زدہ ہو جائیں تو امام سے
بارش طلب کرنے کا سوال کریں۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ابو طالب کے اس شعر کو
پڑھا کرتے تھے۔ وہ سفید رنگ کے ہیں جن کے چہرہ انور کی
بدولت بارش طلب کی جاتی ہے۔ جو تیزیوں کا لجاد وائی ہیں اور
غریب بیوگان کی حفاظت گاہ ہیں۔ نیز اس سند سے حضرت ابن
عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں شاعر کا قول ذکر کرتا تھا۔ اور ادھر جناب
نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور کو دیکھتا تھا جس کے واسطے سے بارش
طلب کی جاتی تھی۔ پس ابھی نیچے نہیں اترتے تھے کہ ہر پرنا لہ
پانی سے جوش مارتا تھا۔ وایض الخ یہ ابو طالب کا قول ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر بن الخطابؓ جب ان پر بارش نہیں ہوتی تھی تو حضرت عباس
بن عبدالمطلبؓ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تھے۔ فرماتے
تھے اے اللہ! ہم اپنے نبی کا واسطہ دے کر آپ سے بارش طلب
کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے۔ اب ہم اپنے نبی کے
چچا کا واسطہ دے کر آپ سے بارش مانگتے ہیں۔ پس ہمیں سیراب
کر دے۔ چنانچہ ان پر بارش ہو جاتی تھی۔

حدیث (۹۴۸) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ (الخ)
سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ أَبِي طَالِبٍ وَأَيُّضُ
يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَمَى عَصْمَةُ لِلْأَرَامِلِ
وَقَالَ عُمَرُ بْنُ حَمْرَةَ حَدَّثَنَا سَالِمٌ عَنْ أَبِيهِ وَرُبَّمَا
ذَكَرْتُ قَوْلَ الشَّاعِرِ وَأَنَا نَظَرُ إِلَى وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ
يُسْتَسْقَى فَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِيئَ كُلَّ مِيزَابٍ
وَأَيُّضُ يَسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَمَى
عَصْمَةُ لِلْأَرَامِلِ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي طَالِبٍ.. الحديث

حدیث (۹۴۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ (الخ)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
كَانَ إِذَا اقْحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ
بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا
فَأَسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ... الحديث.....

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی ادب یہ ہے کہ اگر قحط آجائے تو لوگ امام یعنی امیر سے درخواست کریں تاکہ وہ استسقاء کا
انتظام کر دے۔ اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ ہو کر دعا کریں۔ استسقی بالعباس بعض لوگوں نے جو توسل بالمیت کے قائل
نہیں اس سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ نہیں لیا۔ بلکہ حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ توسل نہ کرنا حرمت کی دلیل نہیں ہے۔ حضرت عباسؓ سے جو توسل کیا گیا وہ ان کے بوڑھے ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ

حضور اکرم ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے تھا۔ عم نبینا فرمایا گیا ہے پھر بھی واسطہ حضور کا ہوا۔ وایبض يستسقى الغمام الخ یہ ابو طالب کے ایک طویل قصیدہ کا شعر ہے جس میں ستر اشیاء اشعار ہیں۔ اس میں سے بعض حافظ لکن حجر نے نقل کئے ہیں اور بعض میں نے لامع کے حاشیہ میں نقل کئے ہیں۔ اشکال یہ ہے کہ واقعات استسقاء تو ابو طالب کی وفات کے بعد پیش آئے پھر انہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ آپ کے ذریعہ سے بارش طلب کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحیرہ راہب کے ذریعہ سے انہیں معلوم ہو گیا تھا اس کا ذکر انہوں نے اپنے شعر میں کر دیا۔ اور میری رائے ہے کہ مؤرخین نے دو واقعات نقل کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ حجن میں آپ کے ذریعہ استسقاء کا واقعہ پیش آچکا ہے ایک واقعہ سہیل نے نقل کیا ہے کہ عبد المطلب کے زمانے میں قحط سالی ہوئی تو انہوں نے استسقاء کیا اس وقت حضور اقدس ﷺ نو عمر تھے اور عبد المطلب کے ساتھ تھے اور آپ کی برکات ظاہر ہوئیں اور دوسرا واقعہ لکن عسا کر نے نقل کیا ہے کہ ابو طالب کے زمانہ میں قحط سالی ہوئی۔ لوگوں نے ابو طالب سے آکر استسقاء کی درخواست کی۔ ابو طالب حضور اقدس ﷺ کو ساتھ لے کر گئے اور آپ کی برکت سے بارش ہوئی۔ آپ نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر بارش کی دعا فرمائی۔ ابو طالب نے اپنے اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

باب تحویل الرِّدَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ ترجمہ۔ بارش طلب کرنے میں چادر کو تبدیل کرنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش کے لئے دعا مانگی اور تقوّل کیلئے اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

حدیث (۹۵۰) حَدَّثَنِي اسْحَاقُ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَقَلَبَ رِدَاءَهُ... الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ عید گاہ کی طرف تشریف لائے پس بارش کیلئے دعا مانگی قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنی چادر کو نیک فالی کیلئے الٹ پلٹ کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابن قتیبہ نے کہا عبداللہ بن زید اذان والے ہیں لیکن یہ وہم ہے اسلئے کہ یہ تو عبداللہ بن زید بن عاصم مازنی ہیں اور مازن انصار کا قبیلہ ہے۔

حدیث (۹۵۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (الخ) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى فَاسْتَسْقَى فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَلَبَ رِدَاءَهُ وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ كَانَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَقُولُ هُوَ صَاحِبُ الْأَذَانِ وَلَكِنَّهُ وَهُوَ فِيهِ لِأَنَّ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَاصِمٍ الْمَازَنِيُّ مَازَنُ الْأَنْصَارِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ جو لوگ سنیت صلوٰۃ کے قائل ہیں وہ تحویل رداء کے بھی قائل ہیں مگر اس کے محل میں اختلاف ہے کہ پہلے خطبہ میں یا دونوں کے درمیان یا دونوں کے ختم کے بعد چونکہ امام صاحب سنیت صلوٰۃ کے قائل نہیں اسی طرح تحویل رداء کے بھی

قائل نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے نیک فالی کے لئے ایسا کیا تھا۔ ہم تو حضور اقدس ﷺ کے مقابل میں کیا چیز ہیں۔
صاحب الاذان یعنی ابن عیینہ فرماتے تھے کہ یہ روایت عبداللہ بن زید بن عبد ربہ صاحب اذان کی ہے۔ مگر یہ وہم ہے بلکہ صحیح
یہ ہے کہ یہ عبداللہ بن زید بن عاصم کی روایت ہے۔ اور صاحب اذان عبداللہ بن زید بن عبد ربہ کی روایت صحاح ستہ میں صرف ایک ہی ہے جو
اذان کی ہے۔ شراح غیر صحاح میں ایک آدھ روایت اور بتا رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ سے چونکہ صرف ایک مرتبہ نماز ثابت ہے۔ لہذا
اب روایات میں تحویل رداء کی کیفیت میں جو اختلاف منقول ہے اس کے اندر جمع کی ضرورت ہے۔ بعض نے یہ کیفیت نقل کی کہ یمنی
کو یسرئی پر اور یسرئی کو یمنی پر کرے اور بعض نے یہ کیفیت بیان کی کہ تغلیب کرے۔ میرے والد صاحب نے دونوں کے اندر اس طرح
جمع فرمایا ہے کہ چادر کے نیچے کے دائیں کونے کو بائیں موڑ لے کرے۔ تو تغلیب بھی متحقق ہو جائے گی اور تحویل بھی۔

باب اِنْتِقَامِ الرَّبِّ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ
مِنْ خَلْقِهِ بِالْقُحْطِ اِذَا اَنْتَهَكَ مُحَارِمُهُ
ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کے محارم کی بے حرمتی ہونے
لگے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے قحط کے ذریعہ بدلہ لیتے ہیں

تشریح از شیخ زکریا۔ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے محارم کا انتھاك (پردہ دری) کیا جاتا ہے تو وہ بلائیں مسلط
فرماتے ہیں۔ من جملہ ان کے قحط ہے۔ احادیث میں خاص خاص گناہوں پر خاص خاص عذاب وارد ہیں اب یہاں اشکال یہ ہے کہ امام بخاریؒ
نے کوئی قصہ تشہید الاذہان کے لئے ذکر نہیں فرمایا۔ ابھی ابن مسعودؓ کی روایت گزری ہے اس آیت پاک میں ان المنتفمون تک سارا
ضابطہ بیان فرمادیا ہے۔ بخاریؒ نے میرے نزدیک اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس الحمیدی کی روایت میں ہے لما رای من الناس ادباراً
تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بارش نہ ہونے کا سبب انتقام ادبار الناس ہے۔

باب اِلَاِسْتِسْقَاءِ فِی الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ
ترجمہ۔ مسجد جامع میں بارش کی دعا طلب کرنا

حدیث (۹۵۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ الشُّلُ
فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُغِيثَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ
ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی
جمعہ کے دن اس دروازے سے مسجد نبویؐ میں داخل ہوا جو دروازہ
منبر کے بالکل سامنے ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے
خطبہ دے رہے تھے۔ تو وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے
کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مال موبئی ہلاک ہو گئے راستے
بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگئے کہ وہ ہم پر بارش برسائے
فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور

فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا اللَّهُمَّ اسْقِنَا قَالَ أَنَسٌ
فَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا قَرْعَةً
وَلَا شَيْئًا وَلَا يَبِينُ بَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ
فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ الثُّرَيِّسِ فَلَمَّا تَوَسَّطَتْ
السَّمَاءُ انْتَشَرَتْ ثُمَّ أَمْطَرَتْ قَالَ قَوْلَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُمَا
الشَّمْسُ سَبَّتَا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِنْ ذَلِكَ الْبَابِ
فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يُخْطُبُ
فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكْتَ
الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُمَسِّكَهَا
قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا
وَلَا عَلَيْنَا اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ وَالْجِبَالِ وَالْظُرَابِ
وَالْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِ الشَّجَرِ قَالَ فَانْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا
نَمْشِي فِي الشَّمْسِ قَالَ شَرِيكَ فَسَأَلْتُ أَنَسًا
أَهُوَ الرَّجُلُ الْأَوَّلُ قَالَ لَا أَدْرِي .. الحديث .

فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا اور ہم پر بارش برساتیں مرتبہ فرمایا
حضرت انسؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم آسمان میں نہ تو کوئی بڑا
بادل دیکھ رہے تھے اور نہ ہی کہ کوئی بادل کی ٹکڑی اور نہ ہی کچھ
اور چیز اور نہ ہی ہمارے درمیان اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر
اور حویلی تھی کہ جہاں بادل ہو۔ فرماتے ہیں کہ اس سلع پہاڑ کے
پیچھے سے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو ڈھال کی طرح تھا۔ جب وہ
آسمان کے درمیان میں آیا تو پھیل گیا پھر خوب بارش ہوئی۔
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے ہفتہ بھر سورج
نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ کو ایک آدمی
داخل ہوا جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔
پس آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ مال
موسیٰ ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے
کہ وہ اس بارش کو روک لے چنانچہ حضور ﷺ نے دونو ہاتھ اوپر
کو اٹھائے۔ ثم فرمایا کہ اے اللہ! اب بارش ہمارے ارد گرد ہو
ہمارے اوپر نہ ہو اے اللہ اب یہ بارش ٹیلوں پر چھوٹے اور بڑے
پہاڑوں پر وادیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں میں ہو پس وہ

بادل چھٹ گیا اور میں دھوپ میں چلنے لگا۔ شریک راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سوال کیا یہ وہی آدمی تھا فرمایا میں نہیں جانتا

تشریح از شیخ گنگوہی - اللهم اسقنا الخ امام بخاریؒ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ استسقاء صرف دعا ہے

اور کوئی چیز نہیں۔ نماز و حویل رداء وغیرہ استسقاء میں داخل نہیں اگر یہ ضروری ہوتے تو آنحضرت ﷺ اسے کبھی ترک نہ کرتے
دیکھو یہاں آپؐ نے محض دعا پر اکتفا کیا ہے نہ چادر کو بدلا اور نہ ہی کوئی نماز پڑھی نیز! باب الاستسقاء کے انعقاد سے امام بخاریؒ ان لوگوں کا
رد کرنا چاہتے ہیں جو مسجد کے اندر خصوصاً جامع مسجد میں بارش کے لئے دعائیں کہنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ مسجد محل شکر اور
محل دعا ہے اس میں ضروریات دنیاوی پیش نہیں کرنی چاہئے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ استسقاء بھی ایک دعا ہے جو مسجد میں مانگی جاتی
ہے۔ جیسا کہ حدیث انسؓ سے ثابت ہوا یہ محض دنیا کے لئے نہیں بلکہ اس میں اخروی منافع بھی بہت سے ہیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے باہر جانا جو باب خروج النبی الخ سے ثابت کیا گیا ہے وہ ضروری نہیں ہے۔ میری تحقیق کے موافق یہ واقعہ ۹ھ کا ہے اور داخل ہونے والا خارجہ بن حصن ہے۔ عتیبہ بن حصن قراری کے بھائی ہیں سبتاً بفتح السین و بکسر السین دونوں طرح ضبط کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ ہلکت الاموال پہلے خشک سالی کی وجہ سے کہا تھا اور یہاں کثرت بارش کی وجہ سے۔ اکام ریت کے ٹیلے۔ لا ادری یہ صحیح ابو عوانہ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہے وہی آدمی تھا تو یا تو بخاری کی روایت کو ترجیح دی جائے گی یا یہ کہ روایت کرنے کے بعد وہ بھول گئے۔ جب نسیان کے بعد پوچھا گیا تو کہنے لگے لا ادری

باب الْاِسْتِسْقَاءِ فِي خُطْبَةِ الْجُمُعَةِ غَيْرِ مُسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةِ۔۔۔

ترجمہ۔ جمعہ کے خطبہ میں بغیر قبلہ رو ہو کے بارش مانگنا۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ جو اعتراضات پہلے وارد ہوئے تھے اس جگہ بھی وارد ہوئے۔ ان کا جواب مؤلفؒ نے دیا ہے کہ جمعہ کے خطبہ میں دعا مانگنا جائز ہے۔ اور ایک مزید فائدہ ذکر کر دیا کہ اس دعا استسقاء کے لئے استقبال قبلہ شرط نہیں ہے۔ اگرچہ وہ دعا ہے مگر ایسا تو لو افہم وجہ اللہ کی وجہ سے استقبال ضروری نہیں۔ جب استقبال قبلہ داخل نہیں تو استسقاء میں نماز۔ تحویل رداء وغیرہ کیسے داخل ہوں گے۔ یہی امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد کے اس دروازے سے داخل ہوا جو دار القضا کی طرف ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پس حضور اقدس ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا کہ یا رسول اللہ مال ہلاک ہو گیا۔ اور راستے مسدود ہو گئے۔ تو آپ ﷺ نے دعا کی کہ ہم پر بارش برسا میں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی اے اللہ ہم پر بارش برسا لے اللہ ہم پر بارش برسا لے اللہ ہم پر بارش برسا حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے آسمان پر کوئی بڑا چھوٹا ٹکڑا بادل کا نہیں دیکھتے تھے اور اسی طرح ہمارے اور سلع کے درمیان کسی گھر اور حویلی پر بھی بادل نہیں تھا خدا کا کرنا یہ کہ سلع کے پہاڑ کے

حدیث (۹۵۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ نَحْوَ دَارِ الْقَضَاءِ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ يَخْطُبُ فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمًا ثُمَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ هَلَكَتِ الْأَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهَ يُغِيثْنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا اللَّهُمَّ اغْنِنَا قَالَ أَنَسٌ وَلَا وَاللَّهِ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا فِرْعَةَ وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ قَالَ فَطَلَعَتْ مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ مِثْلُ التُّرْسِ فَلَمَّا

تَوَسَّطَتْ اَنْتَشَرَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ فَلَا وَاللّٰهِ مَا رَاَيْنَا
الشَّمْسَ سَبْتًا ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ مِّنْ ذَلِكَ الْبَابِ فِي
الْجُمُعَةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ فَاَنَامَ يَحْطُبُ فَاسْتَقْبَلَهُ
فَاَنَامَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ هَلَكَتِ الْاَمْوَالُ وَانْقَطَعَتِ
السُّبُلُ فَاذْعُ اللّٰهُ يُمْسِكْهَا عَنَّا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللّٰهِ
ﷺ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ
عَلَى الْاَكَامِ وَالْظُّرَابِ وَبِطُونِ الْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ
الشَّجَرِ قَالَ فَاَقْلَعَتْ وَخَرَجْنَا نُمَشِي فِي الشَّمْسِ
قَالَ شَرِيكَ فَسَالَتْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ اَهُوَ الرَّجُلُ
الْاَوَّلُ فَقَالَ مَا اَدْرِي ...

چھپے ڈھال کی طرح ایک بادل ظاہر ہوا۔ جب وہ آسمان کے وسط
میں آیا تو ادھر ادھر پھیل گیا پھر برسنے لگا پس اللہ کی قسم ہم نے
ہفتہ بھر سورج نہیں دیکھا۔ پھر اسی دروازے سے دوسرے جمعہ
کے دن ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ جبکہ جناب رسول اللہ
ﷺ کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ پھر وہ حضور اقدس ﷺ
کے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب بارش کی وجہ
سے مال و اسباب ہلاک ہو گئے۔ اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ
سے دعا کیجئے کہ وہ ہم سے اس بارش کو روک دے۔ تو جناب
رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا
اے اللہ اب یہ بارش ہمارے ارد گرد تو ہو ہمارے اوپر نہ رہے
اے اللہ اب یہ ریت کے ٹیلوں پر چھوٹے بڑے پہاڑوں پر

وادیوں کے پیٹ میں اور درختوں کے اگنے کی جگہ پر نہ رہے۔ پس ایک لخت بادل اکھڑ گئے اور ہم نکل کر دھوپ میں چلنے لگے۔ شریک راوی
فرماتے ہیں کہ کیا وہی پہلا آدمی تھا انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یہاں سے تنبیہ فرما رہے ہیں کہ جب جمعہ کے خطبہ میں دعا استسقاء ہوگی تو پھر استقبال قبلہ

نہ ہو گا جیسا کہ جنگل میں استقبال قبلہ ہوتا ہے۔ دار القضاء بعض نے دار القضاء کا ترجمہ دار الامارات اور مقام فیصلہ سے کر دیا۔ یہ
صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس کو دار القضاء اسلئے کہتے ہیں کہ اس کو حضرت عمرؓ کے دین میں فروخت کیا گیا تھا حضرت عمرؓ نے وصیت کی تھی
کہ یہ مکان میرے قرضے کی ادائیگی میں فروخت کر دیا جائے۔ اگر کچھ قرضہ رہ جائے تو بنو عدی سے مدد لی جائے۔ جو حضرت عمرؓ کے بطن
اور خاص قبیلہ تھا۔ اگر کچھ رہ جائے تو قریش سے مدد لی جائے اس سے آگے اور کسی سے مدد نہ لی جائے۔

ترجمہ۔ منبر پر سے بارش طلب کرنا

باب الْاِسْتِسْقَاءِ عَلَى الْمِنْبَرِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دریں اثنا
جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے کہ
اچانک ایک آدمی آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ بارش بند ہو گئی

حدیث (۹۵۴) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ اَنَسٍ
بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ بَيْنَمَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَحْطُبُ
يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ

فَحِطَّ الْمَطَرُ فَادْعُ اللَّهَ أَنْ يُسْقِنَا قَدْ عَا نَمَطُرُ كَمَا
كَدْنَا أَنْ نَصِلَ إِلَى مَنَازِلِنَا فَمَا زِلْنَا نَمَطُرُ إِلَى الْجُمُعَةِ
الْمُقْبِلَةِ قَالَ فَقَامَ ذَلِكَ الرَّجُلُ أَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يُصْرِفَهُ عَنَّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
ﷺ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَلَقَدَرَأَيْتُ السَّحَابَ
يَتَقَطَّعُ يَوْمِنَا وَشِمَالًا يُمَطِرُونَ وَلَا يُمَطِرُ أَهْلُ الْمَدِينَةِ
الْحَدِيثُ

اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب کرے۔ پس
حضور ﷺ نے دعاء فرمائی اور ہم پر بارش برسنی شروع ہوئی۔
ہم بڑی مشکل سے اپنے اپنے گھروں کو پہنچے اور آئندہ جمعہ تک
ہم پر بارش ہوتی رہی۔ تو وہی آدمی یا کوئی اور کھڑا ہوا اور کہنے لگایا
یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیے کہ اس بارش کو ہم سے
پھیر دے۔ تو آنجناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے
ارد گرد ہو ہم پر نہ ہو تو بادل کو میں نے دیکھا کہ بادل کے دائیں
بائیں کھڑے ہو گئے نہ ان پر بارش ہوتی تھی اور نہ ہی مدینہ والوں
پر ہوتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اس باب سے مالکیہ پر ردّ فرمایا۔ مالکیہ منبر پر دعا کے ہونے کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ
غلاف تضرع ہے۔ اور وہ وقت تضرع و زاری کا ہوتا ہے۔ امام حارّیؒ نے ردّ فرمایا کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔

باب مَنِ اكْتَفَى بِصَلَاةِ الْجُمُعَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء کے لئے جو شخص صرف جمعہ کی
نماز پر اکتفا کرتا ہے

حدیث (۹۵۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ النَّخَعِيُّ
عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ
هَلَكْتُ الْمَوَاشِيَ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ لَدَعَا فَمَطَرْنَا
مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ لَمْ جَاءَ فَقَالَ تَهَدَّمَتِ
الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِيَ فَقَامَ
فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَى الْإِكَامِ وَالْظَّرَابِ وَالْأَوْدِيَةِ
وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجَابُ الْقُوبِ

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب
نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا کہ مال ہلاک ہو گیا
راستے بند ہو گئے۔ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے
جمعہ تک ہم پر بارش برسنی رہی۔ پھر اگر اس نے کہا گھر گر گئے
راستے بند ہو گئے اور جانور ہلاک ہو گئے آپؐ نے کھڑے ہو کر
دعا فرمائی اے اللہ اب بارش ٹیلوں پر چھوٹے پہاڑوں پر وادیوں
اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برسا پس مدینہ منورہ سے بادل
ایسے چھٹ گیا جیسے کپڑا پھٹتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہی حنفیہ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ استسقاء مستقل سنت ہے۔ اتفاقاً جمعہ کے بعد دعا استسقاء کرے

تو مقصود حاصل ہو جائے گا۔ لیکن شافعیہ وغیرہ سب کو کھینچتا ہے کہ اصل صلوٰۃ الاستسقاء کو قرار دیتے ہیں اور صلوٰۃ جمعہ کے بعد استسقاء میں باب الاکفاء قرار دیتے ہیں۔

باب الدُّعَاءِ إِذَا تَقَطَّعَتِ السُّبُلُ مِنْ كَثْرَةِ الْمَطَرِ۔

ترجمہ۔ جب کثرت بارش کی وجہ سے راستے بند ہو جائیں تو دعاء کرنا جائز ہے۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ قحط سالی کی وجہ سے مال بربادی ہوا ہے ہمارے راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ان پر بارش برسی رہی۔ پھر ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے راستے بند ہو گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ اب یہ بارش پہاڑ کی چوٹیوں پر دیتے کیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو جس مدینہ سے بادل ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

حدیث (۹۵۶) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْح) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَطَرُوا مِنْ جُمُعَةٍ إِلَى جُمُعَةٍ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَتِ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ عَلَى رُؤُسِ الْجِبَالِ وَالْإِكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَانْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ انْجِيَابَ الثَّوْبِ. الحديث...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی اگر کثرت بارش کی وجہ سے نقصان ہو رہا ہے تو بارش رکنے کی دعا کر سکتے ہیں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے تو بارش جانا مستحب ہے مگر بارش رکنے کی دعا کے لئے باہر جانا مستحب نہیں ہے مگر بھائی صرف بیان جواز کرتا ہے۔

باب مَا قِيلَ إِنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَوِّلُ رَدَّاءَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

ترجمہ۔ باب اس بارے میں جو کہا جاتا ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن استسقاء میں چادر کی تحویل نہیں فرمائی ہے۔

حدیث (۹۵۷) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ بِشْرِ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا شَكِيَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ هَلَكَ الْمَالُ وَجَهْدُ الْعِيَالِ فَقَدَعَا اللَّهُ يَسْتَسْقِي وَلَمْ يَذْكُرْ أَنَّهُ حَوْلَ رَدَّاءِهِ وَلَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ . الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے جناب نبی اکرم ﷺ سے مال کے ہلاک ہونے اور اہل و عیال کی مشقت کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائی۔ اور اس میں چادر کے الٹ پلٹ کرنے کا اور نہ ہی قبلہ کی طرف متوجہ ہونے کا ذکر کیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یہ باب منعقد فرما کر امام بخاریؒ نے بتلادیا کہ احناف کے نزدیک جو تحویل رداء سنت نہیں ہے اس کی بھی اصل موجود ہے وہ یہ کہ جب حضور اکرم ﷺ نے خطبہ کے اندر استسقاء کی دعا فرمائی تو تحویل رداء نہیں کی اگر یہ استسقاء کا جزو ہوتی تو آپؐ ضرور تحویل کرتے۔ تو معلوم ہوا کہ تحویل رداء ضروری نہیں۔

باب إِذَا اسْتَشْفَعُوا إِلَى الْإِمَامِ لِيَسْتَسْقِيَ لَهُمْ لَمْ يَرُدَّهُمْ

ترجمہ۔ جب کہ لوگ امام کی طرف سفارش کریں کہ ان کیلئے بارش کی دعا کرے تو امام انہیں رد نہ کرنے

حدیث (۹۵۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَ الْمَوَاشِي وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ فَأَدْعُ اللَّهَ فَقَدَعَا اللَّهُ فَمُطِرْنَا مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَى الْجُمُعَةِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَهَلَكَ الْمَوَاشِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اللَّهُمَّ عَلَى ظُهُورِ الْجِبَالِ وَالْأَكَامِ وَبُطُونِ الْأَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ فَأَنْجَابَتْ عَنِ الْمَدِينَةِ أَنْجِيَابَ الثَّوْبِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگایا رسول اللہ ﷺ قحط سالی کی وجہ سے مال مویشی ہلاک ہو گئے راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے چنانچہ آپؐ نے دعا فرمائی تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہم پر بارش ہوتی رہی پھر ایک آدمی جناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ اب کثرت بارش کی وجہ سے گھر گر گئے ہیں راستے بند ہو گئے مال مویشی تباہ ہو گئے تو آپؐ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ! اب یہ بارش پہاڑوں کی پیٹھ پر ٹیلوں پر اور وادیوں کے اندر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر برے۔ چنانچہ مدینہ سے ایسے پھٹ گئے جیسے کپڑا پھٹ جاتا ہے۔

تشریح از قطب نگہبوی - اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لوگ امام سے درخواست کریں کہ وہ ان کیلئے دعا کرے ورنہ اسباط عن منصور صفحہ ۱۳۹ یہ عبارت قصہ میں داخل نہیں ہے اسے طرداً للباب ذکر کیا گیا ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر قحط آجائے تو امام سے دعا استسقاء کی درخواست کریں اب اس باب سے بتلاتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ ان کی درخواست قبول کرے۔

ترجمہ۔ جب قحط کے زمانہ میں مشرکون مسلمانوں سے درخواست کریں۔

بَابُ إِذَا اسْتَشْفَعَ الْمُشْرِكُونَ
بِالْمُسْلِمِينَ عِنْدَ الْقَحْطِ -

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قریش کہ اسلام سے پیچھے رہے تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ان پر بددعا فرمائی تو ان کو قحط سالی نے آکڑا یہاں تک کہ وہ اس میں تباہ ہو گئے۔ مردہ جانور اور ہڈیاں تک کھاتے تھے۔ تو یوسفیان آپؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمدؐ آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں یہاں آپؐ کی قوم ہلاک ہو رہی ہے تو آپؐ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے تو ان مسعودؓ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فارتقب یوم یاتی السماء الایہ پھر جب وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ کا قول یوم نبطش اس کا مصداق یوم بدر ہے۔ اسباط منصور سے مزید براں نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قریش کیلئے دعا کی تو بارش سے ان کو سیراب کیا گیا۔ اور یہ بارش ان پر سات دن تک مسلسل برستی رہی۔ اور لوگوں نے کثرت بارش کی شکایت کی۔ تو آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے ارد گرد ہو

حدیث (۹۵۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ
أَكْبَتْ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ إِنَّ قُرَيْشًا أَبْطَلُوا عَنِ الْإِسْلَامِ
فَدَعَا عَلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَخَذَتْهُمْ سَنَةٌ حَتَّى هَلَكُوا
فِيهَا وَآكَلُوا الْمَيْتَ وَالْعِظَامَ فَبَجَّاهُ أَبُو سُفْيَانَ فَقَالَ
يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصَلَةِ الرَّحِمِ وَإِنَّ قَوْمَكَ
قَدْ هَلَكُوا فَأَدْعُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ فَقَرَأَ فَارْتَقَبَ يَوْمَ
تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُبِينٍ الْآيَةُ ثُمَّ عَادُوا إِلَى كُفْرِهِمْ
فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَى يَوْمَ بَدْرٍ
وَرَأَى اسْبَاطُ عَنْ مَنْصُورٍ فَدَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
فَسَقُوا الْغَيْثَ فَأَطْبَقَتْ عَلَيْهِمْ سَبْعًا وَشَكَا النَّاسُ
كَثْرَةَ الْمَطَرِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا لَا عَلَيْنَا فَاِنْ حَدَّثَتْ
السَّحَابَةُ عَنْ رَأْسِهِ فَسَقُوا النَّاسَ حَوْلَهُمْ. الْحَدِيثُ

اور ہمارے اوپر نہ ہو۔ چنانچہ بادل آپؐ کے سر مبارک سے ہٹ گیا اور مدینہ کے لوگ مع ارد گرد والوں کے سیراب ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریا - یعنی مسلمانوں کو ضرورت نہیں اور کفار دعا کی درخواست کریں تو کیا کرے۔ امام بخاری نے اس کا

کوئی جواب ذکر نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ مختلف احتمالات ہیں۔ ایک یہ کہ دعا کر دے۔ جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے کر دی تھی۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اگر اپنی بددعا سے یہ قحط آیا ہے تو دعا استسقاء کرے ورنہ نہیں۔ زاد اسباط یہ ابن مسعود کی روایت ہے اور یہ بالاتفاق مکہ کی ہے۔ اس میں اسباط نے فدعا رسول اللہ ﷺ پر ماحدایا۔ اس پر شرح نے اور میرے حضرت نے اعتراض کیا کہ ابن مسعود کی روایت مکہ کی ہے اور کثرت مطر کا واقعہ مدینہ کا ہے۔ حافظ لکن حجر نے توجیہ فرمائی کہ ممکن ہے کہ دونوں جگہ یہ واقعہ پیش آیا ہو اور میری رائے یہ ہے کہ زاد اسباط فدعا رسول اللہ ﷺ یہ پہلا واقعہ ہے اور ابن مسعود کی مکہ والی روایت کے متعلق ہے۔ فاطبت علیہا سبعاً مدینہ کا واقعہ ہے اسباط نے تبعاً واستطردا اُس کو ذکر فرمادیا ہے۔ نیز! پہلے گزر چکا کہ لوگوں کی حالت دیکھنے کے بعد استسقاء کی دعا کرنی چاہیے کہ وہ لوگ خدا کی رحمت کے اہل ہیں یا نہیں یہ بھی دلیل ہے کہ مشرکین کے واسطے دعا نہ کرنی چاہیے۔

باب الدُّعَاءِ إِذَا كَثُرَ الْمَطَرُ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا

ترجمہ۔ جب بارش زیادہ ہو جائے تو حوالینا
ولا علینا کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنی چاہیے

حدیث (۹۶۰) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَقَامَ النَّاسُ فَصَاحُوا فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَطَطَ الْمَطَرُ أَحْمَرَتِ الشَّجَرُ هَلَكَتِ الْبَهَائِمُ فَادْعُ اللَّهُ أَنْ يُسْقِنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ اسْقِنَا مَوْتَيْنِ وَأَيُّمَ اللَّهُ مَا نَرَى فِي السَّمَاءِ قَرَعَةً مِنْ سَحَابٍ فَتَشَاتَتْ سَحَابُهُ وَأَمْطَرَتْ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ لَمْ تَزَلْ تُمَطِّرُ إِلَى الْجُمُعَةِ الَّتِي تَلِيهَا فَلَمَّا أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ صَاحُوا إِلَيْهِ تَهَدَّمَتِ الْبُيُوتُ وَانْقَطَعَتِ السُّبُلُ فَادْعُ اللَّهُ يَحْسِبْهَا عَنَّا فَبَسَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا وَتَكَشَفَتِ الْمَدِينَةُ فَجَعَلَتْ تُمَطِّرُ حَوْلَهَا وَمَا تَمُطِّرُ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے تو کچھ لوگ اٹھ کر چیخ کر کہنے لگے یا رسول اللہ بارش رک گئی درخت سرخ ہو گئے۔ اور چوپائے جانور ہلاک ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں سیراب کرے۔ آپؐ نے دو مرتبہ فرمایا اے اللہ ہمیں سیراب فرما۔ اللہ کی قسم ہمیں بادل کا کوئی ٹکڑا دکھائی نہیں دیتا تھا کہ اچانک بادل اٹھا اور برسنے لگا جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے اترے اور نماز پڑھی پھر واپس گھر کو لوٹے یہ بارش اگلے جمعہ تک ہوتی رہی پھر جناب نبی اکرم ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپؐ سے چیخ کر کہا کہ گھر گر گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اس بارش کو ہم سے روک لے تو جناب نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے ارد گرد بارش ہو ہم پر نہ ہو اور مدینہ کھل گیا تو وہ بادل مدینہ کے

بِالْمَدِينَةِ قَطْرَةً فَظَنَرْتُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَإِنَّهَا لَمَعِي
مِثْلُ الْإِكْلِيلِ... الحديث...

ارد گرد تو بارش برساتا تھا لیکن مدینہ میں ایک قطرہ بھی نہیں
برساتا تھا۔ تو میں نے ذرا غور سے مدینہ منورہ کو دیکھا کہ وہ مدینہ
تاج کی طرح کی چیز میں ہے۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ آنحضرت ﷺ کو تعجب ہوا کہ تھوڑی سی مدت کی بارش سے گھبرا گئے۔ اور اس پر بھی تعجب
ہوا کہ تھوڑے سے زمانہ میں ان کی حالت بدل گئی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ یعنی کثرت بارش کے وقت اس کو مد کرنے کی دعا جاتا رہے۔ اور یہ الفاظ ولا علیہا ولی ہیں۔ شرح
کے نزدیک اس باب سے قبل جو باب الدعاء اذا انقطعت السبل گذرا ہے اس سے الفاظ دعا مراد ہیں۔ اور یہاں نفس دعا مراد ہے۔ اور
میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ دعا کا ادب بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ کے فرمائے الفاظ سے دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ
یہ نہایت جامع الفاظ ہیں اور حکمت سے مد بھی ہیں۔

باب الدَّعَاءِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ قَائِمًا ترجمہ۔ استسقاء میں دعا کھڑے ہو کر مانگنی چاہیے

حدیث (۹۶۱) وَقَالَ لَنَا أَبُو نُعَيْمٍ الْعَمْرِيُّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيُّ وَخَرَجَ مَعَهُ الْبَرَاءُ بْنُ
عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ فَاسْتَسْقَى فَقَامَ لَهُمْ عَلَى
رَجُلَيْهِ عَلَى عَيْرٍ مَبْنِيٍّ فَاسْتَسْقَى ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ
يَجْهَرُ بِالْقِرَاءَةِ وَلَمْ يُؤْذِنْ وَلَمْ يَقُمْ قَالَ أَبُو اسْحَاقَ
وَرَأَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ النَّبِيَّ ﷺ.....

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن یزید انصاری نے لکھے لو ان کے
ہمراہ حضرت عمار بن عازب اور زید بن ارقم بھی تھے تو انہوں نے
بارش طلب کی کہ اپنے دونوں پاؤں پر بغیر منبر کے کھڑے ہو گئے
دعا استسقاء مانگی پھر دو رکعت نفل ادا فرمائی جس میں قرآن کو بلند
آواز سے پڑھا۔ لیکن نہ اذان ہوئی اور نہ تکبیر۔ ابو اسحاق کہتے ہیں
کہ عبد اللہ بن یزید نے جناب نبی اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔

حدیث (۹۶۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْعَمْرِيُّ
وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ
ﷺ خَرَجَ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي لَهُمْ فَقَامَ فَدَعَا اللَّهَ
قَائِمًا لَمْ تَوَجَّهْ قَبْلَ الْقِبْلَةِ وَحَوْلَ رِجْلَيْهِ فَاسْقُوا.

ترجمہ۔ حضرت عمار بن عازب نے لکھے کہ نبی اکرم ﷺ
لوگوں کو لے کر بارش مانگنے کیلئے نکلے۔ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ
سے دعا کی۔ پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور چاروں کو الٹ پلٹ
کیا پس لوگوں کو پانی سے سیراب کیا گیا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ چونکہ دعا میں تضرع مقصود ہے اس لئے آداب میں سے یہ ہے کہ یہ دعا قائم ہو۔

باب الْجَهْرُ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

ترجمہ۔ استسقاء میں قرأت بلند آواز سے ہونی چاہیے

حدیث (۹۶۳) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّحْضِيُّ عَنْ عَمِّهِ

خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ يَسْتَسْقِي فَنَوَّجَهُ إِلَى الْقُبْلَةِ يَدْعُو وَحَوْلَ رِكَاءٍ هُ ثُمَّ صَلَّى رَكَعَتَيْنِ يَجْهَرُ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تیمیم کے چچا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بارش مانگنے کیلئے باہر تشریف لائے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگی چادر کو الٹ پلٹ کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی جس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح قطب گنگوہیؒ۔ صلی ر کعتین یجہر فیہما کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے دو رکعت نماز استسقاء پڑھی اور

اس میں قرأت کو بلند آواز سے پڑھا۔ اما صاحبؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ اگرچہ نماز استسقاء میں داخل نہیں لیکن کوئی امام نماز پڑھے تو اسے قرآن پڑھنے کی آواز سے پڑھنی چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ متفق علیہا ہے۔ خروج النبی ﷺ یستسقی یہ روایت اجماع کے خلاف ہے کیونکہ اس پر

اجماع ہے کہ صلوٰۃ الاستسقاء میں خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہوگا۔ اب اس کی توجیہ یہ ہے کہ روایت میں قلب واقع ہوگا۔ یا یہ کہا جائے کہ تم ترتیب ذکر کے لئے ہے۔

باب كَيْفَ حَوْلَ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے

لوگوں کی طرف پیٹھ کیسے پھیری

ظَهَرَهُ إِلَى النَّاسِ -

حدیث (۹۶۴) حَدَّثَنَا آدَمُ النَّحْضِيُّ عَنْ عَمِّهِ قَالَ

رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِي قَالَ فَحَوْلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوا ثُمَّ حَوْلَ رِكَاءَ ثُمَّ صَلَّى لَنَا رَكَعَتَيْنِ جَهْرَ فِيهِمَا بِالْقِرَاءَةِ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تیمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جس دن آپ بارش کی دعا مانگنے کے لئے باہر تشریف لائے تو میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے لوگوں کی طرف اپنی پیٹھ پھیری۔ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے دعا فرماتے تھے۔ اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کرتے تھے۔ پھر آپ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ اس حدیث سے تحویل کی بعض صورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یہ نہیں کہ آپؐ کی تحویلہ کی کیا کیفیت ہوتی تھی۔ تو اس حدیث کو اس باب میں لا کر بتا دیا کہ آپؐ کا پیٹھ کو پھیرنا دعا سے پہلے ہوتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ میری رائے یہ ہے کہ اگر ترجمہ یوں ہو تاکیف حول النبی ﷺ ردانہ توامام بخاریؒ کی شان کے زیادہ لائق ہوتا۔ کیونکہ تحویل رداء کی کیفیت میں اختلاف ہے لیکن چونکہ امام بخاریؒ نے حول ظہرہ کا باب باندھا ہے۔ اسلئے ہم انشاء اللہ تعالیٰ اختلاف تو پیدا ہی کر دیں گے۔ اس لئے کہ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک اختلاف ہی اختلاف ہے اور علماء اس میں مختلف ہیں کہ دعا کس وقت کرے۔ یہ تو ضرور ہے کہ دعا مستقبل قبلہ ہوگی۔ مگر اس کا محل اور وقت کیا ہے۔ آیا خطبتین کے درمیان ہے یا خطبہ ثانیہ کے شروع میں۔ یادرمیان یا آخر میں۔ اس صورت میں کیف متی کے معنی میں ہوگا۔ اور یہ کیف کے ساتھ ساتھ تو ان باب ہے۔ اور میرے نزدیک یہ کیفیت ثابت کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ کیفیت کے اختلاف کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ تو یہاں بھی یہ اختلاف ہے کہ تحویل کس وقت ہوگی۔ امام احمدؒ کے نزدیک خطبہ کے بعد اور امام شافعیؒ کے نزدیک پہلے خطبہ کے درمیان بعض علماء کے نزدیک دونوں خطبوں کے درمیان ہوگی۔

باب صَلَوةِ الْإِسْتِسْقَاءِ رَكَعَتَيْنِ

حدیث (۹۶۵) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمِّهِ

ترجمہ۔ حضرت عبدالن تمیم کے چچا کی روایت ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے بارش طلب فرمائی تو دو رکعت نماز پڑھی اور اپنی چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ اسْتَسْقَى فَصَلَّى رُكْعَيْنِ وَقَلَّبَ
رَدَاءَهُ ... الحديث ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مطلب یہ ہے کہ دورِ کثرت سے زیادہ نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی ثابت نہیں۔

باب الاستِسْقَاءِ فِي الْمَصَلَّى

حدیث (۹۶۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْخ

ترجمہ۔ حضرت عباد بن تمیم کے چچا فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نماز استسقاء کے لئے عید گاہ میں تشریف لائے۔ قبلہ رو ہوئے دو رکعت نماز پڑھی چادر کو الٹا کیا اہل بصر سے مروی ہے کہ دائیں طرف کو بائیں طرف پر رکھا۔

عَنْ عَمِّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْمُصَلَّى
يَسْتَسْقِي وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ وَقَلْبُ
رِكَاءِهِ قَالَ سُفَيْنُ وَاحْبَرَنِي الْمُسْعُودِيُّ عَنْ
أَبِي بَكْرٍ قَالَ جَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الشِّمَالِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ زکریا۔ غرض باب یہ ہے کہ استسقاء کی نماز اگر عید گاہ میں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں۔ اور جس طرح مسجد جامع میں جائز ہے ایسے ہی عید گاہ میں بھی جائز ہے۔ اور جو روایت میں واقعہ ہے یہ ۶ھ کا ہے۔ جعل الیمین علی الشمال کیفیت قلب رداء میں روایات مختلف ہیں۔ ایک تو یہی کہ جعل الیمین علی الشمال ہے اور دوسری روایت میں چادر کا اوپر سے نیچے کر دینا ہے دونوں روایات میں علماء نے جمع فرمادیا ہے۔

باب اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ ترجمہ۔ استسقاء میں قبلہ رو ہونا چاہیے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ خبر دیتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جب نماز پڑھنے کیلئے عید گاہ کی طرف تشریف لائے تو جب دعا مانگی یاد عاتق نے کارادہ کیا تو قبلہ کی طرف رخ کیا اور چادر کو بدلا۔

حدیث (۹۶۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ الْأَنْصَارِيِّ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ إِلَى الْمُصَلَّى يُصَلِّيُ وَإِنَّهُ لَمَادَعَا أَوْارَادَ أَنْ يَدْعُوَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَحَوْلَ رِدَاءِهِ.....

ترجمہ۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن زید مازن کے قبیلہ کے ہیں۔ اور پہلا عبداللہ کوئی ہے۔ جو زید کا پوتا ہے۔

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ هَذَا مَا زَنِيٍّ وَالْأَوَّلُ كُوفِيٌّ هُوَ ابْنُ يَزِيدَ....

تشریح از شیخ زکریا۔ میں بتا چکا ہوں کہ استسقاء کے خطبہ میں استقبال قبلہ ہوگا۔ قال ابو عبداللہ چونکہ باپ کے نام میں صرف یا عدم یا کفر ہے بقیہ نام متحد ہے۔ اس لئے ممکن تھا کہ کسی کو وہم ہو جائے کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ تو امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ یہ مازنی ہیں اور اول کوئی ہیں۔

باب رَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ ترجمہ۔ لوگ نماز استسقاء میں امام کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں۔

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ دیہاتیوں میں سے ایک دیہاتی آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مولیٰ ہلاک ہو گئے میرا کنبہ اور لوگ ہلاک ہو گئے تو آپ رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ اٹھا کر

حدیث (۹۶۸) وَقَالَ أَيُّوبُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ أَتَى رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ مِنْ أَهْلِ الْبَدْوِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكَتِ الْمَاشِيَةُ
هَلَكَ الْعِيَالُ هَلَكَ النَّاسُ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
يَدَيْهِ يَدْعُو أَوْ رَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ يَدْعُونَ قَالَ فَمَا خِرْ جَنَّا مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى
مُطَرْنَا فَمَا زِلْنَا نُمَطِّرُ حَتَّى كَانَتِ الْجُمُعَةُ الْأُخْرَى
فَاتَى الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ بِشَقِ الْمُسَافِرِ وَمُنْعِ
الطَّرِيقِ بِشَقِ أَمَى مَلٍّ . بسند آخر رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى
رَأَيْتُ بَيَاضَ إِبْطِيهِ

دعا فرمانے لگے لوگ بھی آپ کے ساتھ اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا
مانگنے لگے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہم ابھی مسجد سے باہر نہیں
نکلے تھے کہ بارش شروع ہو گئی۔ پھر یہ بارش ہم پر دوسرے جمعہ
تک رہی۔ پس ایک آدمی جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ مسافر سفر سے عاجز آگئے۔ راستے
رک گئے (بشق بمعنی مل اکتا جانا عاجز ہونا) حضرت انسؓ یہ بھی
فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے تو میں نے
حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ اس باب کی غرض ان لوگوں پر ذکر کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ استسقاء میں صرف امام ہی دعا کے لئے
رفع یدین کرے۔ ہتھ حضرت ویسے ہی ہاتھ اٹھائے بغیر آمین کہیں گے۔ جمہور کے نزدیک دعا کے وقت امام اور مقتدی دونوں رفع یدین
کریں گے امام بخاریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔ اتنی رجل اعرابی من اهل البدر میں یہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے کیونکہ میرے
زیدک یہ چار واقعے ہیں۔ ایک تو مکہ مکرمہ کا۔ دوسرا ۴ھ کا۔ تیسرا ۶ھ کا جس میں نماز پڑھی۔ اور چوتھا ۹ھ کا جو غزوہ تبوک سے واپسی
پر ہوا۔ شراح کے کلام میں بعض جگہ ان میں تخلیط واقع ہو گئی ہے۔

باب رَفَعَ الْإِمَامُ يَدَهُ فِي الْإِسْتِسْقَاءِ

حدیث (۹۶۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ (الخ)
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ
فِي كَيْدٍ مِنْ دُعَائِهِ إِلَّا فِي الْإِسْتِسْقَاءِ وَانَّهُ يَرْفَعُ حَتَّى
يُورَى بَيَاضَ إِبْطِيهِ .. الحديث ...

ترجمہ۔ امام کا استسقاء میں اپنے ہاتھ کو اٹھانا

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جناب
نبی اکرم ﷺ دعا میں کسی جگہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے سوائے
استسقاء کے۔ اور اس میں اس قدر اونچے ہاتھ اٹھاتے کہ آپ
کے بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ رفع الناس ایدیہم مع الامام فرما چکے ہیں۔ جس سے امام کا رفع یدین

ہو گیا یہ باب مکرر ہو گیا۔ شراح فرماتے ہیں کہ اولاً استطراداً تھا اور یہ استقلالاً ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر یہی تھا تو اولاً امام بخاریؒ کو
اس کی شرافت کی وجہ سے استقلالاً ذکر کرنا چاہیے تھا۔ پھر استطراداً بھی ذکر فرمادیے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ باب سابق کی غرض تو وہ ہے

جو میں بیان کر چکا اور اس باب سے کیفیت رفع ثابت کرنا ہے اور وہ اس طرح پر کہ رفع میں مبالغہ کرے حتیٰ کہ بیاض ابطین ظاہر ہو جائیں

ترجمہ۔ جب بارش برس رہی ہو تو کون سے کلمات

کہے جائیں ان عباسؓ صیب کی تفسیر مطر سے کرتے ہیں اور غیر ان عباس صاب و اصاب یصوب سے مشتق گردانتے ہیں

باب مَا يُقَالُ إِذَا مَطَرْتُ وَقَالَ

ابْنُ عَبَّاسٍ كَصَيْبِ الْمَطَرِ وَقَالَ
غَيْرُهُ صَابٌ وَاصَابٌ يَصُوبُ۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ جب بارش کو دیکھتے تو فرماتے اے اللہ اس کو نفع دینے والی بارش بنادے۔

حدیث (۹۷۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ إِذَا رَأَى الْمَطَرَ
قَالَ اللَّهُمَّ صَيْبًا نَافِعًا تَابِعَهُ الْقَارِسُ۔۔۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے وقت یہ دعا کرنی چاہیے۔ چونکہ لفظ صیب خود حدیث پاک میں آ رہا ہے۔ اس لئے امام

بخاریؒ کا ذہن آیت کریمہ او کصیب من السماء کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور اس کی تفسیر فرمادی کہ اس کے معنی بارش کے ہیں۔ نیز ! مطر کا لفظ آیا تھا۔ اور صیب کے معنی بھی مطر کے ہیں۔ اس لئے آیت کی طرف ذہن منتقل ہو گیا۔ وقال غیر وصاب و اصاب الخ امام بخاریؒ نے تنبیہ فرمادی کہ صیب اجوف وادی ہے۔ اجوف یا ئی نہیں اور یا تفصیل کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ صاب یصوب سے مشتق ہے۔ اب حضرت امام بخاریؒ پر یہاں اشکال کیا گیا کہ امام نے صاب اور اصاب دونوں کا مضارع یصوب لکھا۔ ان کو اتنی بھی خبر نہیں کہ اصاب کا مضارع یصوب نہیں یصیب ہے۔ مدافعین عن البخاری جواب دیتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی غرض صرف یہ ہے کہ صاب اور اصاب دونوں ایک معنی میں ہیں۔ اصاب کا مضارع ذکر نہیں فرمایا۔ اللہم صیباً نافعاً۔ نافعاً اس وجہ سے فرمایا کہ بعض اوقات بارش ضرور نقصان کا سبب بن جاتی ہے اس لئے مقید فرمادیا کہ نافع ہو ضرور نہ ہو۔

ترجمہ۔ جو شخص بارش میں نہاتا ہے۔ حتیٰ کہ

بارش آپ کی داڑھی پر اترتی ہے یا پہنچتی ہے

باب مَنْ نَمَطَّرَ فِي الْمَطَرِ

حَتَّى يَتَحَادَرَ عَلَى لِحْيَتِهِ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں جناب

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے دریں اثناء جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ

حدیث (۹۷۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَصَابَتِ النَّاسَ سَنَةٌ عَلَى
عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَيَّنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ

عَلَى الْمُنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَ الْمَالُ وَجَاعَ الْعِيَالُ فَأَدْعُ اللَّهَ لَنَا أَنْ يَسْقِينَا قَالَ فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ وَمَا فِي السَّمَاءِ قَزَعَةٌ قَالَ فَتَارَ سَحَابٌ أَمْثَالُ الْجِبَالِ ثُمَّ لَمْ يَنْزِلْ عَنْ مُنْبَرِهِ حَتَّى رَأَيْتُ الْمَطَرَ يَتَحَادَرُ عَلَى رِجْلَيْهِ قَالَ فَمَطَرْنَا يَوْمَنَا ذَلِكَ وَمِنَ الْعِدَّةِ وَمِنَ بَعْدِ الْعِدَّةِ وَالَّذِي يَلِيهِ إِلَى الْجُمُعَةِ الْأُخْرَى فَقَامَ ذَلِكَ الْأَعْرَابِيُّ أَوْ رَجُلٌ غَيْرُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَهْدِمُ الْبَنَاءَ وَغَرِقَ الْمَالُ فَأَدْعُ اللَّهَ لَنَا فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا قَالَ فَمَا جَعَلَ يُشِيرُ بِيَدِهِ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ السَّمَاءِ الْآتِفَرَجَتْ حَتَّى صَارَتْ الْمَدِينَةُ فِي مِثْلِ الْجُوبَةِ حَتَّى سَالَ الْوَادِي قَنَاءً شَهْرًا قَالَ فَلَمْ يَجْنِ أَحَدٌ مِنَ نَاحِيَةِ الْأَحْدَكِ بِالْجُودِ

دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی کھڑا ہو کے کہنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اہل و عیال بھوکے مر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہم پر بارش برسا ئیں چنانچہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے حالانکہ آسمان میں کوئی کھڑا بادل کا نہیں تھا۔ مگر ایک نخت پہاڑوں میں بادل پھیل گئے۔ ابھی جناب رسول اللہ ﷺ منبر سے نہیں اترے تھے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے آپ کی داڑھی مبارک پر اتر رہے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں اس دن بھی سارا دن ہم پر بارش ہوتی رہی دوسرے دن۔ تیسرے دن۔ چوتھے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک بارش رہی۔ پھر وہی دیہاتی یا کوئی دوسرا کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ عمارتیں گر گئیں مال غرق ہو گیا پس ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کے لئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمانے لگے اے اللہ! ہمارے ارد گرد ہو ہم پر بارش نہ ہو۔ پس آپ آسمان کے جس طرف بھی اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے وہ کھل جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ چھاتے کی طرح ہو گیا اور

وادئ قنۃ مدینہ بھر چلتی رہی۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ کے اطراف میں سے جو شخص بھی آتا وہ کثیر بارش کی خبر دیتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حضرت امام بخاریؒ کے اصول مطرہ میں سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ امام بخاریؒ بعض اوقات

ترجمہ سے کسی ایسی روایت کی تائید کرتے ہیں جس کا مضمون تو صحیح ہوتا ہے مگر روایت شرط کے مطابق نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات تردید فرماتے ہیں۔ جبکہ مضمون بھی امام بخاریؒ کے نزدیک صحیح نہ ہو۔ یہاں مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ پر ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی تو آپ نے چادر اتار دی اور بارش کو اپنے اوپر لینے لگے۔ اور فرمایا حدیث عہدِ بربہ ابھی ابھی اپنے رب کی طرف سے آئی ہے۔ چونکہ یہ روایت امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں تھی مگر مضمون صحیح تھا اس لئے امام نے اس کی تائید فرمائی۔ اور تائید اس طرح کر دی کہ حضور اکرم ﷺ پر بارش ہو رہی تھی مگر حضور اقدس ﷺ نے نہیں۔ تمطر سے مراد قائم رہے۔ اس حدیث کی بنا پر بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ موسم کی سب سے پہلی بارش میں غسل کرنا چاہیے۔

باب اِذَا هَبَّتِ الرِّيحُ

ترجمہ۔ جب ہوائیں چلیں

حدیث (۹۷۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ الْعَنْسَمِعَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَتْ الرِّيحُ الشَّدِيدَةُ إِذَا هَبَّتْ عُرِفَ ذَلِكَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ. الحديث

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب سخت آندھیاں چل رہی تھیں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر پہچانا جاتا تھا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حاصل یہ کہ چونکہ ریح شدیدہ عذاب الہی کا پیش خیمہ ہے اسلئے ایسے وقت میں مشغول ہو جانا چاہیئے

باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ نَصِرْتُ بِالصَّبَا

ترجمہ۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ پردا ہوا سے میری مدد کی جاتی ہے

حدیث (۷۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ (الخ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ نَصِرْتُ بِالصَّبَا وَأُهْلِكَ عَادُ الدَّبُورِ.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا پردا ہوا سے میری مدد کی گئی۔ اور پچھم کی ہوا سے عادی قوم برباد ہوئی۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ شرح فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام طحطاویؒ کی غرض یہ ہے کہ وہ صباء کا استثناء فرما رہے ہیں اور

مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر خوف اس وقت طاری ہوتا تھا جبکہ دیور پچھم کی ہوا ہو۔ صبا پردا ہوا کے وقت خوف طاری نہیں ہوتا تھا

باب مَا قِيلَ فِي الزَّلَازِلِ وَالْآيَاتِ

ترجمہ۔ زلزلوں اور قدرت کی نشانیوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے۔

حدیث (۹۷۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ (الخ) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ وَتُظْهَرَ الْفِتْنُ وَيَكْثُرَ الْهَرْجُ وَهُوَ الْقَتْلُ حَتَّى يَكْثُرَ فِيكُمْ الْمَالُ فَيَفِضُ.. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس وقت تک قیامت نہ پائیں گی یہاں تک کہ دینی علم اٹھالیا جائے گا۔ زلزلے کثرت سے ہوں گے زمانہ گھٹنا جائے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔ اور ہرج یعنی قتل بہت ہوں گے یہاں تک کہ تمہارے اندر مال کی کثرت ہوگی پس بہنے لگے گا یعنی عام ہو جائے گا۔

تشریح از قطب گنگوہیؒ۔ ہرج کے معنی قتل کے ہیں دومرتبہ قتل قتل یا تو اسلئے کہا گیا کہ مجاز کا وہم نہ ہو یا تکرار سے کثرت کی طرف اشارہ ہے

تشریح از شیخ زکریا۔ چونکہ زلازل کا وقوع شدت ہو امیں اکثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے زلازل کو بھی اس میں ذکر فرمادیا

اب ان زلازل وغیرہ میں استسقاء کی طرح نماز ہے یا نہیں۔ حنابلہ کے یہاں ہے اور جمہور کے نزدیک نہیں۔ البتہ چونکہ یہ علامات قیامت میں سے ہے اس لئے تضرع و زاری کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔ بتقارب الزمان تقارب زمان کے کئی مطلب ہیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ برکت جاتی رہے گی۔ ایسے طور پر دن و رات گزریں گے کہ کچھ پتہ نہیں چلے گا کہ رات کب آئی اور دن کب ختم ہوا۔ اور اسی معنی کے قریب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ لذات اور شہوات میں اتنا غلو ہو گا کہ کچھ پتہ نہ چلے گا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شے میں اشماک ہوتا ہے تو وقت کا پتہ نہیں چلتا کب گذر اور کتنی دیر میں گذر۔ نہ اہل معاصی کو اور نہ ہی اہل طاعت کو پتہ چلتا ہے اور تیسرا مطلب بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے دن و رات کا پتہ نہ چلے گا۔ مگر اشکال یہ ہے کہ مصیبت کے وقت ایک گھڑی کا ثابھی مشکل ہو جاتا ہے اور پہاڑ سا معلوم ہوتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کثرت مصائب کی وجہ سے اس میں تعطل پیدا ہو جائیگا اور پتہ ہی نہ ہو گا کہ کب رات آئی اور کب دن ختم ہوا۔ یا اس کے برعکس۔ نیز ایک اور مطلب بھی بتلایا جاتا ہے کہ دن رات میں مساوات فی المقدر ہو جائے گی مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں بلکہ یہ کتاب الرزق والی حدیث میں مراد لیا جائے گا کیونکہ مساوات کے وقت خواب صحیح ہوتا ہے اور اس رزق والی کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ قرب قیامت مراد ہے کہ قرب قیامت میں خواب سچے ہونے لگیں گے۔

حدیث (۹۷۵) حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى النَّخَعِي

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا قَالَ قَالُوا أَوْفَى نَجِدْنَا قَالَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَفِي يَمِينِنَا قَالُوا أَوْفَى نَجِدْنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلُعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں ہمارے لئے برکت فرمادے۔ راوی کہتے ہیں لوگوں نے کہا نجد کے بارے میں بھی۔ آپؐ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور یمن میں برکت فرمادے لوگوں نے پھر کہا ہمارے نجد کے بارے میں بھی دعا فرمائیے آپؐ نے فرمایا وہاں زلزلے ہوں گے اور فتنے برپا ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا لشکر نکلے گا۔

باب قَوْلِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ

وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ تَكْذِبُونَ

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ شُكْرُكُمْ۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم نے

اپنی روزی یہی بتائی ہے کہ تم جھٹلاتے رہو گے

ابن عباسؓ رزق کی تفسیر شکر سے کرتے ہیں۔

تشریح از قطب گنگوہی۔ تَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اِی حَظَّكُمْ وَقِسْطَكُمْ رِزْقُكُمْ مَعْنٰی حَصَّہُ كے ہیں۔ ابن عباسؓ نے

اس کی تفسیر شکر سے کی ہے۔ اور شکر سے مراد بارش ہے یعنی تم نے اپنا حصہ قرآن سے یہی ما لیا ہے کہ تم اسے جھٹلاتے رہو۔ یا یہ کہ اپنے رزق کا شکر یہ یہی ادا کیا کہ قرآن کو جھٹلاتے رہو۔ واللہ اعلم

ترجمہ۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی جبکہ رات کو بارش ہونے کی وجہ سے ابھی اس کے آثار باقی تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے اس وقت کیا فرمایا۔ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ فرمایا بعض میرے بندے تو مجھ پر ایمان لانے والے بنے اور بعض کافر ہوئے جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو وہ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں سے کفر کرنے والے بن گئے لیکن جس نے کہا کہ

حدیث (۹۷۶) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ (الْخ) عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَّةِ عَلَى أَرْسَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ ﷺ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ بَنُو كَذَا فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.. الحديث...

ہم پر تو بچھتر اور برج میں جانے کی وجہ سے بارش ہوئی تو یہ مجھ سے کفر کرنے والا اور ستارے پر ایمان لانے والا ہوا۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

باب لَا يَذَرِي مَتَى يَجِيءُ الْمَطَرُ
إِلَّا اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ -

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ چیزیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ.....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا غیب کی چابی پانچ ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ چہ دانیوں میں کیا ہے۔ اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ

حدیث (۹۷۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي عَدُوٍّ وَلَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مَا يَكُونُ فِي الْأَرْحَامِ وَلَا تَعْلَمُ

وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی جی یہ بھی نہیں جانتا کہ کون سی زمین میں اسے موت آئے گی۔ اور کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔

نَفْسٌ مَّا ذَاكَ كَسِبَ غَدًا وَمَا يُدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ وَمَا يُدْرِي أَحَدٌ مِّنَّا بِجِيءِ الْمَطَرِ...

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ یعنی بارش کے متعلق یہ یقین نہ کرنا چاہیے کہ فلاں وقت ہوگی جیسا کہ ماہرین فلکیات کہہ دیتے ہیں یہ صرف اٹکل بچو ہے۔ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور رہے قرآن تو مسالوقات اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بقیہ پانچ چیزیں جن کا ذکر حدیث میں ہے ان کا بھی علم یقینی صرف اللہ کو ہے۔

الحمد لله على ذلك تمت كتاب الاستسقاء۔

بسم الله الرحمن الرحيم

أَبْوَابُ الْكُسُوفِ

باب الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ

حدیث (۹۷۸) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ (الخ) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَنكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُجَرِّدَاءَ حَتَّى دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلْنَا فَصَلَّى بِنَارٍ كَعَتِينَ حَتَّى انْجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يَكْشَفَ مَا بَكُمْ... الحديث...

ترجمہ۔ سورج کے بے نور ہونے کے وقت نماز پڑھنا

ترجمہ۔ حضرت اہل بصرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم جناب نبی اکرم ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگ گیا۔ تو آپؐ کھڑے ہو گئے اور چادر کو کھینچے ہوئے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ہم بھی مسجد میں داخل ہوئے تو آپؐ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک سورج کھل کر روشن ہو گیا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے اور جب تم اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو یہاں تک کہ وہ مصیبت تم سے ٹل جائے۔

حدیث (۹۷۹) حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبْدِ الْخَالِقِ سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَتَقَرَّبُوا فَصَلُّوا...

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے شک سورج اور چاند لوگوں میں سے کسی کے مرنے کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔

حدیث (۹۸۰) حَدَّثَنَا أَصْبَغُ (الخ) عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَصَلُّوا... الحديث

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے خبر دیتے ہیں کہ بے شک سورج اور چاند کسی کے مرنے یا کسی کی زندگی کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں نشانیاں ہیں۔ جب ان کو دیکھو تو نماز پڑھو۔

حدیث (۹۸۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ مَاتَ إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ بِكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُ فَصَلُّوا وَادْعُوا اللَّهَ.

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس دن کہ آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگ گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ صاحبزادہ ابراہیمؑ کی موت کی وجہ سے سورج بے نور ہوا جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے تو جب اس قسم کے حوادث دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

تنبیہ۔ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کے افادات جلد اول کے تحفۃ المسجد تک ختم ہو گئے۔ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے افادات جو تقریر بخاری اردو کے نام سے طبع ہوئے وہ کتاب الاستفتاء پر ختم ہو گئے۔ اب حضرت شیخ مدنیؒ کے فرمان پر کہ شیخ الحدیث مولانا زکریا مرحوم و مغفور کو حکم ہوا کہ آپ فقیہ امت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کی تقریر جو مولانا زکریاؒ کے والد ماجد مولانا محمد نجی کاندھلویؒ نے ضبط فرمائی تھی۔ اس کو طبع کر اگر شائع کریں تاکہ حضرت گنگوہیؒ کے افادات سے مستفید ہوں چنانچہ اب آئندہ پہلے حضرت گنگوہیؒ کے افادات درج ہوں گے پھر اس پر جو حاشیہ مولانا زکریاؒ نے لامع الدرای علی الجامع البخاری کے نام سے طبع ہوا اس کو تحریر کیا جائے گا۔ ہو اللہ الموفق

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ لکنہما ایٹان من آیات اللہ الخ الہیۃ جو کہتے ہیں کہ سورج گرہن چاند کے سورج اور زمین کے درمیان حائل ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ حدیث اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ آیت کے معنی علامت کے ہیں اور سورج و چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کی نشانیاں ہیں اور سورج گرہن کے موقع پر ان دونوں کے نور کا سلب ہو جانا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان پر پوری قدرت حاصل ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ مسئلہ کسوف میں دس احاث ہیں جن کی تفصیل اوجز مسالک میں بیان کی گئی یہاں اختصار لہٹایا جاتا ہے پہلی بحث تولفت میں ہے کسوف۔ خسوف۔ انکساف اور انکساف لغت کے اعتبار سے سب ہم معنی ہیں۔ البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے اور بعض اوقات ایک دوسرے پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ فقہاء کے یہاں یہی مشہور ہے اور جمہور یہ فرماتے ہیں کہ کسوف اور خسوف دونوں میں بالکلیہ ان کی روشنی چلی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات کچھ حصہ روشنی کا چلا جاتا ہے۔ اور بعض فرماتے ہیں کہ خسوف دونوں کے رنگ کا چلا جاتا ہے۔ اور کسوف میں رنگ کی تبدیلی ہوتی ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ الہیہ والحساب کہتے ہیں کہ کسوف شمس کی کوئی کیفیت حقیقت نہیں سورج میں کبھی تغیر نہیں آتا البتہ کبھی کبھی زمین اور سورج کے درمیان چاند حائل ہو جاتا ہے۔ سورج کا نور باقی رہتا ہے حیلولة ارض کی وجہ سے کسوف قمر میں روشنی بالکل باقی نہیں رہتی۔ علامہ ابن العربی نے ان کے استدلال کو اس طرح باطل کیا ہے کہ الہیہ کے نزدیک مسلمہ ہے کہ سورج چاند سے کئی گنا جسامت میں زیادہ ہے تو پھر اصغر اکبر کے لئے کیسے حاجب ہو گا۔ علامہ یعنیؒ نے بھی تفصیل سے ان کا ابطال کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تخویف کیلئے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی قدرت کا اظہار فرمادیتے ہیں۔ الہیہ حساب کی بات اگر حق بھی ہو تو وہ تخویف کے منافی نہیں جیسے زلزلہ ان کے نزدیک تحت الارض والجبال تغیر احوال کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان سے نہ ڈرتا ہو علامہ یعنیؒ فرماتے ہیں کہ کسوف ایک ایسا تغیر الہی ہے جو اللہ تعالیٰ سورج اور چاند میں اس امر کے لئے پیدا کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لیکن اس حکمت کا ہمیں اور اک نہیں۔

تیسری بحث یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ مشہور تھا کہ سورج گرہن اور چاند گرہن کسی امر عظیم یا کسی کی موت و حیات کے لئے ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے اس خیال کو رد فرمادیا۔

چوتھی بحث یہ ہے کہ کسوف کا حکم کیا ہے اور اس کے کیا فوائد ہیں۔ تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیات الہیہ ظاہر ہوتی ہیں تو نفوس انسانیہ پر ان کا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ دنیا سے کٹ کر ذکر الہی کی طرف مجبور ہوتے ہیں۔ یہ حالت مومن کیلئے غنیمت ہے کہ وہ دعا اور نماز میں مشغول رہے چنانچہ رسول اللہ ﷺ جب بھی ان حوادث کو دیکھتے تو گھبرا کر دعا و نماز میں مشغول ہو جاتے تھے پانچویں بحث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسوف کب اور کتنی مرتبہ ہوا اعلیٰ قاری تو فرماتے ہیں صرف ۵۵ میں

ہکسوف ہوا۔ مگر جمہور اہل السیر کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کسوف ۱۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوا جبکہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ اسلئے لوگ کہنے لگے کہ ان کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا۔

چھٹی حدیث یہ ہے کہ بھول اہل بیت عموماً کسوف مہینہ کی آخری تاریخ ۲۸ اور ۲۹ کو ہوتا ہے مگر اہل تاریخ کے نزدیک اس کے اوقات مختلف ہیں۔ چنانچہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ۱۰ھ ربیع الاول کی دس کوبہ کے دن ہوئی۔ جس دن سورج گرہن ہوا۔ اور شہادت امام حسینؑ عاشورہ محرم میں ہوئی اس دن بھی سورج گرہن ہوا۔

ساتویں حدیث یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کتنی بار کسوف ہوا۔ علامہ خطابی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ آپؐ کے عہد میں دومرتبہ کسوف ہوا پہلی مرتبہ ۶ھ میں حدیبیہ کے موقع پر اور دوسرا ۱۰ھ میں وفات ابراہیم پر مگر ابن قیم اور علامہ بیہقی کا میلان اس طرف ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں کسوف صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے وہ ۱۰ھ جبکہ صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ کتب احادیث سے کسوف شمس تو صرف ایک مرتبہ ثابت ہے۔ اور خسوف قمر حضور ﷺ کے زمانہ میں دومرتبہ ہوا ہے۔

آٹھویں حدیث صلوٰۃ کسوف کی ہے اس میں بھی چند مسائل ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صلوٰۃ کسوف سنت مؤکدہ ہے مالکیہ کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ۔ علماء احناف کے نزدیک علامہ یعنیؒ فرماتے ہیں الاصح انہا سنة اور بعض نے وجوب کا قول بھی نقل کیا ہے۔ مگر متفق علیہ مسئلہ سنیہ کا ہے۔ دوسرا مسئلہ وقت کا ہے۔ شوافعؒ کے نزدیک تو اس کا کوئی وقت نہیں۔ کیونکہ یہ صلوٰۃ ذات سبب ہے۔ حنبلہ اور حنفیہ نے اوقات مکروہہ کو مستثنیٰ کیا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ وقتھا وقت العید۔ تیسرا مسئلہ صلوٰۃ کسوف کی کیفیت کا ہے۔ احناف کے نزدیک یہ نماز دور رکعت برو عین (دور کو ع کے ساتھ) ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہر رکعت میں دور کو ع ہیں۔ چوتھا مسئلہ قراءۃ کے جر اور سر کا ہے۔ احناف اور حنبلہ جر کے قائل ہیں۔ اور دیگر ائمہ سر کے قائل ہیں۔ پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا سنت ہے بعض کہتے ہیں کہ جماعت مشروع نہیں ہے۔ چھٹا مسئلہ خطبہ کا ہے امام شافعیؒ اور اسحاق بن راہویہ نماز کے بعد خطبہ کی سنیہ کے قائل ہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نماز کسوف کے بعد خطبہ نہیں ہے۔

نویں حدیث خسوف قمر کے بارے میں ہے شرح احیاء میں ہے کہ خسوف قمر ۴ھ جمادی الاخریٰ میں واقع ہوا حضور اکرم ﷺ نے اس پر لوگوں کو جمع نہیں کیا۔ اور دوسرا خسوف حسب قول سیرۃ ابن حبان ۵ھ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔ جس میں آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

دسویں حدیث یہ ہے کہ صلوٰۃ کسوف کی طرح یا اس سے مختلف ہے امام مالکؒ تو فرماتے ہیں کہ سوائے کسوف شمس کے آپؐ نے خسوف قمر میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ البتہ دار قطنی نے ابن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف و خسوف میں چار رکوع اور چار سجدے کئے ہیں بہر حال احناف کے نزدیک اگر صلوٰۃ خسوف پڑھی جائے تو بغیر تکرار رکوع اور بدون الخطبہ پڑھی جائے اور جماعت مالکیہ کے نزدیک مکروہہ ہے۔ احناف کے نزدیک غیر منسوخ ہے۔

تنبیہ - حضرت امام بخاریؒ نے ترجمہ صلوٰۃ الکسوف کا باندھا جس کے تحت چند ایسی روایات ذکر فرمائیں جن کے اندر تعدد رکوع کا ذکر نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ امام بخاریؒ تعدد رکوع کو نہیں لیتے ورنہ کوئی ایک روایت تو اس بارے میں ذکر فرماتے۔ چنانچہ علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ صلی بنا رکعتین یہ حدیث اس پر دال ہے۔ کہ صلوٰۃ کسوف صلوٰۃ نافلہ کی طرح ہے اور نساہی میں یہ زیادتی بھی ہے صلوٰۃ اکماکنتم تصلون اور صلوٰۃ معلومہ نافلہ ہے۔ نیز ۱ ہر رکعت میں دس رکوع کی روایات بھی آئی ہیں۔ ان کو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔ مزید تفصیل لو جزیں دیکھی جاسکتی ہے۔

قوله اصحاب الهيئة - گذر چکا کہ الہیۃ کے جتنے مقدمات ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اگر تسلیم بھی کر لئے جائیں تو اگر ان کی غرض صرف یہ ہے کہ عادت اللہ یونہی جاری ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ عقائد واجب ہے اس کی حسب ذاتہ تاثیر ہے تو یہ باطل ہے۔ کیونکہ لا ملو فی الوجود الا اللہ تعالیٰ۔ فان الایۃ ہی العلامۃ کرمانیٰ فرماتے ہیں کہ علامۃ لعذاب الناس یا قیامت کے قرب کی نشانی ہے یا سورج کے غلوک ہونے کی نشانی ہے کہ وہ اللہ کی قدرت میں اس طرح مسخر ہے کہ اس کو اپنے نفس سے دفع کرنے کی قدرت نہیں۔ چہ جائیکہ وہ کسی غیر پر قدرت رکھے۔

باب الصَّدَقَةِ فِي الْكُسُوفِ ترجمہ۔ کسوف کے وقت صدقہ خیرات بھی کرنا چاہیے

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اس طرح نماز پڑھائی کہ کھڑے ہوئے اور قیام بہت لمبا کیا تو رکوع کو بھی لمبا کیا پھر کھڑے ہو گئے تو قیام کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر رکوع کیا اور رکوع کو اتنا لمبا کیا کہ وہ پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا اور سجدہ کو لمبا کیا پھر دوسری رکعت میں بھی ایسا کیا جیسے کہ پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اس وقت پھر سے جبکہ سورج مکمل چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا اس طرح کہ پہلے اللہ کی حمد بیان کی اور پھر تعریف فرمائی پھر فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کیلئے

حدیث (۹۸۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِالنَّاسِ فَقَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ قَامَ فَأَطَالَ الْقِيَامَ وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ فَأَطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخَرَى مِثْلَ مَا فَعَلَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى ثُمَّ أَنْصَرَفَ وَقَدْ تَحَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتُ اللَّهِ

لے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم اس کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو تکبیر پڑھو اور نماز پڑھو اور صدقہ کرو۔ پھر فرمایا اے امت محمد ﷺ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں ہے کہ اس کا بندہ یا اس کی باندی زنا کرتے ہیں۔ اور اے امت محمد! اللہ کی قسم! کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے ہوتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔

لَا يُخْسِفَانِ لَمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِمَا فَاذْكُرُوا ذَلِكَ فَادْعُوا اللَّهَ وَكَبِّرُوا وَصَلُّوا وَتَصَدَّقُوا لَكُمْ قَالَ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهِ مَا مِنْ أَحَدٍ غَيْرٍ مِنَ اللَّهِ أَنْ يُزْنِيَ عَبْدُهُ أَوْ تُزْنِيَ أُمَّتُهُ يَا أُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَاللَّهُ كَوْنُ تَعْلَمُونَ مَا عَلِمَ لَصَحِّحَتُمْ قَلِيلًا وَكَبَّيْتُمْ كَثِيرًا. الحديث

تشریح از شیخ گنگوہی۔ کوف سے اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت کا علم ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دہری اور معاصی کے ارتکاب کے وقت اس کے انتقام اور ایمان کے سلب ہونے اور دیگر مصائب سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ مامن احد اغیر من اللہ الخ اللہ تعالیٰ کی طرف غیرت کی نسبت مجازاً ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ زانی اور زانیہ پر نہایت غضب و غصہ کا اظہار فرماتے ہیں یا یہ استعارہ مصرعہ تبعیہ ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے عبد زانی اور زانیہ سے انتقام اور عذاب و عتاب کا نزول فرمائیں گے اس حالت کے ساتھ تشبیہ ہے جبکہ وہ اپنے غلام زانی کے ساتھ زجر و تعزیر کا سلوک کرتا ہے اس کلام کو ما قبل سے تعلق یہ ہے کہ جب رسالت مآب ﷺ نے اپنی امت کو کوف سے ڈراتے ہوئے نماز دعا تکبیر اور صدقہ و خیرات کا حکم دیا۔ اب ارادہ فرما کر ان کو دیگر گناہوں سے بھی روکا جائے ان معاصی میں سے زنا کی خصوصیت یہ ہے کہ نفس کا جتنا میلان زنا کی طرف ہوتا ہے اتنا دیگر معاصی کی طرف نہیں ہوتا۔ اس معاملہ میں خلق الانسان ضعیفا چونکہ زنا فحش معاصی میں سے ہے اور اس کا اثر نفوس کے بھوکانے اور غلبہ غضب میں زیادہ اس کو غیرت مند کی پکڑ اور گرفت سے ڈر لایا گیا۔

قال العارف الرومی ابر نیاید از ہنسی منع ککوة و زنا افتد بلا اندر جہمات

ترجمہ۔ زکوٰۃ روکنے سے بارش نہیں آتی۔ اور زنا کی وجہ سے چاروں طرف سے آفات بلایا نازل ہوتی ہیں۔ (مرتب)

باب الْبِنْدَاءِ بِالصَّلَاةِ جَامِعَةً
ترجمہ۔ کوف میں الصلوٰۃ جامعۃ کے الفاظ سے اعلان کیا جائے۔
فِي الْكُفُوفِ

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج گرہن لگا تو اعلان کیا گیا کہ الصلوٰۃ جامعۃ یعنی بیٹھ نماز جمع کرنے والی ہے۔

حدیث (۹۸۳) حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُبُوْدِي أَنْ الصَّلَاةَ جَامِعَةً. الحديث

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ امام حارثیؒ نے صلوٰۃ عیدین کو اس پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا کہ جیسے کسوف میں نداء ہوتی ہے

عیدین میں بھی ہونی چاہیے۔ لیکن علماء احنافؒ فرماتے ہیں کہ عیدین میں اس حکم کا تعدیہ نہیں ہو سکتا کیونکہ کسوف میں ہر شخص متنبہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسوف سے اندھیرا چھا جائے تو جب لوگوں کو خنبہ ہوتا ہے۔ خلاف عیدین کے کہ ان کا دن اور ان کا وقت کسی پر پوشیدہ نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ روایات میں آچکا ہے۔ لم یکن الصلوٰۃ العیدین اذان ولا اقامة ولا شیء تویہ لا شیء کالفظ دوسری ہر چیز کی نفی کرتا ہے او الصلوٰۃ جامعة تو بہر حال ایک شیء ہے جس کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ لکن جمر الصلوٰۃ جامعة میں دونوں پر نصب کے قائل ہیں۔ الصلوٰۃ کی نصب جامعۃ کی نصب

حال پر محمول ہے۔ اسی احضر والصلوٰۃ فی حال کو نہا جامعۃ یعنی نماز میں سب لوگ حاضر ہو جاؤ جبکہ وہ جمع کرنے والی ہے اور بعض نے دونوں پر رفع پڑھا ہے۔ الصلوٰۃ مبتداء اور جامعہ خبر بمعنی ذات جملہ۔ بہر حال علماء کا اس پر اجماع ہے کہ صلوٰۃ کسوف میں نہ تو اذان ہے نہ اقامت ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے البتہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر منادی الصلوٰۃ جامعۃ کا نعرہ لگائے تاکہ لوگ مسجد کی طرف آجائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس میں امام شافعیؒ متقدم ہیں۔ جو حدیث عبد اللہ بن عمرؓ سے استدلال کرتے ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ حدیث عبد اللہ بن عمرؓ اہتمام اسلام پر محمول ہے۔ کیونکہ اہتمام میں صلوٰۃ کسوف کا لوگوں کو علم نہیں تھا۔ اس لئے نداء کا حکم دیا گیا چنانچہ مسلم شریف میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت ہے لا اذان فی یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعدما یخرج الامام ولا اقامة ولا ندا ولا شیء۔ یعنی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں عید الفطر میں جب امام باہر آتا تھا نہ اس وقت اذان ہوتی اور نہ ہی امام کے باہر آنے کے بعد کوئی اقامت نہ کوئی نعرہ اور نہ ہی کوئی اور شیء ہوتی تھی بجز میں لکن قیم کا قول نقل کیا گیا ہے کان النبی ﷺ اذا انتہی الی المصلی اخذ فی الصلوٰۃ من غیر اذان ولا قول الصلوٰۃ جامعہ والسنة لا یفعل شیء من ذلك۔ یعنی جب نبی اکرم ﷺ عید گاہ پہنچتے تھے تو نماز شروع کر دیتے تھے نہ اذان ہوتی تھی اور نہ ہی الصلوٰۃ جامعہ کا نعرہ ہوتا تھا۔ پس سنت یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز نہ کی جائے۔ چنانچہ بعض نے اسے مکروہ و خلاف اولیٰ بحکم بدعت تک کہا ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ خود حضرت گنگوہیؒ نے کوکب درری میں اس کی مشروعت کا قول کیا ہے۔ چنانچہ بغیر اذان ولا اقامة کے بعد فرماتے ہیں هذا لیس لغیا للاعلام مطلقا بل هذا نفی للاعلام بطریق مخصوص الخ۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شاید شیخؒ نے اختلاف ائمہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو کہ بعض احنافؒ بعد میں اس کے جواز کے قائل ہو گئے۔ (ملخصاً)۔

ترجمہ۔ کسوف میں امام کا خطبہ دینا۔ دونوں بہنیں

حضرت عائشہؓ اور اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا۔

باب خُطْبَةِ الْإِمَامِ فِي الْكُسُوفِ

وَقَالَتْ عَائِشَةُ وَأَسْمَاءُ خُطِبَ النَّبِيُّ ﷺ

حدیث (۹۸۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ النَّخَعِيُّ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي حَيَاةِ النَّبِيِّ ﷺ فَخَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ قَالَ فَصَفَتِ النَّاسُ وَرَأَوْهُ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ وَلَمْ يَسْجُدْ وَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً هِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكِعَ رُكُوعًا طَوِيلًا هُوَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَالَ فِي الرُّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ وَاسْتَكْمَلَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي أَرْبَعِ سَجَدَاتٍ وَانْجَلَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ أَنْ يَنْصَرِفَ ثُمَّ قَامَ فَأَتَى عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ هُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْرَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ وَكَانَ يُحَدِّثُ كَثِيرٌ مِنْ عِبَائِهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يُحَدِّثُ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ إِنَّ أَخَاكَ يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ بِالْمَدِينَةِ لَمْ يَزِدْ عَلَى رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ قَالَ أَجَلٌ لِأَنَّهُ أَخْطَأَ السَّنَةَ... الحديث

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ زوج النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں سورج بے نور ہوا تو آپ مسجد کی طرف تشریف لائے تو لوگوں نے آپ کے پیچھے صف باندھی۔ آپ نے تکبیر کی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی قرات پڑھی۔ پھر تکبیر کہہ کر ایک لمبار کو ع کیا پھر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا اور سجدہ نہ کیا بلکہ پھر ایک لمبی قرات پڑھی جو پہلی قرات سے کم تھی۔ پھر تکبیر کہہ کر لمبار کو ع کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر سمع اللہ لمن حمدہ اور دینا و لك الحمد فرمایا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی دیا کیا جیسا پہلی رکعت کے اندر کیا تھا تو اس طرح چار رکوع چار سجدوں کے ساتھ کئے اور حضور ﷺ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے سورج روشن ہو گیا۔ پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جیسے کہ وہ اس کا مستحق ہے پھر فرمایا کہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو کسی کی موت اور حیات کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ جب تم اس کو دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں۔ کثیر بن عباسؒ حدیث بیان کرتے تھے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؒ جس دن سورج بے نور ہوا تو ایسے ہی حدیث بیان کرتے تھے جیسے حضرت عروہؒ تو میں نے یعنی زہریؒ نے حضرت عروہ سے کہا کہ آپ کے بھائی عبد اللہ بن الزہریؒ تو جس دن مدینہ میں سورج بے نور ہوا تھا تو صبح کی نماز کی طرح دور رکعت سے

زائد نہیں پڑھتے تھے۔ تو انہوں نے فرمایا ہاں وہ اس طرح پڑھتے تھے کیونکہ انہوں نے سنت کا خلاف کیا۔

تشریح از شیخ نگلوئیؒ۔ امام زہریؒ کی تحقیق حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر واضح دلیل ہے اسلئے کہ حضرت عروہؒ

تاہی ہیں جو کسی دوسرے سے سن کر بیان کر رہے ہیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں اور خود حدیث بیان کر رہے ہیں یہ نہیں ہو سکتا کہ صلوٰۃ کسوف کے مسئلہ کی تحقیق کے بغیر وہ قوم کی امامت کرتے ہوں۔ نیز! ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے جن سے ان کے فعل پر انکار منقول نہیں ہے۔ اگر نکیر ہو تا تو جیسے ان کے چھوٹے بھائی جو سلا علماء چھوٹے ہیں ان کا انکار نقل کیا ہے تو بڑے بھائی پر نکیر کو ضرور نقل کیا جاتا۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کے قول کو مان لیا اور اسے اچھا سمجھا۔ مزید برآں یہ کہ حضرت عروہؓ کے انکار کا بنی حضرت عائشہؓ کی روایت ہے جس سے صلوٰۃ ابن الزبیرؓ کی مخالفت معلوم ہوتی ہے جس سے ان کو گمان ہو گیا کہ ان کا فعل سنت کے خلاف ہے۔ حالانکہ حضرت عائشہؓ صلوٰۃ کسوف کے وقت وہاں موجود نہیں بلکہ اپنے حجرہ میں تھیں جو نفس الامر اصل واقعہ کو نہیں جانتیں حالانکہ جو لوگ واقعہ میں موجود تھے وہ حضور اکرم ﷺ کے فعل کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ مسلک احناف کے بالکل موافق ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع تھا۔ بایں ہمہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت مضطرب ہے کسی میں ہر رکعت کے اندر چار رکوع۔ کسی میں چھ رکوع منقول میں معلوم ہوا ان کے نزدیک کوئی امر واضح نہیں تھا۔ راویوں نے اپنی ترجیحات کے مطابق ان سے روایات نقل کر دیں۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ حافظ لکن حجرؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی بنا پر فرمادیا کہ صلوٰۃ کسوف میں سنت یہ ہے کہ ہر رکعت

میں دو رکوع ہوں۔ مگر علامہ یعنیؒ نے جواب دیا کہ عروہؓ تاہی ہیں عبداللہ بن الزبیرؓ صحابی ہیں۔ صحابی سنت رسولؐ کو زیادہ جانتا ہے یا تاہی اس لئے خطا کی نسبت عروہؓ تاہی کی طرف مناسب ہے نہ کہ صحابی کی طرف جو کہ اپنے علم کے مطابق عمل کر رہے ہیں پھر حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ خلیفہ ہیں ایک خلق کثیر ان کے پیچھے نماز پڑھتی ہے۔ اگر اس نے سنت کی خلاف ورزی کی تو سب صحابہ اور غیر صحابہ غلطی ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایک حرف نہیں بولتا۔ نیز مثل الصبح ایسے ہے جیسے بوداؤد کی روایت میں ہے کا حدیث صلوٰۃ صلیتموها تو یہ تشبیہ وحدت رکوع میں ہے تعدد رکعتیں میں نہیں ہے۔ بلکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہو صلوٰۃ اکصلو فی هذا بلکہ احادیث میں یا صلوٰۃ مطلقہ کا حکم ہے۔ اور صلوٰۃ الصبح سے تشبیہ وارد ہوئی ہے۔

الافی حجرؒ تھا۔ اور وہ خود بھی اس طرح اپنے حجرہ میں صلوٰۃ کسوف پڑھ رہی تھیں اور دوسری عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں

چنانچہ نسائی میں الفاظ ہیں عن عائشہؓ ان النبی ﷺ خرج مغرباً فافخسف الشمس فخرجنا الى الحجرة فاجتمع الينا نساء واقبل رسول الله ﷺ فقام قیاماً طویلاً.. ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لے گئے تو سورج بے نور ہو گیا تو ہم حجرہ کی طرف نکلیں اور دوسری عورتیں بھی ہماری طرف جمع ہو گئیں۔ حضور ﷺ تشریف لائے تو لمبا قیام فرمایا۔ الی اخرہ۔

وتحرى فعل النبی ﷺ چنانچہ حضرت سرۃ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ میں اور انصار کا ایک لڑکا تیرا انداز کر رہے تھے

تو جب سورج دو نیزے یا تین نیزے کی مقدار تک پہنچا تو سیاہ ہو گیا۔ تو ہم نے ایک دوسرے سے کہا کہ چلو حضور ﷺ کا حال دیکھیں کہ وہ ایسی صورت میں کیا کرتے ہیں بوداؤد کے الفاظ ہیں کہ فیہ الصلوٰۃ برکوع واحد اور مسلم کے الفاظ ہیں قراء بسورۃین وصلی رکعتین

اور اسی طرح عبد الرحمن بن سمرہ کی حدیث ہے قلت لانظرون ما حدث لرسول الله ﷺ في كسوف الشمس اليوم۔ تو اس میں بھی رکعتیں ای رکوعین ہے۔ بہر حال یہ اہتمام کے ساتھ حضور ﷺ کے فعل کو دیکھنے والے صحابہ ہر رکعت میں ایک ہی رکوع نقل فرماتے ہیں۔ فہی مترددة فی رواية القصة چنانچہ ائمہ ستہ نے تو حضرت عائشہؓ سے ہر رکعت میں دو رکوع نقل کئے ہیں۔ اور مسلم میں ہر رکعت میں تین رکوع۔ مسلم کے الفاظ ہیں ست رکعات اربع سجعات چھ رکوع اور چار سجدے تھے۔ تو روایت عائشہؓ مضطرب ہوئی۔ کیف يستدل بها

باب هَلْ يَقُولُ كَسَفَتِ الشَّمْسُ أَوْ خَسَفَتْ وَقَالَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ وَخَسَفَ الْقَمَرُ

ترجمہ۔ کیا سورج کیلئے کسوف اور خسوف دونوں کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے خسف القمر تو جب قمر کیلئے خسوف ہے تو شمس کیلئے کسوف ہو گا دونوں صحیح ہیں۔

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ زوج النبی ﷺ حضرت عروہ کو خبر دیتی ہیں کہ جس دن سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھنی شروع کی کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہی پھر لمبی قرأت فرمائی پھر رکوع لہا کیا پھر سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا پھر ایسے کھڑے ہوئے جیسے کہ وہ پہلے کھڑے ہوتے تھے پھر لمبی قرأت فرمائی جو پہلی قرأت سے قدرے کم تھی اور رکوع بھی اتنا لہا کیا جو پہلے رکوع سے قدرے کم تھا پھر لمبا سجدہ فرمایا پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا پھر اس وقت سلام پھیرا جبکہ سورج روشن ہو چکا تھا تو لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر کسوف شمس اور قمر کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ کسی کی موت و حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب تم ایسے حوادث دیکھو تو گھبرا کر نماز کی طرف جاؤ۔

حدیث (۹۸۵) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ النَّخَعِيُّ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَلَّى يَوْمَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَكَبَّرَ فَقَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقَامَ كَمَا هُوَ ثُمَّ قَرَأَ قِرَاءَةً طَوِيلَةً وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الْقِرَاءَةِ الْأُولَى ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهِيَ أَدْنَى مِنَ الرُّكُوعَةِ الْأُولَى ثُمَّ سَجَدَ سُجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ فَعَلَ فِي الرُّكُوعَةِ الْآخِرَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ سَلَّمَ وَقَالَ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِنَّهُمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يُخَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فَافْرَعُوا إِلَى الصَّلَاةِ. الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ گنگوہی۔ فقال فی کسوف الشمس والقمر الخ اس سے امام بخاریؒ نے ترجمہ الباب ثابت کیا ہے کہ

پہلے تورای نے دونوں کے لئے کسوف کا لفظ استعمال کیا پھر لا یخسفان کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دونوں لفظوں کا اطلاق معاً جائز ہے۔ اگرچہ غالب شمس کے لئے کسوف اور قمر کے لئے خسوف ہے جیسا کہ آیت کریمہ میں قمر کے لئے خسوف اور روایت میں شمس کے لئے کسوف وارد ہوا ہے۔

تشریح از شیخ ذکریاؒ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عروہؒ کی روایت میں ہے لا تقولوا کسفت الشمس ولكن قولوا خسفت تو امام بخاریؒ نے حضرت عروہؒ کی تائید میں حدیث باب ذکر فرمائی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں خسفت الشمس لیکن علامہ عینیؒ اور قسطلانیؒ نے بہت سی احادیث صحیحہ نقل کر کے بتلادیا ہے کہ لفظ کسفت بھی بہت جگہ استعمال ہوا ہے چنانچہ مسلم کی روایات کثیرہ اس پر دل ہیں۔ لیکن امام بخاریؒ کے نزدیک کوئی قول رائج نہیں تھا تو انہوں نے ہل استفہامیہ سے ترجمہ باندھا البتہ خسف القمر کو لانے سے ان کا میلان یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب قمر کے لئے خسوف ہے تو شمس کے لئے کسوف ہو گا۔ چنانچہ فقہاء کے یہاں بھی یہی مشہور ہے کہ کسوف شمس کے لئے اور خسوف قمر کے لئے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ لغت کے اعتبار سے کسوف کا مدلول اور ہے اور خسوف کا اور ہے۔ کیونکہ کسوف تو تغیر الی مصاد کو کہتے ہیں اور خسوف کے معنی نقصان کے ہیں۔ تغیر اور نقصان شمس و قمر دونوں میں ہوتا ہے۔ لہذا ان میں ترادف ہو گا الغرض حضرت عروہؒ کے قول سے جو قول کا اختصاص کا احتمال پیدا ہوتا تھا اس کو دفع فرمایا کہ دونوں کا استعمال دونوں میں صحیح ہے۔ پھر امام بخاریؒ نے ترجمہ میں آیت کریمہ ذکر فرمائی۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں اس سے اشارہ فرمایا کہ قرآن مجید میں خسف القمر آیا ہے۔ تو اس کیلئے کسف نہ لایا جائے۔ مگر احادیث کثیرہ میں قمر کے لئے بھی کسف کا لفظ وارد ہوا ہے۔ لہذا حضرت شیخ گنگوہیؒ کی توجیہ اوجہ اور رائج ہو گی کہ دونوں کا اطلاق دونوں کے لئے جائز ہے۔

ترجمہ۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کسوف کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے حضرت ابو موسیٰؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے اس طرح روایت کیا ہے۔

باب قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللَّهُ عِبَادَهُ بِالْكَسُوفِ
قَالَ أَبُو مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے شک سورج اور چاند اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت کیلئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہی عبد الوارث وغیرہ نے یونس سے اس جملہ کو نقل کیا۔ البتہ موسیٰؓ اور اشعثؓ نے

حدیث (۹۸۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ (الخ) عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ لَمْ يَذْكُرْ عَبْدُ الْوَارِثِ (الخ) يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عِبَادَهُ وَتَابَعَهُ مُوسَى (الخ)

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِمَا عَبْدَهُ وَتَابِعَهُ
أَشْعَثُ الْخ... الحديث....

حضرت حسن سے اس جملہ کو نقل کیا ہے۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ تابعہ موسیٰ یعنی روایت مذکورہ کے ذکر کرنے میں موسیٰ نے یونس کی متابعت کی ہے رہ گیا

تخویف کا ذکر کرنا اس میں متابعت کے ذکر نہ کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متابعت ذکر تخویف میں ہے کیونکہ تخویف کے سوا اس ترجمہ میں اور کسی سے تعرض نہیں کیا گیا تو ان دونوں حضرات کا روایت کو ذکر کرنا جبکہ اس مقصد کو ذکر نہ کیا جائے جس کے اثبات کے لئے مصنف درپے ہے تو کوئی فائدہ بخش نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں عدم ذکر تخویف میں متابعت ہے تو متن کا نسخہ اس کی تردید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں تخویف کا ذکر صراحۃً موجود ہے۔ نیز! موسیٰ اور اس کے ساتھی کو اس جماعت سے الگ کر دینا جنہوں نے اس جملہ کو ذکر نہیں کیا مناسب نہیں بلکہ ان کو ایک مسلک میں پرونا اولیٰ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان سب حضرات نے تخویف کا جملہ ذکر نہیں کیا۔ صرف حماد بن زید نے ذکر کیا اس کی متابعت موسیٰ نے مبارک کے واسطے سے اور اشعث نے بغیر واسطہ کے حسن سے روایت کی ہے تو تابعہ کی ضمیر یونس کی طرف راجع کرنا بہتر ہے اور مقام کا بھی تقاضا ہے کیونکہ یونس کی روایت سے وہی روایت مراد ہے جس میں یہ جملہ تخویف مذکور ہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ تابعہ موسیٰ چنانچہ علامہ عینی نے بھی یہی کیا ہے۔ تابعہ یونس فی روایۃ عن الحسن موسیٰ

عن مبارک حضرت شیخ گنگوہی نے متابعت کی وضاحت میں بطن سے کلام فرمایا ہے۔ وجہ یہ ہے بخاری کے نسخے مختلف ہیں۔ تابعہ اشعث ان ہمارے نسخوں میں موسیٰ کے متابعت کے بعد مذکور ہے اور حافظ نے اس کی تقدیم کو راجح قرار دیا ہے اور اس اختلاف سے متابعت کی غرض مختلف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے بطن سے کلام کیا ہے کرمانیؒ خاموش ہے۔ قسطلانیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے کلام کا لحاظ کیا ہے مختصر یہ ہے کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ عبد الوارث۔ شعبہ۔ خالد بن عبد اللہ اور حماد بن سلمہ ان سب نے یونس سے روایت مذکورہ نقل نہیں کی جس میں جملہ تخویف کا ذکر ہے۔ البتہ یونس کی متابعت اس روایت کے بارے میں جس میں جملہ تخویف موجود ہے۔ اشعث نے کی ہے اور موسیٰ نے بھی بواسطہ مبارک ان کی متابعت فرمائی تو اس متابعت سے ان لوگوں کا ذکر کرنا مقصود ہے جو حضرت حسن بصریؒ کے سماع عن ابی جبرہ کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام نسائی نے لولا حدیث یونس عن الحسن کو مفصلاً ذکر کیا جس میں جملہ تخویف موجود ہے بعد میں اشعث عن الحسن کی روایت مختصراً بیان فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ صلی رکعتین و ذکر کسوف الشمس۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں عذاب قبر سے

پناہ مانگنا۔

باب التَّعَوُّدِ مِنَ عَذَابِ الْقَبْرِ

فِي الْكُسُوفِ۔

حدیث (۹۸۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخ
عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ يَهُودِيَةً جَاءَتْ
تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ لَهَا عَاذُكَ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلَتْ
عَائِشَةَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَيُعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَائِدًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَكِبَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ عَدَاةٍ مَرَّ كَبَّافَ حَسَفَتِ الشَّمْسُ
فَرَجَعَ ضَحَى فَمَرَّرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحُجَرِ
ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي وَقَامَ النَّاسُ وَرَأَاهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ
رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ
الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ
الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ ثُمَّ قَامَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ فَسَجَدَ وَانْصَرَفَ
فَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ..... الحديث..

ترجمہ۔ حضرت عائشہ زوجہ النبی ﷺ فرماتی ہیں کہ
ایک یہودی عورت آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ جس نے
حضرت عائشہ سے کہا اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ دے
حضرت عائشہ نے اس کے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ سے
دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو اپنی قبروں میں عذاب دیا جائے گا تو
جناب رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ
پناہ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ ایک دن
صبح کے وقت سواری پر سوار ہوئے تو سورج گرہن لگ گیا تو
حضور انور ﷺ چاشت کے وقت واپس تشریف لائے تو آپ
رسول اللہ ﷺ کا گذر حجرات ازواج رضی اللہ عنہن کے درمیان
سے ہوا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے اور لوگ
بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپ نے ایک لمبا قیام کیا
اور لمبا رکوع کیا۔ پھر ایک لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا
رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سر اٹھایا اور سجدہ کیا۔ پھر
قیام کیا تو لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا اور لمبا رکوع کیا جو پہلے
رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا
پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا سجدہ کیا اور
نماز سے فارغ ہو کر پھرے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ آپ نے
بیان فرمایا پھر لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ پکڑیں۔

تشریح از شیخ زکریا۔ تسئلہا وہ فقر کی وجہ سے مانگتی تھی۔ اعاذک اللہ یہ جملہ دعائیہ اس نے شکریہ کے طور پر کہا۔

قیام قیاماً طویلاً دون القیام الاول بعض حضرات نے جمع بین الروایات کے طور پر یہ تاویل کی ہے کہ جب ہر دوسرا قیام اور رکوع پہلے قیام
اور رکوع سے کم ہو تا تھا تو یہ اس گمان کی بنا پر ہے کہ بعض مقتدی تھکاوٹ کی وجہ سے سر اٹھا کر دیکھتے تو وہ یہ سمجھتے کہ آگے والے حضرات
دوسرے قیام اور رکوع میں ہیں۔ حالانکہ وہی پہلا طویل قیام اور رکوع ہو تا تھا اسلئے کہ دو قیام اور دو رکوع کی بات پچھلی صفحوں والے سچے اور

عورتیں بیان کرتی ہیں۔ اگلے صفوں والے مرد تو وہی عام صلوٰۃ کا ذکر کرتے ہیں اور ایسے مجامع میں ایسا عموماً ہو جاتا ہے۔

تشریح از شیخ محمد زکریاؒ - اعاذک اللہ قالت لہا ذلک شکراً حضرت عائشہؓ سے عذاب القبر کے بارے میں

روایات مختلفہ ہیں۔ کتاب الجنائز میں تو حضرت عائشہؓ سے امام بخاریؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک یہودیہ حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور اس نے عذاب القبر کا ذکر کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے اور کتاب الدعوات میں حضرت عائشہؓ سے امام بخاریؒ یوں روایت بیان کرتے ہیں کہ یہودیہ کی دو بیڑھی عورتیں حضرت عائشہؓ کے پاس آئیں اور انہوں نے کہا کہ اہل قبور اپنی قبور میں عذاب دیئے جائیں گے۔ تو حضرت عائشہؓ نے ان دونوں کی تکذیب کی حضور اکرم ﷺ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ ڈر تو گئے لیکن فرمایا کہ یہود عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ پھر چند روز کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری طرف وحی آئی ہے کہ مسلمان قبور میں معذب ہوں گے۔ تو پھر ہمیشہ آپؐ عذاب قبر سے پناہ مانگتے تھے تو ان دونوں روایتوں میں مخالفت معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس دور سری روایت سے انکار اور پہلی روایت سے اقرار ثابت ہوتا ہے۔ تو امام نوویؒ نے تو رفع تعارض کی یہ توجیہ کی ہے کہ یہ دو قصے ہیں۔ پہلے قصہ میں آپؐ کو علم نہیں تھا بعد میں بذریعہ وحی آپؐ کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے انکار کے بعد اس کا اقرار کیا۔ حضرت عائشہؓ کو چونکہ علم نہ ہو سکا تھا اسلئے انہوں نے تعجب کا اظہار کیا تو اس کے بعد حضور اکرم ﷺ اعلانیہ عذاب قبر سے تہود کرتے رہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان سب روایات سے یہ ثابت ہوا کہ آنجنابؐ کو عذاب القبر کا علم مدینہ منورہ میں آخری ایام میں ہوا جیسے کسوف کا واقعہ اس پر شاہد ہے لیکن قرآن مجید کی آیت سے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یٰٰ اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْاٰیۃَ یہ کلیہ ہے اور اسی طرح النار یعرضون علیہا غدواً وعشیاً کہ آگ ان پر صبح شام پیش کی جائے گی۔ یہ بھی کلیہ ہے تو احادیث اور آیات میں تعارض واقع ہوا۔ جواب یہ ہے کہ پہلی آیت سے عذاب قبر کا ثبوت بطریق مضموم مخالف کے کفار کے لئے ثابت ہوتا ہے۔ اور دوسری آیت بطور منطوق آل فرعون کے بارے میں ہے جو عام کفار کیلئے بھی ہوگا۔ تو جس عذاب قبر کا آپؐ نے انکار کیا وہ موحدین کے بارے میں تھا۔ کفار کے بارے میں تو آپؐ کو ان آیات کی وجہ سے شک نہیں تھا۔ لیکن صلوٰۃ کسوف میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ عذاب قبر یقع عن من یشاء تو اس سے آپؐ کو جزم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو حکم دیا تہودوا من عذاب القبر اور خود بھی تعلیم لالفتہ کثرت سے استعاذہ کرنے لگے اس طرح تعارض رفع ہو گیا۔

قام قیاماً طویلاً الخ تعدد رکوع کی روایات کی توجیہ کے بارے میں احنافؒ کے مختلف اقوال ہیں بعض قریب ہیں بعض بعید ہیں

ان میں سے چند کو میں نے اوجز میں بیان کیا ہے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ روایت تعدد مضطربہ میں کما مراً۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ روایات تعدد قولی روایت کے مخالف ہیں۔ جب قول اور فعل میں تعارض ہو تو قول کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور تیسری توجیہ یہ ہے کہ جب لوگوں نے رکوع معتاد سے رکوع کسوف کو طویل دیکھا تو جناب رسول اللہ ﷺ کو رکوع میں پایا تو انہوں نے بھی رکوع کر دیا۔ پھر اس طرح دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ کیا تو وہ بھی رکوع کرتے رہے۔ اور ان سب نے یہ گمان کیا کہ یہ سب کچھ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے۔

اسلئے اپنے گمان کے مطابق ہر ایک روایت کو تارہا۔ اور یہ اعتقاد آخری صفوف کو ہول۔ اور اس قسم کا مشاہدہ اعیاد کی نمازوں میں ہوتا رہتا ہے اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب سورج کی حالت معلوم کرنے کے لئے سر اٹھاتے تو بعض لوگ اسے نیار کوع سمجھ لیتے باقی توجیہات کو جز میں دیکھ لی جائیں۔

باب طُولُ السُّجُودِ فِي الْكُسُوفِ

ترجمہ۔ کسوف میں سجدہ کو لمبا کرنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب سورج بے نور ہوا تو الصلوۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا تو جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک رکعت میں دو رکوع کئے پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں دو رکوع کئے۔ پھر بیٹھ گئے پھر کہیں جا کر سورج کھلا اور اس میں روشنی آئی وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے کبھی بھی ایسا لمبا سجدہ نہیں کیا۔

حدیث (۹۸۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَأَنَّهُ قَالَ لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ نُودِيَ أَنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ فَرُكِعَ التَّيْسِيُّ ﷺ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ قَامَ فَرُكِعَ رَكَعَتَيْنِ فِي سَجْدَةٍ ثُمَّ جَلَسَ ثُمَّ جَلَى عَنِ الشَّمْسِ قَالَ وَقَالَتْ عَائِشَةُ مَا سَجَدْتُ سُجُودًا قَطُّ كَانَ أَطْوَلَ مِنْهَا.. الحديث

باب صَلَاةِ الْكُسُوفِ جَمَاعَةً

وَوَصَّلَى لَهُمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فِي صَفَةِ زَمَرٍ وَجَمَعَ عَلَى بَنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَوَصَّلَى ابْنُ عُمَرَ..

ترجمہ۔ کسوف کی نماز جماعت سے ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے لوگوں کو زمزم کے چبوترے میں نماز پڑھائی اور حضرت علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے بھی لوگوں کو جماعت سے نماز کسوف پڑھائی اور اس طرح عبداللہ بن عمرؓ نے بھی لوگوں کو نماز کسوف پڑھائی۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی پس قیام اتنا لمبا فرمایا کہ سورۃ بقرہ کی قرأت کے مثل تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا۔ بعد ازاں ایک طویل قیام فرمایا جو

حدیث (۹۸۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَنْخَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِقَامٍ قِيَامًا طَوِيلًا نَحْوًا مِنْ قِرَاءَةِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ لِقَامٍ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ

دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ
دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ قِيَامًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا
وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ أَنْصَرَفَ
وَقَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتٍ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاةٍ
فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ
رَأَيْنَاكَ تَنَاولْتَ شَيْئًا فِي مَقَامِكَ ثُمَّ رَأَيْنَاكَ تَكْفَعُكَ
فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَتَنَاولْتُ عَنْقُودًا وَلَوْ أَصْبَتْهُ
لَا كَلْتُمُ مِنْهُ مَا بَقِيََتِ الدُّنْيَا وَارَيْتُ النَّارَ فَلَمْ أَرَ
مَنْظَرًا كَالْيَوْمِ قَطُّ أَفْطَحَ وَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ
قَالُوا بِمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بِكُفْرِهِنَّ قِيلَ أَيْ كُفْرُنَ
بِاللَّهِ قَالَ يَكْفُرْنَ الْعَشِيرَ وَيَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ لَوْ
أَحْسَنْتَ إِلَى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ كُلَّهُ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا
قَالَتْ مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ... الحديث...

پہلے قیام سے کم تھا۔ بعد ازاں رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا
پھر سر اٹھایا پس ایک لمبا قیام فرمایا۔ جو پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر
لمبارک رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ فرمایا پھر نماز سے
فارغ ہو کر اس وقت پھرے جبکہ سورج کھل چکا تھا۔ پس فرمایا
بے شک سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے
دونشانیاں ہیں۔ جو کسی کی موت و حیات کے واسطے بے نور نہیں
ہوتے پھر جب تم اس قسم کا حادثہ دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو
صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ کو اپنی اسی جگہ پر
کسی چیز کو پکڑتے اور لیتے دیکھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے
ہٹ گئے۔ فرمایا میں نے جنت کو دیکھا۔ اور میں اس کا ایک انگور کا
خوشہ لے رہا تھا اگر میں اس کو پہنچ جاتا تو جب تک دنیا باقی رہتی
تم اس کو کھاتے رہتے۔ اور میں نے جہنم کو دیکھا پس آج کے دن
کی طرح میں نے کبھی بھی کوئی منظر قبیح نہیں دیکھا اور میں نے
جہنم والی اکثر عورتیں دیکھیں صحابہ کرام نے عرض کیا کس وجہ
سے یا رسول اللہ۔ فرمایا اپنے کفر کی وجہ سے۔ کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ
سے کفر کرتی ہیں۔ فرمایا شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ اور اس کے
احسان کی ناقدری کرتی ہیں۔ اگر تم ان میں سے کسی ایک کے
ساتھ زندگی بھر احسان کرتے رہو پھر وہ تم سے کوئی شکوہ دیکھے

تو کہیں گی کہ میں نے تو تیرے سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں ہے۔ گویا کہ وہ احسان کا اعتراف نہیں کرتیں۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ اگر اشکال ہو کہ لیلۃ المعراج میں بھی آپ نے جنت و دوزخ کا مشاہدہ فرمایا پھر الیوم کی نفی عموم کی
کیسے صحیح ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ وہاں مشاہدہ ایسا تھا جس میں یہ قباحت نہیں تھی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ الیوم سے مطلق وقت مراد ہے اسلئے لیلۃ المعراج کی رؤیت سے اشکال
نہ ہوگا۔ البتہ یہ شبہ ضرور ہوگا کہ لیلۃ المعراج میں جنت و دوزخ کی رؤیت اس اجمالی رؤیت سے وسیع تھی وہاں قباحت کیوں نہ ظاہر ہوئی۔

تو شیخ انگوی نے بہترین جواب دیا کہ وہاں کی روئے قباخت اور شاعت سے خالی تھی۔ جن کی تائید مسلم وغیرہ کی ان روایات سے ہوتی ہے جس میں روئے تاریکی کیفیت میان کی گئی ہے کہ جب تم نے مجھے پیچھے ہٹے دیکھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں مجھے اس کی لپیٹ نہ پہنچ جائے۔ اور جہنم میں بعض لوگوں کو بعض پر سوار ہوتے دیکھا۔ بہر حال کنہ پڑے گالیلة المعراج والی روئے جمال تھی اور کسوف والی روئے ہلالی تھی جس سے گھبراہٹ لاحق ہوئی۔

باب صَلَوةُ النِّسَاءِ مَعَ الرِّجَالِ فِي الْكُسُوفِ۔

ترجمہ۔ کسوف میں عورتوں کا
مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا۔

ترجمہ۔ حضرت اسمائت اہل بیتؑ فرماتی ہیں کہ میں اپنی بہن حضرت عائشہ زوج النبیؐ کے پاس آئی۔ جبکہ سورج بے نور ہو چکا تھا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ لوگ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہے تو میں نے پوچھا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور کہنے لگیں۔ سبحان اللہ تو میں نے کمایہ کوئی قدرت الہی کی نشانی ہے انہوں نے اشارہ سے بتلایا کہ ہاں انسانی ہے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں میں بھی نماز میں کھڑی ہو گئی لیکن شدت گرمی کی وجہ سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو اللہ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس کو میں نے نہ دیکھا ہو۔ مگر میں نے اسے اس مقام پر دیکھ لیا حتیٰ کہ جنت اور جہنم کو بھی دیکھا اور میری طرف وحی بھی مسمیٰ کہ تم لوگ قبور میں مثل یا قریب قنہ و حال کے آزمائش میں مبتلا ہو گے مجھے معلوم نہیں کہ حضرت اسماء نے مثل کا لفظ کمایا قریب کا بہر حال ان دو میں سے ایک ضرور تھا حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے ایک کو لایا جائے گا تو اس سے

حدیث (۹۹۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُسُفَ عَنْ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا قَالَتْ أَتَيْتُ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ حِينَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَاذًا النَّاسُ قِيَامًا يُصَلُّونَ فَاذَاهِي قَائِمَةً تَصَلِّيُ فَقُلْتُ مَا لِلنَّاسِ فَأَشَارَتْ بِيَدِهَا إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ فَقُلْتُ آيَةً فَأَشَارَتْ أَيْ نَعَمْ قَالَتْ فَكُنْتُ حَتَّى تَجَلَّيَنِي الْفُشَى فَجَعَلْتُ أَصْبُ فَوْقَ رَأْسِي الْمَاءَ فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَمِدَ اللَّهَ وَالنَّبِيَّ عَلَيْهِ كُمْ قَالَ مَا مِنْ شَيْءٍ كُنْتُ لَمْ أَرَهُ إِلَّا وَقَدْ رَأَيْتُهُ فِي مَقَامِي هَذَا حَتَّى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ مِثْلَ أَوْ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدُّجَالِ لَا أَدْرِي أَتَيْتُهُمَا قَالَتْ أَسْمَاءُ يُؤْنِي أَحَدُكُمْ فَيَقَالُ لَهُ مَا عَلِمْتَ بِهَذَا الرَّجُلِ فَأَمَّا الْمُؤْمِنُ أَوْ قَالَ الْمُؤْمِنُ لَا أَدْرِي أَيْ ذَلِكَ قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ نَابِ الْبَيْتِ وَالْهُدَى فَأَجَبْنَا وَأَمَّا

پوچھا جائے گا کہ ہمیں اس آدمی کے بارے میں کیا علم ہے مؤمن یا مومن ان میں سے ایک لفظ تھا وہ تو کہے گا یہ محمد رسول اللہ ہیں جو ہمارے پاس واضح دلائل اور ہدایت لے کر تشریف لائے ہم نے ان کی دعوت قبول کی ایمان لے آئے اور ہم نے ان کی

وَاتَّبَعْنَا لِقَالَ لَهُ تَمْ صَالِحًا فَقَدْ عَلِمْنَا إِنْ كُنْتَ
لَمُوقِنًا وَأَمَّا الْمُنَافِقُ أَوِ الْمُرْتَابُ قَالَ لَا أَدْرِ أَيُّهُمَا
قَالَتْ أَسْمَاءُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِ سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ
شَيْئًا فَقُلْتُ... الحديث....

بیرونی کی تو اس سے کہا جائے گا کہ تو ٹھیک ٹھاک ہو کر سو جا ہمیں علم تھا کہ تو بے شک مومن ہو گا۔ لیکن منافق یا مرتاب۔ ان میں سے ایک لفظ کہا وہ کہے گا کہ میں تو نہیں جانتا البتہ لوگوں سے سنا وہ کچھ بات کہتے تھے تو میں بھی کہنے لگا بہر حال اس روایت سے ترجمہ الباب ثابت ہو گیا کہ عورتوں نے مردوں کے ساتھ پچھلی صفوف میں نماز کسوف پڑھی۔ حالانکہ گزر چکا ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ کی حجرہ میں جمع تھیں مع الرجال نہیں تھیں۔

ترجمہ - کسوف کی نماز مسجد میں ادا کرنا

باب صَلَوةِ الْكُسُوفِ فِي الْمَسْجِدِ

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی جو ان سے کچھ مانگتی تھی۔ تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے عذاب قبر سے پناہ دے۔ پس حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں کو قبر میں عذاب دیا جائے گا۔ تو حضور اکرم ﷺ نے اس عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ پکڑتے ہوئے اثبات میں جواب دیا پھر ایک مرتبہ صبح سویرے آپ رسول اللہ ﷺ کسی سواری پر سوار ہوئے تو سورج بے نور ہو گیا حضور ﷺ چاشت اشراق کے وقت واپس آگئے۔ تو آپؐ ازواج مطہرات کے حجرات کے درمیان سے گزرے پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی لوگ بھی آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے تو آپؐ نے ایک لمبا قیام فرمایا پھر لمبا رکوع کیا پھر سر اٹھا کر لمبا قیام کیا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر سر اٹھایا اور لمبا سجدہ کیا۔ پھر کھڑے ہو کر لمبا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لمبا رکوع کیا جو پہلے

حدیث (۹۹۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ يَهُودِيَّةً جَاءَتْ تَسْأَلُهَا فَقَالَتْ أَعَاذِكِ اللَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَسَأَلْتُ عَائِشَةَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَيْعَذَّبُ النَّاسُ فِي قُبُورِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَائِشَةُ يَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ غَدَاةٍ مَرْكَبًا فَكَسَفَتِ الشَّمْسُ فَرَجَعَ ضَحَى فَمَرَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ ظَهْرَانِي الْحَجَرِ ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَقَامَ النَّاسُ وَرَاءَهُ فَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا ثُمَّ رَفَعَ وَقَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرُّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَفَعَ ثُمَّ سَجَدَ سَجُودًا طَوِيلًا ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ

رکوع سے کم تھا۔ پھر لیا قیام فرمایا جو پہلے قیام سے کم تھا پھر لیا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا۔ پھر سجدہ کیا جو پہلے سجدہ سے کم تھا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر پھرے تو رسول اللہ ﷺ نے وہ کچھ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر ان کو حکم دیا کہ وہ عذاب قبر سے پناہ لگیں (اگرچہ صراحۃً اس روایت کے اندر مسجد کا لفظ نہیں ہے لیکن امام حزاریؒ نے جو ازواج مطہرات کے حجرات

دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ قَامَ قِيَامًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الْقِيَامِ الْأَوَّلِ ثُمَّ رَكَعَ رُكُوعًا طَوِيلًا وَهُوَ دُونَ الرَّكُوعِ الْأَوَّلِ ثُمَّ سَجَدَ وَهُوَ دُونَ السَّجْدِ الْأَوَّلِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَتَعَوَّذُوا مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، الحديث ..

کے بعد فصلی نقل کیا ہے اس سے ترجمہ ثابت فرمایا ہے نیز اسلام میں اس حدیث کے اندر اصلی فی المسجد کی تصریح آگئی ہے) مرتب

باب مَنْ أَحَبَّ الْعَتَاةَ

ترجمہ۔ کسوف شمس کے موقعہ پر

جو غلام آزاد کرنا پسند فرماتے ہیں

فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ -

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

حَدِيث (۹۹۲) حَدَّثَنَا رُبَيْعُ بْنُ يَحْيَى الْخ عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ لَقَدْ أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْعَتَاةِ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ ... الحديث ...

ترجمہ۔ سورج کسی کی موت و حیات کیلئے بے نور نہیں ہوتا ابو بکرؓ۔ مغیرہ۔ ابو موسیٰ۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے۔

باب لَا تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ رَوَاهُ أَبُو بَكْرَةَ وَالْمَغِيرَةُ وَأَبُو مُوسَى وَابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ عُمَرَ

ترجمہ۔ حضرت ابو مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سورج اور چاند کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ پس جب تم ان دونوں کو اس حال میں دیکھو تو نماز پڑھو۔

حَدِيث (۹۹۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ الْخ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِمَا آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَصَلُّوا ... الحديث ...

حدیث (۹۹۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَن
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَصَلَّى بِالنَّاسِ
فَاطَالَ الْقِرَاءَةُ ثُمَّ رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ ثُمَّ رَفَعَ
رَأْسَهُ فَاطَالَ الْقِرَاءَةَ وَهِيَ دُونَ قِرَاءَتِهِ الْأُولَى ثُمَّ
رَكَعَ فَاطَالَ الرُّكُوعَ وَهُوَ دُونَ رُكُوعِهِ الْأَوَّلِ ثُمَّ
رَفَعَ رَأْسَهُ فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَصَنَعَ فِي الرُّكْعَةِ
الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذَلِكَ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنَّهُمَا آيَاتَانِ
مِنْ آيَاتِ اللَّهِ يُرِيهِمَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذَلِكَ فَافْرَعُوا
إِلَى الصَّلَاةِ.. الحديث...

باب الذِّكْرِ فِي الْكُسُوفِ رَوَاهُ ابْنُ عَبَّاسٍ -

حدیث (۹۹۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ الْعَن
عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ النَّبِيُّ
ﷺ فَرَزَّ عَائِشَةُ أَنْ تَكُونَ السَّاعَةُ فَاتَى الْمَسْجِدَ
فَصَلَّى بِاطْوَلِ قِيَامٍ وَرُكُوعٍ وَسُجُودٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ
يَفْعَلُهُ وَقَالَ هَذِهِ الْآيَاتُ الَّتِي يُرْسِلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
لَا تَكُونُ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ وَلَكِنْ يُخَوِّفُ اللَّهُ
بِهَا عِبَادَهُ فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ فَافْرَعُوا إِلَى
ذِكْرِ اللَّهِ وَدُعَائِهِ وَاسْتِغْفَارِهِ.. الحديث..

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے لوگوں کو نماز پڑھائی تو قراءۃ کو لمبا کیا پھر رکوع کیا تو رکوع کو لمبا کیا۔ پھر اپنا سر اٹھایا پھر قراءۃ کو لمبا کیا جو پہلی قراءۃ سے کم تھی پھر رکوع کیا جو رکوع کو لمبا کیا جو پہلے رکوع سے کم تھا پھر اپنے سر مبارک کو اٹھایا تو دو سجدے کئے۔ پھر کھڑے ہوئے تو دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔ پھر کھڑے ہو کر فرمایا۔ بے شک سورج اور چاند کسی کی موت اور کسی کی حیات کے لئے بے نور نہیں ہوتے۔ لیکن یہ دونوں اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دکھاتا ہے پس جب تم اس حال کو دیکھو تو جلدی نماز کی طرف دوڑ کے جاؤ۔

ترجمہ۔ کسوف میں ذکر الہی کرنا اس کو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں کہ سورج بے نور ہوا تو جناب نبی اکرم ﷺ گھبرا کر کھڑے ہو گئے فکر لاحق ہوئی کہ کیسے قیامت نہ قائم ہو جائے۔ پھر مسجد کی طرف تشریف لائے ایسی نماز پڑھی کہ ایسا لمبا قیام رکوع اور سجود کبھی آپ کو کرتے نہیں دیکھا۔ اور فرمایا کہ قدرت کی نشانیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نہ کسی کی موت کے لئے اور نہ کسی کی حیات کے لئے بھیجتے ہیں بلکہ ان کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں پس جب تم اس قسم کی حالت دیکھو تو ذکر الہی سے دعا اور استغفار کی طرف گھبرا کر جاؤ۔

باب الدُّعَاءِ فِي الْكُسُوفِ قَالَ

أَبُو مُوسَى وَعَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

حدیث (۹۹۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ أَخْبَرَنَا سَمِعْتُ
الْمُغِيرَةَ بِنْتُ شُعْبَةَ يَقُولُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ
إِبْرَاهِيمُ فَقَالَ النَّاسُ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ
إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
آيَاتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا
لِحَيَاتِهِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا فادْعُوا اللَّهَ وَصَلُّوا حَتَّى يَنْجَلِيَ

ترجمہ۔ کسوف میں دعا کرنا۔ یہ حضرت ابو موسیٰ اور

حضرت عائشہؓ نے جناب نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے

ترجمہ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ جس دن
ساجزادہ لہر الیم کی وفات ہوئی اس دن سورج گرہن لگا تو لوگوں
نے کہنا شروع کیا کہ یہ حضرت لہر الیمؓ کی موت کی وجہ سے
بے نور ہوا ہے پس جناب رسول اللہ نے فرمایا کہ سورج اور چاند
اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ نہ تو
کسی کی موت کی وجہ سے اور نہ ہی کسی کی حیات کی وجہ سے بے نور
ہوتے ہیں پس جب تم ان آیات الہی کو دیکھو تو اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ سورج کل جائے حضرت ابو موسیٰؓ مغیرہ بن شعبہؓ اور ابو بکرؓ جو اگلی صفوف میں کھڑے ہوئے والے ہیں ان کی روایات
میں تعدد رکوع نہیں ہے البتہ اطالة رکوع ولہام اور مسجود ضرور ہے۔ جس کو پیچھے کھڑے ہونے والے لوگوں نے تعدد پر محمول کر دیا۔

باب قَوْلِ الْإِمَامِ فِي خُطْبَةٍ

الْكُسُوفِ أَمَّا بَعْدُ وَقَالَ أَبُو أَسَامَةَ

حدیث (۹۹۷) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمْرِو عَنْ إِسْمَاعِيلَ
قَالَ فَاَنْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَكَانَ قَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ
فَخَطَبَ فَحَمِدَ اللَّهَ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ ..

ترجمہ۔ کسوف کے خطبہ میں امام کا امان بعد کہنا
ابو اسامہ نے ایسا کہا ہے۔

ترجمہ۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ اس وقت نماز سے پھرے جبکہ سورج کل چکا تھا تو آپؐ نے
خطبہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی جس کا وہ مستحق ہے
پھر فرمایا امان بعد۔

باب الصَّلَاةِ فِي كُسُوفِ الْقَمَرِ

حدیث (۹۹۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي
بَكْرَةَ قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ الْحَدِيثُ

ترجمہ۔ چاند کے بے نور ہونے پر نماز ادا کرنا

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ
ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو آپؐ نے دو رکعات
نماز پڑھی۔

تشریح - اس حدیث سے امام بخاری نے بتلادیا کہ کسوف شمس میں تو نماز ہے لیکن کرمانی کی یہ توجیہ صحیح نہیں کیونکہ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ الاصلیٰ کی روایت میں انکساف القمر ہے۔ بدل الشمس تو اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو ترجمہ الباب سے مناسبت ظاہر ہے۔ اور بعض نے کہا کہ حدیث مختصر ہے۔ مطول میں ہے اذ ایتموہما فصلوا اتواب ترجمہ ثابت ہو گیا۔ مرتب

حدیث (۹۹۹) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي
بَكْرَةَ قَالَ خَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ فَخَرَجَ يَجْرُرُ دَاءَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَى الْمَسْجِدِ
وَنَابَ إِلَيْهِ النَّاسُ فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ فَأَنْجَلَتِ
الشَّمْسُ فَقَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ
وَأَنْهَمَا لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ فَإِذَا كَانَ ذَلِكَ
فَصَلُّوا وَادْعُوا حَتَّى يُكْشَفَ مَا بَكُمْ وَذَلِكَ أَنَّ ابْنًا
لِلنَّبِيِّ ﷺ يُقَالُ لَهُ ابْنُ آدَمَ مَاتَ فَقَالَ النَّاسُ
فِي ذَلِكَ الْحَدِيثِ

ترجمہ۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سورج بے نور ہوا تو حضور انور ﷺ چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے یہاں تک کہ مسجد تک پہنچے اور لوگ بھی آپ کی طرف جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان لوگوں کو دو رکعت پڑھائیں پس سورج کھل گیا۔ تو آپ نے فرمایا سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں یہ کسی کی موت کی وجہ سے بے نور نہیں ہوتے۔ پس جب یہ حالت ہو تو نماز پڑھو اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو جب تک کہ وہ معیبت ٹل نہ جائے یا کھل نہ جائے (اس سے مصنف نے ترجمہ ثابت کیا ہے) اور یہ واقعہ تب پیش آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ کا

صاحبزادہ جن کو ابراہیم کہا جاتا تھا وہ وفات پا گئے تو لوگوں نے اس میں چہ میگوئیاں کرنی شروع کیں تو تب آپ نے یہ اصلاح فرمائی کہ یہ باطل عقیدہ ہے۔

باب صَبَّ الْمَرْأَةِ عَلَى رَأْسِهَا الْمَاءَ
إِذَا طَالَ الْإِمَامُ الْقِيَامَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى
ترجمہ۔ پہلی رکعت میں جب امام قیام لمبا کر دے تو عورت گرمی رفع کرنے کیلئے اپنے سر پر پانی پلٹ سکتی ہے

تشریح از قاسمی - مرتب ' امام بخاری نے اس ترجمہ کے لئے حدیث ذکر نہیں فرمائی۔ صاحب توضیح فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل اس روایت پر اکتفا کیا جو سات ابواب پہلے مفصل ذکر ہوئی۔ جس میں اس ترجمہ کے لئے نص موجود ہے یا بعض نے یوں بھی فرمایا کہ مصنف ترجمہ کے بعد حدیث بیان کرنا چاہتے تھے مگر ان کی غرض پوری نہ ہو سکی۔

باب الرُّكْعَةِ الْأُولَى فِي الْكُسُوفِ أَطْوَلُ
ترجمہ۔ کہ کسوف کی نماز کی پہلی رکعت لمبی ہوتی ہے۔

حدیث (۱۰۰۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غِيْلَانَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى بِهِمْ فِي كُسُوفِ الشَّمْسِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي سَجْدَتَيْنِ الْأُولَى أَطْوَلُ. الْحَدِيثُ

باب الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الْكُسُوفِ

حدیث (۱۰۰۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَهَرَ النَّبِيُّ ﷺ فِي صَلَوةِ الْكُسُوفِ يَقْرَأُ بِهِ فَإِذَا قَرَعَ مِنْ قِرَاءَتِهِ كَبَّرَ لِرُكْعَةٍ وَإِذَا رَفَعَ مِنَ الرُّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يَعَاوِدُ الْقِرَاءَةَ فِي صَلَوةِ الْكُسُوفِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ وَقَالَ الْأَوَّازِعِيُّ وَغَيْرُهُ سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَبَعَثَ مُنَادِيًا الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَتَقَدَّمَ فَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكَعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ قَالَ وَاتَّخَذَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَيْمُونٍ سَمِعَ ابْنُ شِهَابٍ مِثْلَهُ قَالَ الزُّهْرِيُّ قُلْتُ مَا صَنَعَ أَخُوكَ ذَاكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ مَا صَلَّى إِلَّا رَكَعَتَيْنِ مِثْلَ الصُّبْحِ إِذَا صَلَّى بِالْمَدِينَةِ وَقَالَ أَجَلُ أَنَّهُ أَخْطَاءُ السَّنَةِ تَابَعَهُ سُلَيْمَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَسُلَيْمُ بْنُ حُسَيْنٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي الْجَهْرِ بِالْحَدِيثِ ...

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے کسوف شمس میں ان کو نماز پڑھائی دو رکعتوں میں چار رکوع تھے جن میں پہلی رکعت لمبی سے لمبی تھی۔

ترجمہ۔ کسوف کی نماز میں قرأت بلند آواز سے پڑھی جائے

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ صلوٰۃ کسوف میں جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنی قرأت کو بلند آواز سے پڑھا جب قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کی پھر رکوع کیا جب رکوع سے سر اٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولك الحمد پڑھا پھر صلوٰۃ کسوف میں قرأت کو لوٹاتے تھے جو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے تھے۔ اور امام زہریؒ نے عروہ عن عائشہؓ سے یوں روایت کیا کہ سورج جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بے نور ہوا تو منادی کو بھیجا جو الصلوٰۃ جامعۃ کستا تھا آپ آگے بڑھے تو دو رکعتوں میں چار رکوع اور چار سجدے کئے زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عروہؒ سے کہا کہ میرے بھائی عبد اللہ بن الزبیرؓ نے کیا کیا کہ دو رکعتیں مثل صبح کی پڑھی جبکہ انہوں نے مدینہ میں نماز پڑھائی تو انہوں نے فرمایا ہاں! بے شک وہ سنت سے بچ کر گئے۔ اس حدیث کی صفحہ باب عطیۃ الامام فی الکسوف میں گذر چکی ہے۔ بہر حال حدیث باب سے ترجمہ تو جمع ہو گیا کہ صلوٰۃ کسوف میں قرأت جہراً ہونی چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب سجود القرآن

باب مَا جَاءَ فِي سُجُودِ الْقُرْآنِ
وَسُتَبْهَأَ

ترجمہ۔ قرآن پاک کے سجدوں کے بارے میں
جو کچھ وارد ہوا ہے اور سجدہ کا طریقہ کیا ہے۔

حدیث (۱۰۰۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَرَأَ النَّبِيُّ ﷺ النِّجْمَ بِمَكَّةَ فَسَجَدَ
فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ مَعَهُ غَيْرُ شَيْخٍ أَخَذَ كِفَافَيْنِ حِصِيٍّ
أَوْ ثَرَابٍ قَرَفَعَهُ إِلَى جَبْهَتِهِ وَقَالَ يَكْفِيْنِي هَذَا فَرَأَيْتَهُ
بَعْدَ قَتْلِ كَافِرٍ... الحديث...

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ
مکہ معظمہ میں آپؐ نے سورۃ النجم پڑھی تو آپؐ نے اس میں سجدہ
کیا۔ اور ان لوگوں نے بھی سجدہ کیا جو آپؐ کے ساتھ تھے مگر
ایک بوڑھے آدمی نے نکمری یا مٹی کی مٹھی لے کر اپنی پیشانی کی
طرف اٹھا کر لے گیا اور کہنے لگا مجھے یہی کافی ہے۔ پس میں نے
اس کو اس کے بعد دیکھا کہ وہ کافر ہو کر قتل ہوا۔ (بدر میں)

تشریح از شیخ نکوئیؒ۔ قتل کا کافر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پہلے مسلمان تھا پھر کافر ہو کر مر بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ
امیہ بن خلف کفر میں اتنا سخت تھا کہ مرتے دم تک کفر میں رہا اگرچہ دوسرے کافر ایمان لائے۔ یہ تو کبھی بھی ایمان نہیں لایا۔ جیسے فتح مکہ
وغیرہ مواقع میں کئی کفار مسلمان ہو گئے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ اکثر شراح نے اس ترجمہ کی غرض یہ بتائی ہے کہ سجدہ تلاوت سنت ہے۔ جو لوگ اس کے وجوب کے قائل
ہیں ان کا رد کرنا مقصود ہے۔ یعنی احنافؒ امام شافعیؒ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے لیکن اس فقیر کے نزدیک امام بخاریؒ کی یہ غرض نہیں ہے

دو وجہ ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے ایسی کوئی چیز اس باب میں ذکر نہیں فرمائی جو اس غرض کے مناسب ہو۔ دوسرے یہ کہ اس معنی کی طرف تو امام بخاریؒ کے نزدیک ایک باب آ رہا ہے باب من رأى الله لم يوجب السجود تو اگر سنیت ثابت کرنا ہو تا تو پھر ٹکرا لازم آئے گا۔ میرے نزدیک ترجمہ کی غرض دو امر ہیں ایک تو ہدایت سجدہ کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ تو حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کی ہدایت سورہٴ نجم سے ہوئی۔ چنانچہ اسرائیل کی روایت میں سورہٴ النجم کی تفسیر میں ہے اول سورة انزلت فيها سجدة کہ سورہٴ نجم پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ نازل ہوئی۔ ان ابواب کو اس حدیث سے شروع کرنے کا راز مصنفؒ کے نزدیک یہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس پر اشکال یہ ہے کہ سورہٴ اقرأ تو اول سورہٴ نزولاً ہے جس میں آیت سجدہ بھی ہے۔ تو وہ النجم پر سابق ہوئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سورہٴ اقرأ کا وائل سابق ہے۔ بقیہ تو بعد میں نازل ہوا جس کی دلیل ابو جہل کا واقعہ ہے جس میں اس نے جناب نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھنے سے روکا اور آیت سجدہ بھی اسی میں ہے۔ یا اولیت سے اولیت مقیدہ بشیٰ معذوف مراد ہے۔ چنانچہ ابو اسحاق سے روایت ہے کہ اول سورة استعلن بها رسول الله ﷺ والنجم واول سورة تلاها على المشركين النجم تو تینوں روایات کو جمع کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ پہلی سورت ہے جس میں آیت سجدہ ہے جس کو مشرکین پر بلند آواز سے تلاوت کیا گیا۔

دوسری غرض ترجمہ کی یہ ہے کہ یہاں سنت سے لغوی معنی طریقہ کے مراد ہیں تو اس سے امام بخاریؒ نے اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا جو سجدہ تلاوت کے ادا کرنے کے طریقے میں ائمہ کے درمیان ہے چنانچہ ابن سیرینؒ امام شافعیؒ اور اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ سجدہ تلاوت خواہ صلوٰۃ ہو یا غیر صلوٰۃ۔ تو سجدے کے لئے تکبیر اور اس سے رفع کرنا چاہیے۔ مالکیہ صلوٰۃ میں ان کے ساتھ ہیں۔ احنافؒ کا مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے جس میں ہے کان رسول الله ﷺ قرء علينا القرآن فاذا امر بالسجدة كبر وسجد وسجدنا معه۔ امام شافعیؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ جب سجدہ خارج صلوٰۃ ہو تو دو تکبیریں کئے۔ ایک تکبیر افتتاح کے لئے اور دوسری سجدہ کے لئے۔ امام احمد بن حنبلؒ سجدہ تلاوت کے لئے سلام کو واجب کہتے ہیں۔ پھر یہاں ایک دوسرا مسئلہ بھی علماء کے درمیان مختلف نکلا ہے۔ جس کو اجز میں بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عدد سجدات میں اختلاف ہے۔ اجز میں بارہ مذہب بتائے گئے ہیں۔ احناف اور شوافعؒ تو فرماتے ہیں کہ سارے قرآن پاک میں چودہ سجدات ہیں۔ مگر پھر سورہٴ ص کے سجدہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ شافعیہ اس کے قائل نہیں۔ وہ سورہٴ حج کے دوسرے سجدہ کا قول کر کے اس طرح چودہ پورے کرتے ہیں۔ مالکیہ کے نزدیک گیارہ سجدے ہیں۔ وہ مفصلات کے تین سجدات کے قائل نہیں ہیں۔ اور امام احمدؒ کا مشورہ مذہب یہ ہے کہ وہ پندرہ سجدات کے قائل ہیں۔ سورہٴ ص کا سجدہ اور سورہٴ حج کے دونوں سجدوں کے قائل ہیں۔ اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی قول ہے۔ بہر حال مشورہ مذہب کے مطابق عزائم سجدہ چودہ ہیں۔ امام احمدؒ کے نزدیک پندرہ ہیں۔ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ ہم سورہٴ حج کے دوسرے سجدہ کے بالکل قائل نہیں ہیں بلکہ اس سے نماز باطل ہو جائے گی۔ کیونکہ اس میں حدیث نہیں صرف ایک اثر مرسل دراد ہے۔

قتل کافراً کے نام میں اختلاف ہے۔ قسطلانیؒ نے امیہ بن خلف کا نام لیا ہے۔ یا ولید بن مغیرہ یا عتبہ بن ربیعہ وغیرہم۔ مگر شیخ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں وہ متعین ہے۔ کیونکہ سورہ النجم کی تفسیر میں انہوں نے صراحۃً فرمایا کہ ہوامیہ بن خلف۔ البخیر اس کی سنیت یا فضیلت کے قائل ہیں۔ احناف فاسجدوا واسجدوا واقرب کے امر سے وجوب ثابت کرتے ہیں کہ۔

باب سَجْدَةِ تَنْزِيلِ السَّجْدَةِ

ترجمہ۔ الم تنزیل السجدہ میں سجدہ کرنا

حدیث (۱۰۰۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ النَّعْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْجُمُعَةِ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ أَلَمْ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ... الْحَدِيث...

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور ہلی اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔

تشریح از قاسمیؒ۔ اگرچہ حدیث میں سجدہ کا ذکر نہیں ہے مگر مصنفؒ نے تنزیل السجدہ سورۃ کے نام سے سجدہ ثابت کیا ہے۔ یا حدیث کی شرح ترجمہ میں کردی گئی۔ تو ترجمہ شارح ہوا یا قسطلانیؒ فرماتے ہیں کہ طبرانی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ہے کہ سجدہ فی صلوۃ الصبح فی تنزیل السجدۃ بہر حال تنزیل سجدہ میں سجدہ ثابت ہوا۔

باب سَجْدَةِ صَ

ترجمہ۔ سورہ ص میں سجدہ ہے

حدیث (۱۰۰۴) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ النَّعْمَانِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَ لَيْسَ مِنْ عَزَائِمِ السُّجُودِ وَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَسْجُدُ فِيهَا...

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سورہ ص کا سجدہ عزائم سجود میں سے نہیں ہے۔ البتہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اس میں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔

باب سَجْدَةِ النَّجْمِ

ترجمہ۔ سورہ نجم میں سجدہ ہے ابن عباسؓ نے

اس کو جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم تلاوت کی تو آپؐ نے اس میں

حدیث (۱۰۰۵) حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّعْمَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ سُورَةَ النَّجْمِ فَسَجَدَ بِهَا

فَمَا لَقِيَ أَحَدٌ مِّنَ الْقَوْمِ إِلَّا سَجِدًا خَذِرَ جُلٌّ مِّنَ الْقَوْمِ
كَفَّامٍ حَصْبَىٰ أَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهُ إِلَىٰ وَجْهِهِ وَقَالَ
يَكْفِيْنِي هَذَا قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ
كَافِرًا... الحديث..

سجدہ کیا قوم میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو
مگر قوم میں سے ایک آدمی نے ننگری یا مٹی کی مٹھی بھر لی اور
اس کو اپنے چہرہ کی طرف اٹھا کر لے گیا کہنے لگا مجھے تو یہی کفایت
کرے گا۔ حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے
اس کو دیکھا کہ وہ احد میں بدر کے اندر کافر ہو کر قتل ہوا۔

بَابُ سُجُودِ الْمُسْلِمِينَ مَعَ الْمُشْرِكِينَ
وَالْمُشْرِكُ نَجَسٌ لِّسْ لَهُ وَضُوءٌ وَكَانَ
ابْنُ عَمْرٍو يَسْجُدُ عَلَىٰ غَيْرِ وَضُوءٍ..

ترجمہ۔ مسلمانوں کا مشرکوں کے ساتھ سجدہ کرنا
مشرک نجس ہے اس کے وضو کا کوئی اعتبار نہیں
اور حضرت ابن عمرؓ بغیر وضو کے سجدہ کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۰۶) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخِ عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ بِالنَّجَسِ وَسَجَدَ
مَعَهُ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْجَنُّ وَالْإِنْسُ الْخِ

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب
نبی اکرم ﷺ نے سورہ نجم میں سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ
مسلمانوں نے مشرکوں نے جن اور انسانوں سب نے سجدہ کیا۔

تشریح از شیخ گنگوہی۔ امام حزاریؒ نے اس باب سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجدہ تلاوت طہارت پر موقوف نہیں ہیں۔ کیونکہ
اس میں سجدہ المشرکین کا ذکر ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ نہ وہ وضو پر تھے اور نہ ہی نبی اکرم ﷺ نے ان کو سجدہ سے روکا۔ نیز! اس میں
سجدہ المشرکین والمسلمین تو مذکور ہے۔ لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ آیا مسلمان بھی وضو پر تھے یا نہ تھے۔ تو دونوں امر برآمد رہے
کسی کو ترجیح نہ ہوئی۔ اور اسی طرح جن اور انس میں طہور کی قید نہیں ہے۔ لہذا استدلال تام نہ ہوا۔

تشریح از شیخ زکریا۔ امام حزاریؒ کے ترجمہ کی غرض ظاہر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ وہ سجدہ تلاوت بلا وضو کے جواز کے
قائل ہیں۔ حالانکہ اس سجدہ کے لئے بھی وہی شرائط ہیں جو صلوٰۃ نافلہ کے لئے فرماتے ہیں۔ سوائے امام شیعہ کے اس مسئلہ میں امام
حزاریؒ کے کوئی بھی موافق نہیں ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام حزاریؒ کا سجدہ مشرکین سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے کہ
ان کا سجدہ تو عبادت کے لئے نہیں تھا۔ بلکہ القاء شیطان کی وجہ سے تھا۔ وہ قصہ مشہور یہ ہے کہ تلك الغرانيق العلى وان شفا عتھن لقد
تو جی شیخ گنگوہیؒ نے اگرچہ یہاں اس قصہ سے ترحین نہیں کیا لیکن کو ب درمی میں اس کے ابطال پر بحث سے کلام کیا ہے۔ سجدہ مشرکین
کی صحیح توجیہ یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے جب سورہ النجم تلاوت فرمائی تو اللہ تعالیٰ کا جلال اور کبریائی نے اطراف عالم کا احاطہ کر لیا
حتیٰ کہ عالم میں مومن۔ مشرک۔ جن وانس حتیٰ کہ کوئی درخت ایسا نہ رہا جس نے حضور ﷺ کی قرأت پر حضور ﷺ کے ساتھ

سجدہ نہ کیا ہو۔ تو یہ آپؐ کا معجزہ ہوا۔ اور وہ قصہ موضوع ہے کیونکہ اکرم المرسلین خیر المخلوقات پر شیطان کیسے مسلط ہو سکتا ہے تو مشرکین کا یہ سجدہ اضطرابی ہوا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کَلِمَا اَصْنٰ لَهُمْ مَشْوَاهِیْہِ چنانچہ حجۃ البالیۃ میں بھی شاہ ولی اللہؒ کی فرماتے ہیں ظہر الحق ظہوراً بینا فلم یکن لاحدا لا الخضوع والاستسلام فلما رجعوا الی طبیعتہم کفروا من کفروا اسلم من اسلم قریش کے شیخ نے جو اس غاشیہ الہیہ کو قبول نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر مرگ چکی تھی اس نے مٹی کو پیشانی تک اٹھایا تو اس کو بدر میں جلدی عذاب میں مبتلا کیا گیا۔ اور اس کے قریب وہ قول ہے جو علامہ عینیؒ نے نقل کیا ہے کہ عن ابی ہریرۃؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَتَبَتْ عِنْدَہُ سُوْرَةُ النَّجْمِ فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ سَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَهُ وَسَجَدَتِ الدَّوَّاءُ وَالْقَلَمُ مَسْنَدُ بَزَارٍ اِسْنَادُہُ صَحِیْحٌ .

وہما لم یقید ابالطہور حافظؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ صغریٰ کی وجہ سے اس واقعہ میں تو حاضر نہ تھے تو اس واقعہ کو انہوں نے آپؐ سے بالمشافہ سنایا کسی واسطہ سے سنا۔ حافظؒ نے اس کلام سے کرمانی پر رد کیا ہے جو کہتے ہیں کہ راوی کو جن کا سجدہ کیسے معلوم ہو گیا۔ تو کہا جائے گا کہ اماما اخبار الرسول او بازالۃ اللہ الحجاب یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے خبر دینے سے راوی کو علم ہو گیا یا اللہ تعالیٰ نے درمیانی حجاب زائل فرمادئے۔ سجدہ جمادات کے اور واقعات بھی منذری نے ذکر فرمائے ہیں۔ بہر حال جناب نبی اکرم ﷺ بعد میں اس سجدہ کا بہت اہتمام کرتے تھے۔

باب من قرأ السَّجْدَةَ وَلَمْ یَسْجُدْ ترجمہ۔ جس نے آیت سجدہ تلاوت کی مگر سجدہ نہ کیا

حدیث (۱۰۰۷) حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ النَّحْیَیْنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّجْمِ فَلَمْ یَسْجُدْ فِیْہَا .. ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ پر سورہ النجم پڑھی لیکن آپؐ نے اس میں سجدہ نہ کیا۔

حدیث (۱۰۰۸) حَدَّثَنَا اَدَمُ بْنُ اَبِیْ اَیَّاسٍ النَّحْیَیْنِ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ وَالتَّجْمِ فَلَمْ یَسْجُدْ فِیْہَا ... ترجمہ۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی اکرم ﷺ پر سورہ النجم پڑھی آپؐ نے اس میں سجدہ نہیں کیا۔

تشریح از قاسمیؒ۔ امام بخاریؒ اس باب کی دو حدیثوں سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ زید بن ثابتؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ مگر کہا جائے گا کہ وجوب علی الفور نہیں ہے۔ ورنہ ماقبل میں ذکر کردہ احادیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپؐ نے بعد میں سورہ النجم کے سجدہ کو بھی ترک نہیں فرمایا۔ اصول حدیث کے مطابق نافی اور مثبت میں جب تعارض ہو تو مثبت حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے۔

باب سَجْدَةِ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ

ترجمہ۔ اس میں بھی سجدہ ہے حالانکہ یہ مفصلات میں سے ہے

حدیث (۱۰۰۹) حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ أَبَاهُ هَرِيرَةَ قَرَأَ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ بِهَا فَقُلْتُ يَا أَبَا هَرِيرَةَ لِمَ ارَكَ تَسْجُدُ قَالَ لَوْلَمْ ارَ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ لَمْ اَسْجُدْ

ترجمہ۔ حضرت ابو سلمہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ انہوں نے اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھی اور اس میں سجدہ کیا میں نے عرض کی کہ اب تک تو میں نے آپ کو

سجدہ کرتے نہیں دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو سجدہ کرتے نہ دیکھا ہوتا تو سجدہ نہ کرتا۔ حدیث باب سے معلوم ہوا کہ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ میں سجدہ ہے۔ اس سے مالکیہ پر رد فرمایا جو مفصلات میں سجدہ کے قائل نہیں۔ (مرتب)

باب مَنْ سَجَدَ بِسُجُودِ الْقَارِئِ

ترجمہ۔ جو قاری کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ کرتا ہے

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنے غلام حاتم بن حذلم سے فرمایا تو انہوں نے آپ پر آیت سجدہ تلاوت کی تو انہوں نے فرمایا سجدہ کرو اسلئے کہ تم اس بارے میں ہمارے امام ہو

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ وہ نبی اکرم ﷺ پر وہ سورۃ تلاوت کرتے تھے جس میں سجدہ ہوتا تھا تو حضور ﷺ خود بھی سجدہ کرتے اور ہم بھی سجدہ کرتے حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو پیشانی رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تھی۔

حدیث (۱۰۱۰) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ عَلَيْنَا السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السَّجْدَةُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَسْجُدُ أَحَدُنَا مَوْضِعَ جَبْهَتِهِ... الحديث

تشریح از شیخ گنگوہیؒ۔ اپنے سجدہ کو جناب نبی اکرم ﷺ کے سجدہ پر مرتب فرمایا جس سے اس روایت کا اس باب میں لانا

صحیح ہو گیا کہ سجدہ قاری کی وجہ سے سامع پر بھی سجدہ لازم ہوتا ہے۔

تشریح از شیخ زکریاؒ۔ لدلائلہا علی سجدہ السامع مع سجدہ القاری۔ یہ مسئلہ خلافیہ ہے احناف کے نزدیک قاری

اور سامع دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے مطلقاً خواہ سامع کا مقصد ہو یا نہ ہو خواہ تالی (تلاوت کرنے والا) امامت کا اہل ہو یا نہ ہو۔ شافعیہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے سامع کے لئے اور سنت مؤکدہ مستمع کے لئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک گویا استماع ضروری ہے۔ مالکیہ کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ سامع پر سجدہ سنت ہے۔ ایک شرط کہ سامع قصد کرے۔ دوسرے یہ کہ قاری سجدہ کرے۔ تیسرے یہ کہ قاری سامع کے امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ تلاوت سے مقصود لوگوں کو سنانا ہو۔

ایک مسئلہ یہاں حائلہ کا ہے۔ جب وہ آیت سجدہ سے تواتر مسیت فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ کے لئے سر سے اشارہ کرے۔ احناف کے نزدیک حائلہ پر سجدہ نہیں ہے۔ جب وہ نماز کی اہل نہیں تو سجدہ کی اہل کیسے ہوگی۔ اسجد فانك امامنا فیہا ای متبوعنا مطلب یہ ہے کہ یہ سجدہ ہم پر تمہاری طرف سے واجب ہو اس لئے آپ سجدہ کریں تاکہ ہم بھی سجدہ کریں۔ یہ مطلب نہیں کہ اگر آپ سجدہ نہ کریں تو ہم بھی نہ کریں۔

باب اَزْدِحَامِ النَّاسِ اِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ السَّجْدَةَ

ترجمہ۔ جب امام آیت سجدہ تلاوت کرے
لوگوں کا رُش ہو، بھید ہو تو کیا کرے۔

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپ کے پاس بیٹھے ہوتے تھے آپ سجدہ کرتے تو ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے اتنا رُش ہو جاتا کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنی پیشانی کے لئے جگہ نہ پاتا جہاں سجدہ کر سکے۔

حدیث (۱۰۱۱) حَدَّثَنَا بَشَرُ بْنُ اَدَمَ الْخ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السَّجْدَةَ
وَنَحْنُ عِنْدَهُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ فَنَزْدَحِمُ حَتَّى
مَایْجُدُ اَحَدُنَا لِحَبِیْثَتِهِ مَوْضِعًا یَسْجُدُ عَلَیْهِ الْحَدِیْث

تشریح از شیخ گنگوہی۔ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں کوئی حکم نہیں بتایا شاید ترجمہ سے غرض یہ ہو کہ سجدہ تلاوت حتیٰ کسی عذر کی وجہ سے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ باندھا ہے اگرچہ اس کا عنوان بدلا ہوا ہے مگر مضمون ایک ہے۔ وہاں عنوان ہے من لم یجد مَوْضِعًا لِلْسَّجْدَةِ مِنْ اَزْدِحَامٍ اس باب کی غرض اس کا حکم بیان کرنا ہے۔ کہ ایسا شخص کیا کرے آیا دوسرے وقت تک مؤخر کر دے یا دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ یا سجدہ اس سے ساقط ہو جائے گا۔ چونکہ ان احتمالات میں سے مصنف کے نزدیک کوئی متعین نہیں تھا۔ اس لئے حکم بیان نہیں کیا۔ بلکہ اسے مبہم رکھا۔ اور روایت جو ذکر کی ہے اس سے کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔

تشریح از شیخ زکریا۔ حضرت گنگوہیؒ نے دو ترجموں کا فرق واضح کر دیا۔ لیکن تعجب ہے کہ شرح قاطبہ غرض ترجمہ سے

ساکت ہیں۔ ترجمہ کو ٹکرا کر سے چانے کی کوئی سعی نہ کی۔ شیخ گنگوہیؒ نے پہلے ترجمہ کی غرض یہ بتائی کہ ان السجود د حتم لا یتروک بعذر اور دوسرے ترجمہ سے حکم کے اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا۔ للہ درہ ماذا یفعل یہ مسئلہ خلافہ ہے امام احمدؒ۔ اسحاق بن راہویہؒ اور حضرت عمرؓ کا مسلک ہے کہ دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ عطاءؒ اور زہریؒ امام مالکؒ اور جمہور فرماتے ہیں کہ مؤخر کرے۔ یہ حکم بخود فریضہ میں ہے تو یہی حکم سجدہ تلاوت میں بھی ہوگا۔ امام بخاریؒ کے عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ قدر استطاعت سجدہ کرے۔ اگرچہ دوسرے کی پیٹھ پر ہی کرنا پڑے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ دوسرے کی پیٹھ اور قدم پر بھی کر سکتا ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ایسا نہ کرے

ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ ان کا متدل جناب رسول اکرم ﷺ کا قول ہے ممکن جہنم علی الارض کہ پیشانی کو زمین پر روکو ہمارا متدل حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے۔ کہ اذا شد الزحام فلیسجد علی ظہر اخیه یہ آپ نے محض صحابہؓ میں جمعہ کے دن ارشاد فرمایا کسی نے اس کی مخالفت نہ کی۔ تو گویا یہ اجماع صحابہؓ ہو گیا۔

باب مَنْ رَأَى أَنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ
لَمْ يُوجِبِ السُّجُودَ وَقِيلَ لِعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ
الرُّجُلُ يَسْمَعُ السَّجْدَةَ وَلَمْ يَجْلِسْ لَهَا قَالَ
أَرَأَيْتَ لَوْ قَعَدَ لَهَا كَأَنَّهُ لَا يُوجِبُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ
سَلْمَانُ مَالِ هَذَا غَدَوْنَا وَقَالَ عُثْمَانُ إِنَّمَا
السَّجْدَةُ عَلَى مَنْ اسْتَمَعَهَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ
لَا يَسْجُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ طَاهِرًا فَإِذَا سَجَدْتُ
وَأَنْتَ فِي حَضْرٍ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَإِنْ كُنْتَ
رَاكِبًا فَلَا عَلَيْكَ حَيْثُ كَانَ وَجْهَكَ وَكَانَ
السَّلَابُ ابْنُ يَزِيدَ لَا يَسْجُدُ لِسُجُودِ الْقَاصِّ -

ترجمہ۔ باب ان لوگوں کے بارے میں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت واجب نہیں کیا حضرت عمران بن حصینؓ صحابی سے کہا گیا کہ جو آدمی سجدہ کی آیت سنتا ہے لیکن وہ اس کے لئے بیٹھا نہیں تھا یعنی سماع کا قصد نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر وہ اس کیلئے بیٹھا ہو تا تو پھر بتلاؤ اس کا کیا حکم ہے۔ کافہ سے امام بخاریؒ فرماتے ہیں گویا کہ وہ اس پر سجدہ واجب نہیں کرتے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کا قول ہے کہ سجدہ تلاوت اس پر ہے جو قصد اُکان لگا کر سنے اور امام زہریؒ نے فرمایا کہ تم سجدہ نہ کرو جب تک طاہر نہ ہو اور جب تو سجدہ حضر کے اندر کرے تو قبلہ رو ہو کر کرو اگر

سوار ہو تو پھر جدھر تمہارا رخ ہو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں اور حضرت سائب بن یزید واعظ کے سجدہ کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے کیونکہ وہ نہ تلاوت کا قصد کرتا ہے اور نہ ہی سماع مقصود ہوتا ہے۔

حديث (١٠١٢) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَرِيمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ
رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قُرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
عَلَى الْمِنْبَرِ سُورَةُ التَّحْلِ حَتَّى إِذَا جَاءَ السَّجْدَةُ
نَزَلَ فَسَجَدَ وَسَجَدَ النَّاسُ حَتَّى إِذَا كَانَتِ الْجُمُعَةُ
الْقَابِلَةُ قُرَأَ بِهَا حَتَّى إِذَا جَاءَتْ السَّجْدَةُ قَالَ يَا أَيُّهَا
النَّاسُ إِنَّمَا نُمِرُ بِالسُّجُودِ فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ
وَمَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا ائِمَّ عَلَيْهِ وَلَمْ يَسْجُدْ عُمَرُ زَادَ

ترجمہ۔ حضرت ربیعہؓ حضرت عمر بن الخطابؓ سے خبر دیتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت عمرؓ نے منبر پر سورہ فصل پڑھی جب آیت سجدہ پڑھی تو اتر کر سجدہ کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا یہاں تک کہ جب اٹھا جمعہ آیا پھر انہوں نے یہ سورہ پڑھی۔ جب آیت سجدہ آئی تو فرمایا اے لوگو! ہم آیت سجدہ سے گذرے ہیں جس نے سجدہ کر لیا اس نے ٹھیک کیا اور جس نے سجدہ نہ کیا اس پر کوئی گناہ نہیں اور خود حضرت عمرؓ نے سجدہ نہ کیا۔ حضرت نافعؓ نے لکن عمرؓ سے یہ الفاظ زائد نقل کئے کہ

نَافِعٌ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَفْرِضِ السُّجُودَ إِلَّا أَنْ تَشَاءَ... الْحَدِيثُ

تشریح از شیخ از گنگوہی - ارایت لو قعد لها الخ امام بخاریؒ کے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سماع کے لئے بیٹھے یا نہ بیٹھے بہر حال اس پر سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ مگر یہاں تاویل کی گنجائش ہے کہ علی الفور واجب نہیں۔ سو ا قعد اولم بقعد کا نہ لایوجہ علیہ میں کان کے لفظ سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مصنفؒ کو تعین مراد میں ایک قسم کا تردد ہے۔ علی من استمعها جو اس کے قرآن کے سننے کا قصد کرے اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ جیسا کہ باب الفتحال سے اس کا ہونا اس پر دال ہے۔ لا تسجد الا ان تكون طاهرا الخ اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ ہے کہ جب سجدہ تلاوت تجھ پر واجب ہے خواہ کسی طرح سے ہو تو اس کی ادائیگی طہارت کے بغیر جائز نہیں تو اس کا یہاں لانا محض احکام سجود کے مناسبت سے ہو گا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سجدہ تلاوت تم پر اس وقت تک واجب نہیں جب تک تم طاہر نہ ہو۔ اگر طاہر نہیں تو سجدہ بھی واجب نہیں۔ تو پھر اس کا اس باب سے ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ غیر منطہر پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح فان كنت راكبا بھی اس پر دال ہے کہ رکوب کی حالت میں فرض استقبال ساقط ہو جائے گا۔ جیسا کہ اول کلام سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ محدث سے بھی استقبال قبلہ ساقط ہو جائے گا۔ فمن سجد اى على الفور فقد اصاب الا ان نشاء اى اقبله على الفور۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تو ہم پر سجدہ فرض نہیں کیا البتہ ہم اگر فی الفور ادا کرنا چاہیں تو اس کا ہمیں اختیار ہے۔

تشریح از شیخ زکریا - کانہ سے تردد کی طرف اشارہ کیا ہے کہ شیخ گنگوہیؒ نے بہترین توجیہ کی اور کسی شارح نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ البتہ کرمانیؒ اور علامہ عینیؒ نے اتنا کہا ہے کہ کانہ لایوجب علیہ یہ کلام امام بخاریؒ کا ہے کہ حضرت عمران بن حصین مستمع پر وجوب سجدہ کے قائل نہیں تھے۔ تو سامع پر تو بطریق اولیٰ واجب نہیں ہو گا۔ الغرض امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے ایک مسئلہ اختلافیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ آیا سجدہ تلاوت واجب ہے یا نہیں۔ چونکہ امام بخاریؒ منکرین وجوب کے موافق نہیں اس لئے باب میں من رای سے ترجمہ باندھا۔ جیسا کہ ماقبل سے ان کی عادت معلوم ہو چکی۔ حاصل یہ ہے کہ سجدہ تلاوت عند الحنفیہ واجب۔ عند الشافعیہ عند الحنبلیہ سہ مؤکدہ وعند المالکیہ سہ فضیلتہ یہ دونوں قول مشہور ہیں۔ شیخ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر سجدہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے۔ اور جو سجدہ نہیں کرتے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ لہذا جو لوگ وجوب سجدہ کے قائل ہیں ان کا قول دلیل کے اعتبار سے قوی ہے۔ علی من استمعها قال الکرمانی لا علی السامع والفرق بینہما ان السامع من کان قاصداً للسماع مصفیاً یعنی مستمع وہ ہے جو کان لگا کر بالقصد قرآن سن رہا ہو۔ السامع من اتفق سماعہ من غیر القصد الیہ یعنی جو بغیر قصد کے اتفاقاً قرآن سن لیتا ہے وہ سامع ہے۔ فایرادہ ہما لان الباب فی عدم وجوب السجدة اس معنی کے اعتبار سے اثر ترجمہ پر

دلالت نہیں کرتا اس لئے میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ اس کو اس لئے ذکر کر دیا کہ یہ امام زہریؒ کے اثر کا جزء ہے۔ استدلال کے لئے پیش نہیں کیا۔

لا تسجد الا ان تلون طاهراً۔ حافظؒ فرماتے ہیں کہ یہ قول عدم وجوب سجدہ پر دلالت نہیں کرتا اس لئے کہ مدعی یہ ہے کہ فعل سجود کو وجود طہارت کی شرط سے معلق کیا گیا ہے تو جب شرط پائی جائے گی یعنی طہارت تو تب سجدہ واجب ہوگا۔ حالانکہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ موضع ترجمہ اثر کا یہ جملہ ہے ان کنت را کہنا تو یہ اس کے نقل ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ اس کے زمانہ میں واجب داہہ پر ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر سجدہ را کہنا احناف کے مسلک کے خلاف نہیں۔ کیونکہ احناف کا مسلک یہ ہے جو سجدہ داہہ پر واجب ہو اس کو داہہ پر ہی لو اکیا جائے ادی کما وجبت اور جو زمین پر واجب ہو اس کو داہہ پر ادا نہ کیا جائے البتہ ائمہ ثلاثہ یہ فرماتے ہیں کہ اذا كان على راحلة في السفر جاذان يومى بالسجود حيث كان وجهه كصلوة النافلة فمن سجداً على الفور على مسلك الحنفية كرامیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ فعل بمحضرت الصحابة ہے جس پر کسی نے مخالفت نہیں کی تو عدم وجوب پر اجماع سکوتی ہوا۔ علامہ سندھیؒ اس اجماع کے متعلق فرماتے ہیں کہ مختلف فیہ کا انکار غیر لازم ہے خصوصاً جبکہ قائل امام ہو یا قول عمرؓ من سجدهم على الفور ومن لم يسجد على الفور پر محمول کریں گے۔ فیض الباری میں حضرت اور شاہ کی تقریر انیق نقل کی گئی ہے کہ سورۃ نحل میں حضرت عمرؓ کا یہ فعل حضور اکرم ﷺ کے اس فعل کی اقتداء میں تھا جو آپؐ نے سورۃ ص کے سجدہ میں اختیار فرمایا جبکہ آپؐ نے بھی اس کو منبر پر پڑھا تھا جیسے سورۃ ص بعد میں حتمی ہو گیا ایسے سجدہ نحل بھی حتمی ہوگا۔ تو حضور نبی اکرم ﷺ کے فعل کا اعتبار ہو انہ کہ فعل عمرؓ کا۔ دوسری دلیل ائمہ ثلاثہ کی ان عمرؓ کا یہ قول ہے ان الله لم يفرض علينا لیکن احناف فرماتے ہیں کہ فرضیہ کے ہم بھی قائل نہیں البتہ ہم وجوب سجدہ کا قول کرتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ واجب غیر الفرض یہ اصطلاح جدید ہے جو صحابہؓ کے زمانہ میں نہیں تھی تو کہا جائے گا کہ جب الہی لغت فرض واجب اور دیگر احکام شرعیہ میں لغت کے اعتبار سے فرق کرتے ہیں تو کیا صحابہ کرامؓ کو اپنی زبان کی لغت بھی معطوم نہیں تھی۔ باقی فلائم علیہ کا مطلب ہے لا اثم علیہ فی التأخیر اس طرح لم يسجد عمرؓ اس میں یہ احتمال ہے کہ کسی عارض کی وجہ سے علی الفور سجدہ نہ کیا ہو یا اشارہ ہو کہ علی الفور واجب نہیں اس کی دلیل من سجده فقد اصاب ای اصحاب السنة ہے اور جناب نبی اکرم ﷺ سے مواضع سجود القرآن میں سجدہ ثابت ہے فقد تواترت الاخبار عن النبی ﷺ۔

ترجمہ۔ جو نماز میں آیت سجدہ تلاوت کرے

تو اسے نماز میں ہی سجدہ کرنا چاہیے۔

باب مَنْ قَرَأَ السَّجْدَةَ

فِي الصَّلَاةِ فَسَجَدَ بِهَا

ترجمہ۔ حضرت ابو رافعؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عشاء کی نماز حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے پڑھی تو انہوں نے اس میں اذا السماء انشقت پڑھا اور سجدہ کیا۔ میں نے کہا یہ کیسا سجدہ ہے فرمایا کہ میں نے جناب ابو القاسمؓ کے پیچھے سجدہ کیا تھا اب میں

حدیث (۱۰۱۳) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ النَّخَعِيُّ عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَتَمَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ فَسَجَدَ فَكُنْتُ مَاهِدَةً قَالَ سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَا زَالَ أَسْجُدُ فِيهَا

جَبَّتِ الْقَاهُ... الحديث....
تشریح از قاسمی۔ اس سے بالعم پر رد ہوا جو مفصلات کا سجدہ نہیں مانتے۔
ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ آپ سے جا کر ملوں۔

باب مَنْ لَمْ يَجِدْ مَوْضِعًا
لِلسُّجُودِ مِنَ الزَّحَامِ - ترجمہ۔ جو شخص بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے سجدہ کرنے کی جگہ نہ پائے تو کیا کرے۔

حدیث (۱۰۱۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَقْرَأُ السُّورَةَ الَّتِي فِيهَا السُّجُودُ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ حَتَّى مَا يَجِدُ أَحَدًا مَكَانًا لِمَوْضِعِ جَبَّتِهِ... الحديث..

اس کی مفصل بحث گذر چکی ہے اور دونوں باب کی غرض بھی الگ الگ بیان ہو چکی ہے

أَبْوَابُ تَقْصِيرِ الصَّلَاةِ

باب مَا جَاءَ فِي التَّقْصِيرِ
وَكَمْ يُقِيمُ حَتَّى يُقْصِرَ - ترجمہ۔ نماز میں کمی کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اور کتنے دن اقامت کرے یہاں تک کہ قصر کرتا رہے

حدیث (۱۰۱۵) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ تِسْعَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَكُنْزٌ إِذَا سَافَرْنَا تِسْعَةَ عَشَرَ فَصَرْنَا وَإِنْ زِدْنَا أَلَمْنَا... الحديث..

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ انیس دن مقیم رہے تو قصر کرتے رہے۔ ہم بھی جب انیس دن کا سفر کرتے تو قصر کرتے اس سے زائد ہوتا تو پھر اتمام کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۱۶) حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَنْ سَمِعَةَ أَنَّهَا يَقُولُ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَكَانَ بَصُلًى رَكَعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قُلْتُ أَقَمْتُمْ بِمَكَّةَ شَيْئًا قَالُوا أَقَمْنَا بِهَا عَشْرًا... الحديث

ترجمہ۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے مکہ کو نکلے تو آپؐ دور کعت پڑھتے تھے یہاں تک ہم مدینہ واپس پہنچے۔ میں نے پوچھا کہ مکہ میں کتنا دن قیام رہا۔ فرمایا ہم اس میں دس دن مقیم رہے۔

تشریح از شیخ زکریا۔ قصر اقصا اور تقصیر سب کے معنی ایک ہیں۔ اور تینوں لغت صحیح ہیں۔ قصر سے مراد باعی نماز

میں تخفیف کر کے دور رکھ کرنا ہے۔ مغرب اور صبح میں قصر نہیں ہے۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔ اس پر تو متفق ہیں کہ سفر کو قصر کے اندر تاثیر ہے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ البتہ پھر پانچ مواضع پر اختلاف ہے۔ ۱ حکم قصر کیا ہے۔ ۲ کتنی مسافت پر قصر ہے۔ ۳ کون سے سفر میں قصر ہے۔ ۴ کہاں سے قصر کی ابتداء کرے۔ پانچوں میں یہ ہے کہ جب مسافر کسی جگہ مقیم ہو جائے تو قصر کے لئے زائد کی کیا تعداد ہے شیخ لنگونی "ترمذی اور ابوداؤد میں بھی تقاریر میں مفصل بحث کر چکی ہیں۔ یہاں دو حشیں ہیں۔ ایک حکم القصر کیا ہے۔ احناف کے نزدیک مسافر پر قصر فرض ہے۔ اتمام نہ کرے۔ شافعیہ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں فرض ہے جس کو چاہے اختیار کرے۔ جیسے واجب کفاره میں اختیار ہے۔ امام مالک کی اشہر روایت یہ ہے کہ قصر سنت ہے اور امام شافعی کی اشہر روایات میں یہ ہے کہ قصر رخصت اتمام افضل ہے۔ امام احمد سے مختلف روایات ہیں۔ قصر فرض ہے۔ سنت ہے۔ اور افضل ہے اور ان سے یہ بھی منقول ہے انی احب العالیة عن هذه المسئلة دوسری بحث مہذب القصر میں ہے حضرت عائشہ سے تو منقول ہے کہ الصلوة اول ما فرضت رکعتان فافرت صلوة السفر اتمت صلوة الحضر لیکن سب اولہ کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز لیلۃ الاسراء میں دور رکعت فرض ہوئی۔ سوائے مغرب کے پھر ہجرت کے بعد اس میں اضافہ ہوا سوائے فجر کے پھر نزول آیت کی وجہ سے فرض رباعی سفر میں نصف ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرح بخاری میں جو جمع بین الروایات کی صورت میان کی گئی وہ مذہب شافعی پر مبنی ہے کہ الصلوة قصر الاتمام اور آیت میں قصر سے قصر مہینہ مراد ہے۔ باب کی دونوں روایتوں میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک سے انیس دن اور دوسرے سے دس دن اقامت بمکہ معلوم ہوتی ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ انیس دن قیام فتح مکہ کے موقع پر رہا۔ اور دس دن حجۃ الوداع کے موقع پر۔ البتہ بعض روایات میں فتح مکہ قیام سترہ۔ بعض اٹھارہ دن۔ اور بعض پندرہ دن وارد ہوا ہے۔ علامہ بھیقی نے ان کو یوں جمع کیا ہے کہ تسعة عشر میں تو یوم دخول و خروج شامل ہے سبعة عشر میں شامل نہیں ہے اور ثمانية عشر میں ایک دن کو شامل کیا گیا دوسرے کو نہیں کیا گیا۔ وہ گئی پندرہ کی روایت تو اس کو امام نووی نے ضعیف گردانا ہے۔

ترجمہ۔ مقام منیٰ میں نماز کیسے پڑھے۔

باب الصَّلَاةِ بِمَنَى

ترجمہ۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے مقام منیٰ میں جناب نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ دور رکعت نماز پڑھی اس طرح حضرت ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ابتدائی دور خلافت میں پھر وہ اتمام کرنے لگے۔

حدیث (۱۰۱۷) حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ الْخ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَعَ عُثْمَانَ صَدْرًا مِّنْ أَمَارَتِهِ ثُمَّ أَتَمَّهَا... الحديث

ترجمہ۔ حضرت حارثہ بن وہب فرماتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ امن والے تھے تو ہمیں مقام منیٰ میں دور رکعت پڑھائی۔

حدیث (۱۰۱۸) حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الْخ سَمِعْتُ حَارِثَةَ بْنَ وَهْبٍ قَالَ قَالَ صَلَّى بِنَا النَّبِيِّ ﷺ أَمَّنْ مَا كَانَ بِمَنَى رَكَعَتَيْنِ....

ترجمہ۔ حضرت عبد الرحمن بن زید فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت عثمان بن عفان نے منیٰ میں چار رکعات پڑھائیں

حدیث (۱۰۱۹) حَدَّثَنِي قُتَيْبَةُ الْخ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ يَقُولُ صَلَّى بِنَا عُثْمَانَ ابْنِ عَفَانَ

بِمَنْىَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ لَقِيلَ لِمَنْ ذَلِكَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ
مُسْعُودٍ فَاسْتَرْجَعَ ثُمَّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ
بِمَنْىَ رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ ابْنِ بَكْرٍ الصَّدِيقِ
بِمَنْىَ رَكَعَتَيْنِ وَصَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ
بِمَنْىَ رَكَعَتَيْنِ فَلَيْتَ حَظِّي مِنْ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ
رَكَعَتَانِ مُتَقَبِّلَتَانِ ...

تو اس بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا پہلے تو
انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا پھر فرمایا کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مقام منیٰ پر دو رکعتیں پڑھیں
حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو رکعت پڑھیں حضرت
عمر بن الخطابؓ کے ساتھ بھی منیٰ میں دو رکعت پڑھی کاش! مجھے
ان چار رکعات کے بدلے وہ دو مقبول بارگاہ رکعتیں میرے
حصہ میں آئیں۔

تشریح از قاسمی - آمن ماکان اس روایت سے امام بخاریؒ نے ان لوگوں پر ڈکیا ہے جو قصر کو خوف اور حرب کے ساتھ مختصر
کرتے ہیں۔ یہ حدیث جمہور کی دلیل ہے کہ قصر فی السفر بغیر خوف جائز ہے۔

ترجمہ - کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے اپنے
حج کے دور ان مکہ میں کتنے دن قیام فرمایا۔

باب كَمْ أَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فِي حَجَّتِهِ

حدیث (۱۰۲۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْع
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ لَصُح
رَابِعَةٍ يُكُونُونَ بِالْحَجِّ فَامَرَهُمْ أَنْ يَجْعَلُوهَا عُمَرَةً
الْأَمْنُ كَانَ مَعَهُ هَذِي تَابَعَهُ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرِ الْحَدِيثِ

ترجمہ - حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ
جناب نبی اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ ذوالحجہ کی چار کی
صبح کو مکہ پہنچے تو وہ حج کا تلبیہ کہہ رہے تھے پھر حضور اکرم ﷺ
نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کو عمرہ بنالیں مگر ہاں جس شخص کے
ساتھ قربانی کا جانور ہو وہ دونوں کا تلبیہ کہے۔

تشریح از قاسمی - اگرچہ اس حدیث میں مدت کی تصریح نہیں ہے لیکن لصیحة رابعہ موضع ترجمہ ہے جس سے معلوم
ہوا کہ آپؐ نے مکہ میں حج الوداع کے موقعہ پر دس دن قیام فرمایا جو تھی ذوالحجہ کو پہنچے اور چودہ کو واپس ہوئی۔

باب فِي كَمْ تَقْصُرُ الصَّلَاةُ

وَسَمَى النَّبِيُّ ﷺ السَّفَرِيَّوَمَا وَكَلَةً
وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ يَقْصُرَانِ وَيُفْطِرَانِ فِي
أَرْبَعَةِ يَوْمٍ وَهُوَ سِتَّةَ عَشَرَ قَوْمِ سَخَا....
روزہ افطار کرتے تھے۔ اور چار مدید سولہ فرسخ کے ہیں اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور مدید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ
مسافر کی مدت سفر اڑتالیس میل ہوئی جس پر قصر کیا جاتا ہے۔

ترجمہ - اور جناب نبی اکرم ﷺ نے ایک دن اور
رات کی مسافت کا نام بھی سفر رکھا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن
عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ چار مدید کے اندر نماز قصر کرتے تھے اور
روزہ افطار کرتے تھے۔ اور چار مدید سولہ فرسخ کے ہیں اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے۔ اور مدید بارہ میل کا ہوتا ہے۔ اس طرح گویا کہ

ترجمہ - حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے وہ حضرت
نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب نبی اکرم ﷺ
نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر بغیر عرم کے نہ کرے۔

حدیث (۱۰۲۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ الْخ عَنْ
ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَا تَسَافِرِ الْمَرْأَةُ لثَلَاثَةِ
أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي مُحَرَّمٍ.. الحديث....

ترجمہ۔ حضرت ابن عمرؓ جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنجنابؐ نے فرمایا کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر اس کے ساتھ اس کا عزم ضرور ہو۔

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مردہ عورت جو اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتی ہے اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ ایک دن اور ایک رات کا سفر اس حال میں کرے کہ اس کے ساتھ کوئی حرمت والا آدمی نہ ہو۔

تشریح از قاسمی۔ اس روایت میں یوم ولیلۃ آیا ہے۔ دوسری روایت میں ہرید اور ایک میں یومین آیا ہے۔ اور ابن عمرؓ سے تین دن کی روایت گزر چکی ہے۔ ان اختلاف روایات کی وجہ سے مسافر اور اقل سفر کی تفسیر میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ روایات اس پر متفق ہیں کہ عورت کے لئے تین دن کا سفر بغیر محرم کے حلال نہیں ہے۔ البتہ مادون الثلث میں روایات میں اختلاف ہے تو اب ہم دیکھتے ہیں کہ مادون الثلث کی روایات ٹکٹ کی روایات سے حقدم ہیں یا متاخر ہیں۔ اگر حقدم ہیں تو ٹکٹ والی روایات ان کے لئے ناخ ہوں گی۔ ورنہ ٹکٹ کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اگر وہ متاخر ہیں تو یہ تو ممکن نہیں کہ وہ خبر ٹکٹ کے لئے ناخ ہو۔ البتہ حرمت زائدہ کے لئے خبر ٹکٹ مثبت ہوگی۔ تو یہ مادون الثلث کو بھی حرام قرار دے گی۔ اور ٹکٹ کی حرمت تو باقی ہے ہی تو حدیث ٹکٹ بہر حال واجب الاستعمال ثابت ہوئی۔ تو خبر ثلاث دونوں حالتوں میں واجب الاستعمال ہوئی۔ اور مادون الثلث صرف تاخیر کی صورت میں واجب الاستعمال ہوئی۔ تو وہ حدیث جو دو حالتوں میں واجب الاستعمال ہو وہ اس حدیث سے لوٹی ہے جو صرف ایک حالت میں واجب الاستعمال ہو نقص بنتی۔

الحاصل امام حارثیؒ نے ترجعۃ الباب کو تین طرح سے ثابت کیا ہے کیونکہ سفر میں ایہام تھا پہلے تو اس کی تفسیر یوم و لیلۃ سے کی دوسرے ابن عمرؓ و ابن عباسؓ کے قول سے تفسیر فرمائی کہ سفر چار ہرید ہے اور ہرید بارہ میل کا اس طرح ۴۸ میل ہوئے۔ اور تیسری تفسیر سفر مرآۃ ثلاثہ ایام سے کی۔ اور ایہام ترجمہ ان تینوں صورتوں کو شامل ہے۔ ہاں میں احتلاف ۴۸ میل تک کی مسافت کو سفر قرار دیتے ہیں۔ شوافع یوم ولیلۃ الخ۔

ترجمہ۔ مسافر جب اپنے گھر سے نکلے تو قصر کرنا شروع کر دے چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ نے قصر فرمایا حالانکہ وہ ابھی گھروں کو دیکھ رہے تھے جب واپس آئے تو کہا گیا یہ تو کوفہ نظر آرہا ہے۔ آپ کیسے قصر فرما رہے ہیں فرمایا جب تک ہم کوفہ میں داخل نہیں ہوں گے اس سے پہلے قصر کر سکتے ہیں یہی احتلاف کا مسلک ہے کہ جب تک شہر میں اور ان کے قدام میں داخل نہ ہوا تمام نہ کرے۔

باب یَقْصُرُ إِذَا خَرَجَ مِنْ مَوْضِعِهِ
وَخَرَجَ عَلَيَّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَصَرَ
وَهُوَ يَرَى النُّبُوتَ فَلَمَّا رَجَعَ قَبِلَ لَهُ
هَذِهِ الْكُوفَةُ قَالَ لَأَحْتِیْ نَدْخُلَهَا۔

حدیث (۱۰۲۴) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ الْخ عَنْ
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ الظُّهْرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

ترجمہ۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں تو جناب نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز

چار رکعت پڑھی اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعت پڑھی
ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلے پہلے جو نماز
فرض ہوئی تھی وہ دو رکعت ہے پھر سفر کی نماز تو یہ قرار ہی البتہ
حضر کی نماز میں اتمام کیا گیا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے
حضرت عروہؓ سے پوچھا کہ حضرت عائشہؓ اتمام کیوں کرتی تھیں
تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی وہی تاویل کرتی تھیں جو حضرت
عثمانؓ کرتے تھے۔

تشریح از قاسمی۔ لفظ سفر سے امام بخاریؒ نے ترجمہ ثابت کیا ہے۔ القوت صلوۃ السفر اور سفر تب شروع ہوتا ہے جب

مسافر گھر سے نکل کھڑا ہو۔ اب ابن الاثرؒ اس میں اختلاف ہے کہ قصر فرض ہے یا اتمام بھی کر سکتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیہ کا
قول یہ ہے کہ قصر فرض ہے۔ اتمام اللہ تعالیٰ کے عطیہ کو رد کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ صلوۃ السفر رکعتان
تمام غیر قصر علی لسان نبیکم علیہ السلام لئن عمرؓ فرماتے ہیں من ترک السنۃ کفر امام شافعیؒ کے نزدیک قصر اور اتمام دونوں
جائز ہیں۔ ان کا استدلال حضرت عثمانؓ کی بخوٹل سے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مکہ میں متاہل ہو گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ دیہاتی لوگ
یہ نہ سمجھ لیں کہ سفر اور حضر میں فرض صلوۃ دو رکعت ہیں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کے اتمام پر اشکال باقی رہے گا۔ چنانچہ امام زہریؒ نے حضرت
عروہؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بھی حضرت عثمانؓ والی تاویل کرتی تھیں اور حضرت عثمانؓ کے اتمام کا اصلی سبب یہ تھا کہ وہ قصر اس شخص
کے ساتھ مختص کرتے جو ہمیشہ چلتا رہے کہیں اقامت نہ کرے۔ چنانچہ امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ جب مکہ میں آتے تو
اتمام کرتے۔ ظہر عصر عشاء چار چار رکعت پڑھتے۔ جب منیٰ اور عرفات جاتے تو قصر کرتے جب حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں مقیم ہوتے تو
اتمام کرتے اس روایت سے حضرت عائشہؓ کی خبر اور ان کے فعل کے درمیان جو اختلاف ہے وہ بھی رفع ہو جائے گا۔ کہ وہ بھی اس مسافر
کے لئے قصر کی قائل تھیں جو ہمیشہ چلتا رہے۔ اقامت نہ کرے جہاں اقامت کی خواہ وہ کچھ دن کی کیوں نہ ہو وہاں اتمام۔ پھر سفر شروع تو
ترجمہ۔ سفر میں مغرب کی نماز تین رکعات پڑھی جائے

باب یُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثَلَاثًا فِي السَّفَرِ

حدیث (۱۰۲۶) حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ
إِذَا عَجَلَهُ السَّيْرُ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتَّى
يَجْمَعَ بَيْنَهُمَا بَيْنَ الْعِشَاءِ قَالَ سَالِمٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ عُمَرَ يَقَعْلُهُ إِذَا عَجَلَهُ السَّيْرُ وَزَادَ اللَّيْلُ حَدَّثَنِي
يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ سَالِمٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ
يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمُزْدَلِفَةِ قَالَ سَالِمٌ

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے
جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جب انہیں سفر میں جلدی جانا ہوتا
تو مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیتے یہاں تک کہ مغرب اور عشاء
کی نماز میں جمع فرماتے حضرت سالمؓ فرماتے ہیں کہ میرے
باپ ابن عمرؓ کو بھی جب جلدی جانا ہوتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے
دوسری سند میں سالمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
مغرب اور عشاء کو مزدلفہ میں جمع کرتے تھے۔ پھر حضرت سالمؓ
نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کی بیوی حضرت صفیہ

وَأَخَرُ ابْنُ عُمَرَ الْمَغْرِبَ وَكَانَ اسْتَصْرِخَ عَلَى
أَمْرَاتِهِ صَفِيَّةَ بِنْتِ أَبِي عُبَيْدٍ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ
سَرُّ فَقُلْتُ لَهُ الصَّلَاةُ فَقَالَ سَرُّ حَتَّى سَارَ مِيلَيْنِ
أَوْ ثَلَاثَةً ثُمَّ نَزَلَ فَصَلَّى ثُمَّ قَالَ لِهَكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ
ﷺ يُصَلِّي إِذَا أَعْجَلَهُ السَّرُّ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ
رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ إِذَا أَعْجَلَهُ السَّرُّ يَقِيمُ الْمَغْرِبَ
فَيُصَلِّي ثَلَاثًا يُسَلِّمُ ثُمَّ قَلَمَا يَلْبَثُ حَتَّى يَقِيمُ الْعِشَاءَ
فَيُصَلِّي بِهَا رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ يُسَلِّمُ وَلَا يُسَبِّحُ بَعْدَ الْعِشَاءِ

بنت ابی عبید کی مدد کے لئے جب انہیں جلدی بلایا گیا تو انہوں
نے مغرب کی نماز کو مؤخر کر دیا۔ میں ان سے نماز گزار رہا
انہوں نے فرمایا چلو میں نے پھر نماز کے بارے میں کہا تو ان کا
حکم یہ تھا کہ چلو یہاں تک وہ دو یا تین میل تک چلے گئے پھر
اترے نماز مغرب کی اقامت ہوئی تو اس کی انہوں نے تین
رکعات پڑھی پھر سلام پھیرا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ٹھہرے
ہوں گے کہ عشاء کی تکبیر ہوئی تو اس کی دو رکعات پڑھیں
سلام پھیرا اور عشاء کے بعد کوئی نفل نہ پڑھی یہاں تک کہ
آدھی رات کو تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

تشریح از قاسمی۔ حدیث ابن عمرؓ سے ترجمہ الباب تو بہر حال ثابت ہوا اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سفر میں
فرائض کے سوا کچھ نہ پڑھا۔ حتیٰ کہ وتر کا ذکر بھی نہیں ہے۔ شاید امام مختاریؒ کا مقصد احنافؒ پر رد کرنا ہو جو وجوب وتر کے قائل ہیں مگر
کہا جائے گا کہ یہ استحکام امر وتر سے قبل کا واقعہ ہے۔ اور جمع سے جمع صوری مراد ہے۔ البتہ مزدلفہ میں جمع حقیقی ہوتی ہے۔

باب صَلَاةُ التَّطَوُّعِ عَلَى الدَّوَابِّ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ۔۔

ترجمہ۔ نفل نماز چالوروں پر سواری کی حالت میں
اس طرح ادا کی جائے کہ جدھر جانور منہ کر لے فہم وجہ اللہ کے
تحت نفل نماز اس طرف پڑھ سکتا ہے۔

حدیث (۱۰۲۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيُّ عَنْ
عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ
يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ.. الحديث
حدیث (۱۰۲۸) حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ النَّخَعِيُّ أَنَّ
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي
التَّطَوُّعَ وَهُوَ رَاكِبٌ فِي غَيْرِ الْفِيلَةِ....

ترجمہ۔ حضرت عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب
نبی اکرم ﷺ کو سواری پر جدھر کا وہ رخ کرتی تھی اس طرف
آپؐ کو نماز پڑھتے دیکھا۔

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ خبر دیتے ہیں کہ
جناب نبی اکرم ﷺ نفل نماز سوار ہو کر غیر قبلہ کی طرف
پڑھتے تھے۔

ترجمہ۔ حضرت نافعؓ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نفل نماز
اپنی سواری پر پڑھتے تھے اور وتر بھی اسی پر پڑھتے اور خبر دیتے
تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اس طرح کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۲۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ
حَمَّادٍ النَّخَعِيُّ قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يُصَلِّي عَلَى
رَاحِلَتِهِ وَيُوتِرُ عَلَيْهَا وَيُخْبِرُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ

تشریح از قاسمی۔ یہی ائمہ خلافت کا مذہب ہے کہ وتر سواری پر پڑھے جاسکتے ہیں۔ احنافؒ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ وجوب وتر

سے قبل کا ہے۔ کمامو اور ابن عباسؓ کو جب نسخ کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے رجوع کیا پھر وتر کو سواری سے اتر کر پڑھتے تھے۔

باب الْإِيمَاءِ عَلَى الدَّابَّةِ

ترجمہ۔ سواری پر نماز میں رکوع و سجود اشارہ سے کرنا

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن دینارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر میں سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رخ ہوتا تھا۔ اور اشارہ کرتے تھے اور ذکر کرتے تھے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۰) حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْخَزَنَادِيُّ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلَى رَاحِلَتِهِ أَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهِ يَوْمِي وَذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهُ الْحَدِيثُ

باب يُنْزَلُ لِلْمَكْتُوبَةِ

ترجمہ۔ فرض نماز ادا کرنے کیلئے سواری سے اتر جاتے تھے

ترجمہ۔ حضرت عامر بن ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو سواری پر سوار نفل نماز اس طرح پڑھتے دیکھا کہ جدھر بھی رخ کرتے اپنے سر سے اشارہ کرتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ ایسا فرض نماز میں نہیں کرتے تھے۔ نیز ! دوسری سند کے ساتھ حضرت سالمؓ فرماتے ہیں کہ رات کے وقت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سفر کی حالت میں اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے جس طرف اس کا رخ ہوتا اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی سواری پر ایسے نفل پڑھتے تھے جدھر اس کا رخ ہوتا تھا۔ مگر فرض نماز اس پر نہیں پڑھتے تھے۔

حدیث (۱۰۳۱) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ الْخَزَنَادِيُّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يَوْمِي بِرَأْسِهِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ سَالِمٌ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يُصَلِّي عَلَى دَابَّتِهِ مِنَ اللَّيْلِ وَهُوَ مُسَافِرٌ مَا يَبَالِي حَيْثُ كَانَ وَجْهَهُ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُسَبِّحُ عَلَى الرَّاحِلَةِ قَبْلَ أَيِّ وَجْهِ تَوَجَّهَ وَيُؤْتِرُ عَلَيْهَا غَيْرَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْهَا الْمَكْتُوبَةَ...

ترجمہ۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب نبی اکرم ﷺ اپنی سواری پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے جب فرض نماز ادا کرنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف رخ فرما لیتے۔

حدیث (۱۰۳۲) حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ كُفَالَةَ الْخَزَنَادِيُّ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّي عَلَى رَاحِلَتِهِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يُصَلِّيَ الْمَكْتُوبَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ... الْحَدِيثُ...

چوتھا پارہ ختم شد